آفتابِ قدس نکلا نور برساتا ہوا

سیرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

بروایت

ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر سب سے پہلی لکھی جانے والی کتاب

مکتبہ نبویہ ⊙ لاہور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر سب سے پہلی لکھی جانے والی کتاب

سیرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

بروایت

: محمد ابنِ اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ (۸۵ھ — ۱۵۰ھ)

ترجمہ و مرتبہ : رفیع الدین اسحاق بن محمد ہمدانی

ترجمہ اردو : علامہ محمد اطہر نعیمی چیئرمین رؤیتِ ہلال کمیٹی پاکستان

مقدمہ و نظر ثانی : پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔اے

مکتبہ نبویہ ● گنج بخش روڈ ● لاہور

تعارف کتاب

سیرت رسول پاک بروایت ابن اسحاق

نام کتاب ______ سیرت رسول پاک بروایت ابن اسحاق

نام مولف (عربی) ______ ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی رحمتہ اللہ علیہ

موضوع ______ سیرت رسول پاک و مغازی

سال تالیف (عربی) ______ ۸۵ھ تا ۱۵۰ھ

مترجم (فارسی) ______ رفیع الدین ہمدانی قاضی ابرقوہ

سال ترجمہ (فارسی) ______ ۶۱۲ھ

سال طباعت ترجمہ (فارسی) ______ ۱۳۴۱ھ تہران (ایران)

سال طباعت ترجمہ (اردو) ______ ۱۴۲۱ھ

نام مترجم (اردو) ______ مولانا محمد اطہر صاحب نعیمی مدظلہ العالی

سال طباعت ہفتم ایڈیشن ۱۴۳۱ھ

مقدمہ و ترتیب نو ______ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (ایم-اے)

کمپوزر ______ المدد کمپوزنگ سینٹر، لاہور

ناشر ______ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور

قیمت مجلد اعلیٰ ______ ۷۰۰ روپے

مَکتَبَہ نَبَوِیَّہ گنج بخش روڈ، لاہور

فہرست
سیرت ابن اسحاق (جلد اول)

مقدمہ	17
شجرہ نسب نبی اکرم	65
فضیلت نسب سید المرسلین	65
پہلی فصل	66
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر	66
دوسری فصل	67
تیسری فصل	67
سد مآرب کا واقعہ	68
اعجاز قرآنی	69
سبا کا تعارف	69
عمرو بن عامر کی یمن سے رحلت کا سبب	71
ربیعہ کا خواب	71
ربیعہ سطیح اور شق کا قصہ	72
بعثت نبوی کی پیشگوئی	74
شاہی دربار میں شق کی طلبی	74
تبع اور غلاف کعبہ	76
تبع کا سفر مشرق	76
قبیلہ ہذیل کی سازش	78
تبع حرم کعبہ کی زیارت کیلئے آتے ہیں	79
خانہ کعبہ کی غلاف پوشی کی بشارت	79
تبع کی واپسی پر اہلِ یمن کا رد عمل	80
یمن کا آتش کدہ	81
یمن کا فتنہ پرور مکان	82
حسان بن تبان (تبع) بن اسد اور اصحاب الخدود	83
ذو رعین کا واقعہ	83
لخیعہ کا عبرتناک انجام	85
لخیعہ کا قتل	85
واقعہ اصحاب الاخدود	86
فیمیون کی صالح سے ملاقات	87
فیمیون کی کرامت	88
نجران میں ایک کھجور کا درخت	89
نجران میں عیسائیت کے فروغ کی روایت	90
عبد بن ثامر آزمائش میں	92
نجران کے عیسائیوں پر افتاد	93
خلافت فاروقی کا ایک حیرت انگیز واقعہ	94
دوس ذی ثعلبان کا زرعہ کے مقابلہ کے لیے لشکر کشی	95
سطیح اور شق کی پیشگوئیوں کی صداقت	96
ابرہہ اشرم اور اریاط کی مخالفت	96
ابرہہ کی عیاری	97

نجاشی کا عتاب اور ابرہہ کی چالاکی ـــــ 97
کلیسا کی تعمیر ـــــ 98
قلیس کی تعمیر پر عربوں کا ردِ عمل ـــــ 98
ابرہہ کی مکہ کی جانب روانگی ـــــ 99
اہلِ طائف کا اظہارِ اطاعت ـــــ 100
ابرہہ کا سفیر مکہ میں ـــــ 101
جناب عبدالمطلب سے ابرہہ کے قاصد کی گفتگو ـــــ 101
ابرہہ کی خانہ کعبہ کی جانب پیش قدمی ـــــ 103
محمود نامی ہاتھی کا ردِ عمل ـــــ 104
چیچک اور میعادی بخار کی بیماریاں ـــــ 105
ان دونوں سورتوں کا ترجمہ ـــــ 106
سیف ذی یزن کا واقعہ ـــــ 107
کسریٰ کے درباری ٹھاٹھ باٹھ ـــــ 107
سیف ذی یزن کسریٰ کے دربار میں ـــــ 108
ایک عجیب مشورہ ـــــ 109
کسریٰ اور سیف کے لشکر کا حبشی لشکر سے مقابلہ ـــــ 110
سطیح اور شق کی پیشگوئی کی دوسری مرتبہ توثیق ـــــ 110
باذان کا اسلام ـــــ 111
یمن کا ایک پتھر ـــــ 113
بادشاہ یمن کا کردار ـــــ 114
کسریٰ، نیشاپور اور ذوالاکتاف ـــــ 115
بے وفائی کا صلہ اور غداری کی سزا ـــــ 115
چوتھی فصل ـــــ 116
پانچویں فصل ـــــ 116
ہبل کہاں سے آیا؟ ـــــ 119
عرب میں بت پرستی کی ابتدا ـــــ 119
اساف اور نائلہ کی حقیقت ـــــ 120
سید عالم کی دعوت توحید ـــــ 121
چھٹی فصل ـــــ 122
قریش کی وجہ تسمیہ ـــــ 123
ساتویں فصل ـــــ 124
سید عالم کی والدہ ماجدہ کی نانی کا سلسلہ نسب ـــــ 124
مکہ کی وجہ تسمیہ ـــــ 126
دارالندوہ کی تعمیر ـــــ 128
مناصب حکومت ـــــ 129
عبدالمطلب کی وجہ تسمیہ ـــــ 130
جناب عبدالمطلب کے ذریعہ چاہِ زمزم کی
بازیابی ـــــ 131
چاہِ زمزم کی کھدائی کی پہلی روایت ـــــ 132
چاہِ زمزم کے سلسلہ میں دوسری روایت ـــــ 134
سید عالم کے والد کی قربانی ـــــ 136
عبدالمطلب اور قریش کاہنہ کے پاس ـــــ 137
ایک خاتون نے جناب عبداللہ کو پسند کر لیا ـــــ 138
سیدہ آمنہ کا جناب عبداللہ سے نکاح ـــــ 138
نور محمدی اور ورقہ بن نوفل ـــــ 139
نور محمدی کے سلسلہ میں ایک روایت ـــــ 139
دوران حمل معجزات کا ظہور ـــــ 140
ولادت نبی کریم ـــــ 140
ولادت نبوی اور جناب حسان ـــــ 141
سید عالم کا زمانہ رضاعت ـــــ 141

حلیمہ پر برکتوں کی بارش ــــــــــ 142
حلیمہ کی مکہ سے روانگی ــــــــــ 143
سید عالم کی مدت رضاعت کی تکمیل ــــــــــ 144
پہلا شقِ صدر ــــــــــ 144
سید عالم کا ارشادِ گرامی ــــــــــ 145
ہر نبی نے بکریاں چرائی تھیں ــــــــــ 146
رسول خدا کی مکہ سے واپسی پر نصاریٰ کی سازش ــــــــــ 147
سید عالم والدہ اور دادا کی تربیت میں ــــــــــ 148
حضرت عبدالمطلب کا انتقال ــــــــــ 148
سید عالم ابو طالب کی کفالت میں ــــــــــ 149
ابو طالب کے ہمراہ سفر شام ــــــــــ 149
بحیرہ راہب کی میزبانی اور ہدایات ــــــــــ 150
سید عالم کے اوصاف واخلاق ــــــــــ 152
سید عالم کا دوسرا سفر شام ــــــــــ 153
سیدہ خدیجہ سے نکاح کی بات چیت ــــــــــ 154
سیدہ خدیجہ سے اولاد ــــــــــ 155
خانہ کعبہ میں حجرِ اسود کی تنصیب سے قبل سید
عالم کا اعزاز ــــــــــ 158
حجرِ اسود کی تنصیب ــــــــــ 159
دورانِ تعمیر کعبہ ایک مخطوطہ کی دریافت ــــــــــ 160
غیب کی خبریں اور کاہن ــــــــــ 161
ستارہ ٹوٹنا یا شہاب ثاقب ــــــــــ 162
یمن کا کاہن اور بعثتِ نبوی ــــــــــ 163
فاروقِ اعظم کی مومنانہ بصیرت ــــــــــ 164
حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ ــــــــــ 165
بعثتِ نبوی کے بارے میں یہود کی پیشگوئیاں ــــــــــ 166
یہود کی فطری جبلت اور اسلام سے سرکشی ــــــــــ 166
ابن ہیبان یہودی کی وصیت ــــــــــ 168
بنو ھذیل میں سید عالم کی آمد ــــــــــ 168
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سرگزشت ــــــــــ 169
جناب سلمان رضی اللہ عنہ کے حالات دوسرے
انداز میں ــــــــــ 174
بعثتِ نبوی سے پہلے راہِ ہدایت تلاش کرنے
والے ــــــــــ 175
ورقہ بن نوفل ــــــــــ 176
عبیداللہ بن جحش ــــــــــ 176
زید بن عمرو بن نفیل ــــــــــ 177
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ــــــــــ 178
بعثتِ نبی کریم ــــــــــ 180
جبرئیل علیہ السلام کی بارگاہِ نبوی میں پہلی بار
حاضری ــــــــــ 180
سیدہ خدیجہ ورقہ بن نوفل کے پاس ــــــــــ 183
نزولِ قرآن اور ماہِ رمضان ــــــــــ 185
سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا داعیِ اسلام میں ــــــــــ 186
سیدہ خدیجہ کو بشارت ــــــــــ 186
سیدہ خدیجہ کو رب تعالیٰ کا سلام ــــــــــ 186
انوارِ وحی ــــــــــ 187
نبی کریم کے لیے احکام نماز ــــــــــ 188
وضو اور نماز کے طریقہ کی تعلیم ــــــــــ 189
حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لاتے ہیں ــــــــــ 189

ابو طالب نے ادائے نماز کا منظر دیکھا ____ 190
جناب زید بن حارثہ کے حالات اور ان کا قبولِ اسلام ____ 191
زید بن حارثہ کی محبت ____ 192
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لاتے ہیں ____ 193
صدیق اکبر اور تبلیغ اسلام ____ 194
بنو ھاشم کو دعوت اسلام ____ 195
اسلامی معاشرے میں کافروں پر حملہ کرنے والا پہلا فرد ____ 196
قریش کا دوسرا وفد ابو طالب کے پاس ____ 197
ابو طالب سے دوٹوک بات ____ 198
کفار مکہ کا تیسرا وفد ابو طالب کے پاس ____ 199
ابو طالب کا اعزاء سے مشورہ ____ 200
کار تبلیغ اور ولید بن مغیرہ کی ایک سازش ____ 200
ولید بن مغیرہ اور قریش مکہ زائرینِ حرم کی پیشوائی میں ____ 203
ابو طالب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ____ 203
اسلام کی تبلیغ اور کافروں کا ردِ عمل ____ 205
قریش کی مجلسِ مشاورت ____ 205
حضرت ابو بکر صدیق کی جان نثاری ____ 206
کفارِ قریش کی ایذا رسانی اور سورۂ کوثر کا نزول ____ 207
سیدنا امیر حمزہ کا اسلام ____ 207
عتبہ پر کفارِ قریش کا لعن وطعن ____ 210
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اعیان قریش کی باہمی آویزش ____ 212
کفارِ قریش کی مجلسِ مشاورت ____ 212
کفارِ قریش کی عذاب طلبی ____ 215
ابو جہل کا اعتراف ____ 216
ابو جہل موت کے منہ میں ____ 216
کفارِ قریش اور نضر بن حارث کی مدافعت ____ 217
کفارِ قریش کا وفد احبار یہود کے پاس ____ 219
کفارِ قریش کے نبی سے سوالات ____ 220
اصحابِ کہف کا واقعہ ____ 221
اصحابِ کہف کا تعارف ____ 222
دقیانوس کے ایک درباری کا کارنامہ ____ 226
حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا واقعہ ____ 230
روح کے بارے میں سید عالم کا ارشاد ____ 230
منکرینِ اسلام کا اعترافِ شکست ____ 233
مجبور مسلمانوں پر کافروں کے مظالم ____ 236
جناب بلال پر امیہ کے مظالم ____ 237
جناب ابو بکر کی خدمات ____ 238
جناب صدیق اکبر کا دینی جذبہ ____ 239
حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ____ 240
صحابہ کی حبشہ کی جانب ہجرت ____ 241
قریش کا وفد اور بادشاہ حبشہ نجاشی کا دربار ____ 242
مہاجرین حبشہ اور ابو طالب کی حکمت عملی ____ 243
مسلمانوں کی دربارِ نجاشی میں طلبی ____ 245
رشوت لینے کا واقعہ ____ 249

نجاشی کے قتل کی سازش ______ 250
بارگاہِ فاروقی میں ابن مسعود کا خراجِ عقیدت ______ 253
مسلمانوں سے مقاطعہ کا معاہدہ ______ 260
مقاطعہ کے معاہدہ پر بنو ہاشم کا ردِ عمل ______ 260
سورۂ لہب کی شانِ نزول ______ 262
بارگاہِ نبوی کا ایک اور گستاخ ______ 263
بارگاہِ نبوی میں گستاخ عاص بن وائل ______ 264
عبداللہ بن زبعری کی گستاخی ______ 265
گستاخِ رسول اخنس بن شریق ______ 267
ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط... دشمنانِ رسول ______ 267
اسود بن مطلب کی ہرزہ سرائی ______ 269
ابو جہل اور کلامِ الٰہی کا تمسخر ______ 270
جناب عثمان بن مظعون کی مومنانہ جرات ______ 271
حضرت ابو بکر صدیق کا ارادۂ ہجرت ______ 272
تاریخ اسلام کی پہلی مسجد ______ 273
قریش اور عہد نامہ کی منسوخی ______ 274
عہد نامہ کے بارے میں مخبر صادق علیہ السلام کا ارشاد ______ 276
نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو مطعم بن عدی کا پناہ دینا ______ 279
طفیل بن عمرو دوسی کی آپ بیتی ______ 280
جناب طفیل کا خواب اور شہادت ______ 284
ابو جہل اور اونٹ فروش تاجر کا واقعہ ______ 287
رکانہ پہلوان کی نبی علیہ والسلام سے کشتی ______ 289
حبش کے نصاریٰ بارگاہِ نبوی میں ______ 290
اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم ______ 291
کفارِ مکہ کا قرآن کے بارے میں افتراء ______ 291
عاص بن وائل کی ہفوات ______ 292
نبی کریم اور واقعہ معراج ______ 294
واقعہ معراج ______ 295
حضرت ابو بکر صدیق کا خطاب ______ 296
معراج سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ______ 297
بارگاہِ نبوی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراج عقیدت ______ 298
واقعہ معراج بروایت ام ہانی رضی اللہ عنہا ______ 299
واقعہ معراج بروایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ______ 301
یتیموں کا مال کھانے والوں کا انجام ______ 302
سود خوروں کا عبرت ناک انجام ______ 303
جناب زید بن حارثہ کی بیوی ______ 305
تبلیغ اسلام اور قریشِ مکہ ______ 306
نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو اذیت دینے والے پانچ افراد ______ 307
رشتہ داروں کی نبی علیہ السلام سے دشمنی ______ 308
ابو طالب کی موت اور سیدہ خدیجہ کی وفات ______ 308
ابو طالب کی علالت اور وفات ______ 309
نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا سفرِ طائف ______ 311
ربیعہ کے بیٹوں کی انسانیت ______ 312
جنات کا سماعتِ قرآن اور قبول اسلام ______ 313

قبائلِ عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ تبلیغ ـــــ 314
تصدیقِ اسلام اور سوید بن صامت ـــــ 315
پہلی فصل ـــــ 316
انصار کو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر فضیلت عطا فرمائی ـــــ 317
خزرج کے مسلمانوں کو مدینہ جانے کی اجازت ـــــ 319
دوسری فصل ـــــ 319
اہلِ مدینہ کے لیے معلمِ اول ـــــ 320
جناب سعد بن معاذ دائرۂ اسلام میں ـــــ 321
تیسری فصل ـــــ 324
خواتین سے بیعت ـــــ 328
جناب عمرو بن الجموح کا اسلام لانا ـــــ 329
صحابہ کرام کی مدینہ کی جانب ہجرت ـــــ 332
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت ـــــ 335
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حقانیت ـــــ 336
حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کے اسلام کے سلسلہ میں دوسری روایت ـــــ 337
حضرت صہیب رومی کی ہجرت ـــــ 338
نبی کریم کی ہجرتِ مدینہ ـــــ 338
واقعہ ہجرت کی تفصیلات ـــــ 342
واقعہ ہجرت حضرت عائشہ کی زبانی ـــــ 343
حضور نبی کریم غارِ ثور میں ـــــ 344
جناب اسماء کا لقب ذات النطاقین ـــــ 345
حضرت اسماء اور جناب ابو قحافہ کی گفتگو ـــــ 346
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مکہ سے ہجرت ـــــ 349
سید عالم مدینہ میں ـــــ 349
مسجدِ نبوی کی تعمیر ـــــ 351
حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ـــــ 352
انصار و مہاجرین کے درمیان سلسلہ مواخات ـــــ 353
نقیبِ اسلام جناب اسعد بن زرارہ کی وفات ـــــ 354
اعلانِ نماز کیلئے اذان کا اطلاق ـــــ 355
ابو قیس جرمہ بن ابی انس کا واقعہ ـــــ 356
نبی کریم کے ساتھ یہود کا معاندانہ رویہ ـــــ 357
حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام لانا ـــــ 358
جناب مخریق کے اسلام لانے کا واقعہ ـــــ 359
منافقین، یہود اور نصرانیوں سے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا مناظرہ ـــــ 360
مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا قرمان کے بارے میں ارشاد ـــــ 362
منافقین کا مسجد نبوی سے نکالا جانا ـــــ 363
علماء یہود بارگاہِ نبوی میں ـــــ 364
تحویلِ قبلہ پر یہود و نصاریٰ کا ردعمل ـــــ 367
یہود کی ایک اور جماعت کے ہفوات ـــــ 368
نجران کے نصاریٰ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ ـــــ 369
نصاریٰ کے سوالات کے جواب ـــــ 370
دعوتِ مباہلہ پر عاقب کا ردعمل ـــــ 371
حضرت فاروقِ اعظم کی آرزو ـــــ 372
عبداللہ بن ابی اور ابو عامر راہب کی اسلام دشمنی ـــــ 373

مہاجر صحابہ اور مدینہ منورہ کی آب و ہوا 374

المغازی
(جلد دوم)

واقعاتِ ہجرت 379
اسلام کے پہلے پرچم بردار جناب عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ 379
حضرت حمزہ کا فروں کے مقابلہ پر 381
حضرت علی کی کنیت ابو تراب 382
دنیا کے بدترین افراد 383
عبداللہ بن جحش کو ہدایات 384
عمرہ بن حضرمی کا قتل 386
مسلمان مجاہدین کے حق میں آیت قرآنی 387
مالِ غنیمت اور عبداللہ بن جحش کی تقسیم 388
تاریخ اسلام کا پہلا مالِ غنیمت 389
تاریخ اسلام میں پہلا مقتول 389
جنگِ بدر کے بارے میں صحابہ سے مشورہ 390
مسلمانوں سے ابوسفیان کی تشویش 391
ابو جہل اور جناب عباس کی گفتگو 392
مکہ والوں نے اپنے جگر گوشوں کو نکال پھینکا 394
مسلمانوں اور بنی اسرائیل کے جذبات 396
بدر میں قیام اور خباب بن منذر کا مشورہ 402
بدر میں نبی علیہ السلام کیلئے حفاظت گاہ 403
عتبہ بن ربیعہ 404
جنگ سے پہلے عتبہ و حکیم بن حزام کی گفتگو 405
میدان بدر میں حکیم بن حزام اور ابو جہل 407
ایک صحابی کا جذبہ عقیدت 409
دعا کے وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تسلی آمیز کلمات 410
جنت کی بشارت 411
مالِ غنیمت اور جناب سعد کا اظہار ناراضگی 412
ابو حذیفہ بن عتبہ کے جذبات 413
جناب عبدالرحمٰن بن عوف اور امیہ بن خلف 414
بدر کی جنگ میں فرشتوں کی مدد 416
غزوۂ بدر کی تاریخ اور پہلا مسلمان شہید 417
ابو جہل کی گرفتاری 417
حضرت عبداللہ بن مسعود کو ابو جہل کی تلاش کا حکم 418
جناب عکاشہ کی تلوار 419
غزوۂ بدر میں والد اور بیٹے کا مقابلہ 420
حضرت ابو حذیفہ کے لیے دعائے خیر 421
جنگِ بدر کے مالِ غنیمت کی تقسیم 422
اہلِ مدینہ کو فتح کی خوشخبری 423
غزوۂ بدر سے سید عالم کی واپسی 423
ام المومنین سودہ بنت زمعہ کو نصیحت 425
مکہ والوں کو شکست کی اطلاع 426
ابو لہب اور ابو رافع کی سرگزشت اور ابو لہب کی موت 426
غزوۂ بدر کے بعد قریش مکہ کے مصائب 428
مطلب کا اپنے والد کو رہائی دلانا 429

علمِ غیب نبوت کی ایک دلیل —— 430
قریش کی بد عہدی —— 431
سیدہ رقیہ کا نکاح —— 431
جناب زید بن حارثہ اور سیدہ زینب —— 435
عمیر بن وہب کا نبی علیہ السلام پر حملہ —— 437
بدری صحابہ کے نام —— 443
کعب بن اشرف یہودی کا قتل —— 462
کعب بن اشرف یہودی کے اشعار کا ترجمہ —— 463
غزوۂ احد —— 468
حضرت محیصہ و حولیصہ کا واقعہ —— 469
میدانِ جنگ میں ابو دجانہ کے کارنامے —— 470
جناب ابو دجانہ کے جذبات —— 471
سید الشہداء جناب امیر حمزہ کی بہادری —— 471
جناب حمزہ کی شہادت کی کہانی —— 472
وحشی کے ساتھ حضرت عمر کا طرزِ عمل —— 475
حضرت علی کی کافروں سے جنگ —— 475
ابو سعد بن ابی طلحہ کا قتل —— 476
نبی کے حکم کی نافرمانی کی سزا —— 477
جناب طلحہ کی قسمت عروج پر —— 479
جنگ کی کہانی ام عمارہ کی زبانی —— 480
جناب انس بن نضر کی تقریر —— 481
شکست کے بعد خدمت نبوی میں حاضر ہونے والے صحابہ —— 482
فرمانِ نبوی پر ابی بن خلف کا یقین —— 483
صفوان اور ابو عزہ کی گفتگو —— 485
وحشی قاتل کا واقعہ —— 485
سید عالم کا خواب —— 486
جنگ کی تیاری اور صحابہ کا ردِ عمل —— 487
اسلامی لشکر کی مدینہ سے روانگی —— 487
کفارِ قریش کے لشکر کی تعداد —— 488
نبوی تلوار اور جناب ابو دجانہ —— 489
میدانِ جنگ میں ابو سفیان کی نصیحت —— 490
دامنِ کوہ میں نبی علیہ السلام کا قیام —— 492
ہندہ نے سید الشہداء کا جگر چبالیا —— 494
شہداء کی تدفین —— 495
جناب حمزہ کے بارے میں ارشاد نبوی —— 496
سید الشہداء کی تکفین اور نمازِ جنازہ —— 497
جناب حمزہ کی تدفین —— 498
مُردوں پر رونے کا شرعی حکم —— 498
نبی و علی کی تلواریں —— 499
غزوۂ حمراء الاسد —— 500
غزوۂ احد کے سلسلہ میں ساٹھ آیات —— 505
حضرت عبداللہ بن مسعود کی تفسیر —— 506
جناب جابر کے لیے بشارت —— 507
قصیدہ کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ —— 510
اصحابِ رجیع کے واقعات —— 513
جناب عاصم اور ساتھیوں کی شہادت —— 514
تین صحابہ کی گرفتاری —— 515
مبلغینِ اسلام کی شہادت —— 520
غزوۂ بنو نضیر —— 522

بنونضیر پر لشکر کشی اور محاصرہ ــــــ 523
نصرت الٰہی اور یہود کی شکست ــــــ 524
غزوۂ بنی نضیر کے شہداء پر مرثیہ ــــــ 524
غزوۂ ذات الرقاع ــــــ 528
جناب جابر سے نبی علیہ السلام کی خوش طبعی ــــــ 530
ایک صحابی کی نماز میں محویت ــــــ 531
غزوۂ بدر ثانی ــــــ 533
غزوۂ دومۃ الجندل ــــــ 534
غزوۂ خندق ــــــ 534
یہودی سازش پر آیات کا نزول ــــــ 535
مدینہ منورہ کے باہر اسلام دشمن فوج ــــــ 536
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ــــــ 539
غزوۂ خندق میں جنگ اور صلح نامہ ــــــ 542
جناب سلمان کے مشورہ سے خندق کھودی گئی ــــــ 543
عمرو بن عبدود کا قتل ــــــ 544
جناب سعد بن معاذ کا زخمی ہونا ــــــ 545
سیدہ صفیہ کے ہاتھوں ایک یہودی کا قتل ــــــ 546
اسلام دشمن لشکر میں پھوٹ ــــــ 548
غزوۂ بنو قریظہ ــــــ 551
حضرت علی کا رنجیدہ ہونا ــــــ 552
کعب بن اسد کی تین تجویزیں ــــــ 553
ابو لبابہ کی توبہ قبول ہو گئی ــــــ 554
بنو قریظہ کے بارے میں سفارش ــــــ 555
بنو قریظہ کے لوگوں کی سزا ــــــ 558
ریحانہ بنت عمرو کا واقعہ ــــــ 559
غزوۂ خندق کے سلسلہ میں آیاتِ قرآنی ــــــ 560
جناب سعد کی قبر پر نبی علیہ السلام کی تسبیح ــــــ 560
نوفل کی لاش کی قیمت ــــــ 561
اب قریش کبھی حملہ نہ کر سکیں گے ــــــ 562
سلام بن ابی الحقیق کا قتل ــــــ 564
کعب بن اشرف کا قتل ــــــ 565
بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نجاشی کا
خراجِ عقیدت ــــــ 567
غزوۂ بنی لحیان ــــــ 568
غزوۂ ذی قرد ــــــ 569
کفار کی شکست ــــــ 570
غزوۂ بنی مصطلق ــــــ 572
جناب اسید بن حضیر کے جذباتِ اخلاص ــــــ 574
عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے کے تاثرات ــــــ 575
ایک مرتد کا واقعہ ــــــ 576
ام المومنین حضرت جویریہ ــــــ 577
غلاموں کو آزادی مل گئی ــــــ 577
واقعہ افک ــــــ 579
سیدہ عائشہ کو واقعہ افک کی اطلاع ــــــ 581
واقعہ افک اور قبائل اوس و خزرج ــــــ 582
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ عائشہ کے گھر
تشریف آوری ــــــ 583
جناب صفوان کا حضرت حسان پر حملہ ــــــ 586
لشکر اسلام کی دوسرے راستے سے روانگی ــــــ 587
حضرت حسان بن ثابت کے اشعار ــــــ 588

نبی علیہ السلام کی مکہ روانگی ـــــ 589
بدیل بن ورقاء بارگاہِ نبوی میں ـــــ 590
قریشِ مکہ کی دوسری سفارت ـــــ 591
حلیس کی تلخ گفتگو ـــــ 592
جناب صدیقِ اکبر کے جذباتِ اخلاص ـــــ 593
واقعہ بیعت رضوان ـــــ 595
صلح حدیبیہ اور حضرت عمر کے جذبات ـــــ 596
ابو جندل بن سہیل پابجولاں ـــــ 599
عمرہ کے بعد حلق کی فضیلت ـــــ 601
صلح حدیبیہ اور امام زہری ـــــ 602
فتح مکہ کے سلسلہ میں صحابہ کا استفسار ـــــ 603
مسلمانوں کی ایک جماعت اور ابو بصیر کا واقعہ ـــــ 603
ام کلثوم مدینہ کو ہجرت کرتی ہیں ـــــ 605
غزوۂ خیبر ـــــ 605
عامر بن اکوع کے اشعار کا ترجمہ ـــــ 606
خیبر کے قریب مسلمانوں کی اجتماعی دعا ـــــ 607
خیبر کے مختلف قلعے ـــــ 607
سیدہ صفیہ پر نگاہِ کرم ـــــ 608
مدینہ کے درویشوں پر عطیاتِ نبوی ـــــ 608
مرحب کے بھائی یاسر کا قتل ـــــ 610
خیبر کے قلعوں کا محاصرہ ـــــ 611
خیبر کی فتح اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ـــــ 611
صحابہ کی معمر ترین شخصیت ابو الیسر ـــــ 612
کنانہ کی دولت اور اس کا قتل ـــــ 613
واقعہ فدک ـــــ 614
زہر آلود گوشت خدمتِ نبوی میں ـــــ 615
غزوۂ وادی القریٰ ـــــ 616
اسلامی لشکر کی نماز فجر قضا ہو گئی ـــــ 617
اسود راعی کا واقعہ ـــــ 618
حجاج بن علاط سلمی کا واقعہ ـــــ 619
حجاج سے حضرت عباس کی گفتگو ـــــ 621
خیبر کی زمینوں کی تقسیم ـــــ 622
سید عالم کے احکام ـــــ 623
خیبر سے یہودیوں کے اخراج کا سبب ـــــ 623
غزوۂ عمرۃ القضاء ـــــ 624
طواف میں رمل کا حکم ـــــ 625
واقعہ اصحاب موتہ ـــــ 627
مستقبل کے واقعات کی اطلاع ـــــ 627
جناب جعفر کی شہادت کا واقعہ ـــــ 629
خالد بن ولید امیر لشکر بنائے گئے ـــــ 629
جناب جعفر کے اہلِ خانہ سے تعزیت ـــــ 630
خالد بن ولید کی واپسی ـــــ 630
حضرت حسان بن ثابت کا مرثیہ ـــــ 633
حضرت حسان کا جنگِ موتہ پر مرثیہ ـــــ 635
ابو سفیان کی مدینہ روانگی ـــــ 636
غزوۂ فتح مکہ ـــــ 638
سیدہ فاطمہ سے التجا ـــــ 639
قریش مکہ اور ابو سفیان کا مشن ـــــ 639
اسلامی لشکر کی روانگی ـــــ 640
حاطب کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ـــــ 641

حضرت عباس بن عبدالمطلب کا سفرِ ہجرت ____ 642
اسلامی لشکر اور جناب عباس کے تاثرات ____ 644
ابو سفیان بارگاہِ نبوی میں ____ 645
ابو سفیان کے ستائشی کلمات ____ 648
اسلامی لشکر مکہ میں ____ 649
جناب خالد کی کافروں سے جھڑپ ____ 650
ام ہانی کے لیے اعزاز ____ 652
عثمان بن طلحہ کو خانہ کعبہ کی کنجیاں مل گئیں ____ 654
کوہِ صفا پر نبی علیہ السلام کی دعا ____ 655
فتح مکہ اور خطبہ نبوی ____ 656
صفوان مکہ سے بھاگ گیا ____ 658
عبداللہ بن زبعری دامنِ اسلام میں ____ 660
عباس بن مرداس کے اسلام لانے کا واقعہ ____ 665
اطرافِ مکہ میں اسلامی وفود ____ 666
جناب خالد و عبدالرحمٰن بن عوف کا مکالمہ ____ 668
دو محبت کرنے والوں کا واقعہ ____ 669
غزوۂ حنین ____ 670
بارہ ہزار کا لشکر اسلام ____ 673
مکہ والوں کی خوش فہمی ____ 674
وادی حنین میں جنگ ____ 675
قبیلہ ہوازن کے ایک بہادر کا قتل ____ 676
جناب ابو عامر کی شہادت ____ 677
رضائی ہمشیرہ کی قدر و منزلت ____ 678
غزوۂ حنین کے بارے میں آیتِ قرآن ____ 679
غزوۂ طائف ____ 682
طائف کا محاصرہ ____ 683
ہوازن کے اموال کی واپسی ____ 684
مالک بن عوف کا اسلام ____ 685
ہوازن کے اموال کی تقسیم ____ 687
جناب صدیقِ اکبر کے جذبات ____ 689
کیا نبی انصاف نہیں کرتا؟ ____ 690
نبی علیہ السلام کی داد و دہش کا اندازہ ____ 692
صفوان بن امیہ کا سلام ____ 693
کعب بن زہیر کا قبولِ اسلام ____ 693
غزوۂ تبوک ____ 701
جد بن قیس کا واقعہ ____ 702
سامان جنگ کیلئے حضرت عثمان کا عطیہ ____ 704
منافقوں کی ایک جماعت کا کردار ____ 705
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف منافقین کی ہرزہ سرائی ____ 705
جناب ابو خیثمہ کا واقعہ ____ 706
اسلامی لشکر کا اصحاب حجر کے علاقہ پر گزر ____ 707
پیاسے سیراب ہو گئے ____ 707
غزوۂ تبوک اور معجزاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ____ 708
حضرت ابوذر غفاری کے بارے میں معجزہ ____ 708
اسلامی لشکر اور منافقین ____ 710
ایلہ کے حاکم کا اظہارِ اطاعت ____ 711
مخبر صادق کا جناب خالد کو حکم ____ 712
دستِ مبارک سے پانی کا چشمہ جاری ہونا ____ 713

عبداللہ مزنی کی وفات ____ 714
منافقین کی تعمیر کردہ مسجد ____ 715
مسجد ضرار کی شکست و ریخت ____ 716
تین صحابہ کی توبہ کے واقعات ____ 716
جناب کعب کے بارے میں امام زہری کی تحقیق ____ 717
شاہ غسان کا قاصد جناب کعب کے پاس ____ 722
آکل المرار کون تھا؟ ____ 724
توبہ کے بارے میں جناب کعب کا تاثر ____ 725
عروہ بن مسعود کی شہادت ____ 726
عبدیالیل ثقیف کے قاصد کی حیثیت میں ____ 727
نماز کی اہمیت اور فرمان نبوی ____ 729
عثمان بن ابوالعاص مبلغ کی حیثیت میں ____ 730
عروہ بن مسعود کے خاندان کی امداد ____ 730
عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قرض کی ادائیگی
کی وجہ ____ 731
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سفرِ حج ____ 732
سورۂ براءت کا نزول ____ 732
حضرت علی کی مکہ روانگی ____ 732
سورۂ براءت کا شانِ نزول ____ 733
منیٰ میں حضرت علی کا اعلان ____ 733
سورۂ براءت کے مضامین کی تفصیل ____ 734
عبداللہ بن ابی کی موت ____ 734
حضرت عمر کے جذبات ____ 735
غزوات کی تعداد اور ان کی تفصیل ____ 735
اہلِ عرب کے وفود کی بارگاہِ نبوی میں حاضری ____ 738
بنو تمیم کا قبولِ اسلام ____ 739
جناب ثابت بن قیس کا خطبہ ____ 740
بنی عمار کے فتنہ انگیز وفد کی بارگاہِ نبوی میں
حاضری ____ 746
واقعہ ضمام بن ثعلبہ ____ 748
ضمام کا اسلام ____ 749
لات و عزیٰ کی حقیقت ____ 750
علاء بن حضرمی شاہ بحرین کے پاس ____ 751
مسیلمہ کا ارتداد ____ 752
زید الخیل قبیلہ طئی کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام
ہو گئے ____ 753
زید الخیل کے نام کی تبدیلی ____ 753
قبیلہ بنی طے کے عدی بن حاتم کا اسلام ____ 753
عدی کی بہن کا تجزیہ ____ 756
اپنے اسلام کے بارے میں عدی کے تاثرات ____ 758
اشعث بن قیس کا اسلام ____ 759
مرد بن عبداللہ ازدی کا اسلام ____ 760
جرش والوں کے قاصد مدینہ میں ____ 761
جرش والوں کا قبولِ اسلام ____ 762
حمیر کے بادشاہ دامنِ اسلام میں ____ 763
معاذ بن جبل کو خصوصی ہدایات ____ 765
قبیلہ بنو حارث کا جناب خالد بن ولید کے ہاتھ
اسلام قبول کرنا ____ 766
رفاعہ بن زید جذامی کا واقعہ ____ 770
ہمدان کے وفد کی آمد اور قبولِ اسلام ____ 771

عہدِ نبوی میں اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت — 772
زکوٰۃ و صدقات کی وصول یابی کے عمال — 773
سید عالم کا آخری حج — 774
اطراف کے شہروں میں اسلامی لشکروں کی روانگی — 777
واقعہ جناب اسامہ بن زید — 779
غزوۂ ذات السلاسل اور جناب عمرو بن العاص — 780
رافع بن رافع کی آپ بیتی — 781
جناب ابوبکر کی رافع کو ہدایات — 781
جناب صدیق اکبر سے ایک سوال — 783
جناب عبدالرحمٰن بن عوف کا محاربہ — 783
پہلا غزوہ — 785
اڑتیسواں غزوہ — 798
وفات نبوی — 798
سیدہ عائشہ کے تاثرات — 799
سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا — 800
علالتِ نبوی علیہ الصلوۃ والسلام — 802
صدیق اکبر کے لیے ایک اور اعزاز — 803
جناب ابوبکر صدیق امام مقرر ہو گئے — 804
حضرت انس بن مالک کی زبانی حضور علیہ السلام کی علالت کی کیفیت — 806
حضور علیہ السلام کی مسجد میں آمد اور نمازیوں سے خطاب — 807
حضور علیہ السلام کا حضرت عائشہ کو نصیحت فرمانا — 808
وفاتِ نبوی اور تاثراتِ فاروقی — 809
وفات نبوی پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تاثرات — 811
حضرت عمر کی معذرت — 814
حضرت صدیق اکبر کا خطاب — 814
حضرت عمر اور ابن عباس کی گفتگو — 815
غسلِ نبوی کی خدمت — 816
غسل تکفین و تدفین — 817
حضور علیہ السلام کے آخری کلمات — 818
مکہ مکرمہ میں وفات کی خبر — 818
ان قبائل اور اقوام کے نام جن کا ذکر کتاب اللہ میں ہے — 827
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات اور معاہدوں کی ایک فہرست — 838



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

آقائے دکتر اصغر مہدوی۔ ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

تعارف کتاب

سید الانبیاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر اہل محبت و ایمان کی زبانوں پر مختلف روایات اسی وقت آنے لگی تھیں جب حضورؐ کا وصال ہوا۔ ان روایات میں حضور کی بعثت' دین اسلام کا آغاز' اسلامی جنگوں (غزوات) اور نزول قرآن کے واقعات پہلی ہجری کے دوسرے عشرے میں بیان ہونے لگے تھے۔ ان روایات کی مرکزی حیثیت مدینہ منورہ کو حاصل تھی۔ پہلی صدی ہجری کے ابتدائی ادوار میں نہ تو کوئی کتاب مرتب کی گئی۔ اور نہ ہی ان احوال و آثار کو کسی تحریر میں جمع کیا گیا۔ یہ واقعات سینہ بہ سینہ روایت و حکایت اور زبان و بیان کی حد تک محدود تھے۔ اور مدینہ پاک میں رہنے والے صحابہ کرام اپنی مختلف مجالس میں بیان کرتے رہتے تھے۔

اس زمانہ کی ایک تحریر جو زمانہ کی دست برد سے بچ کر کتابی شکل میں مورخین تک پہنچی' وہ "سیرت رسول پاک از محمد ابن اسحاق" (۸۵ھ تا ۱۵۱ھ) ہے۔ اس میں باقاعدہ طور پر وہ روایات ملتی ہیں جو ظہور اسلام' حضور کی نگرانی میں لڑے جانے والے مغازی و سرایا کی تفصیل پر مشتمل تھیں۔

محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ صحابہ اور تابعین کی زبانی یا دیگر ذرائع سے جو واقعات اور روایات سنتے انہیں قلمبند کر لیا کرتے تھے۔ آپ کی یہ تحریریں آپ کے شاگردوں اور اسلامی مورخین کے راویوں کی راہنما بنیں۔ آپ کے شاگردوں میں سے زیاد بن عبداللہ البکائی (متوفی ۱۷۵ھ) رحمتہ اللہ علیہ ہیں جنہیں محمد ابن اسحاق نے بذات خود اپنی کتاب دو بار املا (DICTATE) کرائی تھی۔ زیاد بن عبداللہ نے بڑی احتیاط سے ان تحریروں کو جمع کیا' ترتیب دیا اور اسے کتابی شکل میں مربوط کیا۔ بکائی کے شاگرد خاص ابو محمد عبدالمالک بن ہشام رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۲۱۸ھ) نے اپنے استاد مکرم

سے اس کتاب کو صفحہ بہ صفحہ سنا۔ بعد میں بعض روایات کا اضافہ کیا۔ بعض کو غیر معتبر یا غیر مستند خیال کرتے ہوئے نظر انداز کیا۔ اور اس طرح ایک کتاب مرتب کی جو دنیائے تاریخ میں "السیرۃ النبویہ لابن ہشام" کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ کتاب یورپ کے مختلف ممالک' مصر' بیروت' اور برصغیر پاک و ہند میں عربی انگریزی اور دیگر زبانوں میں کئی بار چھپی۔

ہمارے سامنے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات پر مشتمل "سیرت رسول اللہ" ہے جسے ایران کے ایک دانشور ابرقوہ نے ساتویں ہجری میں عربی سے فارسی میں ترجمہ کرکے ابو بکر سعد بن زنگی کے دربار میں پیش کیا تھا۔

کتاب کے مولف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ

ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی (رحمتہ اللہ علیہ) موالی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں ۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اور اسی شہر مبارک میں پرورش پائی۔ آپ کے دادا یسار بن خیار (یسار بن کوتان) عیسائی مذہب کے پیروکار تھے۔ وہ شاہ ایران کے حکم سے نقیرہ (جو عین التمر کے علاقہ میں تھا) میں ایک زندانی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۱۲ھ میں ایران کے اس علاقہ پر قابض ہوئے تو انہیں دوبارہ قید کرکے مدینہ پاک میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ کے دربار میں لے آئے۔ یسار اشراف قریش میں سے قیس بن مخرمہ بن عبدالمطلب بن عبد مناف کی تملیک میں آگئے۔ یہی وجہ ہے کہ یسار کے بیٹوں کے ناموں کے ساتھ "مطلبی" یا "مخزمی" کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

اس خاندان میں سب سے پہلا شخص جس نے اسلام قبول کیا وہ یسار تھے۔ دامن اسلام میں آتے ہی آپ کو آزادی مل گئی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے عطا کیے۔ جو اسحاق' موسیٰ اور عبدالرحمان کے ناموں سے مشہور ہوئے۔ تاریخ میں یہ تینوں بزرگ راویان حدیث میں شمار ہوتے ہیں اور انہیں اس سلسلہ میں بڑی شہرت ملی تھی۔

یسار کے بیٹے "اسحاق" (مولف (سیرت) کے والد گرامی) کی ایک "صبیح" نامی لڑکی سے شادی ہوئی۔ یہ لڑکی حویطب بن عبدالعزیٰ کے موالی میں سے تھی۔ اس عورت سے جناب اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے تین بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام محمد۔ ابوبکرؓ اور عمر تھے۔ یہ تینوں حضرات بھی راویان حدیث کے شاگرد تھے۔ اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر احادیث کے علم و فضل سے متصف ہوئے۔

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی جوانی کا زمانہ مدینہ منورہ میں بسر کیا اور اس سارے عرصہ میں

آپ نے مختلف صحابہ کرام سے سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و کوائف زبانی اور تحریری جمع کیے۔ دوسری صدی ہجری کے آغاز میں مدینہ پاک کے معمر اور بزرگ اہل علم و فضل سے بھرپور استفادہ کیا۔ جن میں امام ابن شہاب زہری (م ۔ ۱۲۴ھ) عاصم بن عمر بن قتادہ (م ۔ ۱۲۹ھ) عبداللہ بن ابی بکر بن محمد مدنی (م ۔ ۱۳۰ یا ۱۳۵ھ) جیسے بلند پایہ اہل علم تھے۔ حضور کے غزوات کی تفصیل اپنی کتاب مغازی میں عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی روایات سے جن کے مولیٰ اور شاگرد یزید بن نعمان (م ۔ ۱۳۰ھ) تھے جمع کی۔ اسی طرح عبداللہ بن کعب (م ۹۷ یا ۹۸ھ) کے مغازی سے ایک شخص کی وساطت سے استفادہ کیا تھا۔ محمد بن ابی محمد نے آپ کو تفسیر قرآن میں رہنمائی کی۔ اور ایک اور شخص جس کا نام مغیرہ بن ابی لبید تھا' سے عہد عتیق کی حکایات جمع کیں۔ وھب بن منبہ نے بھی قدیم زمانے کے واقعات کو جمع کرنے میں مدد کی۔

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے محض اپنے اساتذہ سے واقعات واحوال سننے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ ہر گوشے سے یہ معلومات جمع کرنے میں کوشاں رہے۔ حتیٰ کہ اس وقت کے مشہور راویان احادیث وعالمان تفاسیر کی مجالس میں حاضر ہو کر بہت کچھ حاصل کیا۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کی مجالس میں بیٹھے تھے۔ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے جن راویوں سے روایت کی ہے وہ "سیرت ابن ہشام" کے قول کے مطابق ایک سو سے بھی زیادہ تھے۔ ابن ہشام جب بھی اپنے کسی راوی کی روایت سے اجتناب کرتے ہیں تو صرف اتنا کہہ جاتے ہیں کہ جس طرح میں نے سنا ہے (جس طرح مجھے بعض حضرات نے بتایا ہے) مگر جہاں جہاں ابن اسحاق کی وساطت سے روایت لاتے ہیں وہاں ان راویوں کا نام لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے' حالانکہ ان واقعات کے راویوں کے نام سیرت اور مغازی کی دوسری کتابوں میں واضح طور پر ملتے ہیں اور ان راویوں کو مستند اور محقق تسلیم کیا گیا ہے۔ ہمارا اپنا خیال ہے کہ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی سیرت میں جن راویان روایات سے استفادہ کیا ہے انکی تعداد سو سے کہیں زیادہ ہے۔

اس زمانہ میں محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ صرف نبی کریم کی زندگی اور اسلامی فتوحات کے حالات و کوائف جمع کرنے میں مصروف نہیں تھے۔ بلکہ وہ احادیث و اخبار کی ان روایات جمع کرنے میں بھی شہرت یافتہ تھے۔ جن سے احکام اسلام اور سنن کی ترویج ہوتی ہے۔ وہ ایک مستند اور ثقہ جامع قرار دیئے گئے۔ آج بھی احادیث کی معتبر اور مستند کتابوں میں محمد ابن اسحاق کی روایات ملتی ہیں۔

جوانی میں محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ سے نکل کر تحصیل علم کے لئے مصر پہنچے۔ یہ غالباً" ۱۱۵ھ کا زمانہ تھا۔ مصر میں یزید بن ابی حبیب(م ۱۲۸ھ) رضی اللہ عنہ وقت کے معروف ترین محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے حلقہ تدریس میں سینکڑوں طالبان احادیث اکتساب علم اور استماع احادیث کرتے تھے' آپ نے بھی ان سے روایات سنیں۔ کچھ عرصہ بعد محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ واپس آئے تو اس کام میں شب و روز مصروف رہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات اور غزوات پر روایات جمع کرتے رہے۔ پھر وہ سابقہ انبیاء کرام کے واقعات اور قصص کے ساتھ ساتھ قدیم بادشاہوں کے حالات بھی جمع کرتے رہے۔ وہ ان احادیث کو خصوصیت کے ساتھ جمع کرتے جن میں اسلامی احکامات اور سنت رسول کا ذکر ہوتا تھا۔ آپ نے حضور کی زندگی کے وہ واقعات خصوصیت سے جمع کیے' جو عربوں کی موجودہ معاشرت کے برعکس تھے۔ وہ حضور کی زندگی کے حالات اپنے اسلاف سے بھی بڑھ کر جمع کرتے رہے پھر سابقہ مورخین کے طرز سے ہٹ کر سیرت نبی اور غزوات نبی کو تفصیل کے ساتھ مرتب کرتے گئے۔ ابن اسحاق نے تاریخ عالم کو انبیاء کرام کی زندگیوں کے تناظر میں مرتب کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک کے حالات کو جمع کیا اور اپنے معاصرین سے بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ ایک وقت آیا کہ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ میں اپنے معاصرین اہل علم و فضل کی مخالفت اور تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ میں حالات کو ناہموار پاکر ۱۳۰ھ میں اسلام کے مشرقی ممالک کا رخ کیا۔ اور کئی سال تک ان مفتوحہ ممالک کی سیرو سیاحت میں مصروف رہے۔ وہ جہاں جاتے اہل علم سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور غزوات کی تفصیلات کو ان بنیادوں پر قلمبند کرتے جاتے' جو مدینہ منورہ میں کھڑی کی تھیں۔ وہ ان علمی محافل میں صرف ان روایات پر اعتماد کرتے جو مدینہ منورہ کے اشراف کی تائید میں ہوتی تھیں۔ بایں ہمہ انہوں نے مشرق میں پھیلی ہوئی عام روایات کو نظر انداز کر دیا۔ سب سے پہلے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے سفر کے دوران جس شہر کو زیادہ عرصہ تک اپنے قیام و اکتساب علم کے لیے منتخب کیا وہ "کوفہ" تھا۔ آپ ۱۴۲ھ میں "کوفہ" کے مضافاتی علاقوں کے ایک حکمران عباس بن محمد (جو خلیفہ منصور کا بھائی جانا جاتا تھا) کے دربار میں رہے۔ وہاں سے "ہاشمیہ" پہنچے یہ شہر حیرہ اور کوفہ کے درمیان ہے اور آہستہ آہستہ بغداد میں خلیفہ منصور کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ اور احوال رسول اور غزوات رسول پر اپنے شاگردوں سے املا کرا کر ایک نسخہ مرتب کیا اور اسے خلیفہ منصور کے ایوان میں پیش کیا۔ ابن اسحاق

رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ منصور کے دربار میں زیادہ عرصہ تک نہ رہ سکے بلکہ وہاں سے چل کر خلیفہ مہدی ولی عہد منصور کا بنایا ہوا نیا شہر "رے" آپ کی قیام گاہ بنا۔ یہاں ایک عرصہ تک "مغازی" اور سیرت رسول پر روایات کو جمع کرتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے عراق پہنچے اور آخری ایام زندگی تک بغداد میں قیام پذیر رہے۔ اس طرح آپ ۶۵ سال کی عمر میں ۱۵۰ھ یا ۱۵۱ھ کو واصل بحق ہوئے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے ساتھ قبرستان "خیزران" میں آسودہ خاک ہوئے۔

مدینہ منورہ کے علمائے کرام کا علمی حلقہ

محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کا شمار اسلام کی اس تیسری نسل (طبقہ سوم) میں ہوتا ہے جو مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھی۔ یہ علماء احادیث نبوی' روایات زندگی اور جنگی واقعات (مغازی) کو جمع کرنے میں مصروف تھے۔ علماء احادیث کا پہلا طبقہ محدثین اور راویان احادیث اور اسلامی واقعات کو جمع کرنے والوں پر مشتمل تھا پھر مدینہ منورہ کے بلند پایہ فقیہہ عروہ بن زبیر بن العوام (متولد ۲۳ھ متوفی ۹۱ یا ۹۹ھ) موجود تھے جنکی اکثر روایات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے بیان ہوئی ہیں۔ انہی عروہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم کی سیرت 'مغازی' تاریخ' (صحاح) پر کتابیں لکھیں اور مسانید ترتیب دیں آپ نے اخبار واحادیث کا ایک خاصا حصہ جمع کیا تھا۔ محققین اور مورخین نے حضرت عروہ کو اولین شخص قرار دیا ہے جس نے مغازی اور سیرت پر تصنیف و تالیف کا کام کیا۔ اسی سلسلہ سیرت میں عروہ نے اپنی کتابوں کو مرتب کیا۔ ابواب اور فصلیں قائم کیں۔ اور انہیں منظم اور مربوط طریقہ سے تیار کیا پھر مختلف حضرات کے قلم سے املا کرا کر ارباب علم و فضل کی راہنمائی فرمائی۔ خلیفہ عبد الملک بن مروان (۶۵ تا ۸۶ھ) نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اسلام کے ابتدائی حالات باقاعدگی سے سماعت کیے تھے۔ آپ نے خلیفہ کے استفسارات پر جو مکتوبات لکھے وہ اسلام کی ابتدائی تاریخ' سیرت نبوی' غزوات اور نزول وحی اور اسلامی معاشرت پر بڑا مستند اور اہم ذخیرہ ہیں۔ ان مکتوبات میں سے کچھ مکتوبات تاریخ طبری میں درج کیے گئے ہیں۔

نسل اول (طبقہ) کے دوسرے شخص مدینہ پاک کے عظیم محدث ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم (۲۲ تا ۱۰۵ھ) کے نامور فرزند تھے۔ ہماری احادیث کی کتابوں میں ان کی زیادہ روایات تو نہیں ملتیں اور محمد ابن اسحاق نے بھی ان سے روایات نقل نہیں کیں مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مغیرہ بن عبدالرحمٰن (م۔ قبل از ۱۲۵ھ) آپ کے

اقوال سے بہت سی روایتیں نقل کرتے ہیں۔

(بعض مولفین اور مصنفین "ابن ابان" کو ابان بن عثمان بجلی جو کتاب المبداء المبعث و المغازی اور الوقایہ کے مصنف تھے اور شیعہ خیالات کے حامی تھے اور حضرت جعفر صادق موسیٰ بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایات کو جمع کرتے رہے ہیں۔ سمجھ کر اشتباہ میں پڑ گئے ہیں)۔

اسی نسل میں سے تیسرے شخص شرحبیل بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔ (م۔ ۱۲۳ھ) آپ نے بڑی لمبی عمر پائی تھی۔ اور مدینہ منورہ کی خاک پاک میں مدفون ہیں۔ آپ جنگ بدر کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے بدری صحابہ کو پہچانتے اور ان کے ذاتی حالات سے باخبر تھے۔ بڑھاپے میں حافظہ کمزور ہو گیا۔ تو احادیث کی روایات جمع کرنے والوں نے آپ کی روایات سے اجتناب برتنا شروع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے بھی آپ کی روایات کو نقل نہیں کیا۔ اس طبقہ کے وہ ایسے راوی ہیں جنہیں واقعات' غزوات اور سیرت کے حالات پر چشم دید ہونے کی خصوصیت حاصل تھی۔ ورنہ اسی زمانہ میں احادیث نبویہ اور آثار سنن کے باکمال راوی اپنے علمی حلقوں میں بڑا اہم کام کر رہے تھے۔

دوسری نسل (طبقہ) کے مدنی محدثین اور مورخین میں دو ایسے بزرگ سامنے آتے ہیں جن کی شہرت سارے عالم اسلام میں پھیلی' یہ دونوں بزرگ اموی خلفاء کے درباروں سے وابستہ رہے۔ اور دربار میں واقعات آغاز اسلام اور غزوات کی تفصیل بیان کرتے رہے ہیں ان میں سے ایک تو عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (م ۱۱۹ یا ۱۲۹ھ) آپ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں دمشق کی جامع مسجد میں جنگی واقعات' سیرت رسول اور صحابہ کرام کے حالات پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ حضرت عاصم آخری عمر میں مدینہ پاک واپس آگئے تھے۔ یہاں آکر آپ نے احادیث واخبار کی تدوین میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ محمد ابن اسحاق رضی اللہ عنہ نے آپ کی مجلس سے بہت سی روایات نقل کی تھیں۔ دوسرے شخص مدینہ پاک کے ایک مقتدر محدث تھے۔ انکا اسم گرامی محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب الزھری (امام زہری) تھا۔ آپ ۵۱ ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷ رمضان المبارک ۱۲۳ھ میں واصل بحق ہوئے تھے۔ وہ قبیلہ قریش سے تھے۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ جوانی میں مدینہ کے حالات سازگار نہ پاکر اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دربار سے وابستہ ہو کر دمشق چلے گئے۔ یزید بن عبدالملک (۱۰۱ تا ۱۰۵ھ) نے آپ کو منصب قضا پر فائز کیا پھر ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ تا ۱۲۵ھ) نے اپنے بیٹے کا اتالیق اور استاد بنا دیا۔

امام زہری کئی بار حج کے ارادے سے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ حاضر ہوئے۔ اور عمر کا آخری حصہ حجاز میں گزارا۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران بے شمار طالب علموں نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ انہیں ایام میں محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ آپ کی مجالس میں حاضر ہوتے رہے احادیث کی تعلیم حاصل کی۔ غزوات کے واقعات یاد کیے' امام زہری نے ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کے انہماک اور علمی دلچسپی کی ہمیشہ تعریف کی۔

علماء مدینہ میں امام زہری رضی اللہ عنہ ایک اہم مقام کے مالک تھے۔ آپ کے اساتذہ میں سے مدینہ پاک کے مشہور محدثین سعید بن مسیب' ابان بن عثمان بن عفان' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر نامور تھے۔ یہ لوگ امام زہری کو مدینہ پاک کے مقتدر محدثین اور ارباب علم کا نمائندہ تسلیم کرتے ہیں۔ امام زہری نے صحاح' مسانید' غزوات' سیرو تواریخ کے مطالب واطلاعات میں بڑا گراں قدر کردار ادا کیا ہے' پھر احکام و سنن تاریخی واقعات زمانہ جاہلیت کی رسم و رواج' رسول اکرم کی زندگی کے حالات حضور کی وفات کے بعد کے واقعات حضرت معاویہ کی خلافت تک کے تاریخی ادوار آپ کی وساطت سے اسلامی تاریخ کا حصہ بنے۔ اسلامی تاریخ نگاری اور احادیث کی کتابوں کی تدوین میں امام زہری کے اسلوب بیان و تحریر نے اپنا مقام پیدا کیا تھا۔ آج آپ کے بیانات اور روایات معارف اسلامی کا ایک مستند سرمایہ ہیں۔ امام زہری اپنی معلومات کو زبانی یادداشت سے بیان کیا کرتے تھے اور آپ کے شاگرد اسے قلمبند کر لیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریریں کتابی شکل میں سامنے نہیں آسکیں۔

اسی نسل کے اساتذہ سے عروۃ ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے (۱۳۱ یا ۱۳۷ھ) میں وفات پائی تھی۔ آپ کو "یتیم عروہ" کے نام سے شہرت اس لیے ملی کہ آپ کے والد مکرم نے آپ کو حضرت عروہ بن الزبیر کے سپرد کر دیا تھا حضرت عروہ کی بہت سی روایات ابوالاسود کی وساطت سے دنیائے سیرو تاریخ تک پہنچیں۔ مختلف مآخذ میں آپ کو "صاحب مغازی" لکھا گیا ہے۔ ان "مغازی" سے ظاہراً مراد یہ تھی کہ آپ نے حضور کی زندگی کے جنگی واقعات کو تسلسل سے بیان کیا ہے۔ یہ واقعات حضرت ابوالاسود نے عروہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے بیان کیے ہیں مگر اس سلسلہ میں کتابی شکل کی کوئی چیز مرتب نہیں کی جا سکی۔ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے ابوالاسود سے کوئی روایت اس لیے نقل نہیں کی کیونکہ آپ کو ابوالاسود کے حافظہ پر اعتماد نہ تھا۔ تاہم ایسی روایات کو دوسرے ذرائع سے

حاصل کر کے تسلی کرلی تھی۔

تیسری نسل (طبقہ) کے محدثین مدینہ میں موسیٰ بن عقبہ محمد بن اسحاق' ابو معشر سندھی رضی اللہ عنہم بڑے معروف رجال میں شمار ہوتے ہیں۔ جس طرح عروہ بن الزبیر امام زہری اور ابوالاسود کے پیشوا تھے اسی طرح ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ' موسیٰ بن عقبہ' محمد بن اسحاق اورابو معشر سندھی رحمتہ اللہ علیہم کے منشاء اطلاعات و پیشوا تھے۔ ان تینوں بزرگوں نے سب سے پہلے حضور کی سیرت اور مغازی پر کام کیا کتابوں کو تدوین کیا مختلف ابواب کو ترتیب دے کر واقعات کو علیحدہ علیحدہ قلمبند کیا۔ دوسرے محدثین اور راویان حدیث سے ہٹ کر اپنے آثار اور اقوال کو اتنا معتبر اور مستند بنا کر پیش کیا کہ پہلے زمانے کے محدثین اور مورخین سے بڑھ چڑھ کر اس فن کو اختصاص دیا گیا اگر یہ لوگ اس فن کی جامعیت اور اہمیت کو سامنے نہ لاتے تو شاید سیرت نبی کے تمام حالات طاق نسیاں میں پڑے رہتے۔ ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر سیرت نبویہ اور مغازی کا جو کام ہوا ہے۔ مرتب نہ ہو سکتا۔ یہ وہ بزرگ تھے جنکی تحریروں نے سیرت پاک کی بنیادوں کو مضبوط کیااور مستقبل کا مورخ انہی بنیادوں پر اپنی تحریروں کے محلات تعمیر کرتا گیا۔

نسل سوم سے پہلا شخص موسیٰ بن عقبہ بن ابی عباس ہے۔ جو آل زبیر کے موالی میں سے تھا۔ یہ عروہ کا شاگرد تھا۔ مدینہ کا بہت بڑا فقیہہ اور مشہور محدث تھا۔ اس نے غزوات رسول میں تخصیص کا درجہ حاصل کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ "طبقات ابن سعد" میں لکھا ہے کہ موسیٰ بن عقبہ کی کتاب "مغازی" ایسے لوگوں کی روایات پر مشتمل ہے جو خود حضور کے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ حبشہ کے مہاجرین اور اصحاب بدر کے کارنامے ان کی آنکھوں کے سامنے رونما ہوئے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے اسلام سے پہلے کے واقعات' معاشرتی حالات اور زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کی طرف توجہ نہیں دی۔ آپ کے مغازی کا مجموعہ مختصر تھا۔ اسی لیے مورخین نے آپ کو "اصح المغازی" قرار دیا ہے۔ وہ ابن اسحاق کی طرح اپنی روایات کو پھیلانے سے دریغ کرتا ہے اس کے باوجود اسلامی تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس کا نام بہترین ماخذ کی حیثیت سے لیا جاتا رہا ہے۔ اور دسویں صدی ہجری تک کے مورخین اسکی روایات سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ اب آپ کے منتخبات سے صرف بیس احادیث کا ذکر ملتا ہے ان منتخبات کو خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے۔ اسکی سند کا سلسلہ اپنے برادر زادہ موسیٰ یعنی اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ پر ختم ہو جاتا ہے پہلی بار ان کی منتخبات کو ۱۹۰۴ء میں زیور

طبع سے آراستہ کیا گیا۔ تاہم ان روایات اور احادیث پر محدثین اور محققین نے ہمیشہ اعتراضات ہی کیے ہیں۔ دوسری طرف موسیٰ ابن عقبہ کی روایات کو ابن سعد اور دوسرے مورخین نے مستند تسلیم کیا ہے اور جن حضرات نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات بیان کیے ہیں۔ ان پر تنقید و تشکیک کی گنجائش نہیں۔

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے "اپنی سیرت" میں موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی روایات کو نقل نہیں کیا۔ اسی طرح مہاجرین حبشہ اور اصحاب بدر کے متعلق روایات کو بھی قبول نہیں کیا۔

نسل سوم میں دوسرا شخص محمد ابن اسحاق بن یسار مطلبی رحمتہ اللہ علیہ (مولف) ہے جس کے حالات سابقہ صفحات میں قلمبند کیے جا چکے ہیں۔ اوراس مقدمہ میں اسی سیرت نگار کا تذکرہ مقصود ہے۔

نسل سوم سے تیسرے شخص ابو معشر سندھی نجیح بن عبدالرحمٰن مدنی ہیں وہ غالبًا اپنے والد کے ساتھ سندھ (پاکستان) سے چل کر یمن آ گئے۔ ابو معشر سندھی بھی ان موالی میں سے تھے۔ جو قید ہو کر مدینہ منورہ میں آئے تھے۔ یہاں آکر ان کا نام "نجیح" ہو گیا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد ام موسیٰ زوجہ منصور خلیفہ اور والدہ مہدی اور جعفر عباسی کے موالیوں کی لڑی میں منسلک ہو گئے تھے۔ وہ ۱۴۰ھ میں بغداد آئے زندگی کے آخری ایام ۱۷۰ھ تک بغداد میں ہی رہے اور اس عرصہ میں انہیں خلفائے عباسیہ کے دربار میں آمدورفت کا موقع ملتا رہا۔

ابو معشر نے مدینہ کے اکثر محدثین سے روایات بیان کی ہیں ان میں سے حضرت نافع (مولائے عبداللہ بن عمر) محمد بن کعب القرظی' سعید بن المسیب ہشام بن عروہ اس کے شیخ ابن اسحاق اور انکے چچا موسیٰ بن یسار جیسے مشاہیر کے نام آتے ہیں۔ انکے بیٹے محمد اور یزید بن ہارون' عبداللہ بن ادریس جیسے صاحب علم و فضل موجود تھے اسی طرح محمد بن عمرواقدی محمد بن سعد واقدی احمد بن یحیٰی البلاذری اور محمد بن جریر طبری رحمتہ اللہ علیہ جیسے مورخین نے بھی اپنے اخبار و آثار میں ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔

ابو معشر صاحب المغازی کے نام سے مشہور تھے۔ واقدی نے اپنی کتاب مغازی کو ان کی روایات کے راویوں سے منسوب کیا ہے اور اپنے انداز سے تحریر کو ایسا رواج دیا کہ ہر مورخ اپنی کتاب کے درمیان مغازی ضرور لکھا کرتا تھا اور اپنی کتاب کی ابتداء میں ایسے ابواب کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا تھا جس میں غزوات کا ذکر ضرور ہوتا تھا۔ ابن سعد نے بھی اپنی کتاب میں مغازی لکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے حالات کی تشریح میں انہی سے روایتیں درج کیں۔ طبری بھی تورات کے قصوں اور حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کو انہی روایات سے بیان کرتا ہے۔ اس نے خصوصیات کے ساتھ ان واقعات کی تاریخوں کو بھی نقل کیا ہے۔

ابو معشر کی کتاب "مغازی" کے علاوہ چند روایتوں کے ماسوا آج کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ ان کی تمام روایات کو خلفاء راشدین کے زمانے کے تاریخی واقعات میں شامل کر لیا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر ۱۷۰ھ تک کے واقعات انہی کی روایات سے ملتے ہیں۔ صاحب طبری نے ان سے جو آخری واقعہ نقل کیا ہے وہ خلیفہ ہادی کی وفات ہے جو ماہ ربیع الاول ۱۷۰ھ میں واقع ہوئی تھی۔

ابو معشر اپنے وقت کے بلند پایہ اور مستند مورخین میں شمار ہوتے ہیں انکے اقوال اور روایات بعد کے آنے والے مورخین کے لیے مشعل راہ بنیں۔ وہ مغازی میں ہمیشہ ہر خبر کی سند دیا کرتے تھے لیکن جب وہ خلفاء کے واقعات لکھا کرتے تھے تو ایسی سند کو بیان کرنا ضروری نہیں جانتے تھے۔ ہم اس سلسلہ میں "طبقات ابن سعد" اور "تاریخ طبریؒ" کو سامنے رکھتے ہوئے عبدالملک ابن مروان کی خلافت کے واقعات کو دیکھ سکتے ہیں اس طرح "فتوح البلدان" میں نہاوند کی فتوحات کا ذکر اسی انداز سے ملتا ہے۔

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی سیرت کی کتاب میں ابو معشر سے کوئی روایت نقل نہیں کی یہ ان کی انتہائی احتیاط کی علامت تھی وہ محسوس کرتے تھے کہ مہاجرین اور اصحاب بدر کے واقعات میں ابو معشر نے تحقیق سے کام نہیں لیا۔

عالم اسلام میں مغازی کی تدوین

جن دنوں مدینہ منورہ میں محدثین احادیث اور مغازی کی کتابیں تالیف کرنے میں مصروف تھے' انہی دنوں اسلامی سلطنت کے دوسرے شہروں میں اہل علم و فضل اس کام میں دلچسپی لے رہے تھے۔ یمن میں وہب بن منبہ بن کامل بن سیج ابو عبداللہ الیمانی الصنعانی تھے "آپ ۳۴ھ میں ذمار میں پیدا ہوئے اور صنعاء میں ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے" وہ صنعاء کے قاضی رہے۔ ایرانی الاصل تھے وہ بڑے ہی زاہد اور صاحب مکارم اخلاق بزرگ تھے۔ ابتدائے کار میں "قدری مذہب" سے تعلق رکھتے تھے پھر ایک وقت آیا کہ اس نظریئے سے ہٹ گئے۔ یاقوت نے اپنی مشہور کتاب "معجم الادباء" میں لکھا ہے کہ آپ بہترین تابعین میں سے تھے وہ نہایت تحقیق کے ساتھ روایات کو پرانی کتابوں سے نقل کرتے اور کسی اسرائیلی روایت کو بلا تحقیق نہ اپناتے۔ مورخین نے وہب سے بہت سی کتابیں منسوب کیں ہیں وہ اپنی تحریروں کے حواشی اور منابع میں ایسی کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور ان سے روایات نقل کرتے ہیں۔ ان کی

کتابوں میں سے دو کتابیں ہائیڈلبرگ کی عظیم لائبریری میں موجود ہیں۔ یہ رسالے ۲۲۹ھ میں لکھے گئے تھے ان کتابوں کے اوراق نہایت فرسودہ ہو چکے ہیں اور بڑی مشقت اور عرق ریزی سے پڑھے جاسکتے ہیں۔ ان اوراق کے متعلق اور وہب کے تفصیلی حالات پر جرمنی زبان میں ایک کتاب لکھی گئی ہے اور وہ چھپ بھی چکی ہے۔ یہ کتاب دو اجزاء پر مشتمل ہے۔

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ اپنی زیر نظر کتاب میں انبیاء کرام کے قصے لکھتے وقت نجران کے عیسائیوں کا ذکر کرتے ہیں انہوں نے وہب کی تحریروں سے استفادہ کیا ہے۔ یہی وہ تحریریں ہیں جو تاریخ طبری اور تفسیر طبری میں نقل کی گئی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ابن اسحاق جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا ذکر کرتے ہیں تو وہب کی روایات کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔

اسی زمانے میں یمن میں علماء حدیث کا ایک اور طبقہ بھی موجود تھا جن میں معمر بن راشد الازدی' ابو عروۃ بن ابی عمرو البصری کے نام بڑے مشہور ہیں۔ یہ بزرگ بصرے سے یمن گئے اور وہاں ہی زندگی کے آخری دن رمضان ۱۵۳ھ تک آپ کے ایک شاگرد عبدالرزاق بن حمام بن نافع الصنعانی (متولد ۱۲۷ھ متوفی ۲۱۱ھ) تھے یہ دونوں بزرگ اگرچہ فقیہہ محدث اور صاحب المغازی تھے مگر اعتقادی طور پر شیعہ تھے۔

عبدالرزاق کی کتاب "مصنف" نامی حال ہی میں گیارہ جلدوں میں ۱۳۹۲ھ میں بیروت سے شائع ہوئی ہے۔ اس کی پانچویں جلد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی پر مشتمل ہے۔ یہ مطبوعہ کتاب اپنے حوالے کے اعتبار سے بہت سے مورخین کے سامنے رہی اور انہوں نے مختلف مسائل کو اسی کتاب سے نقل کیا ہے عبدالرزاق انہی مصنف "معمر" سے مختلف روایات نقل کرتا ہے لہٰذا ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ عبدالرزاق کے نقل کردہ مغازی انہی واقعات پر مشتمل ہیں جنہیں معمر نے نقل کیا تھا۔ عبدالرزاق نے ان سے لکھے اور اپنی کتاب کی زینت بنا لیے۔ ان سے حضور کے غزوات اور واقعات بعد از وصال النبی مربوط طریقہ سے نقل کیے گئے ہیں۔

بصرہ میں ایک واقع نگار سلیمان بن طرخاں تیمی (م۔ ۱۴۳ھ) کا نام سامنے آتا ہے۔ یہ شخص شیعہ مذہب کا پیروکار تھا وہ اپنے زمانہ کے زہاد و عبادت گزار افراد میں شمار ہوتا تھا۔ وہ بھی ایک کتاب مغازی کا مرتب ہے۔ اس کے بیٹے معتمر نے ان مغازی کو روایت کیا۔ اس کی مغازی کا حوالہ "فہرست ابن خیر" میں ملتا ہے۔

دمشق میں ایک اور بزرگ ابو العباس ولید بن مسلم دمشقی بہت بڑے عالم و فقیہہ ہوئے ہیں۔ (وہ

۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۶ھ میں فوت ہوئے تھے) انہوں نے اپنے استاد گرامی ابو عمر عبد الرحمٰن بن عمر الاوزاعی (۸۸ - ۱۵۸ھ) کی روایات کو اپنے مغازی میں جمع کیا تھا۔

ہمارے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے ان حضرات میں سے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ کوئی روایت نقل نہیں کی۔ ان کے ہاں صرف وہب بن منبہ کی روایات قابل اعتماد ہیں اور ان سے نقل کرتے ہیں۔ ہم اس احتیاط سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کس طرح اپنے زمانہ کے محدثین سے ملاقات کرتے رہے۔ انکی تحریروں کو دیکھتے رہے۔ مختلف علاقوں میں جا کر ان کی مجالس میں وقت دیتے رہے۔ مگر روایات کے نقل کرنے میں وہ ہر ایک مورخ کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے تھے۔

محمد بن اسحاق کے راوی کون ہیں؟

یہ حقیقت ہے کہ بہت سے علماء احادیث نے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے احادیث کی سماعت کی تھی۔ پھر اپنی کتابوں میں روایات بھی کی تھیں۔ اس ضمن میں طبقات ابن سعد۔ فہرست ابن ندیم معجم الادباء "یاقوتی" الکمال فی معرفتہ الرجال "جماعیلی" عیون الاثار "ابن سید الناس" جیسی مقتدر کتابوں میں آپ کی روایات موجود ہیں۔ اسی طرح ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے قابل قدر شاگردوں کے ایک طبقہ نے آپ کی روایات کو سنا۔ پھر اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے ہم بعض حضرات کا مختصر سا ذکر کرتے ہیں۔

ابراہیم بن سعد بن ابراہیم الزہری۔

آپ اہل مدینہ میں سے تھے۔ اور بغداد میں کچھ عرصہ گزارا۔ آپ عبدالرحمان بن عوف (۱۰۰۔ ۱۸۴ھ) کے پوتے تھے۔ آپ اپنے والد مکرم کی طرح کچھ عرصہ مدینہ پاک میں رہے۔ پھر مدینہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے واحد مدنی راوی ہیں۔ ایک روایت میں لکھا ہے کے مغازی کے علاوہ آپ دوسرے حالات میں بھی راوی رہے ہیں۔ آپ نے احکام و سنن پر ستر ہزار احادیث بیان کی تھیں۔ اور ان احادیث میں سے بعض ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے بھی بیان کی ہیں۔

ابراہیم بن سعد' زندگی کے آخری حصہ میں ہارون الرشید کے دربار سے منسلک ہو گئے تھے۔ اور بغداد میں قیام پذیر رہے۔ خلیفتہ المسلمین نے آپ کا بڑا احترام کیا۔ اور آپ پر انعامات کی بارشیں کر دیں کچھ عرصہ کے بعد ۷۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے آپ کا مقبرہ "باب التبن" میں بنایا گیا تھا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی اولاد سے صرف ابراہیم اور اس کے والد سعد ہی فقہ و

احادیث کے علوم میں مشہور نہیں ہوئے تھے بلکہ اس خاندان کے کئی دوسرے حضرات بھی علم حدیث اور فقہ میں شہرہ آفاق ہوئے ہیں۔ ان حضرات کو علماء حدیث میں بڑا بلند مقام ملا تھا۔ خصوصاً" (۲۰۱ھ) یعقوب (م ۲۰۸ھ) جو حضرت ابراہیم بن سعد کے نامور فرزند تھے ابن اسحاق کے مغازی کے راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ دونوں اپنے والد کی طرح روایت کرتے رہے ہیں۔

ابو جعفر احمد بن محمد ایوب الوراق

ابراہیم بن سعد کے راویوں میں سے ایک بزرگ جنہیں بڑی شہرت ملی تھی ابو جعفر احمد بن محمد ایوب الوراق رحمتہ اللہ علیہ "صاحب المغازی" تھے۔ ابن سعد کے قول کے مطابق ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے مغازی کو فضل بن یحییٰ برمکی نے ابراہیم بن سعد سے لفظ بہ لفظ سنا تھا۔ اور ان کے سامنے اسے ضبط تحریر میں لائے تھے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ محمد ابن اسحاق کی زیر نظر کتاب "سیرت نبوی" کو آگے چل کر ابراہیم بن سعد کی وساطت سے بہت سے اہل علم و فضل حضرات نے روایت کیا ہے مگر یہ روایات مختلف حصوں اور جزوں میں لکھی گئی ہیں۔ ابن سعد نے ابراہیم بن سعد کی روایات کو انکے بیٹے یعقوب اور احمد بن محمد بن یعقوب وراق سے اخذ کیا تھا۔ اور اپنے "طبقات" میں کئی مقامات پر ان روایات کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح اسلامی تاریخ کا مشہور مورخ "بلاذری" اپنی کتاب "الانساب الاشراف" میں ابراہیم بن سعد کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کو ابن اسحاق سے ہی بیان کرتا ہے۔ تیسرے مشہور مورخ ابن جریر طبری رحمتہ اللہ علیہ کے بیان کردہ واقعات کو انکے بیٹے یعقوب کے واسطے سے نقل کیا ہے اس طرح "تاریخ طبری" کی بھی بہت سی روایات ابراہیم بن سعد نے "راوی" کے عنوان سے نقل کی تھیں۔ اگرچہ وہ براہ راست ابن اسحاق کا نام نہیں لیتے۔ لیکن جب اسکی روایات کو کتابوں میں درج کرتے ہیں تو اہل علم سمجھ جاتے ہیں کہ ان روایات کا ماخذ سیرت ابن اسحاق ہی ہے۔

ابو نعیم اصفہانی

ابو نعیم اصفہانی (م ۴۳۰ھ) اسلام کے مشہور مورخ ہیں انہوں نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "دلائل نبوت" میں ستائیس ۲۷ بار ابراہیم بن سعد بواسطہ احمد بن محمد ایوب وراق رحمتہ اللہ علیہ کی ان روایات کو نقل کیا ہے جو محمد ابن اسحاق کے مغازی اور سیرت سے اخذ کی گئی تھیں۔ اسی طرح آپ نے سلمہ بن الفضل اور احمد بن صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی ان روایات کو بھی نقل کیا

ہے جو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے لی گئی تھیں۔

حاکم نیشا پوری رحمتہ اللہ علیہ ایک سر برآوردہ اسلامی مورخ ہیں۔ آپ نے "مستدرک" میں ان روایات کو نقل کیا ہے جو ابراہیم بن سعد کے واسطے سے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے آئی تھیں۔ "مستدرک" کی جلد دوم اور جلد سوم میں اکثر ایسی روایات ملتی ہیں۔ جنکی بنیاد محمد ابن اسحاق کی روایات پر ہے۔ طبری رحمتہ اللہ علیہ نے "اعلام الوریٰ" میں یونس بن بکیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو نقل کیا ہے۔ یہ حدیث "محمد ابن اسحاق کے مجموعہ" سے لی گئی ہے جو حضرت ابراہیم بن سعد کے نام سے نقل کر دی گئی ہے ابراہیم بن سعد بھی محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات کو بیان کرتے ہیں۔

یعقوب حموی نے اپنی کتاب "معجم البلدان" کو ابراہیم بن سعد کے وسیلے سے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات سے مزین فرمایا ہے۔ یہ وہی روایات ہیں جو "سیرت ابن ہشام" میں محمد ابن اسحاق کی روایت سے ملتی ہیں۔ امام سہیلی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "روض الانف" میں آٹھ بار ابراہیم بن سعد رحمتہ اللہ علیہ کی ان روایات کو بیان کیا ہے جو محمد ابن اسحاق سے لی گئی تھیں۔

ہم سابقہ صفحات میں ان مورخین اور محدثین کے اسمائے گرامی لکھ آئے ہیں جنھوں نے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی "مغازی" اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی کے حالات لکھتے وقت ان کی روایات کو اپنایا ہے اور اپنی کتابوں کی زینت بنایا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم بن سعد رحمتہ اللہ علیہ ایک ایسے راوی ہیں جنھوں نے محمد ابن اسحاق سے ستر ہزار احادیث نقل کیں جو "احکام و سنن" اور "مغازی" پر مشتمل تھیں۔ ہمارے اس مقدمہ میں اتنی گنجائش نہیں کہ ہم ان تمام استدراک اور ماخذ کی نشاندہی کر سکیں جن کی بنیادیں محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات پر ہیں لیکن ہم نے "مسند احمد بن حنبل" کا مطالعہ کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس میں بھی بہت سی ایسی روایات نقل کی گئی ہیں۔ جو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے لی گئی تھیں کئی ایسی روایات ہیں جنہیں یعقوب یا ان کے والد کی وساطت سے شریک اشاعت کیا گیا تھا بھی دراصل محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے خزینہ روایات سے ہی لی گئی تھیں۔

"مسند احمد بن حنبل" سے گزر کر ہم "فروع کافی" کے صفحات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو یعقوب اور اس کے والد ابراہیم بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایات کو ان صفحات پر دیکھتے ہیں۔ پھر یہی روایات "من لا یحضرہ الفقیہ" میں بھی درج ہیں۔

زیاد بن عبداللہ بن الطفیل البکائی ابو محمد العامری

آپ کوفہ کے مشہور لوگوں میں سے تھے اور اسی شہر میں ۱۸۳ھ میں خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں فوت ہوئے۔ وہ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جن دنوں محمد ابن اسحاق "حیرہ" میں قیام پذیر تھے۔ ان دنوں زیاد بن عبداللہ نے آپ سے علمی استفادہ کیا پھر "بغداد" چلے گئے اور آخری عمر میں "کوفہ" میں آگئے اور وہیں فوت ہوئے۔

بکائی کوفہ کے محدثین میں سے تھے۔ وہ ابن اسحاق کے "مغازی" کو نقل کرنے میں بڑے ہی مستند مورخ مانے جاتے ہیں۔ اسی طرح عبداللہ بن ادریس اودی بھی محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے راویوں میں سے ہیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ بکائی سے بڑھ کر ابن اسحاق کا کسی نے بھی دقت نظر سے مطالعہ نہیں کیا کیونکہ ابن اسحاق نے دو بار ان کو اپنی کتاب سنائی اور لکھوائی اور یہ بات اتنی مشہور ہو گئی کہ بکائی اور ابن اسحاق یک جان اور دو قالب ہیں۔ بکائی نے اپنا گھر بار فروخت کر دیا اور تمام سفروں میں ابن اسحاق کے ہم سفر رہے اسی طرح "رے" میں یونس بن بکیر نے بھی ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے حدیث سماع کی۔

بکائی اپنی کتاب "سیرت" کے علاوہ ابن اسحاق سے سنن اور احکام اسلامی میں مربوط احادیث نقل کرتے ہیں۔ ان ہی "بکائی" سے بہت سے راویوں نے احادیث نقل کی ہیں۔ ان سب میں سے عبدالملک بن ہشام مولف کتاب "سیرت رسول اللہ" مشہور ہیں۔ اس سیرت رسول اللہ "ابن ہشام" کے علاوہ ابن اسحاق کی روایات کئی دوسرے ذرائع سے نقل کی گئی ہیں۔ "فتوح البلدان" "انساب الاشراف" "بلاذری" اور "دلائل نبوت" میں بکائی کے ذریعے ابن اسحاق کی روایات ملتی ہیں۔ ان میں ایسی روایات بھی موجود ہیں جو سیرت ابن ہشام میں نہیں ہیں۔ حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب "مستدرک" میں نو جگہ بکائی کے واسطے سے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات کو نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمان الاودی ابو محمد الکوفی

آپ ایسے بزرگ ہیں جو کوفہ کے نویں طبقے کے مشاہیر میں مانے جاتے ہیں۔ یہ ائمہ حدیث میں بڑے ہی صالح اور عبادت گزار بزرگ گزرے ہیں۔ یہ کوفہ کے بزرگ ترین عالم دین تھے۔ اور اہل مدینہ کے مسالک پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ایک بار خلیفہ ہارون الرشید نے آپکو قاضی کا عہدہ پیش کیا تو آپ نے انکار کردیا آپ ۱۱۵ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲ھ میں کوفہ ہی میں فوت ہوئے۔

عبداللہ بن ادریس اپنے زمانے کے علماء میں بڑے مقتدر محدث مانے جاتے تھے۔ انہوں نے ہشام بن عروہ محمد ابن اسحاق' مالک بن انس' شیبانی اور یحییٰ بن سعید الانصاری رضی اللہ عنہم سے حدیث سنی تھی۔ انہوں نے مالک بن انس کی طرح اپنے شیخ سے حدیث نقل کی۔ ابن المبارک' یحییٰ بن آدم' احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر حضرات نے آپ سے حدیث سنی اور روایات نقل کی ہیں۔ ابن اسحاق کی روایات نقل کرنے والے بہت سے سیرت نگاروں نے عبداللہ بن ادریس کی وساطت سے اپنی کتابوں میں روایات نقل کی ہیں۔

یونس بن بکیر بن واصل الشیبانی ابو بکر الکوفی الجمّال رحمتہ اللہ علیہ

آپ بنی شیبان کے موالی میں سے تھے اور اپنے وقت کے علم حدیث اور تاریخ کے پیشوا مانے جاتے تھے۔ وہ محمد بن اسحاق کے مصاحب تھے۔ اور کوفہ کے راویوں میں سے بڑے مشہور راوی مانے جاتے ہیں۔ وہ کتاب "مبتداء" و "مغازی" جیسی مشہور کتاب کے مصنف بھی تھے۔

یونس نے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ بہت سے دوسرے علماء حدیث سے بھی استفادہ کیا تھا جن میں ہشام بن عروہ' اعمش اور ابو معشر مدنی رحمتہ اللہ علیہ بہت مشہور ہیں۔ اسی طرح بہت سے محدثین جن میں عبداللہ بن نمیر یحییٰ بن معین' محمد بن عبداللہ بن نمیر اور احمد بن عبد الجبار العطاردی نے بھی انھی سے روایات نقل کی ہیں۔ یونس بن بکیر مامون الرشید کی خلافت کے زمانے میں ۱۹۹ھ میں "کوفہ" میں فوت ہوئے۔ مختلف کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ جعفر برمکی کے دربار میں ایک بہت بڑے عہدے پر فائز تھے۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یونس بن بکیر کچھ مدت بغداد میں بھی رہے ہوں گے۔

یونس نے جن روایات کو ابن اسحاق یا دوسرے راویوں سے اپنی کتابوں میں نقل کرکے تاریخی حیثیت دی تھی۔ اگرچہ انہوں نے مختلف ذرائع کو استعمال کیا ہے۔ تاہم وہ ابن اسحاق کی روایات کو نقل کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ ان کی جو کتابیں ہمارے سامنے آئی ہیں ان میں ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات ملتی ہیں۔ ان کی تحریروں کے قلمی نسخے ابھی تک "فاس" کے کتاب خانہ "قرویّین" میں موجود ہیں۔ ان روایات میں شیخ ابوالحسین' احمد بن محمد بن نقور ابزاز' ابوطاہر بن عبدالرحمان' المخلص' ابوالحسین رضوان بن احمد' ابو عمر احمد بن عبدالجبار العطاردی' یونس بن بکیر اور محمد ابن اسحاق کا سلسلہ سند وہ ہے جو فہرست "ابن الخیر" "اسد الغابہ" اور "ابن اثیر" میں آیا ہے۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قلمی نسخہ جو قرویّین کے کتاب خانے میں پڑا ہے وہ اثیر کی نظر سے گزرا تھا۔

علماء تاریخ اور حدیث کے بڑے مشہور اہل قلم نے محمد ابن اسحاق کی روایات کو یونس بن بکیر کی وساطت سے اپنی تحریروں میں درج کیا ہے۔ یہ روایات "تاریخ طبری" "تفسیر طبری" میں بار بار ملتی ہیں ابو نعیم اصفہانی کی "دلائل النبوت" میں بھی یہ روایتیں ملتی ہیں۔ حاکم نیشاپوری کی "مستدرک" سہیلی کی "روض الانف" میں بھی کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ شیعہ علماء بھی یونس بن بکیر کی روایات کے ذریعہ محمد ابن اسحاق کی روایات کو سناتے ہیں۔ البتہ شیعہ مورخین شیخ صدوق کی کتابوں سے بھی یہی روایات نقل کرتے ہیں۔

عبدہ بن سلیمان الکلابی

کوفہ کے نویں طبقے میں عبدہ بن سلیمان الکلابی' ابو محمد الکوفی' کلاب بن ربیعہ جیسے علماء محمد ابن اسحاق کے راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ الکلابی اپنے زمانے کے علماء حدیث میں مانے جاتے تھے۔ انہوں نے ہشام بن عروہ' اعمش اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر محدثین سے احادیث سنی تھیں۔ امام احمد بن حنبل' محمد بن عبداللہ نمیر جیسے مقتدر محدثین بھی آپ سے روایات لیتے ہیں۔ وہ بڑے ہی صالح متقی اور مستند شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے بھی ابن اسحاق کی روایت کو نقل کیا ہے۔ عبدالاحد بن سلیمان کا نام اگرچہ اتنا مشہور نہیں ہو سکا تھا۔ لیکن "بلاذری" نے "فتوح البلدان" میں دو جگہ انہی کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایات کو نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن نمیر

عبداللہ بن نمیر بن عبدا لہمدانی الخارفی ابوہشام الکوفی رحمتہ اللہ علیہ کوفہ کے محدثین کے نویں طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ علماء حدیث اور راویان کوفہ میں بڑے مشہور بزرگ تھے۔ انہوں نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "المبتدء و المغازی" کی روایات کو بیان کیا ہے۔ عبداللہ بن نمیر نے ہشام بن عروہ' اعمش اور دوسرے محدثین وقت سے احادیث کی سماعت کی تھی۔ حضرت احمد بن حنبل' یحیٰی بن معین رحمتہ اللہ علیہم اور انکے بیٹے محمد بن عبداللہ بن نمیر کے علاوہ بہت سے علماء احادیث نے محمد ابن اسحاق کی روایات کو بیان کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن نمیر کے ایک بیٹے محمد ابو عبدالرحمان کوفی راویان احادیث اور اپنے والد کے معروف شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ ہر جگہ ابن اسحاق کی روایات کو اپنے باپ اور دوسرے اساتذہ کی سند سے بیان کرتے تھے۔ محمد اپنے زمانہ کے بلند پایہ محدث تھے۔ زہدو تقویٰ میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ محمد نے اپنے والد گرامی کے علاوہ عبداللہ بن ادریس' یونس بن بکیر

رضی اللہ عنہ سے روایات بیان کی ہیں۔ عبداللہ بن نمیر رضی اللہ عنہ ربیع الاول ۱۹۹ھ میں کوفہ میں خلیفہ مامون الرشید کے عہد اقتدار میں فوت ہوئے تھے۔

ہم نے مختلف منابع کا مطالعہ کیا ہے اور دیکھا ہے۔ کہ راویان احادیث نے عبداللہ بن نمیر اور انکے بیٹے سے بہت کم روایات نقل کی ہیں۔ لیکن "طبقات ابن سعد" میں انکی وساطت سے چار مقامات پر ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات کا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح حاکم نیشا پوری نے اپنی "مستدرک" میں ایک بار نقل کی ہے۔ بسوی نے اپنی کتاب میں اسی سلسلہ سے ابن اسحاق کی چار روایات بیان کی ہیں۔

یحییٰ بن سعید

یحییٰ بن سعید بن ابان القرشی الاموی' ابو ایوب کوفی رضی اللہ عنہم بغداد میں قیام فرما تھے۔ آپ "جمل" کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ نے ابن اسحاق اور بغداد کے دوسرے محدثین سے احادیث سماع کی تھیں۔ اسی طرح آپ کے بیٹے سعید اور محمد نے بھی ابن اسحاق سے مغازی اور احادیث سنی تھیں۔ جناب یحییٰ ہشام بن عروہ' اعمش اور دوسرے محدثین سے بہت سی احادیث جمع کی تھیں۔ آپ کے بیٹے سعید' احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہم نے بھی یحییٰ بن ابان سے کئی احادیث نقل کی ہیں۔ جناب یحییٰ ۸۰ سال کی عمر میں شعبان المعظم ۱۹۴ھ میں فوت ہوئے "ابن ندیم" کی فہرست میں آپ کو خلفائے ابن اسحاق نامی کتاب کا مصنف قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام ذہبی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "العبر" میں ۱۹۴ھ میں فوت ہونے والے مشاہیر میں یحییٰ کا نام لکھا ہے۔ اور ایک نوٹ لکھا ہے کہ آپ نے ابن اسحاق کے "مغازی" کو نقل کیا تھا۔ اور ان پر تعلیقات اور اضافات بھی لکھے تھے۔ اسی طرح حاجی خلیفہ یحییٰ بن سعید کا نام بھی ان ارباب علم میں لیتے ہیں جنھوں نے ابن اسحاق کے "مغازی" کو جمع کیا تھا۔ ابن حجر نے اپنی مشہور کتاب "فتح الباری" میں کئی بار ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے اقوال کو نقل کیا ہے اور انکے "مغازی" سے سند لی ہے۔ اس وجہ سے ابن سعید کے "مغازی" کی کسی طرح بھی تردید نہیں کی جا سکتی۔ دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابن حجر کے زمانہ میں بعض علماء کے پاس یہ کتاب پائی جاتی تھی۔

علامہ بسوی نے اپنی کتاب "المعرفتہ والتاریخ" میں ایک مقام پر یحییٰ کا نام لیا ہے اور اسے محمد ابن اسحاق کا راوی لکھا ہے۔ مورخ "بلاذری" نے اپنی کتاب "فتوح البلدان" میں یحییٰ سے ایک حدیث نقل کرتے ہوئے لکھا [illegible] ابن اسحاق کی نسبت نہیں لکھی "تفسیر طبری" میں چار بار یحییٰ کی

وساطت سے ابن اسحاق کی روایات کو نقل کیا گیا ہے۔ اسی طرح ابو نعیم اصفہانی نے اپنی کتاب "دلائل نبوت" میں حاکم نیشا پوری نے "مستدرک" میں سعید بن یحییٰ کی وساطت سے اس کے والد کی روایات کو ابن اسحاق سے نقل کیا ہے۔

جریر بن حازم ازدی

جریر بن حازم ازدی ابو النصر البصری رحمتہ اللہ علیہ ۷۵ھ میں عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں ۱۷۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی تاریخ پیدائش کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ۹۰ھ مین وفات پائی تو میں ان دنوں پانچ سال کا بچہ تھا۔ حضرت جریر رحمتہ اللہ علیہ بڑے مقتدر بزرگ' عالم دین' اور بلند پایہ محدث تھے۔ وہ بصرہ کے ان راویوں میں سے ہیں جنھوں نے ابن اسحاق کی روایات کو نقل کیا تھا انہوں نے ارمنستان کے قیام کے دوران ابن اسحاق سے سماعت احادیث کی تھی۔ اور "مغازی" کو خصوصیت سے سنا تھا۔

جبریر رحمتہ اللہ علیہ اسلامی تاریخ کی اس صف میں نظر آتے ہیں جہان طاوس یمانی' حسن بصری ابن سیرین اور قتادہ رضی اللہ عنہم جیسے بلند پایہ بزرگ کھڑے تھے۔ ان سے جن بزرگوں نے حدیث سنی اور روایات نقل کیں ان میں ایک یزید بن ابی حبیب مصری تھے۔ اور دوسرے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ اسی طرح جریر کے بیٹے واہب بن جریر تھے۔ جنھوں نے بہت سی روایات اور اخبار اپنے والد سے نقل کی تھیں۔

جریر اپنی زندگی کے آخری حصہ میں "غالباً زندگی کے آخری سال میں" دماغی امراض کا شکار ہوگئے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کے بیٹے نے لوگوں کو منع کر دیا تھا کہ کوئی بھی ان سے استماع حدیث نہ کرے۔ بہت سے حوالے کی کتابوں میں جن میں کتاب "المعرفتہ" "تاریخ بسوی" "الانساب الاشراف" "فتوح البلدان" بلاذری تفسیر' و تاریخ طبری' دلائل نبوت' مستدرک اور ابن حجر کی "فتح الباری" میں ابن جریر اور اس کے بیٹے واہب کی روایات ملتی ہیں جو انہوں نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کی تھیں۔

ہارون بن ابی عیسیٰ الشامی

محمد بن اسحاق کے راوی اور کاتب تھے۔ ان کے بیٹے عبداللہ بصرہ میں ہی رہے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ہارون محمد ابن اسحاق سے کن کن شہروں میں کتابت

کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ ہم اندازاً کہہ سکتے ہیں کہ ہارون محمد ابن اسحاق کے بصرہ والے راویوں میں سے تھے کیونکہ ان کا بیٹا بصرہ میں ہی رہتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہارون ان لوگوں میں موجود رہے ہیں جو ابن اسحاق کے جزیرہ کے سفر میں شریک تھے۔ ہمیں دوسری کتابوں میں ہارون کا نام تو کہیں نہیں ملا لیکن "طبقات ابن سعد" میں کئی بار ابن اسحاق کی روایت کے ساتھ ان کا ذکر آیا ہے۔

سلمیٰ بن الفضل الابرش الانصاری ابو عبداللہ الرازی الازرق رحمتہ اللہ علیہ

آپ "رے" کے قاضی تھے۔ آپ ۱۹۱ھ میں سوسال کی عمر میں فوت ہوئے وہ علم حدیث کے چند معتبر بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں جس طرح حضرت سفیان ثوری اور ابو جعفر رازی تھے۔ اسوقت کے چند محدثین میں جن میں آپ کے کاتب عبدالرحمان بن سلمیٰ الرازی یحییٰ بن معین، محمد بن حمید الرازی "م ۲۴۸ھ" اور عمر بن رافع القزوینی نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ سلمیٰ، محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور راویوں میں سے تھے۔ انھوں نے "رے" میں آپ سے حدیث سنی اور بقول ابن سعد، سلمیٰ نے اپنے "مبتدا" اور "مغازی" ابن اسحاق سے ہی نقل کیے تھے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ سلمیٰ کی کتاب "مغازی" ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے "کامل مغازی" تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ بغداد سے لے کر خراسان تک سلمیٰ سے بڑھ کر کوئی شخص بھی ابن اسحاق کے "مغازی" نہیں لکھ سکا "تاریخ بغداد" میں لکھا ہے کہ سلمیٰ نے ابن اسحاق کی کتاب کا ایک ایسا خوبصورت نسخہ تیار کیا تھا۔ جو خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں پیش کیا گیا تھا۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کے سلمیٰ کی پرانی روایات علماء حدیث کے نزدیک کامل ترین روایات ہیں جس کی بنیاد ابن اسحاق ہیں۔ سلمیٰ کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ محمد بن جریر نے اپنی تفسیر اور تاریخ میں جو روایات ابن اسحاق سے نقل کی ہیں وہ ان کے شاگرد محمد بن حمید کے ذریعے حاصل کی گئیں تھیں۔ "طبری" کی بہت سی روایات ابن اسحاق سے نقل کی گئی ہیں ہم اس کا شمار نہیں کر سکتے۔ ہمیں کسی کتاب میں ان تمام روایات کا یکجا ذکر نہیں ملا جنہیں "طبری" نے نقل کیا تھا۔

رجال کی بہت سی کتابوں میں سلمیٰ کو شیعہ قرار دیا گیا ہے۔ فضل بن شاذان نے اپنی کتاب "الایضاح" میں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے قتل کی جو روایت حضرت علی سے منسوب کی ہے۔ وہ سلمیٰ کے ذریعے ہی ابن اسحاق سے منسوب ہے۔

علی بن مجاہدی بن مسلم رفیع الرازی ابو مجاہد الکابلی

آپ حکیم بن جبلہ کے موالی میں سے تھے کابل کے علاقے میں پیدا ہوئے "رے" کے قاضی بنے اور محمد ابن اسحاق کے راوی کے حیثیت سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے ایک کتاب "مغازی" لکھی اور ۲۰ اھ میں فوت ہوئے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ وہ "رے" کے مشہور راویوں میں سے تھے۔ جن میں سلمیٰ بن الفضل، ابراہیم بن المختار جیسے مقتدر علماء تھے۔ آپ محمد ابن اسحاق سے اتنے قریب تھے گویا ان کا حشر و نشر آپ کے ہی ساتھ تھا۔ آپ نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے احادیث نقل کیں۔ ان روایات کو احادیث اور اخبار میں بیان کیا۔ پھر بغداد چلے گئے۔ اور وہاں ایک عرصہ تک ابن اسحاق کے "مغازی" کو نقل کرتے رہے۔ علی بن مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے ابن اسحاق کے علاوہ سفیان ثوری، ابو معشر مدنی اور عتبہ بن سعید قاضی "رے" سے بھی بھی احادیث نقل کی ہیں۔ امام احمد بن حنبل، جریر اور ابن عبدالحمید جیسے مشاہیر نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ علی بن مجاہد کی وہ روایات جو ابن اسحاق سے لی گئی تھیں مختلف منابع میں ملتی ہیں۔ ابن سعد نے "طبقات" میں عرب وفود کی گفتگو کو علی بن مجاہد سے ہی نقل کیا ہے۔ جنھوں نے ابن اسحاق کی روایات کو بیان کیا تھا۔ بلاذری نے "فتوح البلدان" میں علی بن مجاہد کے ذرائع سے ابن اسحاق کی روایات کو مربوط طریقہ سے خلفائے راشدین کے زمانے کے واقعات تک کو بھی نقل کیا ہے۔ "تاریخ طبری" میں بھی محمد ابن حمید اور علی بن مجاہد کے طریق سے ابن اسحاق کی روایات کو نقل کیا گیا ہے۔

ابراہیم بن المختار التمیمی ابو اسماعیل رازی خواری مشہور بہ حبویہ

آپ بھی ابن اسحاق کے معروف راویوں میں سے تھے۔ "انساب سمعانی" "معجم البلدان" میں لکھا ہے کہ "خواری" ایک ایسا قصبہ تھا۔ جو "رے" سے ۱۸ میل کے فاصلے پر واقعہ تھا۔ اس نے اسی شہر میں ابن اسحاق سے حدیث سماع کی تھی۔ آپ سے ابن جریج، مالک بن انس، سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین جیسے مقتدر حضرات سے روایات نقل کی ہیں۔ پھر محمد بن حمید رازی، ہشام بن عبداللہ رازی محمد بن عبداللہ سعید اصفہانی جیسے حضرات نے بھی ابراہیم المختار سے احادیث نقل کی ہیں۔ وہ بغداد گئے اور ایک طویل عرصہ تک بغداد میں رہے۔ مختلف ذرائع سے اخبار و احادیث کو نقل کرتے رہے۔ ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے علمائے حدیث میں سے بعض حضرات نے آپ کی روایات کو نقل کیا ہے۔ جو انہیں سلمہ بن الفضل اور علی بن المجاہد کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایات سے ملی تھیں۔

سعید بن بزیع رحمتہ اللہ علیہ وہ شخص ہیں۔ جنہوں نے ابن اسحاق سے بہت سی روایات کو اپنے منابع سے بیان کیا ہے۔ وہ "حران" کے موالی میں سے تھے۔ ان سے ایک شخص عبدالرحیم ابن مطرف (م ۔ ۲۳۴ھ) نے روایت کی ہے جو ابن اسحاق سے ملی تھیں۔

عثمان بن ساج یا عثمان بن عمرو بن ساج جزری

آپ "بنی امیہ" کے موالی میں سے تھے۔ ان کے بھائی ولید بن عمرو بن ساج بھی محدث ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان کے مکمل حالات نہیں ملتے تاہم احتمال یہی ہے کہ عثمان بن ساج اور عثمان بن عمرو بن ساج دونوں مختلف اشخاص ہیں بہرحال رجال کی مشہور کتابوں "میزان الاعتدال" "لسان المیزان" "الجرح و التعدیل" میں عثمان بن عمرو بن ساج جزری کا نام آتا ہے۔ حتیٰ کہ "تہذیب التہذیب" "خلاصتہ التہذیب" اور "الکمال" جیسی مشہور کتابوں میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ ابن حجر نے "ساج" کا ذکر کرتے ہوئے اسے محمدابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے راویوں میں لکھا ہے۔ لیکن باین ہمہ ہمیں ان کی تاریخ ولادت اور وفات اور محل اقامت کی تفصیل نہیں مل سکی۔

ہم نے "رجال" کی جن کتابوں کا ذکر کیا ہے ان میں عثمان بن عمرو بن ساج کی ایسی روایات ملتی ہیں جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق، خصیف جزری، ابن جریج، امام زہری، وھب بن منبہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے نقل کی تھیں۔ پھر سعید بن سالم القداح، محمد بن یزید بن سنان الجزری۔ عبیداللہ بن یزید بن ابراہیم الحرانی جیسے مورخین نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ ان حالات میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں عثمان بن ساج مورخین اور راویان اخبار میں اپنا وجود رکھتے تھے۔ آپ "اخبار مکہ" کے مولف (احمد بن محمد بن الولید الازرقی کے دادا کے شیوخ سے تھے)۔

کتاب "اخبار مکہ" ان روایات کا مکمل عکس ہے جو ابن اسحاق کی کتاب "المبتدا" میں ملتی ہیں۔ اور اس کتاب کی اہمیت مسلم ہے۔ یہی کتاب امام طبری کی تفسیر اور تاریخ کا ایک ماخذ ہے۔ "اخبار مکہ" میں ۳۰ مقامات پر محمد ابن اسحاق کی وہ روایات نقل کی گئی ہیں جو عثمان بن ساج کی وساطت سے حاصل کی گئی تھیں صاحب "اخبار مکہ" کے دادا کوفہ کے رہنے والے تھے۔ اور کچھ عرصہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر رہے۔ یہ سعید بن سالم ہی ہیں جنہوں نے ابن اسحاق کی روایات کو عثمان بن ساج سے سنا تھا۔

محمد بن سلمہ بن عبداللہ الباھلی

ابو عبداللہ حرانی رحمتہ اللہ علیہ کے موالی میں سے تھے۔ حران کے مفتی اور محدث بنے ابن اسحاق

کے مشہور راویوں میں شمار ہوتے تھے۔ ابن اسحاق کے علاوہ ان کے معاصرین خصیف حرانی' ابن عجلان وغیرہ بھی آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اس زمانہ کے بعض مقتدر محدثین جن میں امام احمد بن حنبل' احمد بن ابی شعیب حرانی' موسیٰ بن عبدالرحمان انطاکی جیسے ناموران اسلام شامل ہیں۔ نے بھی آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ علمائے رجال نے آپ کو معتبر محدث' صاحب علم و فضل ثقہ راوی اور مفتی تسلیم کیا ہے۔ محمد بن مسلمہ ہارون الرشید کے زمانہ خلافت میں ۱۹۱ھ میں فوت ہوئے تھے۔

محمد بن مسلمہ رحمتہ اللہ علیہ نے محمد ابن اسحاق کے "منابع" کے حوالے سے مختلف روایات نقل کی ہیں۔ یہی روایات "بسوی" کی کتاب "المعرفتہ والتاریخ" میں بھی ملتی ہیں۔ بلاذری کی "انساب الاشراف" طبری کی "تفسیر اور تاریخ" ابو نعیم کی "دلائل نبوت" اور حاکم نیشاپوری کی " مستدرک" میں بھی یہ روایات نقل کی ہیں۔

محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے منابع کی روایات کا ایک قلمی نسخہ کتاب خانہ "ظاہریہ" دمشق شام میں ستر اوراق پر مشتمل محفوظ اور موجود ہے۔ اسکی تحریر رمضان المبارک ۵۴۴ھ میں عمل میں آئی تھی۔ ہم اسے ابن اسحاق کے مغازی کی تیسری جزو تصور کرتے ہیں۔ یہ روایات بھی محمد بن مسلم کی وساطت سے جمع ہوئی ہیں۔ "مغازی" کا یہ حصہ "جنگ بدر" کے آغازی واقعات سے شروع ہوتا ہے اور "جنگ احد" کے آخری واقعات پر ختم ہوتا ہے۔ اسی مخطوطے کو پروفیسر ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے اپنی کتاب سیرت ابن اسحاق میں یونس بن بکیر کے مغازی کے آخر میں شائع کیا ہے۔

سابقہ صفحات میں ہم نے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے پندرہ راویوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں ابراہیم بن سعد "مدینہ" سے تعلق رکھتے تھے۔ زیاد بن عبداللہ بکائی' عبداللہ ابن ادریس اودی' یونس بن بکیر' عبدہ بن سلیمان' اور عبداللہ بن نمیر رحمتہ اللہ علیہم چھ حضرات کوفہ سے تھے۔ اسی طرح یحییٰ بن سعید اموی بغداد سے تعلق رکھتے تھے۔ جریر ابن حازم اور ہارون ابن ابی عیسیٰ بصرہ سے تھے۔ پھر سلمہ بن ابی الفضل' علی بن مجاہد اور ابراہیم بن مختار "رے" کے رہنے والے تھے۔ ان تمام نے ابن اسحاق سے استماع روایات اور اخبار کیا۔ رضی اللہ عنہم۔

ہم سابقہ صفحات پر ان مشہور و معروف راویوں کا تذکرہ کر آئے ہیں جنہوں نے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات کو نقل کیا تھا۔ ان میں سے تین آخری راوی "حرانی" اور "جزری" تھے۔ یہ تینوں "جزیرہ" سے نسبت رکھتے تھے۔ خصیف بن عبدالرحمان جزری (م - ۱۳۲ھ) تو ابن اسحاق کے قریبی

دوست تھے۔ وہ ابن اسحاق کے ساتھ سفر میں نکلے اور مدینہ سے مشرقی ممالک کو گئے تھے۔ "جزیرہ" "حیرہ" سے پہلے آتا ہے ہو سکتا ہے کہ ابن اسحاق "حیرہ" جانے سے پہلے "جزیرہ" میں آئے ہوں اور اسی دوران انہیں خلیفہ منصور عباسی سے منسلک ہونے کا موقعہ ملا ہو اور "جزیرہ" میں عباس بن محمد (جو ابوالعباس سفاح کے بھائی تھے) کے دربار میں رہے ہوں۔ عباس بن محمد ۱۳۸ یا ۱۳۵ھ میں " ملطیہ" میں تھے ۔ اور ہمارا اندازہ ہے کہ ابن اسحاق انہی دنوں ۱۳۸ تا ۱۴۲ھ "جزیرہ" کے گورنر عباس کے پاس رہے تھے۔

اس زمانہ کے راویوں کی ملاقات کے زمانہ کو اگر غور سے جستجو کیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ ابن اسحاق کے آٹھ راوی " ابراہیم بن سعد' زیاد بن عبداللہ البکائی' یونس بن بکیر' عبداللہ بن نمیر' یحیٰ بن سعید' سلمہ بن الفضل' علی بن مجاہد اور محمد بن سلمہ رحمتہ اللہ علیہم" جنہوں نے اپنے اپنے طور پر "مغازی" نام پر مقالے لکھے تھے۔ یہ تمام کے تمام محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات سے لیے گئے ہوں گے۔

محمد ابن اسحاق کی کتاب "المغازی" کا اصل متن

محمدابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کتاب "المغازی" کے مولف اور مصنف کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ آپ کی شہرت تاریخ اسلام میں اس مغازی کی وجہ سے دنیائے اسلام میں پھیلی تھی۔ پھر اس کتاب کو "ابن ہشام" نے تلخیص و تہذیب کے بعد "سیرت نبوی ابن ہشام" کے نام سے شہرت دی۔ تاریخی اعتبار سے یہ کتاب تین حصوں میں تقسیم ہے۔ یعنی "مبتدا" "مبعث" اور "مغازی"۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے آیا محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو ان تین حصوں میں بالترتیب لکھا تھا یا وقت کے ساتھ ساتھ مختلف روایات ترتیب دی جاتی رہی ہیں۔ راویان احادیث اپنے آپ کو کسی ترتیب و تنظیم کا پابند نہیں رکھتے وہ ہر مجلس سے مختلف روایات اخذ کرتے ہیں اور اسی طرح انہیں مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ "ابن ہشام" کی ان روایات کی بنیاد پر ہے جب انہوں نے یونس بن بکیر کی روایات کو قلمبند کیا۔ ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ کی سیدہ آمنہ سے شادی ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور رضاعت کو "تبع" کی حکایت سے پہلے بیان کر دیا ہے۔ مگر ابن ہشام نے یہی روایات حضرت عبداللہ کی شادی حضور کی ولادت اور رضاعت کو "تبع" کے حالات کے بعد بیان کیا ہے۔ اسی طرح ابن اسحاق نے حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شادی سے تذکرہ سے پہلے ہی "احبار یہود" حضرت سلمان فارسی کا اسلام میں داخل ہونا حدیث خمس تعمیر کعبہ کے واقعات بیان کر دیئے ہیں۔ حالانکہ ابن

ہشام میں سلمان فارسی کے ایمان کا واقعہ ان حالات کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ "مصنف عبدالرزاق" نے بھی ان واقعات کو تاریخی ترتیب و درایت کا خیال رکھے بغیر نقل کیا ہے۔

اگرچہ ہم مختلف کتابوں میں واقعات کی بے ترتیبی کو دیکھتے ہیں۔ لیکن ابن اسحاق رحمتہ اللہ کی سیرت کے تین بنیادی حصے (جزو) ہیں۔ ابن اسحاق نے اپنی کتاب کو تین عنوانات میں تقسیم کیا ہے "مبعث" اور "مغازی" وہ اسی انداز اور ترتیب سے بیان کرتے ہیں اور اسی ترتیب سے ضبط تحریر میں لاتے ہیں۔ پھر انہیں مختلف فصلوں میں تقسیم کرتے چلے جاتے ہیں ایک فصل میں ظہور اسلام' حضور نبی کریم کے حالات زندگی' نزول وحی کے تدریجی مقامات آغاز آفرینش سے حضور کی رحلت تک کو ایک خاص ترتیب سے بیان کرتے جاتے ہیں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیائے اسلام میں ابن اسحاق سے یا ان کی زندگی کے بعد ایسا کوئی مورخ یا سیرت نگار سامنے نہیں آیا۔ جس نے اس طرح تمام واقعات کو ایک نظر سے دیکھا ہو۔ اس نے تاریخ عالم کے اسلوب اور واقعات کو بھی سامنے رکھا ہو۔ اگرچہ ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ واقعات کی سچائی اور حقیقت اور ان کی صحت کی تحقیق و جستجو میں زیادہ گہرا نہیں جاتا۔ اس کے سامنے جس قسم کی اطلاعات یا روایات آتی ہیں انہیں نقل کرتا جاتا ہے۔ اور انہیں قبول کرتا جاتا ہے اور ان روایات کو سنتے وقت جرح و تعدیل سے کام نہیں لیتا۔ وہ تاریخ نویسی کے میدان میں ایک مورخ کی حیثیت سے قدم اٹھاتا ہے۔ وہ احکام سنن کے محدثین کی طرح بحث و تمحیص میں نہیں جاتا۔ وہ واقعات کو آگے پیچھے لکھتا جاتا ہے۔ علم الانساب کے دوسرے حضرات ان واقعات اور روایات کو اپنی صواب دید کے ماتحت ترتیب دیتے ہیں۔ اور قبول ورد کرتے جاتے ہیں۔ کتاب "المبتدء" میں خلقت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات و حالات لکھے گئے ہیں۔ وہ ان واقعات کو آیات قرآنی اور قصص انبیاء سے مربوط کرتا جاتا ہے۔ ان واقعات کو یہودی اور عیسائی داستان گو حضرات سے بھی اخذ کرتا جاتا ہے۔ عاد و ثمود کے واقعات طسم و جدلیس کے قصے اس کے ہاں قلمبند ہیں۔ کتاب "المبتدء" کے دوسرے حصے میں بادشاہوں کے حالات' ظالموں اور جابروں کے واقعات جنوبی عربستان کی معاشرتی زندگی بیان کرتا ہے۔ پھر اسی کتاب "المبتدء" کے آخری حصہ میں عرب کے انساب' عرب قبائل کے مقامات' پھر انکے ایک دوسرے سے روابط کا تذکرہ کرتا ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ' پھر اس کے بعد حضور کے اجداد کی سرگزشت اور تاریخ مکہ کو بیان کرتا ہے۔

"کتاب المبتدء" کے خاتمہ کے بعد وہ "کتاب المبعث" کا آغاز کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا تذکرہ کرتا ہے۔ اور اسے ہجرت تک ختم کرتا ہے۔ پھر اسی باب میں حضور کی مکی زندگی کے واقعات' آپ کا بچپن' جوانی' نزول وحی کا ابتدائی زمانہ' دعوت اسلام' قریش سے اختلافات' دشمنوں کے مظالم' غریب و مسکین صحابہ پر مظالم' حبشہ کی ہجرت پھر مدینہ کی ہجرت کے تمام واقعات کو ایک کرکے "مبعث" میں درج کرتا جاتا ہے۔

کتاب "مبعث" کے بعد ابن اسحاق کی کتاب "مغازی" ہمارے سامنے آتی ہے۔ یہ حصہ ان لوگوں کے مشاہدات پر مشتمل ہے جنہوں نے حضور کے شب و روز کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس حصہ میں مختلف غزوات اور اسلامی جنگوں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ ان واقعات اور حالات کو ان راویوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان میں مشہور غزوات اور سرایا کے حالات ہیں۔ فتح مکہ' حجتہ الوداع' حضور کے وصال' سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ' پھر ان شعرا کے اشعار جنہوں نے حضور کی رحلت پر مرثیہ کے انداز میں کہے تھے۔ قلمبند کیے گئے ہیں۔

اسی حصہ میں فاضل مولف ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے پہلی صدی ہجری کے تمام واقعات کو جمع کیا ہے۔ یہ واقعات مدینہ کے محدثین اور راویوں کی وساطت سے جمع کیے گئے تھے۔ ان روایات اور واقعات کو آپ نے نہایت قابلیت اور تحقیق کے ساتھ مربوط کیا۔ اور سلسلہ وار قلمبند کرتے رہے۔ اگر کسی واقعہ کے متعلق مختلف یا متضاد روایات سامنے آئیں تو انہوں نے کوشش کی ہے کہ معتبر واقعات کو قلمبند کیا جائے۔

عبدالملک ابن ہشام کی نظر میں "سیرت ابن اسحاق"

ہم سابقہ صفحات میں اشارۃ" لکھ آئے ہیں کہ ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب حمیری نحوی (متوفی ۲۱۸ یا ۲۱۳ھ) بصرہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور مصر میں قیام پذیر رہے۔ آپ نے وقت کے علماء ادباء سے رابطے رکھے۔ اور اس طرح سیرت "ابن اسحاق" کو نہایت تحقیق سے مطالعہ کیا اور اپنی کتاب "سیرت ابن ہشام" کی بنیاد بنایا۔ ہم ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی مرتب کردہ اسی سیرت النبی کا ترجمہ سامنے لا رہے ہیں جو ابن ہشام کے سامنے رہی۔ یہ زیاد بن عبداللہ بکائی رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے جمع کی گئی ہے۔ حضرت بکائی رحمتہ اللہ علیہ محمد ابن اسحاق کے بلا فصل راوی تھے۔ اور آپ کے مصاحب خاص تھے۔ انہوں نے ہی اپنے استاد محمد ابن اسحاق کی روایات کو مربوط کیا تھا۔ تلخیص و تہذیب کے

مرتب کیا تھا۔

ابن ہشام نے ابن اسحاق کی سیرت رسول اللہ یا "السیرۃ النبویہ" میں دوسری روایات کو بھی اپنے سامنے رکھا تھا ان میں ایک ایسی کتاب ان کے سامنے تھی۔ جو حمیر کے بادشاہوں کے حالات پر مشتمل تھی۔ یہ کتاب بنام "کتاب التیجان' المعرفۃ ملوک الزماں" موجود تھی۔ (بعد میں یہ کتاب حیدر آباد دکن سے ۱۳۴۲ھ میں چھپ گئی تھی) سیرت محمد ابن اسحاق کے اسناد کی شرح میں بہت سے اہل علم و فضل نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ مگر وہ کتاب ہمیں میسر نہیں ہوئی۔

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت کے نقل کرنے اس کی تلخیص کرنے کی وجہ سے سیرت ابن ہشام کو شہرت ملی۔ چنانچہ حضور کی سیرت کے مولف کی حیثیت سے ابن ہشام کا نام ہمیشہ کے لیے مشہور ہو گیا۔ ابن ہشام جو سیرت ابن اسحاق کی تہذیب اور ترمیم کا کارنامہ سرانجام دیتے ہیں وہ اسلامی تاریخ میں سیرت کے راوی بن گئے۔ حالانکہ اصلی مصنف تو ابن اسحاق ہی تھے۔ ان دونوں میں سے اصلی سیرت نگار کو پہچاننا اصل تحقیق کا کام ہے۔ ہم معلوم نہیں کر سکے کہ ابن ہشام کا یہ عمل ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی ایک مقتدر کتاب کی جگہ لے لینا کس حد تک مناسب تھا۔ کیونکہ آج اگر "سیرت ابن اسحاق" کو جاودانی اور عالمگیر شہرت ملی ہے تو اس وجہ سے ہے کہ سب سے قدیم اور سب سے دقیق سرگزشت جو نبی علیہ السلام کے حالات زندگی پر مشتمل تھی اس نے ترتیب دی ہے۔ ہم یہ بات نہیں سمجھ سکے کہ اگر عبدالملک بن ہشام اس گرانقدر تحریر کو کتابی شکل میں نہ لاتے تو دنیائے سیرت میں ایک بہت بڑا خلا رہتا۔ ابن ہشام کے بعد آنے والے مورخین کا اسے قبول کرنا اس سے فائدہ اٹھانا علم تاریخ کے طالبعلموں کی جستجو اہل ادب و نسب کی تحقیقات ادھوری رہ جاتیں اور اس طرح ہمارے اسلاف کی تالیفات قدیم روایات معاصرین اور راویوں کے بیانات "سیرت ابن اسحاق" کو سامنے لانے میں مددگار اور معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اگر ابن اسحاق کی روایات نہ ہوتیں تو ان کا نام فہرستوں اور مخطوطوں میں محفوظ نہ رہتا۔

اس میں شک نہیں کہ عبدالملک بن ہشام کی "سیرت رسول اللہ" کی بنیاد زیاد بن عبدالملک بکائی کی روایات پر ہے اور یہی شخص کامل ترین اور دقیق ترین راوی ہے' جو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے روایات کو بیان کرتا ہے۔ اس نے کم ازکم کامل اور دقیق روایات کی بنیاد رکھ دی تھی۔ وہ ہر محدث کی طرح اصول درایت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی کتاب کی ترتیب دیتے ہیں اور ابن اسحاق کی کتاب کی

تلخیص اور تہذیب کو اختیار کرتے ہیں۔ اور اس نے اپنے آپ کو ایسی بات کا مجاز بنایا ہے کہ اصلی روایات کے ساتھ اپنی طرف سے بعض اضافے اور توضیحات کو بھی بیان کرتا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی متن کے برابر میں ابن ہشام ہمارے لیے کئی اضافے کرتا ہے۔ وہ ہمارے لیے دو بنیادی مسئلے سامنے لاتا ہے۔ ایک تو ابن اسحاق کی اصلی روایات کو نقل کرتا ہے' جو ابن ہشام کی کتاب میں نہیں آئیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابن ہشام اپنے ذاتی اور مخصوص معلومات کو بھی ابن اسحاق کی تحریر کے ساتھ لکھتا جاتا ہے۔

جو روایات ابن ہشام نے اپنے طور پر ابن اسحاق کی اصل کتاب میں بڑھائی ہے یا حذف کی ہیں' ان میں ایک نظر ڈالی جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جس چیز کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا۔ اور نہ ہی ان کے متعلق کوئی آیت قرآنی آئی تھی۔ وہ اپنی کی کتاب میں درج نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب مبتداء سے ایسے واقعات اور قصے لیتا ہے' جو انسانی پیدائش کے آغاز اور انبیاء کے تاریخی واقعات حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ ان حالات میں حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد کے واقعات کو بیان نہیں کرتا اور جو واقعات حضور علیہ السلام کے شجرہ نسب میں پائے جاتے ہیں ان کو سامنے نہیں لاتا۔ وہ ملوک یمن اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذہب کی نجران میں اشاعت کو بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ ان واقعات کو جو مکے کی تاریخ کے متعلق ہیں اسلام سے پہلے کے واقعات میں بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح کئی ایسی روایات بھی ہیں جنہیں وہ دیدہ دانستہ حذف کر دیتا ہے۔ جن میں امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے فضائل پائے جاتے تھے۔

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب میں یہ ایک امتیازی بات ہے کہ وہ بعض واقعات اور حقائق کو نقل کرتے وقت ایسے اشعار نقل کرتا ہے' جنہیں ان کے کہنے والوں سے خاص نسبت تھی۔ وہ دوسری ہجری کے شاعروں کے اشعار کو پوری ذمہ داری سے بیان کرتا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے آنے والے مورخین نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو مطعون بھی کیا ہے۔ دوسری طرف ابن ہشام اپنی کتاب سیرت کے آغاز میں تصریح کرتا ہے کہ جن اشعار کو ابن اسحاق نے نقل کیا ہے انہیں اس زمانے کے شعر شناسوں نے تسلیم کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ لیکن دوسری طرف "سیرت ابن ہشام" میں لائے گئے اشعار کو راویوں کی تائید اور گواہی کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے مروجہ اصولوں کے مطابق نہایت احتیاط اور ضوابط سے کام لیا ہے۔ چنانچہ اس زمانے کے ارباب اخبار و حدیث اور راویوں نے اس کی تحریروں کو دقت نظر سے مطالعہ کیا۔ چنانچہ کسی قسم کی خوبی یا برائی کو سن کر بھی کسی نے تنقید نہیں کی۔ لیکن دوسری طرف ابن ہشام' ابن اسحاق کے دائرے سے بہت دور تھا۔ اس نے اشعار اور اخبار کو نقل کرتے ہوئے اپنے زمانے کے راویوں کو اعتماد میں نہیں لیا۔ چنانچہ وہ ادبی رعایتوں اور سخنوری کے رواج کے ساتھ ان برائیوں اور پستیوں کو بھی بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ جو اس وقت کے شعرائے قدیم میں پائی جاتی تھیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنی کتاب کے ابتدائی حصے میں اشارہ بھی کیا ہے۔ اور اس نے بعض اشعار کو حذف بھی کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن ہشام "قصیہ غرانیق" کو نظر انداز کر جاتا ہے۔ جبکہ یہی واقعہ "تاریخ طبری" میں ابن اسحاق کے حوالے سے موجود ہے۔

(نوٹ) فاضل مقدمہ نگار (دکتر اصغر مہدوی) نے ابن اسحاق اور ابن ہشام رحمہما اللہ کی سیرت کی کتابوں سے بیس سے زیادہ مقامات کا خود موازنہ کرکے ثابت کیا ہے کہ ابن ہشام دراصل ابن اسحاق کے دستر خوان کا ہی خوشہ چین ہے۔ مگر وہ بعض اوقات ان روایات میں اضافہ اور حذف کرتا جاتا ہے۔ ہم ان تفصیلات کے ترجمہ کو طوالت کے ڈر سے نظرانداز کر رہے ہیں۔

مختلف منابع میں ابن اسحاق کی روایات

فاضل مقدمہ نگار نے اپنے گراں قدر مقدمہ میں کئی صفحات پر سیرت کی بے شمار کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ جنہوں نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات سے استفادہ کیا ہے۔ دنیائے سیرت رسول میں کوئی بھی ایسی کتاب سامنے نہیں آئی جو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات سے دامن بچا کر حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کو بیان کر سکے۔ ہم معذرت کے ساتھ اس گراں قدر کاوش کے ترجمہ سے اجتناب کرتے ہیں۔

ابن اسحاق پر شیعی اثرات

محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ تقریباً" ۸۵ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ زمانہ حضرت سجاد علی بن الحسین رضی اللہ عنہ (متوفی ۹۳ھ) کا تھا۔ محمد ابن اسحاق کا بچپن اہل بیت کے اس جلیل القدر فرزند کے سایہ میں گزرا۔ پھر حضرت باقر ابو جعفر محمد بن علی (۵۶ --- ۱۱۴ھ) حضرت صادق جعفر بن محمد (۸۰ ---- ۱۴۸ھ) رضی اللہ عنہما کا زمانہ آپ کے سامنے آتا ہے۔

محمد ابن اسحاق حضرت سجاد رضی اللہ عنہ کی روایات کو اپنی کتاب سیرت میں لکھتا ہے مگر یہی روایات ابن شہاب زہری بوساطت عبدالرحمن بن ابی لبیبہ حاصل کرتا ہے۔ وہ حضرت باقر اور حضرت امام صادق رضی اللہ عنہما کی مجالس میں حاضری کا شرف بھی حاصل کرتا ہے۔ اور ان سے جو روایات نقل کرتا ہے اسے "حدثنی" کے لفظ سے بیان کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ مورخین ابن اسحاق کو امام باقر اور امام جعفر صادق کے اصحاب اور احباب میں شمار کرتے ہیں۔

شیعوں (امامیہ) کے معتبر مورخین نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو "مورخ اہل بیت" تو تسلیم نہیں کیا مگر اسے وقت کے عام محدثین میں تسلیم کرتے ہیں۔ بعض علمائے اہل سنت نے انہیں شیعہ مورخین میں لا کھڑا کیا ہے۔ ابن اسحاق مناقب اور فضائل اہل بیت نقل کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیتا۔ اسی طرح اس کے منابع اور ماخذ پر ایک نظر ڈالی جائے تو اہل بیت کے محبوں کی صف میں کھڑا نظر آتا ہے۔ ابن اسحاق کے شیعہ ہونے کی بارے میں جو غلط فہمی پیدا ہوئی وہ ان واقعات کی بناء پر ہوئی ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت اور محبت کو کھل کر بیان کرتا جاتا ہے۔ اس موضوع کی وضاحت کے لیے ہم ان واقعات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں' جو ابن اسحاق نے رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب سیرت میں لکھے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر کفالت رہے۔ تربیت پائی اور سب سے پہلے اسلام لائے۔ حضرت خدیجہ کبری رضی اللہ عنہا کی خدمت میں رہے۔ جب آیتہ کریمہ **و انذر عشیرتک الاقربین** نازل ہوئی تو ان "اقربین" میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود تھے۔ حدیث فراش' نیابت علی' اور مکہ میں امانتوں کے کفیل' پھر حضور کا قبا میں حضرت علی کے انتظار میں قیام فرمانا۔ ان روایات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حدیث

"مواخات مدینہ" مسجد نبوی کی تعمیر (جسے مہاجرین اور انصار نے مل کر بنایا تھا) کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اشعار کہنا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح' ابوتراب کی کنیت عطا فرمانا' تمام غزوات میں حضرت علی کی ثابت قدمی اور جرات مندانہ واقعات خصوصا" جنگ احد میں بہادرانہ کارنامے پھر افک کے وا۔ ' حدیبیہ کے صلح نامہ کی کتابت' ابو سفیان کو داخل اسلام ہونے میں ذریعہ بننا' حاطب بن ابی بلتعہ کی غداری کا افشاء' خالد بن ولید کی غلطی کا ازالہ کرنے کے لیے جبران میں حضرت علی کی نیابت نبوی فتح مکہ میں کعبتہ اللہ میں بتوں کو سرنگوں کرنے میں حضرت علی کا کردار' جنگ حنین کی خدمات اور پھر جنگ تبوک کے موقع پر مدینہ پاک میں نیابت۔ حدیث منزلت سورہ براۃ "توبہ" کاشان نزول' حضور کی قربانی اور ھدیٰ میں حضرت علی کی شرکت' حجتہ الوداع میں حضور سے قربت' مرض الموت میں خدمت گزاری تکفین و تدفین میں حضرت علی کی مصروفیت ایسے واقعات ہیں جنہیں ابن اسحاق نے بڑے مربوط انداز میں بیان کیا ہے۔ غالبا" بعض مورخین حضرات کو ان واقعات کی روشنی نے ابن اسحاق کو مائل بہ شیعیت قرار دینے پر آمادہ کیا ہے۔

ابن اسحاق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بہادری اور شجاعت کے کارنامے بڑی تفصیل سے بیان کرتے جاتے ہیں۔ غزوات اور سرایا کے سلسلہ میں ابن اسحاق نشاندہی کرتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہاد کے علم عطا ہونا' بدر اور احد میں آپ کو علمبرداری کا شرف ملنا' بنی حذیفہ اور خیبر میں آپ کے کارنامے' مشرکین قریش کو تہ تیغ کرنا' بدر' احد' اور جنگ خندق میں حضرت علی کے کارنامے۔ جنگ خیبر میں یہودیوں کے جنگجو سرداروں کو قتل کرنا جیسے واقعات پر روایات کا قلمبند کرنا ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو محب علی قرار دیتا ہے۔ کیا یہ کارنامے یا اس کا بیان ایک مورخ کو شیعہ قرار دے سکتا ہے؟

محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے ان کارناموں سے ہٹ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بعض کرامات اور روحانی تصرفات کو بھی پیش کیا ہے۔ جس سے عام مورخین کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ وہ شیعہ تھے' یا شیعوں کے طرفدار تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ان کی شہادت سے آگاہ کر دیا تھا اور اس بدبخت کا تعارف بھی کروا دیا تھا۔ جن کے ہاتھوں آپ کی شہادت ہونا تھی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آشوب چشم کو حضور کے لعاب دہن سے شفا پانا بھی ایک کرامت ہے۔ پھر جنگ خیبر میں یہ اعلان فرمانا کہ صبح میں اس شخص کو اسلام کا علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور

اس کے ہاتھ سے قلعہ خیبر فتح ہو گا۔ کرامات اور انعامات کے ذکر سے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو شیعہ کہہ دینا ایک سطحی سی بات ہے۔ محمد ابن اسحاق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کے واقعات کو بھی نقل فرمایا ہے۔ پھر خلافت کے معاملات پر گفتگو کی ہے۔ حضرت عباس اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ گفتگو جو حضور کی بیماری کے وقت ہوئی تھی' اسے نقل کیا ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں صحابہ کی گفتگو پھر حضور کی تدفین کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ سیدہ فاطمتہ الزہرا کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیعت کے بارے میں اختلاف' مہاجرین و انصار کی خلافت کے متعلق مختلف آراء حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فضل بن عباس کو خلافت کے معاملات میں استحقاق کے اظہار سے منع کرنا۔ حضرت علی کو سیدنا عمر فاروق کی تہدید کہ حضرت ابوبکر کی بیعت میں پس و پیش نہ کی جائے۔ پھر فدک کے معاملے میں سیدہ فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حضرت صدیق اکبر کے سامنے خطاب کرنا یہ ہیں وہ واقعات اور روایات ہیں جن کے نقل کرنے کی وجہ سے کئی حضرات ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو شیعہ خیال کرتے ہیں۔

ابن ہشام نے حضرت علی کی خلافت کے زمانہ میں ان اختلافات کا ذکر نہیں کیا' جو سیدہ عائشہ صدیقہ کے متعلق شیعہ حضرات بیان کرتے ہیں۔ حضرت علی کے متعلق یہ بات کہ آپ کے حکم سے حضرت محمد بن جعفر اور محمد بن ابو بکر نے کوفہ میں لشکر تیار کر لیے تھے۔ حضرت ابن عباس کا طلحہ و زبیر کے پاس جانا اور ان سے جواب لانا۔ حضرت علی کا حضرت معاویہ کو بیعت کی دعوت دینا۔ عبداللہ بن عمر کا حضرت معاویہ سے مل جانا' حضرت علی کو حضرت عبدالرحمٰن ابن کلدہ کا پیغام جو شہداء صفین کے متعلق تھا۔ پھر میدان جنگ سے زخمیوں کو ہٹا دینا' حضرت معاویہ کا اپنے ساتھیوں سے مذاکرہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انتقام لینے کا فیصلہ' جبکہ ان واقعات اور روایات کو ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں قلمبند کیا ہے۔

اسی طرح حضرت علی کے طرفداروں اور ان کے مخالفین کے مناظر کو پیش کیا گیا ہے۔ مروان بن حکم اور علی بن الحسین کی گفتگو اور بنی امیہ کے طرفداروں کی بد گوئی کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ حجاج بن یوسف کے دربار میں حسن بن ابی الحسن کی وہ تقریر جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل پر مشتمل ہے جس پر حجاج بن یوسف بڑا آشفتہ ہوا تھا۔ ابن اسحاق کی تحریروں میں ملتی ہیں۔

ان واقعات کے علاوہ ہمیں ابن اسحاق کی روایات میں حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد' آپ کی وفات کے بعد حضرت علی کا ابی العاص بن الربیع کی بیٹی امامہ (جو زینب بنت رسول اللہ سے تھیں) دوسری شادی کرنا۔ پھر سیدہ ام کلثوم کی حضرت عمر فاروق سے شادی اور اس پر حضرت علی کی

نارضامندی کا اظہار۔ پھر حضور کی یہ حدیث کہ قیامت کے دن تمام لوگوں کے حسب اور نسب منقطع ہو جائیں گے' صرف میری اولاد سے نسبت کی وجہ سے باقی رہیں گے۔ پھر حضرت عمر کی شہادت کے بعد حضرت سیدہ ام کلثوم کی دوسری شادی عون بن جعفر کے ساتھ کا واقعہ حضرت حسینؓ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے گفتگو' حضرت علی کے اقوال جن میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کی فضیلت و حرمت صرف اس بناء پر ہوگی کہ انہیں حضور نبی کریم سے نسبی جسمی نسبت تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹوں سے حضرت ام کلثوم کی شادی کے متعلق گفتگو' ایسی روایات ہیں جنہیں پڑھنے کے بعد شیعی مورخین نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو شیعہ تسلیم کر لیا ہے (ان روایات کے نقل کرنے یا اپنی کتاب میں جمع کرنے سے ایک مورخ کو شیعہ قرار دینا خوش فہمی اور جانبداری کے سوا کچھ نہیں۔ مورخ کو ہر قسم کے واقعات کو بیان کرنا ہوتا ہے)۔

سیرت ابن ہشام کی شہرت کی وجہ

ہم نے سابقہ صفحات پر محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور راویوں کا تذکرہ کیا ہے ہمارا مقصد یہ تھا کہ ان آثار اور ماخذ کی نشاندہی کی جاسکے' جو دوسری صدی ہجری کے آغاز میں ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت کی بنیاد بنے۔ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ آپ کی روایات ان اطلاعات اور اخبار پر مبنی تھیں' جو مدینہ کے دانشمند اور محدثین بیان کرتے تھے اور ہر شخص انہیں قبول بھی کرتا تھا اور تصدیق بھی کرتا تھا۔ ان روایات اور گفتگو میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلو بیان کئے جاتے تھے۔ اہل بیعت اور صحابہ کرام کے کارنامے اور اس زمانے کے واقعات کا تذکرہ کیا جاتا تھا۔

ان کوششوں سے یہ فائدہ ہوا کہ کم از کم آٹھ مجموعے ترتیب دیئے گئے۔ یہ مجموعے ان روایات پر مشتمل تھے' جو ان کے مشہور شاگردوں اور بلا فصل راویوں نے بیان کیے تھے۔ روایات کے یہ مجموعے وقت کے ساتھ ساتھ ناپید ہوتے گئے اور چند قطعات یا اس کے حصے کہیں کہیں باقی رہ گئے۔ اس صورت حال کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ابن ہشام یا طبری کی روایات کو بے بنیاد قرار دے دیں یا انکا کوئی ماخذ ہی نہ بتائیں۔ حقیقت یہ ہے ابن ہشام یا سیرت کی دوسری کتابوں کی اصل بنیاد تو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے مرتب کردہ مجموعے ہیں یا ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے شاگردوں کی بیان کردہ وہ روایات ہیں جو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی وساطت سے انہیں پہنچی تھیں۔ یہ روایات زمانہ قبل از اسلام حضور کی زندگی کے

واقعات، آپ کے صحابہ اور خلفاء کے سامنے لائی ہیں۔ یہ تمام ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی کوششوں کا نتیجہ ہیں اور آج جو کتابیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر راہنمائی بہم پہنچاتی ہیں وہ ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی کوششوں کا ثمرہ ہیں۔

لیکن ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آخر ابن اسحاق کی روایات کے مجموعے اور روایات کن حالات میں طاق نسیاں میں چلی گئی تھیں۔ اور انہیں مورخین نے کیوں نظر انداز کیا۔ عبدالملک بن ہشام کی "سیرت النبویہ" یا "سیرت رسول اللہ" جس کی بنیاد زیاد بن عبداللہ بکائی کی روایات پر تھی اور ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب مبدا، کتاب مبعث، کتاب مغازی سے لی گئیں تھیں۔ اہل علم و فضل میں کس طرح مشہور ہو گئیں۔ حتیٰ کہ ابن اسحاق کی کتاب ہی "سیرت ابن ہشام" کے نام سے مشہور ہو گئی اور عالم اسلام میں پھیلتی گئی۔ پھر اسی کتاب "سیرت ابن ہشام" کو اہل علم و تحقیق نے حوالہ کی کتاب جانتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور مغازی پر آگاہی حاصل کرنا شروع کر دی۔ اور سیرت ابن ہشام نے لوگوں کو دوسرے منابع اور ماخذ سے بے نیاز کر دیا۔

ایک وقت آیا کہ سیرت ابن ہشام نے ایک درسی کتاب کی حیثیت اختیار کر لی۔ پھر یہی کتاب سیرت نبوی کا ماخذ اور مراجع مانی جانے لگی اور مستقبل کے مورخین اور سیرت نگاروں کے مطالعہ کی بنیاد بن گئی حتیٰ کہ یعقوبی جیسا مورخ اور سیرت نگار بھی تیسری صدی میں ابن اسحاق کی روایات کی بجائے صرف اور صرف ابن ہشام کی ہی روایات کو پھیلاتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح چوتھی صدی ہجری کے آخری حصہ اور پانچویں صدی ہجری کے اولین حصہ میں ابن الوزیر المغربی (۳۷۰ـــــ ۴۸۱ھ) سیرت ابن ہشام کو ہی مشعل راہ بناتے رہے ہیں۔ اس کتاب کو ان سیرت نگاروں نے بیس ۲۰ حصوں میں تقسیم کیا اور قرآن کی سنت پر اسے تیس پاروں "جزو" پر ترتیب دیا۔ ہر صبح تلاوت قرآن سے فارغ ہو کر "سیرت ابن ہشام" کے چار حصے پڑھا کرتے تھے۔ ان تیس ۳۰ اجزاء کو اکثر مورخین نے بڑا مستند اور معتبر مانا ہے۔

چھٹی صدی ہجری میں "سیرت ابن ہشام" کو اس قدر شہرت ملی کہ ابن اسحاق کے تمام تر راویوں کی روایات کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ فقط اس کی آٹھ روایات رہ گئیں۔ اور یونس بن بکیر سے صرف ایک روایت باقی رہ گئی۔ اسی چھٹی صدی ہجری میں ابن ہشام کی شہرت اوج ثریا پر تھی۔ یہ وہی زمانہ ہے جب علمائے احادیث، اور فضلائے ادب نے علوم سیرت کو خصوصی توجہ کا مرکز بنایا تھا۔ صرف سیرت ابن ہشام ہی ایسی درسی کتاب تھی جسے طلباء پڑھتے استاد اس کی شرح کرتے اور اہل علم و دانش اس کی شرحیں لکھنے میں

مصروف ہو گئے۔

"سیرت ابن ہشام" کے شارحین میں سے ایک بزرگ ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی (۵۰۸ھ —— ۵۸۱ھ) ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب "روض الانف" لکھ کر نام پیدا کیا۔ دوسرے صاحب ابو ذر مصعب بن محمد خشنی اندلسی (۵۳۴ھ —— ۶۰۴ھ) ہیں، جنہوں نے "روض الانف" کا حوالہ لئے بغیر اپنی کتاب شرح مشکلات سیرت بنام "غریب سیرت النبویہ" لکھ کر اہل علم کو دعوت مطالعہ دی۔ [redacted] کتابوں کو سیرت ابن ہشام کی بہترین اور مفصل شرحیں تصور کرتے ہیں۔

اسی زمانے میں دنیائے اسلام کے مغربی ممالک میں دو دانشور اٹھے۔ جنہوں نے "سیرت ابن ہشام" کی تاریخی، ادبی، لغوی، اور معنوی مشکلات کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ پھر ایک بزرگ نے ابن ہشام کی تلخیص کرنا شروع کی اور زوائد اور حشو کو دور کیا۔ انہوں نے اس طرح طلباء اور دوسرے لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کر دیں۔ جن بزرگوں نے "سیرت ابن ہشام" کا خلاصہ کیا ان میں سے ایک کا اسم گرامی برہان الدین ابراہیم بن محمد المرحل الشافعی ہے۔ جنہوں نے "سیرت ابن ہشام" کا خلاصہ کرنے کے ساتھ ساتھ ایک نئے انداز میں سیرت کو اٹھارہ جلدوں میں مرتب کیا اور اس کا نام "الذخیرہ فی مختصر السیرہ" رکھا ایک دوسرے بزرگ عمادالدین ابو العباس احمد بن ابراہیم بن عبدالرحمان واسطی (متوفی ۷۱۱ھ) ہیں۔ انہوں نے ابن ہشام کی کتاب "السیرت" کا خلاصہ لکھا تھا۔ جسکا نام "مختصر سیرت رسول اللہ" رکھا گیا۔ انہوں نے "سیرت ابن ہشام" میں درج تمام اشعار کو نکال دیا۔ نساب اور دوسرے زوائد کو حذف کر دیا۔ انہوں نے صرف ان روایات کو رہنے دیا، جو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے درج تھیں۔ اور انکی عبارت کو "قال ابن اسحاق" کے نام سے شروع کرتے ہیں۔

"سیرت ابن ہشام" کو بعض ارباب علم و سخن نے اشعار میں ڈھالا۔ ان میں سے ایک عربی شاعر ابو نصر فتح بن موسی بن حماد مغربی قصری ہیں۔ آپ ۵۸۸ھ میں "ہسپانیہ" میں پیدا ہوئے اور ۶۶۳ھ میں مصر میں فوت ہوئے تھے۔ انہوں نے مختلف علوم میں نظم و نثر میں کئی کتابیں لکھی تھیں۔ انہوں نے "سیرت ابن ہشام" کو مکمل طور پر نظم کر دیا تھا۔ اسی زمانے کے ایک اور شاعر ابو محمد بن احمد سعید دیرینی (۶۱۲ —— ۶۹۴ھ) تھے۔ آپ مسلکاً شافعی تھے۔ آپ کی بہت سی کتابیں فقہ، تفسیر، تصوف میں نظم و نثر میں سامنے آئیں۔ انہوں نے "سیرت ابن ہشام" کو بڑی عمدگی سے نظم میں ڈھالا۔ اسی زمانہ میں ابوبکر محمد بن ابراہیم بن فتح الدین نابلوسی ملقب بہ ابن شہید (۷۲۸ —— ۷۹۳ھ) نے ابن ہشام کو شعری سانچہ میں ڈھالا اور

اسکا نام "فتح القریب" رکھا۔ ان کے ایک ہمعصر ابو اسحاق انصاری نے "سیرت ابن ہشام" کو قافیہ لام میں نظم میں لکھا تھا۔

"سیرت ابن ہشام" پورے عالم اسلام میں شہرت یافتہ کتاب بن گئی۔ طالبان علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات و اخبار سننے کے لیے علماء کرام اور محدثین کی مجالس میں پہنچے۔ وہ ایسے علماء کرام کی مجالس میں خصوصیت کے ساتھ حاضر ہوتے جو مستند روایات سناتے اور اپنی سند کے لیے روایات کا سلسلہ ان حضرات تک لے جاتے' جنھوں نے سیرت کے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اور ان اخبار کو اپنے کانوں سے سنا تھا۔ اس سلسلہ میں محمد ابن اسحاق کی سند سب سے اہم اور دلپسند تھی۔ ابن ہشام بذات خود اور ان کے راویوں کا یہی طریقہ کار تھا کہ وہ کوئی واقعہ سند کے بغیر بیان نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن ہشام کے بہت سے راوی مصر پہنچے۔ کیونکہ ابن ہشام نے مصر کی طرف ہجرت کی تھی۔ اور زندگی کے آخری ایام تک وہاں ہی رہے اور اپنی کتاب کو ابوبکراحمد بن عبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم برقی زہری (متوفی ۲۷۰ھ) اور ان کے بھائی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ (متوفی ۲۴۹ھ) اور ابو سعید عبدالرحیم بن عبداللہ (متوفی ۲۸۶ھ) کے سامنے تقریراً بیان کیا تھا۔ ہمارے نزدیک "سیرت ابن ہشام" کا سلسلہ روایت و تقریر ان تین بزرگوں پر ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ علامہ قفطی نے فرمایا تھا۔ سیرت ابن ہشام کو مصریوں نے تمام دنیا میں پھیلا دیا اور حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا قدر و شرف اہل شام اور اہل مصر ہی جانتے ہیں۔ اور نفاست و عزت جو ان لوگوں نے کی اس کا جواب نہیں ملتا۔ اور وہی اس کے کمالات اور معرفت کے ابتدائی امین ہیں۔

مصری اور شامی اہل علم کے برعکس ایران میں تو سیرت ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو اتنی شہرت نہ مل سکی بلکہ ایران اور دوسرے مشرقی ممالک اسلامیہ میں یہ کتاب "غریب الوجود" ہی رہی۔ اس کتاب کا فارسی مترجم (جس کا ہم اردو میں ترجمہ لا رہے ہیں) فرماتے ہیں "جن دنوں ہم شام کے سفر میں نکلے اور زیارت "بیت المقدس" سے مشرف ہوئے تو محمد ابن اسحاق کی سیرت کے سماع کے لیے مصر کا سفر اختیار کیا۔ کیونکہ ان دنوں مصر میں دو ایسے نامور شیوخ اور علماء موجود تھے۔ جو سیرت ابن اسحاق کو روایت کرنے میں مشہور و معروف تھے۔ اور نہایت اعلی درجہ پر اس کتاب کی تمام جزئیات کو بیان کرتے تھے۔ یہ دونوں بزرگ مصر میں مرجع خلایق تھے۔ ان میں سے ایک کا نام زکی الدین بن حباب رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ ہم نے ان کی مجلس میں حاضر ہو کر پوری کتاب سماع کی۔ دوسرے قاضی ابن موسی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جو ایک

مستند عالم کی حیثیت سے مسند نشین تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے علم و فضل کو عالم اسلام میں تسلیم کیا جاتا تھا۔ دور و دراز سے علماء ان کی مجالس میں پہنچتے تھے۔ علماء و فضلا کے علاوہ وقت کے بادشاہ اور سربراہان مملکت بھی ان کی مجالس میں حاضر ہو کر سیرت رسول پاک سنتے تھے"۔

یہ دونوں بزرگ سیرت کی روایات بیان کرنے میں بڑے ہی شہرت یافتہ تھے۔ وہ اس خاندان علمی سے تعلق رکھتے تھے جن کے کئی افراد مصر میں قاضی اور محدث کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ چھٹی صدی ہجری کے آخر اور ساتویں صدی ہجری کے ابتدائی سالوں میں یہ دونوں بزرگ قاہرہ میں تدریس علوم اسلامیہ کی مسند پر رونق افروز تھے۔ حدیث و فقہ کے طلباء انہی سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کتابوں میں جو آپکے درسوں میں پڑھائی جاتی تھیں۔ ان میں سیرت رسول "سیرت ابن ہشام" ہی تھی جسے ابن اسحاق کی روایات کی روشنی میں پڑھایا جاتا تھا۔

اس زمانہ میں دو اور دانشمند بے پناہ شہرت کے مالک ہوئے تھے۔ ایک قاضی اجل ثقتہ الملک ابو محمد عبداللہ ابن القاضی ابی الحسن محمد بن ابی محمد عبداللہ بن ابی المعالی الجلبی الرملی تھے۔ آپ ۵۲۱ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔ اور مصر کی مسند قضا پر فائز رہے۔ آپ اپنے زمانہ کے محدث اور فقیہ ہوئے ہیں۔ آپ نے ابو محمد عبداللہ رفاعہ بن عزیر سے سماع حدیث حاصل کیا تھا۔ اور ذکی الدین عبدالعظیم ابن عبدالقوی المنذری (۵۸۱ ـــ ۶۵۶ھ) جیسے بلند پایہ مصنف کتاب التکملہ لوفیات الفقہ نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔ آپ جامع مسجد عمرو ابن العاص میں ۶۰۲ سے ۶۰۶ھ تک خطیب رہے۔ اور ابن ہشام کا درس دیتے رہے۔ آپ ذوالحجہ ۶۱۳ھ میں فوت ہوئے۔

دوسرے بزرگ قاضی اجل ابوالبرکات عبدالقوی ابن القاضی الجلیس ابی المعالی عبدالعزیز بن الحسین بن عبداللہ الجباب التمیمی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے بھی ابی محمد عبداللہ بن رفاعہ سے سیرت کو روایت کیا ہے۔ وہ ۵۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اور مصر کے مشہور اساتذہ اور معلمین میں سے تھے۔ آپ کا خاندان علم و فضل کا سرچشمہ تھا۔ آپ ۶۲۱ھ میں پچاسی سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے۔ مصر کے یہ دو بزرگ ہیں، جن کا "سیرت ابن اسحاق" کے فارسی ترجمہ نے نام واضح طور پر لیا ہے۔ یہ دونوں عبداللہ بن رفاعہ کے شاگرد تھے۔ ان کا بلند درجہ علماء میں شمار ہوتا تھا۔ یہ وہ بزرگ تھے جنھوں نے ابن اسحاق کی سیرت کے قلمی اور خطی نسخے کی زیارت کی تھی۔ ان کے پاس یہ نسخے محفوظ تھے۔ لیکن انہوں نے ابن ہشام کی سیرت کو بڑے انہماک سے مطالعہ کیا۔ ان کا سلسلہ روایات اسی ترتیب کے ساتھ قائم تھا۔

۱) عبدالملک بن ہشام۔
۲) ابو سعید عبدالرحیم بن عبداللہ الزہری البرقی (م ۲۸۶ھ)۔
۳) ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن الورد البغدادی (متوفی ۳۵۱ھ)۔
۴) ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی (متوفی ۳۸۰ھ)۔
۵) ابو الحسن علی بن الحسن بن الحسین المصری الخلقی القاضی (م ۴۹۲ھ)۔
۶) ابو محمد عبداللہ بن رفاعہ بن غدیر السعدی الفرضی (۴۶۲ــــ ۵۶۱ھ)۔

سیرت ابن اسحاق کا فارسی میں ترجمہ

سابقہ صفحات میں ہم نے سیرت ابن اسحاق، سیرت عبدالملک بن ہشام ان کے شاگرد ان کے راویوں اور ان کے سامعین کے متعلق جس قدر گفتگو کی ہے وہ اصل عربی کتاب کے متعلق تھی۔ اور ہر گفتگو مستند ماخذ اور معتبر اسانید پر مبنی تھی۔ لیکن اب ہم اس شخص کے متعلق گفتگو کا آغاز کر رہے ہیں جس نے سیرت النبی ابن اسحاق کی عربی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ اب تک اس کتاب کو اپنے قارئین کی نظر میں جس انداز میں پیش کیا گیا ہے اس کے ماخذ بھی عربی زبان سے ہی تھے۔ ہمارے پاس عربی کے وہ نسخے نہیں ہیں جن سے یہ فارسی ترجمہ کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آج تک کسی ایسی دلیل یا استدراک پیش کرنے سے قاصر ہیں جسکی بنیاد پر یہ فارسی ترجمہ وجود میں آیا تھا۔ اس لیے ہمارے قارئین کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس بات کی جستجو کریں کہ آخر وہ کون شخص تھا۔ جس نے زیر نظر فارسی ترجمہ کو عربی زبان سے لا کر ہمارے سامنے رکھا ہے۔ ہم اس دیباچہ کے ماخذ اور اطلاعات کی روشنی میں موجودہ کتاب اور اس کے ترجمہ کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ ان عبارات کی روشنی میں جو اب تک ہمارے سامنے آئی ہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب "سیرت ابن اسحاق" کا مترجم ایسا شخص ہے جس نے فارس کو اپنا وطن قرار دیا ہے۔ فارس سے نکل کر اس نے شام اور مصر کا سفر اختیار کیا۔ مصر میں قیام کیا۔ وہاں کے دو محدثین سے مصاحبت اور یگانگت پیدا کی۔ کتاب سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے پڑھا۔ ان میں سے ایک یعنی ابن فاضل الجباب نے پوری سیرت کو پڑھا۔ اور مصر سے واپسی پر شہر "ابرقوہ" ۶۱۲ھ میں واپس آیا۔ اور ۶۲۲ھ میں سلطان مظفر الدین سعد بن زنگی (متوفی ذی قعدہ ۶۲۳ھ) کے دربار تک رسائی حاصل کی اس سے ملاقات کی۔ اور اسی کے حکم سے اس کتاب کو فارسی میں ڈھال کر پیش کیا۔

سیرت رسول کے عربی نسخوں جن سے فاضل مترجم نے استفادہ کیا تھا۔ اسے اپنے مقدمہ میں تعریفی کلمات میں یاد کیا ہے۔ ان میں سے مختصر سیرت رسول اللہ مولفہ عماد الدین ابو العباس احمد واسطی کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ بزرگ ابو المعالی احمد ابن اسحاق بن محمد بن المویدبن علی بن اسماعیل الہمدانی الابر قوہی (متولد ابرقوہ ۶۱۴ھ و متوفی بہ مکہ ۷۰۱ھ) ہیں۔ اسی نسخے کے سماع اور اسی نسخہ کی اطلاعات جو مختلف کتابوں سے حاصل ہوئی ہیں ترتیب دیں۔ یہ شخص ابن الجباب کا شاگرد عزیز ہے۔

ہم ان ماخذ کی بنیاد اور وو ستنفلد کے مقدمہ کی روشنی میں اور علامہ مجتبی مینوی مرحوم کے حوالوں سے استفادہ کرتے ہوئے اور مختلف کتابوں کی تحقیق و جستجو کے بعد کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کے مترجم گرامی ابو المعالی احمد ابر قوہی کے والد گرامی تھے۔ یعنی رفیع الدین ابن ابی عبداللہ محمد بن المویدبن علی بن اسماعیل بن ابی طالب ہمدانی قاضی ابر قوہ ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ شخص مصر سے واپسی پر اپنے وطن ابرقوہ ۶۲۲ھ میں آیا ہو اور سعد بن زنگی (ممدوح سعدی شیرازی) کے حکم پر ترجمہ میں مشغول ہو گیا ہو۔ علامہ مینوی نے اپنی تحقیقات کی روشنی میں ایک اور احتمال کا بھی ذکر کیا ہے کہ اگر مولف یہی بزرگ (رفیع الدین اسحاق بن محمد) ہیں تو ہمیں یہ بات بھی تسلیم کرنا ہوگی کہ وہ ایک بار شام اور مصر کے سفر کو گئے ہوں اور سیرت کو تنہا ابن الجباب سے پڑھا ہو۔ اور واپس آگئے ہوں۔ ۶۱۲ھ میں کتاب کا ترجمہ کیا ہو۔ دوبارہ ۶۱۲ھ میں دوسری بار مصر گئے ہوں اور ابن الجباب کی مجلس میں خود اور ان کے دونوں بیٹے شریک سماع رہے ہوں۔ تاکہ جو کچھ اس نے خود سنا تھا بیٹے بھی سن لیں۔ ہمارے نزدیک یہ احتمال زیادہ قابل قبول ہے جسے مرحوم مینوی نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ جو مخطوطے یا نسخے بعد میں سامنے آئے ہیں۔ ان پر ۶۱۲ھ کی تاریخ ملتی ہے یہ وہ حقائق ہیں جنہیں ہم مرحوم علامہ مینوی کی یاد داشتوں کی روشنی میں لکھ رہے ہیں۔ اور وہ بھی انکی وفات کے بعد کی اطلاعات ہیں۔

رفیع الدین اسحاق ہمدانی قاضی ابر قوہ کا خاندان

ہم نے مرحوم علامہ مجتبیٰ مینوی کی ان یادداشتوں کو سامنے رکھا ہے جو مرحوم نے شیخ فقیہہ ابو محمد اسحاق بن الشیخ الاجل محمد المویدبن علی بن اسماعیل بن ابی طالب ہمدانی الاصل مصری المولد الوبری الشافعی قاضی ابرقوہ رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق جمع کی تھیں۔ پھر ان احتمالات کو بھی بیان کر دیا گیا ہے جو ان کے سامنے آئے تھے۔ سیرت رسول پاک عربی سے فارسی ترجمہ کرتے وقت آپ خود اور ان کے دو بیٹے ذاکر اور ابو المعالی احمد باہم شریک رہے ہیں۔اب ہم دوسرے ماخذ کو بھی سامنے رکھتے ہیں۔ علامہ ذکی الدین

عبدالعظیم المنذری (۵۸۱ ـــــ ۶۵۶ھ) کی کتاب "التکملہ لوفیات النقلہ" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً" ڈیڑھ صدی تک اس خاندان کے افراد ہمدان میں رہے۔ ان میں سے بعض غالباً" مصر میں بھی قیام پذیر رہے ہیں۔ وہ "وبری" اس لیے کہلاتے ہیں کہ "پوستین دوزی" یا "پوستین فروشی" کا کام کرتے رہے ہیں۔ اور انکا یہ کاروبار ایران' عراق' شام اور مصر تک پھیلا ہوا تھا۔ اور ان علاقوں میں ان کی کاروباری آمدورفت رہتی تھی۔ کبھی تو وہ اصفہان' ہمدان اور شیراز جیسے شہروں میں جاتے تھے اور اپنے وطن مالوف "ابرقوہ" میں قیام کرتے تھے۔ ان کے بعض افراد علم فقہ اور حدیث میں مشاق ہو گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اور تذکروں میں ان بزرگوں کے ناموں کے ساتھ شیخ' محدث' فقیہ' قاضی' صوفی' مرشد' صاحبان قدس' متقی قسم کے الفاظ ملتے ہیں۔

اس زمانہ میں علمی دنیا میں یہ رواج تھا کہ اہل علم ودانش حتیٰ کہ محدثین بھی علم کی تلاش میں علماء دین کی خدمت میں دوڑ دوڑ کر حاضر ہوتے تھے۔ تاکہ ان محدثین کی مجالس میں بیٹھ کر سماع حدیث کر سکیں۔ جو سند کے ساتھ روایت بیان کرتے تھے۔ اور ان کی روایات میں کسی قسم کی کوتاہی' ضعف یا سقم نہ ہو۔ یہ محدثین اپنی روایات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ اور تابعین کی زبان کے الفاظ میں بیان کرتے تھے۔ اصلی روایت یا اصلی حدیث اسی کو قرار دیا جاتا تھا۔ جسے کسی صحابی' تابعی' یا مشہور عالم نے بیان کیا ہوتا تھا۔ پھر ایسی احادیث سن کر ایسے شاگردوں یا سامعین احادیث سے "روایت احادیث کی اجازت" بھی حاصل کرتے تھے۔ پھر استاد انہیں نقل حدیث کے قواعد' قیود' اور احتیاط کا پابند بناتا تھا۔ "روایت سماع قرآت" کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس طرح ثقات از زمرہ رواۃ اور طایفہ عدول از حوزہ حفاظ پیدا ہوگیا۔ یہ مجالس' یہ سفر' یہ محنت و مشقت اور ان قواعد پر عمل درآمد کرنے سے اس حقیقت کو روشن کرتے تھے۔ کہ ابتدائے کار یعنی پہلی صدی ہجری سے آخر صدی ہجری تک پھر دوسری صدی ہجری کے آغاز سے ساتویں صدی ہجری تک علمی روشنی کے قافلے رواں دواں رہے۔ مسلمانوں نے تعلیم کے ہر شعبہ کو نہایت تحقیق کے ساتھ حاصل کیا۔ خصوصاً احادیث کے جمع کرنے' اخبار کو ترتیب دینے' اور تدوین احکام سنن پر توجہ دی گئی۔ ارباب علم و فضل اور محدثین کے حلقے عالم اسلام کے معروف شہروں میں قائم ہو گئے۔

اسی طرح دوسرے ممالک اور غیر اسلامی اقوام سے بھی علم کی تلاش میں آنے والے لوگ ان حلقوں سے استفادہ کرتے۔ مدینہ منورہ' مکہ مکرمہ' کوفہ' بصرہ' بغداد' مصر' عراق شام میں ایسے علمی حلقے قائم ہوتے

گئے محدثین اور اسماء الرجال کے مورخین نے ان ادوار میں ان لوگوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے' جو محض علم کی تلاش میں اپنے وطنوں سے کوچ کر کے اسلام کے علمی مراکز میں پہنچے۔ انہوں نے علم حاصل کیا اور احادیث کا سماع کیا۔

جن مراکز سے ان لوگوں نے علم کی دولت سے جھولیاں بھریں وہ اسلامی دنیا کے بے مثال ادارے تھے۔ اور ان میں مستند محدثین اور علوہمت علماء اور مستند راویان اخبار موجود ہوتے تھے۔ یہ ان حضرات کی علمی تقسیم کا ثمرہ تھا۔ دنیا کی مختلف اقوام کے لوگ بھی اسلامی علوم کو لے کر اپنے اپنے ملکوں میں پہنچے۔ اس طرح اسلامی حلقوں کے تربیت یافتہ حضرات اپنے اپنے علاقوں میں ایسے علمی حلقے قائم کرتے گئے اور دور دراز علاقوں میں رہنے والے لوگ علم دین سے نا آشنا طالب علم قرآن اور احادیث کی ضیاؤں سے منور ہوتے گئے۔ اس طرح شاگردی استادی کے تعلقات استوار ہوئے۔ دوستی اور مصادقت کے روابط قائم ہوئے۔ اطلاعات و معلومات میں ردوبدل کی فضا قائم ہو گئی۔ ان حضرات کے باہمی تعلقات سے اسلامی علوم کے اشاعت کی بنیادیں مضبوط ہوتی گئیں۔ اور ایک حلقہ کے افراد دوسرے حلقوں میں پہنچ کر تبادلہ خیالات کرنے لگے۔ سرزمین عرب سے نکل کر ایران' مشرق وسطیٰ سرزمین اقصیٰ اور دوسرے ممالک سے علمی روابط قائم ہونے لگے۔

یہ تھی وہ فضاء اور یہ تھے وہ حالات جن میں ایک مشہور علمی خاندان رفیع الدین ہمدانی قاضی ابرقوہ علم کی تلاش میں اٹھا۔ اور علم کی تحصیل اور احادیث کے اکتساب کے لیے دوردراز ممالک کا سفر اختیار کرتا گیا۔ اور وقت کے بزرگان دین اور دانشمندوں سے فیضیاب ہوتا گیا۔ انہوں نے ان علماء کرام سے جو کچھ حاصل کیا یا سنا تو اسے اپنی ایک کتاب سیرت رسول اللہ میں قلمبند کردیا گیا۔ وہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاتے تو یہ سیرت کے تحفے اورہدیے ساتھ لے جاتے اور اسے ایسے لوگوں کو بھی پیش کرتے جنہیں ان سے واقفیت نہ تھی۔ لیکن وہ علمی ذوق کے مالک تھے۔ انہوں نے اس طرح سیرت رسول اللہ کے پڑھنے اور جاننے کا ذوق پیدا کیا۔

اس خاندان میں سب سے پہلا شخص جس نے بڑا نام پایا تھا وہ شیخ صالح ابو المحاسن مشرف بن المويد بن علی ہمدانی شافعی المولد وبری معروف بہ ابن الحاجب و منعوت بہ اشیر۔ آٹھ جمادی الاول ۵۸۵ھ میں قاہرہ میں فوت ہوئے اور انھیں بزرگان دین اور علماء کے مشہور قبرستان کوہ مقطم میں دفن کیا گیا۔

مشرف بن المويد ہمدان میں ایک بہت بڑے محدث بزرگ کو ملے۔ جن کا نام نامی ابو بکر حبت اللہ

بن الفرج بن الفرج معروف "ابن اخت الطویل"ـــــ ۴۵۲ھ میں ہمدان میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں ۵۴۲ھ میں فوت ہوئے۔ انہیں محلّہ ظفر آباد میں ان کے دوست عالم اور ولی اللہ ابو العلاء الحسن بن احمد العطار رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

ایک اور بزرگ اسی شہر ہمدان میں محمد بن ہمدانی ابو الفتوح طائی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ یہ بڑے محدث' حافظ اور کتاب "اربعین طائیہ کے مصنف تھے۔ وہ ۴۷۵ھ میں ہمدان میں پیدا ہوئے۔ اور ۵۵۵ ھ میں اسی جگہ فوت ہوئے۔ انہوں نے خراسان عراق اور دوسرے علاقوں کے محدثین سے احادیث نقل کیں اور سنیں۔ اسی زمانے میں ایک بزرگ' جنہوں نے ہمدان میں علم حدیث حاصل کیا ابو المنصور شیردار بن شیرویہ تھے وہ ہمدان کے مشہور علماء اور صاحب تالیف بزرگوں میں سے تھے۔ آپ ۴۸۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۵۸ھ میں ہمدان میں ہی فوت ہوئے۔ ابو نصر یحیٰی بن خلف بن ابی نصرا لحلقانی ہمدانی ۵۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ وہ ہمدان کے بہت بڑے قاریوں میں شمار ہوتے تھے۔ اس شہر ہمدان میں ایک اور عالم دین الشریف ابو المناقب محمد بن حمزہ الحسینی علوی تھے۔ جو ۵۳۳ھ میں فوت ہوئے انہوں نے ابوبکر عبدالجبار شروانی سے علم حاصل کیا تھا۔

مشرف بن المؤید ہمدان اصفہان میں ایک مشہور عالم دین جو اصفہان کے محدثین کی اولاد میں سے تھے۔ اور محلّہ جوبارہ میں رہتے تھے ان کا نام نامی حافظ ابو مسعود عبدالجلیل بن محمد بن عبدالواحد اصفہانی جوباری تھا۔ وہ ۴۷۶ھ میں اسی شہر میں پیدا ہوئے اور شعبان ۵۵۳ھ میں فوت ہوگئے۔

دمشق میں ایک بزرگ ابو المظفر سعید بن سہل فلکی نیشا پوری خوارزمی' بادشاہ خوارزم کے وزیر تھے۔ وہ حج کے سفر سے واپس آئے اور دنیا سے کنارہ کش ہوگئے۔ اور دمشق میں ہی فوت ہوگئے۔ ان کی وفات ۵۲۰ھ میں ہوئی۔ ان سے ابوبکر محمد بن علی بن یاسر الجیانی الانصاری الاندلسی نے آپ سے حدیث سماع کی تھی' وہ ۵۶۳ھ میں حلب میں فوت ہوئے۔ موصل میں ایک اور بزرگ ابو عبداللہ الحسین بن نصر بن خمیس الجہنی ملقب "بتاج السلام" تھے۔ وہ ۴۶۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۵۵۲ھ میں فوت ہوئے انہوں نے بھی حدیث یہیں سے پڑھی۔ مشرف بن المؤید ہمدانی مصر میں پہنچے تو وہاں ابو الحسن علی بن ابراہیم بن المسلم الانصاری معروف بہ "ابن بنت ابی سعد" (م ۵۴۳ھ) سے بھی استفادہ کیا۔ اسکندریہ میں ایک اور عالم دین جو بڑے محدث تھے اور ان کا نام صدرالدین۔ ابوالطاہر محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم سلفہ اصفہانی شافعی جو ۴۷۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۷۶ھ میں فوت ہوئے سے بھی علم سیکھا۔

مشرف بن المویدہمدانی دمشق اور مصر میں حدیث کا سبق دیا کرتے تھے۔ بہت سے شاگرد آپ سے اکتساب علم کرتے اور ان کی روایات کو آگے سناتے ان میں سے ابو علی الحسن بن احمد بن یوسف الاوقی الصوفی "بیت المقدس" میں تھے۔ اور شیخ ابو الحسن علی بن عبدالرحمن فارس بن برکات سعدی بھی آپ کے شاگرد تھے۔ ہمیں کسی کتاب سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ زندگی کے کون سے حوادث تھے جن سے مشرف بن المویدہمدانی متاثر ہوئے تھے مگر جب ابو المناقب محمد بن حمزہ نے ہمدان میں اور علی بن ابراہیم انصاری ۵۴۳ھ میں مصر میں فوت ہوئے تو مشرف بن المویدہمدانی وہاں سے چل کر ہمدان اور قاہرہ میں حدیث سننے جاچکے تھے۔ دوسری طرف منبہ اللہ بن فرج نے صفر۵۳۸ھ سے جامع ہمدان میں حدیث سماع کی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسی سفر میں ہمدان میں آئے ہوں یا کسی دوسرے سفر کے بعد ہمدان میں ٹھہرے ہوں۔

مشرف بن ابو المویدہمدانی کے بھائی اور رفیع الدین اسحاق قاضی ابرقوہ کے والد بھی ایک فاضل انسان تھے۔ جن کا نام شیخ صالح ابو عبداللہ محمد بن المؤید بن علی بن اسماعیل بن ابی طالب ہمدانی مقری وبری نزیل مصر تھا۔ وہ دہم رجب ۶۰۱ھ کو قاہرہ میں فوت ہوئے تھے۔ انہیں کوہ مقطم کے دامن میں شیخ روز بہان بقلی رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس شخص نے ہمدان میں قرآن پاک کی قرآت ایک معروف عالم دین اور مقری حافظ محدث نسابہ مورخ اور ادیب ابو العلا عطار سے سیکھی۔ اسی شہرہمدان میں ایک بزرگ ابو الوقت عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب سجزی ہروی (۴۵۸ھ۔۔۔۔۵۵۳ھ) تھے۔ وہ محدثوں کے شہربغداد میں بخاری شریف کو تین واسطوں سے بیان کیا کرتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے شیراز میں ابو المبارک عبدالعزیز بن محمد بن منصور خطیب و امام مسجد شیراز (م ۵۵۹ھ) ابو المعالی طغرل شاہ محمد بن حسین کاشغری واعظ (۴۹۰ھ۔۔۔ ۵۶۰ھ) سے حدیث کی سماع کی تھی۔

محمد بن المؤید نے قاہرہ میں ابو الجواد غیاث بن فارس لخمی فقیہ 'ادیب' شاگرد ابو عبداللہ بن رفاعہ 'اور وقت کے نامور خطیب تھے۔ قرآن کی قرات حاصل کی۔ آپ نے ایک عرصہ تک قاہرہ میں قیام فرمایا اور حدیث بیان فرمایا کرتے تھے۔ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری نے آپ کو دیکھا تھا اور ان سے استفادہ کیا تھا۔ آپ کے دو بیٹے تھے جن کے نام احمد و اسحاق تھے۔ اگرچہ احمد کا نام تو کتابوں میں نہیں' مگر ان کے بیٹے نجیب الرحمن کا نام محدث کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔ اسی خاندان کے ایک تیسرے شخص شیخ فقیہ ابو محمد اسحاق بن الشیخ الاجل ابی عبداللہ محمد بن المؤید بن علی بن اسماعیل بن ابی طالب الہمدانی الاصل

المصری الزہری الشافعی المنعوت بالرفیع یعنی رفیع الدین قاضی ابرقوہ سیرت ابن اسحاق کے مترجم ہیں۔ یہ رفیع الدین ۵۸۲ھ مصر میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں ۱۸ جمادی الاول ۶۲۳ھ کو فوت ہوئے۔ اور کوہ مقطم کے دامن میں آسودہ خاک ہوئے۔

مصر میں رفیع الدین اسحاق اپنے والد محمد موید ابی عبداللہ محمد بن حمد الارتاحی (۵۰۸ــــ ۶۰۱ھ) مصر کے ایک معروف حنبلی عالم دین ابی الفضل محمد بن یوسف الغزنوی (۵۵۲ــــ ۵۹۹ھ) ابی الحسن علی بن ابراہیم بن نجا الدمشقی واعظ حنبلی (دمشق میں ۵۰۸ھ کو پیدا ہوئے ۵۹۹ میں قاہرہ میں فوت ہوئے) اسی طرح ان کی معاصرہ ام عبدالکریم فاطمہ بنت ابی الحسن سعد الخیر الاندلسی البلنسی (۵۲۲ھ کو اصفہان میں پیدا ہوئیں قاہرہ میں ۶۰۰ھ میں فوت ہوئیں) نے اصفہان میں ام ابراہیم فاطمہ جوزدانیہ جنہوں نے بغداد اور خراسان سے استماع حدیث اور کسب علم کیا تھا۔ اور ایک عرصہ تک بغداد' دمشق' اور قاہرہ میں روایت حدیث کرتی رہی ہیں' سے سماعت حدیث کی تھی۔

رفیع الدین علم کی طلب میں اپنے وطن سے چل کر شام چلے گئے۔ وہاں ابو حفص عمر بن معمر بغدادی دارقزی معروف بہ ابن طبرزد (متولد بغداد ۵۱۶ھ ــــ متوفی ۶۰۸ھ) سے اکتساب فیض کیا۔ ابو حفص نے اپنے بھائی ابو البقاء اور بغداد کے دوسرے علماء سے احادیث کی سماعت کی تھی۔ پھر بغداد اربل' حران حلب اور دمشق کے علماء سے اکتساب علم کرتے رہے۔

رفیع الدین دمشق سے دامن مراد بھر کر بغداد آئے وہاں حضرت ابی بکر محمد عبدالباقی بغدادی قاضی مارستاں (م ۵۳۵ھ) کے شاگردوں کی مجالس میں بیٹھے۔ پھر واسط میں ابو الفتح محمد بن احمد بختیار معروف بہ ابن مندائی (۵۱۸ــــ ۶۰۵ھ) سے کسب علم کیا۔ ان علمی مراحل کا سفر طے کرنے کے بعد رفیع الدین ایران آگئے۔ انہوں نے یہ سفر ۵۰۹ یا ۶۰۰ کے درمیان اختیار کیا گیا۔ منذری کی روایات کے مطابق آپ نے اصفہان میں آکرام ہانی عفیفہ دختر ابی بکر احمد بن ابی عبدالرحمان اصفہانی فارغانی (۵۱۰ ــــ ۶۰۶ھ) فاطمہ جوز دانیہ کے ایک شاگرد زاہر بن طاہر ابوالقاسم شحامی نیشاپوری (م ۵۳۳ھ) جیسے معتبر علماء سے استماع حدیث کی۔

ایران کے ان علمی شہروں کے سفر کے بعد رفیع الدین اپنے وطن مالوف ہمدان کو روانہ ہوئے۔ بزرگان دین کی مجالس سے فیض یاب ہوتے گئے۔ اسی سال آپ ابرقوہ کے قاضی کے منصب پر فائز ہوئے۔ یہاں ہی ۶۰۶ھ میں آپ کے بیٹے ذاکر کی ولادت ہوئی' تو آپ ابرقوہ میں ہی قیام پذیر تھے۔

رفیع الدین صفر ۶۰۹ھ میں ہمدان میں تھے۔ وہاں ہی آپ کتاب "المعرفتہ" تاریخ بسوی ابی محمد عبداللہ (م ۶۲۴ھ) بن ابی العلاء عطار سے سبقاً سبقاً پڑھتے رہے۔ چنانچہ رفیع الدین کے بیٹے ذاکر کی زبانی ابن الصابونی نے بتایا ہے کہ یہ دونوں باپ بیٹے ۶۱۰ھ میں اصفہان میں تھے۔ چنانچہ ۶۱۵ھ میں آپ کا دوسرا بیٹا ابو المعالی احمد پیدا ہوا۔ انہوں نے دیباچہ سیرت "ترجمہ" میں لکھا ہے کہ "بدان کہ سنہ اثنی عشر و ستہ مائتہ چوں مارا جانب شام بہ فارس معاودت افتاد" اس طرح آپ نے مصر کے سفر کے دوران ابن الجباب رحمتہ اللہ علیہ سے سیرت ابن اسحاق کی سماعت کی تھی۔

ڈکٹر اصغر مہدوی کی تحقیقات

فاضل مترجم نے "سیرت رسول اللہ" کے فارسی ترجمہ رفیع الدین اسحاق بن محمد ہمدانی کے علمی خانوادہ کا بڑی تحقیق و تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ اس خانوادہ کے ایک ایک فرد کے حالات قلمبند کیے ہیں ان کے اساتذہ ان کے شاگردوں پر بھی تفصیلی تبصرہ فرمایا ہے۔ ہم اس طویل اور تفصیلی تحقیق کو اس دیباچہ میں نہیں لا رہے۔ اسی طرح فاضل مترجم جناب ڈکٹر اصغر مہدوی نے کتاب کے مخطوطے اور قلمی نسخوں پر بڑی عرق ریزی سے قلم اٹھایا ہے۔ ہم اپنے قارئین کو ان تفصیلات میں نہیں لے جانا چاہتے۔ ہم صرف ان قلمی اور خطی نسخوں کی نشاندہی کرنا ضروری خیال کرتے ہیں' جو اس ترجمہ فارسی کی بنیاد بنے۔

فاضل مترجم کے سامنے برطانیہ کے عجائب گھر کی لائبریری کا ایک مخطوطہ نمبر ۶۴۷۵ قسمت شرقی رہا اور اس ترجمہ کی بنیاد بنا۔ یہ نسخہ ۳۷۱ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور ہر صفحہ پر ۲۵ سطریں تسوید کی گئی ہیں۔ نہایت خوش خط ہے جسے غریب بن حلاج خوش نویس نے لکھا تھا۔ اس نے کتابت کی تکمیل شیراز میں بتاریخ یک شنبہ اوائل ربیع الاول ۶۷۷ھ کو کی تھی اور اسے سعد بن زنگی کے حکم سے کتابت کرایا گیا تھا۔

فاضل مترجم کی رسائی ایک اور خطی نسخہ تک بھی ہوئی ہے۔ جو طوپ قپو سرائے استنبول ترکی میں موجود ہے۔ یہ ۶۹۳ھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔ تیسرا نسخہ ایا صوفیہ کی لائبریری میں موجود ہے' جو قلمی شعبہ کے نمبر ۳۲۵۵ میں موجود ہے۔ اسے محمود بن احمد بن محمد التستری نے بتاریخ یکشنبہ نہم محرم ۷۳۸ھ میں مکمل کیا تھا۔ چوتھا نسخہ مترجم ڈکٹر اصغر مہدوی کی اپنی ذاتی لائبریری میں موجود ہے جسے انہوں نے ۸۸۱ نمبر دیا ہے۔ یہ نسخہ بڑی تقطیع پر بڑی خوبصورت روشنائیوں سے تحریر کیا گیا ہے اور "السلطان بالسیغر بہادر" کی

شاہی مہر سے مزین ہے، اسے احمد بن علی بن سلیمان البلدی نے آخر محرم ۷۷۶ھ میں تحریر کیا تھا۔
پانچواں قلمی نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں موجود ہے جسے عبدالعلی کاتب تبریزی نے وسط جمادی الثانی ۱۰۷۳ھ میں لکھا تھا۔

چھٹا نسخہ خطی کتاب خانہ مجلس میں موجود ہے جسے محمد کاتب سجستانی نے ۸۵۲ھ میں مکمل کیا تھا۔
ان مخطوطوں کے علاوہ فاضل مترجم کے سامنے دس سے زیادہ قلمی نسخے آئے، جو بعض ناقص الاول یا ناقص الآخر نے، لیکن فاضل مترجم نے ان سے بھی بھرپور استفادہ کیا اور بڑی تحقیق و جستجو سے اپنا ترجمہ فارسی تیار کیا۔ مقدمہ کے آخری صفحات میں فاضل مترجم نے ان ارباب علم و فضل کا شکریہ ادا کیا ہے جو اس سلسلہ میں اس کے کسی طرح بھی معاون رہے تھے۔ ان کی ان بے پایاں کاوشوں اور ریاضتوں سے سیرت رسول اللہ کا زیر نظر مطبوعہ نسخہ شرکت آفسٹ سہامی عام کی وساطت سے ۱۳۴۱ھ میں تہران ایران سے زیور طبع سے آراستہ ہو کر سامنے آیا۔

سیرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

بروایت

ابنِ اسحاق

: محمد ابنِ اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ (۸۵ھ — ۱۵۰ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

(۱)

شجرہ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن مقوم بن ناخور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل (علیہ السلام) بن ابراھیم (علیہ السلام) بن تارخ بن ناحور بن ساروخ بن ساروخ بن راعو بن تالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (علیہ السلام) بن یرد بن مہلیل بن قینن بن یانش بن شیث (علیہ السلام) بن آدم علیہ السلام ●

اخنوخ حضرت ادریس علیہ السلام کا نام ہے جو حضرت آدم کی اولاد میں سے ہیں اور انہیں یہ امتیازی حیثیت حاصل ہوئی کہ انہیں سند پیغمبری تحریری طور پر دی گئی۔

(۲)

فضیلت نسب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

(حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حضرت عبداللہ کے دور تک)

اس باب میں ادوار کو چند فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے جنکی تفصیل اسطرح ہے۔

پہلی فصل :۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد

دوسری فصل :۔ سلسلہ نسب نبوی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے عدنان تک

تیسری فصل :۔ معد بن عدنان کے بارے میں

چوتھی فصل :۔ نزار بن معد کے بارے میں

پانچویں فصل :۔ الیاس بن مضر کے بارے میں

چھٹی فصل :۔ مدرکہ بن الیاس کے بارے میں

ساتویں فصل:۔ جناب عبدالمطلب کی اولاد کے بارے میں

پہلی فصل:۔

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ صاحبزادے تھے جنکے نام یہ ہیں۔ (۱) نابت (۲) قیدر (۳) ازبل (۴) مبشی یا مبشا (۵) مسمع (۶) ماشی (۷) دما (۸) اذر (۹) طیما (۱۰) یطور (۱۱) نبش (۱۲) قیذما

اولاد اسماعیل علیہ السلام میں نابت سب سے بڑے تھے ان کی والدہ مضاض بن عمرو جرہمی کی بیٹی تھیں۔ جرہم قحطان کے بیٹے تھے۔ قحطان اہل یمن کے جد اعلیٰ ہیں۔ قبائل عرب جو یمن میں مقیم تھے اور قحطان کا سلسلہ نسب یہ ہے قحطان بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ●

مشہور مورخین کا کہنا یہ ہے کہ تمام عرب یا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں یا قحطان کی جبکہ بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ قحطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور تمام عرب ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

لیکن ہماری (محمد بن اسحاق) کی تحقیق یہ ہے کہ قبائل کا وجود حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پہلے بھی ملتا ہے جیسے قوم عاد۔ ثمود۔ جدیس۔ طسم۔ عملاق وامیم

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر:۔

ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر ایک سو چھتیس (۱۳۶) سال ہوئی آپ کی والدہ محترمہ کا نام سیدہ ہاجرہ تھاانکا تعلق سرزمین مصر سے تھاآپ دونوں خانہ کعبہ میں احاطہ حطیم میں مدفون ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "جب تم مصر کو فتح کرو تو اس علاقہ کے لئے امن وسلامتی ہے"۔

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میری حیات ظاہری کے بعد جب مصر فتح ہو تو مصر کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ ان کے ساتھ رعایت کرنا کیونکہ مصریوں کے ساتھ تعلقات اور رشتہ داری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصریوں کے ساتھ ایک رشتہ تو یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کا تعلق سرزمین مصر سے

تھا اور دوسرا رشتہ یہ ہے کہ سیدہ قبطیہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراھیم کی والدہ تھیں انکا تعلق بھی مصر سے تھا۔ سیدہ ماریہ قبطیہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز تھیں جنہیں " اسکندریہ" کے بادشاہ مقوقس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا۔

دوسری فصل:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند "نابت" سے ملتا ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے یہ سلسلہ نسب کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے نابت کے بیٹے یشجب انکے بیٹے یعرب ان کے بیٹے تیرح ان کے بیٹے ناحور ان کے بیٹے مقوم ان کے بیٹے ادد انکے بیٹے عدنان تھے۔

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عدنان کے بعد فرزندان اسماعیل (علیہ السلام) انتشار کا شکار ہوگئے اور باپ سے علیحدہ ہوکر مختلف علاقوں میں جابسے۔ عدنان کے دو بیٹے تھے **معد بن عکث۔ عکث** جب بڑے ہوئے تو یمن میں جابسے اور وہاں " قبیلہ الشعریانکی ایک خاتون سے شادی کرلی اور اپنی سسرال میں ہی قیام پزیر ہوگئے لیکن عدنان کے دوسرے بیٹے معد تھے والد کے ساتھ رہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کی اولاد سے ہیں۔

تیسری فصل:۔

اس فصل میں معد بن عدنان کے تذکرہ کے علاوہ چند ضمنی واقعات کا تذکرہ بھی ہوتا ہے ہر واقعہ کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ کسی نہ کسی نوعیت سے ہے حالانکہ ان واقعات کا تعلق بظاہر نسب سے نہیں لیکن ضمنی طور پر یہ تعلق پایا جاتا ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے بعض معجزات اس واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے انکا تذکرہ مناسب سمجھا گیا ہے کیونکہ ہماری کتاب سیرت سے متعلق ہے اور معجزات کتب سیرت کا عملی عنوان ہوتے ہیں۔

مصنف کہتے ہیں کہ معد بن عدنان کے چار بیٹے تھے۔ نزار۔ قضاعتہ۔ قنص۔ ایاد۔ قضاعہ نے بڑے ہو کر قبیلے حمیر سے رشتہ جوڑا اور اطراف یمن میں اپنے سسرال والوں کے ساتھ تقسیم ہوئے قبیلہ حمیر کا سلسلہ نسب یہ ہے حمیر بن سبابن یعرب بن یشجب بن قحطان۔ حمیر باپ سبا اپنے بیٹے سے کہا کرتا تھا کہ

عرب کے علاقہ میں سب سے پہلے جس نے فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا وہ میں تھا قرآن کریم میں اس واقعہ کی بابت اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے

لقد کان لسباء فی مسکنھم آیتہ جنتان عن یمین و شمال" قوم سبا کے لئے ان کے (علاقے) مسکن ہی میں نشان موجود تھے وہاں دو باغ تھے ایک دائیں اور دوسرا بائیں جانب اس واقعہ کے بارے میں بھی آگے چل کر کچھ کہا جائے گا۔

"معد بن عدنان" کی اولاد میں ایک بیٹے کا نام " قنص" تھا ان کے بارے میں بعض لوگوں کا کہنا تو یہ ہے کہ ان کی نسل نہیں چلی جب کہ بعض مورخین کا خیال یہ ہے کہ نعمان بن منذر ان کی نسل سے تھا بعض مورخین کا کہنا ہے کہ بادشاہ یمن ربیعہ بن نصر کی نسل سے تھا اور خود ربیعہ عمرو بن عامر کی اولاد سے تھا عمرو بن عامر کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق بھی تا حال یمن سے تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ مآرب کی سرحدوں پر انتشار ہے اور اہل یمن کو ختم کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں تو وہ خود بھی یمن سے نکلا اور اس کی اولاد بھی آس پاس کے علاقوں سے نکل آئی اور ایک جگہ سب نے قیام کیا۔ اور باہمی مشورہ سے چار گروہ بن گئے ایک گروہ ملک شام کی جانب چلا گیا اور وہاں مقیم ہوا۔ یہ گروہ بعد میں قبیلہ جعفر کے نام سے مشہور ہوا دوسرا گروہ جانب مشرق روانہ ہوا بعد میں یہ گروہ اوس و خزرج کے نام سے پہچانا گیا۔ انہیں کا ایک گروہ مرانظہراں میں آ کر مقیم ہوا اور اس کی شناخت قبیلہ "خزاعہ" سے ہوئی۔

سد مآرب کا واقعہ

"سد مآرب" کے واقعہ کے بارے میں محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یمن کے علاقے میں دو پہاڑوں کے درمیان پانی کا مخزن ایک تالاب تھا اور اس کے اطراف قوم سبا آباد تھی پانی کے اس مخزن سے قوم سبا کے لوگوں نے بند بنائے تھے تاکہ پہاڑی پانی ضائع نہ ہو جائے۔ سب سے بڑا بند "سد مآرب" کہلاتا تھا کہا جاتا ہے کہ یہ بڑا بند ملکہ بلقیس نے بنوایا تھا۔ اس علاقہ کی آبادی کی تمام ضروریات آبپاشی۔ کھیتی گھریلو استعمال وغیرہ اس پانی سے پوری ہوتی تھیں۔ پانی کی حفاظت اور غلط استعمال سے بچنے کے لئے انہوں نے اس بند کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا بالائی۔ درمیانی اور زیریں۔ سال میں چار چار مہینہ ہر حصہ سے پانی حاصل کرتے تھے ان بندوں کے کناروں کے قطعات پر باغ لگائے گئے تھے اور قوم سبا ان اطراف میں قیام پذیر تھی۔ یہ ایسا زرخیز علاقہ تھا کہ ان باغوں سے اتنے پھل حاصل ہوتے تھے کہ شاید دنیا کے کسی حصہ کے باغ کے درختوں میں اتنے پھل نہ آتے تھے علاقہ کے کسی شخص کو اگر پھلوں کی ضرورت ہوتی تو

اس کو درخت سے توڑنے کی ضرورت پیش نہ آتی وہ تھیلا لے کر جاتا اور درختوں سے گرے ہوئے پھلوں سے تھیلا بھر لیتا تھا۔ اس کے علاوہ اس علاقہ میں ہر وہ نعمت موجود تھی جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی تھی اس علاقہ کی آب و ہوا بھی بہت اچھی تھی اور مزید برآں اس علاقہ میں آب و ہوا کی لطافت کی وجہ سے کوئی اذیت دینے والی چیز نہ پائی جاتی تھی طویل مدت تک "قوم سبا" یہاں آرام کے ساتھ مقیم رہی۔ لیکن جب ان لوگوں میں غرور۔ سرکشی آئی اور کفران نعمت کرنے لگے عقیدے خراب ہوئے کفر کا ارتکاب کیا بت پرستی کر کے شرک کو اپنایا۔ ان گوناگوں نعمتوں پر رب کریم کا شکر ادا کرنے کی بجائے ناشکری پر اتر آئے۔ ظلم و ستم کے خوگر ہوئے۔ علماء کی نصیحتوں کو قبول نہ کیا انبیائے علیہم السلام کی تعلیمات سے منہ موڑنے لگے تو رب تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا انہیں ابتلاء وآزمائش میں مبتلا فرمایا اور وہ تمام نعمتیں جو اس رب کائنات نے عطا فرمائی تھیں ان کو واپس لے لیا اس کا طریق کار رب کریم نے یہ اختیار فرمایا کہ جنگلی چوہوں کو اس بند پر مقرر کر دیا ان چوہوں نے بند میں سوراخ کر دیئے اور پانی کے بہاؤ کی وجہ سے ان سوراخوں نے کٹاؤ کی صورت اختیار کر لی پانی کے رسنے اور بہاؤ کی وجہ سے زمین کمزور (پولی) ہو گئی درخت گر گئے۔ مکانوں کی دیواریں گرنے لگیں چھتیں بیٹھ گئیں۔ قابل زراعت زمین ناقابل کاشت ہو گئی۔ آبادی نے بربادی کی شکل دیکھی جو زمین غلہ اور پھل اگاتی تھی اس میں خس و خاشاک نظر آنے لگا

اعجاز قرآنی

یہ اس سلسلہ کی کڑی ہے کہ رب کائنات نے اس واقعہ کی اطلاع دے دی تھی جس کا تذکرہ ماسبق میں گزرا ہے اور سورہ سبا آیت ۱۴ کی تفسیر و تشریح یا یوں کہیں کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی دی ہوئی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ یہاں قوم سبا آباد تھی اور رب کائنات نے **مسا کنھم** جمع کا صیغہ استعمال فرما کر پوری قوم کی حالت بیان فرمائی

سبا کا تعارف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم میں نقل شدہ "سبا" کے واقعہ سے متعلق ایک حدیث میں فرمایا "سبا" ایک شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے دس بیٹے عطا فرمائے تھے ان میں سے چھ یمن میں مقیم تھے چار ملک شام میں ان میں سے ہر بیٹے کے ساتھ ایک قبیلہ منسوب ہے ان قبائل کے نام یہ ہیں (۱) کندہ (۲) اشعر (۳) ازد (۴) مذحج (۵) انمار (۶) حمیر۔ شام کے علاقہ میں یہ چار قبائل تھے (۱) عاملہ (۲) لخم (۳)

جذام (۴) منسان ●

رب تعالیٰ نے فرمایا ہم نے قوم سبا کو نشانیاں اور علامتیں عطا کی تھیں جن سے ہماری قدرت کاملہ کے ذریعہ راہ حق نصیب ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ہم نے انہیں آگاہ بھی کیا تھا کہ یہ نعمتیں اور رزق جن کو ملا ہے اس سب کے عطا کرنے والے ہم ہیں (یعنی ذات باری) اور اس کی شہادت میں قرآن کی یہ آیت ہے بے شک شہر سبا والوں کے لئے ان کے وطن میں نشانی موجود تھی دو باغ دائیں اور بائیں سمت (لہٰذا) اپنے رب کا عطا کردہ رزق کھاؤ اور اس کا شکر بجا لاؤ (یہ) شہر بہت پاکیزہ ہے اور رب تعالیٰ بہت مغفرت فرمانے والا ہے (سورہ سبا آیت ۱۰)

مصنف ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس شہر میں دو بہشتیں تھیں جو دو حصوں میں دائیں اور بائیں مقیم تھیں اور آیت کریمہ میں **کلوا من رزق ربکم وا شکر و اللہ** میں اس جانب اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور علماء امت اس قوم کو یہ بتاتے رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی اور اس کا عطا کردہ رزق کھاؤ اور اس بات پر اس کا شکر ادا کرو کہ اس رب کائنات نے نہ صرف تمہیں رزق عطا فرمایا بلکہ اس نے اچھا شہر بھی بسنے کے لئے دیا ہے

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس شہر کی زمین میں زرخیز سطح مرتفع تھی یہاں عمدہ پھل پیدا ہوتے تھے یہاں کی آب و ہوا نہایت عمدہ اور لطیف تھی۔ اور اس لطافت کی وجہ سے کوئی جانور جو نقصان دہ یعنی ڈسنے والا یا پھاڑ کھانے والا ہو اس علاقہ میں ٹھہر نہیں سکتا تھا اور اگر عرب کے ان قافلوں میں جو یہاں قیام کرتے ان میں اگر کوئی ایسا جانور ہوتا تو وہ یہاں آکر گرتا اور مرجاتا تھا۔

مقاتل لکھتے ہیں کہ "رب غفور" کا مفہوم یہ ہے کہ اگر "قوم سبا" شکر نعمت الٰہی کرتی سرکشی اور نافرمانی نہ کرتی اور ان نعمتوں کی قدر کو پہچانتی تو حق تعالیٰ ان پر پھر رحمت فرماتا اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرماتا اس سورہ کی اگلی آیت میں رب کریم نے ان کی حالت کی منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا "**فاعر ضوا فا رسلنا علیھم سیل العرم و بدلنا ھم بجنبتھم جنتین**" اس قوم سبا نے ہمارے انعام کی قدر نہ کی اور ان نعمتوں کو ہمارا عطیہ خیال نہ کیا تو ہم نے اس بند پر اپنا عذاب مسلط کر دیا اور ان دو باغوں میں جہاں سیب اور انار پیدا ہوتے تھے بدل ڈالا اور اب فواکہات کی بجائے کڑوے اور بد مزہ پھل پیدا ہونے لگے اور سرسبز و شاداب درختوں کی بجائے جھاؤ اور بیری کے چند درخت رہ گئے

"عرم" کا لفظ آیت میں استعمال ہوا ہے یہ عرمہ کی جمع ہے عرمہ اس بند کو کہتے ہیں جہاں پانی ذخیرہ کیا

جاتا ہے۔ عرب کے ایک شاعر "اعشی" نے اپنے شعر میں اس علاقہ کی منظر کشی کی ہے

و فی ذاک للمؤتسی اسوة :: و مارب عفی علیہما العرم

اور امیر بن صلت نے اپنے جذبات کا اظہار مطلع میں کیا ہے

من سباء الحاضرین مارب اذ :: یبنون من دون سیلہ العرما

جناب قتادہ و مقاتل نے "عرم" کے بارے میں کہا ہے کہ وادی سبا کا نام عرم تھا لیکن ابن عربی نے کہا کہ "عرم" اس سیلاب کے ریلے کو کہتے ہیں جو روکے نہ رک سکے " **ذلک جزینھم بما کفر و اھل نجازی الا الکفور**" ہم نے انہیں ناشکری کا یہ بدلہ دیا اور ہم ایسی سزا نہیں دیتے مگر بڑے ناشکرے کو"

عمرو بن عامر کی یمن سے رحلت کا سبب

عمرو بن عامر بادشاہ یمن کا گزر اس بند کی جانب ہوا تو اس نے ایک جنگلی چوہے کو دیکھا جو بند کو نقصان پہنچا رہا ہے اور اس کی تباہی کا انتظام کر رہا ہے عمرو نہایت عقلمند اور زیرک شخص تھا اس نے یہ دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ یہ بند اب زیادہ عرصہ باقی نہ رہے گا "سد مارب" ٹوٹے گا اور قوم سبا ہلاک ہو جائے گی اس لئے اس نے یہ تہیہ کیا کہ اپنے خاندان کو یہاں سے لے کر کہیں اور جا کر بس جائے اس نے اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کیا اپنا مال و اسباب سمیٹا جو سامان انہیں فروخت کر سکتا تھا اسے فروخت کیا اور اپنے خاندان کے ساتھ یمن سے کوچ کر گیا اس کے جانے کے کچھ عرصہ کے بعد بند ٹوٹ گیا اور ساری قوم ہلاک ہو گئی مگر وہ مع خاندان والوں کے محفوظ رہا۔ ایک رات کے بعد اس کی نسل میں سے ایک شخص ربیعہ بن نصر نے یمن واپس آ کر حکومت پر قبضہ کر لیا اور ایک مدت تک حکومت کرتا رہا۔

ربیعہ کا خواب

ربیعہ نے اپنے اقتدار کے دوران ایک خواب دیکھا جس سے اس پر خوف طاری ہوا اور درباری اس خواب کی تعبیر نہ بتا سکے چنانچہ سطیح اور شق کو بلایا گیا تو ان دونوں نے اس کے خواب کی تعبیر بتائی اور اس کے متعلقات سے آگاہ کیا انہوں نے ربیعہ کے خواب کی تعبیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کی بعثت اور جائے قیام کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ یہ واقعہ آئندہ صفحات پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

سطیح اور شق کا تعارف:

اس دور میں سطیح و شق دو ایسے افراد تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا اور اصابت رائے میں منفرد شمار ہوتے تھے مستقبل کے حالات اور غیب کی باتیں بتاتے تھے بلکہ اس دور میں "علم کہانت" فہم و فراست میں ان کا جواب نہ تھا ان کے ذکر کردہ احوال اور ان کی باتیں آگے چل کر آپ کے مطالعہ میں آئیں گی۔

ربیعہ' سطیح اور شق کا قصہ

مصنف کتاب ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عمرو بن عامر کے بیٹوں میں ایک ربیعہ بن نصر بھی تھا جیسا کہ ماسبق میں گزرا کہ یمن کی حکومت اصل میں قوم "تبع" کے پاس تھی لیکن حکومت ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اور انتقال اقتدار ہوتا رہا یہاں تک کہ پھر اقتدار "تبع" کے پاس آگیا اس انتقال اقتدار کا واقعہ بعد میں بیان کیا جائے گا۔

جب ربیعہ بن نصر یمن کا بادشاہ بنا تو اس نے نظام حکومت بہت عمدہ طریقہ پر چلایا اتفاق کی بات ہے۔ اس نے ایک خواب دیکھا تو اس سے بہت خائف ہوا اور دوسرے دن اس نے اپنی حکومت کے کاہنوں منجموں جادوگروں اور علم تعبیر سے واقف لوگوں کو جمع کیا اور اس نے کہا کہ میں نے رات کو ایک خواب دیکھا ہے اور اس سے بہت خائف ہوں مناسب یہ ہو گا کہ تم اس کی تعبیر اور اس خواب سے پیدا ہونے والے تمام واقعات کے بارے میں ٹھیک ٹھیک بتاؤ اور کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کرو۔ بادشاہ کی بات سن کر ان سب نے کہا کہ جب تک بادشاہ اپنے خواب کو بیان نہ کرے ہمارے لئے یہ ناممکن ہے کہ اس کے بارے میں کوئی حتمی بات کہہ سکیں۔

بادشاہ نے ان کی بات سن کر کہا کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص میرے خواب کی تفصیلات خواب کو سنائے بغیر بیاں کر سکے؟ یہ بات سن کر سب کے سب ششدر رہ گئے اور کہنے لگے بادشاہ سلامت ہمارے لئے یہ نا ممکن ہے کہ کسی ان دیکھے اور بے سنے ہوئے واقعہ کو بیاں کر سکیں۔ یہ بات ناممکنات سے ہے۔ کیونکہ یہ بات تو غیوب میں سے ہے یہ بات سن کر بادشاہ نے کہا کہ میں نے تم کو اس لئے جمع کیا تھا اور ایسے ہی موقع کے لئے میں تمہاری سرپرستی کرتا رہا تھا لہٰذا اب تم سب کو سزا دی جائے گی۔ میں نے تمہاری سرپرستی اس لئے کی تھی کہ مصیبت اور پریشانی کے موقع پر میری مدد کرو اب جب وقت پڑا ہے تو تم سب پہلو تہی کر رہے ہو اور مجھے جواب نہیں دے رہے ہو۔

اس موقع پر ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ آپ انہیں مہلت دیں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ایسے لوگ موجود ہیں جو آپ کی مرضی کے مطابق آپ کے خواب کے بارے میں بتائیں گے بادشاہ نے کہا بتاؤ وہ کون لوگ ہیں تو اس نے کہا کہ "سطیح اور شق" نامی دو شخص جو فہم و فراست میں اپنی نظیر نہیں رکھتے وہ فلاں جگہ رہتے ہیں آپ انہیں بلائیں وہ آپ کی مدد کر سکیں گے اور آپ کے خدشات دور ہو جائیں گے۔

بادشاہ نے معلوم کیا کہ ان دونوں میں سے کون بہتر ہو گا تو اس نے "سطیح" کا نام لیا چنانچہ بادشاہ نے ایک قاصد کو بھیج کر سطیح کو بلایا جب سطیح بادشاہ کے دربار میں آیا تو بادشاہ نے اس سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اس سے بہت خوفزدہ ہوں میں نے اپنی حکومت میں بسنے والے تعبیر کا علم رکھنے والے منجموں کو بلایا تاکہ وہ میرے خواب کے بارے میں بتائیں لیکن وہ سب اس خواب کے بارے میں تفصیلات بتانے سے عاجز ہیں۔ کسی نے یہ بتایا ہے کہ تم اس سلسلہ میں میری مدد کر سکتے ہو۔ یہ بات سن کر "سطیح" نے کہا کوئی مشکل بات نہیں بہت آسان بات ہے (سطیح کا شجرہ نسب مورخوں نے اس طرح بیان کیا ہے۔ سطیح ربیع بن ربیعہ بن مسعود بن مازن بن ذئب بن عدی) پھر "سطیح" نے بادشاہ سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں خواب کی تعبیر بتاؤں لیکن بادشاہ نے کہا قبل اس کے کہ میں اپنے خواب کے بارے میں بتاؤں میں یہ چاہتا ہوںکہ پہلے تو تم اس خواب کہ بارے میں بتاؤ چنانچہ سطیح نے نہایت سمجھ اور منطقی انداز میں بادشاہ کے جواب کی تفصیلات سے آگاہ کیا ان تفصیلات کو سن کر بادشاہ نے کہا درست ہے میں نے یہی خواب دیکھا تھا نہ تو کسی لفظ کا اضافہ ہوا ہے اور نہ کوئی لفظ کم ہوا ہے۔ سطیح نے جن الفاظ میں بادشاہ کا خواب سنایا تھا وہ تاریخ میں اس طرح منقول ہے۔

رائیت حممته خرجت من ظلمته فوقعت بارض تهمته فاكلت منها كل ذات جمجمه "اے بادشاہ تو نے خواب میں دیکھا کہ آگ کا ایک شعلہ اندھیریوں سے نکلا اور وہ شعلہ تہامہ کی سرزمیں پر گرا یعنی یمن کے علاقہ پر اور اس شعلہ سے علاقہ کے تمام انسان اور دوسری چیزیں خاکستر ہو گئیں"۔ یہ سن کر شاہ یمن ربیعہ نے کہا تو نے صحیح ترجمانی کی ہے اب اس کی تعبیر بھی بیان کرو تو سطیح نے کہا **احلف بما بين الحرتين من حنش لتهبطن ارضكم الحبش فليملكن ما بين ابين والى جرش** سطیح نے کہا میں حرم مدینہ اور جو کچھ اس میں ہے میں ان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حبش کا لشکر خروج کر کے سرزمین یمن پر آئے گا اور ابین اور جرش کو فتح کر لے گا۔ (ابین اور جرش دو شہر تھے جو یمن کی سرحد پر آباد تھے)"

"سطیح" کی بات سن کر بادشاہ نے کہا کہ تیری بات سن کر میں مزید خوفزدہ ہو گیا ہوں اب یہ بھی بتا کہ یہ

لشکر میرے دور اقتدار میں حملہ آور ہو گا یا بعد میں؟ سطیح نے کہا تمہارے دور اقتدار کے ستر سال بعد۔ یہ سن کر بادشاہ کو کچھ اطمینان ہوا تو اس نے کہا اب یہ بھی بتا دے کہ یمن پر حبش والوں کا اقتدار کتنے سال رہے گا تو سطیح نے کہا کہ حبشیوں کا اقتدار بھی ستر سال کے قریب رہے گا اس کے بعد ان حبشیوں میں کچھ کو قتل کیا جائے گا اور کچھ کو ملک بدر کر دیا جائے گا۔ بادشاہ نے ایک سوال اور کیا کہ یہ کس طرح ممکن ہو گا کہ برسر اقتدار حبشیوں کو قتل اور ملک بدر کیا جائے تو سطیح نے کہا کہ سرزمین عدن سے ایک شخص "سیف ذی یزن" اٹھے گا اور وہ حبشیوں سے اقتدار چھین کر انہیں قتل کرے گا اور بقیہ کو ملک بدر کر دے گا یہ سن کر بادشاہ نے معلوم کیا کہ "سیف ذی یزن" کی فتح کے بعد یہ ملک اس کے اور اس کی قوم کے پاس باقی رہے گا؟

بعثت نبوی کی پیشگوئی

تو سطیح نے کہا پیغمبر آخرالزماں جن کا نام نامی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا کی بعثت کے بعد یہ ملک سیف کے ہاتھوں سے نکل جائے گا اور قیام قیامت تک مسلمانوں کے پاس رہے گا یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ربیعہ بن نصر بادشاہ یمن بت پرست تھا اور قیامت پر اس کا عقیدہ نہ تھا اس نے جب یہ سنا کہ ملک یمن پر قیامت تک مسلمانوں کا اقتدار رہے گا تو اس کو تعجب ہوا کہنے لگا سطیح قیامت آئے گی؟ سطیح نے جواب دیا ہاں یقیناً" آئے گی اور قیامت کا دن وہ ہو گا کہ ابتدا سے انتہا تک کی مخلوق جمع ہو گی اور میدان محشر میں حساب و کتاب کے لئے لائی جائے گی اور اس موقع پر نیکو کار نجات حاصل کر کے جنت اور آرام و آسائش کے حق دار ہوں گے جب کہ بدکار دوزخ اور سزا کے مستحق قرار پائے جائیں گے

ان باتوں کو سن کر ربیعہ بن نصر کو تعجب ہوتا رہا اور جب ضبط نہ ہو سکا تو سطیح کو قسم دے کر پوچھا کہ یہ باتیں ٹھیک اور صحیح ہیں جو تو نے کہی ہیں کہ قیامت آئے گی اور حساب و کتاب کے بعد اس سے گزرنا ہو گا

"سطیح نے کہا" شام کی سرخی۔ اول شب کی سیاہی اور آخر شب کی سفیدی کی قسم کے ساتھ کہتا ہوں کہ قیامت آئے گی اور جنت و دوزخ کا عقیدہ درست اور حق ہے۔

شاہی دربار میں توشق کی طلبی:

سطیح نے جب بادشاہ ربیعہ کے خواب کو بیان کیا اس کی تعبیر بتائی اور بادشاہ کے سوالات کے جواب

دیئے تو ربیعہ بن نصر شاہ یمن نے قاصد بھیج کر شق کو بھی بلا لیا اور اس سے معلومات حاصل کیئں تو شق نے بھی وہی بتایا جو سطیح بتا چکا تھا نہ اس کے الفاظ میں کوئی کمی تھی نہ اضافہ۔ پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور روز قیامت کے علاوہ جنت و دوزخ کا بھی تذکرہ کیا جن کے بارے میں بادشاہ کو پہلے ہی معلومات ہو چکی تھیں۔ بادشاہ اور شق کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ درج ذیل ہے ربیعہ بن نصر۔ یہ جس پیغمبر کی بعثت کے بارے میں بیان کیا جا رہا وہ کس قوم سے ہوں گے۔؟

(۱) ان کا ملک اور ان کی قوم کب تک باقی رہے گی؟

(۲) اور جس قیامت کے بارے میں تم کہتے ہو کس دن ہو گی؟

بادشاہ یمن ربیعہ بن نصر کے سوالات کے جواب میں شق نے کہا

(۱) یہ پیغمبر (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) قوم قریش سے ہوں گے نضر بن کنانہ کی اولاد سے

(۲) اور یہ ملک ان کے بعد ان کے متبعین کے زیر نگیں قیامت تک رہے گا۔

(۳) اور قیامت کا دن وہ ہو گا جب کہ تمام بادشاہوں کو میدان محشر میں اعمال کی جواب دہی کے لئے لایا جائے گا اور موازنہ اعمال کے لئے میزان عدل نصب کی جائے گی تاکہ بادشاہوں کے اچھے اور برے کاموں کا وزن کیا جائے یہ اعمال ترازو کے پلوں میں رکھے جائیں گے اگر عدل اور اچھے اعمال کا پلہ برے اعمال اور ظلم و ستم کے پلے سے بھاری رہا اور نیکیاں برائیوں سے بڑھ گئیں تو نجات اور خلاصی ملے گی اور اچھے بدلے ملیں گے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اقتدار سے نوازا تھا اس طرح جنت میں بھی اقتدار نصیب ہو گا اور جنت کا اقتدار دنیاوی اقتدار سے لاکھوں درجہ برتر اور بہتر ہو گا۔ اور اگر برائیوں اور ظلم کا پلہ نیکیوں کے پلہ کے مقابلہ میں وزنی ہوا اور جھک گیا تو اس کو ملامت اور ذلت کی جگہ رکھا جائے گا اور سالہا سال مقام ابتلاء و آزمائش میں رکھا جائے گا اور اگر مظلوموں پر ظلم و ستم کا بدلہ لیا جائے گا۔

شق کی گفتگو سن کر بادشاہ اپنے اعمال پر شرمندہ ہوا اور روتے روتے بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو اپنے اعمال پر نادم ہوا اور بت پرستی چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ظلم و ستم اور برے کاموں کو یکسر ترک کر دیا اچھے کام اور عدل و انصاف کو اختیار کیا اور خاص و عام عوام کے ساتھ شفقت سے پیش آنے لگا۔ اور برائیوں کے تمام ٹھکانوں کو بند کرا دیا

ان مراحل سے گزرنے کے بعد ربیعہ یہ سوچنے لگا کہ اپنی اولاد اور اہل خاندان کو عراق اور فارس (ایران) کی جانب روانہ کر دے تاکہ سطیح و شق کی پیشگوئی کے مطابق وہ حبش والوں کی لشکر کشی سے

محفوظ رہیں۔ اور اس فتنہ سے دور ہو جائیں چنانچہ اس خیال پر عملدر آمد کرتے ہوئے اپنے خاندان والوں کے لئے سامان سفر تیار کیا اور عراق و ایران کے بادشاہ کسریٰ کے نام خط دے کر روانہ کرایا جب ربیعہ کے اہل خاندان کسریٰ کے دربار میں پہنچے تو اس نے ان کی پذیرائی کی خوش آمدید کہا اور بہت سی مراعات سے نوازا۔ اور دریائے فرات کے کنارے حیرہ نامی شہر میں ان کے قیام کا انتظام کیا اور ان کی گزر و بسر کے لئے وہ علاقہ انہیں دے دیا۔ کہا جاتا ہے کہ نعمان بن منذر جو بعد میں بادشاہ ہوا وہ ربیعہ بن نصر کی اولاد سے تھا (واللہ اعلم) ربیعہ بن نصر کے مرنے کے بعد یمن کا اقتدار "تبع" کی اولاد کے پاس پھر آگیا۔

تبع اور غلاف کعبہ:

سب سے پہلے جس شخص نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا وہ "تبع" تھا۔ کہا جاتا ہے کہ تبع نامی دو شخص گزرے ہیں ایک تبع اول اور ایک تبع ثانی۔ جس تبع کے بارے میں کہا جا رہا ہے وہ تبع ثانی تھا اس کا نام تبان بن اسعد تھا اس کی کنیت ابو کرب تھی یہ عقیدتاً" آتش پرست تھا۔ لیکن بعد میں آتش پرستی ترک کر کے مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا۔ قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے چند مقامات پر اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے اس کا سلسلہ نسب اس طرح ہے ابو کرب تبان بن اسعد بن کلی کرب بن زید اس کا بقیہ سلسلہ نسب سیرت کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ "زید" تبع اول تھا۔ اور تبع کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا لشکر بہت تھا اس لئے تبع کہلایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے "تابعین" کی کثرت کی وجہ سے تبع کہلایا جانے لگا۔

جب یہ کسی کو خط لکھتا تھا تو اس خط کا سرنامہ (ابتدائیہ) ان الفاظ میں ہوتا تھا۔" اس شخصیت کی طرف سے جس کے زیر اقتدار بحروبر اور مشرق و مغرب ہیں" کہا جاتا ہے کہ وہ ایک عظیم لشکر لے کر یمن سے مشرق کی جانب گیا اور ملک مشرق میں فتوحات کر کے اپنے اقتدار کا سکہ جمایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شہر سمرقند کو سب سے پہلے اسی نے بسایا تھا۔

تبع کا سفر مشرق:

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب تبع اپنے لشکر کے ساتھ مشرق کی جانب مصروف تھا تو راستہ میں اس کا گزر مدینہ منورہ پر ہوا تو اپنی اولاد میں سے ایک لڑکے کو مدینہ میں چھوڑ دیا خود مشرق کی جانب روانہ ہو گیا وہاں فتوحات کے بعد جب واپس ہوا تو مدینہ آکر رکا یہاں اس کی عدم موجودگی

میں مدینہ والوں نے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا جب اس کو بیٹے کے قتل کی اطلاع ملی تو اس نے مدینہ کو تاراج کرنے نخلستان کو ختم کرنے اور مدینہ کے لوگوں کے قتل کے بارے میں سوچ کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور جنگ شروع کر دی اس زمانہ میں امیر مدینہ عمرو بن طلحہ تھا۔ مدینہ کے لوگ دن میں تبع سے لڑائی کرتے تھے شام کو لڑائی رک جاتی تو رات کو مدینہ والے مہماں نوازی کے اظہار کے طور اپنے دشمن تبع کے لشکر والوں کے کھانے پینے کا سامان بھیجتے۔ ان کے اس طرز عمل سے کہ دن میں لڑائی لڑتے اور شام کو مہمان نوازی کرتے ہیں تبع کو سخت تعجب ہوتا اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہوتا کہ مدینہ والے بڑے مہمان نواز کریم النفس ہیں۔ اس انداز پر چند دن گزر گئے اور تبع یہ سوچنے لگا تھا کہ اس وقت تک محاصرہ ختم نہ کرے گا جب تک مدینہ کو تاراج نہ کر دے اور یہاں کے رہنے والوں کو ختم نہ کر دے۔

اس موقع پر یہود بنو قریظہ کے چند ذی علم افراد نے جو فہم و فراست فضل و علم میں یکتا تھے اور الہامی کتاب تورات کے بڑے عالم تھے اور مدینہ کے اطراف میں رہتے تھے تبع کے پاس گئے اور اس سے کہا اے بادشاہ ہم تجھے چند نصیحتیں کرنے آئے ہیں اگر تو ہماری نصیحتوں پر عمل کرے تو دین و دنیا کی فلاح پائے گا ورنہ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے کہ ہم نصیحت کی ذمہ داری کو پورا کر لیا اور اتمام حجت کر لیا تبع نے کہا "کہو تم کیا کہنے آئے ہو"۔

ان لوگوں نے کہا تم بڑے بادشاہ ہو لیکن مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ مدینہ والوں سے جنگ کرنا یہاں کے رہنے والوں پر عافیت تنگ کرنا اور اس شہر کو تاراج کرنا مناسب نہیں اگر تم کئی سال تک بھی اس شہر کا محاصرہ کئے رہو گے تب بھی تم اس شہر پر غلبہ حاصل نہ کر سکو گے۔

ان کی باتیں سن کر تبع کو غصہ آ گیا کہنے لگا کیا بحرو بر پر میرا اقتدار نہیں؟ کیا مشرق و مغرب میرے زیر نگیں نہیں ہیں؟ بادشاہ کی بات سن کر ان لوگوں نے کہا حقیقت وہی ہے جو تم نے بیان کی لیکن یہ آبادی دوسری آبادیوں کی طرح نہیں ہے اس آبادی پر کسی بیرونی شخص کا اقتدار نہیں رہا ہے تبع نے کہا یہ تم کس طرح کہتے ہو تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ شہر "نبی آخر الزماں" کا شہر ہے جن کا تعلق مکہ کے قبیلہ قریش سے ہو گا وہ ہجرت کر کے یہاں تشریف لائیں گے اور یہاں مقیم ہوں گے اس لئے تم یہاں کے علاقہ کو فتح نہ کر سکو گے اور یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے کہ' یہ مبارک شہر ہر قسم کی آفات اور بربادی سے محفوظ رہے گا'۔ اس کے علاوہ اس وفد کے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اور معجزات کا تذکرہ بھی کیا۔

وفد کے اراکین کی باتیں سن کر تبع نے اپنے ارادہ میں تبدیلی پیدا کی اور مدینہ کو تاراج کرنے اور یہاں کے لوگوں کے قتل سے باز آگیا اور ان کی نصیحت کو قبول کر کے آتش پرستی ترک کر دی اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اور مدینہ سے محاصرہ اٹھا کر عازم یمن ہوا۔ اور اپنے بیٹے کے خون سے درگزر کر کے مدینہ والوں کو خوش کر دیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے ایک کام اور بھی کیا کہ اس وفد کے اراکین کی خوشامد کر کے انہیں اپنے ساتھ یمن لے گیا۔

قبیلۂ ہذیل کی ایک سازش

تبع شاہ یمن کا لشکر جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو قوم ہذیل کے لوگوں نے بڑھ کر پیشوائی کی بادشاہ کے لئے تحفہ و تحائف لائے اور درخواست کی کہ ہم آپ کو ایسی جگہ کی نشاندھی کرنا چاہتے ہیں کہ جہاں زمین میں کئی دفینے موجود ہیں اور دوسرے بادشاہوں کو ابھی ان دفینوں کا علم نہیں ہوا ہے آپ حکم کریں تو یہ خزانے آپ کے لئے نکلوائے جائیں۔ تبع نے معلوم کیا کہ وہ خزانے کہاں مدفون ہیں تو اس کو بتایا گیا کہ اس مکان میں جس کی مکہ کے بسنے والے پرستش کرتے ہیں یعنی خانہ کعبہ!

قبیلہ ہذیل کے لوگوں کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح تبع کو ہلاک کیا جائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جس نے غلط طریقہ اختیار کرتے ہوئے خانہ کعبہ پر حملہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا۔ پہلے تو تبع نے قبیلہ ہذیل کے لوگوں کی باتیں سن کر یہ چاہا کہ مکہ پر لشکر کشی کر کے خزانہ پر قبضہ کیا جائے لیکن بعد میں ان لوگوں سے کہا کہ میں عملی اقدام کرنے سے پہلے میں یہ مناسب خیال کرتا ہوں کہ اپنے ان مشیروں سے جنہیں میں مدینہ سے لایا ہوں مشورہ کرلوں اور دیکھوں کہ وہ اس معاملہ میں کیا رائے دیتے ہیں۔ پھر قاصد کو روانہ کر کے ان مشیروں کو بھی وہیں بلا لیا جہاں وہ قبیلہ ہذیل کے لوگوں سے مصروف گفتگو تھا۔ اس کے بعد انہیں اس تمام گفتگو کے بارے میں بتایا جو قبیلہ ھذیل کے لوگوں سے ہو چکی تھی

بادشاہ کی باتیں سن کر ان عقلمند مشیروں نے کہا کہ اپنی ہلاکت کے در پے نہ ہو اور ھذیل کے لوگوں کے مشورہ پر توجہ نہ دو کیونکہ یہ تمہارے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں اور تمہیں ہلاک کرانا چاہتے ہیں بادشاہ نے دریافت کیا، کیا حقیقتاً ” ایسا ہی ہے؟ تو ان مشیروں نے کہا بے شک! اور یہ جس مکان کا ذکر کر رہے ہیں اور جس کو تاراج کرانا چاہتے ہیں وہ حضرت ابراھیم خلیل علیہ السلام کے خدا کا ہے اور کسی اور جگہ خطہ زمین کو اس نے اپنی ذات سے منسوب نہیں کیا ہے سوائے حرم کعبہ کے اور جو کوئی غلط انداز میں اس

کا ارادہ کرتا ہے تو رب تعالیٰ اس کا مواخذہ فرمائے گا اور اس کو ہلاک کر دے گا ان کی یہ باتیں سن کر تبع نے اپنا ارادہ بدل دیا اور لشکر کو یمن روانہ کر دیا اس کے بعد اس نے قبیلہ ہذیل کے لوگوں کو بلا کر اس سازش پر سزا دی اور ان میں سے بہت سوں کو قتل بھی کرایا۔ اور کچھ لوگوں کے ہاتھ پیر کٹوا دیئے ●

تبع حرم کعبہ کی زیارت کے لئے

اب تبع کو خانہ کعبہ کی زیارت کا شوق ہوا تو اس نے ان مدنی دانشمندوں کو بلا کر معلوم کیا کہ اگر کسی کو خانہ کعبہ کی زیارت کا شوق ہو تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے بتایا کہ حرم کی زیارت کا ارادہ کرنے والا جب حرم شریف کے قریب پہنچے تو اس کے احترام میں احرام باندھے انتہائی عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے مناسک ادا کرے مثلاً" بال منڈوائے اور قربانی کرے اور خانہ کعبہ کے احاطہ میں داخل ہو کر عقیدت کے ساتھ طواف کرے اور یہاں کے غریبوں کی مدد کرے ●

تبع نے جب یہ باتیں سنیں تو وہاں سے اٹھا اور تمام باتوں کو ذہن میں رکھا پہلے احرام باندھ کر خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا طواف کعبہ کے تمام مناسک کو ادا کیا اور اس سعادت کو حاصل کرنے کے بعد اس نے حکم دیا کہ اونٹ گائے بکریاں ذبح کی جائیں اور مکہ کے رہنے والوں کی دعوت کی جائے مکہ والوں کو کھانا کھلانے کے بعد مہمانوں کی خاطر تواضع شہد سے کی گئی جو حاضرین میں پیالوں میں پیش کیا گیا ●

خانہ کعبہ کی غلاف پوشی کی بشارت

دعوت سے فارغ ہو کر جب تبع رات کو سویا تو اس نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی اس سے یہ کہہ رہا ہے کہ کل خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جائے۔ چنانچہ صبح کو بیدار ہو کر بادشاہ نے حکم دیا کہ ٹاٹ کا غلاف تیار کر کے خانہ کعبہ پر چڑھایا جائے گا لہٰذا بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں اسی دن خانہ کعبہ پر ٹاٹ کا غلاف چڑھایا گیا۔ رات کو جب بادشاہ تبع سویا تو اس نے پھر خواب دیکھا کہ اس سے کہا جا رہا کہ ٹاٹ سے بہتر غلاف چڑھایا جا سکتا تھا چنانچہ دوسرے دن بیدار ہو کر تبع نے حکم دیا کہ عرب کے بنے ہوئے صاف کپڑے کا غلاف تیار کر کے خانہ کعبہ پر چڑھایا جائے چنانچہ اسی دن ریشمی غلاف چڑھا دیا گیا تیسری رات کو بادشاہ نے پھر خواب دیکھا کہ اس سے کہا جا رہا ہے کہ ریشم سے بھی بہتر کپڑے کا غلاف چڑھایا جا سکتا تھا تو بادشاہ نے صبح کو حکم دیا کہ ریشمی یمنی چادروں والے کپڑے کا غلاف تیار کیا جائے اور اس کو خانہ کعبہ پر چڑھایا جائے اب اس حکم کی تعمیل میں اس ریشمی کپڑے کا غلاف تیار ہوا جس سے یمنی چادریں تیار ہوتی تھیں اور اس کو خانہ کعبہ پر

چڑھایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے والوں میں تبع کو اولیت حاصل ہوئی۔ اور اس کے بعد سے یہ طریقہ رائج ہوا کہ بادشاہ اور خلفاء ہر سال خانہ کعبہ پر نیا غلاف چڑھاتے رہے اور اموی امیر حجاج بن یوسف کے دور سے خانہ کعبہ پر دیباج کا غلاف چڑھایا جانے لگا۔

"غلاف کعبہ" چڑھانے کے بعد تبع نے دوسرے امور سے فراغت کے بعد حکم دیا کہ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا جائے اور یہ حکمنامہ جاری کیا کہ ماہواری کے دوران خواتین خانہ کعبہ میں حاضری نہ دیا کریں اور آئندہ سے خانہ کعبہ کی دیواروں پر چڑھاوے کے جانوروں کا خون نہ لتھیڑا جائے اور اس قدیم رسم کو ترک کیا جائے اس کے علاوہ اس نے عمارت کعبہ میں دروازہ لگانے کا حکم بھی دیا اور دروازہ لگائے جانے کے بعد اس میں تالہ لگوا کر اس کی چابیاں متولیان کعبہ (جن کا تعلق قبیلہ حریم سے تھا) کو دے دیں اس سلسلہ میں تفصیلات آئندہ صفحات میں بیان ہوں گی۔

تبع کی واپسی پر اہل یمن کا رد عمل

ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد تبع نے یمن کا رخ کیا اور اپنے دارالخلافہ لوٹ آیا۔ جن دانشوروں کو وہ مدینہ سے لایا تھا انہیں اپنا مصاحب بنا لیا اور انہیں اپنے پاس سے جدا نہیں کرتا تھا جب وہ یمن کی شہر پناہ پر آیا تھا تو یمنیوں کو استقبال کی بجائے مزاحمت پر آمادہ پایا تبع کی قوم کے وہ لوگ جو مزاحمت کے لئے آئے تھے وہ تمام زر تشتی اور آتش پرست تھے جب شہر اور ان کی برادری والوں کو پتہ چلا کہ تبع شہر پناہ تک آ گیا ہے تو انہوں نے بڑھ کر راستہ روک لیا اور شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے اور اس کو شہر نہ آنے دیا۔ جب بادشاہ نے رعایا کی مزاحمت دیکھی تو بہت حیران ہوا اور شہر والوں کے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور کہلوایا کہ "میں تمہارا بادشاہ ہوں اور تم میرے مطیع و فرمانبردار ہو تم نے میرے لئے شہر کے دراوزے کیوں بند کر دیئے ہیں"؟ اس کے جواب میں ان شہریوں نے جواب دیا بات وہی ہے جو تم نے کہلوائی ہے لیکن یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے کہ ہمارے علم میں یہ آیا ہے کہ تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر نیا دین اختیار کر لیا ہے اور یہ پابندی اس لئے لگائی گئی ہے تبع نے کہا کہ جو دین میں نے اختیار کیا ہے وہ اس دین سے بہتر ہے جس کو تم اپنائے ہوئے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں راہ حق کی جانب متوجہ کروں۔ اور کفر و گمراہی سے نکالوں اگر تم میری دعوت حق کو قبول کر کے آتش پرستی ترک کر دو تو میں حکمراں کی حیثیت سے تمہاری حفاظت کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں تمہارے ساتھ پہلے کی طرح مہربانی سے پیش آؤں

گا اور سابقہ رعائتیں تمہارے ساتھ برقرار رہیں گی اگر تم نے میری بات نہ مانی اور مخالفت پر آمادہ رہے تو تم میری قوم سے نہ رہو گے میں تمہارا مخالف بن کر تم سب کو ہلاک کر دوں گا"

یمن کا آتش کدہ

کہا جاتا ہے کہ یمن میں ایک آتش کدہ ایسا تھا جس کی آگ کبھی نہ بجھتی اور یمن کے باشندوں نے اس آگ کو اپنا حاکم تصور کر رکھا تھا۔ جب ان پر کوئی مشکل وقت آتا آپس میں اختلاف واقع ہو جاتا تو فریقین آگ کے پاس جاتے اور اپنا مدعا بیاں کرتے اس وقت آتش کدہ سے ایک شعلہ بلند ہوتا جس سے ظالم جل جاتا اور مظلوم محفوظ رہتا تھا چنانچہ اس موقع پر بھی انہوں نے بادشاہ کو پیغام بھجوایا کہ ہم اس معاملہ کو بھی آتش کدہ میں پیش کریں گے اور اس سے فیصلہ کرائیں گے کہ ہم حق پر ہیں یا تو حق پر ہے۔ اور اس کام کے لئے انہوں نے ایک جماعت کو مقرر کیا تاکہ وہ آتش کدہ میں جا کر اس معاملہ کو طے کرائیں۔ انہوں نے تبع سے کہلوایا کہ ایسی ہی ایک جماعت تم بھی مقرر کر کے بھیج دو تاکہ وہ تمہارے موقف کی وکالت کرے۔ تبع نے جواب دیا مناسب ہے!

- یمن والوں کی جماعت جو آتش پرست تھی لیکن اس کے باوجود وہ بتوں کو آراستہ و پیراستہ کر کے سینہ سے لگائے آتش کدہ میں آئے جب کہ تبع نے اپنے انہیں مشیروں کو جنہیں وہ مدینہ سے لایا تھا اس کام کے لئے منتخب کیا یہ لوگ توریت کو سینے سے لگائے آتش کدہ کی طرف آئے۔ پہلے یمن والے اپنے بتوں کو لئے آگ کے پاس آئے اور نہایت الحاح و زاری کے ساتھ آگ کے سامنے گویا ہوئے اے ہماری معبود آگ تو ہی عبادت کے لائق ہے تبع ہمارا بادشاہ تھا وہ پہلے تیری پرستش کرتا تھا اب اس نے کوئی دوسرا دین اختیار کیا ہے اس نے تجھے پوجنا چھوڑ دیا ہے وہ زبردستی کر کے ظلم سے ہم سے باپ دادا کا دین چھڑوانا چاہتا ہے اے ہماری معبود آگ! اب اس معاملہ کو ہم تیرے پاس لائے ہیں اور تجھ پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں اس کے ظلم سے محفوظ رکھ اور اگر وہ حق پر ہے تو ہم جا کر اس کے دین کو اختیار کر لیں جب وہ لوگ یہ باتیں کہہ چکے تو آتش کدہ سے ایک شعلہ نکلا اور اس نے تمام بتوں کو جو ان کے سینے سے لگائے ہوئے تھے جلا ڈالا۔ یمن کے باشندے جو اس موقع پر وہاں حقیقت معلوم کرنے آئے تھے یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے

اس کے بعد تبع کے فرستادہ دانشور مشیر تورات کے نسخوں کو سینے سے لگائے اور اس کی تلاوت کرتے

آگے بڑھے جوں جوں کہ یہ لوگ آگے بڑھتے آگ کی تیزی کم ہوتی جاتی اور آتش کدہ کے کنارے سے دور ہوتی جاتی اور ایک مرحلہ ایسا آیا کہ آگ کناروں سے دور ہو کر سرد ہو گئی جب یمن کے لوگوں نے یہ حال دیکھا تو انہیں یقین آگیا کہ تبع حق پر ہے اور انہیں اس کا اتباع کرنا چاہئے لہٰذا وہ سب تبع کے پاس آئے اظہار اتباع کرتے ہوئے اس کے دین پر ایمان لے آئے اپنے عقائد باطل کو ترک کر کے یہودیت کو اپنا لیا اور یہودی دین کی حقانیت اس دن ظاہر ہوئی کہ اب یمن والوں نے اللہ کی وحدانیت اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا اقرار کیایمن میں مقیم لوگوں کا تعلق قوم حمیر سے تھا اور تبع کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ایمان لے آئے تھے اور دین حق کے تبع ہو گئے تھے

یمن کا فتنہ پرور مکان:

ماضی میں اس قبیلہ کے لوگوں کا ایک مکان تھا جس کا نام " وشام " تھا۔ یہ لوگ اس مکان کو نہایت ہی مقدس سمجھتے تھے اور اس کا ایسا ہی احترام کرتے تھے جس طرح کہ خانۂ کعبہ کا احترام کیا جاتا ہے۔ اس مکان کی یہ پوجا کرتے اور اس کو نہایت متبرک خیال کرتے تھے اس مکان میں آکر وہ دیواروں کے سامنے اپنی حاجتیں بیان کرتے اور انہیں دیواروں سے جواب بھی ملتا تھا لیکن جواب دینے والا نظر نہ آتا تھا اسی وجہ سے "قوم حمیر" کے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو کر اس کو محترم و مکرم خیال کرتے تھے۔ لیکن ایمان لانے کے بعد بھی اس مکان کا تقدس ان کے ذہنوں سے نہیں نکلا تھا۔ وہ اب بھی اس مکان میں جا کر دیواروں سے باتیں کرتے اور جواب سنتے تھے

جب تبع کے مدنی مشیروں نے ان کی ضعیف الاعتقادی دیکھی تو بادشاہ سے کہا تمہاری قوم اگرچہ ایمان لے آئی ہے لیکن اب تک اس فتنہ میں مبتلا ہے اور وہ آواز جو وہ سنتے ہیں ایک دیو کی ہے جو فریب دے کر ان سے باتیں کرتا ہے اور اس کا منشاء یہ ہے کہ یہ لوگ فتنہ میں مبتلا رہ کر دین حق سے برگشتہ ہو جائیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس مکان میں جا کر اس دیو کو نکال لیں اور اس طلسم کو پاش پاش کر کے اس دیو کو قتل کر دیں تاکہ یہ فتنہ دب جائے اور تمہاری قوم راہ راست پر گامزن رہے تبع نے کہا یہ بات عین قرین مصلحت ہے چنانچہ ان مشیروں نے اس مکان میں جا کر ایک کالے کتے کی شکل میں دیو کو نکال کر اس کو لوگوں کے سامنے قتل کیا اور اس مکان کو مسمار کر دیا اور "قوم حمیر" کو بد اعتقادی سے محفوظ کر کے جادہ حق دکھلایا کہا جاتا ہے کہ اس مکان کے آثار یمن میں اب تک (یعنی تصنیف کتاب تک) باقی تھے۔ تبع

کے بعد ملک یمن کا اقتدار اس کے بیٹے حسان بن تبع کے حصے میں آیا۔

حسان بن تبان (تبع) بن اسعد اور اصحاب الاخدود

تبع کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد جب مسند اقتدار اس کے بیٹے حسان کے حصہ میں آئی تو اس نے بھی باپ کے طریقہ پر یہ سوچا کہ آس پاس کے علاقوں پر قبضہ کرکے سلطنت کو وسیع کیا جائے لہٰذا اس نے ایک لشکر ترتیب دے کر بحرین کا محاصرہ کیا یہ محاصرہ طویل ہوا اور فتح حاصل نہ ہو سکی لشکر اکتا گیا حسان سوچنے لگا کہ کسی طرح محاصرہ اٹھایا جائے اور یمن واپسی ہو لیکن کسی میں جرات نہ تھی کہ وہ جا کر بادشاہ کو محاصرہ اٹھانے کا مشورہ دیں چنانچہ امراء لشکر نے آپس میں سازش کر کے بادشاہ کے بھائی عمرو بن (تبع) تبان بن اسعد کو ورغلایا۔ اقتدار کا لالچ دے کر اس کی بیعت کر لی تاکہ وہ اپنے بھائی حسان کو قتل کر کے بادشاہت کا اعلان کر دے ان باغی امراء کے مشورے کے مطابق عمرو بن تبان نے اپنے بھائی کو قتل کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا بحرین سے محاصرہ اٹھا کر یمن واپس آ گیا اور حکومت پر قابض ہو گیا۔

تھوڑے عرصے کے بعد عمرو بن تبان بیمار ہوا اور اس کی نیند ختم ہو گئی نہ رات کو سو سکتا تھا نہ دن میں نیند آتی تھی جب سارے علاج بے فائدہ رہے اور سخت کمزور ہو گیا تو اس نے منجموں اور جادوگروں کی مدد حاصل کرنی چاہی لیکن ان کے ٹونے ٹوٹکے بھی بیکار گئے تو ایک دن بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اس نے یہ چاہا کہ ان سب نجومیوں اور جادوگروں کو قتل کر ڈالے لہٰذا ان سب کو اپنے پاس بلا کر کہا تم لوگ کس کام کے ہو میں سخت اذیت کا شکار ہوں اور تم میری کوئی مدد نہیں کر سکے تو ان لوگوں نے کہا ہم تو اپنی جیسی تمام ترکیبیں کر چکے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا سبب کیا ہے ان لوگوں میں ایک بزرگ و معمر شخص نے اٹھ کر بادشاہ سے کہا میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کو بلا کسی وجہ کے قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں سے نیند چھین لیتا ہے اور بے خوابی اس پر مسلط فرما دیتا ہے اور اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے کوئی عذر قبول نہیں کرتا بادشاہ نے اس کی بات سن کر سوچا یہ بات تو ٹھیک کہہ رہا ہے اس کی گفتگو کے بعد اس نے ان تمام سرداروں کو جو اس سازش میں شریک تھے اور جن کے ورغلانے پر اس نے بھائی کو قتل کیا تھا بلایا اور ان سب کو سزا کے طور پر قتل کرا دیا

ذورعین کا واقعہ

اس سازشی ٹولہ میں ایک شخص "ذورعین" بھی شامل تھا جب اس کی سزا کا نمبر آیا تو اس نے بادشاہ سے

کہا میں "ذورعین" ہوں میرے اور آپ کے درمیان ایک حجت (واقعہ) ہے اگر میرے قتل میں توقف کریں تو میں وہ واقعہ بیان کروں۔ بادشاہ نے اس کی بات سن کر کہا بتاؤ وہ کیا واقعہ ہے "ذورعین" نے کہا کہ واقعہ ایک کاغذ کے پرزے میں پوشیدہ ہے جو میں نے آپ کو بحرین میں دیا تھا اور اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب دوسرے امراء نے غداری کر کے عمر بن تبان سے رابطہ کر کے اس کو بادشاہ بنوایا اور اس کے بھائی کو قتل کرایا تھا تو اس موقعہ پر "ذورعین" چھپ کر عمرو کے پاس گیا تھا اور اس سے کہا کہ جناب یہ بات مناسب نہیں کہ بھائی کو بھائی سے قتل کرا دیا جائے اور یہ کہ آپ اپنے بھائی کو قتل کریں آپ کی قوم حمیر کے لوگ جو آپ سے رابطہ کئے ہوئے ہیں وہ آپ سے مخلص نہیں ہیں اور وہ اپنے مفاد میں آپ کو ورغلا رہے ہیں تاکہ کسی طرح یمن واپس چلے جائیں اور اپنے گھروں میں عیش و آرام کی زندگی گزاریں اور ان کے سروں سے جنگ کا خطرہ ٹل جائے آپ کسی قیمت پر ان کا مشورہ نہ مانیں ورنہ آپ نقصان اٹھائیں گے اور ندامت سے ہمکنار ہوں گے اور اس قسم کی بہت سی نصیحتیں کی تھیں لیکن عمر کے دماغ میں تو بادشاہی کا سودا سمایا ہوا تھا کسی نصیحت کا اس پر اثر نہ ہوا اور وہ اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ ہو گیا اور "ذورعین" کے مشورہ پر کوئی توجہ نہ کی تو اس نے ایک پرچہ پر دو شعر لکھ کر عمرو کو دیئے تھے اور کہا تھا کہ اے عمرو اس بات کو تو میری جانب سے گرہ باندھ لے تاکہ میرے لئے ضرورت کے وقت مفید ہو چنانچہ عمرو نے وہ پرچہ لے کر قباء کی جیب میں رکھ لیا تھا اور وہ شعر جو سادہ کاغذ کے ٹکڑے پر لکھے ہوئے تھے یہ ہیں

الا من یشتری سھرا بنوم　　سعید من یبیت قریر عین

فاما حمیر غدرت و خانت　　فمعذرتہ الا لہ الذی زعین

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے جو شخص میٹھی نیند کے بدلے بد خوابی کو خریدتا ہے یعنی ایسا کام کرتا ہے جس کے سبب سکوں کی نیند لینا بھی ممکن نہیں رہتا تو وہ عقلمندوں اور سعادت مندوں میں سے نہیں ہوتا۔ البتہ عاقل اور سعادت مند وہ ہوتا ہے جو ایسا کام کرتا ہے جس کے سبب آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔

قبیلہ حمیر نے اس سلسلہ میں عمرو کے ساتھ غداری کی ہے اور اس کو یہ سکھایا کہ تو اپنے بھائی کو قتل کر کے اقتدار پر قابض ہو جا لیکن میں "ذورعین" اس طریق کار سے خوش نہیں تھا ان کی ہمنوائی سے معذور تھا "ذورعین" نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ میں اس انداز فکر اور اس باغیانہ روش سے مطمئن نہیں

ہوں اس لئے میں نے نہایت شفقت کے ساتھ حق نصیحت ادا کیا ہے تاکہ مستقبل میں جب بادشاہ کو کوئی مصیبت پیش آئے یا ندامت کا احساس ہو تو یہ بھی یاد آ جائے کہ میں نے اس موقع پر درست مشورہ دیا تھا جب بادشاہ عمرو نے اس سازشی ٹولہ کو کیفر کردار کو پہنچایا تھا اس وقت "ذورعین" نے بادشاہ سے تھوڑی مہلت طلب کی تھی اور مذکورہ بالا واقعہ سنا کر اس سے کہا تھا کہ وہ پرچہ تو تمہارے پاس محفوظ ہو گا جو تم نے قبا میں رکھا تھا چنانچہ بادشاہ نے قبا کی جیبیں دیکھیں تو وہ کاغذ کا ٹکڑا جس پر یہ اشعار لکھے تھے مل گیا اب جب بادشاہ نے اس کو پڑھا تو حقیقت منکشف ہوئی اور کھل کر بات سامنے آئی کہ "ذورعین" نے جو کچھ اس وقت لکھا تھا وہ درست تھا اور اس نے اپنے فریضہ منصبی کو ادا کیا تھا۔ چنانچہ "ذورعین" کو معافی مل گئی اور اس کے اعزاز میں اضافہ بھی ہوا اس کو بادشاہ کے مشیر بننے کا اعزاز ملا اب بادشاہ کوئی کام اس کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتا تھا۔ اور "ذورعین" کے مرنے کے بعد نظام مملکت میں ایسی افراتفری پھیلی کہ قبیلہ حمیر کے لوگ آپس ہی میں برسرپیکار نظر آنے لگے اور اس انتشار کے نتیجہ میں اقتدار ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔

لخنیعہ کا عبرت ناک انجام

اس تباہی و بربادی کے بعد جو شخص مسند اقتدار پر قابض ہوا اس کا نام لخنیعہ تھا گو اس کا تعلق شاہان یمن کے خاندان سے نہ تھا لیکن معاشرہ میں اس کو ایک مقام حاصل تھا لہٰذا اس نے اقتدار پر قبضہ کر کے حمیر کے کچھ لوگوں کو قتل کرایا کچھ کو اور طریقوں سے خراب کیا اور اپنے اقتدار کو مستحکم کر لیا یہ بادشاہ لخنیعہ انتہائی بدکردار ملعون ہم جنس پرست تھا اور اس کی خباثت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ وہ خصوصیت کے ساتھ اپنی بد اعمالیوں تختہ کا مشق اعلیٰ خاندان کے لڑکوں اور شریف زادوں کو بناتا عوام و خواص اس کی بد اعمالیوں سے تنگ آ چکے تھے لیکن ان کا کوئی بس نہ چلتا عالم اسباب میں بندے جب مایوس ہو جاتے ہیں تو مسبب الاسباب سے لو لگاتے ہیں چنانچہ یمن کے لوگ بھی بارگاہ الٰہی میں اس کی تباہی و بربادی اور اس کے ظلم سے محفوظ رہنے کی دعائیں کرتے تھے

لخنیعہ کا قتل

اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا کو رد نہیں فرماتا جب لخنیعہ کی بد اعمالیاں حد کو پہنچیں تو قدرت کاملہ نے اس کی برائیوں کے سدباب کا یہ اہتمام فرمایا۔ تبع کی اولاد میں حسان بن تبان (تبع) کا ایک کم عمر بھائی جس کا نام

"زرعہ ذونواس" تھا باقی بچا تھا اور یہ لخنیعہ کی دستبرد سے محفوظ رہا تھا کیونکہ اس کو اب تک اس بچے کی بابت معلوم ہی نہ تھا اس طرح پوشیدہ طور پر یہ بچہ پرورش پاتا رہا اور بڑا ہو گیا اور شاہ زادہ ہونے کے سبب انتہائی خوبصورت اور گبرو نوجوان نظر آتا تھا۔ اتفاق سے لخنیعہ کو اس کی موجودگی کی اطلاع مل گئی تو اس نے اس نوجوان کو خراب کرنے کے لئے اپنے پاس بلوایا جس طرح کہ دوسروں کے ساتھ کرتا رہا تھا۔ زرعہ ذونواس کو لخنیعہ کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو چکا تھا اور اس کو یہ بھی اندازہ تھا کہ اس کی طلبی کی وجہ کیا ہے لہٰذا زرعہ نے تلوار لباس میں چھپائی اور لخنیعہ کے پاس پہنچ گیا۔

زرعہ بہت حسین و جمیل تھا اس کو حسن و جمال کے سبب اسے یوسف کے نام سے پکارا جاتا تھا جب لخنیعہ کے پاس پہنچا تو اس نے تخلیہ کرایا اور اس پر دست درازی کرنی چاہی اس وقت (نوجوان) زرعہ ذونواس نے تلوار نکال کر بادشاہ کی گردن تن سے جدا کر دی۔ اور تخلیہ سے باہر آ کر اپنے کارنامے سے لوگوں کو آگاہ کیا تو ان میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اب امراء درو ساء نے باہمی مشورہ سے تبع کے خاندان کے شہزادے زرعہ ذونواس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اور اس نے مدتوں اہل یمن پر حکومت کی اور یمن کے حکمرانوں میں خاندان تبع کا یہ آخری دور تھا

واقعہ اصحاب الاخدود

عبداللہ بن ثامر کا واقعہ

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں عرب میں سب سے ملکی سطح پر عیسائیت کا فروغ نجران میں ہوا نجران عرب میں مردم خیز خطہ رہا ہے یہاں کے بسنے والے ہنر مند تھے ان میں اکثریت عیسائیوں کی تھی البتہ مشرک اور بت پرست بھی اس شہر میں مقیم تھے یہاں کا رئیس عبداللہ بن ثامر بھی عیسائیت کا پیرو کار تھا۔ اس شہر میں عیسائیت کے فروغ کے سلسلہ میں دو باتیں کہی جاتی ہیں

ایک روایت یہ ہے کہ ایک شخص فیمیون نامی اپنے وقت کے اکابر صلحا میں سے تھے انہیں فیمیون عابد کہا جاتا تھا یہ علم و فضل ذہانت و تقویٰ میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے مستجاب الدعوات بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ اکثر و بیشتر سیاحت میں رہتے ان کا ایک منفرد انداز یہ تھا کہ کسی جگہ دو ایک دن سے زیادہ قیام نہ کرتے تھے اور جس جگہ پہچان لئے جاتے تو فوراً" وہاں سے روانہ ہو جاتے تھے لوگوں سے ملنے جلنے سے

احتراز کرتے معماری کا کام جانتے تھے اور یہی ذریعہ معاش تھا۔ عیسائیوں کی طرح اتوار کے دن کو مقدس سمجھتے اس دن کوئی کام نہ کرتے اور صبح سے شام تک مصروف عبادت رہتے تھے

فیمیون کی صالح سے ملاقات

فیمیوں شام کے علاقہ میں ایک گاؤں پہنچے وہاں انہیں ایک شخص صالح دیکھا اور ان کے حالات سے واقفیت حاصل کی تو پتہ چلا کہ یہ شخص زمرہ اولیاء سے ہیں۔ اب صالح کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح سے فیمیوں سے رابطہ استوار کیا جائے اور ان کے فیض صحبت سے استفادہ کیا جائے اور ان کی خدمت گزاری کا شرف حاصل کیا جائے اتفاق کی بات یہ کہ اس گاؤں میں جہاں صالح رہتے تھے فیمیوں کا قیام چند دن زیادہ ہو گیا اب صالح کو یہ فکر ہوئی کہ کسی طرح سے ان کے معمولات سے آگاہی حاصل کرے اور ان کی خدمت میں حاضری دے لیکن ان کا رعب و دبدبہ اجازت نہ دیتا تھا اور یہ ہر اتوار کو جنگل چلے جاتے اور وہاں مصروف عبادت رہتے صالح ان کا تعاقب کرتے اور جنگل میں جہاں یہ مصروف عبادت ہوتے چھپ کر دیکھتے رہتے لیکن قریب جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی دور سے بیٹھے انہیں نماز ادا کرتے دیکھتے رہتے تھے ایک اتوار کو جب صالح فیمیوں کا تعاقب کرتے ہوئے صحراء میں آئے تو ایک آڑ لے کر چھپ گئے اور فیمیوں نماز میں مشغول ہو گئے اس حالت میں صالح نے دیکھا کہ ایک اژدھا آیا اور وہ فیمیوں پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو اضطراری طور پر ان کی زبان سے نکلا۔ فیمیوں بچو اژدھا حملہ آور ہونے والا ہے۔ لیکن فیمیوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور نماز میں مشغول رہے جب اژدھا قریب آیا تو اس نے جاء نماز کے گرد حلقہ بنا لیا۔ اور سو گیا اور ایسا سویا کہ ابدی نیند سو گیا جب فیمیوں نماز سے فارغ ہوئے تو صالح کو دیکھا تو اس سے معلوم کیا بندہ خدا تمہیں مجھے پکارنے اور متوجہ کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ صالح نے کہا اے اللہ تعالے کے دوست اور اس کے مقدس بندے! میں نے جب یہ دیکھا کہ اژدھا تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے آ رہا ہے تو مجھے خوف آیا اور میں نے جرات کر کے آپ کو متوجہ کیا۔

صالح کی یہ بات سن کر فیمیوں نے جواب دیا خدا کے بندے کیا تجھے یہ معلوم نہیں "کہ جو خدا سے ڈرتا ہے ساری خدائی (یعنی مخلوق خدا) اس سے ڈرتی ہے۔ اس گفتگو کے بعد جب صالح کی تھوڑی جھجک کم پائی تو وہ آگے بڑھتے ہوئے مصلے کے قریب آئے تو دیکھا کہ اژدھا مصلے کے گرد حلقہ بنائے ہوئے مردہ پڑا ہے یہ منظر دیکھتے ہی صالح کو گردن اٹھانے اور آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنے کی جرات نہ ہو سکی فوراً" جھکے

اور نیمیوں کی قدم بوسی کی اور عرض گزار ہوئے مجھے اپنے فیض صحبت سے استفادہ کا موقع دیں!
نیمیوں نے جواب دیا اللہ کے بندے کیا تم میرے ساتھ گزارا کر سکو گے؟ میں تو جگہ جگہ گھومتا رہتا ہوں ایک جگہ قیام نہیں کرتا تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ صلح نے کہا میں تو آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا اگر مجھے پتھر مار کر بھی بھگانا چاہیں گے تو میں پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ جب نیمیوں نے یہ استقامت دیکھی تو صلح کو ساتھ رہنے کی اجازت دے دی لیکن یہ تاکید بھی کر دی کہ وہ ان کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتائے گا چنانچہ صلح نے اس کا وعدہ کر لیا۔ نیمیوں نے اس آبادی میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ دوران قیام یہ جس مصیبت زدہ پریشاں حال یا بیمار معذور کو دیکھتے تو اس کے حق میں دعا کرتے اللہ تعالےٰ اس کی مصیبت کو دور فرما دیتا۔ چونکہ نیمیوں کا پیشہ معماری کا تھا یہ مکانوں میں کام کرنے جاتے وہاں جن لوگوں کو مصروف اذیت پاتے تو ان کا دل بھر آتا اور ان کے حق میں دعائے خیر کیا کرتے اللہ تعالیٰ عقدہ کشائی فرماتا تھا۔

نیمیوں کی کرامت

لوگوں نے نیمیوں کی یہ زندہ کرامت دیکھی تھی اور ان کی صلاحیتوں کو پہچانا تھا اتفاق کی بات یہ کہ اس آبادی کے سردار کا لڑکا نابینا اور مفلوج تھا اس کو جب ان کی کرامت کا پتہ چلا تو اس نے چاہا کہ اس کو نیمیوں کے پاس پہنچائے اور اس سے اس کے حق میں دعا کرائے لوگوں نے کہا براہ راست ملاقات مناسب نہیں بہتر یہ ہے کہ انہیں کسی حیلہ سے گھر بلایا جائے اور اس موضوع پر مناسب انداز میں بات کی جائے ورنہ ممکن ہے کہ وہ اندازہ کر لیں کہ لوگ مجھے پہچان گئے ہیں اور یہاں سے چلے جائیں ●
رئیس نے لوگوں سے کہا کہ مجھے انہیں اپنے گھر بلانے کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے لوگوں نے کہا معماری کے ذریعہ چنانچہ وہ رئیس نیمیوں کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ مجھے اپنے گھر میں کچھ تعمیری کام کرانا ہے اگر آپ تیار ہوں تو تکلیف کر کے اس کو دیکھ لیں۔ چنانچہ سردار نیمیوں کو لے کر گھر آیا لیکن پہلے سے یہ انتظام کر کے گیا کہ جو جگہ تعمیر کے لئے دکھائی ہے۔ وہاں اس معذور بچے کو پہلے سے لا کر لٹا دیا جائے اور اس پر چادر ڈال دی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب سردار نیمیوں کو گھر کے اس حصہ میں لایا جو انہیں دکھانا مقصود تھا تو سردار نے آ کر بچے کے اوپر سے چادر اتار دی جب نیمیوں نے بچے کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اس کا کیا حال ہے سردار نے کہا یہ معذور اور نابینا ہے ہر وقت بستر پر پڑا رہتا ہے نیمیوں کو اس بچے پر ترس آیا دست دعا اٹھا لیا بارگاہ الہیٰ میں دعا کی اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا بچہ ٹھیک ہو گیا۔

فیمیون کو جب یہ احساس ہوا کہ اس گاؤں کے لوگوں کو میرے مستجاب الدعوات ہونے کا پتہ ہوگیا ہے تو وہاں سے روانہ ہو گئے صالح بھی ساتھ تھے اب انہوں نے جنگل کا رخ کیا ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ بہت بڑا درخت نظر آیا جب اس درخت کے قریب ہوئے تو ایک آواز آئی " اے فیمیون آگے نہ جاؤ میرے پاس رکو تھوڑی دیر ٹھہرو اور مجھے دفن کر کے یہاں سے رخصت ہونا"

صالح نے فیمیون سے کہا یہ کون ہیں؟ اور یہ کونسی جگہ ہے؟ اور ان صاحب کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ ہی فیمیون ہیں ؟ تو فیمیون نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں میں سے ہیں اس کے دوست اور ولی ہیں ان کا وقت آخر ہے اور انہیں موت آنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں ان کی تدفین کے لیے بھیجا ہے جب یہ دونوں درخت کے قریب آئے تو دیکھا کہ وہ اللہ کے محبوب سر بسجود ہیں اور جان آفرین کے سپرد کر دی ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے محبوب بندوں کے زمرے میں شامل کرلے) البتہ ان دونوں حضرات فیمیون اور صالح نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں سپرد خاک کیا وہاں سے فارغ ہونے کے بعد یہ دونوں وہاں سے روانہ ہوئے اور عرب کے علاقہ میں آ گئے یہاں قبیلہ "طعاجہ" کے بردہ فروشوں کے چنگل میں پھنس گئے بہت دن ان کے ساتھ رہے پھر انہوں نے لاکر نجران میں فروخت کر دیا

نجران میں ایک کھجور کا درخت

اس دور میں نجران کی آبادی بت پرستی کا شکار تھی اس علاقہ میں خرما کا ایک درخت نہایت بلند پھیلاؤ والا اور انتہائی مضبوط تھا نجران کے رہنے والے اس درخت کی پرستش کرتے تھے اور ان کا معمول یہ تھا کہ ہر ہفتہ آبادی کے مرد و زن قیمتی کپڑے لے کر گھروں سے نکل کر اس کے درخت کے قریب جاتے اور وہ کپڑے اس درخت پر لپیٹتے اس کے علاوہ زر و جواہر بھی نثار کرتے تھے ایک شب و روز وہاں مصروف عبادت رہتے اور واپس ہوتے تھے۔

اس شہر کے ایک مشہور و معروف آدمی نے فیمیون عابد شخص کو بردہ فروشوں سے خریدا تھا۔ غلامی کی زندگی میں فیمیون دن میں اپنے آقا کی خدمت کرتے اور رات کو صبح تک ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں مصروف عبادت رہتے کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ فیمیون کی پوری رات عبادت میں گزرتی ہے۔

حسن اتفاق کہ فیمیون کے آقا نے دیکھا کہ وہ تنگ و تاریک حجرہ بغیر کسی چراغ یا آگ جلائے روشن اور منور ہے اس کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور جب اس نے فیمیون کو اس حجرہ میں مصروف عبادت دیکھا تو اس کی

حیرت کا ٹھکانہ نہ رہا اس نے آکر فیمیوں سے دریافت کیا اے مرد خدا! یہ کیسی روشنی ہے؟ اور یہ کونسا دین ہے جس کو تم نے اپنایا ہے؟ فیمیوں نے جواب دیا یہ حقانیت کا نور ہے اور میں جس دین کا اتباع کرتا ہوں وہ دین ہے جس کی تعلیم پیغمبر خدا حضرت عیسیٰ علیہ اسلام نے دی تھی۔

لوگو یہ بات سمجھ لو کہ جس عقیدہ کو اہل نجران اپنائے ہوئے ہیں وہ باطل ہے اور جس درخت کی نجران والے پرستش کرتے ہیں وہ بھی غلط ہے کیونکہ اس درخت میں نہ تو فائدہ پہنچانے کی اہلیت ہے نہ نقصان پہچانے کی صلاحیت۔ اس شخص کو یہ باتیں عجیب معلوم ہوئیں ہنسنے لگا ایسا کیونکر ممکن ہے کہ ہم گمراہ ہیں اور ہمارا دین باطل ہے فیمیوں نے کہا اگر تم چاہو تو میں یہ بات ثابت کر سکتا ہوں کہ تمہارا دین باطل ہے۔

اس سردار نے کہا تم کیا کرو گے فیمیوں نے کہا میں کل اس درخت کے پاس جا کر دعا کروں گا اور میرے ہاتھ لگائے بغیر وہ درخت جڑ سے اکھڑ جائے گا اس نے کہا اگر تم ایسا کر دکھاؤ گے تو ہم یقین کر لیں گے کہ ہمارا دین باطل ہے اور تمہارا دین حق ہے اس حقیقت کے اظہار پر نجران کے لوگ تمہارے دین کا اتباع کر لیں اور تمہارے دین پر ایمان لے آئیں گے

اتفاق کی بات کہ دوسرا دن وہ تھا جس دن نجران کے لوگ جمع ہو کر اس درخت کی پرستش کرتے تھے چنانچہ معمول کے مطابق شہر کے رہنے والے درخت کے گرد جمع ہوئے درخت کے گرد عمدہ غلاف چڑھاتے سنہری اور روپیلی زیوروں سے آراستہ کیا۔ فیمیوں بھی اپنے آقا کے ساتھ وہاں پہنچے تو فیمیوں کے آقا نے حاضرین کو تمام باتوں سے آگاہ کیا اور بتایا کہ فیمیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ جس درخت کو ہم نے اپنا معبود تصور کیا ہوا ہے اس کو وہ بغیر ہاتھ لگائے یا کسی لکڑی سے چھو کر صرف دعا کر کے گرا دے گا۔ یہ بات سن کر سب کے سب تعجب رہ گئے اور کہنے لگے ایسا ہونا ناممکن ہے۔ فیمیوں نے وہاں پہنچ کر دو رکعت نماز ادا کی اور دست دعا اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض مدعا کیا جب یہ دعا سے فارغ ہوئے تو سب نے دیکھا کہ درخت جڑ سے اکھڑ گیا ہے فیمیوں کے آقا اور نجران کے لوگوں نے بت پرستی سے توبہ کی اور دین عیسوی اختیار کر لیا۔ اور ان کی تعلیمات کو اپنانے کا وعدہ کر کے اطاعت کا عہد کیا

نجران میں عیسائیت کے فروغ کی ایک اور روایت

نجران میں عیسائیت کے فروغ کی دوسری روایت محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کی ہے کہ نجران کے مضافات کے گاؤں میں ایک جادوگر رہتا ہے نجران کے لوگ اس کے پاس اپنے بچوں کو جادو

سیکھنے کے لئے بھیجا کرتے تھے شہر نجران کا ایک معروف اور نامی گرامی شخص جس کا نام ثامر تھا اس کا بیٹا عبداللہ بھی نجران کے دوسرے لڑکوں کے ساتھ جادوگر کے پاس جادو سیکھنے کے لئے جاتا تھا اتفاق یہ ہوا کہ فیمیوں نامی عابد جن کا تذکرہ سابقہ صفحات میں گزرا نجران آئے اور وہاں سے روانہ ہو کر نجران اور جادوگر کے گاؤں کے درمیان میں خیمہ لگا کر مصروف عبادت ہو گئے۔ جب نجراں سے آنے والے لڑکے جادوگر کے گاؤں جاتے تو راستہ میں فیمیوں کے خیمہ سے گزرتے اور انہیں مصروف عبادت پاتے ثامر کا لڑکا عبداللہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے مقابلہ میں زیادہ عقلمند تھا وہ دیکھتا کہ یہ فیمیوں قبلہ کو منہ کئے عبادت میں مشغول ہیں اس کو عبادت کا یہ انداز بہت بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اور انہیں دیکھ کر مسرت کی لہر دوڑ جاتی چند دن اسی حالت میں گزرے تو وہ عبداللہ نامی لڑکا اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر تھوڑی دیر فیمیوں کے پاس بیٹھتا اگر موقع ملتا تو ان کی گفتگو سنتا اور اس کے بعد جادوگر کے پاس چلا جاتا جب جادوگر اس سے دیر میں آنے کی بابت معلوم کرتا تو عبداللہ کوئی عذر بیاں کر دیتا۔ یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا اور فیمیوں کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ عبداللہ نے عیسائی دین اختیار کر لیا۔ لیکن اپنے ایمان کو ماں باپ سے پوشیدہ رکھا یہ سلسلہ جاری رہا اور جادوگر کے یہاں جانے سے تھوڑی دیر کے لئے خیمہ میں رکتا اور دین عیسوی کی تعلیم حاصل کرتا رہا اور دین عیسوی کا فقیر بن گیا۔ اس کے بعد عبداللہ کو دوسرے علوم کے حصول کا شوق ہوا حالانکہ فیمیوں کے فیض صحبت سے وہ بہت کچھ حاصل کرتا رہتا تھا۔ اور بہت لائق و فائق ہو گیا تھا۔ اس کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ فیمیوں "اسم اعظم" جانتے ہیں اور اسم اعظم کی برکت سے جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اب عبداللہ کو اسم اعظم جاننے کا شوق ہوا بہت کوشش کی لیکن فیمیوں اس کو ٹال دیتے عبداللہ کی خوشامد اور شوق کا مثبت جواب نہ دیتے اور اس کو نہ سکھاتے ایک دن فیمیوں نے عبداللہ سے کہا کہ تجھے اس کے جاننے کی تاب نہیں اگر تجھے اس کا علم ہو جائے گا تو اپنی جان اور مخلوق کی ہلاکت کا سبب بنے گا فیمیوں کی یہ بات سن کر عبداللہ نے درخواست کی اگر اسم اعظم سیکھنے کی مجھ میں تاب نہیں ہے تو اللہ تعالٰی کے دوسرے اسماء تو مجھے سکھا دیں چنانچہ انہوں نے رب تعالٰی کے دوسرے اسمائے صفاتی سکھا دیئے

ان ناموں کو سیکھنے کے بعد عبداللہ نے ان تمام اسماء کو تختی کے ٹکڑوں پر لکھا اور ایک ایک ٹکڑا آگ میں ڈالتا گیا یہ ٹکڑے آگ میں جلتے گئے آخر میں ایک ٹکڑا رہ گیا تو اس کو بھی آگ میں ڈالا لیکن تختی کا یہ ٹکڑا جس پر نام الٰہی لکھا تھا نہ جلا تو عبداللہ نے سمجھ لیا کہ یہی "اسم اعظم" ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنے استاد فیمیوں کے پاس جا کر کہا کہ مجھے "اسم اعظم" کا علم ہو گیا ہے انہوں نے کہا کہ تمہارا مقصد پورا

عبداللہ بن ثامر آزمائش میں

جب عبداللہ کو اسم اعظم معلوم ہو گیا تو وہ نجران کی سڑکوں پر گھومتا رہتا اور جس کسی کو بھی رنج و محن تکلیف و اذیت کا شکار دیکھتا تو اس سے کہتا اگر بت پرستی چھوڑ کر میرا دین اختیار کر لو تو میں تمہارے حق میں دعا کروں گا اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیف کو دور کر دے گا۔ وہ لوگ عبداللہ کی بات سن کر کہتے اگر بت پرستی ترک کرنے سے ہماری تکلیف دور ہو جائے گی تو ہم بت پرستی چھوڑنے کے لئے آمادہ ہیں اور تیرا دین قبول کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ عبداللہ "اسم اعظم پڑھ" کر اس پر دم کرتا اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور فرما دیتا۔ اور وہ لوگ عبداللہ کے دین عیسوی کو اپنا لیتے شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ ایک شخص اس طرح تبلیغ دین عیسوی کر رہا ہے اور بہت سے لوگ اس کے تابع ہو گئے ہیں اگر یہ سلسلہ چلتا رہا تو حکومت کے لئے خطرہ بن جائے گا لہٰذا اس کو میرے پاس لایا جائے چنانچہ عبداللہ کو بادشاہ کے پاس لایا گیا بادشاہ نے عبداللہ سے کہا یہ کیا ہے؟ میں نے سنا ہے کہ تو لوگوں کو بہکا کر دین حق سے ہٹا رہا ہے اور انہیں اپنا تابع بنا رہا ہے اگر تو اپنے طرز عمل سے توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ میں تیرے بارے میں عبرت ناک سزا کا حکم دوں گا ●

بادشاہ کی باتیں سن کر عبداللہ نے کہا بادشاہ سن لے! تو میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا یہ سن کر بادشاہ کو طیش آگیا اور اس نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر پہاڑی کی چوٹی سے گرا دیا جائے چنانچہ جب عبداللہ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرایا گیا تو اس کا کچھ بھی نہ بگڑا اور کوئی نقصان نہ ہوا وہ وہاں سے اٹھ کر نجران چلا آیا بادشاہ کے کارندوں نے آکر اطلاع دی کہ ہم نے حکم کی تعمیل میں عبداللہ کو چوٹی سے گرایا تھا لیکن اس کو کوئی نقصان نہ ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو دریا کے وسط میں لے جا کر ڈبو دیا جائے اس حکم پر بھی عمل ہوا لیکن وہ دریا سے صحیح سلامت نکل آیا۔ اور نجران آگیا اس واقعہ کی اطلاع جب بادشاہ کو ہوئی تو وہ بہت جھنجلایا اور اس نے عبداللہ کو نقصان پہنچانے کی جتنی بھی کوششیں کیں وہ رائگاں گئیں البتہ نقصان یہ ہوا کہ ان واقعات سے عبداللہ کے معتقدین میں اضافہ ہوتا رہا اور لوگ بت پرستی ترک کر کے دین عیسوی اختیار کرتے رہے اب تو بادشاہ کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا اور اس نے امکانی کوششیں کیں جب بھی بادشاہ کی طرف سے کوئی کوشش ہوتی عبداللہ اسم اعظم پڑھ کر اپنا دفاع کر لیتا اس طرح بادشاہ اور اس کے درباری عبداللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے ایک دن عبداللہ نے بادشاہ سے کہا تم اپنی کوششوں میں ناکام ہو گئے ہو۔ اگر تم مجھے ہلاک کرنا ہی چاہتے ہو تو اس کا طریقہ بھی مجھ ہی سے معلوم کر لو بادشاہ نے کہا

بتاؤ عبداللہ نے کہا پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اس کے نبی و رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاؤ میرا دین اپناؤ اس کے بعد اگر تم مجھے ہلاک کرنا چاہو گے تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ بادشاہ جو عبداللہ سے خائف تھا۔ اور اس کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس کو جب یہ بات معلوم ہوئی۔ تو اسی وقت اس نے دین عیسوی اختیار کیا اللہ کی وحدانیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کر کے عبداللہ کو اپنے قریب بلایا اور اس کے ہاتھ میں جو لاٹھی تھی اس کو عبداللہ کے سر پر مارا اور اس کو ہلاک کر دیا اور دوبارہ شرک کا اعتراف کر کے مرتد ہو گیا۔

لوگوں کو جب عبداللہ کے مرنے کی اطلاع ملی تو اس کی لاش کو لائے اور انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کو دفن کیا اور وہ لوگ جو اب تک دین عیسوی کے تابع نہ ہوئے تھے انہوں نے بھی دین عیسوی اختیار کر لیا۔ ان تابعین نے بادشاہ کے احکام کی خلاف ورزی کی اس کو دوبارہ دین عیسوی اختیار کرنے کی تبلیغ کی۔ اس طرح اس علاقہ میں دین عیسوی نے نشوونما پائی اور نجران میں یہ دین پھیلا۔

نجران کے عیسائیوں پر افتاد

نجران میں مسیحیت پھیلنے کے دونوں واقعات کے بعد مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ اصل موضوع کی جانب رجوع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "زرعہ ذونواس" جو یمن کا بادشاہ تھا جس کا تذکرہ ماسبق صفحات میں گزرا ہے اس کو جب نجران کے واقعات کا علم ہوا اور لوگوں کی بغاوت کا پتہ چلا تو اس کو حالات کا اندازہ ہوا کہ نجرانی اس کے زیر اقتدار تھے اب وہاں کی رعایا کے باغی ہونے کی وجہ سے نظام حکومت تباہ ہو جائے گا کیونکہ "تبع" کے دور سے یمن میں یہودیت کا دور دورہ تھا اور زرعہ اور یمن کی آبادی یہودی تھی چنانچہ وہ نجران پہنچا اور یمن کے لوگوں سے کہا میں دو باتیں بتانے آیا ہوں یا تو یہودیت اختیار کرو ورنہ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور عیسائی مذہب چھوڑ دو

نجران کے لوگوں نے کہا ہمارا دین وہی ہے جو عبداللہ ثامر کا تھا ہم تو اس دین کو چھوڑنے والے نہیں تیرا جو جی چاہے وہی کر یہ جواب سن کر زرعہ کو سخت غصہ آیا۔ اس نے حکم دیا کہ آتشیں گولے تیار کئے جائیں اور شہر کی آبادی کو ایک جگہ جمع کیا جائے چنانچہ شہر کے لوگ جب ایک جگہ جمع ہوئے تو ان میں سے کچھ کو تلوار سے قتل کیا گیا اور کچھ کو آتشیں گولے پھینک کر ہلاک کیا گیا۔ اس طرح ایک دن میں تقریباً" بیس ہزار افراد کو ختم کر دیا گیا۔ اس کی تائید قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

قتل اصحاب الاخدود۔ النار ذات الوقود۔ اذھم علیھا قعود۔ وھم علی ما یفعلون با لمومنین شھود۔ وما نقموا منھم الا ان یومنوا باللہ العزیز الحمید○

ترجمہ   مارے گئے کھائی کھودنے والے جس میں آگ تھی زبردست ایندھن والی جب اس کے کنارے بیٹھے تھے اور اہل ایمان کے ساتھ ہونے والے سلوک کو دیکھ رہے تھے اور انہیں ان کا اسلام پسند نہ آیا تھا کہ وہ سب پر غالب اور سب خوبیوں والے اللہ پر ایمان لائے تھے ●

"اخدود" ان گڑھوں کو کہتے ہیں جو زمین میں کھودے جاتے ہیں اور ان میں خندق کی طرح آگ جلا دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے زرعہ ذونواس کے اس طریق کار کی جو اس نے اہل نجران کے ساتھ کیا تھا منظر کشی کی ہے کیونکہ نجران والوں نے بت پرستی ترک کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی پر ایمان کا اظہار کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم ان کے عمل سے غافل نہیں جس طرح انہوں نے نجران والوں کو جلایا ہے کل قیامت کے دن انہیں آگ کا عذاب دیں گے اور عذاب آخرت دنیا کی اذیت سے بہت زیادہ سخت ہے۔

"سورہ بروج" کی دسویں آیت میں فرمایا گیا ہے

ان الذین فتنوا المومنین والمومنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق○

ترجمہ   بے شک جن لوگوں نے مسلمان مرد اور عورتوں کو ایذا دی اور اس کے بعد توبہ بھی نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب اور جلائے جانے کی سزا ہے۔

خلافت فاروقی کا ایک حیرت انگیز واقعہ

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نجران کے علاقہ کے ایک ویرانہ میں کنواں کھودا جا رہا تھا کھدائی کے دوران ایک قبر نکل آئی تو دیکھا کہ قبر کا مدفون شخص سر پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہے کھدائی کرنے والا شخص آبادی میں گیا اور لوگوں کو سارا واقعہ بتایا آبادی کے لوگ یہ منظر دیکھنے کے لئے آئے تو پتہ چلا عبداللہ بن ثامر قبر میں سر پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہے اور ہاتھ اس زخم پر ہے جو بادشاہ یمن کے ہاتھوں لگا تھا جس کی وجہ سے عبداللہ کی موت واقع ہوتی تھی۔ یہ واقعہ ' سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے لوگوں نے اس کے ہاتھ کو سر سے ہٹا دیا تو زخم سے خون بہنے لگا لہٰذا ہاتھ کو وہیں رکھ دیا گیا تو خون رک گیا۔ عبداللہ کے ہاتھ میں جو انگشتری تھی اس پر "ربی اللہ" کندہ تھا یعنی میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے

یہ واقعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا گیا تو دربار خلافت سے ہدایات موصول ہوئیں کہ اس

قبر کو بند کر دیا جائے اور اس کو بالکل نہ چھیڑا جائے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اسی حالت میں اٹھائے گا اور اس کا بدلہ لے گا۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں اس ضمنی واقعہ کے بعد ہم "زرعہ ذونواس" اہل نجران اور دوس ذی ثعلبان جو زرعہ اور اس کے لشکر سے بچ کر قیصر روم کے پاس بھاگ آیا تھا اس نے ایک لشکر ترتیب دے کر زرعہ سے جنگ کی تھی اس واقعہ کی جانب قلم اٹھاتے ہیں۔

دوس ذی ثعلبان کا زرعہ کے مقابلہ کے لئے لشکر کشی

زرعہ ذونواس جس زمانہ میں اہل نجران پر ظلم و ستم ڈھا رہا تھا اور انہیں ختم کر رہا تھا ان دنوں دوس ذی ثعلبان نامی ایک شخص حالات کا جائزہ لے کر اپنے تیز رفتار گھوڑے پر نجران سے بھاگ گیا ذونواس کے لشکر والوں کو جب اس کے بھاگنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن اس کو نہ پکڑ سکے اور وہ بھاگ کر قیصر روم کے پاس پہنچا اس کو نجران کے حالات بتائے اور مدد کی درخواست کی تاکہ زرعہ ذونواس سے بدلہ لیا جائے

قیصر نے دوس سے کہا تمہارا ملک بہت دور ہے رومی لشکر کو اتنی دور جانے کی رغبت نہ ہوگی میں اپنے ہم مسلک اور ماتحت ملک حبشہ کے بادشاہ کو خط لکھ دیتا ہوں وہ تمہارے ساتھ لشکر بھیجے گا اور زرعہ اور اس کے ساتھیوں سے بدلہ لے گا چنانچہ قیصر روم نے نجاشی شاہ حبشہ کے نام خط لکھ کر دوس کو دیا کہ یہ صاحب تمہارے پاس خط لے کر آ رہے ہیں ان کی خاطر مدارات اور ان کی مدد کے لئے لشکر بھیجو۔ چنانچہ جب دوس قیصر کا خط لے کر نجاشی کے پاس پہنچا اور اس کو تمام حالات سے باخبر کیا تو اس نے ستر ہزار فوجیوں پر مشتمل لشکر دوس کے ساتھ روانہ کیا اس لشکر کا سردار امیر ریاط تھا۔ یہ لشکر بحری راستہ سے جہازوں میں سوار ہو کر جب ساحل پر آیا تو دوس نے ایک شخص کو نجران روانہ کیا تاکہ اپنے ہم نوا لشکر کو جمع کر کے ساحل پر لے آئے۔

جب زرعہ ذونواس کو حبشہ کے لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے اپنا لشکر ترتیب دیا اور مقابلہ کے لئے نکلا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو زرعہ کو احساس ہوا کہ اس کا لشکر مخالف حبشیوں کے لشکر سے مقابلہ نہیں کر سکتا تاہم مقابلہ کے بعد زرعہ کو شکست ہوئی حبشیوں نے بھگوڑوں کا پیچھا کر کے انہیں تہ تیغ کیا زرعہ نے کہا کہ دشمن کے ہاتھوں مرنے سے بہتر ہے کہ خودکشی کر لی جائے اور ان کے ہاتھوں ہلاک

ہونے کی بجائے خود ہلاک ہو جائے چنانچہ اس نے گھوڑے کو پانی میں ڈالا اور غرق ہو گیا زرعہ کی ہلاکت اور اس کی فوج کی شکست کے بارے میں بہت سے شاعروں نے بہت کچھ لکھا ہے جو سیرت کی کتابوں میں منقول ہے

سطیح اور شق کی پیشگوئیوں کی صداقت

یمن کے لشکر کی شکست اور زرعہ کے غرق ہونے کے بعد اور فوجیوں کے قتل کے بعد ارباط نے اپنی فوج کے ساتھ یمن آ کر اقتدار پر قبضہ کیا اس طرح سطیح اور شق کی پیشگوئیاں درست ثابت ہوئیں جو انہوں نے حبشیوں کے یمن پر قبضہ کے بارے میں کی تھیں ●

ابرہہ اشرم اور ارباط کی مخالفت

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب کہتے ہیں کہ چند سال ارباط نے حبشہ پر حکومت کی اس کے بعد ابرہہ اس کی مخالفت میں نکل آیا اس طرح لشکر دو حصوں یں تقسیم ہو گیا کچھ نے ارباط کا ساتھ دیا تو کچھ ابرہہ کے ساتھ ہو گئے۔ جب ان دونوں کے لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ پر آئے تو ابرہہ نے ارباط کو پیغام بھیجا اگر لشکروں کے ساتھ جنگ ہوتی ہے تو فریقین کے لشکر نقصان اٹھائیں گے اور حبش والوں کے لشکر کو تباہی کا ہر حال میں سامنا کرنا پڑے گا لہٰذا بہتر یہ ہو گا کہ ہم دونوں آپس میں مقابلہ کر لیں اور اس طرح جنگ کا فیصلہ فاتح کے حق میں ہو جائے گا۔ ابرہہ کی تجویز کو ارباط نے خوشی کے ساتھ منظور کیا کہنے لگا معلوم ہوتا ہے کہ ابرہہ اپنی جان سے عاجز آ گیا ہے جو کمزور و ناتواں ہونے کے باوجود مجھ جیسے تن و توش والے سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب مزید کہتے ہیں ابرہہ کمزور ناتواں ہونے کے ساتھ اچھی شکل و صورت کا مالک نہ تھا جب کہ ارباط تن و توش قد آور ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت بھی تھا لیکن ایک وصف جو ابرہہ میں تھا ارباط میں نہ تھا ابرہہ نہایت عیار و چالاک تھا۔ اس نے ارباط کو انفرادی جنگ کا پیغام روانہ کر کے اپنے غلام "عقودہ" سے کہا جب میں اور ارباط مقابلہ کر رہے ہوں اس وقت تو آ کر ارباط پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دینا یہ بات ان دونوں میں طے ہو گئی۔

ابرہہ کی عیاری

چنانچہ جب ارياط زرہ پہن کر میدان میں آیا تو فریقین کے لشکر اس جنگ کو دیکھنے کے لئے موجود تھے ابرہہ بھی تیاری کے ساتھ میدان میں آگیا اور دونوں میں مقابلہ شروع ہوا تو ابتدا ارياط نے کی اور نیزہ سے ابرہہ پر حملہ کیا ابرہہ نے گردن نیچی کر کے اس کا وار ٹال دینے کی کوشش کی وار کاری تھا ابرہہ کا سر تو بچ گیا لیکن یہ نیزہ چٹتا ہوا ابرہہ کی ناک اور ہونٹوں پر لگا اور وہاں کا گوشت اڑ گیا اسی وجہ سے ابرہہ کو "اشرم" کہا جانے لگا عرب کے معاشرے میں "اشرم" اس شخص کو کہتے ہیں جس کے لب کا گوشت اور ناک نہ ہوں۔ معاہدہ کے مطابق اس وقت عقودہ آگے بڑھا اور اس نے تلا ہاتھ مار کر ارياط کو قتل کر دیا۔ اس مرحلہ پر حبشہ والوں کے لشکر میں ابتری پھیل گئی اور ابرہہ کو برتری حاصل ہوئی حبشیوں کے لشکر نے ابرہہ کی اطاعت قبول کر لی اور حکومت ابرہہ کو مل گئی ●

نجاشی کا عتاب اور ابرہہ کی چالاکی

جب نجاشی شاہ حبشہ کو ارياط کے قتل اور ابرہہ کی تخت نشینی کی اطلاع ملی تو اس کو سخت غصہ آیا اور اس نے کہا کہ ابرہہ کو یہ جرات کس طرح ہوئی کہ بغیر میری اجازت کے اس نے حکومت پر قبضہ کیا ہے چنانچہ اس نے قسم کھائی کہ وہ خود یمن جا کر ابرہہ کے سر اور داڑھی کے بال مونڈے گا۔ اور اس کو کسی طرح بھی یمن میں حکومت کی اجازت نہ دے گا نہ اس کی جان بخشی کرے گا ●

ابرہہ کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ نجاشی اس سے سخت ناراض ہے اور اس نے ابرہہ کے بارے میں قسم کھائی ہے تو اس نے تحائف بادشاہ حبشہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے تیار کئے اور ان کے ساتھ اپنے سر اور ڈاڑھی کے چند بال یمن کی مٹی سے آلودہ کر کے قاصد کے ہمراہ حبشہ روانہ کئے اور قاصد کو ہدایت کی کہ وہ ابرہہ کی جانب سے بادشاہ سے عرض کر لے کہ ارياط آپ کا ماتحت اور خدمت گزار تھا اور میں بھی آپ کا ماتحت اور خدمت گزار ہوں ارياط کو قتل کرنے کی وجہ میری ذاتی نہیں بلکہ اس میں آپ کی خدمت گزاری کا جذبہ شامل تھا کیونکہ ارياط اچھا منتظم نہ تھا سارا لشکر اس سے شاکی تھا مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ حبشہ کے لشکر میں بے اطمینان کی وجہ سے ممکن ہے کہ کوئی دشمن فائدہ نہ اٹھا لے اور یمن کی حکومت پر قابض ہو جائے اس لئے میں نے یہ جرات کی تھی تاکہ یمن پر آپ کا اقتدار باقی رہے میں تو آپ کا خادم ہوں۔ علاوہ ازیں میں نے سنا ہے کہ آپ نے غصہ میں قسم کھائی ہے کہ میرے سر اور داڑھی کے بال مونڈیں گے میں نے اپنے سر اور داڑھی کے بال یمن کی خاک سے آلود کر کے ایک تھیلی میں

پ کی خدمت میں روانہ کر دیئے ہیں تاکہ آپ اس خاک کو پھینک کر استرے سے ان بالوں کو کاٹ دیں اکہ آپ اپنی قسم سے بری ہو جائیں اور آپ کو میری وجہ سے یمن آنے کی زحمت بھی نہ کرنی پڑے

چنانچہ جب قاصد نے ابرہہ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وہ تھیلی اور تحائف نجاشی کو پیش کئے تو جاشی کو ابرہہ کی عقلمندی اور ذہانت کا احساس ہوا اس طریقہ کار سے خوش ہو کر اس نے ابرہہ کے قاصد کی خاطرمدارت کی اور یمن پر ابرہہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔

کلیسا کی تعمیر

نجاشی کے طرز عمل سے ابرہہ کو اطمینان حاصل ہوا اس نے اپنے اقتدار کو مستحکم کر لیا تو اب اس کو شہرت و اقتدار کی ہوس بڑھ گئی اور اس کے حکم سے یمن کے علاقہ صنعاء میں ایک کلیسا تعمیر کیا گیا جس کا نام " قلیس" رکھا گیا یہ عمارت ایسی عمدہ تھی کہ روئے زمین پر کسی بادشاہ نے ایسی عمارت تعمیر نہیں کی تھی اس عمارت کی تکمیل کے بعد اس نے نجاشی کو کہا کہ صنعاء یمن میں ایسی عمارت تعمیر کرائی ہے جس کی نظیر شاہی عمارتوں میں نہیں ہے اور میری خواہش یہ ہے کہ عرب کے تمام زاہرین حج کے لئے مکہ مکرمہ جانے کی بجائے صنعاء یمن آیا کریں۔

ابرہہ نے اس عمارت کی دیکھ بھال کے لئے خدام کو مقرر کیا دیواروں اور دروازوں پر عمدہ قسم کے پردے لٹکوائے اور لوگوں کو حکم دیا جس طرح خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی طواف کیا جائے اور جو اعزاز و اکرام خانہ کعبہ کا ہوتا ہے اسی طرح اس عمارت کا اعزاز و اکرام کیا جائے

قلیس کی تعمیر پر عربوں کا رد عمل

عرب کے لوگوں کو جب ابرہہ کی اس سازش کا علم ہوا کہ اس نے ایک مکان تعمیر کرایا ہے اور وہ حج کو کعبہ سے یمن منتقل کرانا چاہتا ہے تو انہیں سخت طیش آیا غیرت بیدار ہوئی اب انہوں نے سوچا کہ کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کیا جائے جس سے اس مکان کی قدر و منزلت کو دھچکا لگے اور تمام دنیا میں یہ مکان ذلیل و خوار ہو جائے چنانچہ اس کام کے لئے "قبیلہ کنانہ" کی شاخ بنی تمیمہ کے ایک شخص نے اپنی خدمات پیش کیں کہ میں اس کارنامہ کو انجام دوں گا اور اس عمارت کو غلاظت آلود کر دوں گا جس کو قیامت تک یاد رکھا جائے گا۔ لوگوں نے اس اعلان پر اظہار مسرت کیا ●

قصہ مختصر وہ شخص راہبوں کے لباس میں صنعاء پہنچا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ دور دراز سے سفر کر کے آیا

ہے اور مقصد صرف قلیس کی زیارت ہے چنانچہ وہ عمارت میں داخل ہوا اور عبادت میں مصروف ہو گیا یہاں تک کہ رات کا وقت ہو گیا تو خادموں نے اس سے کہا اب باہر جاؤ کیونکہ رات کے وقت اس عمارت میں کسی کو رہنے کی اجازت نہیں ہے یہ بات سن کر اس نے کہا میں تو اس عمارت کی زیارت اور اس میں ایک شب عبادت کے لئے اتنی دور سے سفر کر کے آیا ہوں اور تم میری محنت کو ضائع کرنا چاہتے ہو میری تمنا اور آرزو کو پورا ہونے نہیں دینا چاہتے۔ چنانچہ اس نے بہت آہ و زاری کی تو خادموں کو اس پر رحم آ گیا اور انہوں نے سوچا کہ یہ اتنی محنت و مشقت برداشت کر کے آیا ہے اس کے ساتھ رعایت برتی جائے لہٰذا اس کو قلیس میں چھوڑ کر بیرونی دراوزے بند کر کے چلے گئے اس عرب نے جب میدان خالی پایا تو اپنا کام شروع کیا اور اس عبادت گاہ کے گوشوں کو نجاست اور غلاظت سے آلود کیا اس کے بعد محراب عبادت کو بھی غلاظت لگائی غرضیکہ وہ جو کچھ کر سکتا تھا اس نے کیا اور ایک کونے میں جا کر چھپ گیا تاکہ آئندہ دن پیش آنے والے واقعات سے باخبر رہے۔ دوسرے دن جب خادم آئے اور انہوں نے چاروں طرف نجاست دیکھی تو بہت پریشان ہوئے اسی اثناء میں یہ خادموں کی نظروں سے بچتا بچاتا عمارت سے نکلا اور اس علاقہ سے بھاگ گیا۔ اب خادموں کو خیال ہوا کہ جب ابرہہ کو اس واقعہ کا علم ہو گا تو وہ عبرت ناک سزا دے گا۔ لیکن اس خبر کو چھپانا بھی ان کے لئے ممکن نہ تھا لہٰذا ابرہہ کو اطلاع دے دی گئی کہ کل ایک عرب آیا تھا اور اس نے قلیس میں یہ حرکت کی ہے اور عبادت خانہ و محراب عبادت کو نجاست آلود کیا ہے اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ تم نے یہ عمارت تعمیر کی اور حج کو یہاں منتقل کرنا چاہا ہے یہ اس کے رد عمل میں ہے۔ یہ بات سن کر ابرہہ کو یقین نہ آیا وہ خود اٹھا اور قلیس آکر اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا تو اس کے غصہ کی انتہا نہ رہی قسم اٹھائی کہ اس وقت گھر نہ جائے گا جب تک کہ خانہ کعبہ کو منہدم کر کے عمارت کے پتھروں کو اٹھا کر یمن نہ لے آئے ●

ابرہہ نے خادموں کو حکم دیا کہ عبادت گاہ اور محراب کو گلاب سے دھویا جائے اور مشک وغیرہ لایا جائے چنانچہ ایسا کیا گیا اس کے بعد ایک لاکھ چھوٹی طلائی انگیٹھیوں میں عود جلا کر دھونی دی گئی اس کے بعد اس نے لشکر جمع کیا اور ہاتھیوں کے دستہ کو خصوصیت کے ساتھ لے کر لشکر میں شامل کیا اور ممکنہ ساز و سامان خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے عازم مکہ ہوا۔

ابرہہ کی مکہ کی جانب روانگی

عرب کے لوگوں کو جب ابرہہ کی مکہ مکرمہ کی جانب روانگی کی اطلاع ہوئی تو اپنے اختلافات کو بھلا کر

اس کے مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگے سب سے پہلے حبشیوں کے لشکر کا جس سے مقابلہ ہوا وہ "ذونفر" تھا۔ یہ یمن کے سربراہ اور ان لوگوں میں سے تھا اور عرب کے چند قبائل اس کے زیر اثر تھے چنانچہ اس نے اپنے ہم خیال لوگوں کو جمع کیا اور جتنی نفری وہ جمع کر سکتا تھا ساتھ لے کر ابرہہ کے مقابلہ کے لئے نکلا ابرہہ کا لشکر بہت تھا جب کہ "ذونفر" کے ساتھیوں کی تعداد کم تھی مقابلہ میں "ذونفر" کو شکست ہوئی جب اس کو پکڑ کر ابرہہ کے سامنے لایا گیا تو ابرہہ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو "ذونفر" نے کہا بادشاہ میری زندگی تیرے لئے مجھ کو قتل کرانے سے بہتر ہے کہا جاتا ہے کہ ابرہہ تمام باتوں کے علاوہ حلیم اور بردبار بھی تھا۔ لہٰذا اس نے "ذونفر" کے قتل سے درگزر کرتے ہوئے اس کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔

"ذونفر" کی طرح عربوں کا ایک اور لشکر ابرہہ کے مقابلہ پر آیا اس کا سردار نفیل بن حبیب تھا اس لشکر کو بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا اور نفیل کو بھی گرفتار کر کے ابرہہ کے سامنے لایا گیا۔ تو اس کے قتل کا بھی حکم کیا لیکن نفیل نے کہا بادشاہ میری جاں بخشی کر تا کہ میں تیرے ساتھ رہوں اور عرب کی مہموں میں تیری مدد کروں چنانچہ ابرہہ نے اس کی بھی جاں بخشی کی اور وہ ابرہہ کے ساتھ رہا اور اس کی رہنمائی میں ابرہہ کا لشکر طائف پہنچا ●

اہل طائف کا اظہار اطاعت

طائف کے لوگوں کو جب ابرہہ کے لشکر کی آمد کی اطلاع ہوئی اور قبائل ثقیف نے یہ یقین کر لیا کہ ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے اطاعت قبول کر لی اور ابرہہ کے پاس تحائف بھجوا کر کہلوایا کہ ہم تو تمہارے تابع و فرمانبردار ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ تم طائف کو تباہ کرنے نہیں آئے ہو ہماری درخواست یہ ہے کہ ہم پر مہربانی کرو اور درگزر کرتے ہوئے ہمارے معبودلات کے معبد کو نقصان نہ پہنچاؤ ہم اپنے کسی آدمی کو بطور رہبر تمہارے ساتھ کر دیں گے جو تمہیں مکہ پہنچا دے گا چنانچہ طائف والوں کی عرضداشت قبول کرتے ہوئے ابرہہ طائف سے روانہ ہوا طائف والوں کا راہبر "ابورغال" نامی ابرہہ کے لشکر کے آگے آگے تھا۔ جب لشکر مکہ مکرمہ سے ایک منزل دور تھا تو "مغمس" نامی جگہ پر پڑاؤ کیا تو یہاں آ کر ابورغال مر گیا اور اس کو وہیں دفن کر دیا گیا۔

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد عرب کے لوگوں نے ابورغال کی قبر کو سنگسار کیا کیونکہ اس نے ابرہہ کے لشکر کی رہبری کی تھی اور عرب والوں کا یہ وطیرہ بن گیا ہے کہ جب

کوئی اس کی قبر پر سے گزرتا ہے تو نفریں کرتے ہوئے اس کی قبر پر جب ابرہہ "مغمس" میں مقیم ہوا تو اس نے ایک امیر کے ساتھ ایک دستہ روانہ کیا تاکہ وہ مکہ والوں کے اونٹوں کو گھیر لائے چنانچہ یہ لوگ مکہ والوں کے اونٹوں کو ہنکا کر ابرہہ کے لشکر میں لے آئے ان اونٹوں میں جناب عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی شامل تھے جناب عبدالمطلب کی حیثیت اس دوران اہل مکہ کے پیشوا کی سی تھی۔ اس واقعہ پر قبیلہ ھذیل و کنانہ کے لوگ جو اطراف مکہ میں مقیم تھے وہ بھی جمع ہو کر مکہ آئے تاکہ اجتماعی طور پر اس فتنہ کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن مقابلہ سے پہلے یہ مناسب سمجھا گیا کہ احتیاط کے نکتہ نظر سے پہلے ابرہہ کے لشکر کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں اس کے بعد مقابلہ کے بارے میں طریقہ کار وضع کیا جائے۔ چنانچہ ابرہہ کے لشکر کا جائزہ لینے کے لئے لوگوں کو روانہ کیا گیا اور انہوں نے آ کر جو اطلاعات بہم پہنچائیں اس سے اندازہ ہوا کہ ابرہہ کے لشکر سے مقابلہ کھلی شکست کو دعوت دینا ہے لہٰذا خاموش ہو گئے ●

ابرہہ کا سفیر مکہ میں

دوران قیام مغمس ابرہہ نے اپنا سفیر مکہ بھیجا جس کا نام "حناطہ حمیر" تھا اس سے کہا کہ تم مکہ جا کر سردار مکہ سے کہو کہ ہم تم سے جنگ کرنے نہیں آئے ہیں نہ ہمیں تمہارے مال و اسباب سے غرض ہے ہمارا مقصد تو خانہ کعبہ کو منہدم کرنا ہے اس کے بعد ہم یمن واپس چلے جائیں گے اگر تم اس کام میں مزاحمت نہ کرو تو تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو گی اور تم سے کوئی تعرض نہ کرے گا اور اگر تم نے مزاحمت کی تو تمہیں نقصان اٹھانا پڑے گا۔

جناب عبدالمطلب سے ابرہہ کے قاصد کی گفتگو

چنانچہ حناطہ حمیر مکہ آیا اور معلوم کیا کہ سردار مکہ کون صاحب ہیں؟ اس کو بتایا گیا کہ جناب عبدالمطلب! چنانچہ وہ جناب عبدالمطلب کے پاس آیا اور انہیں ابرہہ کا پیغام دیا۔ جناب عبدالمطلب نے فرمایا تم جا کر اسے بتا دو کہ ہم اس کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے ہمیں معلوم ہے کہ ہم اس سے مقابلہ کر کے فتح نہیں حاصل کر سکتے جہاں تک خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کی بات ہے تو اس کو اور تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دوست ابراھیم خلیل علیہ السلام کا گھر ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ اپنے گھر کی حفاظت خود فرمائے گا اور اگر نہ چاہے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

یہ باتیں سن کر حناطہ نے کہا کہ ابرہہ نے آپ کو بلایا ہے اس کے پاس چلیں جناب عبدالمطلب نے فرمایا

چلو مناسب ہے! چنانچہ عبدالمطلب اپنے بیٹوں اور قریش کی ایک جماعت کے ساتھ ابرہہ کے پاس گئے۔ جب ابرہہ کے لشکر میں پہنچے تو اپنی دیرینہ شناسائی کے سبب "ذونفر" سے ملاقات کرنی چاہی (یہ ذونفر وہی شخص ہے جس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں گزرا ہے) ابرہہ کے مقابلہ کے لئے سب سے پہلے یہی نکلا تھا اور شکست سے دو چار ہوا تھا جب جناب عبدالمطلب کو ذونفر کا ٹھکانا بتا دیا گیا تو عبدالمطلب ذونفر کے پاس گئے اور اس سے بات چیت کر کے اس کی رائے معلوم کی تو ذونفر نے کہا جو شخص کسی بادشاہ کی قید میں ہو اور سزا کے فیصلہ کا منتظر ہو وہ کیا مشورہ دے سکتا ہے۔

عبدالمطلب! ایک بات ہمارے لئے فائدہ مند ہو سکتی ہے کہ بادشاہ ابرہہ کا فیلبان انیس نامی میرا دوست ہے اسے بادشاہ کی قربت حاصل ہے اور بادشاہ سے بے تکلف بھی ہے میں اس سے کہہ دوں گا وہ تمہارے ساتھ ہمدردی کرے گا اور تمہارا تعارف بادشاہ سے بہت اچھے انداز میں کرا دے گا عبدالمطلب نے کہا میرے لئے یہ کافی ہے چنانچہ ذونفر نے انیس کو بلا کر اس سے کہا یہ عبدالمطلب مکہ کے سردار ہیں ہر روز دو وقت ان کے دستر خوان سے بہت سے لوگ کھانا کھاتے ہیں۔ وحوش و طیور کے لئے کھانا پہاڑ پر رکھواتے ہیں یہ بادشاہ کی دعوت پر اس سے ملنے آئے ہیں تم انہیں بادشاہ کے پاس لے جاؤ اور مناسب الفاظ میں ان کا تعارف کراؤ انیس نے کہا جو کچھ بھی مجھ سے ممکن ہو گا میں کروں گا۔ چنانچہ انیس نے جا کر بادشاہ سے کہا کہ مکہ کے سردار آپ سے ملاقات کے لئے آئے ہیں وہ بہت مہربان شخصیتوں میں سے ہیں غربا و مساکین روزانہ ان کے دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں ان کی داد دہش سے وحوش و طیور بھی محروم نہیں رہتے انہیں بھی پہاڑ پر غذا فراہم کی جاتی ہے۔ یہ کلمات سن کر ابرہہ نے کہا انہیں بلایا جائے

جناب عبدالمطلب وجیہ۔ خوبصورت اور پر ہیبت شخصیت کے مالک تھے جب وہ ابرہہ کے سامنے گئے تو وہ ان کی شخصیت سے مرعوب ہو کر تخت سے اتر آیا اور نہایت اعزاز و اکرام سے ملا وہ چاہتا تھا کہ عبدالمطلب کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے لیکن اپنے لشکر والوں کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا اس کے برخلاف بعض تاریخوں میں یہ ہے کہ جناب عبدالمطلب اونٹوں کے بارے میں خود ابرہہ کے پاس گئے تھے۔ اور نیچے ہی فرش پر بیٹھ کر عبدالمطلب کو اپنے قریب بٹھلایا اور ترجمان کو بلا کر اس سے کہا اس سے معلوم کرو یہ کس لئے آئے ہیں۔؟ ترجمان نے عبدالمطلب سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا میری آمد کی غرض یہ ہے کہ بادشاہ کے لشکری میرے دو سو اونٹ پکڑ لائے ہیں۔ ان کی بازیابی مقصود ہے ترجمان نے عبدالمطلب کی بات بادشاہ سے کہی تو اس کو غصہ آگیا اور کہنے لگا انہوں نے اونٹوں کی بازیابی کی بات کی اور خانہ کعبہ کے بارے میں

کچھ نہیں کہا اس نے ترجمان سے کہا انہیں بتاؤ کہ جب میں نے انہیں دیکھا تو ان کے دبدبہ اور وقار سے میں بہت متاثر ہوا تھا اگر یہ مجھ سے حکومت و اقتدار چھوڑنے کے لئے بھی کہتے تو میں اقتدار و حکومت چھوڑ دیتا لیکن انہوں نے مجھ سے چھوٹی سی بات کہہ کر اپنی قدر و منزلت کم کر دی انہوں نے اونٹوں کی بات کی اور خانہ کعبہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ میں اس کو تباہ کرنے آیا ہوں۔ ترجمان نے بادشاہ کے جذبات سے عبدالمطلب کو آگاہ کیا تو عبدالمطلب نے کہا بادشاہ سے کہہ دو میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لئے ان کی بازیابی کے لئے کہا ہے رہا معاملہ خانہ کعبہ کا تو اس گھر کی مالک وہ ذات ہے جو مجھ سے بہتر اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو اس کی حفاظت فرمائے گا ورنہ اس کی مرضی میرا اس کی حفاظت سے کوئی سرو کار نہیں ہے۔ ترجمان نے عبدالمطلب کے جواب سے بادشاہ کو آگاہ کیا تو ابرہہ نے اونٹوں کو چھوڑے جانے کا حکم کر دیا عبدالمطلب اونٹ لے کر واپس آ گئے قریش اور مکہ والوں کو ابرہہ سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا اس کے بعد سب لوگوں کے باہمی مشورے سے یہ طے پایا کہ سازو سامان میں جو لے جانا ممکن ہو اس کو ساتھ لے کر سب لوگ اہل و عیال کے ساتھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جائیں چنانچہ جب سب لوگ روانہ ہوئے تو عبدالمطلب نے کہا میں جا کر خانہ کعبہ سے دو باتیں کر لوں حرم کعبہ مقدسہ کا کنڈا پکڑ کر الحاح و زاری میں مشغول ہوئے اور یہ کلمات کہے

اللھم ان العبد یمنع رحلہ فامنع حلالک

لا یغلبن صلیبھم و محالھم غدوا محالک

ان کنت تارکھم و قبلتنا فامروا بدالک!

ترجمہ: خداوندا! تیرے بندے نے اپنا سازوسامان محفوظ کر لیا اور دشمن کے ہاتھیوں لڑنے سے روکنے کی کوشش کی ہے اب تو اپنے دشمنوں کے ہاتھیوں کو اپنے گھر سے روک دے تاکہ وہ اس کی بے حرمتی نہ کر سکیں۔ اور ان کے رعب و دبدبہ سے مقدس گھر کی شوکت و حشمت ضائع نہ ہو۔ اگر تو نے انہیں چھوٹ دے دی تو تیرے گھر کو خراب کریں گے تو ہمیں بتا! کہ اس کی تاراجی کے بعد ہم تیری عبادت کس طرح کریں گے؟

یہ کلمات کہہ کر عبدالمطلب نے حلقہ خانہ کعبہ کو چھوڑا اور وہاں سے روانہ ہو کر پہاڑی پر آ کر بیٹھ گئے اور یہ دیکھنے لگے کہ اب حبشہ والوں کا لشکر کیا کرتا ہے۔

ابرہہ کی خانہ کعبہ کی جانب پیش قدمی

جب جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس سے اٹھ کر آئے تو ابرہہ کو ان کے طرز گفتگو اور خانہ کعبہ کے

بارے میں اس انداز سے باتیں کرنے اور یہ ظاہر کرنے کہ وہ تو محفوظ ہے اور اس کے لئے کچھ نہیں کرنا ہے سخت ناگوار گزرا اور اس کے غصہ میں مزید اضافہ ہوا اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ کوچ کی تیاری کریں اور ہتھیار بند ہو کر روانہ ہوں اس نے ہاتھیوں کے دستہ کی تیاری کا بھی حکم دیا اور مکمل تیاری کے بعد مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ اس موقعہ پر نفیل بن حبیب خشعمی (جس کو ابرہہ نے قید کر کے اپنے ساتھ رکھا تھا جن کا تذکرہ' ماسبق صفحات میں گزر چکا ہے) آگے بڑھا اور ہاتھیوں کے دستے کی قیادت کرنے والے ہاتھی "محمود" کے کان میں کہا

"اے ہاتھی تیرا نام محمود ہے اگر تو واقعی محمود ہے تو اپنے گھٹنے ٹیک دے اور قدم آگے نہ بڑھا" کیونکہ تو سرزمین حرم اور خداوند کریم کے شہر کی جانب جا رہا ہے اگر تو نے غلط طریقہ پر اس طرف قدم اٹھایا تو ہلاک ہو جائے گا"(اس جملہ سے واضح ہوتا ہے کہ جناب عبدالمطلب کو بلایا نہیں گیا تھا بلکہ خود گئے تھے مترجم)

محمود نامی ہاتھی کا رد عمل

نفیل ہاتھی کے کان میں یہ الفاظ کہہ کر کسی طریقہ سے حبشیوں کے لشکر سے بھاگا اور کسی پہاڑ پر جا کر پناہ گزین ہوا نفیل نے جب ہاتھی کے کان میں یہ کلمات جو اوپر کی سطور میں گزرے ہیں کہے تو ہاتھی خود آ کر رک گیا وہ بیٹھ گیا مہاوت (ہاتھی بان) نے اس کو بہت آنکس مارے لیکن ہاتھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ تو سارے لشکر کی پیش قدمی رک گئی لشکریوں نے ہاتھی کو اٹھانے کی بہت کوشش کی لیکن ہاتھی نہ اٹھا عاجز آ کر مہاوت سے کہا گیا اگر یہ مکہ کی جانب نہیں چلتا تو اس کو یمن کی جانب موڑا جائے اور دیکھا جائے کہ اٹھتا ہے یا نہیں چنانچہ جب ایسا کیا گیا تو ہاتھی فورا" اٹھ کھڑا ہوا اور یمن کی جانب دوڑنے لگا۔ لیکن جب اس کا رخ مکہ کی جانب کیا گیا تو اس نے گھٹنے ٹیک دیئے اور آگے بڑھنے سے رک گیا اب لشکریوں نے کہا کہ اس کا رخ پھر تبدیل کیا جائے جب اس کا رخ جانب یمن کیا گیا تو اٹھ کھڑا ہوا ایسا کئی مرتبہ کیا گیا لیکن مکہ کی جانب پیش قدمی نہ کی تو لشکر والوں کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ مکہ کی جانب نہ جائے گا۔ یہ دیکھ کر حبشہ کا لشکر عاجز و متحیر ہوا اسی اثناء میں رب کریم نے ابابیل کا ایک لشکر بھیجا جن کے پنجے اور چونچ میں چنے کی برابر پتھر تھے انہوں نے ابرہہ کے لشکر پر ان پتھروں کو پھینکا جس پر بھی یہ پتھر گرتا وہ اس کو اندر تک چیرتا ہوا آر پار ہو جاتا اگر کسی کے سر پر گرا تو پورے جسم سے گزرتا ہوا نیچے سے نکلا اور کسی طرف گرا تو

دوسری جانب سے نکلا۔ یہ پتھر آتشیں تھے جہاں گرتے آبلہ پڑ جاتا اور وہ عضو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ اس اثناء سے حبشہ کے لشکر میں افراتفری مچ گئی جدھر بھی بھاگتے وہ پرند پیچھا کرتے اور ان پر پتھر گراتے حبشہ کے لشکری آہ و فغاں کرتے ہوئے بھاگ نکلے

جب اس عظیم لشکر کو ہزیمت ہوئی تو نفیل کی تلاش ہوئی کہ وہ ان بھگوڑوں کو یمن پہنچائے لیکن نفیل ان کے ہاتھ نہ آیا وہ تو پہاڑی سے ان کی آوازیں سن رہا تھا اور ان کی پسپائی کا تماشا دیکھ رہا تھا لیکن جواب نہ دیتا تھا اس وقت اس کی زبان پر یہ شعر جاری تھا

این المسفر والالہ الطالب　　والا شرم المغلوب لیس الغالب

حبشہ کے لشکر والو کہاں بھاگو گے اللہ تعالیٰ کی مصیبت تمہیں ہلاک کرنے کے　اے ابرہہ کے لشکر والو کہاں بھاگو گے اللہ تعالیٰ کی مشیت تمہیں ہلاک کرنے کے لئے بلا رہی ہے اب ابرہہ اشرم تمہاری کس طرح مدد کرے گا اس کی وجہ سے تو تم پر مصیبت نازل ہوئی ہے۔ اور وہ بھی تمہاری طرح مغلوب و مقہور ہے۔ اس کے بعد اس نے یہ دو شعر بھی پڑھے تھے

حمدت اللہ اذا بصرت طیرا　　وخفت حجارۃ قلقیٰ علینا

وکل القوم یسل عن نفیل　　کان علی للحبشان دینا

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے جس نے اپنے دشمنوں پر مصیبت نازل فرمائی اور پرندوں کو بھیج کر ان پر پتھر برسوائے اور ان کو ہلاک کرایا ان دشمنان خدا نے اس بلا کو دیکھا اور آہ و فغاں کی انہوں نے نفیل کو بلایا تاکہ وہ انہیں راستہ دکھائے اور رہبری کرے گویا کہ ان کا نفیل پر کوئی قرض تھا جس کو رہبری کر کے وہ چکاتا تھا

لشکر کا بیشتر حصہ وہیں تباہ ہو گیا بچے کھچے یمن کے شہر صنعاء کی جانب بھاگے ان میں سے کچھ پتھر ابرہہ کے بھی لگے اور وہ بھی اس ضرب کی تاب نہ لا کر مر گیا اس کی لاش کو صنعاء میں لے جایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب کسی کے وہ پتھر لگتے تو اس کے اعضاء جسم سے جدا ہو جاتے اور کھال الگ ہو جاتی تھی جس طرح کہ مرغ کو ذبح کر کے اس کے اعضاء الگ کر دئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس رسوائی سے محفوظ فرمائے

چیچک اور میعادی بخار کی بیماریاں

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس علاقہ میں چیچک اور میعادی بخار (ٹائیفائڈ) کی بیماریاں پہلے

نہ تھیں لیکن اس واقعہ کے بعد شروع ہو گئیں اسی طرح حنظل حرمل اراک اور کرہ کے درخت بھی اس علاقہ میں نہیں تھے لیکن اس واقعہ کے بعد اگ آئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل اور حبشیوں کے لشکر کے بارے میں (جنھوں نے کہ خانہ کعبہ کو بے حرمت اور منہدم کرنے کا ارادہ کیا تھا) اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا اور دو سورتیں "فیل" اور "قریش" نازل فرمائیں

قرآن سے سورہ فیل و قریش نقل کی جائیں

ان دونوں سورتوں کا ترجمہ

اللہ تعالیٰ کے نام شروع جو رحمٰن و رحیم ہے۔کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا ان کے فریب کو اس نے باطل نہیں کرایا اور ان پر (چاروں طرف سے) پرندوں کے غول کے غول بھیج دیئے جو کنکر کے ٹکڑے ان پر پھینکتے تھے تو انہیں کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر دیا۔

(سورہ قریش) اللہ رب العالمین کے نام جو رحمٰن و رحیم ہے چونکہ ہم نے قریش کو تجارت کی رغبت دلائی اور انہیں سرد و گرم موسم میں سفر سے مانوس کیا تو انہیں چاہئے کہ شکر الٰہی بجا لاتے ہوئے اس کے گھر کی زیارت کریں جس نے انہیں بھوک میں غذا عطا فرمائی اور خوف سے نجات دلائی ان سورتوں کے ترجمہ کے بعد ہم اپنے موضوع کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ابرہہ کے لشکر کے ہاتھیوں کے دستہ کے قائد اور سب سے آگے رہنے والے ہاتھی کے مہاوت کو ہم نے نابینا اور اپاہج حالت میں دیکھا تھا وہ ہاتھ بڑھا بڑھا کر گھروں سے روٹی مانگ کر کھاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر پر مصائب و آلام کو نازل کر کے مقہور و مخذول کر دیا تو قریش اور خانہ کعبہ کی عظمت میں اضافہ ہو گیا عرب کے لوگ قریش کی عظمت اور احترام زیادہ کرنے لگے اور ان کا عقیدہ یہ ہو گیا کہ قریش کے لوگ خاصان خدا میں سے ہیں ان کی برابری کوئی نہیں کر سکتا اور جو کوئی ان کے ساتھ خیانت کرے گا یا ان سے دشمنی رکھے گا وہ مصائب کا شکار ہو گا جن سے ابرہہ اور اس کا لشکر دو چار ہوا تھا۔

"اصحاب فیل" کے واقعہ کے سلسلہ میں بہت سے شعراء نے اپنے اشعار میں بہت کچھ لکھا ہے یہ اشعار

سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی اسی سال ہوئی اور اصحاب فیل کی تباہی بھی اسی سال ہوئی یہ واقعہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات میں سے ہے جو آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے ظاہر ہوئے

سیف ذی یزن کا واقعہ

مصنف کتاب محمد بن اسحاق لکھتے ہیں ابرہہ کے مرنے کے بعد حکومت یمن اس کے بیٹے یکسوم کے قبضہ میں آئی اور اس کے مرنے کے بعد ابرہہ کے دوسرے بیٹے مسروق نے حکومت سنبھال لی اس دوران حبش کے سپاہیوں کا ظلم و ستم اہل یمن پر بڑھتا گیا وہ بلا امتیاز مالدار و غریب بڑے اور چھوٹے مقیم و مسافر سب کو ستانے لگے تو یمن کے باشندوں کو غیر ملکیوں کے ہاتھوں مصائب و آلام برداشت کرنے کا احساس ہوا تو انہوں نے در پردہ مزاحمت کی تیاری کی اور اللہ تعالیٰ سے بھی ان حبشیوں کی تباہی کی دعائیں کرنے لگے۔ اس دوران یمن کے اصل حاکموں سے قبیلہ بنو حمیر کا ایک شخص جس کا نام سیف ذی یزن تھا اپنی قوم کے لئے نجات دھندہ کی حیثیت سے اٹھا اس نے قیصر روم کے پاس جاکر حبشیوں کے ظلم و ستم کی داستان سنا کر مدد کی درخواست کرتے ہوئے قیصر روم سے کہا

"اے بادشاہ میرے ساتھ ایک لشکر بھیج تاکہ میں یمن میں تمہارا اقتدار قائم کر کے حبشیوں کو یمن سے نکال دوں قیصر نے کہا یمن کا علاقہ یہاں سے بہت دور ہے میرا لشکر اتنی دور جانا نہیں چاہے گا قیصر روم کی یہ بات سن کر سیف مایوس ہو گیا تو وہاں سے روانہ ہو کر کوفہ کی جانب آیا (یہ علاقہ نہر فرات کی ایک جانب ہے) یہاں کسریٰ کی جانب سے نعمان بن منذر حاکم تھا اس سے سیف نے گفتگو کی اور تمام حالات سے آگاہ کیا تو نعمان نے کہا اگر تو کچھ دن انتظار کر لے تو مناسب ہو گا میں جب کسریٰ کے پاس جاؤں گا تو اس سے بات کروں گا اور کوشش کر کے لشکر تیرے ساتھ بھجوانے کی رضامندی حاصل کروں گا اس طرح تیرا مقصود حاصل ہو گا۔ چنانچہ سیف ذی یزن کوفہ میں ٹھہرا رہا اور جب نعمان کسریٰ کے پاس جانے لگا تو سیف کو اپنے ساتھ لے گیا

کسریٰ کے درباری ٹھاٹھ باٹھ

کسریٰ کی عجیب و غریب عادتیں اور انوکھے شوق تھے اس نے ہاتھی دانت کا تخت بنوایا تھا جو اس کے

دربار میں بچھا ہوا تھا اس کے علاوہ کسریٰ کے لئے ایک تاج جواہر و یا قوت سے مرصع بنایا گیا تھا کہا جاتا ہے کہ روئے زمین کے بادشاہوں کے پاس ایسا تاج نہ تھا اس تاج کو تخت میں اس طرح نصب کیا گیا کہ اس کو چاروں طرف چاندی کی زنجیروں سے باندھا گیا تھا اور تخت کے وسط میں چاندی کا ایک طاقچہ بنایا گیا تھا جس سے وہ تاج ملحق تھا جب کسریٰ تخت پر بیٹھتا تو وہ تاج کے نیچے بیٹھتا تو وہ تاج اس کو سر پر ہوتا تھا اور یہ ضرورت نہ ہوتی کہ اس کے سر پر تاج رکھا جائے۔ جب کوئی فریادی یا معزز شخصیت کسریٰ سے ملنے آتی تو بادشاہ تخت پر آ کر بیٹھ جاتا اس حالت میں بادشاہ کو دیکھ کر آنے ولا مبہوت ہو جاتا تاج کی چمک دیکھ کر آنے والے کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں فرط دہشت و ہیبت سے بادشاہ کے سامنے گر جاتے۔

سیف ذی یزن کسریٰ کے دربار میں

نعمان بن منذر جب کسریٰ کے پاس گیا تو اس نے سیف یزن کے بارے میں بادشاہ سے بات کی تو کسریٰ نے حکم دیا کہ سیف کو دربار میں حاضر کیا جائے چنانچہ جب سیف ذی یزن بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا بادشاہ زادہ ہونے کے سبب وہ شاہی دربار کے آداب سے واقت تھا اس نے گردن اونچی رکھی اس طرح اس کی آنکھیں تاج کی چمک دمک سے خیرہ نہیں ہوئیں اس نے بادشاہ کے سامنے پہنچ کر شاہی آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحفے پیش کئے اس کے بعد مطلب کی بات کرتے ہوئے بادشاہ سے کہا اگر آپ لشکر تیار کر کے میرے ساتھ کر دیں تو میں یمن سے حبشیوں کا اقتدار ختم کرا دوں گا اور یمن میں آپ کی حکومت مسلم کرا دوں گا۔ کسریٰ نے کہا یمن کی کیا حیثیت ہے یمن اتنی دور ہے فوج روانہ کر کے فوجیوں کو تکلیف دوں۔ چنانچہ کسریٰ نے حکم دیا کہ سیف ذی یزن کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا جائے اور دس ہزار درہم دیئے جائیں بادشاہ کسریٰ کے حکم کے مطابق سیف ذی یزن نے خلعت پہن کر درہموں کی تھیلیاں سنبھالیں۔ اور دربار سے باہر آ گیا ایوان کسریٰ سے باہر آتے آتے راستہ ہی میں درہموں کو لٹاتا ہوا محل سے باہر نکلا

یہ واقعہ کسریٰ کے علم میں لایا گیا کہ اس نے آپ کی عطا کردہ رقم لوگوں میں لٹا دی ہے اس کے علاوہ جب وہ آپ کے سامنے حاضر ہوا تھا تو اونچی گردن کئے ہوئے تھا اور اس نے ایوان کے آداب کو ملحوظ نہ رکھا تھا۔ یہ سن کر کسریٰ کو غصہ آیا اور اس نے سیف کو دوبارہ حاضری کا حکم دیا جب سیف بادشاہ کی طلبی پر دوبارہ دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے اس سے معلوم کیا کہ تم نے یہ کیا حرکت کی؟ سیف نے دریافت کیا مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ بادشاہ نے کہا تم جب دربار میں داخل ہوئے تھے تو تم نے گردن اکڑائی اور

دوسری حرکت یہ کی کہ میرے عطیہ کو محفوظ نہ رکھا اور میرا عطیہ میرے ہی محل میں لٹاتے اور میرے خدام کو دیتے ہوئے محل سے باہر چلے گئے۔ سیف نے کہا بادشاہ میں نے تمہارے دربار میں اپنے سر کو اس لئے اونچا رکھا کہ میری ہمت بلند ہے اور تمام دنیا کے مقابلہ میں پست نہیں ہوں اور جتنا کہ تمہارا دربار بلند رتبت ہے میری ہمت اس سے بھی بلند ہے اس لئے میں نے اپنی گردن کو ایسا رکھا تھا۔ رہا معالمہ تیرے عطیہ کو لٹانے کا تو یہ عمل بے ادبی کے سبب نہ تھا اور میں نے تیرے عطیہ کو حقیر نہیں سمجھا تھا بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ میرا علاقہ سیم و زر سے بھرا ہوا ہے۔ اور ایسے علاقہ میں جہاں چاندی اور سونے کی کانیں ہوں ان دراہم کا لے جانا عبث تھا اس کے علاوہ میں تمہارے دربار میں دراہم کے لالچ میں نہیں آیا تھا بلکہ میری غرض تو فوجی مدد حاصل کرنا تھا۔ تاکہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے سکوں اور زیادہ مشقت کے بغیر ایک علاقہ پر کسریٰ کی حکومت قائم کر کے اس کی خدمت بجا لاؤں سیف نے یہ سب باتیں اس لئے کیں تاکہ بادشاہ کو یمن کی حیثیت و اہمیت کا احساس ہو جائے اور وہ لشکر بھیجنے کی بابت غور کرے (حالانکہ بادشاہ اس سے پہلی ملاقات میں کہہ چکا تھا کہ یمن کا علاقہ اس لائق نہیں کہ وہاں فوج کشی کی زحمت برداشت کی جائے)

کسریٰ نے جب سیف ذی یزن کی باتیں سنیں تو اس کو اہمیت کا احساس ہوا اور اس نے اپنے مشیروں سے معلوم کیا کہ اس معالمہ میں کیا کریں؟ یہ فوجی مدد کے لئے آیا ہے حالانکہ ہم نے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ملک یمن فوجی مدد کے لئے مناسب نہیں ہے لیکن اب اس کی گفتگو سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ علاقہ سونے چاندی سے بھرا ہوا ہے اب مجھے اس کی درخواست پر دوبارہ غور کرنا ہے اور یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس کی درخواست منظور کر لوں۔ بادشاہ کی بات سن کر مشیروں نے مشورے دیئے بعض نے بادشاہ کی رائے سے اتفاق کیا کہ اس کے ساتھ فوج بھیجی جائے بعض نے مخالفت کی۔

ایک عجیب مشورہ

بادشاہ کے مشیروں میں سے ایک معمر ترین مشیر نے بادشاہ سے کہا ان دنوں جیل خانہ میں قیدیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان میں اکثریت ایسے قیدیوں کی ہے جو عمر قید بھگت رہے ہیں۔ اس لئے ان قیدیوں پر مشتمل فوج روانہ کر دی جائے اس سے ہمارے دونوں مقصد حاصل ہو جائیں گے اگر فتح حاصل ہو گئی تو ملک یمن پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا اور اگر شکست ہوئی تو ہم ان قیدیوں سے نجات حاصل کر لیں گے۔ کسریٰ

کو اس کی یہ بات پسند آئی اور اس نے قیدیوں کو جیل خانہ سے بلایا اور ان میں اچھے اچھے تندرست و توانا قیدی منتخب کئے اور یہ تجویز ان کے سامنے رکھی کہ تمہاری آزادی اس بات پر مضمر ہے کہ تم اس لشکر میں شامل ہو کر حبشیوں کا مقابلہ کرو ان قیدیوں نے آمادگی کا اظہار کیا اس طرح آٹھ سو قیدیوں پر مشتمل لشکر آٹھ سو کشتیوں میں سوار کر کے یمن کی جانب روانہ کیا گیا اور ان کا سردار و ہرز فارس جو ایک عقلمند اور ہوشیار آدمی تھا مقرر کر دیا۔ اس لشکر کے ساتھ سیف ذی یزن بھی یمن روانہ ہوا یہ کشتیاں عدن کی جانب روانہ ہوئیں۔ عدن کے ساحل تک پہنچتے ہوئے دو کشتیاں سمندر میں غرق ہو گئیں۔ عدن کے ساحل پر پہنچ کر سیف کشتی سے اترا اور عرب کے قبائل سے اپنے ہمدردوں کو لے کر آ گیا۔

کسریٰ اور سیف کے لشکر کا حبشی لشکر سے مقابلہ

اس دور میں ابرہہ کا بیٹا مسروق یمن کا بادشاہ تھا جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ کسریٰ کا لشکر سمندر کے کنارے آ گیا ہے تو اس نے بھی اپنا لشکر مرتب کیا اور مقابلہ کے لئے آ گیا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور صفیں مرتب ہوئیں تو وبزر فارسی نے ایک تیر مسروق کی پیشانی پر چلا کر اس کو قتل کر دیا۔ یمنی لشکر اپنے بادشاہ کے مارے جانے پر بدحواس ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ وبرز اور سیف نے ان کا تعاقب کر کے بہت سوں کو قتل کیا اور بہت سوں کو قیدی بنایا بہت سے حبشہ بھاگ گئے ان کے تعاقب سے فارغ ہو کر سیف اور وبزر صنعاء آئے جو یمن کا دارالخلافہ تھا جب صنعا کے دروازہ پر پہنچے تو ایک مرحلہ اور پیش آیا اس فوج کا پرچم بلند تھا اور صنعاء کا دروازہ چھوٹا اس لئے پرچم کو جھکا کر دروازہ سے گزارنا چاہا تو اس وقت وبزر نے کہا کہ ہمارا پرچم سرنگوں نہ ہو گا لہٰذا دروازہ کی محراب کو توڑا گیا اور علم کو گزارا گیا۔ یہاں آکر لشکر حکومت کی باگ ڈور وبزر نے سنبھال لی

سطیح اور شق کی پیشگوئی کی دوسری مرتبہ توثیق

اس طرح سطیح اور شق کی پیشگوئیاں ایک بار پھر درست ثابت ہوئیں جو انہوں نے ربیعہ بن نضر کے خواب کی تعبیر میں کی تھیں کہ یمن کی حکومت حبشیوں سے سیف ذی یزن کے پاس آ جائے گی۔ سیف ذی اور دوسرے شاعروں نے اس جشن فتح کے موقع پر قصائد کہے جو سیرت کی دوسری کتابوں میں منقول ہیں۔

وبرز اور کسریٰ کے لشکر نے صنعاء میں ڈیرے ڈال دیئے حکومت و اقتدار پر قبضہ جمالیا انہوں نے یہاں

شادیاں کیں اور اولادیں ہوئیں اور خاندان بن گئے۔ ان کے خاندان کے لوگ اب بھی یمن میں پائے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ "طاؤس یمان" بھی اسی نسل سے تھا۔ کسریٰ نے یمن کی حکومت دبرز کی سپرد کر دی اس کے بعد اس کی اولاد حکومت پر قابض رہی

مصنف کتاب محمد بن اسحاق لکھتے ہیں حبشیوں کا یمن پر بہتر سال اقتدار رہا اور وہ حکومت کرتے رہے اس بہتر سالہ دور میں چار سال ارباط نے حکومت کی جب کہ بقیہ ارسٹھ سال ابرہہ اور اس کی اولاد حکومت کرتی رہی۔ اس مدت کے گزرنے کے بعد کسریٰ کی جانب سے دبرز نے حکومت کی دبرز کے بعد اس کا بیٹا مرزبان بادشاہ بنا اس کے بعد تینجاں بن مرزبان نے اقتدار سنبھالا۔

بعد میں کسریٰ نے دبرز کے خاندان کو معزول کر کے ایک اور فارسی کو حاکم مقرر کیا جس کا نام باذان تھا۔ یہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک برسر اقتدار تھے کہ جب نبوت اور تعلیمات نبوی سے آگاہی ہوئی تو مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

باذان کا اسلام

باذان کا اسلام لانے کا واقعہ اس طرح منقول ہے کہ جب نبی صلی اللہ علی وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور دعوت اسلام دی تو لوگ آپ کے گرویدہ ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے لگے جب کسریٰ کے علم میں آیا کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخصیت نے اعلان نبوت فرمایا ہے وہ کسی کی اطاعت اور کسی کا اتباع نہیں کرتے۔ وہ صرف اپنے دین کی تبلیغ کرتے ہیں لوگ گرویدہ ہو کر ایمان لے آتے ہیں ان حالات نے کسریٰ کو غصہ دلایا اور اس نے باذان کو یمن خط لکھا کہ حدود مکہ میں ایک شخصیت ظاہر ہوئی ہے۔ جو ہماری اطاعت نہیں کرتی وہ لوگوں کو اپنے دین کے اتباع کا درس دیتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے مبعوث شدہ نبی ہوں۔ ان پر لشکر کشی کرو اگر وہ ہماری اطاعت قبول کریں اور ہمارا اتباع منظور کر لیں تو فبہا ورنہ ان کا سر اتار کر میرے پاس روانہ کرو

باذان عقلمند اور زیرک شخص تھا جب اس نے کسریٰ کا خط دیکھا تو اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مکتوب بھیجا اور کسریٰ کا خط اس کے ساتھ ملفوف کر دیا۔ جب بارگاہ نبوی میں باذان اور کسریٰ کے خطوط سنائے گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان کو جواب لکھوایا "اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ فلاں دن موجودہ کسریٰ کا بیٹا اپنے باپ کو قتل کر دے گا" جب یہ نامہ

مبارک باذان کو ملا تو اس نے اس مکتوب رسول کو اپنے پاس محفوظ کر لیا اور دن گننے لگا کہ کب وہ دن آتا ہے جس کی بابت مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے اگر یہ بات درست ثابت ہوئی تو میں ان پر ایمان لے آؤں گا اور اگر خلاف ہوا تو لشکر کشی کر کے ان کو قتل کروں گا خلاف واقعہ پیش آنا شان پیغمبرانہ کے خلاف ہو گا۔ چنانچہ وہ دن گنتا رہا آخر ایک دن اطلاع ملی کہ کسریٰ کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کر دیا ہے۔ ایک شاعر نے کسریٰ کے قتل ہونے پر ایک مرثیہ لکھا تھا جو سیرت کی بعض کتابوں میں منقول ہے اس کے دو شعر ہدیہ ناظرین ہیں

و کسری اذ تقسمه بنو باسیاف کما اقتسم اللحام

تمخضت المنون له بيوم انى و لكل حاملته تمام

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق جس دن باذان کو کسریٰ کے قتل ہونے کی خبر ملی وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایرانی لشکر کے بہت سے امراء نے بھی اپنے حاکم کے اتباع میں اسلام قبول کر لیا۔ اس موقع پر باذان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا جس میں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے اسلام لانے کی خبر دی تھی اس اطلاع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا باذاں کا خط لانے والے قاصدوں کی خوب خاطر و مدارات کی۔ اور ان قاصدوں سے فرمایا **انتم منا و الینا اهل البیت** تمہارا اعزاز و اکرام ہمارے اہل بیت کے اعزاز و کرام کی طرح ہے اور یہ فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ باذان کے قاصد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا یا رسول اللہ اب ہمارا شمار کن لوگوں میں ہو گا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تمہارا شمار ہمارے اہل بیت میں ہو گا اور یہی وجہ ہے کہ جب جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بھی فرمایا تھا **سلمان منا اهل البیت** سلمان فارسی کا اعزاز ہمارے لئے اہل بیت کے اعزاز کی طرح ہے (یہ واقعہ غزوہ خندق کے موقع پر پیش آیا تھا)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان کے خط کا جواب لکھوایا اور اس کو یمن کا حکمراں برقرار رکھا باذان کے مرنے کے بعد اسلامی لشکر نے یمن جا کر انتظام حکومت سنبھالا۔ اس طرح ربیعہ بن نصر کے خواب کی تعبیر میں سطیح اور شق نے جو پیشگوئیاں کی تھیں وہ درست ثابت ہوئیں ان واقعات کے بعد سیف ذی یزن کے یمن میں اقتدار کو نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی رکھا بلکہ دور خلافت میں بھی اس کا

اقتدار باقی رہا۔

(ان کلمات سے ان نو مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کی جا رہی ہے کہ اسلام طبقاتی تقسیم کا خوگر نہیں اسلام لانے کے بعد ہر شخص اسلامی معاشرہ کا ایسا فرد بن جاتا ہے جس طرح کہ ایک خاندان اور گھر کے افراد یہ لوگ چونکہ ایرانی تھے اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اب غیر نہیں رہے بلکہ ہمارے گھر کے فرد کی طرح ہو پھر ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہر مومن متقی میری اولاد ہے اسی سبب سے ازواج مطہرات کو امہات المومنین کہا جاتا ہے اگر یہ مائیں نہ ہوتیں تو مسلماں اولاد اور اہل بیت کی طرح نہ ہوتے اگلے صفحات میں مصنف نے اہل بیت کی تصریح اس طرح کی ہے شابہ قربت و نزدیکی پیش من چوں اہل بیت من اید یہ قربت و نزدیکی جن جن حضرات کو نصیب ہوئی تھی وہ سب ہی "اہل بیت" میں شامل ہوئے۔ مترجم

یمن کا ایک پتھر

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب لکھتے ہیں کہ یمن میں ایک پتھر ملا تھا اس پر سریانی زبان میں چند سطریں لکھی ہوئی تھیں جو زبور سے ماخوذ تھیں یہ پتھر حضرت داؤد علیہ اسلام کے زمانہ میں کندہ کیا گیا تھا اس سریانی عبارت کا عربی ترجمہ یہ ہے

لمن ملک ذمار۔ لحمیر الاخیار۔ لمن ملک ذ مار۔ للحبشہ الاشرار لمن ملک ذ مار الفارس الاحرار لمن ملک ذمار؟ لقریش التجار

زمار نے ملک یمن کو قوت بازو سے حاصل کیا تھا

حضرت داؤد کی دعا اور قبیلہ حمیرہ کے لیے اعزاز پر مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا "خداوندا یمن کی حکومت ابتداء سے کس کے ہاتھ رہے گی؟ رب تعالیٰ نے جواب دیا تھا حمیر کے اچھے لوگوں کے ہاتھ میں۔ ان حمیریوں کو رب تعالیٰ نے اخیار (اچھے لوگوں) کے لقب سے کیوں خطاب فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حمیریوں نے صرف ایک معجزہ دیکھا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کئے بغیر ایمان لے آئے تھے (اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے) اور بت پرستی ترک کر دی تھی، اس بارے میں ماسبق میں لکھا جا چکا ہے

بادشاہ یمن کا کردار

یمن کے لوگوں کا بادشاہ تبع بن کلی کرب وہ شخصیت تھی جس نے اعمال خیر اختیار کرنے اور برائیوں کو ترک کرنے میں روئے زمین کے دوسرے بادشاہوں پر سبقت کی تھی اور یہی وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے علماء کی صحبت اختیار کی اور ان کی نصیحتیں قبول کر کے اپنے تشدد کے انداز کو ترک کیا اور مدینہ کے لوگوں کے سابقہ جرائم کو معاف کیا۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا اور اپنی قوم کو بت پرستی سے باز رکھا۔ اس طرح اس نے ان نیک کاموں میں دوسرے بادشاہوں پر فوقیت حاصل کی اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے اچھائیوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اخیار فرمایا۔ **و انھم عندنا من المطفین الاخیار** حضرت داؤد علیہ السلام نے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حمیر کے بعد یہ ملک کس کا ہو گا؟ تو رب کریم نے فرمایا تھا شریر حبشیوں کا یہاں رب کریم نے حبشیوں کو شریر فرمایا ہے اشرار کہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ واقف ہے لیکن ظاہر سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا اور ابابیل کے جھنڈ کی سنگ باری سے ہلاک ہوئے تھے۔ یہ واقعہ بھی ما سبق میں گزر چکا ہے

تیسری بات جو حضرت داؤد علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے معلوم کی کہ شریر حبشیوں کے بعد اس ملک پر کس کا اقتدار ہو گا تو رب تعالیٰ نے فرمایا آزاد فارسیوں (ایرانیوں کا یہاں اللہ تعالیٰ نے اہل فارس کے لئے (احرار) آزاد کا لفظ استعمال فرمایا ہے اصل حقیقت سے تو اللہ تعالیٰ واقف ہے لیکن ظاہری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یمن کا بادشاہ جو ایرانی تھا اس نے سب سے پہلے اطاعت نبوی کا اظہار کیا تھا اور اسی کے لشکر نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور اظہار اطاعت کے ساتھ ساتھ آزادی رائے کا اظہار کیا تھا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں احرار فرمایا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے اہل بیت میں شامل فرمانے کا اعزاز بھی عطا فرمایا تھا۔ اور یہ فرمایا تھا کہ تم لوگ میری ذات کے قریب اور نزدیکی میں اسی طرح ہو جس طرح کہ میرے اہل بیت (اس کے بارے میں گزشتہ صفحہ پر ذکر ہوا ہے مترجم)

حضرت داؤد علیہ السلام نے رب کریم سے ایک اور سوال کیا کہ اہل فارس کے بعد یمن کا اقتدار کس کے قبضہ میں جائے گا تو رب تعالیٰ نے فرمایا قریش تجار کے پاس جائے گا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے پاس جن کا تعلق قبیلہ قریش سے ہو گا اور قریش کے لئے "لفظ تجار" اس لئے استعمال ہوا کہ وہ ان کا ذریعہ معاش تجارت تھا

یمن کے بادشاہوں اور ان سے متعلق واقعات یہاں مکمل ہوئے اب آئندہ صفحات میں کسریٰ شاپور ذوالاکناف کے واقعات بیان ہوں گے۔

کسریٰ۔ شاپور و ذوالاکناف

کسریٰ شاپور کے دور اقتدار میں ایک بادشاہ "ذوالاکناف" جس کا نام "ساطروں" تھا اس کی حدود سلطنت دریائے فرات کے کناروں کا علاقہ تھا اپنے علاقہ میں اس نے مضبوط قلعے تعمیر کرا رکھے تھے وہ کسریٰ کے احکام کی پابندی نہیں کرتا تھا۔ وہ خود مختار تھا کسریٰ نے اس کی نافرمانیوں سے تنگ آ کر عراقی و ایرانی سپاہ کو جمع کر کے ساطروں کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ بہت عرصہ تک جاری رہا حالانکہ اس سے پہلے بھی کسریٰ نے قلعہ کا محاصرہ کیا تھا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ اس مرتبہ بھی محاصرہ طویل ہوتا گیا اور کوئی نتیجہ نکلتا نظر نہیں آ رہا تھا کہ ایک دن کسریٰ اٹھ کر قلعہ کی فصیل تک آیا اور جب خندق کے قریب ہوا تو ساطروں کی بیٹی کسریٰ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی اور اس نے اپنے باپ کو اطلاع کئے بغیر کسریٰ کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور اس سے کہلوایا اگر تم مجھ سے شادی کر لو تو میں قلعہ کی چابیاں تمہارے حوالے کر دوں گی ●

کسریٰ نے جواب میں کہلوایا اگر تو ایسا کرے گی میں تو شادی کر کے تمہیں ایران و عراق لے جاؤں گا چنانچہ اس لڑکی نے رات کو ساطروں کے سوتے میں اس کے سرہانے سے قلعہ کی چابیاں اٹھا لیں۔ کہا جاتا ہے کہ ساطروں رات کو بدمست ہو کر سوتا تھا اس لئے سوائے اپنی بیٹی کے کسی پر اعتماد نہ کرتا تھا اور کوئی اس کے خاص کمرہ میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ یہ چابیاں اس نے کسریٰ کو بھجوا دیں کسریٰ نے اسی رات قلعہ پر حملہ کر کے دروازے کھول دئے اس کی فوج قلعہ میں داخل ہو گئی ساطروں کو قتل کر دیا گیا کسریٰ نے اس لڑکی سے شادی کر لی۔ اور ایک مدت تک اس کے ساتھ رہا

بے وفائی کا صلہ اور غداری کی سزا

کسریٰ نے ایک رات دیکھا کہ ساطروں کی بیٹی کو رات نیند نہیں آ رہی اور وہ کمرے میں اپنے بستر کے اطراف بے چینی سے ٹہل رہی ہے بادشاہ نے اس سے معلوم کیا کہ آج کیوں پریشاں ہو نہ سوتی ہو نہ ایک جگہ بیٹھتی ہو کہنے لگی میرے بستر پر کچھ ہے چنانچہ تیز روشنی کی گئی اور بستر کو جھاڑا گیا تو بستر پر پھول کا ایک پتہ ملا۔

کسریٰ کو اس کے اس مضطربانہ انداز سے تعجب ہوا اور پریشانی بھی۔ سوچنے لگا کہ عجب نازک مزاج لڑکی

ہے کہ بستر پر پھول کی ایک پتی برداشت نہیں کر سکتی اور اس پریشانی سے مضطرب ہو جاتی ہے اگر یہ کسی دن مجھ سے ناراض ہو گئی تو میرے ساتھ ایسے ہی غداری کرے گی جس طرح کہ اس نے اپنے باپ کے ساتھ کی تھی چنانچہ کسریٰ نے اس سے معلوم کیا کہ تیرا باپ تجھے کس طرح رکھتا تھا؟ کہنے لگی نہایت عیش و آرام کے ساتھ وہ میرا لباس فلاں قسم کے دیباج سے تیار کراتا تھا۔ کھانے میں جو سالن ہوتا وہ بکری کا بھیجا (مغز) ہوتا میرے پینے کے پانی میں مشک آمیز عرق گلاب شامل ہوتا تھا اور مجھے اتنی محبت کرتا تھا کہ ایک منٹ کو اپنے سے جدا نہ کرتا تھا۔ یہ باتیں سن کر کسریٰ نے کہا تیرے باپ نے تجھے پیدا کیا تیرے اوپر انعام و اکرام کی بارشیں کی پھر بھی تو نے اس کی قدر نہ کی اور اس کے ساتھ غداری کی ایک دن ایسا بھی آ سکتا ہے کہ تو میرے ساتھ غداری کرے گی لیکن میں احتیاط کے طور پر تیرے ساتھ وہ کچھ کرنا چاہتا ہوں جس سے ساری دنیا سبق حاصل کرے چنانچہ اس نے حکم دیا کہ ایک گھوڑا لایا جائے اور اس عورت کے سر کے بالوں کو گھوڑے کی دم سے باندھ دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور گھوڑے کو تازیانے (کوڑے) مار کر بھگا کر جنگل کی طرف ہانک دیا گیا یہ عورت گھسٹتی ہوئی گھوڑے سے بندھی رہی یہاں تک کہ اس کے جسم کے چیتھڑے بکھر گئے اس کی موت پر بہت سے شاعروں نے لکھا ہے وہ اشعار کتابوں میں موجود ہیں

اس واقعہ کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اب ہم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے بارے میں رجوع کرتے ہیں گزشتہ صفحات میں یہ لکھا گیا تھا کہ عدنان کے چار بیٹے تھے قضاعہ۔ قنص۔ ایارہ و نزار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب معد سے نزار کو منتقل ہوتا ہے۔

چوتھی فصل

نزار بن معد

نزار بن معد کے تین بیٹے تھے۔ مضر۔ ربیعہ۔ انمار۔ ربیعہ و انمار ایک ماں سے تھے جب کہ مضر نزار کی دوسری بیوی سے تھے انمار کا قیام یمن میں تھا قبائل بجلیہ و خشعم انہیں کی اولاد سے وجود میں آئے مضر نزار کے بعد سلسلہ نسب نبوی مضر سے ملتا ہے مضر کے بھی دو بیٹے تھے الیاس و عیلان اور ان کی ماں کا تعلق قوم جرہم سے تھا۔ مضر کے بعد سلسلہ نسب نبوی میں الیاس بن نصر کا نام آتا ہے۔

پانچویں فصل

عمرو بن لحی جس نے عرب میں سب سے پہلے بت پرستی کو رواج دیا تھا اس کا قصہ اسی فصل میں بیان کیا

جائے گا اسی طرح ان بغاوت کا تذکرہ بھی ہو گا جو بتوں کا احترام و عبادت کعبہ کی طرح کرتے تھے

مصنف کتاب محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ الیاس کے تین بیٹے تھے۔ مدرکہ۔ طانجہ اور قمعہ الیاس کے بعد سلسلہ نسب نبوی مدرکہ سے ملتا ہے ان کی والدہ کا نام اور شجرہ نسب یہ ہے خندف بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔

مدرکہ کا اصل نام عامر تھا اور طانجہ کا عمر دونوں کے اصل ناموں کی بجائے مدرکہ اور طانجہ سے مشہور ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن یہ دونوں بھائی جنگل میں اونٹ چرا رہے تھے اسی دوران ایک جانور کا شکار کیا ادھر یہ شکار میں مشغول تھے ادھر اونٹ بھاگ گئے ان کے پکڑنے کے لئے ایک کو تو جانا ہی تھا چنانچہ عامر نے عمرو سے کہا اگر تم اونٹوں کو گھیرنے کے لئے جاتے ہو تو اتنی دیر میں شکار کو بھوننے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں اور اگر تم نہیں جاتے تو تم شکار کو بھونو میں اونٹ پکڑنے جا رہا ہوں عمرو نے کہا تم اونٹوں کی طرف جاؤ میں شکار کو بھونتا ہوں چنانچہ عامر اونٹوں کی طرف چلے گئے اور انہیں گھیر لائے ادھر عمرو نے شکار کو بھون لیا تھا رات کو گھر آ کر دونوں بھائیوں نے سارا واقعہ الیاس کو بتایا تو انہوں نے عامر سے کہا تم مدرکہ ہو اور عمرو طانجہ چنانچہ یہ دونوں انہیں عرفوں کے ساتھ مشہور ہوئے

مصنف جناب محمد اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں خمعتہ بن الیاس کی نسل سے عمرو بن لحی ہوا اور قبیلہ خزاعہ عمرو بن لحی کی اولاد سے ہے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سرزمین عرب میں بت پرستی کو رواج دینے والا یہی شخص ہے اور اسی کے بارے میں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں عمرو بن لحی کے بارے میں دیکھا کہ **(رائیت عمرو بن لحی یجر قصبہ فی النار)** میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ خود کو دوزخ کی آگ میں دھکیل رہا ہے جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت قبیلہ خزاعہ کا ایک فرد مجلس نبوی میں بیٹھا ہوا تھا اس سے مخاطب ہو کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا عمرو بن لحی تیرے لیے ٹھیک ہو سکتا ہے یہ کلمات سن کر وہ شخص دل تنگ ہوا اور پوچھا کہ عمرو بن لحی کی مناسبت میرے لئے نقصان کا سبب ہو گی نبی کریم صلی اللہ وسلم نے فرمایا تیرے لئے نقصان کا سبب نہ ہو گی کیونکہ تو مسلمان اور وہ کافر یہ بات سن کر وہ مسلمان خوش ہو گیا اس کے بعد نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے عمرو بن لحی کے بارے میں فرمایا۔ عمرو بن لحی وہ شخص ہے جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین میں تغیر و تبدیل کیا تھا اس نے بتوں کو نصب کیا۔ بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ۔ حامی جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن مجید میں فرمایا ہے ان کو روشناس کرایا۔ اور ان بدعتوں کو ایجاد کیا اور بت پرستی کے ساتھ ساتھ ان چاروں سے متعلق بری رسوم کو پھیلایا اور اس کا تذکرہ قرآن مجید میں اس آیت میں ہوا ہے "نہیں مقرر کیا اللہ تعالیٰ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ نہ حام کو لیکن جنہوں نے کفر کیا" (مائدہ آیت ۱۰۳)

قبل اس کے کہ واقعہ کے بارے میں کچھ کہا جاتا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے معانی کا جائزہ لیں جن کا تذکرہ آیت قرآنی میں کیا گیا ہے ●

بحیرہ

اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو پانچ بچے جن لیتی تھی پانچواں بچہ پیدا ہونے کے بعد اس اونٹی کے کانوں میں چیرا لگا کر اس کو جنگل میں آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا اب اس پیر سواری بار برداری اور اس کا ذبیحہ حرام قرار دے دیا جاتا تھا۔

سائبہ

وہ اونٹ یا اونٹنی کہلاتی جس کے بارے میں نذر مانی جاتی تھی کہ اگر کوئی شخص مرض سے صحت پا جائے گا تو اس اونٹ کو وقف کر دیں گے اب نہ اس جانور کو ذبح کیا جائے گا نہ اس سے بار برداری کا کام لیا جائے گا۔ یا اس جانور کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جائے گا

وصیلہ

بکری اگر نر بچہ جنتی تو اس کو بتوں کے نام کر دیا جاتا اور اگر بچہ مادہ ہوتا تو خود رکھ لیتے تھے اور اگر بکری نے دو بچے جنے ہوتے تو ایک نر اور مادہ ہوتا تو کہتے بھائی بہن کے ساتھ آ گیا ہے لہٰذا برابری کا حصہ تقسیم کیا جائے نر بچہ بتوں کے لئے ہوتا تھا

حامی

اگر اونٹنی کسی نر اونٹ کو جنتی سے دس بچے ہو جاتے تو اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اس نے اپنے فرض کو پورا کر لیا ہے لہٰذا اس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا اب نہ کوئی اس کو ذبح کرتا نہ بار برداری یا سواری کر سکتا تھا

ھبل کہاں سے آیا؟

عرب کی بت پرستی کا پس منظر یہ ہے کہ عمرو بن لحی تجارت کے لئے ملک شام جا رہا تھا راستہ میں اس کا "سرزمین بلقاء" پر گزر ہوا یہاں قوم "عمالقہ" آباد تھی جو نہایت جنگجو اور طاقت ور تھی یہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد میں سے تھے اور بت پرستی اختیار کئے ہوئے تھے۔ عمر بن لحی نے انہیں بت پرستی کرتے دیکھا تو معلوم کیا کہ یہ تم کیا کرتے ہو تو انہوں نے جواب دیا ہم ان بتوں کو پوجتے ہیں۔ عمرو نے کہا کہ ان بتوں کو پوجنے کا کیا فائدہ تو ان لوگوں نے کہا جب بارش نہیں ہوتی قحط سالی کا شکار ہوتے ہیں تو ہم ان سے بارش طلب کرتے ہیں تو بارش ہوتی ہے جب دشمن سے مقابلہ کا موقع آتا ہے تو ہم ان سے مدد طلب کرتے ہیں ہمیں فتح حاصل ہوتی ہے۔ عمرو بن لحی کو ان کی باتوں کا یقین آگیا تو اس نے کہا کیا ایک بت مجھے نہ دو گے تاکہ میں اس کو عرب لے جاؤں مجھے یقین ہے کہ عرب اس کی پرستش کرنے لگیں گے۔ چنانچہ "عمالقہ" نے بت عمرو کو دیا وہ "ھبل" تھا عمرو نے اس کو لا کر خانہ کعبہ میں رکھ دیا اور اس کی پوجا کرنے لگا اس کی دیکھا دیکھی دوسرے عرب بھی "ھبل" کو پوجنے لگے اور اس کی تعظیم کرنے لگے۔ اس طرح عرب میں بت پرستی کا چرچا ہوا اور اس کے بعد تو یہ حال ہوا جو پتھر بھی ہاتھ لگتا اس کی پوجا کرنے لگتے تھے۔

عرب میں بت پرستی کی ابتدا کی ایک اور روائیت

کہا جاتا ہے کہ اولاد اسماعیل علیہ السلام کے لئے جب سرزمین کہ تنگ ہونے لگی آبادی کی کثرت کی وجہ سے آسانیاں ختم ہونے لگیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کے لوگ یہاں سے اطراف و اکناف کی طرف جانے لگے ان میں سے جو خاندان بھی جاتا وہ برکت کے لئے حرم شریف سے ایک پتھر لے جاتا اور سرزمین حرم کی نسبت سے اس پتھر کا اعزاز و اکرام کرتا خانہ کعبہ کی نسبت سے اس کا طواف کرتا اس طرح لوگ اس کو گھروں میں رکھ کر پوجنے بھی لگتے۔ جب مکہ سے آنے والی نسل ختم ہو گئی تو نئی نسل بت پرستی میں اپنے بڑوں سے بھی آگے بڑھ گئی یہ پرانے تو انہیں پتھروں کو پوجتے تھے جو یہ سرزمین حرم مکہ سے لائے تھے لیکن نئی نسل نے تو یہ کمال کیا کہ جو پتھر بھی پسند آ جاتا اس کو اٹھا لیتے اور اپنی پسند کے مطابق اس کو تراش خراش لیتے اور اس کی پوجا کرتے اور بعد میں تو ان کے انداز ہی بدل گئے اور انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کی تعلیمات کو یکسر فراموش کر دیا بت پرستی اور دوسری برائیوں کو اپنا

لیا اور پوری طرح کفرو گمراہی میں مبتلا ہو گئے اس کے بعد ان چند بتوں کے ساتھ جن کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا ہے جن کی عبادت قوم نوح (علیہ السلام) کے لوگ بھی کرتے تھے یہ عرب والے عقیدت کا اظہار کرنے لگے۔

قوم کے رئیسوں نے لوگوں سے کہا تم لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے کہنے پر اپنے خداؤں اور خصوصیت کے ساتھ ۔ ود ۔ سواع ۔ یعوث و یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔ ان لوگوں نے اپنے نام بتوں کی نسبت سے رکھنے شروع کر دیئے تھے اور ہر قبیلہ و خاندان نے اپنے لئے علیحدہ بت تراشا قبیلہ "ہذیل" کے لوگ "سواع" کی پرستش کرتے تھے قضاعہ کے لوگ "ود" کو قوم طی "یعوث" کو قوم "خیوان" یعوق کی اور قوم "ذوالکلاح" نسر کی پوجا کرتے تھے۔ قوم "خولان" نے جس بت کو اپنا معبود تصور کیا تھا اس کا نام "عمیانس" تھا۔ اور اس عمیانس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید (سورہ انعام ۱۳۷) میں فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی کھیتی اور چوپایوں سے حاصل ہونے والی چیزوں کو دو حصے کرتے ایک حصہ خدائے بزرگ و برتر (اللہ تعالیٰ) کے لئے اور دوسرا چھوٹے خدا یعنی عمیانس کے لئے رکھتے تھے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے نام کا حصہ تباہ ہو جاتا یا مل جاتا تو علیحدہ نہ کرتے اور یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے حصہ کو اس عمیانس کے نام کر دیا گیا ہے۔ عمیانس کے نام کے حصہ کو اس کی زیب و زینت و آرائش کے کام میں لاتے تھے۔ ان کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے برا طریقہ اختیار کیا تھا اللہ تعالیٰ کے نام کے حصہ کو تو بت کو چڑھا دیتے لیکن بت کے نام کے چڑھاوے کو اللہ تعالیٰ کے لئے جائز نہ رکھتے تھے

قریش کے لوگ "ہبل" کی پرستش کرتے تھے جس کو انہوں نے خانہ کعبہ کے وسط میں نصب کر رکھا تھا۔ اور اسکے قدموں میں چڑھاوے کو محفوظ کرنے کے لئے ایک کنواں بنا لیا تھا اب "ہبل" پر جو چڑھاوے آتے وہ اس کنویں میں محفوظ رکھے جاتے تھے

اساف اور نائلہ کی حقیقت

اس کے علاوہ "چاہ زمزم" پر بھی دو بت رکھے گئے تھے ان کے نام اساف اور نائلہ تھے تمام قربانیاں انہیں دونوں بتوں پر چڑھائی جاتی تھیں کہا جاتا کہ اساف ایک مرد اور نائلہ ایک عورت تھی جنہوں نے خانہ کعبہ کے اندر ناشائستہ عمل کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی صورت مسخ فرما کر انہیں پتھر میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس لئے قریش ان کی پوجا کرتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں زمانہ قبل از اسلام سے ہم سنتے چلے آئے ہیں کہ اساف اور نائلہ انسان تھے ان میں اساف مرد اور نائلہ عورت تھی ان دونوں نے خانہ کعبہ میں ناشائستہ عمل کیا جس کی پاداش میں یہ دونوں پتھر میں تبدیل کر دئے گئے تھے

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید

جن بتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے یہ تو بڑے بڑے بت تھے ان کے علاوہ امراء عرب نے اپنے لئے خصوصی بت متعین کر لئے تھے جن کی وہ پرستش کیا کرتے عام لوگوں نے بھی اپنے لئے علیحدہ بت تراشے تھے پرستش کے لئے اپنے گھروں میں ایک ایک بت رکھا تھا لیکن جب وہ سفر کے لئے جاتے تو ان بتوں سے لپٹتے ان کے سامنے سفر سے بخیریت واپسی کی دعائیں کر کے گھر سے نکلتے اور جب سفر سے واپس آتے تو گھر میں داخل ہونے پر پہلے انہیں سجدہ کرتے تھے

جب سید عالم صلی اللہ وسلم نے ان بت پرستوں کو دعوت توحید دی تو اس دعوت کو سن کر اہل عرب یہ کہتے یہ کیا بات ہے جو آپ کہتے ہیں ہمارے تو اتنے معبود (بت) ہیں ہم ان کو چھوڑ کر کس طرح ایک ذات واحد کی عبادت کر سکتے ہیں۔ اس عقیدہ باطلہ کی منظر کشی قرآن مجید میں اس طرح فرمائی گئی ہے **"اجعل الا لهتة الها واحدا ان هذا لشئ عجاب"** محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم معبوداں باطل کی بجائے ایک اللہ واحد کی عبادت کی جانب توجہ دلاتے ہیں یہ کیسے تعجب کی بات ہے۔

عرب کے لوگ باوجودیکہ بت پرستی کرتے اور انہوں نے خانہ کعبہ میں عبادت کے لئے بت بھی رکھ لئے تھے اور ان بتوں کی نگہداشت نگرانی اور ان کی خدمت کے لئے خدمت گزار مقرر کر لئے تھے لیکن ان تمام طاغوتی حرکتوں کے باوجود خانہ کعبہ کی عزت و عظمت کے معترف تھے اور یہ جانتے تھے کہ یہ مقدس خانہ خدا حضرت ابراھیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پرورش گاہ ہے وہ ہر سال حج کے لئے آتے اور مقررہ طریقہ پر مناسک حج ادا کرتے مگر کعبہ میں توحید کا اقرار نہ کرتے بلکہ مشرکانہ کلمات کا اضافہ کرتے اور کلمات تلبیہ تبدیل کر کے اس طرح پڑھتے تھے : **لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک الا شریک ھو لک تملکہ وما ملک ●**

قوم کنانہ نے نخلہ میں اپنے لئے ایک معبود (باطل) مقرر کر لیا تھا جس کا نام انہوں نے "عزیٰ" رکھا تھا مدینہ منورہ میں "اوس" و "خزرج" قبائل نے بھی پرستش کے لئے جس بت کو تراشا تھا اس کا نام

انہوں نے "منات" رکھا تھا۔ طائف میں قبیلہ ثقیف نے اپنے معبود باطل کے نام "لات" رکھا تھا جب کہ حجاز کے علاقہ میں قبائل دوس و خشعم نے اپنے لئے جو بت مقرر کیا تھا انہوں نے اس کا نام "ذوالخلا" رکھا تھا۔ اطراف یمن میں قبیلہ "طے" نے اپنے بت کا نام "فلس" رکھا تھا قوم حمیر نے یمن کے دارالخلافہ صنعاء میں اپنے بت کو "رئام" کہنا شروع کیا تھا۔ بنو ربیعہ کے بت کا نام "رضاء" تھا۔ قبائل بنی بکرو تغلب نے اپنے بت کا نام "ذوا لکعبات" رکھا تھا اور یہ ذوا لکعبات وہ بت ہے جس کا تذکرہ عرب کے مشہور شاعر اعشیٰ نے اپنے قصیدہ میں کیا ہے اس قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے

بین الخورنق والسدیر و بارق والبیت ذی الکعبات من سنداد

تبلیغ اسلام کے دوران سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن علاقوں میں مبلغین کو بھیجا انہوں نے ان بتوں کو برباد کیا حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فلس کی مٹی خراب کی اس مہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دو تلواریں لگیں جن میں ایک کا نام "رسوب" اور دوسری کا "مخدام" تھا۔ جناب علی نے ان دونوں تلواروں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ دونوں تلواریں اتنی قیمتی تھیں کہ ان کی قیمت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا (اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے) ان دونوں تلواروں کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی کو عطا فرمایا دیا تھا۔

"منات" کی تباہی کا اعزاز جناب ابوسفیان کے حصہ میں آیا جب کہ "ذوالخلصہ" کو جناب جریر بن عبداللہ بجلی نے کیفر کردار کو پہنچایا اور دوسرے بتوں کو تباہ کرنے کا اعزاز دوسرے صحابہ کو نصیب ہوا۔

چھٹی فصل

مدرکہ کون تھے؟

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نسب نبوی میں الیاس کے بعد "مدرکہ" نام آتا ہے ان کے دو بیٹے تھے انہیں کے ایک کا نام "ھذیل" تھا اور قبیلہ "ھذیل" انہیں سے منسوب ہے دوسرے بیٹے کا نام خزیمہ تھا۔ مدرکہ کے نسب نامہ میں خزیمہ کا نام آتا ہے ان خزیمہ کے چار بیٹے تھے۔ اس۔ اسدہ۔ ھون اور چوتھے بیٹے کنانہ تھے سلسلہ نسب نبوی میں خزیمہ کے بعد کنانہ آتے ہیں۔ کنانہ کے بھی چار بیٹے تھے مالک بن کنانہ۔ عبدمنات بن کنانہ عطکان بن کنانہ اور نضر بن کنانہ نسبی اعتبار سے کنانہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء میں سے ہیں ●

قریش کی وجہ تسمیہ

کہا جاتا ہے کہ قریش نضر بن کنانہ سے متعلق ہیں اور جو قریش کہلاتا ہے وہ نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہے ان کی اولاد کے علاوہ اور کوئی قریشی نہیں ہے قریش کے دو ماخذ بتائے جاتے ہیں ●

(۱) یہ لفظ قریش سے مشتق ہے اس کے معنی تجارت اور کسب کے آتے ہیں چونکہ قریش کا ذریعہ معاش تجارت تھا اس لئے قریشی کہلائے●

(۲) اس لفظ کے ایک معنی اجتماع کے آتے ہیں یہ لوگ ابتدا میں منتشر تھے بعد میں مجتمع ہوئے اس لئے قریش مشہور ہوئے نضر بن کنانہ کے بعد ان کے دو بھائی اور بھی ہوئے ان میں ایک کا نام مالک تھا دوسرے کا نام مخلد تھا سلسلہ نسب نبوی میں نضر بن کنانہ کے بعد مالک بن نضر کا نام آتا ہے اور مالک کا نام آتا ہے بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ فہر بن مالک کی اولاد قریش ہے اور جو ان کی نسل سے نہیں وہ قریشی نہیں ●

فہر بن مالک کے چار بیٹے ہوئے غالب بن فہر۔ حارث بن فہر۔ اسد بن فہر۔ محارب بن فہر لیکن سلسلہ نسب نبوی میں غالب بن فہر کا نام آتا ہے۔

غالب بن فہر کے دو بیٹے ہوئے ایک لوی بن غالب اور تیم بن غالب تھے لیکن سلسلہ نسب میں غالب کے بیٹے لوی کا نام شامل ہے لوی بن غالب کے بھی چار بیٹے ہوئے کعب بن لوی۔ عامر بن لوی۔ سامہ بن لوی۔ عوف بن لوی لیکن سلسلہ نبوی میں کعب بن لوی کا نام آتا ہے

کعب کے تین بیٹے تھے مرہ بن کعب۔ عدی بن کعب۔ ھصیص بن کعب ان تینوں میں "مرہ بن کعب" کا نام سلسلہ نسب نبوی میں آتا ہے مرہ بن کعب کو بھی تین بیٹوں کا باپ بننے کا اعزاز ملا ان کے نام "کلاب بن مرہ" جن کا نام سلسلہ نسب نبوی میں آتا ہے دوسرے بیٹے کا تیم بن مرہ اور تیسرے کا یقظہ بن مرہ تھا

کلاب کے دو بیٹے ہوئے ایک قصی بن کلاب جو نسب نبوی میں آتے ہیں دوسرے بیٹے کا نام زھرہ بن کلاب تھا۔ "قصی بن کلاب" کے چار بیٹے ہوئے "عبد مناف بن قصی" یہی نام سلسلہ نسب میں آتا ہے بقیہ کے نام عبدالدار بن قصی۔ عبداللہ العزی بن قصی اور عبد قصی بن قصی تھے

عبد مناف بھی چار بیٹوں کے باپ تھے "ھاشم بن عبد مناف" جو سلسلہ نسب نبوی میں آتے ہیں بقیہ عبد شمس۔ مطلب اور نوفل تھے ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جناب "عبدالمطلب بن ہاشم" سید عالم علیہ السلام کے دادا تھے دوسرے بیٹوں کے نام اسد بن ہاشم ابو سیفی اور نضلہ تھے۔

ساتویں فصل

اولاد جناب عبدالمطلب

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب کے سلسلہ میں یہ آخری فصل ہے مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جناب عبدالمطلب دس بیٹوں اور چھ بیٹیوں کے والد تھے ان میں جناب عبداللہ (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد) بقیہ کے نام یہ ہیں۔ جناب عباس۔ حمزہ۔ حارث۔ ابو طالب۔ زبیر۔ حجل۔ مقوم۔ زراعہ۔ ابو لہب۔ بیٹیوں کے نام یہ ہیں سیدہ صفیہ۔ ام حکیم بیضاء۔ عاتکہ۔ امیمہ ۔ اروئی۔ برئی

مخلوق الہی کی افضل ترین ذات اقدس سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جناب عبداللہ کی اولاد ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے

سیدہ آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زھرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر سیدہ آمنہ کی والدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے برہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی نانی کا سلسلہ نسب

ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر سیدہ آمنہ کی پرنانی کا سلسلہ نسب برہ بنت عوف بن عبید بن مرتح بن عدی بن کعب لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر سلسلہ نسب نبوی کی ابتدا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ پدری و مادری ان حضرات پر مشتمل ہے جو اولاد آدم علیہ السلام میں سے معزز و محترم ترین افراد میں سے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی کریم پر لاکھوں درود سلام نازل فرمائے آمین

(۳)

خانہ کعبہ کے متولی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت تک

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت ان کے بڑے بیٹے نابت کے حصہ میں آئی۔ جب تک وہ زندہ رہے تو خدمت کعبہ ان کے پاس رہی لیکن نابت کے انتقال کے بعد چونکہ ان کی نرینہ اولاد کم عمر تھی اس لئے تولیت نابت کے سسر مضاض بن عمرو جرہمی کے حصہ میں آگئی مکہ میں اس وقت دو قبائل آباد تھے ایک قبیلہ جرہم جس کی قیادت مضاض بن عمرو بن جرہمی کے پاس تھی دوسرا قبیلہ قطورا تھا اس قبیلہ کا سردار سمیدع تھا یہ دونوں قبائل چونکہ یمن کے علاقہ سے تعلق رکھتے اور وہیں سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے اس لئے باہم اتحاد و اتفاق سے رہتے تھے قبیلہ جرہم مکہ کے بالائی حصہ میں رہتا تھا جب کہ شہر کے زیریں حصہ میں قبیلہ قطورا کا قیام تھا۔ بالائی حصہ میں مضاض کا حکم چلتا تھا جب کہ شہر کے زیریں حصہ پر سمیدع کا راج تھا۔ ایک مدت تک یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن بعد میں مضاض اور سمیدع میں آپس میں اختلافات پیدا ہوئے مضاض نے سمیدع کو قتل کر دیا۔ اس طرح پورے مکہ پر مضاض کا اقتدار قائم ہو گیا۔ اس طرح خانہ کعبہ کی تولیت ایک مرتبہ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان میں واپس آگئی اس موقع پر مضاض نے بے شمار اونٹ گائے بکریاں ذبح کرا کر اہل مکہ کی دعوت کی ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سرزمین مکہ پر سب سے پہلا متولی سمیدع تھا اور مکہ کی سرزمین پر سب سے پہلا قاتل مضاض تھا واللہ اعلم۔

مضاض بن عمرو کے مرنے کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت قبیلہ جرہم ہی کے پاس رہی کیونکہ سرزمین مکہ پر ان کی اکثریت تھی دوسرے مادری رشتہ سے یہ لوگ حضرت اسماعیل کی اولاد کے رشتہ دار تھے حضرت اسماعیل کی اولاد سے اس وقت کبھی ان کے تعلقات اچھے تھے جب کہ تولیت کعبہ بھی ان کے پاس تھی۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد (نسل) پھیلنے لگی اور مکہ مکرمہ میں ان کی آباد کاری مشکل ہوئی تو ان میں سے بہت سے اطراف و اکناف میں جاکر آباد ہو گئے تھے

قبیلہ جرہم کا اقتدار مکہ پر مستحکم ہو گیا اور اس کو کچھ عرصہ گزرا تو انہوں نے کل پرزے نکالنے شروع کئے مکہ کے اصل باشندوں اور بعد میں آنے والوں پر ظلم و ستم شروع کر دیئے اور کعبہ مقدسہ کے احوال میں خیانت شروع کر دی جو چڑھاوے خانہ کعبہ کے لیے آتے تھے ان پر قبضہ کر کے اپنے ذاتی خرچ میں لے آتے تھے علاوہ ازیں خانہ کعبہ کا ادب و احترام اس کی شان کے لائق نہیں کرتے تھے اطراف و اکناف کے جو لوگ زیارت کعبہ کے لئے آتے وہ شکایت کرتے ہوئے جاتے کہ مکہ پر ایسے لوگوں کا اقتدار باقی نہیں رہنا چاہئے۔ ماضی میں یہ طریقہ کار رہا تھا کہ مکہ مکرمہ کے متولیوں میں اگر کوئی ظلم و ستم کا ارتکاب

کرتا تو اس کو یا تو قتل کر دیا جاتا یا اس کو مکہ بدر کر دیا جاتا تھا۔

مکہ کی وجہ تسمیہ

مکہ مکرمہ کا نام مکہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں متکبراور جباروں کی گردنیں جھکائی جاتی تھیں ظالم اور ستمگر یہاں من مانی کرنے کے لئے آزاد نہیں چھوڑے جاتے تھے۔ جب قبیلہ جرہم نے وہ حرکتیں شروع کیں جن کا تذکرہ اوپر کی سطور میں ہوا تو حضرت اسماعیل کی اولاد نے قبیلہ خزاعہ کی شاخ بنو بکر بن عبد مناف سے معاہدہ کیا اور بنو جرہم کو کہلوایا کہ خانہ کعبہ کی تولیت ہمارا حق ہے لیکن قرابت کے حق کی وجہ سے ہم نے اب تک خاموشی اختیار کر رکھی تھی اب تمہارے بڑھتے ہوئے ظلم و ستم پر خانہ کعبہ کے احوال میں خیانت شروع ہو گئی ہے۔ یہاں کے اصل رہنے والوں اور یہاں آکر بسنے والوں کی حق تلفی ہو رہی ہے اور خانہ کعبہ کی عظمت کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا یہ ایسے اسباب ہیں جن کے بارے میں تم لوگوں کو اب مزید چھوٹ نہیں دی جا سکتی یا تو تم لوگ مکہ چھوڑ دو ورنہ مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ورنہ ہمارے تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

قبیلہ جرہم کے لوگوں نے اپنی افرادی قوت کے زعم میں آل اسماعیل علیہ السلام کے پیغام پر کوئی توجہ نہ دی اور لشکر تیار کر کے مقابلہ کے لئے نکلے ادھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کے لوگ اپنے حلیفوں بنو بکر اور بنو خزاعہ کے ساتھ میدان جنگ میں مقابلہ کے لئے آ گئے ظالموں نے مقابلہ میں تقریباً شکست کھائی اور فاتحوں نے شکست خوردہ لوگوں کو مکے کے دروازوں تک بھگا کر راستوں پر قبضہ کر کے بیٹھ گئے اور ان کے راستہ بند کر دیئے۔ بنو جرہم کو جب حالات کا اندازہ ہوا تو انہوں نے اس متحدہ لشکر کے پاس قاصد روانہ کیا کہ جرہم کے لوگ مکہ چھوڑ دیں گے ان کے بیوی بچوں کو مکہ سے جانے کی اجازت دی جائے اور ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

قبیلہ جرہم کے لوگوں کو اب یہ یقین ہو گیا تھا کہ مکہ مکرمہ سے ہمارا اقتدار ختم ہو گیا ہے اور مکہ مکرمہ میں ہمارے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تو عمرو بن حارث بن مضاض نے جو اس دور میں مکہ کا سردار تھا اس نے حجر اسود کو اکھاڑا اور ان دو سنہری بکری کے بچوں کی شکل کے بتوں جنہیں وہ "غزال کعبہ" کہتے تھے ساتھ لیا اور تمام اسلحہ اور قیمتی اشیاء کو چاہ زمزم میں ڈال کر اس کو پاٹ کر بند کر دیا اس کے بعد عمرو بن حارث بن مضاض اپنے ساتھیوں کو لے کر یمن کی جانب روانہ ہو گیا اور وہیں جا کر ڈیرے ڈال دیئے۔

اس واقعہ کے بعد سے جناب عبدالمطلب کی سرداری کے زمانہ تک چاہ زمزم بند رہا۔ (جناب عبدالمطلب نے چاہ زمزم کھودنے کا سلسلہ خواب میں دیکھا جس کی تفصیلات علیحدہ باب میں بیاں ہوں گی)

مکہ سے جانے اور یمن میں قیام کے بعد قبیلہ جرہم کے لوگوں کو مکہ یاد آیا اور وہ مکہ چھوٹنے کے غم میں کف افسوس ملنے لگے اس حال میں عمرو بن حارث بن مضاض نے انتہائی حسرت و افسوس کے عالم میں کہا۔

بنو جرہم کے مکہ سے جانے کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت پھر بنو بکر و بنو خزاعہ کے حصہ میں آگئی لیکن ایک عرصہ کے بعد بنو خزاعہ نے بنو بکر کو مغلوب کر کے اقتدار پر مکمل قبضہ کر لیا۔ اور بنو بکر کو سرداری کے حصہ سے یکسر محروم کر دیا۔ مدتوں بنو خزاعہ سرداری کرتے رہے اور یہ سلسلہ نسلاً" بعد نسلاً" جاری رہا۔ قریش اس دور میں انتشار کا شکار رہے یہاں تک کہ قریش کی قیادت قصی بن کلاب بن مرہ کے حصہ میں آئی تو انہوں نے سیاسی بصیرت سے کام لیتے ہوئے بنو خزاعہ کے سردار حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی کی بیٹی حبی بنت حلیل سے شادی کر لی جیسا کہ ماسبق میں گزرا کہ قصی کے چار بیٹے ہوئے عبدالدار۔ عبد مناف۔ عبدالعزی اور عبد قصی۔ یہ بیٹے جب بڑے ہو گئے اور قصی کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوئی اور لوگ ان کو احترام کی نظر سے دیکھنے لگے اور قریش ہی میں نہیں دوسروں میں بھی ان کا رعب و دبدبہ قائم ہو گیا اور ان کے ساتھیوں کی تعداد کثیر ہو گئی تو انہیں اپنی اہمیت کا احساس ہوا اور انہوں نے سوچا کہ خانہ کعبہ کی سرداری تو ہمارا حق ہے اور قریش سرداری کے زیادہ حقدار اس لئے بھی ہیں کہ نسبی اعتبار سے یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں لیکن اپنا حق واپس لینے کی قصی میں ہمت اس لئے نہیں تھی کہ اس دوران مکہ کی تولیت و سیادت ان کے سسر حلیل بن حبشیہ کے پاس تھی۔ اس لئے خاموشی کے ساتھ حالات کا جائزہ لیتے رہے لیکن جب حلیل کا انتقال ہو گیا تو قصی نے قبیلہ کنانہ کو ساتھ ملایا تاکہ ان کے ساتھ متحد ہو کر قبیلہ خزاعہ کو مکہ سے نکال باہر کریں قصی کا ایک ماں شریک بھائی جس کا نام رزاح بن ربیعہ تھا اس کا تعلق قریش سے تو نہ تھا لیکن بڑا جتھ بند شخص تھا یہ یمن کے قریبی علاقہ میں مقیم تھا اس کو بھی قصی نے بلا لیا

جب حج کا موسم آیا تو رزاح بڑا لشکر لے کر آیا اور مکہ مکرمہ میں قصی نے اپنے ہمدردوں کی خاص جمعیت اکٹھی کر لی لیکن قبیلہ خزاعہ سے جنگ کرنے سے پہلے انہیں ایک دشمن سے واسطہ پڑا اور وہ

"جماعت صوفہ" تھی ایام حج میں ان کا ایک منفرد انداز تھا کوئی قافلہ ان کی اجازت کے بغیر عرفات نہیں جا سکتا تھا اسی طرح کوئی منیٰ جانے میں بھی ان پر سبقت نہیں کر سکتا تھا جب یہ لوگ منیٰ کے لئے روانہ ہو جاتے تو دوسروں کو منیٰ جانے کی اجازت ملتی تھی اور ان رسوم کی خصوصیت یہ تھی کہ مرہ بن اد بن طانچہ کے اولاد نرینہ نہ ہوتی تھی اس نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے اولاد نرینہ عطا فرمائے تو وہ اس کو خانہ کعبہ کی خدمت کے لئے وقف کر دے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیٹا عطا فرمایا تو اس نے اس کا نام "غوث" رکھا اور خانہ کعبہ کی خدمت کے لئے چھوڑ دیا

قبیلہ جرہم کے سربرآوردہ لوگوں نے حج کے بہت سے امور اس شخص "غوث" نامی کی سپرد کر دیئے تھے اس کے بعد اس کی اولاد ان امور کو انجام دیتی رہی دین اسلام کے اعلان کے وقت اس قوم صوفہ کا آخری شخص کرب بن صفوان بن حارث بن شجنہ تھا۔ چنانچہ کسی شاعر نے اپنے قصیدہ میں اس کا ذکر کیا ہے

لا یبرح الناس ماحجوا معرفهم حتی یقال اجیزوا آل صفوانا

اس ضمنی واقعہ کے بعد ہم واپس قصی بن کلاب کے قصہ کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ جب قصی نے خانہ کعبہ کی تولیت اور مکہ کی سرداری کے حصول کے لئے قوم خزاعہ سے جنگ کے ارادہ سے لشکر ترتیب دیا تو خزاعہ والوں سے پہلے ان کا مقابلہ "قوم صوفہ" سے ہوا جس میں صوفہ والوں کو شکست سے ہمکنار ہونا پڑا۔ اس کے بعد قصی کامقابلہ قوم خزاعہ سے ہوا اس جنگ میں بھی قصی کو کامیابی ہوئی اور اس نے خزاعہ کے لوگوں کو مکہ سے نکال کر تولیت کعبہ حاصل کی اور مکہ کی سرداری کے منصب کو بھی سنبھالا۔ اس کے بعد قصی نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو جمع کر کے اطاعت و فرمانبرداری کا حلف لیا کہا جاتا ہے کہ قصی کے سوا کوئی متولی اور سردار ایسا نہیں جس کو وہ خصوصیات میسر ہوئی ہوں جو قصی کو حاصل تھیں اور قریش پر کسی کو وہ غلبہ حاصل نہیں ہوا جو قصی کو حاصل ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ لوی بن غالب کی نسل میں ایسا اقتدار قصی کو حاصل ہوا کہ تمام معاملات میں لوگ اس کا اتباع کرتے تھے وہ اس سے پہلے کسی دوسرے کو نصیب نہیں تھی اس کی ہر بات اور ہر لفظ سے قسمیں و تبرک اور فال تک تلاش کرتے تھے ان کی اجازت کے بغیر نہ تو شادی ہوتی اور نہ کوئی سفر کے لئے جاتا تھا غرضیکہ مکہ میں جو کام بھی ہوتا وہ ان کی اجازت و مشورہ کے بغیر ممکن نہ تھا

دارالندوہ کی تعمیر

قصی کے مشورہ اور حکم کے مطابق باہمی امور کو طے کرنے اور معاشرتی کاموں کی انجام دہی کے بارے

میں مشورہ کے لیے ایک مکان "دارالندوہ" کی تعمیر کی گئی۔ اور مکہ کی چوتھائی آمدنی قریش کے لئے مخصوص کردی گئی اور قریش کا یہ مخصوص "ندوہ" تادم تحریر کتاب سیرت ابن اسحاق باقی تھا۔ واللہ اعلم

مناصب حکومت

جب قصی نے نظام حکومت سنبھالا اس وقت پانچ امور حکومت کی ذمہ داری میں تھے جن میں سے دو کا تعلق خاص کر خانہ کعبہ سے تھا منصب حجابت اور دوسرا حاجیوں کے لئے پانی کی فراہمی بقیہ تین امور۔ حاجیوں کی مہمان داری۔ مکہ کے پرچم کی ذمہ داری اور "دارالندوہ" میں مشاورتی امور کی نگرانی۔

قصی بن کلاب نے قریش پر یہ ذمہ داری ڈالی تھی کہ یہ لوگ ہر سال خطیر رقم حاجیوں کی دعوت پر خرچ کریں اور وہ یہ کام انجام دیتے تھے جب حاجی منیٰ پہنچتے تو قریش کے مہمان ہوتے۔ یہ تمام منصب قصی کے پاس تھے اور ان امور میں وہ مختار و مجاز تھے لیکن جب بڑھاپا اور کام کرنے کے قابل نہ رہے تو اپنے بیٹے عبدالدار کو بلا کر یہ ذمہ داریاں اس کے سپرد کردیں اور اس کو اپنا ولی عہد مقرر کردیا۔

قصی جب اس دنیا سے گئے تو یہ پانچوں منصب عبدالدار کے پاس رہے ان کے بھائیوں۔ عبد مناف۔ عبدالعزیٰ اور عبد قصی نے اپنے باپ کے کہنے اور ولی عہد متعین کرنے پر کوئی تعرض نہیں کیا باوجودیکہ دوسرے بھائی اور قریش کے لوگ نیابت قصی کے سلسلہ میں عبد مناف کے حق میں تھے۔

عبدالدار اور عبد مناف کے مرنے کے بعد رسم و رواج کے مطابق عبدالدار کی اولاد میں تولیت منتقل ہوئی تو عبد مناف عبد شمس۔ ہاشم مطلب نوفل کی اولادیں ان کے مقابلہ پر آگئیں اور بنو عبدالدار سے خانہ کعبہ کی تولیت کا مطالبہ کیا اس مطالبہ میں قریش کی اکثریت کی ہمدردیاں بنو عبد مناف اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ تھیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو عبد مناف کو قریش کے دوسرے خاندانوں پر تفوق حاصل تھا کیونکہ سخاوت۔ شجاعت اور دوسری خوبیوں میں دوسرے خاندانوں سے بڑھ کر تھے۔ جب بنو عبدالدار سے تولیت کے مطالبہ میں یہ دوسرے خاندانوں کے ہمنوا ہوئے تو ان کی وجہ سے مکہ کے قریش دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ نے بنو عبدالدار کا ساتھ دیا تو دوسرا گروہ بنو عبد مناف کا ہمنوا بن گیا۔ اور یہ چپقلش اتنی بڑھی کہ لڑائی کی نوبت آگئی تو قریش کے بوڑھوں کو حالات کی نزاکت کا احساس ہوا۔ انہوں نے دونوں گروہوں میں مصالحت کرا دی اور جیسا کہ سابق میں گزرا مکہ کی سرداری میں تین امور کا تعلق شہری آبادی سے تھا اور دو کا "خانہ کعبہ" کے ساتھ تھا حاجیوں کی ضیافت اور حجاج کرام کے لئے پانی

کی فراہمی کا معاملہ بنو عبدالدار سے لے کر بنو عبد مناف کی سپرد کر دیا گیا اور باقی تین امور بدستور بنو عبدالدار کے پاس رہے۔

عبد مناف کی اولاد میں ہاشم کو خصوصیت اور اہمیت حاصل ہوئی وہ سخاوت و مروت میں اپنے تمام بھائیوں پر فوقیت لے گئے اس کے دوسرے بھائیوں نے یہ ذمہ داریاں ان کے سپرد کر دیں اور ہاشم نے ان ذمہ داریوں کو باحسن وجوہ انجام دے کر بہت شہرت حاصل کی اور نام کمایا۔ کہا جاتا ہے کہ عرب میں جس نے سب سے پہلے ثرید کے لئے پیالوں کا طریقہ ایجاد کیا وہ ہاشم تھے اور اس رسم کے جاری کرنے سے بڑی داد و تحسین حاصل کی اور عرب میں جس نے رسم **رحلۃ الشتاء والصیف** شروع کی وہ بھی ہاشم ہی تھے کسی شاعر نے ان کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا

عمر و الذی ہاشم لقومہ قوم بمکتہ مسنتین عجاف

سنت الیہ الرحلتان کلاھما سفر الشتاء و رحلتہ الاصیاف

ہاشم کا اصل نام عمرو تھا لیکن جب انہوں نے ثرید کو پیالوں میں تقسیم کا نظام شروع کیا گوشت اور روٹی کو پیالوں میں توڑ کر کھلایا گیا تو انہیں ہاشم کہا جانے لگا ہاشم کے لغوی منیٰ توڑنے والے کے ہیں

ہاشم کے انتقال کے بعد سیادت کی ذمہ داریاں "مطلب" کو منتقل ہوئیں مطلب نے اپنے بھائی ہاشم سے بڑھ کر کارنامے سرانجام دیئے اور شرف و عزت شجاعت و سخاوت میں اپنے بھائی سے بڑھ گئے۔ کثرت سخاوت کے سبب لوگ انہیں فیاض کہنے لگے ان کی تعریف و توصیف میں شعراء نے قصیدے کہے جو تاریخ کی کتابوں میں منقول ہیں

عبدالمطلب کی وجہ تسمیہ۔

ہاشم جناب شیبہ (عبدالمطلب) کے والد تھے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ ہوئے جب ہاشم کا انتقال ہوا تو سرداری اور خدمت کعبہ کی ذمہ داریاں مطلب کے حصہ میں آئی مطلب کے مرنے کے بعد یہ منصب جناب شیبہ المعروف عبدالمطلب کو ملا۔ شیبہ کے عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہاشم مدینہ گئے تھے وہاں ایک خاتون سے شادی کی جن کے بطن سے عبدالمطلب تولد ہوئے ماں نے بیٹے کا نام شیبہ الحمد رکھا (جو بعد میں صرف شیبہ کہلانے لگے) شادی کے کچھ عرصہ بعد ہاشم مکہ واپس آ گئے اور جناب شیبہ مدینہ میں اپنی والدہ کے پاس پرورش پاتے رہے ہاشم کے انتقال کے بعد مطلب مدینہ گئے اور اپنی بھاوج ہاشم کی بیوہ سے بچہ کا مطالبہ کیا تاکہ مکہ لا کر ان کی خود پرورش کریں ہاشم

کی بیوی سلمیٰ بنت عمرو مدینہ کی ذی عزت خواتین میں سے تھیں شرف و عزت میں معاشرہ میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا جب انہوں نے مطلب کا مطالبہ سنا تو بیٹے کو دینے سے انکار کر دیا تو مطلب نے ان سے بہت سی سفارشیں کرائیں اور ان پر زور ڈالوایا تو سلمیٰ بجبر و اکراہ لخت جگر کو علیحدہ کرنے پر آمادہ ہو گئیں۔ مطلب بھتیجے کو کو لے کر مکہ روانہ ہوئے جب وہ حدود شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے جناب شیبہ (عبدالمطلب) کو سواری کے پیچھے دیکھ کر خیال کیا کہ مطلب غلام خرید کر لائے ہیں لہٰذا انہوں نے انہیں (شیبہ) کو عبدالمطلب کا غلام کہا تو مطلب نے کہا یہ غلام نہیں بلکہ میرا بھتیجا ہے (بقول ابن اسحاق) یہ بات کچھ لوگوں نے سنی کچھ نے نہ سنی۔ اور غلط فہمی اپنی جگہ باقی رہی اور شیبہ عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہو گئے اور مکہ والے شیبہ کے نام سے پوری طرح واقف نہ ہو سکے

مطلب کے مرنے کے بعد مکہ کی سرداری خانہ کعبہ آنے والوں کے لئے پانی کی فراہمی اور مہمانان کعبہ کی میزبانی کی ذمہ داری جناب عبدالمطلب کے حصہ میں آئی تو انہوں نے اپنے اسلاف سے بڑھ چڑھ کر انتظام کیا منصب سرداری کی انجام دہی اور حاجیوں کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور مکہ والوں کے دلوں میں گھر کر لیا سارے مکہ والے اپنے تمام امور میں ان کے مشورے پر عمل کرتے اور ان کے ساتھ محبت و خلوص کا اظہار بزرگوں سے بھی زیادہ کرتے تھے۔ عبدالمطلب کے انتقال کے بعد حاجیوں کے امور کی نگرانی جناب عباس کے سپرد ہوئی اور وہ یہ ذمہ داری فتح مکہ تک انجام دیتے رہے۔ فتح مکہ کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس اعزاز پر برقرار رکھا اور خانہ کعبہ کا حاجب (بدستور بنو عبدالدار سے) جناب عثمان بن طلحہ کو برقرار رکھا یہ واقعہ اپنے عنوان کے ذیل میں آئے گا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دور سے جناب عبدالمطلب و عباس اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح مکہ تک خانہ کعبہ کی نگرانی اور مکہ کی سرداری کا واقعہ کا تذکرہ بیان کیا گیا۔

(۴)

جناب عبدالمطلب کے ذریعہ چاہ زمزم کی بازیابی

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ زمزم کے وجود میں آنے کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام عہد طفولیت میں ایک دن تشنہ تھے اور پانی دستیاب نہ تھا ان کی والدہ سیدہ ہاجرہ جب پانی کے حصول میں ناکام ہوئیں تو فرط اضطرار میں کبھی "کوہ صفا" پر جا کر بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوتی تھیں

کبھی "مروہ" پر جا کر بارگاہ ایزدی میں دست دعا اٹھاتیں اور دعا کرتیں خداوندا اپنے خلیل کے بیٹے کی فریاد کو سن لے اس طرح ان دونوں پہاڑیوں پر دعا کرتی رہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا جبریل امین خطہ زمین پر اتر آئے اور جہاں حضرت اسماعیل (علیہ السلام) لیٹے ہوئے تھے اس کے قریب اپنے پاؤں کو زمین پر مارا تو وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ اور حضرت اسماعیل وہیں لیٹے لیٹے پانی پینے لگے۔ پانی کی تلاش کے وقت سیدہ ہاجرہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان آتی جاتیں تھیں اور آ کر ایک نظر بیٹے پر ڈال لیتی تھیں ایک مرتبہ جب حضرت اسماعیل کو دیکھنے گئیں تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے رخسار کے نیچے سے پانی چل رہا ہے تو انہیں یہ خیال ہوا کہ پانی زور پکڑ کر کہیں حضرت اسماعیل کو بہا نہ لے جائے لہٰذا جلدی جلدی پانی کے گرد منڈیر بنانے لگیں اور پانی کے گرد مٹی کا گول حلقہ بنا دیا اور یہی وجہ ہے کہ اس پانی نے کمان کی شکل اختیار کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ اگر سیدہ ہاجرہ پانی کے گرد حلقہ نہ بناتیں اور حصار نہ کرتیں تو یہ پانی سارے مکہ میں پھیل جاتا اور تا قیام قیامت لوگ اس سے سیراب ہوتے۔

ابتدا میں چاہ زمزم کی نگرانی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کے پاس رہی جب قبیلہ جرہم کے لوگوں کو مکہ سے نکالا گیا تو انہوں نے بغض کینہ اور اہل مکہ کو اذیت سے ہمکنار کرنے کے لئے اس کنویں کو پاٹ دیا یہ واقعہ ماسبق میں ضمناً بیان کیا گیا ہے۔ الغرض چاہ زمزم جناب عبدالمطلب کے دور تک بند رہا۔ جناب عبدالمطلب کے ہاتھوں زمزم کی بازیابی کے سلسلہ میں دو روایتیں بیان کی گئی ہیں۔

چاہ زمزم کی کھدائی کی پہلی روایت

پہلی روایت حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ذریعہ ملتی ہے جو بالواسطہ حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے کہ میں ایک دن حطیم میں سویا ہوا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اٹھو اور "طیبہ" کو کھودو! میں نے معلوم کیا طیبہ کیا ہے ؟ تو اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری مرتبہ جب میں حطیم میں سویا ہوا تھا تو کسی نے مجھ سے کہا اٹھو اور "برہ" کو کھودو میں نے اس سے معلوم کیا برہ کیا چیز ہے؟ تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسرے دن بھی ایسا ہی خواب دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے اٹھ کر "مضنونہ" کو کھودو میں نے کہا مضنونہ کیا ہے ؟ تو اس نے کوئی جواب نہ دیا چوتھی مرتبہ کسی نے خواب میں مجھ سے کہا اٹھو اور زمزم کو بازیاب کرو میں نے کہا "زمزم" کیا ہے ؟ تو اس نے مجھے بتایا کہ یہ کنواں ہے جس کا پانی کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کا پانی خراب ہوتا ہے۔ حاجی تبرک کے طور پر اس کو

پیتے ہیں اور گلاب کی طرح اس کو تحفہ کے طور پر لے جاتے ہیں۔ میں نے معلوم کیا کہ یہ کنواں کہاں ہے اور اس کو کہاں کھودا جائے تو اس نے بتایا کہ یہ جگہ "اساف" اور "نائلہ" جہاں نصب ہیں اس کے درمیان میں ہے اور جس جگہ قربانی کی جاتی ہے اور اس کی ایک پہچان یہ ہے کہ جہاں چیونٹیوں نے اپنے گھر بنا رکھے ہیں اس کے علاوہ تم اس کی ایک پہچان یہ دیکھو گے کہ جب تم وہاں پہنچو گے تو ایک کوے کو اپنی چونچ سے زمین کو کھودتا پاؤ گے۔ عبدالمطلب فرماتے ہیں میں نے اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا۔
دوسرے دن اپنے بڑے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر وہاں پہنچا تو ساری علامتیں موجود پائیں کوا بھی چونچ سے زمیں کو کھود رہا تھا اب مجھے کوئی شک نہ رہا تو میں نے کدال کو زمیں پر مارا تو جیرم پتھر زمین سے اکھڑنے لگے تو فرط مسرت سے میں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ نعرہ تکبیر کی آواز سن کر قریش کے موجود لوگ میرے گرد جمع ہو گئے جب انہوں نے ان پتھروں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ میرا مقصود کیا ہے تو مجھ سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہوئے اور مقابلہ پر آ کر کہنے لگے کہ یہ کنواں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہے اور ہم ان کی اولاد ہیں اس کام میں ہمیں بھی شریک کرو۔ عبدالمطلب نے کہا کہ اس سلسلہ میں انفرادی طور پر مجھے بشارت ملی ہے میں کیونکر کسی کو شریک کر سکتا ہوں ؟ میرے جواب پر قریش آمادہ پیکار ہوتے ہوئے کہنے لگے یا تو ہمیں بھی اس کام میں شریک کرو ورنہ ہم تمہیں بھی نہ کرنے دیں گے۔ اب عبدالمطلب نے حالات کا جائزہ لیا کہ میں قریش سے تنہا مقابلہ نہیں کر سکتا لہٰذا ان لوگوں سے کہا کہ اس معاملہ میں ہم کسی کو حکم مقرر کر لیں اور وہ جو فیصلہ کرے وہ سب کو منظور ہو گا۔ اگر اس نے یہ فیصلہ دیا کہ میں اس کام کو تنہا انجام دوں تو تم تعرض نہ کرنا اور اگر اس نے یہ فیصلہ دیا کہ مشترکہ طور پر انجام دینا ہے تو میں تمہاری شراکت کو قبول کروں گا۔

چنانچہ یہ طے ہوا کہ ملک شام کی فلاں کاہنہ کو اس معاملہ میں حکم بنایا جائے جس کا فیصلہ فریقین کو قبول ہو گا عبدالمطلب عبد مناف کی اولاد میں سے چند آدمیوں کو لے کر شام کو چلے ان کے ساتھ قریش کے ہر قبیلہ کے لوگ (فریق مخالف میں سے بھی) تھے دوران سفر چند دن کے بعد عبدالمطلب کے ساتھیوں کے پاس پانی ختم ہو گیا پیاس کی شدت سے بیتاب ہوئے امید زیست نہ رہی تو عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے فریق مخالف سے پانی مانگا تو انہوں نے صاف جواب دے دیا اور کہا ہمیں بھی تشنگی کا خوف ہے اب عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم نے ان لوگوں سے پانی مانگا اور انہوں نے منع کر دیا اب کیا کرنا چاہئے تو ان کے ساتھیوں نے کہا فیصلہ آپ ہی کریں ہمیں بھی منظور ہو گا تو عبدالمطلب نے کہا ابھی ہم میں

تھوڑی توانائی باقی ہے آؤ ہم اپنی قبریں کھود لیں اور موت کا انتظار کریں اور ہم میں جس کو موت آ جائے دوسرا اس کو دفن کر دے جو شخص آخر میں بچے گا اس کی لاش ضائع ہو جائے گی اور یہ بات زیادہ بہتر ہے لیکن سب کی بجائے ایک ہی شخص کی لاش بے گور و کفن رہے گی اس پر سب نے اتفاق کیا اور سب نے اپنے اپنے لئے قبریں کھود لیں اور ان کے کنارے بیٹھ کر موت کا انتظار کرتے رہے تھوڑی دیر کے بعد عبدالمطلب کے ذہن میں کوئی خیال پیدا ہوا انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا اس طرح موت کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا مناسب نہیں لوگ ہم پر ملامت کریں گے بہتر یہ ہو گا کہ ہم اٹھیں اور سفر جاری رکھیں اگر اللہ تعالیٰ نے آسانی میسر فرمائی تو ہمیں کہیں سے پانی عطا فرمائے گا ورنہ اس کی تلاش میں جان جائے گی شرمندگی سے بچیں گے کہ ہم نے کوشش نہیں کی تھی اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے تھے ساتھیوں نے کہا ہم تو آپ کے حکم کے تابع ہیں۔ چنانچہ سب لوگ اپنی جگہوں سے اٹھے ادھر ان کے مخالف سامنے سے ان کے انداز و اطوار کو دیکھ رہے تھے عبدالمطلب اپنی جگہ سے اٹھے سامان اکٹھا کر کے اونٹ پر رکھنے لگے جیسے ہی عبدالمطلب کا اونٹ زمین سے اٹھا اس کے پیر کے نیچے میٹھے پانی کا چشمہ ابلنے لگا۔ فرط مسرت میں عبدالمطلب نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا ساتھیوں نے بھی ان کی ہمنوائی کی عبدالمطلب کے گرد جمع ہو گئے۔ عبدالمطلب اور ساتھیوں نے خوب پانی پیا اونٹوں کو بھی پلایا اپنے مشکیزے بھی پانی سے بھر لئے اس کے بعد اپنے مخالف گروہ کو بھی آواز دے کر بلایا اور انہیں اس چشمہ رحمت سے استفادہ کی دعوت دی انہوں نے بھی سیر ہو کر پانی پیا جانوروں کو پلایا اور مشکیزے بھرے عبدالمطلب کے مخالف گروہ نے جب یہ سب دیکھا تو انہیں شرمندگی ہوئی آ کر عبدالمطلب سے معافی مانگی اور کہا کہ اب ہمیں یہ یقین ہو گیا ہے کہ آپ حق پر ہیں اور جس طرح اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کے متبعین کو پانی کی نعمت سے سرفراز کیا اور نوازا ہے اگر چاہ زمزم کے کھولنے کا اعزاز تمہیں عطا فرماتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس طرح چاہ زمزم کے سلسلہ میں ان کی حیثیت تسلیم ہو گئی اور سب لوگ مکہ واپس آ گئے۔ اور چاہ زمزم کو صاف کر کے قابل استعمال بنا دیا۔ مذکورہ بالا سطور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خیالات سے منقول ہیں

چاہ زمزم کے سلسلہ میں دوسری روایت

اس روایت کے الفاظ بھی عبدالمطلب ہی سے منقول ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حطیم میں سویا

ہوا تھا میں نے خواب دیکھا کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اٹھو اور چاہ زمزم کو کھودو نیند سے بیدار ہو کر میں نے خواب کا واقعہ قریش کو سنایا تو انہوں نے کہا وہیں پھر سونا اگر یہ خواب درست ہے تو تم دوبارہ ایسا خواب دیکھو گے ورنہ ایسے بے مصرف خواب تو بہت دیکھے ہوئے ہیں چنانچہ عبدالمطلب وہاں جا کر سوئے تو وہی خواب دیکھا آپ فرماتے ہیں میں نے معلوم کیا زمزم کہاں ہے ؟ مجھے بتایا گیا "اساف" اور "نائلہ" (بتوں) کے درمیان اس جگہ جہاں قربانی کی جاتی ہے اور وہاں چیونٹیوں نے اپنے بل بنائے ہیں۔ اور کل صبح جب تم وہاں جاؤ گے تو ایک کوے کو دیکھو گے جو اپنی چونچ سے چیونٹیوں کے بل کو کرید رہا ہو گا۔ عبدالمطلب کہتے ہیں اس خواب کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ اس خواب کی کوئی حقیقت ہے لہٰذا میں نے کدال اٹھایا اور اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لیا اور وہاں آ گیا میں نے چیونٹیوں کے بل اور کوے کو زمین کھودتے دیکھ کر یقین کامل کر لیا کہ یہی وہ جگہ ہے چنانچہ میں نے ایک کدال مارا قریش کو جب پتہ چلا تو میرے گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے ہم اپنے معزز بتوں کی قربانگاہ پر کھدائی کی اجازت نہیں دیں گے۔ یہ باتیں سن کر عبدالمطلب کو غصہ آ گیا تو بیٹے حارث سے کہا انہیں میرے سامنے سے ہٹاؤ۔ ادھر مزاحمت کرنے والوں نے جب عبدالمطلب کو غصہ میں دیکھا تو وہاں سے ہٹ گئے عبدالمطلب نے کدال چلانی شروع کی تو جیرم پتھر نظر آئے تو عبدالمطلب نے نعرہ تکبیر بلند کیا جب تھوڑی کھدائی اور کی تو دو طلائی ہرانے سکے (جنہیں غزال کعبہ کہا جاتا ہے) بر آمد ہوئے اور بہت سا طلائی اسلحہ بھی بر آمد ہوا۔ تو قریش کے لوگ پھر مزاحمت کرنے لگے اور کہا اس مال میں ہمارا حصہ بھی ہے عبدالمطلب نے کہا اس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے لیکن رفع شر کے لئے قرعہ اندازی کئے لیتے ہیں قریش کے لوگ اس تجویز پر راضی ہو گئے تو عبدالمطلب چھ قرعہ لائے دو کعبہ کے نام کے دو اپنے نام کے اور دو قریش کے نام کے۔ اسی طرح مال کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ میں دونوں غزال (طلائی ہرن) اور دوسرے حصہ میں اسلحہ تلواریں وغیرہ۔ اور دو قرعوں کے مقابلہ میں کچھ نہ رکھا۔ اور انہیں خالی چھوڑ دیا گیا اگر خالی قرعہ کسی کے نام نکلے تو انہیں کچھ نہ ملے گا۔ قریش نے اس تقسیم پر بھی رضا مندی کا اظہار کیا۔ جب قرعہ ڈالا گیا تو خانہ کعبہ کے حصہ میں غزال کعبہ آئے اور عبدالمطلب کے قرعہ میں اسلحہ آ گیا قریش کے حصہ میں کچھ نہ آیا۔ عبدالمطلب نے اسلحہ پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد خانہ کعبہ کے دروازہ کے لئے دو کواڑ بنائے گئے اور ان پر غزال توڑ کر ان کے پترے بنائے گئے اور یہ پترے دروازہ پر چڑھائے گئے اور یہ کواڑ خانہ کعبہ کے دروازے پر لگائے دئے گئے کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ پر طلائی دروازہ کی اولیت عبدالمطلب کو حاصل ہوئی

اسی طرح عبدالمطلب نے خانہ کعبہ کے احاطہ میں چاہ زمزم کو بازیاب کیا اور اس کو حاجیوں کے لئے وقف کر دیا اس کارنامہ پر عبدالمطلب کی عزت و احترام میں زبردست اضافہ ہوا۔ اور قریش ان کے اس کارنامہ پر فخر کرنے لگے اس سلسلہ میں بہت شاعروں نے قصائد کہے جو کتب سیرت و تاریخ میں منقول ہیں
چاہ زمزم کی بازیابی کا واقع ختم ہوا

(۵)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد جناب عبداللہ کی قربانی

اس باب میں اس عورت کا واقعہ بیان کیا جائے گا جس نے خود کو جناب عبداللہ کی محبت میں پیش کیا تھا۔ اس کے علاوہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور ان معجزات کا تذکرہ ہو گا جو سیدہ نے دوران حمل دیکھے

مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں عبدالمطلب نے خواب میں چاہ زمزم کی بازیابی کے بارے میں دیکھا اور قریش ان کی مخالفت پر آمادہ ہوئے تھے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزرا اس وقت تک عبدالمطلب کا ایک ہی بیٹا حارث تھا۔ اس موقعہ پر وہی بیٹا حارث موجود تھا اس موقعہ پر عبدالمطلب نے نذر مانی تھی اگر اللہ تعالیٰ انہیں دس بیٹے دے اور وہ جوانی کی منزل کو پہنچیں تو وہ ایک بیٹے کو راہ الٰہی میں قربان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کے دس بیٹے ہوئے جن کے نام گزشتہ صفحات میں بیان ہوئے اب عبدالمطلب کو اپنی نذر پوری کرنے کا خیال آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور اس نے اپنی نذر پوری کرنے کے بارے میں کہا تو ان سب نے اظہار رضا مندی کیا اور یہ بھی کہا آپ ہم سب کو بھی قربان کر دیں ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ عبدالمطلب نے قربانی کے سلسلہ میں ایک بیٹے کا تعین کرنے کے لئے قرعہ اندازی کے قرعے منگوائے اور ان پر بیٹوں کے نام لکھے اور ان قرعوں کو لے کر عبدالمطلب خانہ کعبہ آئے اور اس شخص کو دے آئے جو خانہ کعبہ میں قرعہ اندازی کرتا تھا اس نے جب قرعہ ڈالا تو عبداللہ کا نام نکلا جناب عبداللہ (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد) عبدالمطلب کے بیٹوں میں سب سے چھوٹے تھے اور عبدالمطلب کے سب سے زیادہ چہیتے بھی لیکن قرعہ میں جب ان کا نام نکلا تو ان کا ہاتھ پکڑ کر قربان گاہ کی طرف چلے۔ جب قریش کے لوگوں کو یہ معلوم ہوا تو بھاگتے ہوئے آئے اور عبدالمطلب کے ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے ہم تمہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ کیونکہ اگر یہ طریقہ رائج ہو گیا تو

لوگ اپنے بیٹوں کو قربان کریں گے اور اس طرح نسلیں منقطع ہونے لگیں گی۔ اور کسی کے لئے چارہ نہ رہے گا۔ ابھی اس کام میں کوئی ایسی جلدی نہیں حجاز بن ایک کاہنہ ہے اس کے پاس چل کر کوئی طریق کار معلوم کریں اگر وہ کہے گی تو ہم مزاحمت نہ کریں گے۔ اور کوئی تم پر لعن طعن نہ کرے گا اگر وہ تمہیں اس کام سے روکے گی یا کوئی دوسرا طریقہ بتائے گی تو اس پر تمہیں عمل کرنا ہو گا۔

عبدالمطلب اور قریش کے لوگ کاہنہ کے پاس

جب عبدالمطلب پر ہر طرف سے ملامت ہونے لگی تو انہوں نے جناب عبداللہ کا ہاتھ چھوڑا اور قریش کے لوگوں کے ساتھ اسی کاہنہ کے پاس گئے۔ ایک جن اس کاہنہ کے تابع تھا۔ جو آسمانوں سے خبریں لا کر اس کاہنہ کو بتاتا تھا (دور جاہلیت میں جن آسمانوں پر جاسکتے تھے) اس کاہنہ کی بات کو معاشرہ میں ایسا یقین کیا جاتا جس طرح مسلمان قرآن کریم پر یقین کرتے ہیں چنانچہ ان لوگوں نے سارا واقعہ اس کاہنہ سے بیان کیا تو اس کاہنہ نے کہا آج تو تم جاؤ کل آنا رات کو جب وہ جن میرے پاس آئے گا تو میں اس سے تمہارے معاملے میں بات کروں گی۔ اور جو کچھ وہ مجھے بتائے گا وہ میں تمہیں کل بتاؤں گی ●

عبدالمطلب نے یہ رات بڑی بے چینی اور اضطراب کی کیفیت میں رب کریم سے دعائیں کرتے گزاری دوسرے دن جب یہ لوگ اس کاہنہ کے پاس گئے اور اس سے اپنے معاملہ کے سلسلہ میں گفتگو کی تو اس کاہنہ نے کہا رات میرے پاس وہ جن آیا تھا میں نے اس سے تمہارے معاملہ میں بات کی تھی تو اس نے بتایا تھا کہ اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہئیے ؟ اب قریش کے لوگوں نے یک زبان ہو کر اس سے معلوم کیا کہ کیا کرنا چاہیے تو اس نے کہا کہ تمہارے ہاں ایک شخص کی دیت کتنی ہوتی ہے ؟ تو ان لوگوں نے کہا دس اونٹ یہ سن کر کاہنہ نے کہا کہ دس اونٹ اور اس لڑکے کے نام کا قرعہ ڈالو اگر اونٹ آئیں تو انہیں قربان کردو اور اگر اونٹ نہ آئیں تو اونٹوں کی تعداد میں اس وقت تک اضافہ کرتے رہو جب تک کہ قرعہ میں اونٹ نہ آ جائیں اب تم جاؤ اور قرعہ ڈال کر اپنی نذر سے سبکدوش ہو جاؤ۔ اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کرم فرمایا ہے اور اونٹوں کو اس بچے کے بدلے قبول فرما لیا ہے۔ اب عبدالمطلب نے کہا کہ میرے پاس جتنے اونٹ ہیں وہ سب قرباں ہو جائیں اور اگر اور مزید اونٹ بھی خریدنے پڑیں تو مضائقہ نہیں اس طرح یہ سب لوگ خوش خوش وہاں سے مکہ آ گئے۔ اور مکہ آ کر قرعہ اندازی کی پہلے دس اونٹ اور جناب عبداللہ کے نام کا قرعہ ڈالا تو اونٹ نہ نکلے اس طرح اضافہ کرتے کرتے سو اونٹ تک نوبت آ گئی اب جو

قرعہ ڈالا گیا تو لونٹ آ گئے یہ دیکھتے ہی سب کے چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ گئی اور لوگوں نے جناب عبدالمطلب سے کہا اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو گیا اور جناب عبداللہ کا فدیہ قبول کر لیا ہے اب تمہارے لئے کوئی گنجائش نہیں رہی لیکن جناب عبدالمطلب ابھی مطمئن نہ تھے انہوں نے دوبارہ قرعہ ڈالا لور ہر مرتبہ لونٹ ہی قرعہ میں آئے تو خوشی خوشی جناب عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر احاطہ خانہ کعبہ سے باہر لے آئے اور لوگوں سے کہا اب اونٹوں کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کرایا جائے بقیہ جانوروں کے لئے چھوڑ دیا گیا

ایک خاتون نے جناب عبداللہ کو پسند کر لیا

مصنف جناب ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں جب جناب عبدالمطلب جناب عبداللہ کے فدیہ کے لونٹوں کو ذبح کرنے سے فارغ ہوئے اور جناب عبداللہ کو گھر لئے جا رہے تھے تو راستہ میں ایک خاتون جس کا تعلق بنو اسد سے تھا کھڑی تھی یہ حسن و جمل جاہ و جلال کا مرقع تھی اور اس کے قبیلہ میں اس جیسی لور کوئی ہمہ صفت موصوف عورت نہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ورقہ بن نوفل کی بہن تھی۔ اس کی نظر جب جناب عبداللہ پر پڑی اور اس نے پیشانی عبداللہ میں نور (محمدی) چمکتا دیکھا تو جناب عبداللہ کے پاس آ کر کہا۔ عبداللہ کہاں جا رہے ہو انہوں نے کہا اپنے والد کے ساتھ اس عورت نے کہا کیا تمہارے لئے یہ ممکن ہے کہ تم اس وقت میرے ساتھ چل کر خلوت کرو اس کے بدلہ میں تم کو سو اونٹ دوں گی اور اس طرح ان اونٹوں کی جو تمہارے فدیہ کے طور پر ذبح کئے گئے ہیں نقصان کی تلافی ہو جائے گی اس کے علاوہ اور جو کچھ تم چاہو گے وہ تمہیں دیا جائے گا۔ جناب عبداللہ نے کہا اس وقت تو میں اپنے والد کے ساتھ جا رہا ہوں لور اس وقت کہیں جانا میرے لئے ممکن نہیں۔

سیدہ آمنہ کا جناب عبداللہ سے نکاح

جناب عبدالمطلب کے دل میں یہ خیال آیا کہ عبداللہ کی شادی کر دی جائے لہٰذا گھر لے جانے کی بجائے دوسرا راستہ اختیار کر کے وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے گھر چلے گئے اور ان کی بیٹی سیدہ آمنہ کو جناب عبداللہ کے لیے طلب کیا معاملات طے کئے اسی وقت نکاح کیا اور یہ اہتمام کیا کہ آج ہی رخصتی کی تقریب عمل میں آئے۔ چنانچہ اسی دن رخصتی کی تقریب منعقد ہوئی اور سیدہ آمنہ بنو زہرہ کی حسین ترین خواتین میں سے تھیں فہم و خرد جاہ و جلال حسن و جمل میں اس قبیلہ میں ان کا ثانی نہ تھا اسی طرح خاندانی اعتبار

سے بھی انہیں قدرومنزلت حاصل تھی۔ رات کو جب سیدہ آمنہ اور جناب عبداللہ خلوت گزین ہوئے تو نور محمدی پیشانی عبداللہ سے رحم آمنہ میں منتقل ہو گیا۔ دوسرے دن جناب عبداللہ اس عورت کے گھر گئے تو اس نے ان کی جانب کوئی توجہ نہ کی تو جناب عبداللہ نے اس سے کہا کیا بات ہے آج تمہارا رویہ سرد ہے اور تم بات بھی نہیں کر رہی ہو تو اس نے کہا کل بات یہ تھی کہ تمہاری پیشانی میں ایک نور چمک رہا تھا۔ آج وہ نور نظر نہیں آ رہا ہے ہیں تو کل اس نور پر عاشق ہوئی تھی رات تم کہیں اور تھے آج اس نور کو منتقل کر کے آئے ہو۔ اب مجھے تم سے کوئی سرو کار نہیں۔

نور محمدی اور ورقہ

اس خاتون نے اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے سنا تھا کہ پیغمبر آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) عنقریب متولد ہونے والے ہیں اور یہ سعادت بنو ہاشم کو نصیب ہو گی جب ورقہ کی بہن نے جناب عبداللہ کے چہرہ پر نظر ڈالی تو وہ نور چمکتا دمکتا نظر آیا تو اس کو ورقہ کی بات یاد آئی اور فوراً" ذہن میں یہ خیال آیا کہ یہی وہ نور ہے جس کا تذکرہ ورقہ نے کیا تھا اس لئے سبقت کر کے اس کے حصول کے لئے کوشش کی اور جناب عبداللہ سے رجوع کیا لیکن انہوں نے اس وقت قبول نہ کیا تھا اور جب دوسرے دن آئے تو اس خاتون نے کوئی توجہ نہ دی اور جب عبداللہ نے اس سے عدم توجہی کی شکایت کی تو اس نے کہا "عبداللہ سن! میں نہ تمہاری طلبگار تھی نہ فسق و فجور گوارا ہے مجھے تو اس نور کی تمنا تھی جو کل تمہارے چہرہ پر چمکتا تھا"

نور محمدی کے سلسلہ میں ایک اور روایت

کہا جاتا ہے کہ وہ دوسری خاتون جس نے خود کو جناب عبداللہ کو پیش کیا تھا وہ بھی جناب عبداللہ کی بیوی تھیں جناب عبداللہ نے دو شادیاں کی تھیں ایک بیوی سیدہ آمنہ تھیں اور دوسری یہ خاتون۔ اس واقعہ کا پس منظر اس طرح بیاں کیا گیا ہے کہ ایک دن جناب عبداللہ مٹی گارے کا کام کر رہے تھے اس دوران تقاضائے مردی کی تکمیل کی خواہش ہوئی چنانچہ وہاں سے اٹھے اور اپنی اس بیوی کے پاس آئے تو اس نے عدم التفات کا اظہار کرتے ہوئے کہا جاؤ منہ ہاتھ دھو کر صاف ستھرے ہو پھر میرے پاس آنا جناب عبداللہ کو بیوی کی یہ بات بری محسوس ہوئی غسل کیا صاف کپڑے پہنے اور سیدہ آمنہ کی جانب چلے گئے وہ بیوی راستہ میں کھڑی تھی اس نے جناب عبداللہ کے چہرے پر خصوصی چمک دمک دیکھی اور یہ دیکھا نورانی

شعائیں چہرہ عبداللہ سے ساق عرش تک جا رہی ہیں جب اس نے یہ منظر دیکھا تو اس کو بھی تقاضائے بشری لاحق ہوا جب اس نے جناب عبداللہ کی بے توجہی کو دیکھا تو انہیں آواز دی "ھلم الی" میرے پاس آؤ جناب عبداللہ نے فرمایا اس وقت میں آمنہ کے پاس جا رہا ہوں چنانچہ سیدہ آمنہ کے پاس جا کر وظیفہ زوجیت ادا کیا اس طرح نور نبوی ان کی پیشانی سے رحم آمنہ میں منتقل ہو گیا۔ جناب عبداللہ کے چہرہ پر نظر ڈالی تو اس کو وہ چمک دمک نظر نہ آئی تو اس نے جناب عبداللہ کے ساتھ بے رخی اختیار کی جناب عبداللہ نے کہا کیا بات ہے ابھی تو تم مجھے بلا رہی تھیں اور اب بے اعتنائی کرتی ہو تو اس نے کہا میرا بلانا اس نور کی وجہ سے تھا جو تمہاری پیشانی میں چمک رہا تھا اور اب نہیں ہے

دوران حمل معجزات کا ظہور

مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میرے حمل میں آئے اس وقت میں نے ایک آواز سنی کہنے والا کہتا تھا " اے آمنہ! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے حمل میں کون سی شخصیت ہے؟ یہ پیغمبر آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جب وضع حمل ہو اس وقت یہ دعا کرنا **اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد** (میں اس کو خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں ہر حاسد کے شر سے) اس کے بعد اس ہاتف غیبی نے کہا تھا کہ اس مولود کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا۔ جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ دوران حمل میں نے دیکھا کہ ایک نور میرے جسم سے نکلا جو سارے عالم کو محیط ہو گیا۔ اس کے بعد ایک اور نور کی روشنی میں ملک شام کے شہر بصری مکہ سے نظر آنے لگا۔

(٦)

ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں دو شنبہ ١٢ ربیع الاول کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی یہ وہی سال تھا جب کہ ابرہہ کے لشکر نے خانہ کعبہ کو تاراج کرنے کے لئے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔ اور یہ واقعہ ان معجزات میں سے ہے جو قبل ولادت نبوی ظاہر ہوئے آپ کی ولادت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمایا اور انہیں تقویت عطا فرمائی

ولادت نبوی اور جناب حسان رضی اللہ عنہ

شاعر بارگاہ نبوی جناب حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری عمر سات سال تھی ایک رات میں نے ایک یہودی کو دیکھا جو بلندی پر کھڑے ہو کر کہہ رہا تھا "طلع اللیلۃ نجم محمد" آج کی شب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ستارہ طلوع ہوا ہے یعنی آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہو گئی ہے۔ جناب حسان فرماتے ہیں جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مجھے وہ تاریخ یاد تھی اور میں حساب لگاتا رہتا تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت اس شب ہوئی تھی جیسا کہ اس یہودی نے کہا تھا۔

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جس شب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی میں نے دیکھا کہ آسمان کے ستارے بارش کی طرح مجھ پر برسنے والے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے مشتاق ہیں سیدہ آمنہ نے فرمایا جب ولادت کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے سر مبارک اٹھایا آسمان کی جانب منہ کر کے دست دعا اٹھائے۔ شب ولادت کسریٰ کے ایوان کے چودہ کنگرے گر گئے پارسیوں کے آتش کدہ کی آگ جو ایک ہزار سال سے مسلسل جل رہی تھی بجھ گئی اس موقع پر بہت سے معجزات رونما ہوئے جن کا بیان طوالت کا سبب ہوتا اس لئے انہیں ذکر نہیں کیا گیا ●

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد سیدہ آمنہ نے جناب عبدالمطلب کو اطلاع کرائی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے پوتا عطا فرمایا ہے یہ خوشخبری سن کر جناب عبدالمطلب خوش خوش آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جناب آمنہ نے انہیں وہ تمام محیرالعقول (معجزات) واقعات سنائے اسی وقت حضرت عبدالمطلب نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور خانہ کعبہ لائے اور اس کے چاروں گوشوں میں گئے شکر الٰہی بجا لائے اور بہت دعائیں کیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کر جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کو دیا۔ مصنف نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ کا انتقال اس دوران ہوا جب سیدہ آمنہ حالت حمل میں تھیں۔

(۷)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ رضاعت

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد آپ کے لئے دایہ کی تلاش ہوئی مکہ کے لوگوں کا طریقہ

یہ تھا کہ وہ اپنے بچوں کو پرورش کے لیے دیہات کی صاف اور کھلی آب و ہوا میں دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر دیا کرتے تھے اہل مکہ کی خدمات زیادہ ترین بنو سعد کی خواتین سرانجام دیتی تھیں۔ چنانچہ جب یہ خواتین مکہ آئیں تو سب نے اپنے من پسند بچوں کو لے لیا تاکہ مالی منفعت حاصل ہو۔ سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں جب میں اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ مکہ آئی تو میرے ساتھ کی خواتین نے ایسے بچوں کو لے لیا جن کے والدین بھی موجود تھے اور ان سے اچھی یافت کی بھی امید تھی۔ میں اپنی سواری کی لاغری کی وجہ سے دیر سے پہنچی تھی اس لئے کسی مال دار کا بچہ مجھے نہ مل سکا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دودھ پلانے والی نے اس لئے نہ لیا تھا کہ آپ کے والد حیات نہ تھے حلیمہ کہتی ہیں میں سارے مکہ میں گھومی تاکہ کسی مالدار کا بچہ مل جائے کہیں نہ ملا میں اس وجہ سے بہت دل تنگ ہوئی اپنے علاقہ میں قحط سالی کی وجہ سے ہم معاشی طور پر بدحال تھے میں نے جب اپنے شوہر سے مایوسی کا اظہار کیا تو وہ بھی پریشاں ہوئے میں نے ایک مرتبہ پھر کوشش کی لیکن کوئی بچہ نہ ملا میرے لئے پریشانی کی ایک بات اور ہوئی کہ میرے قبیلہ کی عورتیں مکہ سے واپس جانے لگیں تو میں نے سوچا خالی ہاتھ واپس جانے سے تو یہ بہتر ہے میں اس یتیم فرزند کی رضاعت قبول کرلوں تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ابو ذویب کی بیٹی (حلیمہ) کو دودھ پلانے کے لئے کوئی بچہ نہ ملا میں نے اپنے شوہر سے اجازت لی اور سیدہ آمنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کی ذمہ داری قبول کرلی۔

حلیمہ پر برکتوں کی بارش

حلیمہ کہتی ہیں کہ جب میں آپ کو لے کر اپنے ٹھکانے پر آئی یہاں آکر میں نے اس پستاں کو جس میں دودھ خشک ہو رہا تھا اور اتنا دودھ نہ نکلتا جس سے میرا اپنا بیٹا بھی پیٹ بھر لیتا۔ اور وہ بھوک کی وجہ سے رات بھر روتا رہتا تھا جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں دیا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس میں دودھ کی نہریں رواں ہو گئی ہیں آپ نے پیٹ بھر دودھ پیا اور میرے بیٹے کے لئے بھی اتنا دودھ بچا جس سے وہ بھی شکم سیر ہو گیا اور رات کو بھوک سے نہ رویا حلیمہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند کی اونٹنی بھی بہت کمزور تھی اس کا دودھ بھی خشک ہو چکا تھا جس شب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے گھر سے لائی میرے شوہر نے سوچا ذرا اونٹنی کو دیکھیں کس حال میں ہے انہوں نے اس کے تھنوں کو چھوا تو وہ دودھ

سے بھرے ہوئے تھے انہوں نے اس کو دوھا تو برتن بھر گیا ہم دونوں نے خوب پیٹ بھر کر پیا رات کو آرام سے سوئے صبح کو جب ہم اٹھے تو میرے شوہر نے مجھ سے کہا حلیمہ! کیسے مبارک اور خوش بخت بچے کو لے کر آئی ہو کل ہم سب اس کے طفیل شکم سیر ہو کر سوئے امید ہے کہ آئندہ بھی ہم ان کی برکتوں سے استفادہ کرتے رہیں گے۔

حلیمہ کی مکہ سے روانگی

جب قبیلہ کی دوسری عورتیں روانگی کے لئے اپنی سواریوں پر بیٹھیں تو میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور بیٹے کو لے کر اپنی سواری پر بیٹھی۔ میری گدھی بہت لاغر و کمزور تھی آتے وقت میری ساتھی عورتیں مجھ پر ہنستی تھیں کیونکہ یہ سب سے پیچھے رہ جاتی تھی لیکن واپسی کے سفر میں وہ اتنی تیز چل رہی تھی کہ سب سے آگے نکل گئی یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پرندہ محو پرواز ہے میری ساتھی عورتیں تعجب سے مجھے اور سواری کو دیکھ انہوں نے مجھ سے کہا حلیمہ یہ تمہاری وہی سواری ہے جو آتے وقت بمشکل چلتی تھی اور سب سے پیچھے رہ جاتی تھی۔ اب یہ کیا بات ہوئی ہے؟ حلیمہ فرماتی ہیں میں نے ان سے کہا کہ یہ سب اس فرزند کی برکتیں ہیں جو ہمارے خاندان پر نازل ہوئی ہیں جب اپنے علاقے میں آئے اس وقت یہاں حالت یہ تھی کہ پورا علاقہ خشک سالی کا شکار تھا صبح کو جو جانور چرنے کے لئے جاتے وہ شام کو بھوکے واپس آتے اور ان سے ایک قطرہ دودھ بھی حاصل نہ ہوتا تھا۔ قبیلہ بنی سعد سے اگر ایک قطرہ دودھ طلب کیا جاتا تو نہ ملتا تھا جس دن ہم اپنے گھر پہنچے تو دیکھا شام کو جب ہماری بکریوں کا گلہ واپس آیا و ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ اور روزانہ ان کے دودھ کی مقدار میں اضافہ ہوتا رہا۔ میں اور میرے گھر والے پیٹ بھر کر دودھ پیتے پھر بھی دودھ باقی بچ جاتا تھا۔ لیکن میرے قبیلہ والوں کے پاس ایک قطرہ دودھ نہ ہوتا تھا۔ میرے قبیلہ کے لوگ ان حالات کو دیکھتے اور تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کیا بات ہے ہمارے جانور روز بروز کمزور ہوتے جا رہے ہیں اور ان کا دودھ خشک ہو رہا ہے جب کہ حلیمہ کے جانور روز بروز فربہ ہو رہے ہیں وہ اپنے ملازموں سے کہتے تم بھی اپنے جانور اسی علاقہ میں چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں۔ وہ چرواہے اپنے جانور حلیمہ کے جانوروں کے ساتھ چراتے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا۔ حلیمہ کہا کرتی تھیں یہ سب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتیں ہیں جو ہمیں حاصل ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے رزق میں برکت عطا فرمائی ہے اور اپنی نعمتوں کے دروازے کھول کر ہمیں راحت و خوشحالی سے ہمکنار کیا ہے ہم پر

انعام و اکرام میں روزانہ اضافہ ہو رہا ہے اور اس فرزند کی برکتیں ظاہر ہو رہی ہیں ایک وہ وقت تھا جب کہ قبیلہ بنو سعد میں ہم سے بڑھ کر کوئی غریب نہ تھا لیکن آپ کی تشریف آوری کی برکت سے یہ غربت مرفع الحالی میں تبدیل ہوئی ہے اور وہ وقت بھی آیا جب کہ ہم سے زیادہ مال و دولت قبیلہ بھر میں کسی کے پاس نہ تھی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت رضاعت کی تکمیل

حلیمہ ہی بیان کرتی ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اٹھان دوسرے بچوں کے مقابلہ میں بہت اچھی تھی سال بھر کی عمر میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی عمر دو سال ہے۔ جب عمر شریف دو سال ہوئی تو میں نے آپ کا دودھ چھڑا دیا میرے قبیلہ کی عورتیں جن بچوں کو لے کر آئی تھیں مدت رضاعت مکمل ہونے پر انہیں واپس لے جا رہی تھیں لیکن میں پس و پیش کر رہی تھی اور کسی طرح یہ نہ چاہتی تھی کہ آپ کی وجہ سے میرے خاندان کو جو مرفع الحالی نصیب ہوئی ہے اس سے محروم ہو جاؤں لیکن مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد مجھے یہ استحقاق نہ تھا کہ میں آپ کو مزید اپنے پاس روکتی لہٰذا میں نے یہ سوچا کہ کسی طرح سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو راضی کر کے آپ کو کچھ دن اور اپنے پاس رکھوں چنانچہ میں آپ کو لے کر مکہ آئی اور سیدہ آمنہ سے کہا مکہ کی آب و ہوا ہمارے علاقہ کی آب و ہوا کے مقابلہ میں لطیف نہیں ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس فرزند گرامی کو صحت کی خاطر کچھ دن اور میرے پاس چھوڑ دیں۔ چنانچہ سیدہ آمنہ راضی ہو گئیں اور میں آپ کو لے کر اپنے گھر واپس آ گئی

پہلا شق صدر

حلیمہ کہتی ہیں کہ مکہ سے آنے کے کچھ دن بعد سید عالم صلی اللہ عیلہ وسلم گھر سے اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے گئے تھے وہاں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ کھیل رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد میرا بیٹا پریشانی کے عالم میں افتاں و خیزاں "اماں اماں" پکارتا آیا اور اس نے بتایا کہ دو شخص آئے اور انہوں نے قریشی بھائی کو لٹا کر ان کے سینہ کو چیرا اور اس میں سے کچھ نکالا اب قریشی بھائی زمین پر لیٹے ہوئے ہیں۔ میں یہ سنتے ہی اپنے شوہر کے ساتھ دوڑتی ہوئی آئی تو دیکھا کہ آپ لیٹے ہیں اور چہرہ مبارک سے گھبراہٹ کے آثار نمایاں ہیں۔ میں نے آپ کو گود میں اٹھایا آپ کے سر و پیشانی پر بوسہ دیا اور پوچھا بیٹا! کیا ہوا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو سفید پوش آئے انہوں نے مجھے لٹا کر میرے سینہ کو چاک کیا اس

میں سے کچھ نکالا کچھ اور رکھا مجھے نہیں معلوم انہوں نے کیا نکالا اور کیا رکھا پھر انہوں نے میرے سینہ کو سیا اور چلے گئے اس وقت سید عالم انہیں پہنچانتے نہ تھے یہ دونوں جناب جبریل و میکائیل تھے حلیمہ بیان کرتی ہیں اس واقعہ کے بعد میرے شوہر نے کہا بہتر یہی ہے کہ کوئی دوسرا واقعہ رونما ہو ہم انہیں ان کی والدہ کے پاس پہنچادیں مجھے ڈر ہے کہ ان پر کسی دیو کا اثر ہو گیا ہے۔ اپنے شوہر کے مشورہ کے مطابق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مکہ آئی سیدہ آمنہ نے جب مجھے اتنی تھوڑی مدت کے بعد مکہ میں دیکھا تو تعجب کے ساتھ مجھ سے دریافت کیا تم اتنے اصرار کے ساتھ انہیں اپنے ساتھ لے گئیں تھیں اور تھوڑے ہی دن میں واپس لے آئی ہو میں نے سیدہ آمنہ سے عرض کیا میں حوادث زمانہ سے گھبرا کر خاوند کے مشورہ کے مطابق انہیں لے آئی ہوں حلیمہ کہتی ہیں سیدہ آمنہ نے مجھ سے باصرار معلوم کیا کہ اتنی جلد واپسی کی کیا وجہ ہے ؟ تو میں نے انہیں تمام واقعہ سنایا اور یہ بھی کہا کہ ان پر کسی دیو کا سایہ ہو گیا ہے سیدہ آمنہ نے فرمایا ماشا وکلا میرے فرزند پر دیو کا سایہ ہو! حلیمہ اب تم ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو میں تمہیں بتاؤں کہ دوران حمل میں نے کیا معجزات دیکھے تھے۔ حلیمہ کہتیں ہیں اس گفتگو کے بعد میں وہاں سے اٹھ کر اپنی قیامگاہ آئی اور واپس اپنے گھر آ گئی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

اعلان رسالت کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی درخواست پر جب کہ انہوں نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ہمیں اپنے حالات سے مطلع فرمائیں تو آپ نے فرمایا

"میں دعائے ابراہیم اور بشارت عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ میں ان خوابوں کی تعبیر ہوں جو میری والدہ نے دوران حمل دیکھے تھے اور ان خوابوں میں انہیں شام کے محل دکھائے گئے تھے۔ میری رضاعت بنی سعد میں ہوئی۔ ایک دن میں اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرا رہا تھا اس وقت دو اشخاص سفید لباس میں ملبوس ایک سنہری طشت برف سے بھرا ہوا لے کر آئے۔ انہوں نے مجھے لٹایا اور میرے سینہ کو چاک کیا میرے دل کو نکالا اس کو چیر کر اس میں سے ایک کالا لوتھڑا نکالا۔ پھر انہوں نے میرے قلب اور سینے کو اس سرد پانی سے دھویا پھر ان دونوں نے کہا انہیں امت کے دس افراد کے مقابلہ میں وزن کیا جائے تو میرا وزن زیادہ نکلا پھر میرا وزن سو کے مقابلہ میں کیا گیا تو بھی میرا وزن زیادہ تھا پھر میرا وزن ہزار افراد کے مقابلہ میں کیا گیا تو بھی میرا وزن زیادہ تھا۔ یہ دیکھ کر ان لوگوں نے کہا اب وزن نہ کرو خدا کی قسم اگر انہیں ساری امت کے

ساتھ وزن کیا جائے تو بھی ان کا وزن زیادہ ہو گا۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ رضواں علیہم اجمعین نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ آپ اپنے ابتدائی حالات سے آگاہ فرمائیں تو آپ نے ان واقعات کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا "میں دعائے ابراھیم علیہ السلام ہوں" جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کی تھی " خداوندا انہیں میں سے ایک رسول کو مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائیں (رسول سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد ہے) اور میں وہ ہوں جس کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی جس کا تذکرہ قرآن کریم نے اس طرح کیا "میں ایک رسول کی آمد کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہو گا"

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ شخصیت ہوں جب رحم مادر میں تھا تو میری والدہ نے دیکھا کہ ان کے جسم سے نورانی شعائیں پھوٹیں اور اس روشنی سے سارا عالم منور ہوا اور اسی روشنی میں میری والدہ نے مکہ میں بیٹھ کر شام کے محلات دیکھے میری رضاعت قبیلہ بنی سعد میں ہوئی اور وہیں نشوونما پائی ایک دن میں اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرا رہا تھا وہاں دو سفید پوش (جناب جبریل و میکائیل) آئے ان کے ہاتھوں میں زریں طشت تھے جو رحمت کے پانی سے لبریز تھے ان دونوں نے مجھے لٹایا اور میرا سینہ چاک کر کے میرا دل نکالا اور اس میں سے سیاہ لوتھڑا نکال کر پھینکا اور دل کو آب رحمت سے غسل دے کر اس کو واپس اس کی جگہ رکھ کر سینہ کو سیا اور سابقہ حالت میں کر دیا اس کے بعد وہ دونوں آپس میں میرا امتیوں کے ساتھ وزن کرنے کی بابت گفتگو کرنے لگے پہلے انہوں نے مجھے دس امتیوں کے مقابلہ میں تولا تو میرا وزن زیادہ نکلا (یہ واقعہ گزشتہ صفحات میں آ چکا ہے)

ہر نبی نے بکریاں چرائی تھیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء میں سے کوئی نبی ایسا نہیں جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے بھی ؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے بھی چرائی ہیں اور آپ کے بکریاں چرانے کا دور وہی تھا جس کا تذکرہ "شق صدر" کے ذیل میں گزرا۔ چونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت اور ابتدائی پرورش قبیلہ بنی سعد میں ہوئی تھی اس لئے آپ قریش کے دوسرے لوگوں پر فخر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے میں فصاحت و بلاغت میں تم سے برتر ہوں کیونکہ میں نے قریشی ہونے کے

ساتھ ساتھ بنو سعد بن سعد بن بکر میں نشوونما پائی ہے۔ مصنف کتاب ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عرب کے قبائل میں فصاحت و بلاغت میں بنو سعد سے کوئی برتر نہ تھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کے واقعات مکمل ہوئے لیکن آپ کی مکہ مکرمہ میں واپسی کے بارے میں چند روایتیں اور بھی منقول ہیں انہیں سے ایک یہ ہے کہ حلیمہ آپ کو لے کر مکہ آ رہی تھیں جب مکہ کے قریب پہنچیں تو آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے بہت تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے حلیمہ راستہ میں بیٹھی رو رہی تھیں۔ کسی نے جا کر عبدالمطلب کو خبر کر دی وہ یہ سن کر پریشانی کے عالم میں خانہ کعبہ آ کر بارگاہ الٰہی میں دست دعا اٹھا کر عرض کرنے لگے مولیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمیں واپس کر دے ابھی یہ دعا میں مشغول تھے کہ ورقہ بن نوفل قریش کے چند لوگوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آئے آپ کو دیکھ کر عبدالمطلب خوش ہو گئے ورقہ سے معلوم کیا انہیں کہاں پایا؟ تو ورقہ نے کہا مکہ کے بالائی حصہ میں پہاڑوں کی چوٹی پر عبدالمطلب نے فرط مسرت سے آپ کو گود میں لے کر طواف کیا اور دوران طواف دعائیں پڑھ کر آپ پر دم کرتے رہے طواف سے فارغ ہو کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا۔

رسول خدا کی مکہ سے واپسی پر نصاریٰ کی سازش

جب حلیمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری مرتبہ مکہ سے اپنے گھر لا رہی تھیں راستہ میں نصاریٰ کی ایک جماعت ملی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر حلیمہ سے معلوم کیا اس فرزند کا نام کیا ہے؟ اور اس کا تعلق کہاں سے ہے؟ حلیمہ نے آپ کا تعارف کرایا یہ سن کر وہ نصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے غور سے دیکھنے لگے پھر انہوں نے حلیمہ سے کچھ اور باتیں معلوم کیں آپس میں کہنے لگے کہ یہ وہی فرزند ہیں جن کا تذکرہ تعریف و توصیف ہم نے انجیل میں پڑھے ہیں یہ نبی آخرالزماں ہوں گے اور ان کا دین تمام ادیان پر غالب ہو گا بہتر ہو گا ہم انہیں چرا کر شاہ حبشہ کے پاس پہنچا دیں تو وہ ہمیں بہت انعام دے گا اور ہماری عزت افزائی بھی کرے گا۔ حلیمہ کہتی تھیں جب میں نے ان کی باتیں سنیں تو ان نصرانیوں سے علیحدہ ہو گئی لیکن گھر آ کر آپ کے حالات کا مشاہدہ کرتی رہی یہاں تک کہ وہ واقعہ (شق صدر) پیش آیا جس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں گزرا اس کے بعد میں آپ کو لے کر آئی اور سیدہ آمنہ کے سپرد کر دیا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم والدہ اور دادا کی تربیت میں

● مصنف جناب ابن اسحاق رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ مکہ تشریف لانے کے بعد آپ اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے جب عمر شریف چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ سیدہ آمنہ نے داعی اجل کو لبیک کہا تو آپ عبدالمطلب کی زیر تربیت آئے عبدالمطلب اپنی اولاد سے زیادہ آپ کا خیال رکھتے عبدالمطلب کا معمول یہ تھا کہ وہ روزانہ دن کے وقت خانہ کعبہ کے زیر سایہ مسند بچھا کر بیٹھا کرتے لیکن ان کے بیٹوں کو یہ جرات نہ ہوتی کہ وہ رعب کی وجہ سے عبدالمطلب کے پاس مسند پر بیٹھیں لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی احاطہ خانہ کعبہ میں آتے تو بلا تکلف مسند پر آ بیٹھتے۔ عبدالمطلب کے بیٹے آپ کو روکنے کی کوشش کرتے لیکن عبدالمطلب بیٹوں سے کہتے ان سے مزاحمت نہ کرو۔ جہاں چاہیں بیٹھیں یہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ وسلم ہمیشہ عبدالمطلب کے پاس بیٹھ جاتے تھے عبدالمطلب آپ کے سر پر دست شفقت پھیرتے آپ کی پیشانی پر بوسے دیتے اور آپ کو جو کچھ کرتے رہتے اس کو دیکھ کر خوش رہتے تھے کبھی آپ سے سخت الفاظ میں بات نہ کرتے تھے

حضرت عبدالمطلب کا انتقال

جب آپ کی عمر آٹھ سال ہوئی اور عبدالمطلب کا وقت آخر آیا تو انہوں نے چھ بیٹیوں کو جن کے نام صفیہ۔ برّہ۔ عاتکہ۔ ام حکیم۔ امیمہ۔ اروٰی تھے بلا کر ان سے کہا تمہارے باپ کا اب آخری وقت ہے اب تم اس کے لئے مرثیہ کہو اور اس پر گریہ کرو تاکہ آخری وقت میں تمہارا باپ بھی دیکھ لے کہ تم اس کے لئے کس طرح نوحہ کرو گی اور اس کے غم میں گریہ و زاری کرو گی چنانچہ ان بیٹیوں نے باپ کی فرمائش پر رونا دھونا شروع کیا اور اپنے باپ کی تعریف و توصیف میں فی البدیہہ مرثیے کہے۔ مرثیے کتب تاریخ میں منقول ہیں جب عبدالمطلب کی بیٹیاں مرثیہ گوئی اور نوحہ خوانی سے فارغ ہوئیں تو عبدالمطلب نے اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا میرے مرنے کے بعد بھی اسی طرح گریہ و زاری کرنا۔ حضرت عبدالمطلب کے مرنے پر کہے جانے والے دوسرے مرثیہ اور ان کے مناقب کتب تاریخ و سیرت میں منقول ہیں۔

عبدالمطلب کے مرنے کے بعد حاجیوں کے لئے پانی کی فراہمی کی ذمہ داری جناب عباس نے سنبھال لی جس کو وہ اسلام لانے تک پورا کرتے رہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ اعزاز ان کے پاس ہی رکھا اور یہ منصب خاندان بنو عباس کے پاس تادم تحریر کتاب موجود تھا

مصنف کہتے ہیں کہ اس ضمنی واقعہ کے بعد ہم اصل موضوع کی جانب رجوع کرتے ہیں جب حضرت عبدالمطلب کا آخری وقت ہوا تو انہوں نے ابو طالب کو اپنے پاس بلایا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد کیا کیونکہ ابو طالب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے جب کہ عبدالمطلب کے دوسرے بیٹے دوسری بیویوں سے تھے اس لئے عبدالمطلب کو یہ یقین تھا کہ جو شفقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب سے ملے گی وہ دوسرے بیٹوں سے نہ مل سکے گی۔

(۸)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی کفالت میں

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عبدالمطلب کے انتقال کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب نے اپنی کفالت میں لے لیا وہ آپ سے بہت محبت کرتے اور کسی وقت بھی نظروں سے اوجھل نہ کرتے اور آپ کو غیروں کی نظروں سے بچاتے رہتے۔ کہا جاتا ہے کہ عرب میں ایک کاہن تھا جو لوگوں کے بارے میں پیشین گوئیاں کرتا اور ان کے زائچے اور فال نکالتا تھا جب بھی وہ مکہ آتا عورتیں اور مرد اس کے گرد جمع ہو جاتے اس کے پاس بچوں کو لے جاتے وہ کاہن ان بچوں کا زائچہ دیکھتا جب وہ مکہ آیا تو مکہ والوں کے رسم و رواج کے مطابق ابو طالب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اس کاہن کے پاس گئے تاکہ آپ کے بارے میں معلوم کریں جب ابو طالب کاہن کے قریب گئے اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا وہ آپ کو مسلسل دیکھتا رہا بعد میں نظریں نیچی کر کے تھوڑی دیر خاموش رہا تو ابو طالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر وہاں سے اٹھ آئے جب اس کاہن نے نظریں اٹھائیں تو کہنے لگا اس بچہ کو میرے سامنے لاؤ اس کا نصیب بہت بلند ہے یہ کارہائے نمایاں انجام دیں گے لیکن بار بار یہ اصرار کرتا رہا کہ اس بچے کو میرے سامنے جلد لاؤ تاکہ میں ان کے چہرے کو دیکھوں ابو طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر وہاں سے گھر آ گئے اور دوبارہ ادھر کا رخ نہ کیا البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت پر زیادہ تیزی سے توجہ کرنے لگے وہ آپ کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔

ابو طالب کے ہمراہ سفر شام

قریش کا ایک تجارتی قافلہ ملک شام جا رہا تھا ابو طالب نے شام جانے کا ارادہ کیا جب حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے جانے کا علم ہوا تو آپ نے ابو طالب سے کہا مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں ابو طالب یہ بات سن کر رونے لگے اور کہا میں تو خود آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ کم عمری اور سفر کی مشکلات کی وجہ سے ابو طالب پس و پیش کر رہے تھے کیونکہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بارہ سال تھی لیکن ابو طالب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش رد کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور آپ کو ساتھ لیا قافلہ قطع مسافت کرتا ہوا جب بصریٰ پہنچا تو بحیرہ نامی راہب کے عبادت خانہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔

بحیرہ راہب کی میزبانی اور ہدایات

بحیرہ مذہبا" عیسائی تھا زہد و تقویٰ اور علم میں ایسے بلند مقام کا حامل تھا کہ کوئی اس کا مد مقابل نہ تھا عرصہ دراز سے اس علاقہ میں عبادت خانہ (گرجا) بنا کر مصروف عبادت رہتا تھا نہ تو عبادت خانہ سے باہر آتا نہ کسی سے زیادہ بات کرتا تھا۔ اس نے انجیل میں نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور آپ کے حالات پڑھے تھے اور یہ بھی پڑھا تھا کہ ان کا گزر اس طرف ہو گا اور آپ یہاں قیام فرمائیں گے اس لئے کئی سال سے وہ آپ کی زیارت کی تمنا میں منتظر آمد تھا کہ آپ یہاں آکر (فلاں درخت کے نیچے) قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ قریش کا مکہ سے جو قافلہ آتا اس کو وہ عبادت خانہ کی دوسری منزل کی کھڑکی سے دیکھتا کہ اس قافلہ سے کوئی خاص بات ظاہر ہو یا اہل قافلہ سے کسی کرامت کا ظہور ہو اور یہ پتہ چلے کہ اس قافلہ میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں تو آکر ان کا استقبال کرے جب اس کو اس قافلہ میں کوئی خاص بات نظر نہ آتی تو ان کی طرف توجہ نہ دیتا تھا ایک دن اس نے مکہ کی جانب سے آنے والے ایک قافلہ کو دیکھا جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے تو بحیرہ نے (نگاہ بصیرت سے) دیکھا کہ شجرو حجر با آواز بلند "السلام علیک یا رسول اللہ" پکار رہے ہیں جب اس نے آسماں کی جانب دیکھا تو ابر کا ایک سفید ٹکڑا (جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے) قافلہ پر سایہ کناں ہے جب قافلہ اور آگے بڑھا تو ابر بھی آگے بڑھتا تھا۔ جب یہ قافلہ بحیرہ کے عبادت خانہ کے قریب ٹھہرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے قیام کیا تو اس درخت کی شاخیں بڑھیں پتے پھوٹے اور درخت سایہ دار ہو گیا بحیرہ نے جب اس درخت اور شجرو حجر کو سلام کرتے دیکھا اور سنا تو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی قافلہ ہے جس میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ وہ عبادت گاہ کی بالائی منزل سے اترا اور

عبادت خانہ کے خدام سے کہا کہ بہت سا کھانا تیار کریں اور ایک شخص کو کہا کہ وہ قافلہ میں جا کر اعلان کرے کہ سارے قافلہ کی دعوت بحیرہ کی جانب سے ہے سب لوگ عبادت خانہ میں آ کر کھانا کھائیں اور کوئی شخص ایسا نہ رہے جو دعوت میں نہ آئے اور کسی کو سامان کی حفاظت کی وجہ سے نہ چھوڑا جائے جب بحیرہ کے قاصد نے قافلہ میں آ کر یہ اعلان کیا تو قافلہ والوں کو تعجب ہوا کہ مدت سے قافلے یہاں آ کر ٹھہرتے رہے ہیں لیکن کبھی ایسا نہ ہوا کہ اس راہب نے ہم سے ملاقات کی ہو اس مرتبہ یہ انوکھی بات ہے۔ چنانچہ قافلہ کے تمام لوگ بحیرہ کی دعوت میں گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اہل قافلہ میں سب سے کم عمر تھے اس لئے آپ کو سامان کے پاس چھوڑ دیا گیا۔ جب سب لوگ آ گئے تو بحیرہ نے حاضرین کو دیکھا لیکن خصائل و شمائل کے لحاظ سے انہیں وہ شخصیت نظر نہ آئی جس کے اعزاز میں اس نے یہ بزم سجائی تھی کہنے لگا طفیلی تو آ گئے لیکن اصل مہمان موجود نہیں ہیں اس نے قافلہ والوں سے کہا تم اصل شخصیت کو نہیں لائے اور انہیں چھوڑ آئے ہو قافلہ والوں نے کہا سب لوگ آ گئے صرف ایک صاحبزادے کو سامان کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ بحیرہ نے کہا وہ بچے نہیں بزرگ ہیں وہ صاحب قرآن اور پیغمبر آخرالزماں ہیں انہیں بلاؤ چنانچہ ایک شخص گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر لایا جب آپ دعوت میں تشریف لائے تو بحیرہ کی نظروں کا مرکز آپ کی ذات اقدس بن گئی۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو بحیرہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر امتحان کے طور پر آپ کو اور قریش کے دوسرے لوگوں سے لات وعزیٰ کی قسم دے کر کہا کہ وہ اس کی باتوں کا درست جواب دیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیرہ سے فرمایا لات و عزیٰ کی قسم مت دو کیونکہ خطہ زمیں پر ان سے مبغوض مجھے اور کوئی نہیں بحیرہ نے یہ جواب سن کر کہا میں آپ کو آپ کے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے سوال کا جواب دیں سید عالم صلی اللہ وسلم نے فرمایا چونکہ تم نے خدا کی قسم دی ہے پوچھو کیا معلوم کرنا ہے۔ بحیرہ نے سوالات کئے اور حسب منشاء جواب پائے پھر اس نے مہر نبوت کو دیکھا جس کے بارے میں اس نے انجیل میں پڑھا تھا۔ یہ دیکھ کر اس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کی پھر ابو طالب کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گیا اور اس نے معلوم کیا۔ یہ فرزند کون ہیں ؟ ابو طالب نے کہا تم نے سچ کہا ہے یہ ہمارے بھتیجے ہیں اور جب رحم مادر میں تھے اس وقت میرے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا۔ بحیرہ نے کہا اب تم نے درست بات کہی ہے۔ ابو طالب انہیں دشمنوں کی آنکھوں اور ان کے شر سے بچاؤ یہ پیغمبر آخرالزماں ہیں یہ کائنات میں سب سے بہتر اور برتر ہیں یہ ایسی شریعت لائیں گے جو ساری دنیا میں پھیلے گی اور اس شریعت

سے سارے دین منسوخ ہو جائیں گے انہیں فوراً" مکہ واپس لے جاؤ اور انہیں یہود و نصاریٰ کے شر سے محفوظ رکھو اگر وہ انہیں پہچان لیں گے تو انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے بحیرہ کی گفتگو سن کر ابو طالب تیزی سے شام گئے خرید و فروخت سے فارغ ہو کر فوراً" مکہ واپس آ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت تندہی سے کرنے لگے کہا جاتا ہے کہ اس سفر میں تین یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی بحیرہ کو ان کی سازش کا پتہ چل گیا تو اس نے ان یہودیوں کو بلا کر سمجھایا اور انہیں اپنے پاس روک لیا تاکہ یہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نقصان کو نہ پہنچا سکیں۔

(۹)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و اخلاق

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بحیرہ سے ملاقات کے بعد اور سفر شام سے واپسی پر ابو طالب نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں مزید احتیاط شروع کر دی یہ کیفیت تو اس مادی دنیا کی تھی لیکن خالق کائنات نے آپ کو محفوظ و مصون اور موصوم پیدا فرمایا تھا نہ دشمن کی نظربد اثر انداز ہو سکتی تھی نہ دشمن مشیت ایزدی کے بغیر نقصان پہنچا سکتا تھا۔ بچپن اور لڑکپن میں بچوں اور لڑکوں کے جو انداز ہوتے ہیں آپ اس سے محفوظ تھے خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لڑکپن کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا۔ ایک دن میں چند لڑکوں کے ساتھ تفریح طبع کے لئے کھیل میں مشغول تھا ہم پتھر اکٹھے کر رہے تھے سب نے تہ بند اتار کر اس میں پتھر اٹھا رکھے تھے اور سب برہنہ تھے اس حالت میں ایک شخص نے آ کر مجھے ٹھوکا دیا اور کہا کم عمری کے باوجود آپ ان جیسے نہیں آپ تہ بند نہ اتاریں آپ کو عالم کا مقتدا بننا ہے آپ کو برہنہ نہیں ہونا ہے اور نہ کوئی ایسا کام کرنا ہے جو آپ کے شایان شان نہ ہو۔ یہ سب نے کہنے والے کی آواز تو سنی مگر کوئی شخص نظر نہ آیا جس نے کہا تہ بند پہنے رکھیں میں نے تہ بند باندھ رکھا سب لڑکے برہنگی کی حالت میں پتھر اٹھاتے رہے لیکن میں ستر پوش رہا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم لڑکپن کے زمانہ میں بھی ایسے مؤدب و مہذب تھے کہ آپ کے انداز و اطوار کو دیکھ کر بڑے بڑے باسلیقہ اور دانا لوگ دنگ رہ جاتے تھے ●

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب سن بلوغ کو پہنچے تو آپ کی ذات تمام اوصاف حمیدہ کی جامع اور خصائل

حسنہ کی حامل تھی ہر مجلس و محفل کی معزز ترین شخصیت ہوتے تھے جود و سخا مروت و وفا کرم حلم و تواضع۔ حسن سلوک احسان شجاعت و قوت جیسی صفات کے حامل تھے تقدس و بزرگی میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا۔ صداقت و امانت کی صفات کے سبب ہر شخص آپ پر اعتماد کرتا تھا آپ اعلیٰ نسب اور والا حسب تھے اخلاق میں اچھے اور وعدہ میں سچے تھے امانت میں مشہور اور دیانت میں معروف تھے عادت میں اچھے اور گفتگو میں نرم تھے قوم آپ کو امین سمجھتی اور تمام معاملات میں آپ سے مشورہ کرتے اور ان مشوروں پر عمل بھی کرتے تھے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا سفر شام

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس سال ہوئی آپ کی امانت دیانت و صداقت کی شہرت قریش کی ایک مالدار خاتون سیدہ خدیجہ کو پہنچی سیدہ خدیجہ لوگوں کو تجارت کے لئے سرمایہ فراہم کرتی تھیں لیکن بڑے کاروبار کے لئے معتمد نہیں ملتا تھا جب ان کے کانوں تک آپ کی دیانت کی اطلاع ملی تو انہوں نے ایک قاصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا اور کہلایا کہ میں کثیر سرمایہ لگا کر مال تجارت شام روانہ کرنا چاہتی ہوں اور مجھے قریش میں آپ کے سوا کسی پر اعتماد نہیں ہے اگر آپ گوارا فرمائیں تو اس مال کو لے کر شام تشریف لے جائیں اور اس سے جتنا منافع مناسب سمجھیں لے لیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار رضامندی فرمایا اور سیدہ خدیجہ کا مال تجارت لے کر شام کے لئے روانہ ہوئے سیدہ خدیجہ نے اس سفر میں اپنے معتبر اور تجربہ کار غلام میسرہ نامی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کر دیا۔ قطع سافت کرتے ہوئے جب قافلہ شام کے قریب پہنچا تو ایک منزل پر قیام کیا۔ یہاں ایک راہب مقیم تھا اور اس نے ایک عبادت خانہ تعمیر کیا تھا اس عبادت خانہ کے قریب ایک درخت تھا جب قافلہ والوں نے یہاں پڑاؤ ڈالا تو اس وقت راہب کھڑکی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری سے اتر کر اس درخت کے نیچے قیام کیا اس وقت میسرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا راہب نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر میسرہ سے دریافت کیا کہ یہ صاحب جنہوں نے درخت کے نیچے قیام کیا ہے کون ہیں ؟ میسرہ نے کہا کہ قریش کی ایک معزز شخصیت ہیں۔ راہب نے کہا میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور کے چار سو سال بعد جو شخصیت اس درخت کے نیچے قیام کرے گی وہ نبی آخرالزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں گے اور یہ شخصیت یقیناً نبی آخرالزماں کی ہے

یہ کہہ کر وہ راہب اپنے عبادت خانہ سے باہر آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو بوسہ دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کہ اپنی وابستگی کا اظہار کرتا رہا۔

یہاں سے روانہ ہو کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شام تشریف لے گئے اور مال تجارت فروخت کر کے وہاں سے بہت سا سامان خریدا اور مکہ روانہ ہوئے راستہ میں آپ جہاں قیام فرماتے یا راستہ میں سفر کرتے دو فرشتے آپ پر سایہ کئے رہتے میسرہ نے یہ سب کچھ دیکھا لیکن کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ مکہ آ کر میسرہ نے سب حالات اور راہب کی گفتگو سیدہ خدیجہ کو سنائی۔ سیدہ خدیجہ نے وہ تمام سامان تجارت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شام سے لائے تھے مکہ میں فروخت کرایا اور اس مال میں انہیں اتنا منافع ہوا جو نہ کبھی دیکھا تھا نہ اتنے منافع کی کبھی توقع کی تھی ●

سیدہ خدیجہ سے نکاح کی بات چیت

جناب خدیجہ نہایت ذہین اور تجربہ کار خاتون تھیں انہوں نے جب میسرہ کی زبانی حالات سنے اور منافع کو دیکھا تو ان کا قلب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رجوع ہوا اور یہ چاہا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد (نکاح) میں آ جائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک قاصد کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے علم میں ہے کہ سرداران قریش اور معززین قوم میرے ساتھ شادی کرنے کے خواہش مند ہیں لیکن میں نے سب کو منع کر دیا ہے اور ان کی جانب رغبت کا اظہار نہیں کیا میرے اور آپ کے درمیان رشتہ داری بھی ہے پھر میں نے قریش میں آپ جیسا صادق اور امین کوئی دوسرا نہیں پایا میری خواہش یہ ہے میں آپ کے نکاح میں آ کر اپنی تمام دولت آپ کے قدموں میں نچھاور کر دوں قریش کے سرداروں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ ششدر رہ گئے کہنے لگے کیا وجہ ہے کہ خدیجہ نے ہماری طرف توجہ نہ کی لیکن ابو طالب کے یتیم بھتیجے کو پیغام بھجوایا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سیدہ خدیجہ کا پیغام ملا تو آپ نے اپنے چچا جناب عباس و حمزہ سے مشورہ کیا تو ان حضرات سے اس پیغام پر اظہار مسرت کیا۔ جناب حمزہ رضی اللہ عنہ نے جا کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد کو باضابطہ نکاح کا پیغام دیا اور بیس جوان اونٹنیاں مہر کے بدلے سیدہ خدیجہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقد ہوا۔۔ سیدہ خدیجہ کا نسب سیرت کی کتابوں میں اس طرح ملتا ہے خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر نسب کا

بقیہ اور ننھالی نسب سیرت کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

سیدہ خدیجہ سے اولاد

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سات اولادیں ہوئیں۔ تین صاحبزادے قاسم۔ طاہر۔ طیب اور چار صاحبزادیاں زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہم۔ تینوں صاحبزادے بچپن میں ہی انتقال فرما گئے۔ چاروں صاحزادیوں کو اسلام کی دولت سے سرفرزا ہونے کا موقعہ ملا اور ہجرت مدینہ کا اعزاز بھی نصیب ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد ماسوا جناب ابراھیم کے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئی جب کہ جناب ابراہیم کی ولادت سیدہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہوئی تھی جب تک سیدہ خدیجہ حیات رہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری خاتون سے نکاح نہیں کیا۔

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد سیدہ خدیجہ ایک مرتبہ اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے یہاں گئیں اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اپنے مشاہدات اور شام کے سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات سنائے اور راہب سے ہونے والی گفتگو کا بھی تذکرہ کیا تو ورقہ نے کہا خدیجہ تمہیں بشارت ہو کہ یہ تعریف و توصیف کے کلمات جو تم نے مجھے سنائے ہیں یہ تمام اوصاف پیغمبر آخرالزماں کے ہیں۔ تمہارے شوہر اللہ کے پیغمبر اور تمام عالم کے سردار ہوں گے۔ اور انہیں جو اعزاز نصیب ہو گا وہ نہ تو کسی کی سمجھ میں آ سکتا ہے نہ خیال وہاں تک رسائل حاصل کر سکتا ہے۔ ورقہ بن نوفل نے دور جاہلیت میں بت پرستی ترک کر کے تورات و انجیل کا مطالعہ کر کے ان احکام کو اپنایا تھا اور انہی کتابوں سے اس کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب معلوم ہوئے تھے اس سے متعلق واقعات کا تذکرہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔ ان واقعات کو سن کر اور معلوم کر کے ورقہ کو یہ خواہش اور تمنا ہوئی کاش انہیں بعثت نبوی کے بعد کا دور نصیب ہوتا اور اسلام کی نصرت میں ان کا بھی حصہ ہوتا اس اشتیاق میں وہ یہ اشعار پڑھتے تھے اور فرط شوق میں ان کی آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے تھے

لَجِجْتُ وَكُنْتُ فِى الذِّكْرِىٰ لَجُوجًا

لِهَمٍّ طَالَمَا بَعَثَ النَّشِيجَا

وَوَصفٍ مِنْ خَدِيجَةَ بَعْدَ وَصْفِ
فَقَدْ طَالَ انْتِظَارِي يَا خَدِيجَا

بِبَطْنِ الْمَكَّتَيْنِ عَلَى رَجَائِي
حَدِيثَكِ أَنْ أَرَى مِنْهُ خُرُوجَا

بِمَا خَبَّرْتِنَا مِنْ قَوْلِ قَسٍّ
مِنَ الرُّهْبَانِ أَكْرَهُ أَنْ يَعُوجَا

بِأَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُودُ فِينَا
وَيَخْصِمُ مَنْ يَكُونُ لَهُ حَجِيجَا

* وَيَظْهَرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُورٍ
يُقِيمُ بِهِ الْبَرِيَّةَ أَنْ تَمُوجَا

فَيَلْقَى مَنْ يُحَارِبُهُ خَسَارًا
وَيَلْقَى مَنْ يُسَالِمُهُ فُلُوجَا

فَيَا لَيْتَنِي إِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ
شَهِدْتُ فَكُنْتُ أَوَّلَهُمْ وُلُوجَا

وُلُوجًا فِي الَّذِي كَرِهَتْ قُرَيْشٌ
وَلَوْ عَجَّتْ بِمَكَّتِهَا عَجِيجَا

(ترجمہ اشعار) میں طیش میں آگیا اور یہ تو میری عادت ہے کہ جب مجھے یادیں ستاتیں ہیں تو سراپا اشتعال بن جاتا ہوں یعنی وہ یادیں میرے قلب پر اس طرح ستوں ہو جاتی ہیں کہ وہ مجھے ہمیشہ یاد رہیں گی۔

اور میری یہ کیفیت در اصل ایک اوندہ ہے جو عرصہ دراز سے میرے دل میں جاگزیں ہے جو ہمیشہ مجھے بہت رلاتا رہتا ہے

(۲) میری طبیعت کی تندی اور میرا رونا اس وجہ سے ہے کہ خدیجہ نے مجھ سے ان کی بہت تعریف و توصیف کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی نشانیاں بتائی ہیں اور اب میں اس منظر کو دیکھنے کی تمنا رکھتا ہوں کہ ان کی نبوت کا دور پالوں اس کے بعد سیدہ خدیجہ کو شعری زبان میں شکایت کرتے ہوئے کہتے ہیں اے خدیجہ تم نے بہت انتظار دکھائی اور اب ان کی صفات سنائیں ان کا دور رسالت کب آئے گا اور اس وقت کی آمد کے انتظار کا اشتیاق بڑھتا ہی رہے گا

اے خدیجہ مجھے ان باتوں سے جو تم نے اپنے مشاہدات کے طور پر بیاں کی ہیں میسرہ کے دیکھے حالات سنائے اور راہب کی گفتگو سے آگاہ کیا تو اندازہ ہوا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر ہوں گے اور مکہ میں اعلان نبوت کر کے مخلوق کو راہ حق دکھائیں گے اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو اس دین کی اعانت و نصرت میں جاں سے بھی دریغ نہ کروں گا

(اشعار ۵۔ ٦) اے خدیجہ آپ کو بشارت ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قوم قریش کے بہترین افراد میں سے ہوں گے اور تمام عرب ان کے حلقہ اطاعت میں ہو گا اور جو کوئی ان کا دشمن ہو گا وہ مقہور ہو گا اور جو ان کا مخالف ہو گا وہ مغلوب ہو گا وہ تمام ملکوں میں دین حق کو پھیلائیں گے اور اس دین کے سبب لوگوں کو گمراہیوں سے نکالیں گے۔

(اشعار ۷۔ ۸) اور جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرے گا وہ ظالم ہو گا اور ذلت کا شکار ہو گا۔ اور جو کوئی ان کی ساتھ موافقت کرے گا وہ دو جہان کی سعادت پائے گا اور نجات اخروی حاصل کرے گا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ وہ کافروں سے جنگ کریں گے تو سب سے پہلے جو کافروں سے مقابلے کرنے کے لیے نکلتا وہ میری ذات ہو گی اگرچہ یہ بات کافروں پر شاق ہو گی لیکن جب تک جان جسم میں باقی رہتی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت سے باز نہ آتا اور دشمناں اسلام کا مقابلہ کرتا یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے بارگاہ الہی میں رفعت و منزلت حاصل کرتا



بچھوروں اور کافروں کا کام اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا ہے جس کے قبضہ قدرت میں

اپنے بندوں کی منزلت بڑھانا رتبہ بلند کرنا ہے اور یہ اس کی عنایت سے ہے اور وہ رب تعالیٰ اپنے بندوں میں جس کو اعزاز عطا فرماتا ہے اس کو منصب نبوت و رسالت پر فائز کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے وہ شرک کی تہمت میں مبتلا کرتا ہے جس طرح اس نے سات آسمانوں کو بلندی عطا فرمائی اسی طرح اس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق میں سے اعزاز و اکرام کے لئے منتخب فرمایا اور سب پر فوقیت عطا کی۔

اشعار ۱۲۔ ۱۳۔ اے قریش کے لوگو! جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دین حق کا اعلان کریں اس وقت تک تم باقی رہو اور میں بھی زندہ رہوں تو میں چند ایسے کام سرانجام دوں گا کہ دوسرے لوگ فغاں و

فریاد کرنے لگیں گے اگر میں اس وقت تک زندہ نہ رہوں تو یہ مشیت الٰہی ہو گی اور قضاء و قدر پر کسی کا اختیار نہیں۔

واللہ یقضی بالحق۔

(۱۰)

خانہ کعبہ میں حجراسود کی تنصیب سے قبل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز

تعمیر خانۂ کعبہ

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پینتیس سال ہوئی اسی دوران قریش نے تعمیر کعبہ مقدسہ کی بابت سوچنا شروع کیا اس وقت عمارت کعبہ پر نہ تو چھت تھی نہ قد آور دیواریں اس لئے ان کا مشورہ یہ ہوا کہ عمارت کعبہ کو اس کی ہیئت اول پر لے آئیں اس تعمیر نو کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ خانہ کعبہ کے اندر ایک تہ خانہ کنویں کی شکل میں بنا ہوا تھا اور خانہ کعبہ پر چڑھائے جانے والے مال و دولت کو اس میں رکھا جاتا تھا (کیونکہ اس کی حفاظت بھی ہو جائے) ایک شب کچھ لوگوں نے چھپ کر اس تہ خانہ سے بہت سا مال چرا لیا تھا قریش کو اس چوری کا علم ہوا تو انہوں نے چوروں کو پکڑ کر نہ صرف مال بر آمد کر لیا بلکہ چوروں کو عبرت ناک سزا بھی دی۔ اس واقعہ کے بعد یہ بات ضروری خیال کی جانے لگی کہ عمارت کعبہ کی جانب توجہ دی جائے دیواریں بلند کر کے چھت ڈالی جائے اور قدیم انداز پر لایا جائے چند دن سوچ بچار میں گزرے لیکن کوئی طریقہ کار سمجھ میں نہ آیا اور اس تعمیر نو کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خانہ کعبہ میں جو تہ خانہ تھا اس میں سے رات کے وقت اژدھے کی شکل کی کوئی چیز باہر آتی دیواروں پر گھومتی منہ کھولتی اور جو کوئی شخص سامنے ہوتا وہ اس کے منہ میں چلا جاتا اس لئے ہر شخص حیران و پریشان تھا کہ اس اژدھا نما چیز سے کس طرح نجات حاصل کی جائے۔ حسن اتفاق کہ ایک شب وہ اژدھا نما چیز حسب معمول باہر آئی اسی وقت آسمان سے ایک بڑا سا سفید پرندہ آیا اور اس اژدھا نما بلا کو اٹھا کر اڑ گیا۔ اس منظر کو دیکھ کر قریش کے لوگ بہت خوش ہوئے آپس میں کہنے لگے کہ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے ان ارادوں پر راضی ہے کہ ہم

خانہ کعبہ کی تعمیر جدید کریں اسی وقت انہوں نے طے کیا کہ عمارت کی تعمیر شروع کی جائے لہٰذا انہوں نے اس کام کے لئے عطیات جمع کئے کہ پہلے تو موجودہ چار دیواری کو ختم کیا گیا پھر کام شروع ہوا تو دیوار کے ایک پتھر کو دیوار سے اکھیڑا گیا تو وہ پتھر خود بخود زمین سے اٹھ کر اپنی جگہ جا کر لگ گیا۔ اس واقعہ سے منتظمین تعمیر کو خوف پیدا ہوا اور کام روک دیا گیا۔ بعد میں مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ تعمیر میں غیر مشتبہ حلال مال لگایا جائے اور یہ عطیات جو تعمیر کے سلسلہ میں جمع کئے گئے ہیں شبہ سے خالی نہیں ہیں اب اگر تعمیر کرنی ہے تو ان عطیات کو واپس کر کے از سر نو عطیات وصول کئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور قدیم دیواروں کو توڑ کر جدید دیواریں تعمیر کرنا طے ہوا لیکن اب قدیم دیوار کو ہاتھ لگانے میں ہر شخص کو پس و پیش تھا اور اس مرحلہ پر چند دن گزر گئے اس موقعہ پر ولید بن مغیرہ نے کہا میں پرانی دیوار کو مسمار کرنے میں سبقت کرتا ہوں تم لوگ میرا ساتھ دینا اس پر اتفاق ہوا چنانچہ ولید نے کدال لے کر دیوار کو ڈھانا شروع کیا اور چند پتھر اکھاڑے دیئے لیکن اس کام میں کوئی اس کی مدد کو نہ آیا البتہ یہ کہنے لگے کہ ہم ایک رات انتظار کریں گے اگر کل تک ولید پر کوئی افتاد نہ پڑی تو ہم سمجھیں گے کہ اس انہدام پر اللہ تعالیٰ راضی ہے لہٰذا ہم اس کام میں مدد کریں گے اور اگر ولید پر کوئی افتاد پڑی تو ہم یہ خیال کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عمل سے خوش نہیں ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ دوسرے دن تک ولید محفوظ رہا اور اس پر کوئی مصیبت نہ آئی تو دوسرے دن سب لوگ ولید کا ساتھ دینے لگے اور تمام دیواریں منہدم کر دیں۔ جب عمارت کی بنیادیں دکھائی دینے لگیں تو ان میں چند سبز پتھر زبرجد کی طرح نظر آئے۔ جب ان پتھروں پر کدال مارا گیا تو سارا مکہ لرز اٹھا تو لوگوں نے کہا کہ یہ بنیادیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دست مبارک کی ہیں ان کو نہ چھیڑا جائے

حجر اسود کی تنصیب

چنانچہ انہی بنیادوں پر دیواریں اٹھائی گئیں اور ان دیواروں کی تعمیر کے لئے قریش نے چار خاندان منتخب کئے جنہوں نے اپنے حصہ کا کام مکمل کیا لیکن جب حجر اسود کے گوشہ کی دیوار بنی اور تنصیب حجر اسود کا مرحلہ آیا تو آپس میں حجر اسود کو نصب کرنے پر جھگڑا کھڑا ہو گیا ہر گروہ کی خواہش یہ تھی کہ حجر اسود کی تنصیب کا اعزاز اس کو ملے اس مرحلہ پر جھگڑا اتنا بڑھا کہ قتل و غارت تک بات پہنچنے والی تھی کہ چند معمر مدبر لوگوں نے درمیاں میں پڑ کر لوگوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر میں جھگڑا کرنا مناسب نہیں

مناسب یہ ہو گا کہ کل صبح جو شخص احاطہ کعبہ میں سب سے پہلے داخل ہو اس کے فیصلہ پر عمل کیا جائے چنانچہ اس تجویز پر سب نے اتفاق کیا اور چند آدمی نگرانی کے لئے بیٹھ گئے حسن اتفاق کہ دوسرے دن صبح کے وقت جو شخصیت سب سے پہلے خانہ کعبہ کے احاطہ میں داخل ہوئی وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی۔ آپ کو دیکھ کر حاضرین نے داد و تحسین کے نعرے بلند کئے اور بیساختہ پکار اٹھے "جاء الامین" یعنی محمد امین (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے اس دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "صادق و امین" کے لقب سے پکارا جاتا تھا جب آپ مسجد حرام میں تشریف لائے تو حاضرین نے معاملہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا ایک چادر لائی جائے جب چادر آئی تو آپ نے حجر اسود کو اٹھا کر اس پر رکھ دیا اس کے بعد قریش کے چاروں گروہوں سے فرمایا کہ تم اپنے گروہوں سے ایک ایک نمائندہ منتخب کر لو تاکہ وہ اس چادر کو اٹھانے میں تمہاری نمائندگی کرے چنانچہ یہ نمائندے چادر کو اٹھا کر اس جگہ لائے جہاں حجر اسود نصب کیا جاتا تھا جب چادر کو اس جگہ رکھا گیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اٹھا کر دیوار میں اس کی جگہ نصب کر دیا۔ آپ کے اس فیصلہ سے تمام فریق خوش اور مطمئن ہو گئے اور یہ جھگڑا ختم ہونے پر تعمیر کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو کر اختتام تک پہنچا

دوران تعمیر کعبہ مخطوطہ کی دریافت

کہا جاتا ہے کہ جب خانہ کعبہ کی دیواریں منہدم کی جا رہی تھیں اسی دوران ایک گوشہ دیوار سے ایک مخطوطہ (کتبہ) ملا جس میں چند سطریں سریانی زبان میں لکھی ہوئی تھیں چنانچہ اس تحریر کو پڑھنے کے لئے ایک یہودی کو بلایا گیا اس نے پڑھ کر بتایا کہ اس مخطوطہ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے

"میں مکہ کا پروردگار ہوں میں نے مکہ کو اسی دن بنایا جس دن تمام عالم کی تخلیق کی آسمان و زمین بنائے دنیا کے لئے آفتاب و ماہتاب سجائے اور مکہ کے گردا گرد کی حفاظت کے لئے سات فرشتے مقرر کئے تاکہ کوئی دشمن مکہ کو خراب نہ کر سکے دشمن اس پر قابض نہ ہو سکیں"

کہا جاتا ہے کہ مقام ابراہیم (علیہ السلام) سے بھی ایک مخطوطہ (کتبہ) ملا جس میں یہ لکھا تھا "یہ مکہ مکرمہ کی سرزمین ہے جہاں خانہ خدا ہے خطہ زمین کے تین سمتوں سے یہاں سلاں خوراک آئے گا۔ (یعنی شام۔ مصر۔ اور یمن سے) اور جو خطہ حرم میں داخل ہو گا اس کو بغیر احرام کے داخلہ حرام ہے"

اس کے علاوہ بھی ایک مخطوطہ (کتبہ) ملا تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے چالیس

سال قبل کا تھا اس میں تحریر تھا" جو شخص بھلائی کی تخم کاری کرے گا اس کا پھل کھائے گا اور جو شخص برائی کی کاشت کرے گا وہ ندامت حاصل کرے گا۔ رب تعالیٰ ذلت سے محفوظ فرمائے"

(۱۱)

بعثت نبوی علیہ التحیتہ و الثنا کے بارے میں راہبوں کے تاثرات

(اس باب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں کے بارے میں کہا جائے گا جنہوں نے بعثت نبوی سے قبل راہ ہدایت اختیار کی اور بت پرستی ترک کر دی تھی اور اس باب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ قبل از اعلان نبوت بیان ہو گی)

غیب کی خبریں اور کاہن

جب نزول وحی کا زمانہ قریب آیا اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال ہونے والی تھی علامات نبوت ظاہر ہونے لگیں اور دلائل نبوت آشکارا ہونے لگے تھے۔ عرب کے کاہن۔ عیسائی راہب۔ اور یہودی احبار جو ان دلائل کا علم رکھتے تھے اور علامتوں سے واقف تھے وہ بعثت نبوی کی اطلاع دیتے اور ظہور رسالت سے آگاہ کرتے رہے تھے یہود و نصاریٰ کے عالموں کو ان علامتوں سے واقفیت تورات و انجیل سے ہوئی تھی البتہ عرب کے کاہنوں کو یہ اطلاعات شیاطین کے ذریعے سے ملتی تھیں کیونکہ شیاطین ہر رات آسمانوں پر جاتے اور فرشتوں سے غیب کی خبریں سن کر آتے اور کاہنوں کو آگاہ کیا کرتے تھے جو یہ خبریں لوگوں کو بتایا کرتے تھے بعثت نبوی سے پہلے جنات کو آسمانوں پر جانے کی آزادی حاصل تھی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ آزادی سلب ہو گئی اور اس کی وجہ بتائی گئی ہے کہ اجنہ کی آمدورفت اور اطلاعات کی وجہ سے ملتبس نہ ہو جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی غیب کی خبریں نہ بتا سکے اور یہ بات معجزات نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار ہوتی ہے کہ کسی نبی کے دور میں سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجنہ کے آسمانوں پر پابندی عائد نہیں ہوئی تھی ارشاد باری ہے **انهم عن السمع لمعزولون** (شعراء آیت ۲۱۲) یعنی ان اجنہ (شیاطین) کو اس کے (فرشتوں کے کلام کو) کے سننے سے محروم کر دیا گیا ہے سورہ حجر کی آیت ۱۷ و ۱۸ میں فرمایا گیا **حفظنها من كل شيطٰن الرجيم ○ الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبين ○** اور ہم نے محفوظ کر دیا ہے ہر راندے

ہوئے شیطان سے اور اگر کوئی چوری چھپے سن لے تو اس صورت ایک روشن شعلہ اس کا تعاقب کرتا ہے

ستارہ کا ٹوٹنا یا شہاب ثاقب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ کچھ لوگ بارگاہ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نصرانی سے دریافت فرمایا جب آسمان میں کوئی ستارہ ٹوٹتا ہے اس وقت تم کیا سمجھتے ہو تو اس نصرانی نے کہا کہ ستارے کا ٹوٹنا اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ یا تو کوئی بادشاہ مرا ہے یا کوئی تخت نشین ہوا ہے یا کوئی متولد ہوا ہے یا کوئی متولد مرا ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس بات کو رد کر کے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اپنی مخلوق کے لئے خطہ زمین پر کوئی حکم فرمانا چاہتا ہے تو پہلے عرش کے حاملین کو اس امر سے مطلع فرماتا ہے وہ تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ حاملان عرش کی عبادت دریافت کی آوازیں سن کر ساتویں آسمان کے فرشتے تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوتے ہیں۔ ان کی صداؤں کو چھٹے آسمان کے فرشتے سنتے ہیں اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور یہ سلسلہ آسمان دنیا تک آتا ہے وہ بھی تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن جب تسبیح و تہلیل سے فارغ ہوتے ہیں تو آپس میں معلوم کرتے ہیں کہ یہ تسبیح و تہلیل کس لئے تھی تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا سبب کسی کو معلوم نہیں آسماں دوم کے فرشتوں سے معلوم کیا جائے جب ان سے پتہ کیا جاتا ہے تو انہیں بھی معلوم نہیں ہوتا وہ کہتے ہیں کہ تیسرے آسمان والوں سے معلوم کیا جائے اس طرح معلومات کے حصول کا یہ سلسلہ ساتویں آسمان تک پہنچتا ہے تو حاملان عرش سے معلوم کیا جاتا ہے تو وہ بتاتے ہیں کہ ہم تسبیح و تہلیل میں اس لئے مشغول ہوئے کہ رب کریم روئے زمین کے فلاں بندہ پر فلاں دن یہ حکم نازل فرمائے گا۔ اس طرح تمام آسمانوں کے فرشتے دوسرے آسمانوں کے فرشتوں کو اس امر سے آگاہ کرتے ہیں۔ جب یہ خبر آسمان دنیا تک آتی تو دیو (اجنہ) وہاں سے سن کر کاہنوں کے سامنے نقل کرتے تھے اور یہ کاہن اس خبر کو لوگوں کو سناتے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میری بعثت اور اعلان نبوت کے بعد ان اجنہ کا آسمان دنیا پر جانا بند کر دیا گیا اور آسمان ان سے محجوب کر دیا گیا ہے اور ستاروں کو شہاب ثاقب کی طرح کر دیا گیا اب اجنہ (جنات) جب بھی آسمانوں کا قصد کرتے ہیں تو شہاب ثاقب ٹوٹتے ہیں اور ان اجنہ کو جلا کر خاکستر کر دیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے عرب میں کہانت کا سلسلہ ختم ہو گیا اب اگر کاہن کوئی (غیبی) بات کہتا ہے تو وہ غلط ہے اور اسکو نہ سنا جائے ●

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں جب اجنہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اور وہ آسمان جانے سے معزول و محجوب ہو گئے تو انہیں یہ پتہ چلا کہ ان کی معزولی بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہوئی ہے لہٰذا اجنہ کے سربراہ حضرات کی ایک جماعت خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور اپنے علاقہ میں جا کر اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی جس کی منظر کشی قرآن کریم کی اس آیت میں کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نہایت رحمت والے اور بے حد رحم فرمانے والے کے نام سے اے نبی مکرم آپ فرما دیں کہ میری طرف وحی الٰہی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے مجھ سے قرآن کریم کی تلاوت توجہ سے سنی تو انہوں نے اپنی قوم والوں سے کہا کہ بیشک ہم نے ایک عجیب کلام (قرآن کریم) سنا جو سیدھی راہ کی جانب ہدایت کرتا ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے (سورہ جن) سورہ احقاف کی آیات ۲۹ تا ۳۱ میں فرمایا گیا

"اور اے حبیب یاد فرمائیں جب ہم جنات کی ایک جماعت کو پھیر لائے جو قرآن کریم کی تلاوت غور سے سنتے ہوئے جب وہ حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا خاموش رہو جب قرآن کریم کی تلاوت ختم ہوئی تو وہ (اجنہ) اپنی قوم کی جانب ڈر سناتے ہوئے واپس ہوئے اور انہوں نے اپنی قوم والوں سے کہا بے شک ہم نے ایک کتاب کو سنا جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس طرح نازل ہوئی جو اس پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور جو حق اور سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتی ہے اور اے قوم والو اللہ کی جانب بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لاؤ (جس کے نتیجہ میں) اللہ تعالیٰ گناہوں کی بخشش فرمائے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔"

عرب کے کاہن پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ اجنہ (جنات) سے سنتے تھے اس کو اہل عرب کے سامنے نقل کر دیتے تھے۔ عرب والے ان باتوں کو سنتے لیکن یقین نہیں کرتے تھے کہ ایسا وقوع پذیر ہو گا لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت انہیں احساس ہوا کہ کاہنوں نے ہم سے درست کہا تھا۔

یمن کا کاہن اور بعثت نبوی

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب فرماتے ہیں ایام جاہلیت میں یمن میں ایک مشہور کاہن تھا

جس کے پاس مصیبت و اذیت کے وقت جا کر اپنی حاجت روائی کرتے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور آپ کی تبلیغی صدائیں لوگوں کے کانوں میں پہنچیں تو یمن کے لوگ اس کاہن کے پاس گئے جو پہاڑ کے ایک غار میں رہتا تھا اور غار سے باہر نہ آتا تھا لوگوں نے اس سے کہا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو جنہوں نے مکہ میں اعلان نبوت کیا ہے جب اس نے یہ بات سنی تو غار سے نکلا پہاڑ سے اترا جو کمان وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا اس پر ٹیک لگائی اور آسمان کی جانب سر اٹھا کر کچھ بڑ بڑانے لگا لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا لوگو! اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مخلوق میں بڑا مرتبہ عطا کیا ہے اور انہیں منصب رسالت پر فائز کیا ہے ان کے قلب کو حقد و حسد سے پاک کیا ہے اور ان کے قلب کو نور معرفت سے لبریز کیا ہے اور لوگو میں ان کی مخالفت کرنے والے کم ہی ہوں گے۔ یہ کہہ کر کاہن بھاگا اور پہاڑ کی جانب چلا گیا۔ اور لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔

فاروق اعظم کی مومنانہ بصیرت

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص مسجد نبوی میں آیا امیرالمومنین اس وقت مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو دیکھا تو فرمایا یہ شخص مسلمان نہیں یہ تو کاہن ہو سکتا ہے آپ نے اس شخص سے فرمایا کیا تم نے اسلام قبول کیا ہے اس شخص نے کہا ہاں میں نے اسلام قبول کیا ہے حضرت عمر نے فرمایا اسلام لانے سے پہلے تم کہانت کرتے تھے اور کاہن تھے یہ سن کر وہ شخص شرمندہ اور رنجیدہ ہوا اور اس نے کہا امیرالمومنین لوگوں کو رنجیدہ اور شرمسار کرنا آپ کی عادت تو نہیں ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ رنجیدہ ہونے کی بات نہیں کیونکہ اسلام لانے سے پہلے ہم بھی بت پرستی میں مبتلا تھے یہ بات سن کر وہ شخص مطمئن ہو گیا اور کہا امیرالمومنین آپ نے درست فرمایا۔ اسلام لانے سے پہلے میں کہانت کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا یہ بتاؤ کہ بعثت نبوی کے موقع پر جو جن تیرے تابع تھا اس نے تجھ سے کیا کہا تھا؟ اس کاہن نے کہا کہ اسلام لانے سے پہلے میں ایک دن تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ میرا تابع جن آیا اور اس نے یہ رجز پڑھا (جس کے معنی یہ ہیں)

مجھے اس دیو (جن) پر تعجب ہے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو یہ (اجنہ) اپنے معاملات میں ناامید ہوئے تو وہ تیاری کر کے اسلام کی جستجو میں مصروف ہوئے جب انہیں یہ پتہ چلا کہ دین

محمدی حق ہے تو انہوں نے مکہ جا کر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا ارادہ کیا اور اسلام قبول کیا اسلامی معاشرہ میں اپنی منزل متعین کی کیونکہ کافر کبھی مسلمان کے مرتبہ کے برابر نہیں ہو تا۔ نہ تو درجہ میں نہ فضیلت نہ شرف و منزلت میں۔ اب اٹھو اور آل ہاشم کے بزرگوں کے درمیان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تلاش کرو کیونکہ وہ اللہ کے رسول ہیں دنیا و آخرت میں سب سے برتر و بہتر ہیں۔ ان پر ایمان لے آو اس شخص کا بیان ہے کہ جب میرے تابع جن نے مجھے یہ باتیں بتائیں تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اسلام قبول کیا۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ

جب اس نے یہ بات سنائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے اب میں تجھے اپنے اسلام کے بارے میں بتاؤں کہ میں اسلام لانے سے تقریباً" ایک ماہ پیشتر قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اپنی قوم کے ایک بت کے سامنے کھڑا تھا اس وقت ہم نے بت پر ایک گائے کا بچھڑا بھینٹ (قربان) کیا تھا اور یہ سوچ رہے تھے کہ اس کا ایک ایک ٹکڑا آپس میں تقسیم کریں کے ناگہاں ہم نے ایک آواز جو گائے کے بچے کے پیٹ سے بلند ہوئی سنی تھی وہ الفاظ اس طرح تھے " اے ذریح یہ خوش بختی کی بات ہے کہ ایک شخص فصیح زبان میں پکار رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے " عربی زبان میں ذریح نر اونٹوں کے گلے کو کہتے ہیں اہل عرب جب کسی کو بہادری اور مردانگی کے لقب سے نوازتے تھے تو اس کو ذریح کہتے تھے۔ اس گو سالہ نے ذریح کے لقب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا تھا اور یہ کہا تھا اے عمر پسندیدہ کام بہت ہی اچھا ہوتا ہے اگر تم بت پرستی ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرو اور علی الاعلان مخلصانہ انداز میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرو تو کتنا اچھا ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا اسی وقت سے میرے دل میں اسلام کی لگن پیدا ہوئی اور جو دن نکلتا میرے دل میں عجب کیفیات ہوتیں میرا

رجحان اسلام کی جانب بڑھتا گیا یہاں تک کہ میں نے اسلام قبول کیا (مصنف کتاب ابن اسحاق کہتے ہیں) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامتوں میں سے ہے کہ دور جاہلیت میں چوپائے نے حضرت عمر سے گفتگو کی

بعثت نبوی کے بارے میں یہود کی پیشگوئیاں

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب رقمطراز ہیں کہ ماسبق صفحات میں بعثت نبوی کے بارے میں کاہنوں کے اقوال ذکر کئے گئے اب اس تذکرہ کے بعد یہودی احبار کے ان اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں جو بعثت نبوی کے بارے میں منقول ہیں۔

بعثت نبوی سے پہلے عرب معاشرہ کی حالت

جاہلیت کے دور میں عرب کے چند قبائل اور یہودیوں کے درمیان سخت دشمنی تھی اور دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے یہودی ان عرب قبائل سے کہتے تھے ہمیں کتاب مقدس تورات سے معلوم ہوا ہے کہ پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں ہم ان کی متابعت کریں گے اور تمہیں قوم عاد و ارم کے لوگوں کی طرح قتل کریں گے اس کے علاوہ عربوں اور یہودیوں کے درمیان جب جنگ ہوتی اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوتے تو یہودی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے بارگاہ الہی میں دعا کرتے تھے اور نصرت و فتح کے لئے بارگاہ الہی میں رجوع ہوتے تھے۔ اور دشمنوں کے مقابلہ میں فتح کے لئے ان الفاظ میں دعا کرتے تھے "خداوندا ہم تجھ سے اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واسطے سے دعا کرتے ہیں جن کی بعثت کا تو نے آخر زمانہ میں وعدہ فرمایا ہے اب ان کے وسیلہ سے ہمیں دشمنوں پر فتح عطا فرما" اس دعا کی برکت اور اس واسطہ اور وسیلہ سے اللہ تعالیٰ دشمنوں پر فتح و نصرت سے ہمکنار فرماتا تھا۔

یہود کی فطری جبلت اور اسلام سے سرکشی

بعثت نبوی سے پہلے قبائل عرب یہودیوں سے سخت عداوت رکھتے تھے اور وہ یہودیوں سے آپ کی تشریف آوری کے بارے میں سنتے رہے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور دین اسلام کی جانب لوگوں کو متوجہ کیا تو ان قبائل نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا یہ دیکھ کر یہودی آتش حسد میں جل اٹھے اور اپنی فطری بدبختی کی وجہ سے اسلام قبول نہ کیا۔ اس موقعہ پر رب تعالیٰ نے فرمایا دور جاہلیت میں تو ہمارے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ وابستگی اور ایمان کا اظہار کرتے تھے لیکن جب اعلان اسلام ہوا تو اس کا اتباع کرنے کی بجائے اس دین کی تکذیب کی سورہ بقر کی آیت ۸۹ میں اللہ

تعالٰی نے کافروں پر لعنت کا اظہار فرمایا۔ آیت کے ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے

"جب ان کے پاس ایسی کتاب آئی جو سابقہ کتب سماوی کی تصدیق کرتی ہے اور یہ (یہودی) بعثت نبوی سے قبل ان کے واسطہ اور وسیلے سے کافروں کے مقابلہ کے موقع پر فتح حاصل کرنے کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے لیکن جب وہ نبی ان میں تشریف لائے تو ان کو جاننے کے باوجود ان کو پہچاننے سے انکار کیا اور کفر کا ارتکاب کیا (ایسے) کافروں پر اللہ تعالٰی کی جانب سے لعنت ہے "

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ بدری صحابی مسلمہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ واقعہ نقل کرتے ہیں میرے قبیلہ بنو عبدالاشہل میں ایک یہودی متبحر (عالم) تھا جو تورات و انجیل پر کامل عبور رکھتا تھا وہ قبیلہ کے لوگوں میں تبلیغ کرتا جنت کی بشارت دیتا اور دوزخ سے ڈراتا رہتا تھا۔ لوگ اس کی باتیں سن کر تعجب کرتے اور کہا کرتے ایسا ہونا کیونکر ممکن ہے اور کس طرح وقوع پذیر ہو سکتا ہے کہ قبر میں جب ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے بعد ہم قبر سے اٹھیں گے اور ہم سے اعمال کا حساب ہو گا جنت و دوزخ کو ہمارے راستہ میں رکھا جائے گا۔ ان کی باتیں سن کر یہ یہودی عالم قسمیں کھا کر کہتا کہ اس کی باتیں درست ہیں جنت و دوزخ حق ہیں اس عالم کی بات سن کر لوگ کہتے ہم تیری بات کا اس وقت یقین کریں گے جب ہمیں ان باتوں کا مشاہدہ کرا دے جو تو ہمیں بتاتا ہے اس کے جواب میں یہودی عالم نے کہا اس کا ثبوت یہ ہے کہ عنقریب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوں گے وہ مکہ میں اعلان نبوت فرما کر مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کریں گے لوگوں نے دریافت کیا کہ ہمیں ان کو پانے کا موقع ملے گا مسلمہ بن سلام کہتے ہیں کہ اس نے میری جانب اشارہ کر کے کہا تم میں اگر کوئی شخص ان کو پانے والا ہے تو وہ یہ ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس مجمع میں سب سے کم عمر میں ہی تھا۔ اور جیسا کہ اس یہودی عالم نے اشارہ کیا تھا مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس وقت تک وہ یہودی عالم زندہ تھا لیکن وہ اپنی بد بختی اور شقاوت کی وجہ سے ایمان نہ لا سکا۔ میں جب بھی اس کو دیکھتا تو اس سے کہتا اے شخص تو وہی ہے جس نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور بعثت کے بارے میں بتایا تھا تو ہمیں ان کی حقانیت کی بابت بتاتا تھا اور انہیں نبی برحق سمجھتا تھا۔ اب کیا بات ہے کہ تو ان پر ایمان نہ لایا۔ تو اس نے کہا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لاؤں گا وہ یہ کہتا تو تھا لیکن (دور نبوی سے مشرف ہونے کے باوجود) ایمان نہ لایا اور کفر پر قائم رہا۔"

ابن ہیبان یہودی کی وصیت

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب کہتے ہیں کہ یہود کے قبیلہ بنو قریظہ کی شاخ ھذیل کو معاشرہ میں اہم مقام حاصل تھا اس قبیلہ میں ایک شخص ابن ھیبان آکر شامل ہو گیا تھا یہ تورات کا عالم بڑا زاہد اور صاحب کرامت تھا۔ خشک سالی کے موقع پر بنو قریظہ کے ساتھ باراں رحمت کے لئے بارگاہ الہٰی میں دعا کرتا تو رب تعالیٰ اس کی دعا کی برکت سے بارش نازل کرتا۔ اپنے آخری وقت میں ابن الھیبان نے بنو قریظہ کے لوگوں سے کہا "لوگو! تم جانتے ہو کہ میں نے کیوں شام کی نعمتوں کو چھوڑ کر سرزمین حجاز کی بھوک اور سختی کی زندگی کو ترجیح دی؟ لوگوں نے کہا بتاؤ کیا سبب تھا تو ابن الھیبان نے کہا مجھے تورات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا تھا کہ اس دور میں ایک پیغمبر مکہ مکرمہ میں اعلان نبوت کریں گے اور لوگوں کو دین ابراھیمی کی جانب دعوت دیں گے میں یہاں اس لئے آیا تھا اگر ان کا دور نبوت نصیب ہو جاتا تو بقیہ عمران کی خدمت میں گزار دیتا لیکن میری تمنا پوری نہ ہوئی اب موت کا وقت قریب معلوم ہو رہا ہے لہٰذا میں تم کو وصیت کرتا ہوں اگر تم ان کا عہد نبوت پاؤ تو بلا توقف ان کی متابعت قبول کرنا اور ان کے دین کے ساتھ وابستہ ہو جانا۔ اور جو کوئی ان کی مخالفت کرے گا اس کے جان و مال کی عصمت باقی نہ رہے گی جان محفوظ رہے گی نہ مال۔ اس گفتگو کے بعد اس نے زور دار الفاظ میں اپنی وصیت پر عمل کرنے پر زور دیا اور کہا بنو قریظہ کے لوگو اس نبی برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قرب حاصل کرو اور ان کی مخالفت میں پیش قدمی نہ کرو کیونکہ ان کی مخالفت میں دین اور دنیا دونوں کا خسارہ ہے اور حال و مستقبل کے فوائد ان کی موافقت میں مضمر ہیں۔ اس وصیت کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و منقبت کہتا ہوا اس دنیا سے رخصت ہوا

بنو ھذیل میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد

مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کے محاصرہ کے لئے گئے اور بنو قریظہ کی شاخ بنو ھذیل کے ان سربرآوردہ لوگوں نے جنہوں نے ابن الھیسان کی وصیت سنی تھی جب قلعہ کی فصیل سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا تو قبیلہ کے لوگوں سے کہا کہ یہ وہی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جن کے بارے میں ابن الھیسان نے تمہیں وصیت کی تھی کہ ان پر ایمان لانا اور ان کا اتباع کرنا۔ ہم تو اب جاکر ان پر ایماں لائیں گے اور ان کا اتباع کریں گے اپنے بارے میں تم خود

فیصلہ کرو۔

بنو حذیل کا ایمان

اس گفتگو کے بعد بنو حذیل کے لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن بنو قریظہ کے لوگوں نے سرکشی اختیار کی اور ایمان نہ لائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ سخت کیا اور ان کی سرکشی کے سبب انہیں قتل کیا۔

جو قتل ہونے سے بچ گئے انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو حذیل کے مسلمانوں کو ان پر حاکم مقرر فرمایا مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس مرحلہ پر یہود کے احبار کے اقوال بعثت نبوی کے بارے میں تمام کو پہنچے اب نصاریٰ کے راہبوں کے ان اقوال کو نقل کیا جائے گا جو بعثت نبوی کے بارے میں منقول ہیں۔ اس کے علاوہ جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور قریش کے ان لوگوں کے بارے میں کہا جائے گا جو اعلان نبوت سے پہلے بت پرستی ترک کر کے راہ راست پر آ گئے تھے

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سرگزشت

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے جناب سلمان فارسی کی سرگزشت ان ہی کے الفاظ میں نقل کی ہے۔ میرا تعلق ایران کے شہر اصفہان کے ایک گاؤں جیٔ سے ہے میرے والد بڑے زمیندار تھے مال و دولت کے علاوہ کثیر سازوسامان کے مالک تھے وہ مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے انہیں میرا نظروں سے اوجھل ہونا کسی طرح بھی گوارا نہ تھا۔ میرے گھر سے باہر نکلنے پر پابندی تھی وہ مجھ سے کسی کام کے لئے نہ کہتے تھے۔ مذہبی اعتبار سے ہم مجوسی تھے اور آتش پرستی کرتے تھے۔ لیکن میرا رجحان مذہب کی جانب کچھ زیادہ ہی تھا۔ میں آتش پرستی میں حد سے بڑھا ہوا تھا کثرت سے آگ کو پوجتا اور سجدے کیا کرتا تھا۔ میرے والد کا پیشہ کاشتکاری تھا وہ روزانہ کھیتوں اور باغ کی جانب جاتے اور اس کی نگرانی کرتے تھے ایک دن کسی ضروری مشغولیت کی وجہ سے ان کا کھیتوں پر جانا ممکن نہ ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا جان پدر میں اپنی مجبوری کی وجہ سے کھیتوں اور باغ کی جانب نہیں جا سکتا لہذا تم آج نگرانی کے لئے چلے جاؤ لیکن جلد واپس آ جانا کیوں کہ اگر میں تھوڑی دیر تمہیں نہ دیکھوں تو بے چین ہو

جاتا ہوں چنانچہ والد کے حکم کے مطابق میں کھیتوں کی طرف چلا راستہ میں ایک کلیسا پڑتا تھا وہاں سے شور و غل کی آوازیں سنیں تو میرے دل میں اندر جا کر تفتیش احوال کا شوق بیدار ہوا چنانچہ میں خود پر قابو نہ رکھ سکا اور گرجا کے اندر چلا گیا وہاں جا کر میں نے دیکھا کچھ لوگ انجیل کی تلاوت کر رہے ہیں کچھ الحاح وزاری میں مشغول ہیں بعض عبادت کر رہے ہیں مجھے ان کے یہ انداز اچھے معلوم ہوئے اور ایسی عجیب کیفیت طاری ہوئی کہ میں والد کا حکم اور کھیتوں کے کام کو بھول گیا میں ان لوگوں کے پاس بیٹھ گیا اور ان سے معلوم کیا تمہارا دین کونسا ہے ؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے اتباع کرتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ اس دین کے ماننے والے کہاں زیادہ ہیں ؟ تو مجھے بتایا گیا ملک شام میں۔ اس وقت میرے دل میں دین عیسوی کی بابت معلومات کا شوق پیدا ہوا اور اپنے دین آتش پرستی کا جذبہ دل میں کم ہو گیا۔ میں ان لوگوں کے پاس شام تک بیٹھا رہا۔ ادھر میں گرجا میں بیٹھا ہوا تھا ادھر دیر ہونے کی وجہ سے میرے والد نے میری تلاش میں ہر طرف ہرکارے روانہ کئے تھے۔ جب شام گزار کر میں گھر پہنچا تو میرے والد مجھ سے لپٹ گئے میرے منہ اور پیشانی کے بوسے لئے اور کہنے لگے بیٹا تم اتنی دیر سے کیوں آئے میں تو تمہاری جدائی سے پریشان ہو گیا تھا جناب سلمان فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے کہا بابا جان ! راستہ میں جب کلیسا آیا اور اس میں سے آنے والی آوازوں کو سنا تو وہ آوازیں مجھے بھلی معلوم ہوئی میں کلیسا میں چلا گیا وہاں جا کر جو منظر دیکھا تو دین مسیحی مجھے بہت بھلایا اور ان کا انداز عبادت مجھے بہت اچھا معلوم ہوا تو میں ان کے پاس اب تک بیٹھا رہا۔ میری زبان سے یہ باتیں سن کر میرے والد کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے مجھ سے کہا بیٹا اپنے دین پر قائم رہو کیونکہ تمہارا مذہب نصرانیوں کے مذہب سے بہتر ہے اور نصرانی مذہب میں کوئی بہتری نہیں ہے والد کی بات سن کر میں نے کہا خدا کی قسم ان کا مذہب بہتر ہے ہمارے مذہب میں کوئی خوبی نہیں ہے۔ میرے والد نے جب یہ محسوس کیا کہ میرے دل میں عیسائیت کی محبت راسخ ہو چکی ہے اور میں اپنے والد کی بات نہ مانوں گا اور ممکن ہے کہ گھر سے بھاگ جاؤں لہٰذا وہ وہاں سے اٹھے اور باہر جا کر ایک بیڑی لا کر میرے پیر میں ڈال دی اور مجھے گھر میں قید کر دیا تاکہ میں گھر سے باہر نہ نکل سکوں۔

میں نے اپنے والد سے پوشیدہ کسی ذریعہ سے عیسائیوں سے کہلوایا کہ جب شام کی جانب کوئی قافلہ جانے والا ہو تو مجھے اطلاع کرا دیں حسن اتفاق چند دن بعد پتہ چلا کہ ایک قافلہ شام جانے والا ہے چنانچہ میں

نے کسی طرح اس قید سے رہائی حاصل کی اور گھر سے نکل کر شام جانے والے قافلہ میں شامل ہو گیا۔ جب قافلہ کے ساتھ شام پہنچا تو معلوم کیا کہ یہاں عیسائیت کا سب سے بڑا عالم کون ہے ؟ مجھے ایک راہب کے بارے میں بتایا گیا جو ایک کلیسا کا سربراہ تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر اپنی سرگزشت سنائی اور اس کے پاس رہنے لگا میں یہاں دین عیسوی کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرتا رہا اور گرجا کی خدمت بھی کرتا رہا لیکن مجھے اس راہب کی ادائیں پسند نہ آئیں وہ شخص انتہائی ریا کار تھا۔ وہ بظاہر پارسائی کا اظہار کرتا لوگوں کو صدقات و خیرات کی جانب متوجہ کرتا۔ جب لوگ اس کے پاس صدقات و خیرات لے کر آتے تو ان کو مستحقین اور کلیسا پر خرچ کرنے کی بجائے جمع کرتا رہتا جتنی مدت میں اس کے پاس رہا اس عرصہ میں اس نے سات ڈھیر مال و دولت کے جمع کر لئے تھے۔ جب وہ مرا تو عیسائیوں نے جمع ہو کر اس کو اعزاز و اکرام کے ساتھ دفن کرنا چاہا تو میں نے لوگوں کو بتایا کہ یہ شخص اعزاز و اکرام کا مستحق نہ تھا اور اس کی حرکتوں سے لوگوں کو آگاہ کیا کہ سات ڈھیر مال و دولت کے جمع کر کے چھوڑ گیا ہے چنانچہ لوگوں نے اس مال و زر پر قبضہ کیا اور اس کو فقیروں اور کلیسا پر تقسیم کیا اس واقعہ کی وجہ سے اس راہب سے لوگوں میں شدید نفرت پیدا ہوئی اور اس کی لاش کو سولی پر چڑھا کر سنگسار کر دیا۔ اور اس کی جگہ ایک اور راہب کو مقرر کیا گیا یہ شخص انتہائی نیک اور متدین تھا۔ عادت و خصلت کے لحاظ سے بھی ایک مثال تھا چنانچہ میری اس سے خوب نبھی اور میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا اور عرصہ تک اس کے ساتھ رہا مرتے وقت اس نے مجھے وصیت کی کہ میں موصل میں فلاں راہب کے پاس چلا جاؤں جو انتہائی نیک شخص ہے چنانچہ میں وہاں سے موصل آگیا اور اس راہب سے مل کر اس کو حالات اور اس راہب کی وصیت کے بارے میں بتایا تو وہ مجھے رکھنے پر راضی ہو گیا اور یہاں بھی میں کافی عرصہ تک رہا یہ شخص بھی نہایت متدین اور ذی علم تھا اور انجیل مقدس پر دست گاہ کامل رکھتا تھا۔ میں نے اس سے بہت استفادہ کیا۔ جب اس کا وقت آخر ہوا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اب تم نصیبین کے مقام پر جا کر فلاں راہب سے استفادہ کرنا۔ چنانچہ اس کے مرنے کے بعد میں نے نصیبین کے مقام پر آکر اس راہب کی خدمت میں حاضری دی اور اس سے کسب فیض کرتا رہا لیکن جب اس راہب کا بھی وقت آخر آیا تو اس نے مجھے روم کے مقام "عموریہ" میں ایک راہب کے پاس جانے کے لئے کہا۔ چنانچہ اس کے مرنے کے بعد میں عموریہ آیا یہاں جس راہب سے میرا واسطہ ہوا۔ وہ بھی زبردست عالم اور انتہائی متدین اور نیک شخصیت تھا میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا یہ انجیل کا بے مثل عالم اور معاشرہ میں اعلیٰ مقام رکھتا تھا۔ جب اس کا وقت آخر ہوا تو میں نے اس

سے کہا اپنے بعد تم مجھے کس راہب کے پاس جانے کی ہدایت کرتے ہو تو اس نے کہا صاحبزادے! نبی آخرالزماں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈنکا بجنے کا وقت قریب آگیا ہے ان کے دین کا پرچم بلند ہو گا ان کی شریعت اور ان کے دین کا دستر خوان بچھے گا۔ تم ان کی خدمت میں حاضری دو کیونکہ اپنے کام کی اصلاح ان کے ذریعہ حاصل کرو گے اس ذات اقدس پر سلسلہ نبوت ختم ہو جائے گا کیونکہ تمام مخلوق ان کے طفیل وجود میں آئی ہے۔

جناب سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس راہب کے مرنے کے بعد چند دن دل گرفتہ رہا اور محنت و مشقت کرتا رہا اور شب و روز اس بات کا منتظر رہا کہ حجاز جانے والا کوئی قافلہ ملے۔ آخر کار ایک قافلہ حجاز جانے والا ملا۔ محنت و مزدوری کرنے سے مجھے چند گائیں اور بکریاں حاصل ہو گئیں تھیں۔ میں نے قافلہ والوں کو یہ گائیں اور بکریاں دے کر درخواست کی کہ وہ مجھے اپنے ساتھ قافلہ میں شامل کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لے لیا۔ لیکن جب قافلہ عرب کے علاقہ میں پہنچا تو قافلہ والوں نے غداری کی اور مجھے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا میں بہت عرصہ اس کے پاس رہا پھر اس کے پاس (مدینہ منورہ کے) بنو قریظہ کا ایک یہودی آیا تو اس نے مجھے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا جو مجھے لے کر مدینہ آگیا۔ جب میں نے مدینہ کے نخلستان کو دیکھا تو میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی تمنا نے بے چین و بے قرار کر دیا۔ مدینہ آنے کے بعد شب و روز بے چینی اور اضطراب میں گزرنے لگے لیکن بال وپر کٹے ہوئے تھے لیکن امید باقی تھی غلامی کا طوق پڑا ہونے کے سبب مدینہ سے مکہ جانا ناممکن تھا لہٰذا سٹپٹا کر رہ گیا۔ لیکن جس دن نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور قباء میں قیام فرمایا میں اس روز کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا میرا آقا درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اس وقت ایک شخص نے آکر کہا کہ ایک شخصیت مکہ سے آئی ہے اور قبا میں قیام کیا ہے مدینہ کے لوگ ان کے گرد اکٹھے ہیں یہ شخصیت خود کو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر کہتی ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب میں نے درخت پر یہ بات سنی تو فرط مسرت سے مجھے درخت پر خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا ممکن تھا کہ میں گر پڑتا۔ میں جلد سے درخت سے اترا اور اس شخص سے کہا ذرا تم دوبارہ تو بتاؤ کیا کہہ رہے تھے یہ سن کر میرا آقا اٹھا اور اس نے طمانچہ میرے منہ پر مارا اور کہا تمہیں ان بیکار باتوں سے کیا مطلب! جاؤ اور اپنا کام کرو۔ اس بے عزتی کے بعد میں جا کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا کام سے فارغ ہونے کے بعد میرے آقا نے مجھے تھوڑی کھجوریں دیں رات کو میں ان کھجوروں کو لے کر بارگاہ نبوی میں

حاضر ہوا اور وہ کھجوریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ کر عرض کیا یہ صدقے کی نہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوا بھی نہیں صحابہ سے فرمایا بسم اللہ ! تم انہیں کھاؤ سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میں نے عموریہ کے راہب کی زبانی سنا تھا کہ پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ قبول تو کر لیں گے لیکن خود کھائیں گے نہیں البتہ ہدیہ کو قبول کر کے خود بھی نوش فرمائیں گے ان کی پشت پر مہر نبوت ہو گی یہ تین نشانیاں اس نے مجھے بتائی تھیں۔ میں چاہتا تھا کہ ان نشانیوں کی تصدیق کروں اور حقیقت معلوم کروں کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جن کے بارے میں عموریہ کے راہب نے مجھے بتایا تھا۔ لہٰذا جب آپ نے صدقہ کہی جانے والی کھجوریں نہ کھائیں تو مجھے پہلی نشانی کے درست ہونے کا اندازہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے اٹھ آیا دن بھر محنت کر کے جو کھجوریں ملیں انہیں لے کر رات کو میں پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور کھجوریں آپ کے سامنے رکھ کر عرض کیا یہ ہدیہ ہیں میں اس لئے لایا ہوں کہ آپ بھی نوش فرمائیں اور آپ کے صحابہ بھی۔ چنانچہ ان کھجوروں میں سے آپ نے بھی کھائیں اور صحابہ کو کھلائیں۔ اس وقت میں نے سوچا یہ دوسری نشانی درست ثابت ہوئی۔ تیسری شب میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مودب ہو کر موجود تھا۔ میں بھی سلام کر کے آپ کے عقب میں کھڑا ہو گیا اور پشت مبارک کی جانب دیکھنے لگا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوی فراست سے جان لیا کہ میرا مقصد کیا ہے لہٰذا دوش مبارک سے چادر کو ہٹا دیا جس سے مہر نبوت نمایاں ہو گئی۔ مہر نبوت کی زیارت ہوتے ہی میں قدمہائے نبوی پر گر گیا۔ اور بے خود ہو کر رونے لگا۔ اور قدمہائے ناز سے اٹھ کر میں نے جھک کر مہر نبوت کو چوما اور **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ** پڑھا۔ اور دوبارہ قدم بوسی کی اور رونے لگا اس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خوشیوں سے مالا مال فرما کر حکم دیا سر اٹھاؤ اور بتاؤ کیا بات ہے؟ میں نے سر اٹھا کر دوبارہ کلمہ شہادت پڑھا۔ اور بعد میں اپنی سرگزشت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر نوازشیں فرمائیں اور صحابہ نے تعجب سے کہا یہ واقعہ عجیب و غریب ہے بعد میں مدینہ کے لوگ میرے گرد جمع ہو گئے اور مجھ سے سرگزشت سنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس قصہ کو سنانے پر اظہار مسرت فرمایا۔ اس کے بعد میں بارگاہ نبوی سے چلا آیا

جناب سلمان فرماتے ہیں وقت گزرتا رہا اور میں غلامی کی وجہ سے بارگاہ نبوی میں مسلسل حاضری سے محروم رہا یہاں تک کہ جہاد بدر و احد میں شریک نہ ہونے پر حسرت و افسوس کرتا رہتا اور آتش شوق میں

جلتا رہتا۔ ایک دن میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو میری اندرونی حالت کرب و اضطراب کو دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شریعت اسلامی کے مطابق اپنے آقا سے مکاتبت حاصل کر لو۔ چونکہ میرا آقا یہودی تھا میں اس سے جب بھی آزادی کے لئے کہتا تو وہ گرانقدر رقم طلب کرتا۔ یہاں تک کہ معاملہ چالیس اوقیہ سونا اور تین سو درخت کھجور پر (جب وہ بار آور ہوں) معاملہ طے ہوا۔ میں نے یہ معاملہ بارگاہ نبوی میں پیش کیا۔ تو آپ نے صحابہ سے فرمایا اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرو چنانچہ ان حضرات نے کھجور کے پودے مہیا کرنے کے لئے وعدے کئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم پودوں کو لگانے کے لئے گڑھے تیار کرو اور جب پودے مہیا ہو جائیں تو مجھے اطلاع دو تاکہ میں انہیں لگا دوں چنانچہ پودے لگانے کے لئے گڑھے تیار کئے اور جب پودے حاصل ہو گئے تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی آپ نے تشریف لا کر اپنے دست مبارک سے ان پودوں کو لگایا میں نے سال بھر ان کی آبیاری کی سارے درخت اسی سال پھل لائے اور ایک درخت بھی ایسا نہ تھا جس میں پھل نہ آیا ہو

چنانچہ یہ تمام درخت میں نے اس یہودی کی نگرانی میں دے دئے اب معاملہ چالیس اوقیہ سونے کا باقی رہے گیا میرے پاس تو ایک حبہ بھی نہ تھا میں اس شش و پنج میں تھا کہ اس مرحلے سے کس طرح گزرا جائے اسی اثناء میں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا جب میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو آپ نے سونے کا ایک ڈلا جو آپ کے پاس کہیں سے آیا تھا مجھے عنایت فرما کر کہا سلمان! یہ جا کر اپنے یہودی آقا کو دے دو میں نے جب اس ڈلے کو ہاتھ میں لیا تو وہ مجھے بہت کم معلوم ہوا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے تو چالیس اوقیہ چاہئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جاؤ تو اللہ تعالیٰ ٹھیک کر دے گا۔ چنانچہ جب میں نے اس کو لے جا کر وزن کیا تو وہ پورا چالیس اوقیہ تھا نہ کم نہ زیادہ۔ میں نے خوشی خوشی وہ سونا لے جا کر اپنے آقا کو دیا اور غلامی کی لعنت سے آزادی حاصل کی اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو گیا اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے لئے تشریف لے جا چکے تھے۔ سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے تمام غزوات میں شرکت کی اور اس سعادت کے حصول سے محروم نہ ہوا۔ مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہاں جناب سلمان کی سرگزشت ختم ہوئی۔

جناب سلمان رضی اللہ عنہ کے حالات دوسرے انداز میں

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے سیرت نگاری کرتے ہوئے جناب سلماں فارسی کے اسلام کے سلسلہ

میں ایک اور راوی سے منقول واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے کہ جب جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنی سرگزشت بیان کرتے کرتے عموریہ کے راہب کے واقعہ پر پہنچے تو اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا کہ عموریہ کہ راہب نے مجھے وصیت کی تھی کہ اگر تم دین حنیف کے طلبگار ہو اور ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دین کا اتباع چاہتے ہو تو ملک شام چلے جاؤ وہاں فلاں علاقے میں ایک بیابان ہے اور اس بیابان میں ایک گھنا جنگل ہے وہاں ایک شخص رہتا ہے جو ہر سال میں ایک مرتبہ اپنے ٹھکانے سے باہر آتا ہے اور اپنے ٹھکانے سے متصل جنگل میں جاتا ہے اس علاقہ کے قریب رہنے والے لوگ اس کے باہر آنے کے وقت سے واقف ہیں۔ جب اس کے آنے کا زمانہ قریب آتا ہے تو بیمار اور مجبور آکر راستہ میں بیٹھ جاتے ہیں جب وہ شخص باہر آتا ہے تو اپنی بپتا سنا کر اس سے دعا کی درخواست کرتے ہیں اور اس کی دعا سے فائز آرام ہوتے ہیں۔ لہٰذا تم بھی اس علاقہ کے لوگوں کے ہمراہ ہو جانا اور اپنا حال سنا کر اس سے مطلب برآری کے لئے کہنا وہ تمہیں راہ حق کی طرف رہبری کرے گا۔ سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس گفتگو کے کے بعد میں وہاں سے اس علاقہ کی طرف آیا اور اس شخص کے آنے کا منتظر رہا اور جب اس کے آنے کا وقت آیا تو میں بھی مجمع میں شامل ہو گیا جب اس شخص سے ملاقات ہوئی تو میں نے اپنی بات کہی تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ وقت قریب آگیا ہے کہ قریش میں ایک شخصیت اعلان نبوت فرما کر دین ابراھیمی اور سچے دین کی طرف دعوت دیں گے اور لوگوں کو گمراہی سے نجات دلائیں گے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دین کا اتباع کرو کیونکہ دین حق انہیں کے ذریعہ نصیب ہو گا اور تمہارے درد کا درمان بھی انہیں کے ذریعہ ہو گا سلمان فارسی فرماتے ہیں اس کے بعد میں سرزمین حجاز کی جانب روانہ ہوا راستہ میں عربوں نے مجھے پکڑ کر غلام بنالیا اور فروخت کر دیا اس طرح بقیہ واقعات بھی سنائے ان واقعات کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمان اگر تم نے یہ واقعات ٹھیک طور پر سنائے ہیں تو وہ شخصیت جنھوں نے تمہاری رہنمائی کی وہ ذات حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی تھی مصنف کہتے ہیں کہ حضرت سلماں فارسی رضی اللہ عنہ کی سرگزشت ختم ہوئی اب ہم ان حضرات کے واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں جنہوں نے بعثت نبوی سے قبل ہی دین حق کی طلب کی تھی اور راہ ہدایت پائی تھی۔

بعثت نبوی سے پہلے راہ ہدایت تلاش کرنے والے

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے جن

لوگوں نے دین حق کی تلاش کی اور بت پرستی ترک کی ان کی تعداد چار ہے۔ ورقہ بن نوفل۔ عبیداللہ بن جحش۔ عثمان بن حویرث اور زید بن عمرو بن نفیل ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اہل مکہ کا ایک میلہ یا عید کا جشن تھا سب لوگ جمع ہوئے تھے اور اپنے ساتھ میدان میں ایک بت پوجا کے لئے لے گئے تھے۔ یہ چاروں سب سے علیحدہ ایک جگہ جمع ہوئے اور آپس میں کہنے لگے آؤ ہم آپس میں انصاف کی بات کریں جانتے ہو کہ قریش جو بت پرستی کرتے ہیں یہ بت معبود ہونے کے اہل نہیں ہیں کیونکہ یہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان اور جس مذہب کا یہ پرستش کرنے والے اتباع کرتے ہیں وہ باطل دین ہے انہوں نے دین ابراھیمی کو یکسر منسوخ اور باطل سمجھ لیا ہے اور اس باطل مذہب کو خود پر مسلط کر لیا ہے۔ ہم ان کی متابقت کس طرح کر سکتے ہیں۔ اور ان بتوں کی پرستش کس طرح کر سکتے ہیں۔ آؤ! دنیا کو دیکھیں اور دین حق کو طلب کریں اور خود کو کفر ضلالت و گمراہی سے بچائیں۔ چنانچہ یہ چاروں اس بات پر متفق ہو گئے کہ مکہ سے باہر جا کر دین حق کی تلاش کریں اور ہم میں سے ہر شخص ایک ایک سمت جائے اس فیصلہ کے بعد وہ وہاں سے اٹھ آئے

ورقہ بن نوفل

ملک شام گئے اور وہاں نصرانیت اختیار کی۔ اور انجیل کی تعلیم حاصل کرنے میں سخت محنت کی اور علم جو ان کا مقصود تھا اس کو حاصل کیا پھر مکہ مکرمہ واپس آ گئے اور دین عیسوی پر قائم رہے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ کی نبوت کی تصدیق کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے یہ واقعہ ماسبق میں گزر چکا ہے

عبیداللہ بن جحش

حق کی تلاش میں مکہ سے نکلے اور شہروں شہروں گھومتے رہے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو مکہ آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مہاجرین کے قافلہ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ آئے اور یہیں موت آئی ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حبشہ آ کر اسلام چھوڑ کر عیسائیت کو اختیار کیا تھا ان کے مرنے کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی سیدہ ام حبیبہ بنت ابو سفیان سے نکاح کیا یہ واقعہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

زید بن عمرو بن نفیل

آپ نے جب مکہ سے جانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے باپ خطاب جو ان کے رشتہ دار تھے انہوں نے کسی طرح بھی انہیں مکہ سے باہر نہ جانے دیا۔ اور ہر موقعہ پر روک لیا۔ بسا اوقات یہ کعبہ مقدسہ کے احاطہ میں آ کر خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے خداوندا! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تجھے کونسا انداز عبادت پسند ہے تو میں تیری ویسے ہی عبادت کرتا لیکن افسوس یہ ہے کہ مجھے اس کا پتہ ہی نہیں۔ یہ کہہ کر سجدہ ریز ہو جاتے ان کا رجحان طبع دین ابراھیمی کی جانب تھا یہ قریش کے لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ میں تو خدائے ابراھیم (علیہ السلام) کی عبادت کرتا ہوں زید کو دین حق کی لگن تھی آخر کار ایک دن موقع مل گیا اور مکہ سے بھاگ نکلے اور موصل یا شام کے علاقہ میں پہنچے یہاں یہودی احبار اور نصاریٰ کے راہبوں سے دین حنیف (ابراھیمی) کے بارے میں معلوم کرتے تو وہ جواب دیتے کہ اگر تم دین موسوی یا عیسوی کے بارے میں معلوم کرو تو ہم بتا سکتے ہیں لیکن دین ابراھیمی کے بارے میں ہمیں معلومات نہیں اور ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ چنانچہ جگہ جگہ گھومنے کے بعد ناامید ہو کر مکہ واپس آئے بعد میں انہیں پتہ چلا کہ بلقاء کے مقام پر ایک راہب ہے جو علم و زہد میں ایک مقام رکھتا ہے شام۔ روم۔ فلسطین کے علاقہ میں اس کے علم و فضل کا چرچا ہے اور اس کا حکم چلتا ہے چنانچہ جب بلقاء کے راہب کے پاس پہنچے تو انہوں نے ملت ابراھیمی اور دین حنیف کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے کہا اس دور میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تمہیں دین حنیف کے سلسلہ میں بتائے لیکن وہ وقت قریب آگیا ہے کہ تمہاری قوم یعنی قریش سے ایک پیغمبر اظہار نبوت کریں گے وہ دین حنیف کو جاری کریں گے اور ملت ابراھیمی کو فروغ دیں گے۔ اور اپنے دین سے تمام ادیان کو منسوخ کریں گے۔ اب تم مکہ واپس جاؤ اور ان کا انتظار کرو کیونکہ تم جس کی حقیقت کے طلب گار ہو وہ تمہیں وہیں ملے گی۔ چنانچہ زید وہاں سے خوش خوش واپس مکہ کی جانب روانہ ہوئے جب خیبر کے قریب پہنچے تو ڈاکوؤں کے ہاتھوں قتل ہوئے جب ان کے قتل کی اطلاع مکہ پہنچی تو ورقہ بن نوفل ان کے غم میں بہت روئے اور مرثیہ کے چند شعر کہے جس میں انہوں نے کہا کہ زید بن عمرو موحد اور دین ابراھیمی پر اعتقاد رکھتے تھے۔ اور وہ جنتوں میں شامل ہوں گے

شعر

رَشَدْتَ وَ أَنْعَمْتَ ابْنَ عَمْرٍو وَإِنَّمَا
تَجَنَّبْتَ تَنُّوراً مِنَ النَّارِ حَامِيَاً

بِدِينِكَ رَبًّا لَيْسَ رَبٌّ كَمِثْلِهِ
وَ تَرْكِكَ أَوْثَانَ الطَّوَاغِي كَمَاهِيَا

وَ إِدْرَاكِكَ الدِّينَ الَّذِي قَدْ طَلَبْتَهُ
وَلَمْ تَكُ عَنْ تَوْحِيدِ رَبِّكَ سَاهِيَا
فَأَصْبَحْتَ فِي دَارٍ كَرِيمٍ مُقَامُهُ
تُعَلَّلُ فِيهَا بِالْكَرَامَةِ لَاهِيَا
تُلَاقِي خَلِيلَ اللهِ فِيهَا وَلَمْ تَكُنْ
[مِنَ النَّاسِ] جَبَّاراً إِلَى النَّارِ هَاوِيَا
وَ قَدْ تُدْرِكُ الْإِنْسَانَ رَحْمَةُ رَبِّهِ
وَلَوْ كَانَ تَحْتَ الْأَرْضِ سَبْعِينَ وَادِيَا

زید بن عمرو نے توحید پر مرنے کے بعد اٹھائے جانے۔ قیامت بہشت۔ دوزخ اور قریش کی بت پرستی کی خدمت کے سلسلہ میں بہت سے شعر کہے اور اپنے اشعار میں دین حنیف کی جانب رغبت کا اظہار کیا ہے یہ اشعار کتب سیرت میں منقول ہیں۔ زید بن عمرو کے بیٹے کا نام سعید بن زید تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رشتہ کے عم زاد تھے ایک رتبہ انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ سے زید بن عمرو کی مغفرت کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ اس بات کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ہاں وہ روز قیامت ملت ابراھیمی کے ایک فرد کی طرح اٹھیں گے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب زید کے سلسلہ میں اس خصوصیت کا ذکر اس لئے فرمایا کہ اس دور میں ملت ابراھیمی کا اور کوئی فرد نہ تھا اور وہی تنہا دین ابراھیمی کے ماننے والے تھے محمد بن اسحاق رقمطراز ہیں کہ ان چاروں کا تذکرہ ختم ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں عہد و میثاق

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب نصاریٰ میں سے کچھ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام کی خلاف ورزی کی اور ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے تو آپ نے اپنے حواریوں کو بلایا اور یہ کلمات ان کے سامنے پڑھے جو حواریوں نے لکھ لئے اور ان کلمات کی روشنی میں عہد کیا "جو میری ذات سے دشمنی کا اظہار کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرے گا اور جو میری مخالفت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت

کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دین حق کی مدد فرمائے گا اور دین کے کلمہ کو سربلند فرمائے گا اور جو مجھ سے دشمنی رکھتے اور میری مخالفت کرتے ہیں وہ باطل پر ہیں میری تعلیمات کی صداقت اس وقت منکشف ہو گی جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت فرما کر میری رسالت سے آگاہ فرمائیں گے اور میری تصدیق فرمائیں گے کہ میں نے نبی و رسول کی حیثیت سے تمہیں دین حق سے آگاہی بخشی ہے۔ اے میری قوم کے لوگو! میں نے تمہیں آگاہی بخشی ہے اب کوئی شک باقی نہیں رہنا چاہئے کہ ظہور و بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق الہی کے لئے ہو گا"

یہ وہ وعدہ تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت اور اتباع کے سلسلہ میں اپنی قوم سے لیا اس عہد کے الفاظ میں لفظ "منحمنا" آیا تھا جو سریانی زبان میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی ہے اور رومی زبان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی فارقلیطس ہے

(واللہ ھوالسمی)

(۱۲)

بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

یہ باب ان چند واقعات پر مشتمل ہے (۱) بارگاہ نبوی میں جناب جبریل کا وحی لے کر آنا (۲) سیدہ خدیجہ کا اسلام (۳) نمازوں کی فرضیت (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام (۵) جناب زید بن حارثہ کا واقعہ (۶) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اسلام اور ان کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہونے والے (۷) ابو طالب کے پاس سرداران قریش کی آمد تاکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی مدد سے باز آئیں اور ابو طالب کا انکار۔ ●

جبریل علیہ السلام کی بارگاہ نبوی میں حاضری

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام عالموں کے لیے رحمت اور دنیا والوں کے لئے باعث سعادت بنا کر اپنی مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ آپ کے واسطے اور وسیلہ سے مخلوق الہیٰ گمراہی کی اندھیریوں سے نکلے اور جہالت کی زندگی سے باہر آئے۔ رب کریم نے تمام مخلوق کو حکم دیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے اور ان پر ایماں لائے اور امور دین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد گار ہو۔ مخلوق کی طرح انبیاء سابقین کو بھی یہ حکم ہوا کہ وہ ان پر ایماں لائیں اور ان انبیاء سے عہد لیا کہ وہ اپنی امتوں کو نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دیں اور انہیں نصیحت کریں کہ وہ ان کی اطاعت کریں اور دینی امور میں ان کی مدد کریں اور اس عہد کی منظر کشی قرآن کریم کی سورہ آل عمران آیت ۸۱ میں کی گئی ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ وعدہ لیا کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو میں تمہیں کتاب و حکمت سے عطا کروں جب تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں جو تمہیں ملنے والی کتابوں کی تصدیق کریں گے تو تم ان پر ضرور ایماں لانا اور ضرور ان کی مدد کرنا۔ (اس کے بعد) فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس امر پر میرا بھاری ذمہ اٹھایا تو انبیاء علیہم السلام نے فرمایا ہم نے اقرار کیا تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ایک دوسرے پر گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں"

اس آیت کریم میں اس عہد و میثاق کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے لیا تھا کہ وہ نبی

خاتم النبیں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایماں لائیں ان کے دین کی مدد کریں اور اپنے امتیوں کو بھی اس کام کی نصیحت کریں خصوصی خطاب یہود و نصاریٰ سے ہے جو اہل کتاب ہیں (واللہ علم)

اس عہد کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو رسالت محمد علیہ التحیہ و الثناء کی اطلاع دی اور اس نے فرمایا کہ وہ اپنے امتیوں کو خبردار کر دیں کہ جو خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا دور پائیں تو وہ اس عہد کی تکمیل کریں اور ان پر ایماں لائیں ،ور دین محمد کی متابقت کریں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لو کان موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی** (اس زمانہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے۔ تو میرے احکام کی اتباع کرتے)

اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے دور سے جب تک ایمان لانے والوں کا سلسلہ باقی ہے (قیام قیامت تک) کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ کی رسالت کی تصدیق لازم نہ ہو۔

مصنف کتاب سیرت رسول اللہ محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں ان واقعات کے تذکرہ کے بعد اب ہم اپنے موضوع جناب جبریل کے وحی الٰہی لے کر آنے کے بارے میں قلم اٹھاتے ہیں۔ جو امام زہری کے ذریعہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہم تک پہنچی آپ یہ ساری کیفیت تو دیکھ چکی تھیں اور جو کچھ آپ سے سنا تھا وہ سب ورقہ کو سنایا۔ ان واقعات کو سن کر ورقہ نے کہا قدوس۔ قدوس یہ واقعات آثار قدرت میں سے ہیں اور جو واقعات تم نے سنائے ہیں وہ اگر درست ہیں تو ان (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وہ ناموس اکبر آیا ہے جو اس نے پہلے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے پاس آتا تھا اور یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں تم انہیں بتا دو کہ وہ مطمئن رہیں اور کوئی اندیشہ نہ کریں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ کے پاس سے اٹھ کر غار حرا میں آ گئیں حضرت عائیشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب رب تعالیٰ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کرامت کاملہ اور بندوں پر رحمت واسعہ کا اظہار مقصود ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے سچے خواب نظر آنے لگے جو صبح کی سپیدی کی طرح واضح ہو جاتے ان دنوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلوت کو زیادہ پسند فرماتے تھے اور اس دور میں لوگوں کے ساتھ زیادہ ملنا جلنا پسند نہ کرتے اعلان نبوت سے قبل علامات وحی میں ایک بات اور یہ ظاہر ہوتی تھی کہ جب آپ مکہ سے وادیوں اور ویرانوں پر تشریف لے جاتے تو راستہ میں درختوں اور پتھروں سے آواز آتی "السلام علیک یا رسول اللہ" یہ سلسلہ بہت دن تک جاری رہا یہاں تک کہ جناب

جبریل علیہ السلام وحی الٰہی لے کر آئے محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ ہر سال ایک مہینہ غار حرا میں خلوت نشین ہوتے اور سب سے قطع تعلق کر کے یاد الٰہی میں مشغول رہتے عبادت و اطاعت الٰہی میں وقت صرف فرماتے۔ اگر کوئی ضرورت مند وہاں آ جاتا تو اس کو کھانا کھلاتے یا بیمار آ جاتا تو اس کی خدمت فرماتے تھے اور اس کی نگہداشت کرتے اس طرح ایک ماہ اعتکاف کی مدت پوری ہونے پر آپ مکہ واپس آ جاتے تھے۔ مکہ آ کر گھر جانے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ یہ سلسلہ کئی سال اس وقت تک جاری رہا جب جناب جبریل وحی الٰہی لے کر آئے اس سال جب رمضان کا مہینہ آیا تو حرا کا ارادہ کیا اس مرتبہ سیدہ خدیجہ حرا پہنچا کر واپس آئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حرا کے دوران قیام پہلی وحی رمضان مبارک کے دنوں میں آئی ایک رات جناب جبریل "سورہ علق" اپنے ساتھ لائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رمضان کی بیسویں شب کو سویا ہوا تھا کہ جناب جبریل سبز دیباج پر اس سورہ کی آیات لکھی ہوئی لے کر آئے وہ سبز دیباج کا ٹکڑا کھول کر میرے سامنے کیا اور کہا پڑھئے۔ میں نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا میرا جواب سن کر جبریل نے میرا ہاتھ پکڑ کر زور سے مروڑا تکلیف سے میرے ہوش جاتے رہے پھر میرا ہاتھ چھوڑ کر دوبارہ پڑھنے کے لئے کہا تو میں نے جواب میں کہا میں نہیں پڑھ سکتا تو دوبارہ جبریل نے مجھے بھینچا تکلیف سے میرے ہوش جاتے رہے تو مجھے چھوڑ کر پھر پڑھنے کے لئے کہا تو پھر میں نے نہ پڑھ سکنے کا عذر کیا تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا اور میں نے کہہ دیا کہ میں نہیں پڑھ سکتا تو جبریل نے مجھے بھینچ کر چھوڑ دیا اور کہا پڑھئے اس مرتبہ میں نے تکلیف کے خوف سے کہا کیا پڑھوں تو جبریل امین نے کہا کہ اللہ کے نام سے یہ پڑھئے **اقراء باسم ربک الذی خلق** اور **علم الانسان مالم یعلم** تک پڑھایا۔ ان آیات کو پڑھ کر معاً" میں جاگ گیا تو میں نے محسوس کیا کہ آیات میرے قلب پر نقش ہو چکی ہیں یعنی میرے حافظہ میں محفوظ ہیں اس کے بعد میں غار سے باہر آیا جب پہاڑی سے اترتے ہوئے نصف راستہ تک آیا تو میں نے آسمانی صدا سنی کوئی ہاتف غیبی کہہ رہا ہے۔ "میں جبریل ہوں اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں" یہ آواز سن کر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو جناب جبریل کو زمین و آسماں کی وسعتوں میں مشرق سے مغرب تک انسانی شکل میں دیکھا جو یہ کہہ رہے تھے کہ میں جبریل ہوں اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے رسول ہیں میں کھڑا ہوا جبریل کو دیکھتا رہا آسمان پر جس سمت نظر ڈالتا جبریل نظر آتے چنانچہ میں انہیں بہت دیر تک دیکھتا رہا اس دوران مجھے بلانے کے لئے لوگوں کو بھیجا گیا تھا جب انہوں نے غار میں مجھے نہ پایا تو تلاش

کرنے لگے اسی اثناء میں میں جبریل کو دیکھ رہا تھا کہ وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے اور میں جناب خدیجہ کے پاس آیا اس وقت مجھ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور میرے لئے اپنے گھر جناب خدیجہ کے پاس پہنچنا بھی مشکل تھا جب میں گھر میں پہنچا تو خدیجہ نے مجھے دیکھ کر کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہاں تھے؟ میں تو آپ کی وجہ سے پریشاں تھی ہر طرف آپ کو تلاش کرنے کے لئے لوگوں کو بھیجا ہے جب خدیجہ نے میری جانب توجہ سے دیکھا اور میرے چہرے پر پریشانی کے آثار محسوس کئے تو مجھ سے کہنے لگیں آپ پر خوف غالب معلوم ہوتا ہے آپ کو کیا ہوا ہے تو میں نے انہیں تمام کیفیت سے آگاہ کیا تو خدیجہ نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ پریشاں نہ ہوں اور خاطر جمع رکھیں مجھے یقین ہے کہ آپ رسول آخرالزماں اور پیغمبر عالم ہیں۔

سیدہ خدیجہ ورقہ بن نوفل کے پاس

اس گفتگو کے بعد جناب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ نے اوڑھنی اوڑھی اور مکہ میں اپنے چچا زاد ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں ورقہ ان دنوں عیسائیت اختیار کر چکے تھے آپ نے آسمانی کتابیں نہایت توجہ اور محنت سے پڑھی تھیں ان کتابوں کے مطالعہ سے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ کی کیفیت تو دیکھ چکی تھیں اور جو کچھ آپ سے سنا تھا وہ سب ورقہ کو سنایا۔ ان واقعات کو سن کر ورقہ نے کہا قدوس۔ قدوس یہ واقعات آثار قدرت میں سے ہیں اور جو واقعات تم نے سنائے ہیں وہ اگر درست ہیں تو ان (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وہ "ناموس اکبر" آیا ہے جو اس نے پہلے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے پاس آتا تھا اور یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں تم انہیں بتادو کہ وہ مطمئن رہیں اور کوئی اندیشہ نہ کریں

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ کے پاس سے اٹھ کر غار حرا میں آئیں اور ورقہ سے ہونے والی گفتگو سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے پورے مہینہ حرا میں ہی قیام کیا۔ مہینہ ختم ہونے پر آپ مع خدیجہ مکہ واپس تشریف لے آئے اور معمول کے مطابق آپ پہلے طواف کے لئے خانہ کعبہ آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوران طواف ورقہ سے بھی ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے معلوم کیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا واقعات پیش آئے آپ نے کیا کیا دیکھا اور کیا کیا سنا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تمام واقعات سنائے تو ورقہ نے کہا۔

"قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آپ اس امت کے نبی ہیں آپ کے پاس وہی "ناموس اکبر" آیا جو جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔ لیکن آپ کی قوم آپ کی تکذیب کرے گی اور آپ کو اذیت دے گی آپ سے جنگ کرے گی اور آپ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دے گی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا اور اس قابل رہا تو میں یقیناً" ان کی مدد کروں گا۔ "(لیکن میں اب اتنا ضعیف کمزور اور معمر ہوں کہ اس وقت تک زندہ نہ رہوں گا)"

طواف کے دوران یہ گفتگو ہوتی رہی اور جب طواف ختم ہوا تو گفتگو ختم ہو چکی تھی چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے گھر میں قیام کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کی گفتگو سنتے تھے لیکن آپ کو تسلی اور اطمینان نہ ہوتا کہ یہی "ناموس اکبر" جبریل ہیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے خیالات آتے لیکن خود پر طاری ہونے والی کیفیات سے سوائے سیدہ خدیجہ کے اور کسی کو آگاہ نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ اسی کشمکش کی حالت میں سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میں بہت متفکر ہوں اور نہیں سمجھتا کہ یہی جبریل ہیں جنہیں میں دیکھتا ہوں ؟ اور یہ کون ہیں جن سے میں یہ سب باتیں سنتا ہوں۔ یہ بات سن کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ جب وہ (جبریل) آئیں تو آپ مجھے مطلع کریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ممکن ہے" اور اب جب بھی وہ (جبریل) میرے پاس آئیں گے تو میں تمہیں بتاؤں گا۔ چنانچہ جب جبریل علیہ السلام خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ خدیجہ وہ شخصیت جو میرے پاس آتی رہی ہے اس وقت بھی میرے پاس آئی ہے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ میرے بائیں پہلو سے لگ کر بیٹھیے تو سیدہ نے معلوم کیا کہ اب بھی آپ انہیں دیکھ رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں دیکھتا ہوں تو سیدہ نے کہا اب آپ دائیں جانب بیٹھیں اور بتلائیں کہ اب بھی دیکھ رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب آ کر فرمایا ہاں اب بھی دیکھ رہا ہوں اس کے بعد سیدہ نے فرمایا اب میری گود میں بیٹھیں جب آپ اس انداز میں بیٹھے تو سیدہ نے اپنی چادر اتار کر سر کے بال کھول دیئے جیسے ہی سیدہ نے بال کھولے جناب جبریل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے اوجھل ہو گئے سیدہ نے معلوم کیا اب بھی آپ انہیں دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ سنتے ہی سیدہ خدیجہ نے فرمایا آپ خاطر جمع رکھیں آپ جس شخصیت کو دیکھتے رہے ہیں وہ فرشتہ ہے جن نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ کلام الٰہی کے نزول کا یقین تو تھا لیکن چونکہ وحی کی ابتداء تھی اس لئے آپ کو طریقہ

نزول وحی سے موانست نہیں ہوتی تھی اور تفکرات غالب رہتے تھے یہاں تک کہ وحی کا مسلسل عمل جاری ہوا قرآنی سورتوں کا نزول ہونے لگا۔ تو آپ کو موانست ہوئی اور اطمینان کامل حاصل ہوا۔ اور منصب نبوت کی ذمہ داریوں کو اسی طرح بحسن و خوبی سنبھالا۔ جس طرح دوسرے اولعزم انبیاء نے سنبھالا تھا۔ اور خود کو شکوک و شبہات سے محفوظ رکھا تندہی کے ساتھ تبلیغ دین کا آغاز فرمایا۔ اور سیدہ خدیجہ سب سے پہلے ایمان لائیں

نزول قرآن اور ماہ رمضان

قرآن کریم کے نزول کی ابتداء ماہ رمضان میں ہوئی اور یہ رمضان ہی کا مہینہ تھا جس میں نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا جس کی منظر کشی قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کی گئی ہے سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۰ میں فرمایا گیا ہے "رمضان مبارک وہ مہینہ ہے جس میں نزول قرآن ہوا جو عالم انسانیت کے لئے سبب ہدایت۔ حق و باطل کے درمیان ذریعہ امتیاز اور ہدایت کی روشن نشانیاں لئے ہوئے ہے" تیسویں پارہ کی ایک سورت "قدر" میں اس طرح فرمایا گیا "بے شک ہم نے قرآن کریم کو لیلتہ القدر میں نازل فرمایا" (آخر سورہ تک) سورہ دخان کی آیات ۱ تا ۵ میں اس طرح فرمایا گیا
"اس روشن کتاب کی قسم بے شک ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا۔ بے شک ہم (عذاب کا) ڈر سنانے والے ہیں اس رات میں ہر حکمت والے کام کا ہمارے حکم کے مطابق کیا جاتا ہے بے شک ہم ہی (ہر چیز کو) بھیجنے والے ہیں" سورہ انفال کی آیت ۴۱ میں اس طرح منظر کشی کی گئی ہے "اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس (کلام) پر جو ہم نے اپنے مقدس بندے پر فیصلے کے دن نازل فرمایا جس دن دونوں لشکر مقابل ہوئے۔"

سورہ انفال کی یہ آیت غزوہ بدر کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی اس کے علاوہ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کا زیادہ نزول ماہ رمضان میں ہوا۔ اس مہینہ میں غزوہ بدر ۱۷ رمضان جمعہ کے دن واقعہ ہوا تھا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت اور دعوت تبلیغ شروع کی تو سب سے پہلے جس نے دعوت اسلام کو قبول کیا وہ شخصیت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ ان کے اسلام لانے کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ بیان کی جائے گی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دامن اسلام میں

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کا آغاز کیا اور قوم کو اسلام کی جانب متوجہ کیا تو قوم کے تمام لوگ منکر ہو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر آمادہ اور دشمنی پر اتر آئے آپ کو اذیتیں دینے لگے اور بد زبانی بھی کرنے لگے۔ ان لوگوں کے اس طرز عمل پر آپ بہت دلگیر ہوئے لیکن جب سیدہ خدیجہ ایمان لائیں تو آپ کو بہت تسلی ہوئی۔ کیونکہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے گھر سے روانہ ہو کر لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تو یہ لوگ آپ کے ساتھ بری طرح پیش آتے تھے جب آپ گھر تشریف لاتے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو تسلی دیتیں اور کہتیں "یا رسول اللہ آپ قوم کی ان حرکتوں پر دلگیر اور پریشان نہ ہوں وہ وقت آنے والا ہے کہ جو افراد آج آپ کی مخالفت پر آمادہ ہیں کل وہ بھی اس دعوت (اسلام) کی طرف متوجہ ہو جائیں گے جو دعوت اسلام آپ دیتے ہیں آپ یقین رکھیں کہ آپ کی مخالفت کرنے والوں کو ناپسند کیا جائے گا اور آپ کی مخالفت کرنے والوں کو جھوٹا سمجھا جائے گا اور انہیں کی نہ صرف مخالفت کی جائے گی بلکہ ان کو مبتلائے آلام کیا جائے گا۔ آپ مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ آپ کے دین کی مدد فرمائے گا اور آپ کے دشمنوں کو مقہور فرمائے گا اور قوم کے لوگوں کو آپ کے حکم کا مطیع و فرمانبردار فرمائے گا" ان کلمات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور اطمینان ہوتا اور آپ خوش ہو جاتے نصرت الہٰی پر یقین کامل ہو جاتا اور قوم کی مخالفت کا مقابلہ آسان ہو جاتا

سیدہ خدیجہ کو بشارت

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ میں سیدہ خدیجہ کو یہ بشارت دوں کہ انہیں جنت میں ایسا مکان ملے گا۔ جس کی چھت ایک بڑے موتی کی بنی ہوگی (موتی کی ضخامت کا اندازہ دنیا کے موتیوں کی ضخامت پر ممکن نہیں) اور اس مکان میں رہنے والے نہ تو کسی تکلیف کا شکار ہوں گے نہ کسی بیماری میں مبتلا۔

سیدہ خدیجہ کو رب تعالیٰ کا سلام

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جناب جبریل سید

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے سیدہ خدیجہ کو سلام پہنچایئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ کو جبریل کی آمد پر یہ پیغام سلام سنایا تو سیدہ خدیجہ نے فرمایا اللہ رب العالمین کا اسم صفت سلام ہے اور وہ اس کی شاں کے مطابق ہے اور البتہ جناب جبریل علیہ السلام کو میری طرف سے سلام ہو۔

انوار وحی

اس جملہ معترضہ کے بعد ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام اور تبلیغی سرگرمیوں کی جانب رجوع کرتے ہیں کہ سیدہ خدیجہ کے اسلام لانے کے بعد جبریل علیہ السلام کی آمد اور وحی کا سلسلہ کچھ عرصہ کے لئے ملتوی ہو گیا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پریشاں ہوئے اور یہ خیال ہوا کہ رب تعالیٰ نے کس وجہ سے سلسلہ وحی کو منقطع فرما دیا یہ تفکر شب و روز رہتا ادھر مکہ کے کافروں نے زبان طعن دراز کی کہ (معاذ اللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا نے انہیں چھوڑ دیا ہے اور ان سے ناراض ہو گیا اس لئے اس نے اپنے فرشتے کو ان کے پاس بھیجنا بند کر دیا ہے۔

وحی میں رکاوٹ کی مدت کے سلسلہ میں علماء نے مختلف آرا کا اظہار کیا ہے بعض لوگوں نے یہ مدت پندرہ دن اور بعض نے یہ مدت زیادہ بتائی ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل تنگی بڑھی اور معاندین اسلام کی ہرزہ سرائیاں بڑھتی رہیں تو رب تعالیٰ نے آپ کی تسلی اور مخالفوں کی زبان بندی کے لئے جناب جبریل کو "سورہ ضحیٰ" کی آیات کے ساتھ بھیجا" قسم ہے چاشت کے وقت کی اور رات کی جب وہ تاریکی کا پردہ ڈالے آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بیزار ہوا۔ ہمارے اور آپ کے درمیان رشتہ محبت مستحکم ہے جو حاسدوں کے حسد کے سبب کمزور نہ ہو گا رب کریم نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سے نوازا کہ آپ اپنے دل میں کوئی اندیشہ نہ لائیں اور غمگین نہ ہوں ہم نے آپ کو تمام عالمیان پر فضیلت عطا فرمائی اور آپ کو قرآن کریم کا خصوصی معجزہ عطا فرمایا اور نبوت کا سلسلہ آپ کی ذات پر مکمل فرمایا تمام مراتب و فضائل آپ کی ذات میں مرکوز کر دیئے ہیں اور آپ کا مستقبل آپ کے لئے ماضی سے بہتر ہے۔"

یا اس آیت کا مفہوم اس طرح سمجھیں کہ مستقبل آپ کا ہو گا اور قیامت تک آپ کا پرچم بلند رہے گا اور جس مقام پر آپ فائز ہوں گے اس کے بارے میں تمام انبیاء و رسل یہ کہیں گے " من نجا بوا سه فقد

ربح" تمام عاجز و درماندہ افراد کے لئے آپ کا دست شفاعت کھلا ہو گا اور آپ کا حکم سب پر نازل ہو گا۔ آپ ہی گروہ عاصیاں کی دست گیری فرمائیں گے انہیں قہر دوزخ سے نکال کر مقام صدق (جنت) میں پہنچائیں گے۔ اور آپ کی رضا مندی اور خوشنودی کی خاطر آپ کی امت کا ایک امتی بھی دوزخ میں نہ رہے گا۔ **ولسوف يعطيك ربك فترضى**

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے وہ انعامات جو ہم نے ماضی میں کئے اور اب آپ پر فرمائے ہیں ان کا تفصیلی جائزہ نہیں لیتے اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ ہمارے انعامات آپ کے حق میں نقصان پذیر نہ ہوں گے اور ایسا ہونا ناقابل قبول ہو گا **الم يجدك يتيما فاوٰى** کیا اس نے آپ کو یتیم نہ پایا پھر آپ کو ٹھکانہ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے زیر کفالت رہے اور ابو طالب نے آپ کی پرورش اس طرح کی کہ حاسدوں اور دشمنوں کو کچھ کرتے نہ بن پڑا اور آپ محفوظ رہے جب آپ مکہ کی گھاٹیوں میں سرگرداں تھے تو ہم آپ کو منزل مقصود مکہ مکرمہ لائے **ووجدك ضالا فهدٰى** ○ **ووجدك عائلا فاغنى** ○ اور جب آپ کو حاجت مند پایا تو آپ کو غنی کر دیا۔ اور جب ہم نے آپ کو اپنی محبت میں سرشار پایا تو صحیح راہنمائی فرمائی اور یہ نعمتیں جو ہم نے آپ کو عطا فرمائی ہیں ان کا شکریہ ہے کہ آپ یتیموں پر شدت نہ فرمائیں اور سائل کو نہ جھڑکیں اور رب کی عطا کردہ نعمتوں کا خوب چرچا کریں اور یہ بات قرآن کریم کی ان آیتوں میں واضح کی گئی **فاما اليتيم فلا تقهر** ○ **واما السائل فلا تنهر** ○ **واما بنعمة ربك فحدث** اس سورہ ضحیٰ کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے غم کی تمام کیفیات دور ہو گئیں اب جب بھی آپ کسی محفل میں رونق افروز ہوتے تو اللہ کی نعمتوں کا ذکر فرماتے اور اس کے انعامات پر شکر الٰہی بجا لاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے احکام نماز

محمد بن اسحاق سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کی دو دو رکعتیں فرض ہوئیں اس کے بعد دو رکعتیں سفر میں باقی رہیں لیکن حالت اقامت میں دو کی بجائے چار ہو گئیں۔ جب نماز کی فرضیت کے احکام لے کر جبریل علیہ السلام نازل ہوئے تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی ایک پہاڑی پر بیٹھے ہوئے تھے جبریل امین نے آکر زمین پر

ٹھوکر ماری تو وہاں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ جناب جبریل نے چشمہ کے کنارے بیٹھ کر وضو کیا خود جبریل علیہ السلام نے وضو کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اب آپ اسی طرح وضو کریں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ گھر تشریف لائے اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا واقعہ سنا کر پانی منگوایا اور سیدہ خدیجہ کے سامنے وضو کر کے سیدہ سے فرمایا تم بھی اسی طرح وضو کرو جب انہوں نے وضو کر لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ اس طرح قبول اسلام میں سب سے پہلے نماز باجماعت ادا کرنے میں بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سبقت حاصل ہوئی۔

وضو اور نماز کے طریقہ کی تعلیم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو مرتبہ آئے ایک مرتبہ آکر وضو کا طریقہ تعلیم کیا اور دوسری مرتبہ آکر نماز کا طریقہ اور اس کے اوقات کے بارے میں تعلیم دی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض ہوئی تو ابتدا میں آفتاب کے ڈھلنے پر نماز ظہر پڑھوائی اور جب اتنا ڈھلا کہ سایہ ایک مثل ہوا تو نماز عصر پڑھوائی اور غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز ادا کی گئی اور شفق کے ختم ہونے پر نماز عشاء ادا کی گئی اور صبح صادق کے بعد نماز فجر ادا کی گئی۔ اس کے بعد دوسرے دن جناب جبریل نے آکر پہلے دن کی طرح اسی وقت ظہر کی نماز ادا کی لیکن عصر کی نماز اس وقت ادا کی گئی جب سایہ دو مثل ہو گیا۔ مغرب کی نماز سابقہ وقت یعنی سورج غروب ہونے پر ادا کی گئی البتہ عشاء کی نماز تہائی رات گزرنے پر ادا کی گئی اور فجر کی نماز اجالے میں طلوع آفتاب سے تھوڑا پہلے پڑھی گئی اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز کے وہ اوقات ہیں جن کے مطابق آپ نے کل اور آج نمازیں ادا کیں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لاتے ہیں

- محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں مردوں میں سب سے پہلے جس شخصیت نے اسلام قبول کیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات ہے اس وقت ان کی عمر دس سال تھی حضرت علی کو جو فضائل عطا ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ و زیر کفالت تھے اور اس کی

تفصیل یہ ہے کہ دور جاہلیت میں جب سخت قحط پڑا تھا جس کی وجہ سے مکہ کے مالدار اور غریب سب ہی متاثر ہوئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کثیر العیال تھے اور ساتھ ہی غریب بھی ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوسرے چچا جناب عباس سے کہا چچا جان آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں خاندان کی کفالت کے لئے کثیر اخراجات درکار ہیں جو ان کے پاس نہیں آج کل حالات سخت ناساز گار ہیں مناسب یہ ہو گا کہ ہم ان کی پریشانیوں کو دور کرنے میں مدد کریں اور وہ اس طرح کہ ہم دونوں ان کے ایک ایک بیٹے کی کفالت کی ذمہ داری قبول کریں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب عباس ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ ان نا مساعد حالات میں ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ کی مدد کریں اور آپ کے ایک ایک بیٹے کی کفالت کی ذمہ داری سنبھالیں تو ابو طالب نے کہا مجھے اپنے بیٹے عقیل سے بہت محبت ہے میں اس کو ایک منٹ کے لئے بھی نظروں سے اوجھل نہیں کر سکتا اس کو میرے پاس ہی چھوڑ دو اور دوسروں کے بارے میں خود فیصلہ کرو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی کفالت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی اور جناب عباس نے جناب جعفر کی کفالت کو قبول کیا۔ اس طرح حضرت علی کاشانہ نبوت میں پرورش پاتے رہے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت جناب علی آپ کی زیر کفالت تھے لیکن جب جناب حضرت جعفر مشرف بہ اسلام ہوئے تو جناب عباس ان کی کفالت سے دست بردار ہو گئے

ابو طالب نے ادائے نماز کا منظر دیکھا

مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد حضرت علی کاشانہ نبوت میں ہی رہے جب نماز کا وقت ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جناب علی کو ساتھ لے کر مکہ کی آبادی سے باہر تشریف لے جاتے اور پہاڑیوں میں ایسی جگہ جہاں ان کو کوئی نہ دیکھے نماز ادا کرتے یہ سلسلہ جاری رہا ایک دن اتفاق سے ابو طالب کسی ضرورت سے مکہ سے باہر گئے تو پہاڑی کے ایک سلسلہ میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے ساتھ کھڑے ہوئے نماز ادا کر رہے ہیں انہیں نماز ادا کرتے دیکھ کر ابو طالب کو تعجب ہوا وہ وہاں قریب جا کر بیٹھ گئے جب یہ حضرات نماز سے فارغ ہوئے تو ابو طالب نے کہا اے برادر زادے یہ کون سا دین ہے جس کو تم اپنائے ہوئے ہو اور کیسی نماز ہے جس کو تم ادا کر رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کی بات سن کر فرمایا۔

"چچا جان! یہ دین خداوندی اور فرشتوں کا دین ہے یہی انبیاء علیہم السلام کا دین ہے اور یہی ہمارے جد اعلیٰ جناب ابراهیم علیہ اسلام کا دین ہے" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے چچا جان! میری خواہش یہ ہے کہ آپ ان لوگوں میں اولیت حاصل کریں جو میری ہدایت پر لبیک کہیں گے اور میری دعوت اسلام کو قبول کریں گے"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر ابو طالب نے کہا اے برادر زادے کاش میں بوڑھا نہ ہوتا۔ اگر اب میں تمہارے دین کو اختیار کر لوں گا تو قریش کے لوگ مجھ پر زبان طعن دراز کریں گے اور کہیں گے کہ میں نے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا اور تمہارے دین کو اختیار کر لیا۔ لیکن آپ اطمینان رکھیں جب تک میری جان میں جان ہے میں آپ کی معاونت اور نصرت سے باز نہ رہوں گا اور کسی کو آپ کو نقصان پہنچانے کا موقع نہ دوں گا۔

ابو طالب کی جناب علی کو نصیحت

اس کے بعد ابو طالب نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے دریافت کیا بیٹا! یہ کون سا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ہے؟ حضرت علی نے یہ سوال سن کر فرمایا "بابا جان! یہ دین حق ہے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں اور یہ نماز وہ فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کی ہے میں اس کو ادا کر رہا ہوں"۔ یہ جواب سن کر ابو طالب نے حضرت علی سے کہا "بیٹا! میں سوائے خیر کے تم سے کچھ اور نہیں چاہتا تم اس پر قائم رہو۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری لازم کر لو اور ان کی صحبت سے علیحدہ نہ رہو کیونکہ وہ تمہیں سوائے نیکی کے اور کسی بات کا حکم نہیں کریں گے"۔

جناب زید بن حارثہ کے حالات اور ان کا قبول اسلام

جناب زید بن حارثہ کے اسلام لانے کا واقعہ محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حکیم بن حزام شام سے اپنے ساتھ بہت سے لونڈی و غلام خرید کر لایا تھا ان میں جناب زید بھی تھے شام کے کامیاب تجارتی سفر سے واپسی پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مبارک باد دینے حکیم کے پاس تشریف لے گئیں تھیں۔ حکیم نے سیدہ سے کہا پھوپھی جان! ان غلاموں میں جو آپ پسند کریں وہ آپ کی نذر ہے۔ سیدہ نے جناب زید بن حارثہ کو منتخب فرمایا اور جناب زید کو لے کر گھر آئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انتخاب کی داد دی اور اظہار پسندیدگی فرمایا تو سیدہ خدیجہ نے جناب زید کو نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے بخش دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب زید کو اسی وقت آزاد کر دیا اور اپنا متبنی بنا لیا یہ واقعہ اعلان نبوت سے قبل کا ہے جب جناب زید کے والد حارثہ انہیں لینے کے لئے گئے تو جناب زید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی سے بہت پریشاں اور دل گیر ہوئے اور فرط غم میں یہ اشعار پڑھتے تھے

بَكَيْتُ عَلىٰ زَيْدٍ وَ لَمْ أَدْرِ مَا فَعَلْ
أَحَيٌّ فَيُرْجىٰ أَمْ أَتىٰ دُونَهُ ٱلْأَجَلْ
۱۰ فَوَاللهِ مَـــا أَدْرِي وَ إِنّي لَسَائِلٌ
أَغَالَكَ بَعْدِي ٱلسَّهْلُ أَمْ غَالَكَ [ٱلْجَبَلْ]
وَيَالَيْتَ[6] شِعْرِي هَلْ لَكَ ٱلدَّهْرَ أَوْبَةٌ
فَحَسْبِي مِنَ ٱلدُّنْيَا رُجُوعُكَ إِلَي[7] بَجَلْ

تُذَكِّرُنِيهِ ٱلشَّمْسُ عِنْدَ طُلُوعِهَا
وَتَعْرِضُ ذِكْرَاهُ[1] إِذَا غَرْبُهَا أَفَلْ
وَإِنْ هَبَّتِ ٱلْأَرْوَاحُ هَيَّجْنَ ذِكْرَهُ
فَيَاطُولُ مَا حُزْنِي[2] عَلَيْهِ وَمَا وَجَلْ
سَأُعْمِلُ نَصَّ الْعِيسِ[3] فِي ٱلْأَرْضِ جَاهِدًا[4]
وَلَا أَسْأَمُ ٱلتَّطْوَافَ أَوْ تَسْأَمُ ٱلإِبِلْ
حَيَاتِيَ أَوْ تَأْتِي عَلَيَّ مَنِيَّتِي
فَكُلُّ[5] امْرِئٍ فَانٍ ـ ... غَرَّهُ ٱلْأَمَلْ

زید بن حارثہؓ کی محبت

اس واقعہ کی تفصیل اس طرح نقل کی گئی ہے کہ حارثہ اپنے بیٹے کو جگہ جگہ تلاش کرتے ہوئے جب مکہ آئے اور انہیں یہ پتہ چلا کہ جناب زید خدمت نبوی میں ہیں تو کاشانہ نبوی پر حاضر ہوئے بیٹے کو دیکھ کر فرط محبت میں ان کی پیشانی کو چوما اور فرط مسرت سے آنکھوں میں آنسو آ گئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حارثہ کو بیٹے کے فراق کی وجہ سے اس حالت میں دیکھا تو جناب زید سے فرمایا میری طرف سے اجازت و اختیار ہے چاہو تو اپنے والد کے ساتھ چلے جاؤ اور اگر چاہو تو یہیں رہو یہ سن کر جناب زید نے کہا میرا دل یہ گوارا نہیں کرتا کہ ایک لحظہ کے لئے بھی آپ کی خدمت سے جدا ہوں میں تو تازندگی آپ کی

خدمت میں رہوں گا۔ اس کے بعد جناب زید نے اپنے والد کو رخصت کیا۔ اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا منظور کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ نے اسلام کی دعوت دی تو حضرت زید مشرف بہ اسلام ہوئے بعض روایات میں حضرت علی کو قبول اسلام میں اولیت دی گئی ہے اور دوسرا نام حضرت زید کا آتا ہے

مکہ کے لوگ جناب زید کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جناب زید سے بیٹوں کی طرح سلوک فرماتے تھے اور انہیں متبنی بنایا تھا جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ **ادعو لا بائھم** (انہیں ان کے باپ کے نام سے پکارو) تو جناب زید نے فرمایا میرے والد کا نام تو حارثہ ہے لہٰذا مجھے زید بن حارثہ کے نام سے پکارو اس وقت سے انہیں زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ زید بن حارثہ کے بعد جناب ابو بکر صدیق مشرف بہ اسلام ہوئے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام لاتے ہیں

اسلام لانے کا واقعہ لکھنے سے پہلے مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے ان کا نسب بیان کیا ہے

حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام "عتیق" تھا اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نہایت درجہ خوبصورت تھے اسلام لانے سے پہلے قریش میں آپ سے زیادہ عقلمند اور مقدس ترین ہستی دوسری نہ تھی " علم الانساب" میں اس معاشرہ میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ معاشرے کے مقتدر سرداروں میں شمار ہوتے تھے قریش کے لوگ ان کی خدمت میں حاضری دے کر سفر کے لئے جاتے ان سے مشورہ کرتے اور ان سے اجازت لیتے۔ تجارتی امور اور خرید و فروخت کے معاملات میں آپ کے مشوروں پر عمل کرتے تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے سے قبل ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں نبوت کی نشانیاں دیکھی تھیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو آپ نے بلا تردد اسلام قبول کر لیا۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا "میں نے جب بھی کسی کو اسلام کی دعوت دی تو اس کو اسلام کی قبولیت میں توقف و تردد ہوا لیکن جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بلا تردد و توقف اسلام قبول کیا"۔ جیسا کہ سابقہ سطور میں کہا گیا ہے کہ مکہ والے ان کی قدر و منزلت کرتے تھے جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ

کی محبت ان کے دلوں میں راسخ و موجزن تھی مکہ کے لوگ جناب ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے حتیٰ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد بھی مکہ والوں کا وطیرہ یہی رہا اور وہ حسب معمول اپنے معاملات میں ان سے مشورے کرتے رہے۔

صدیق اکبر اور تبلیغ اسلام

حضرت ابو بکر کفار مکہ میں خاموشی سے تبلیغ اسلام کرتے رہتے اور انہیں بتاتے کہ بت پرستی ایسا کام ہے جس کو عقل تسلیم نہیں کرتی. خود تراشیدہ بت نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اس قسم کی گفتگو کر کے جناب صدیق رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو دعوت حق دیتے مکہ مکرمہ کے پانچ معزز اور بڑے لوگوں نے جناب صدیق اکبر کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا تھا ان کے نام یہ ہیں حضرت عثمان بن عفان۔ زبیر بن العوام عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص طلحہ بن عبیداللہ (رضی اللہ عنہم) اسلام کی جانب ان حضرات کی رغبت دیکھ کر انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور ان سب نے اجتماعی طور پر اسلام قبول کیا ان اکابر مکہ کے اسلام لانے سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بہت مسرت ہوئی اس طرح اب مسلمانوں کی تعداد آٹھ ہو گئی یہ آٹھ مسلمان وہ تھے جن کا شمار "سابقون الاولون" میں ہوتا ہے یہ وہ حضرات تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کی تصدیق اس وقت کرتے تھے جب کہ سارا مکہ مخالفت پر آمادہ تھا

اساطین مکہ دامن اسلام میں

ان حضرات کے اسلام لانے کے بعد جناب ابو عبیدہ بن الجراح اسلام لائے ان کے بعد اسلام لانے والوں کے نام ترتیب کے ساتھ درج ذیل ہیں ابو مسلمہ بن عبدالاسد۔ ارقم بن ابی ارقم۔ عثمان بن مظعون۔ قدامہ بن مظعون۔ عبداللہ بن مظعون۔ عبیدہ بن حارث بن مطلب سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ساتھ ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطاب۔ اسماء بنت ابو بکر صدیق۔ سیدہ عائشہ صدیقہ خباب بن الارت۔ عمیر بن ابی وقاص۔ عبداللہ بن مسعود۔ مسعود بن قاری۔ سلیط بن عمرو ان کے بعد ان کے بھائی حاطب ابن عمرو جناب عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ اور ان کی بیوی اسماء بنت سلامہ خنیس بن حذافہ۔ عامر بن ربیعہ۔ عبداللہ بن جحش اور ان کے بھائی ابو احمد بن جحش۔ جعفر بن ابی طالب اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس۔

حاطب بن حارث ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلل خطاب بن حارث ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار۔ معمر بن حارث بن عثمان بن مظعون۔ مطلب بن ازھر۔ رملہ بنت ابی عوف نحام۔ نعیم بن عبداللہ ۔ عامر بن فہیرہ خالد بن سعید اور ان کی بیوی امینہ بنت خلف۔ حاطب بن عمرو۔ ابو حذیفہ۔ ھشم بن عتبہ بن ربیعہ۔ واقد بن عبداللہ۔ خالد۔ عامر۔ عاقل۔ ایاس پسران۔ بکیر بن عبد یالیل ہوئے عمار بن یاسر اور صہیب رومی رضی اللہ عنہم اجمعین

مذکورہ بالا اسمائے گرامی ان حضرات کے تحریر ہوئے جو یکے بعد دیگرے اسلام لائے ان کے بعد متفرق طور پر ایک ایک دو دو اور تین تین لوگ اسلام لاتے رہے اور مکہ میں رفتہ رفتہ اسلام کا چرچا ہوتا رہا اس طرح تین سال کا عرصہ گزرا تو حکم ربی نازل ہوا**فا صدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین۔ انا کفینا ک المستھزئین** ○ "اے حبیب اب آپ اسلام کی تبلیغ کریں اور ان مشرکوں کی پروا نہ کریں اور آپ سے تمسخر کرنے والوں سے ہم نپٹ لیں گے"

اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ مخصوص حلقہ میں تبلیغ اسلام کرتے تھے لیکن اس آیت کے نزول کے بعد علی الاعلان تبلیغ اسلام شروع کر دی گئی لیکن اس آیت **وانذر عشیر تک الاقربین و اخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین** ○ اور آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرائیں اور اپنے پیروکار و جان نثار مسلمانوں کے لئے اپنی رحمت کے بازو پھیلا دیں"۔ اس طرح دائرہ تبلیغ اور وسیع ہو گیا۔

بنو ھاشم کو دعوت اسلام

"سورہ شعراء" کی مذکورہ بالا آیات کے نزول کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعزہ و اقربا کو جن کا تعلق بنو ہاشم سے تھا "کوہ صفا" سے متصل جمع کر کے پند و نصائح فرمائیں جنت و دوزخ کے بارے میں آگاہ فرمایا اور دعوت اسلام دی اس موقعہ پر دوسروں نے تو منفی رد عمل کا اظہار نہیں کیا لیکن ابو لہب بد بخت کچھ زیادہ ہی مشتعل ہو گیا اس کی یہ حرکت خالق کائنات کو پسند نہ آئی اور رب کریم نے سورہ "**تبت یدا ابی لھب**" نازل فرمائی

اسلامی معاشرے میں کافروں پر حملہ کرنے والا پہلا فرد

اس سورہ کے نزول سے پہلے مسلمان ادائے نماز کے لئے مکہ سے باہر وادی میں ایسی جگہوں پر چلے جاتے جہاں ان کو نماز پڑھتے کوئی نہ دیکھتا تھا۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام کہیں وادی میں پوشیدہ نماز ادا کر رہے تھے ان میں جناب سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے انہیں کافروں نے دیکھ لیا ابھی یہ مسلمان حالت نماز میں تھے کہ قریش کے لوگوں نے ان نمازیوں کا پہلے تو تمسخر اڑایا بعد میں مسلمان نمازیوں پر حملہ کر دیا اور باقاعدہ جنگ ہونے لگی حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک ہڈی آ گئی انہوں نے ہڈی ایک کافر کے سر پر دے ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا اس طرح مسلمانوں کے حملے سے کافر شکست اٹھا کر بھاگ نکلے اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلے کافروں کا خون بہانے والی شخصیت جناب سعد بن وقاص (رضی اللہ عنہ) کی ہے۔

جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاعلان دعوت اسلام شروع کی اور قریش کو راہ راست کی دعوت دی بت پرستی کے عیوب سے آگاہ کیا اور بتوں کی عبادت کے نقائص بتائے تو مکہ کے کافروں کے دلوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بغض اور حسد میں اضافہ ہو گیا۔ اور وہ کھلم کھلا مقابلہ پر آئے اور در پردہ مکارانہ حرکتوں میں بھی مشغول رہے انہوں نے قریش کے سربر آوردہ معمر لوگوں عتبہ شیبہ اور ابوجہل وغیرہ سے رابطہ قائم کیا اور انہیں ابو طالب کے پاس بھیجا تاکہ وہ اپنے بھتیجے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ دین سے روکیں اور ان کی حمایت سے باز آ جائیں

ابو طالب کے پاس قریش کا پہلا وفد

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب لکھتے ہیں جب مکہ کے کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانیہ تبلیغ کرتے دیکھا اور یہ احساس کیا کہ آپ کی تبلیغ دین کے نتیجہ میں لوگوں میں بت پرستی کا ولولہ سرد ہونے لگا ہے اور لوگ بتوں کے بارے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے لگے ہیں تو ان کافروں کو بہت طیش آیا اور آپ کو اذیتیں دینے کے بارے میں سوچنے لگے لیکن ابو طالب کی وجہ سے ان کا بس نہ چلتا لہٰذا ان کافروں نے اپنے بڑوں عتبہ شیبہ اور ابوجہل وغیرہ کو پکڑا تاکہ یہ لوگ جا کر ابو طالب سے کہیں کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حمایت نہ کریں۔

چنانچہ یہ لوگ ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے کہا آپ ہمارے سردار ہیں ہماری برگزیدہ شخصیت ہیں ہم ہر معاملہ میں آپ سے مشورہ کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں اور کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس میں آپ کی مرضی شامل نہ ہو ہم آپ کے پاس یہ درخواست لے کر حاضر ہوئے ہیں کہ آپ کے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نیا دین پھیلایا ہے وہ ہمارے (باطل) معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں ان کے بارے میں دشنام طرازی کرتے ہیں لوگوں کو راستہ سے پکڑ کر لے جاتے ہیں اور مسلمان کر لیتے ہیں وہ ہمیں کفرو شرک میں مبتلا قرار دیتے ہیں۔ آپ (ابو طالب) انہیں نصیحت کریں کہ وہ اس کام سے باز آ جائیں اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں ہماری عیب جوئی نہ کریں ہم پر طعنہ زنی نہ کریں بصورت دیگر ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنی صوابدید کے مطابق ان (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سے نپٹ لیں۔ ابو طالب نے ان کافروں کی باتیں سنیں نہایت نرمی سے گفتگو کر کے بڑی خوش اسلوبی سے ان کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا اور گفتگو میں کوئی موقع ایسا نہ آنے دیا جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی پر رضا مندی کا اظہار ہوتا۔

قریش کا دوسرا وفد ابو طالب کے پاس

اس وفد کی گفتگو کے بعد بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں مشغول رہے لوگوں کو دین اسلام کی جانب رغبت دلاتے اور بت پرستی کے نقصانات اور بتوں کی حقیقت سے آگاہ کرتے رہے قریش مکہ اشاعت اسلام میں ترقی کو دیکھتے رہے اور ان کے سینوں میں آتش انتقام تیز ہوتی رہی ان کے دلوں میں کینہ و حسد بڑھتا رہا لیکن ابو طالب کی حمایت کی وجہ سے اس کا برملا اظہار نہ کر سکے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی کے بارے میں سوچتے رہے اس واقعہ کو چند دن گزرے تو انہوں نے ایک نشست اور مقرر کی مشورہ کے بعد قریش کے سربر آوردہ لوگوں کو ابو طالب کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بھی ابو طالب سے جا کر کہا کہ ہم تو ہر معاملہ میں آپ سے مشورہ کرتے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں ہم تمہاری عظمت کو تسلیم کرتے ہیں اور کوئی کام ایسا نہیں کرتے جو آپ کی ناراضی کا سبب ہو لیکن آپ نے ہمارے لئے کچھ نہیں کیا نہ اور نہ ہماری تسلی و تشفی کی اب ہمارے اندر قوت برداشت ختم ہو رہی ہے ہم آپ کے پاس دوبارہ آئے ہیں اور آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کے بھتیجا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

نیا دین نکلا ہے لوگوں کو اس دین کی دعوت دیتے ہیں اور ہمارے دین کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور اس کو باطل ٹھہراتے ہیں ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں قریب ہے کہ وہ ساری قوم کو راہ راست سے بھٹکا کر اپنے دین کی طرف لے آئیں جب معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا تو پھر کچھ نہ ہو سکے گا ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اس سلسلہ میں ہمارے لئے کچھ نہیں کر رہے ہیں ہم ایک بار پھر اتمام حجت کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ اس کام میں ہماری مدد کریں اور انہیں تبلیغ (دین اسلام) سے روکیں ورنہ ہمارے صبر کی انتہا ہو جائے گی اور ہم مزید برداشت نہ کر سکیں گے پھر اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی تکلیف و اذیت پہنچی تو آپ گلہ نہ کریں چنانچہ ابو طالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا۔ "بھتیجے قریش کے لوگ تمہاری مخالفت پر کمربستہ ہو گئے ہیں اور دشمنی پر آمادہ ہیں انہوں نے مجھے بہت ملامت کی ہے قوم کے لوگوں سے مخالفت لینا میرے لئے ممکن نہیں اگر آپ ان کے معاملہ میں کچھ نرمی برتیں اور کسی طرح ان کی رضامندی تلاش کریں تو مناسب ہو"۔ قریش کے لئے یہ بات بہت مشکل تھی کہ وہ اپنے معبودوں کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے برائی سنیں لہٰذا انہوں نے ابو طالب سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں اور ہمارے دین کے بارے میں زبان طعن دراز نہ کریں اور ہماری نسبت کو جہالت کا الزام نہ لگائیں تو ہمیں ان سے کوئی سروکار نہ ہو گا وہ اپنے دین کے بارے میں جو چاہیں کریں اور ہم اپنے دین پر چلتے رہیں ابو طالب نے یہ بات بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کر دی۔

ابو طالب سے دو ٹوک بات

جب ابو طالب کی زبانی یہ گفتگو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو آپ کو یہ خیال ہوا کہ ابو طالب نے میری حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے قریش اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا چچا جان اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر قریش مکہ آفتاب لا کر میرے داہنے ہاتھ پر اور ماہتاب بائیں ہاتھ پر رکھ کر کہیں کہ میں تبلیغ اسلام سے دست بردار ہو جاؤں تو میں ایسا نہ کروں گا یا تو اپنے مقصد (اشاعت اسلام) میں کامیاب ہو جاؤں گا یا جان آفرین کے سپرد کردوں گا یہ کہتے ہوئے آبدیدہ اور دل برداشتہ ہو کر وہاں سے اٹھ آئے۔ یہ سخت بات کہتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس تو ہوا (لیکن معاملہ حقانیت اسلام کا تھا اس لئے نرمی

برتنے کا کوئی سوال نہ تھا) یہ سن کر ابو طالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ بلایا اور کہا بھتیجے جاؤ اور جو چاہو کرو جب تک میری جان میں جان ہے میں آپ کی حمایت سے دست بردار نہ ہوں گا میں آپ کی رضا میں راضی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے یہ بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے پاس سے خوش خوش اٹھ آئے

کفار مکہ کا تیسرا وفد ابو طالب کے پاس

قریش نے جب یہ دیکھا کہ ابو طالب کسی حالت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت سے باز نہ آئیں گے تو انہوں نے ایک بار اور مجلس مشاورت منعقد کی اور عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو پکڑ کر ابو طالب کے پاس لے گئے اور کہا کہ اس دور میں تمام قریش میں عمارہ بن ولید بن مغیرہ سے زیادہ خوبصورت اور نیک شخصیت اور کوئی نہیں ہے اور اس کا باپ بھی معاشرہ کی مشہور و معروف شخصیات میں سے ہے ہم اس کو لائے ہیں تاکہ تم اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بجائے اپنا بیٹا بنا لو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمیں دے دو تاکہ ہم (نعوذ باللہ) ان کو قتل کریں کیونکہ انہوں نے ہمارے دین کو تباہ کر دیا ہے اور قوم کو سیدھے راستے سے بھٹکا دیا ہے اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے ابو طالب کو ان کی باتیں سنکر طیش آ گیا اور انہوں نے قریش کے وفد سے کہا تم نے غلط سوچا ہے یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں عمارہ کو لے کر اس کی پرورش کروں اور اپنے بیٹے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہارے سپرد کروں تاکہ تم اس کو قتل کر دو۔ کسی کو ایسا کہنے کی جرات نہیں ہو سکتی جو جرات تم نے کی ہے۔

قریش کے لوگوں نے جب ابو طالب کو سخت غصہ کی حالت میں دیکھا اور یہ اندازہ ہوا کہ ان کی کوئی بات کسی حالت میں بھی قابل قبول نہیں تو مطعم بن عدی جو قریش کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھا اور اس وفد میں شامل تھا اس نے سختی کے ساتھ ابو طالب سے کہا قریش کے لوگ تمہاری خوشنودی چاہتے ہیں اور تمہارے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں لیکن تم بے انصافی پر اترے ہوئے ہو یہ سن کر ابو طالب نے کہا غلط بات ہے قریش کے لوگوں نے انصاف کی بات نہیں کی ہے اور تم بھی اپنی غرض کی وجہ سے بے انصافی کر رہے ہو یقیناً" تم میری اور میرے بھتیجے کی دشمنی میں یہاں آئے ہو اور یہاں بہانہ بازی کر رہے ہو جاؤ ! اور جو تمہارا دل چاہے کرو تم اپنے معاملہ میں مختار ہو۔ میں نے اب تک کھل کر بات نہیں کی ہے لیکن اب صاف طور پر کہتا ہوں کہ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دشمن ہے میں اس کا دشمن ہوں اور جو کوئی دین

محمد کا دشمن ہے میں اس کے دین کا دشمن ہوں ابو طالب کی زبان سے یہ کلمات سنتے ہی قریش کے وفد کے لوگ مشتعل ہو کر واہی تباہی بکنے لگے اور غصے میں بھرے ہوئے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے

ابو طالب کا اعزہ سے مشورہ

قریش مکہ نے ایک اور مجلس مشاورت منعقد کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جنگ کا مشورہ ہونے لگا جب ابو طالب کو قریش کی سازشوں اور جنگ کے ارادوں کی اطلاع ملی تو انہوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو جمع کر کے انہیں حالات سے آگاہ کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت کے لئے آمادہ کیا تاکہ اگر قریش کے لوگ آمادہ جنگ ہوں تو بنو ہاشم و مطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے قریش کے مقابلہ میں آئیں سب نے ابو طالب کی تائید کی اور یقین دہانی کرائی کہ اس سلسلہ میں جو کچھ آپ کہیں گے ہم عمل کریں گے جب ابو طالبؓ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کی بھرپور تائید حاصل کر لی تو خوش ہو کر انہوں نے رشتہ داروں کی تعریف اور کمالات نبوی میں قصیدہ کہا جس کے اشعار یہ ہیں

جب قریش کے لوگوں کو یہ احساس ہو گیا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ان شرانگیزیوں میں ان کے موید نہیں بلکہ مخالف ہیں تو ان کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست ایذا رسانی اور برملا مخالفت کی ہمت نہ ہوئی البتہ وہ اس کوشش میں رہے کہ کسی طریقہ اور مکاری سے کار تبلیغ میں خلل ڈالیں چنانچہ وہ روز کوئی نہ کوئی نئی حرکت کرتے یہاں تک کہ حج کا موسم آگیا۔

کار تبلیغ اور ولید بن مغیرہ کی ایک سازش

ولید بن مغیرہ نے مشورہ کے لئے قریش کے سربر آوردہ لوگوں کو اپنے پاس بلایا اور کہا حج کا موسم قریب آگیا ہے تمام قبائل عرب جب مکہ آ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتیں سنیں گے تو ان کی جانب متوجہ ہوں گے اور ان کے دلوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت پیدا ہو گی کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہیے کہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائیں ہی نہیں۔ یہ بات سن کر لوگوں نے کہا تم قوم کے سربر آوردہ صائب الرائے لوگوں میں سے ہو تم جو مشورہ دو گے ہم اس پر عمل کریں گے۔ ولید نے حاضرین سے کہا تم لوگوں نے جو سوچا ہے اس کا اظہار کرو کہ زائرین کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کس طرح

آگاہ کیا جائے تاکہ وہ لوگ اس سے علیحدہ ہو جائیں اور ان کی مجلس میں نہ آئیں۔ حاضرین میں سے بعض نے کہا ہم زائرین کعبہ سے کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) "کاہن" ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں غلط ہوتا ہے ان کے پاس نہ جانا ○

ولید نے کہا یہ بات مناسب نہیں کیونکہ ان کی کوئی بات کاہنوں جیسی نہیں ہوتی اگر ہم کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کاہن ہیں زائرین کعبہ کو جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتوں کا علم ہو گا تو یہ سمجھ لیں گے کہ باتیں کاہنوں کی سی نہیں ہیں اور یہ لوگ ہمیں جھوٹا سمجھیں گے ایک گروہ نے یہ تجویز پیش کی کہ زائرین کو یہ تاثر دیا جائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نعوذ باللہ۔ "دیوانے" ہیں ان کی بات نہ سنی جائے ولید نے کہا خبردار ایسا نہ کہنا اس کی کوئی حرکت دیوانوں کی سی نہیں وہ دیوانوں کا سا کوئی کام نہیں کرتے اگر ان کے بارے میں کہیں کہ یہ دیوانے ہیں لیکن جب لوگوں کی ان سے ملاقات ہو گی تو ہمارے جھوٹ کا پول کھل جائے گا کچھ لوگوں نے تجویز پیش کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تعارف "شاعر" کہہ کر کرایا جائے جو ہمیشہ جھوٹی سچی باتیں کہتے ہیں ان کی بات نہ سنی جائے لیکن ولید نے اس مشورے سے بھی اتفاق نہیں کیا اور کہا کہ یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گفتگو شعری قواعد کے اعتبار سے موزوں نہیں ہوتی اور اہل عرب شعر کے اوزان سے واقف ہوتے ہیں اس لئے یہ بات بھی نہیں چلے گی اور گفتگو کی شعری اعتبار سے ناموزنیت سے یہ نتیجہ نکال لیں گے کہ وہ شاعر نہیں اور ہماری بات کو جھوٹ سمجھ لیں گے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ یہ کہا جائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) "جادوگر" ہیں ان کی نہ سنی جائے لیکن ولید نے اس سے بھی اتفاق نہ کیا اور کہا کہ ان کی باتیں جادو گروں کی سی نہیں جو کوئی ان کی باتیں سنے گا وہ یہی کہے گا کہ ان کی باتیں جادوگر کی سی نہیں ہیں لہٰذا لوگ ہماری بات کو جھٹلائیں گے

ان باتوں کو سن کر قریش کے لوگوں نے کہا اب تم ہی بتاؤ کہ لوگوں سے کیا کہا جائے ؟ ولید نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے نہیں کہ لوگ ان کو نہ جانتے ہوں لہٰذا لوگوں سے اگر یہ کہا جائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) "مجہول" شخصیت ہیں تو کوئی یقین نہ کرے گا کیونکہ وہ اچھے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا نسب بھی مشہور اور اعلیٰ ہے گفتگو اور فصاحت و بلاغت میں کوئی ان کا ہمسر نہیں اور ان کے بارے میں ہم کچھ بھی کہیں جب لوگ ان سے ملیں گے اور ان کی باتیں سنیں گے تو جان لیں گے

کہ ہم نے جھوٹ کہا ہے اب صرف ایک طریقہ یہی رہ جاتا ہے کہ جب زائرین کے قافلے آئیں تو ہم ان سے یہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جادوگر ہیں اور اپنی گفتگو سے لوگوں پر سحر طاری کر دیتے ہیں لوگ جب ان کی باتیں سنتے ہیں تو ان باتوں کو سن کر اولاد ماں باپ سے جدا ہو جاتی ہے اور ماں باپ اولاد سے متنفر ہو جاتے ہیں مرد و عورت کے درمیان حلال تعلق منقطع ہو جاتے ہیں۔ رشتہ داروں کے رشتہ ختم ہو جاتے ہیں۔ تم لوگ چونکہ ان سے پوری طرح واقف نہیں ہو تمہاری حیثیت یہاں زائرین کی ہے لہٰذا نہ تم ان کی نشستوں میں جاؤ نہ باتیں سنو اگر تم ان کی باتیں سنو گے تو تم میں بھی انتشار و افتراق پیدا ہو گا اور تمہارا سکون و اطمینان تباہ ہو جائے گا۔ اس طرح ہم ان زائرین کو متنبہ کر دیں اس طرح ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور اگر زائرین انکی نشستوں میں جائیں گے اور ان کی باتوں کی سنیں گے تو ہماری باتوں کی افادیت ان پر ظاہر ہو جائے گی۔

ولید بن مغیرہ کی اس بات کو سن کر سب نے اتفاق کیا اور اٹھ کر چلے گئے جب حجاج کے قافلے آنے لگے تو قریش سربر آوردہ لوگوں نے ان کی پذیرائی کی اور ولید کے مشورہ کے مطابق قافلے والوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور آپ کی گفتگو سننے کے نتائج سے آگاہ کیا۔

ولید بن مغیرہ نے قریش کو یہ ترکیب سکھائی اور رب تعالیٰ نے "سورہ مدثر" کی یہ آیت نازل فرمائی " آپ چھوڑ دیں مجھے اور جس کو میں نے تنہا پیدا کیا اور اس کو مال کثیر دے دیا ہے اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے ہیں اور ہر قسم کا سامان مہیا کیا ہے پھر طمع کرتا ہے کہ میں اس کو مزید عطا کروں۔ ہرگز نہیں! وہ ہماری آیتوں کا سخت دشمن ہے میں اس کو کٹھن چڑھائی چڑھنے پر سخت مجبور کروں گا۔ اس نے غور و فکر کے بعد بات طے کر لی اور اس پر پھٹکار کہ اس نے کیسی بات طے کی اور اس پر مزید پھٹکار کہ اس نے کیسی بات طے کی۔ پھر دیکھا کہ اس نے منہ بسورا اور ترش رو ہوا پھر پیٹھ پھیر کر غرور و تکبر کیا پھر بولا یہ نہیں ہے مگر جادوگر جو پہلوں سے چلا آتا ہے یہ نہیں ہے مگر انسانوں کا کلام عنقریب میں اسے جہنم میں جھونکوں گا" اور اس جماعت کے حق میں جنہوں نے ولید بن مغیرہ کی موافقت کی تھی اور زائرین کعبہ کی پیشوائی کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت ہرزہ سرائی کی تھی یہ آیت رب کریم نے نازل فرمائی۔ "جنہوں نے اپنی کتاب (قرآن) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور پوچھیں گے ان کاموں کے بارے میں جو وہ کرتے تھے "

ولید بن مغیرہ اور قریش مکہ زائرین حرم کی پیشوائی میں

ولید بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں نے مکہ سے باہر ہی زائرین کی پیشوائی کی اور اس متفقہ گفتگو کو زائرین سے بیان کیا جب حجاج مکہ مکرمہ آئے تو انہوں نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر نہایت ادب و احترام سے بیٹھ کر فرمودات نبوی سنے تو ان کے دل میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے عقیدت اور اسلام سے محبت پیدا ہوئی اور انہیں اس امر کا احساس ہوا کہ قریش مکہ نے ان سے جو کچھ کہا تھا وہ حسد و دشمنی کی وجہ سے تھا۔

حج سے فراغت کے بعد روانگی کے لئے بعض لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باقاعدہ اجازت حاصل کر کے مکہ سے روانہ ہوئے اور اپنے اپنے علاقوں میں جا کر نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی دعوت اسلام اور آپ کی شان کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ اس سال حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت اسلام کا شہرہ تمام عرب میں ہو گیا اور لوگ آپ کا تذکرہ کرنے لگے۔ قریش مکہ نے جب ان حالات کو سنا اور دیکھا کہ اسلام کا چرچا لوگوں کی زبان پر ہے اور تبلیغ نبوی کے اثرات دن بدن فزوں تر ہو رہے ہیں تو ان کے طیش میں اضافہ ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے دلوں میں عداوت بڑھنے لگی اور ان کی ریشہ دوانیوں میں اضافہ ہونے لگا شب و روز نبی علیہ الصلوۃ السلام کو (نعوذ باللہ) ہلاک کرنے کی تدبیریں کرنے لگے۔

ابو طالب نے جب دیکھا کہ ان کافروں کے دل میں عداوت بڑھتی جا رہی ہے تو انہوں نے ایک قصیدہ میں احترام بیت اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے قریش کی ریشہ دوانیوں پر بنو ہاشم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت پر رغبت دلائی اور یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ خود کسی حالت میں بھی نصرت نبوی سے باز نہ رہیں گے۔ اس قصیدہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعریف اور آپ کی ذات اقدس سے بھی استعانت کی تھی تذکرہ کیا۔ وہ قصیدہ کتب سیرت میں بھی منقول ہے

ابو طالب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

کہا جاتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا اہل مدینہ نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر قحط سالی سے نجات کی درخواست کی اور نماز استسقاء کے لئے التجاء کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے لئے میدان میں تشریف لائے منبر پر

تشریف لا کر بارگاہ الہی میں دست بدعا ہوئے رب تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی موسلا دھار بارش ہوئی۔ چند دن آسمان پر محیط ابر چھایا رہا اور شب و روز بارش ہوتی رہی بارش کی زیادتی سے اہل مدینہ نے پریشان ہو کر دوبارہ بارگاہ رسالت میں آکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ بارش کی کثرت سے مدینہ میں تباہی کا خطرہ پیدا ہونے لگا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں تاکہ وہ بقدر ضرورت بارش نازل فرمائے اسی وقت آپ نے بارگاہ الہٰی میں ان الفاظ میں دعا فرمائی **اللهم حوالینا ولا علینا** خداوند ہمارے اطراف میں بارش نازل فرما ہم پر نہیں (یعنی مدینہ کی آبادی پر نہیں) ادھر آپ نے دعا فرمائی آسمان سے بادل چھٹ گئے اور مدینہ کی بستی سے باہر بارش ہوتی رہی مدینہ میں نہ ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد سید عالم صلی اللہ و سلم ایک دن مدینہ سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ اطراف مدینہ میں کوہ و دمن سرسبزو شاداب ہو گئے ہیں اور وہاں زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے اس وقت صحابہ سے فرمایا اگر آج ابو طالب زندہ ہوتے تو بہت خوش ہوتے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا اشارہ اس شعر کی جانب ہے جو انہوں نے اپنے قصیدہ میں آپ کی شان میں کہا تھا؟

وابیض یستسقی الغمام بوجهه　　ثمال الیتامی عصمة للارامل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک میرا اشارہ اسی شعر کی جانب ہے یہ شعر اسی قصیدہ کا ہے جو سابقہ صفحات میں نقل ہوا ہے اس شعر میں ابو طالب کہتے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرہ مبارک عمدہ اور درخشاں ہے کہ ابر بھی قحط کے عالم میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے چہرہ مبارک کے واسطے سے پانی طلب کرتا ہے تاکہ رب کائنات باران رحمت نازل فرما کر قحط و تنگی کو دور فرما کر نعمتوں اور برکتوں کا نزول فرمائے

اہل مدینہ پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی وجہ سے رب کریم نے جو انعام و اکرام فرمائے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ کی وجہ سے اہل مدینہ قحط کی مصیبتوں سے محفوظ ہوئے خوشی و مسرت سے ہمکنار ہوئے اور ابو طالب نے آپ کی ذات اقدس کے بارے میں جن جذبات کا اظہار فرمایا تھا اور آپ کی ذات کے وسیلہ سے دعا کا اظہار کیا مدینہ پاک سے پہنچنے کے بعد اس کی تصدیق فرما دی اسی لئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اگر "آج ابو طالب حیات ہوتے تو فرط مسرت سے پھولے نہ سماتے"

مصنف کتاب ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس ضمنی واقعہ کے بعد ہم اپنے موضوع کی جانب رجوع کرتے ہیں

اسلام کی تبلیغ اور کافروں کا رد عمل

قریش نے جب یہ دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کے ثمرات روز بروز ظاہر ہو رہے ہیں اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ ابو طالب اور ان کے رشتہ داروں کا طرز عمل نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے بہتر تر ہو رہا ہے اور وہ کار تبلیغ میں تعرض کرنے کی بجائے حوصلہ افزائی کرتے رہے ہیں اور یہ کافر کچھ نہ کر سکتے ہیں یہ دیکھ کر قوم قریش کے سفلے اور کمینے مخالفت اسلام میں کھلم کھلا سامنے آنے لگے اور زبان تشنیع دراز کر کے حضور علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے لگے۔ کبھی آپ کو جھوٹا کہتے کبھی کہتے آپ تو شاعر ہیں اور شعری گفتگو کرتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے آپ تو جادو گر ہیں اور جادو کی باتیں کرتے ہیں بعض بد بخت تو یہ کہنے سے بھی باز نہ رہتے کہ (خاکم بدہن) آپ تو دیوانے ہیں اور دیوانگی کی باتیں کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہفوات کو سنتے اور ان کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ دیتے اور ایک لحظہ کے لئے بھی دعوت اسلام میں غفلت نہ کرتے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت قریش کے مقابلہ کے لئے مقرر کی گئی تھی اس جماعت کے افراد معبودان باطل کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کرتے ان کے عیوب سے آگاہ کرتے اور بت پرستی کے نقصانات اور ضلالت سے مطلع کرتے تھے۔ قریش کے کافران صحابہ کے طرز عمل سے نہ صرف نالاں رہتے بلکہ غیض و غضب میں مبتلا ہوتے شب و روز اس کوشش میں لگے رہتے کہ کونسا ایسا طریقہ اختیار کیا جائے یا کسی فتنہ کی آڑ میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے تبلیغی کاموں میں رخنہ ڈالا جائے

قریش کی مجلس مشاورت

ایک بار صنادید قریش خانہ کعبہ کے احاطہ میں جمع ہوئے اور آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ ہم نے اتنا غصہ اور ناراضگی کا اظہار اس شخصیت (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ اور کسی پر نہیں کیا اور قریش کو اس معاملہ (تبلیغ اسلام) کے علاوہ اور کسی حادثہ سے واسطہ نہیں پڑا۔ انہوں نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا اور ہماری قوم میں انتشار پھیلایا اور آپس میں اختلاف ڈلوایا اور ایک نیا دین متعارف کرایا اور ہمارے دین کو منسوخ بتایا مکہ کے لوگوں کو ورغلا کر اپنے دین میں شامل کیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس فتنہ کو کس

طرح فرو کریں اور اس طرح بدلتی ہوئی کیفیت کو ختم کریں ابھی یہ لوگ مشغول گفتگو تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور طواف بیت المقدس میں مشغول ہوئے جب ان لوگوں نے آپ کو مصروف طواف دیکھا تو حطاف کعبہ سے نکل آئے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں گستاخی شروع کی اور ایسے نازیبا الفاظ کہنے لگے کہ ان کو سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی حلیم الطبع ذات اقدس کے چہرہ مبارک پر آثار تکدر نمودار ہوئے لیکن آپ نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی اور طواف کعبہ میں مشغول رہے طواف کے دوسرے پھیرے میں بھی اسی قسم کی حرکتیں کیں تیسرے پھیرے میں اور زیادہ خباثت کی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اتسمعون یا معشر القریش اما والذی نفسی بیدہ لقد جئتکم بالذبح** اے قریش کے لوگوں سنو! قسم اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری آمد کے مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ میں ذبح کرنے کے لئے تمہاری گردن پر چھری رکھ دوں اور ایسی حالت میں تمہیں کوئی چھڑانے والا نہ ہو گا" رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے عتاب کے یہ کلمات سن کر منکرین اسلام لرزہ بر اندام ہو گئے اور ہرزہ سرائی کا کوئی جملہ بھی ان کی زبان سے نہ نکل سکا۔ البتہ خوشامد اور چاپلوسی کے طور پر کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے کام میں مشغول رہیں اور ذرا بھی اندیشہ نہ کریں آپ حق پر ہیں ہم نے جہالت کا ارتکاب کیا ہے کہ آپ سے ایسی لایعنی باتیں کی ہیں ان کی یہ باتیں سن کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے طواف مکمل کیا اور اپنے گھر تشریف لے آئے

حضرت ابو بکر صدیق کی جان نثاری

دوسرے دن قریش کا یہی گروہ حطیم میں بیٹھا ہوا آپس میں گفتگو کر رہا تھا کہ دیکھو کل ہم پر کیا گزری! ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کیا لغویات بک رہے تھے جب انہوں نے ہماری باتوں کا جواب دیا تو ہم سب دم بخود ہو گئے اور کوئی جواب ممکن نہ تھا اور ہم یہ کیا کر بیٹھے؟

اب اگر دوبارہ موقع ملا تو ہم ان سے بدلہ لیں گے ابھی یہ لوگ یہ بات کر ہی رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لائے اور مصروف طواف ہوئے۔ جب کفار قریش نے آپ کو مصروف طواف دیکھا ان کے دلوں میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی اور خود پر قابو نہ رکھ سکے اور اٹھ کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر یہ کہتے ہوئے حملہ آور ہوئے کہ یہ آپ ہی ہیں جو ہمارے دین کے بارے

میں حرف زنی کرتے ہیں اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! میں ایسا کرتا ہوں اس وقت ان کافروں میں سے ایک کمینے نے ہاتھ آگے بڑھا کر آپ کی چادر کے دونوں کونے پکڑ کر اینٹھنا شروع کیا جو دوش نبوت پر تھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو اس وقت وہاں پہنچ گئے تھے ـنے جب کفار قریش کا یہ سفاکانہ رویہ دیکھا تو اپنی جگہ سے یہ گرجتے ہوئے اٹھے "اے قریش کے لوگو! تم ایسی شخصیت کو ہلاک کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتی ہے کہ میرا رب اللہ ہے" جناب ابو بکر کے یہ الفاظ سنتے ہی دشمنان اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت ابو بکر پر ٹوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ ان کا سر پھٹ گیا۔ مصنف کتاب محمد بن اسحاق رقمطراز ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو پہنچائی جانے والی اذیتوں میں یہ سب سے سخت تکلیف رسانی تھی اور اس کے بعد کفار قریش ایسی سخت اذیت دہی پر قادر نہ ہو سکے

کفار قریش کی ایذا رسانی اور سورہ کوثر کا نزول

سیرت نگار رقمطراز ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر نکلے راستہ میں گزرنے والے ہر بڑے چھوٹے آزاد و غلام نے آپ کی باتوں کی تکذیب کی اور گالیاں دی نبی علیہ السلام کو کافروں کی اس حرکت پر سخت رنج ہوا اور اس افسوس کی حالت میں گھر میں جا کر کمبل سے منہ ڈھانپ کر لیٹ گئے رب کریم نے آپ کی تسلی و تشفی کے لئے جناب جبریل علیہ السلام کو بھیجا جو سورہ مدثر کی آیات لے کر آئے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم **یا ایھا المدثر قم فانذر** اے کمبل اوڑھنے والے پیارے نبی! اٹھئے اور ان کافروں کو (عذاب دوزخ سے) ڈرایئے!"

(۱۳)

سیدنا امیر حمزہ کا اسلام

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی وجہ مصنف ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے یوں بیان کی ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفاء پر کھڑے تھے ابوجہل کا اس طرف گزر ہوا اس نے جونہی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو وہاں کھڑے دیکھا تو گالیاں بکنے لگا اور کمینہ پن کرنے لگا اس کی حرکتوں سے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا لیکن آپ نے صبرو تحمل کا مظاہرہ فرمایا اور کوئی جواب نہ دیا تھوڑی دور پر ایک عورت کھڑی ابوجہل کی یہ تمام حرکتیں دیکھ رہی تھی یہ خباثت کر کے ابوجہل وہاں سے چلا گیا۔ مگر حضور دل گرفتہ وہاں ہی کھڑے رہے۔

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شکار کے بہت شوقین تھے روزانہ شکار کے لئے جایا کرتے تھے جب شکار سے واپس آتے تو گھر جانے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ اس دن شکار سے واپسی پر جب مقام صفاء پر آئے تو اس عورت نے ابوجہل کی خباثتوں کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آج ابوجہل نے آپ کے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہت برا بھلا کہا ہے اور دشنام طرازی کی ہے لیکن انہوں نے صبرو تحمل سے سب کچھ برداشت کیا اور خاموش رہے اس عورت کی باتیں سن کر حضرت حمزہ میں غصہ کی تاب نہ رہی فرط غضب میں اس خاتون سے پوچھا اب ابوجہل کہاں ہو گا؟ تو اس خاتون نے بتایا کہ وہ تو مسجد حرام کی طرف گیا ہے اور اب قریش کے سرداروں کے پاس بیٹھا ہوا ہے جناب حمزہ یہ سنتے ہی مسجد حرام کی طرف گئے تو دیکھا کہ ابوجہل قریش کے لوگوں سے باتوں میں مشغول ہے جناب امیر سیدھے اس کے پاس گئے اور کمان جو ان کے ہاتھ میں تھی اس زور سے اس کے سر پر ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ جناب حمزہ نے ابوجہل سے کہا تو نے ہی میرے بھتیجے کو گالیاں دی تھیں اب اٹھ میں دیکھوں تو کیا کر سکتا ہے سن لے آج میں نے قریش کے دین کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیا ہے اور دین محمدی اختیار کیا ہے۔ یہ دیکھ کر ابوجہل کے قبیلہ بنو مخزوم کے جو لوگ وہاں موجود تھے اس کی مدد کے لئے اٹھے تاکہ جناب حمزہ سے جنگ کریں لیکن اس نے انہیں روک دیا اور جناب حمزہ سے اپنی اس حرکت پر معذرت کی اور اعتراف کیا کہ اس نے غلطی کی تھی اس معذرت پر جناب حمزہ وہاں سے روانہ ہوئے اور قبل اس کے اپنے گھر جائیں کاشانہ نبوت پر حاضری دی اور مشرف بہ اسلام ہوئے

جناب حمزہ کے اسلام لانے سے نہ صرف نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو بہت خوشی ہوئی بلکہ تمام مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور انہیں بے پناہ اخلاقی مدد اور قوت حاصل ہوئی۔ قریش کے لوگوں کو جب سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر ملی تو انہیں شدید صدمہ ہوا۔ اور وہ بہت غمگین ہوئے ان کی کمر ٹوٹ گئی کیونکہ جناب حمزہ کی شجاعت و بسالت مسلم تھی اور معاشرہ میں ان جیسا جری اور بہادر دوسرا نہ تھا۔ ان کی بہادری کی دھاک کفار قریش کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی انہوں نے یہ سوچا کہ اب محمد (صلی

اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ دشنام طرازی اور بدگوئی آسان نہیں رہی اور انہیں رنجیدہ کرنا مشکل ہو گا۔ چنانچہ جناب امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے وہ بہت تنگ دل ہوئے اور مسلمانوں کو معاشرے میں جو پہلی تقویت ملی وہ جناب حمزہ کے اسلام لانے کی تھی۔ جناب حمزہ کے اسلام لانے سے تبلیغ اسلام کا کام ترقی پذیر ہوا اور مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ اور کفار قریش کی ریشہ دوانیوں میں کمی ہونی شروع ہو گئی۔

عتبہ بن ربیعہ کی گفتگو

ایک دن سرداران قریش اس دور کی بڑی شخصیت عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ مسجد حرام میں مصروف گفتگو تھے اسی وقت نبی علیہ الصلوۃ والسلام بھی مسجد حرام کے ایک گوشہ میں تنہا تشریف فرما تھے عتبہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اکیلے بیٹھے ہیں مناسب ہو تو میں ان سے گفتگو کروں چند تجاویز ان کو پیش کروں شاید کہ ان کا دم خم نرم پڑ جائے اور ان کے دل میں ہمارے دین اور ہمارے معبودوں کی برائی کا جو جذبہ ہے اس میں کمی آئے اور ان کی تبلیغ سے ہماری قوم میں جو انتشار و افتراق ہو رہا ہے وہ رک جائے کفار قریش نے اس کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا مناسب ہے۔

چنانچہ عتبہ اپنی جگہ سے اٹھا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ گیا کہنے لگا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی ذات ہمارے لیے معزز و مفتخر ہے آپ ہماری بزرگ ترین شخصیت ہیں لیکن آپ نے ایک نئے دین کی بنیاد ڈالی ہے ہماری قوم میں آپ کی وجہ سے تفرقہ پڑ گیا ہے۔ قریش کے لوگ آپ کی تعلیمات سے پراگندہ خاطر ہوئے ہیں کیونکہ آپ ہمارے دین کو تباہ کر رہے ہیں اور ہمارے معبودوں کو برا کہہ رہے ہیں قریش کے لوگ آپ سے رنجیدہ ہیں اور آپ کے بارے میں برائی سے سوچ رہے ہیں اگر آپ مال و دولت چاہتے ہیں تو ہم قریش سے جمع کر کے آپ کو اتنی دولت دیں گے کہ تمام عرب میں آپ سے زیادہ کوئی مال دار نہ ہو گا۔ اگر آپ جاہ و حشمت کے طلب گار ہیں تو قریش کے تمام سردار روزانہ آپ کی خدمت میں حاضری دے کر آپ کے احکام پر عمل کریں گے۔ اگر حکومت آپ کا مقصود ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے اور آپ کے زیر فرمان آ جائیں گے اور اگر آپ پر کوئی برا خیال مستولی ہوا ہے اور آپ وسوسوں کا شکار ہوئے ہیں اور آپ ان کو

دور نہیں کر سکتے تو ہم دنیا کے قابل ترین حکیموں کو جمع کر کے آپ کا علاج کرا دیں اور جو طریقہ بھی ممکن ہو وہ اختیار کر لیں اور اس کام میں ہم آپ کی رضا کے مطابق عمل کرنا چاہتے ہیں آپ ہمارے معاملات میں درگزر کریں ہمارے دین اور ہمارے معبودوں کے معاملات میں تعرض نہ کریں

جب عتبہ اپنی گفتگو کے درمیان خاموش ہوا تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس سے معلوم فرمایا! عتبہ تمہاری بات مکمل ہو گئی اور جو کچھ تمہیں کہنا تھا کہہ چکے تو عتبہ نے کہا ہاں میری بات مکمل ہو گئی تو آپ نے فرمایا عتبہ اب تم اپنی بات کا جواب سنو جو میں کہتا ہوں عتبہ نے کہا فرمائیں۔ اس وقت نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے قرآن پاک کی یہ آیات تلاوت فرمائیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم **حم تنزیل من الرحمن الرحیم کتاب فصلت ایاتہ قرانا عربیا لقوم یعلمون ○ بشیرا و نذیرا فاعرض اکثرھم لا یسمعون** ترجمہ "اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ حم یہ رب کریم رحمٰن و رحیم کا نازل کردہ (کلام) ہے یہ وہ کتاب (قرآن) ہے جس کی آیتیں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں عربی زبان میں صاحبان علم کے لئے خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا ہے ان کے اکثر لوگوں نے منہ پھیر لیا تو وہ نہیں سنتے"

جب عتبہ نے زبان نبوت سے یہ آیات سنیں تو وہ حیران و ششدر رہ گیا اور خاموش بیٹھا سنتا رہا یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا اور سجدے سے فارغ ہو کر عتبہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا عتبہ تو نے سنا ؟ کہنے لگا بے شک میں نے (آیات قرآنی کو) سنا نبی علیہ السلام نے فرمایا جس کام کے لئے میں مبعوث ہوا ہوں وہ قرآن کی تلاوت اور تم لوگوں کو ایمان کی دعوت دینا ہے اگر اس دعوت کو قبول کر کے تم ایمان لے آؤ تو ہمیں نہ تو تمہارے مال سے غرض ہے نہ تمہارے جاہ و منصب سے اور اس کے علاوہ ہماری تم سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اور اگر تم ہماری تبلیغ کی طرف توجہ نہ دو اور ایمان نہ لاؤ اور ساری دنیا ہمارے قدموں میں ڈال دو تو ہمیں اس سے کوئی سروکار نہ ہو گا البتہ ہم روزانہ اپنی کوششوں میں اضافہ کرتے رہیں گے اور زیادہ تن دہی سے اس کام کو انجام دیں گے۔

عتبہ پر کفار قریش کا لعن وطعن

عتبہ عقلمند آدمی تھا یہ باتیں سن کر سمجھ گیا کہ جیسا میں نے سوچا تھا اس طرح کام نہیں بنے گا اور

جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے وہ حق ہے محالات اور باطل امور کی اس میں گنجائش نہیں ہے اور یہ بات اس پر متحقق ہو گئی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت اسلام سے مقصود کوئی دنیاوی غرض نہیں ہے لہٰذا وہ وہاں سے اٹھ کر اپنی قوم کے لوگوں کے پاس چل دیا جب قریش مکہ نے اسے اپنی جانب آتے دیکھا تو اس کے چہرے کو دیکھ کر اندازہ کر لیا کہ جب وہ یہاں سے گیا تھا اس وقت اس کی حالت کچھ اور تھی اور اب کچھ اور ہے کہنے لگے خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عتبہ کو فریفتہ کر لیا اور عتبہ کی کیفیت بدل گئی ہے جب عتبہ کافروں کی ٹولی میں آکر دوبارہ بیٹھا تو لوگوں نے پوچھا ابو الولید کیا کر آئے؟ کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو باتیں سن کر آیا ہوں ایسی باتیں میں نے آج تک کسی سے نہیں سنیں یعنی آیات قرآنی اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کلام نہ تو شعر ہے اور نہ سحر نہ کاہنوں کی گفتگو نہ افسوں گروں والی بات نہ عورتوں کے جھوٹ کے مثل اب تم لوگوں کو ایک نصیحت کرتا ہوں اس کو سنو اگر اس پر عمل کرو گے تو میں تمہارے نقصان کی ذمہ داری لیتا ہوں اور میں اس نقصان کا جواب دہ ہوں گا۔ لوگوں نے کہا بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو عتبہ نے کہا میں نے توجہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتیں سنی ہیں اور ان کے کام کو دیکھا ہے میں اس کو درست اور نیک سمجھتا ہوں اور اس سے مقصود انہیں نہ تو حصول مال ہے نہ جاہ و منصب و سلطنت ان کا مقصد تو دوسرا ہی ہے وہ جس طرح تمہیں مخاطب کرتے ہیں اور اپنے دین کی جانب بلاتے ہیں اسی طرح وہ عرب کے دوسرے قبائل کے ساتھ کرتے ہیں (یعنی کوئی امتیازی کیفیت نہیں اختیار کرتے) میرا مشورہ یہ کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو نہ ان سے تعرض کرو نہ دشمنی نہ ان کے ساتھ بھلائی کرو نہ برائی اور ان کا کام دو حال سے خالی نہیں یا تو قبائل عرب ان کی دشمنی پر آمادہ ہو کر ان کی مخالفت پر اتر آئیں گے اور انہیں ختم کر دیں گے اس طرح دوسروں کی کوشش سے تمہارا کام بن جائے گا اس طرح ہمارے آپس کے قبائل میں دشمنی نہیں پڑے گی کیونکہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرو گے تو بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ان کے انتقام کے لئے تمہارے مقابلہ پر اٹھ آئیں گے اور آپس میں فتنہ و عداوت پھیل جائے گا اور اگر وہ تمام عرب پر غلبہ حاصل کر لیں گے اور تمام قبائل عرب کو مسخر و مطیع کر لیں گے تو انہیں جو بھی اعزاز و اکرام حاصل ہو گا ہم بھی اس میں شریک ہوں گے اور کوئی قوم تمہارے علاوہ دوسری اور ان سے قریب نہ ہو گی

عتبہ کی یہ باتیں سن کر قریش کے لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے اور کہنے لگے دیکھو محمد (صلی اللہ

علیہ وسلم) نے اس کو بھی راہ سے بھٹکا دیا اور اپنی باتوں سے فریفتہ کر لیا عتبہ سے کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جادو تجھ پر چل گیا ہے اور تجھے راہ سے بھٹکا دیا ہے عتبہ نے کہا میری قوم کے لوگو میں نے جو کچھ صحیح اور درست سمجھا اور دیکھا وہ میں نے تمہارے سامنے بیان کر دیا باقی تم جانو اور تمہارا کام (اللہ تعالی مخفی باتوں کو جاننے والا ہے)

(۲۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اعیان قریش کی باہمی آویزش

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ جناب حمزہ کے اسلام لانے اور عتبہ بن ربیعہ کے بارے میں تاثرات کو سن کر قریش کے قبائل میں اسلام تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا مرد اور خواتین اسلام کو قبول کرنے میں سبقت کرنے لگے جب سربرآوردہ قریش نے اسلام کی تبلیغ اور لوگوں کے قبول اسلام کو دیکھا تو انہیں بہت ناگوار ہوا اب انہوں نے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا کہ جس شخص کے مسلمان ہونے کی انہیں اطلاع ملتی اس کو پکڑ کر قید کر دیتے اور اس کو سخت اذیتیں دیتے تاکہ وہ اسلام سے منحرف ہو جائے اور دوبارہ اپنے سابقہ دین پرستی پر واپس آ جائے اس کے علاوہ انہوں نے گماشتے چھوڑے تاکہ انہیں جس کیسی کے اسلام لانے کی اطلاع ملے تو اس کو پکڑ کر زدو کوب کریں یہاں تک کہ وہ اسلام کو چھوڑ دے لیکن یہ طریقہ کار بھی کامیاب نہ ہو سکا روزانہ مکہ والے جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے اور قریش کے اشتعال میں اضافہ ہوتا رہا لیکن ان کی کوئی ترکیب اسلام قبول کرنے والوں کو روکنے میں کارگر نہ ہو سکی۔

کفار قریش کی مجلس مشاورت

لوگوں کی اس طرح دامن اسلام سے وابستگی دیکھ کر قریش کے بڑے بڑے لوگ مثلا "عتبہ۔ شیبہ ابو سفیان بن حرب نضر بن حارث۔ ابوالبختری بن ہشام اسود بن مطلب۔ ابوجہل بن ہشام۔ امیہ بن خلف احاطہ خانہ کعبہ میں جمع ہوئے اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ اب ہم تبلیغ اسلام کو روکنے کی کیا تدبیر کریں کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے دین میں خلل ڈالا ہے۔ ہماری قوم کے لوگوں کو راہ حق سے بھٹکایا ہے اور وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم انہیں قتل

کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے قتل کا کوئی جواز تلاش کریں تاکہ لوگ بعد میں ہم پر ملامت نہ کریں۔ چنانچہ اس مشورہ کے بعد ان لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور یہ کہلوایا کہ آپ کی قوم کے شرفاء احاطہ کعبہ مقدسہ میں موجود ہیں اور آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں جب اس قاصد نے آکر یہ پیغام سنایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا کہ ان کے دلوں میں اسلام سے رغبت ہوئی ہے اس لئے انہوں نے مجھے بلایا ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ لوگ زیادہ سے زیادہ اسلام قبول کریں لہٰذا فوراً" قاصد کے ساتھ خانہ کعبہ چلے آئے اور آکر ان لوگوں کے پاس بیٹھ گئے اس موقعہ پر ان لوگوں کے ترجمان نے نبی کریم علی الصلوۃ والسلام سے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو کچھ باتیں کرنے کے لئے بلایا ہے آپ نے فرمایا کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس ترجمان نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قبائل عرب میں ہم نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے اپنی قوم کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار کیا ہو جیسا آپ نے کیا ہے ہمارے دینی معاملات میں خلل اندازی کی ہے قوم کے افراد کو بہکایا ہے آپ ہمارے معبودوں کے بارے میں نازیبا کلمات کہتے ہیں کفر و گمراہی کی نسبت ہمارے ساتھ کرتے ہیں غرضیکہ جو برائی ہو سکتی تھی وہ آپ نے ہمارے ساتھ کی۔ اب آپ بتائیں کہ اس طریق کار سے آپ کا مقصد کیا ہے؟

اگر آپ کا مقصد مال کا حصول ہے تو ہم آپ کو مال و دولت دینے کے لئے تیار ہیں اگر آپ کا مقصد ریاست و سیادت کا حصول ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار اور حاکم تسلیم کر لیتے ہیں اگر آپ سلطنت اور بادشاہی کے خواہاں ہیں تو ہم یہ بھی منظور کرنے کے لئے تیار ہیں اور ان باتوں کے علاوہ اگر (خاکم بدہن) آپ کو دماغی عارضہ لاحق ہوا ہے تو ہم دنیا کے بہترین معالج جمع کر کے آپ کے علاج پر جو کچھ بھی خرچ ہو گا اس کے لئے ہم تیار ہیں یہ تمام تجاویز اس لئے ہیں تاکہ آپ کو خوش کریں اور آپ ہمارے معبودوں کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں اس سے باز آجائیں۔

یہ تمام ہفوات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم کے لوگو! مجھے نہ تمہارے مال و دولت کی ضرورت ہے نہ میں جاہ و حشمت کا طلب گار ہوں۔ میں اللہ اور رب العالمین کا رسول ہوں اس نے مجھے تم میں معبوث فرمایا ہے اس نے قرآن نازل فرمایا ہے تاکہ میں کلام خداوندی و احکام الٰہی تم تک پہنچاؤں۔ جنت کی بشارت دوں اور عذاب دوزخ سے ڈراؤں اگر تم میری باتوں کو قبول کر لو تو تمہاری دنیا بھی بہتر ہو گی اور آخرت بھی۔ ورنہ میں صبر کروں گا تاکہ رب کریم نے میرے اور

تمہارے درمیان جو کچھ مقرر فرمایا ہے اس کا ظہور ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ باتیں سن کر سرداراں قریش مایوس ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ نہ تو آپ کو اپنی تجاویز پر راضی کر سکتے ہیں نہ کچھ اور باتیں آپ سے منظور کرا سکتے ہیں اب وہ منفی انداز اور کٹ حجتی پر اتر آئے اور کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا سچا نبی و رسول ہوں اگر یہ دعویٰ درست ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مکہ کا علاقہ محدود ہے یہاں نہ اچھی عمارتیں ہیں نہ یہاں پانی ہے آپ اپنے خدا سے دعا کریں اور اس سے یہ درخواست کریں کہ وہ مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے منتقل کر دے تاکہ یہاں وسیع و عریض میدان پیدا ہوں اور ان میدانوں میں چشمے جاری ہوں اور آبشاریں رواں ہوں جیسے کے عراق میں جاری ہیں تاکہ ہم یہاں عمارتوں کی تکمیل اور زراعت کریں۔ اس کے علاوہ آپ اپنے خدا سے یہ بھی دعا کریں کہ وہ ہمارے اسلاف میں سے قصی بن کلاب کو زندہ کرے تاکہ وہ زندہ ہو کر آپ کی نبوت کی تصدیق کرے۔ اگر آپ ایسا کر دیں گے تو ہم آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آئیں گے۔

ان کافروں کے مطالبات کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کریم نے مجھے اس لئے مبعوث نہیں فرمایا بلکہ میری بعثت کا مقصد تو یہ ہے کہ میں تمہارے سامنے اپنی رسالت کا اعلان کروں اگر تم میری نبوت و رسالت کا اقرار کر لو گے تو دنیا میں فلاح اور نجات کے حقدار ہو گے اور اگر تم میری نبوت کا اقرار نہ کرو گے تو میں یہ انتظار کروں گا کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے بارے میں کیا حکم کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر ان کافروں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ تو آپ کے پاس جائیداد ہے نہ مال اور آپ دوسروں کی طرح کسب معاش کے لئے بازار جاتے ہیں اور جو دعوت اسلام آپ دے رہے ہیں اس کے لئے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے آپ اپنے خدا سے دعا کریں کہ وہ آپ کو زرو جواہر کے خزانے عطا فرمائے آپ کے لئے نہریں رواں کرے آپ کو باغ و بستان سے نوازے تاکہ آپ کے پاس دوسروں سے زیادہ دولت و حشمت ہو آپ کی شان و شوکت دوسروں پر ظاہر ہو اگر ایسا ہو جائے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کریں گے۔

ان کافروں کی اس کج بحثی کو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری بعثت کا یہ مقصد نہیں کہ دنیاوی معاملات میں تمہاری خواہشات کا لحاظ کروں میری بعثت کا مقصد تو اللہ تعالیٰ کا پیغام

حقانیت پہنچانا ہے اگر تم قبول کرو تو بہتر ورنہ میں حکم الہٰی کا انتظار کروں گا۔

کفار قریش کی عذاب طلبی

اس موقع پر آپ نے فرمایا میری قوم کے لوگو سنو! یہ مطالبات جو تم نے میرے سامنے پیش کئے ہیں ان کو پورا کرنا حق تعالی کے لئے بہت آسان ہے لیکن اللہ تعالی نے مجھ سے نہیں فرمایا ہے کہ میں اس سے ایسی دعائیں کروں۔ یہ جواب سن کر ان کافروں نے کہا جب آپ ہماری درخواستوں کو قبول نہیں کرتے تو ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے اب آپ اپنے قادر مطلق خدا سے درخواست کریں کہ وہ ہم پر عذاب نازل کرے اگر وہ ایسا کر سکتا ہے جیسا کہ آپ اس کی حاکمیت کا دعویٰ کرتے ہیں

کفار مکہ کی بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عذاب بھیجنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے چاہے بھیجے چاہے نہ بھیجے کفار قریش نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا خدا نہیں جانتا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ یہ نشست منعقد کریں گے اور آپ سے یہ گفتگو کریں گے اس کو چاہئے تھا کہ وہ آپ کو سکھا دیتا کہ ہماری گفتگو کے آپ کو کیا جوابات دینے ہیں؟ اب اگر ہم آپ کا اتباع نہ کریں اور ایمان نہ لائیں تو وہ ہم پر کس طرح عذاب نازل کرے گا؟ اور وہ آپ کو مطلع کر دیتا کہ وہ ہمیں کس قسم کے عذاب میں مبتلا کرے گا اور یہ اس وقت ممکن ہوتا جب وہ رب العالمین آپ کو پہلے سے مطلع کر دیتا کہ وہ ہمیں کس قسم کے عذاب میں مبتلا کرے گا اور یہ اس وقت ممکن ہوتا جب وہ رب العالمین آپ کو پہلے سے مطلع کر دیتا اور اگر ایسا ہی ہے کہ آپ کا رب عالم اسرار (پوشیدہ باتوں کا جاننے والا) ہے اور اس سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے اس معاملہ میں ہمارا خیال تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ آپ کو یمامہ کا راہب سکھاتا اور بتاتا ہے اور ہم یمامہ کے راہب پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یہ بات سمجھ لیں کہ ہم نے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی اور یہ چاہا کہ آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مال و منصب پیش کریں لیکن آپ نے قبول نہ کیا نہ آپ نے ہمارے ساتھ مفاہمت کی کوشش کی اور نہ کسی طرح ہماری مقصد براری پر راضی ہوئے اب اتمام حجت کے بعد ہم میں اس سے زیادہ برداشت کی قوت نہیں اب ہم ان تدابیر پر غور کریں گے کہ یا تو ہم آپ کو ہلاک کریں یا آپ ہمیں ہلاک کر دیں۔ یہ بات ختم ہونے پر ان کافروں میں سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تو فرشتوں کی اس لئے پرستش کرتے ہیں کہ وہ

خدا کی بیٹیاں ہیں۔ ایک اور شخص نے اٹھ کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر اس بات کی گواہی نہ دلائیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ عبداللہ بن ربیعہ نے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پھوپھی زاد تھا اس نے اٹھ کر کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ آسمان تک ایک سیڑھی لگا کر آسمان پر جائیں اور وہاں سے چار فرشتوں کو نہ لائیں جو یہ گواہی دیں کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں اور اگر آپ یہ سب کچھ کر دکھائیں تو بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہم آپ پر ایمان لائیں گے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جب یہ دیکھا کہ یہاں ہر شخص ہرزہ سرائی میں مشغول ہے تو دل برداشتہ ہو کر وہاں سے اٹھے اور گھر چلے آئے۔

ابوجہل کا اعتراف

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر تشریف لے آئے تو ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ دوستو! اب مجھ میں ضبط و تحمل کی تاب نہیں رہی ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے دین کو تباہ کر دیا ہے ہمارے معبودوں کو ستایا ہے کفر و ضلالت کا خط ہمارے نام پر کھینچا اور پھوٹ ڈلوا دی ہے ان تمام باتوں کے باوجود ہم نے ان سے رابطہ کیا اور مفاہمت کی کوشش کی لیکن انہوں نے مصالحت میں دلچسپی نہ لی اور ہمارے ساتھ روا داری نہیں برتی اب میں اللہ تعالیٰ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ کل جب وہ مسجد حرام میں آکر نماز آکر ادا کرنے کھڑے ہوں گے تو میں ایک بڑا پتھر لے کر انتظار کروں گا کہ کب وہ سجدہ میں جاتے ہیں تاکہ پتھر مار کر انہیں ختم کر دوں اور اپنی قوم کو ان سے نجات دلاؤں اس کارنامے کو انجام دینے کے بعد اگر تم چاہو تو مجھے بنو ہاشم کے حوالہ کر دینا تاکہ وہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بدلہ میں قتل کر دیں اور اگر تم چاہو تو مجھے اپنا سردار تسلیم کر لینا

ابوجہل موت کے منہ میں

اس زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی جانب متوجہ ہو کر نماز ادا فرماتے تھے حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیانی حصہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اس طرح دوران نماز آپ کا رخ کعبہ اور بیت المقدس دونوں کی جانب ہوتا۔ دوسرے دن جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ

تشریف لائے اور رکن یمانی اور حجراسود کے درمیان کھڑے ہو کر نماز شروع کی تو ابوجہل وہاں ایک پتھر اٹھا لایا اور ایک جگہ رکھ کر یہ انتظار کرنے لگا کہ کب آپ سجدہ میں جاتے ہیں تاکہ وہ پتھر مارے ادھر قریش کے لوگ بھی کھڑے ہو کر ابوجہل کے کارنامے کو دیکھنے کے لئے آکر کھڑے ہو گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو ابو جہل نے بڑھ کر پتھر اٹھایا تاکہ آپ کے سر مبارک پر مارے فوراً" ہی اس کا ہاتھ شل (بے طاقت) ہو گیا اور پتھر اس کے ہاتھ سے گر گیا اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا اس کیفیت میں ابوجہل وہاں سے خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جب تماشائیوں نے یہ دیکھا تو ابوجہل کو روک کر اس سے معلوم کیا ابو الحکم (ابوجہل کی کنیت) کیا بات ہے کیا افتاد پڑی؟ کہنے لگا جب میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب گیا تاکہ ان کے سر پر پتھر ماروں مست اونٹ کی شکل ایک اژدھا منہ کھولے میرے سامنے آیا تاکہ مجھے نگل جائے میں اس سے ڈر گیا اور خوف کی وجہ سے میرا ہاتھ شل ہو گیا اور میں فوراً" وہاں سے بھاگ آیا یہ سن کر قریش کو تعجب تو ہوا لیکن اس کے باوجود بھی ایمان نہ لائے جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ وہ جبریل امین تھے اگر ابوجہل میرے قریب آتا تو جبریل وہیں اس کو ہلاک کر دیتے

کفار قریش اور نضر بن حارث کی مدافعت

جب ابوجہل نے یہ واقعہ سنایا تو نضر بن حارث نے اٹھ کر کہا قریش کے لوگو احساس برتری کا شکار نہ ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو دعویٰ کرتے ہیں وہ اس سے زیادہ مشکل ہوتا ہے جتنا کہ تم سمجھتے ہو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب جوان تھے اور ابھی تک اعلان نبوت نہ کیا تھا اس وقت تم انہیں امین کہتے تھے اور ان کی ہر بات کو درست سمجھتے تھے۔ اور اب جب کہ ان کے بالوں میں سفیدی جھلکنے لگی ہے اور نبوت کا اعلان کیا ہے کبھی ان کے بارے میں جھوٹ کی نسبت کرتے ہو کبھی انہیں شاعر کہتے ہو کبھی انہیں ساحر اور کاہن کہتے ہو خدا کی قسم نہ وہ ساحر ہیں نہ کاہن اور نہ شاعر۔ میں نے ساحروں اور کاہنوں کے انداز کو دیکھا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی دیکھا اور پہچانا ہے ان کے سانس لینے کا انداز ساحروں اور کاہنوں سے مختلف ہے۔ میں نے عرب کے شاعروں کا کلام سنا ہے میں شعر کے اوزاں سے واقف ہوں مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام کا طرز و انداز شاعروں سے مختلف ہے۔ میں نے کاہنوں اور ساحروں کے ساتھ نشست و برخاست کی ہے میں نے ان کی حرکات و

سکنات کا جائزہ لیا ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکات و سکنات کاہنوں اور ساحروں سے مختلف ہیں۔ میں یہ باتیں اس لئے کہہ رہا ہوں تاکہ تم ان امور سے غافل نہ رہو اور اس معاملہ میں غور کرو اور دیکھو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام شروع کیا وہ اس سے کہیں برتر و اعلیٰ ہے جیسا کہ تم سوچ رہے ہو۔ یہ نضر بن حارث قریش میں شیطان صفت فرد تھا فتنہ پروری اور ظلم اس کا شیوہ تھا اور یہ گفتگو اس نے اس لئے کی تھی تاکہ قریش کو اکسائے تاکہ وہ مشتعل ہو جائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر مزید شدت سے کمربستہ ہو جائیں اور اپنے مشن سے غافل نہ ہوں۔ خود نضر بن حارث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچاتا تو اظہار دشمنی کرتا اور قرآن کریم کی تردید کرتا تھا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں تبلیغ دین فرماتے اور لوگوں کو قرآن کریم سناتے اور یہ نشست ختم ہوتی تو یہ نضر بن حارث وہاں چلا آتا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی جگہ بیٹھ کر رستم و اسفندیار کے قصے سناتا اور عجم کے بادشاہوں کی داستانیں سناتا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے تو وہ لوگوں سے کہتا کہ یہ باتیں جو میں کہتا ہوں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں سے اچھی ہیں خدا کی قسم ایسا نہیں البتہ میرے بیان کئے ہوئے قصے زیادہ پر لطف ہیں اس کی ان خباثتوں پر اللہ تعالیٰ نے "سورہ لقمان" میں یہ آیت نازل فرمائی جس میں رب تعالیٰ نے بتایا کہ "یہ دوزخی ہے اور اس کا شمار نقصان اٹھانے والوں اور بدبختوں میں سے ہے"

اور کچھ لوگ اس کی باتیں سنتے ہیں کہ بے سمجھ بے راہ خدا سے بھٹکا دیں اور اس کا مذاق اڑائیں ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے" ایسے لوگوں کے لئے سورہ تطفیف میں فرمایا "جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہہ دیتا ہے یہ تو پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں" اس سورہ کے علاوہ قرآن کریم میں جہاں کہیں "اساطیر الاولین" آیا ہے وہ نضر بن حارث کے بارے میں ہے کیونکہ یہ نضر بن حارث ہی کہا کرتا تھا کہ یہ قرآن کریم جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لائے ہیں یہ پرانے لوگوں کے افسانوں کی طرح ہے اور سابقہ لوگوں کی سرگزشت اور ان کی حکایتوں کی مانند ہے اور (خاکم بدہن) میں ان سے بہتر جانتا ہوں۔ نضر بن حارث نے بہت ملکوں کے سفر کئے تھے اور بہت تجربات حاصل کئے تھے اس نے رستم اور اسفندیار کے قصے اور عجم کے بادشاہوں کے واقعات یاد کر رکھے تھے اس کے علاوہ اس کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ اسے فصاحت و بلاغت میں امتیازی

حیثیت ملی تھی۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی نشست میں تلاوت قرآن فرماتے اور انبیاء سابقین کے واقعات بیان فرماتے عاد و ثمود فرعون اور ہامان کے واقعات سناتے زمین و آسمان کے عجائبات کا تذکرہ فرماتے تو نضر بن حارث کہتا کہ میں اس سے بہتر واقعات سنا سکتا ہوں اور وہ رستم و اسفندیار اور عجم کے بادشاہوں کے واقعات سنانے لگتا ان دلچسپ واقعات کو سن کر کافر تعجب کرتے اور خوش ہوتے اور یہ کہتے کہ نضر بن حارث جو قصے سناتا ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سنائے ہوئے واقعات سے دلچسپ ہوتے ہیں اور ان قصوں کو سن کر بیہودہ باتیں کرتے ہوئے اٹھ آتے۔

کفار قریش کا وفد احبار یہود کے پاس

جب نضر بن حارث نے کفار مکہ کو گزشتہ صفحہ پر مذکور اپنے تجربات کے بارے میں بتایا تو سرداران قریش نے اس سے کہا کہ تم اور عقبہ بن ابی معیط مدینہ جا کر یہود کے عالموں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں معلومات کرو کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں تورات و انجیل کے عالم ہونے کی وجہ سے وہ اپنی کتابوں اور اسلاف سے سنی ہوئی باتوں کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور تعریفات کے بارے میں بتائیں گے۔ چنانچہ نضر بن حارث نے رضامندی کا اظہار کیا اور وہ دونوں عقبہ بن ابی معیط کے پاس مدینہ آئے احبار یہود سے ملاقات کی اور ان سے کہا ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کیونکہ تم لوگ تورات و انجیل کے عالم ہو ان کتابوں کی روشنی میں مراسم و معالم نبوت اور صداقت و عدم صداقت کے علاوہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں بتائیں تاکہ حق اور ناحق میں امتیاز ہو سکے۔ اس شخصیت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کا اعلان کر کے ہمارے دین کو باطل کہنا شروع کیا ہے اور وہ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں وہ عجیب و غریب باتیں کرتے ہیں اور ہم پر کفر و ضلالت کا الزام لگاتے ہیں اور وہ نادر قرآن کی ہمارے سامنے تلاوت کرتے ہیں۔ نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کی باتیں سن کر علماء یہود نے کہا تم لوگ جاؤ اور ان سے تین سوال کرو اگر وہ درست جواب دیں تو یقین کرلو کہ وہ سچے نبی ہیں اور ان کے جواب درست نہ ہوں تو یہ سمجھ لو کہ وہ نبی نہیں اور ان کا دعویٰ غلط ہے۔ وہ سوال یہ ہیں

(۱) ان سے اصحاب کہف کے بارے میں معلوم کرو (۲) ذوالقرنین کے بارے میں پوچھو (۳) روح کی

حقیقت کے بارے میں سوال کرو۔

کفار قریش کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے سوالات

اس گفتگو کے بعد یہ دونوں مکہ واپس آ گئے اور احبار یہود سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا۔ مشورہ کے بعد کفار قریش نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر یہ سوالات دریافت کئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کل آنا تو میں ان سوالات کے جواب دوں گا آپ نے انشاء اللہ کا لفظ نہ کہا۔ چنانچہ دوسرے دن جناب جبریل وحی لے کر نہ آئے اور مسلسل پندرہ دن تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت دل تنگ ہوئے ادھر کفار قریش نے جوابات نہ ملنے پر ہرزہ سرائی شروع کر دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوسرے دن جواب کا وعدہ کیا تھا اب پندرہ دن ہو رہے ہیں ہمیں کوئی جواب نہیں ملا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دعوی نبوت باطل ہے اور یہ خدا کہ نبی نہیں ہیں ان کی حرکتوں سے نبی علیہ الصلوۃ والسلام بہت رنجیدہ ہوئے

پندرہ دن بعد جبریل علیہ السلام "سورہ کہف" لے کر نازل ہوئے جس میں حضرت ذوالقرنین اور "اصحاب کہف" کا تذکرہ ہے اور روح کے بارے میں سورہ "بنی اسرائیل" میں وضاحت کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ ان کافروں کے سوالوں کے جوابات ان آیات کی روشنی میں دیئے جائیں چنانچہ ان ہرزہ سراؤں اور اسلام دشمنوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور انہیں حضرذوالقرنین اصحاب کہف اور روح کے بارے میں بتایا ان جوابات کو سن کر بعض نے اسلام قبول کر لیا مگر بعض اسلام کے انکار پر ڈٹے رہے اور اسلام نہ لائے۔

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب جبریل علیہ السلام "سورہ کہف" لے کر نازل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور جبریل علیہ السلام پر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا "جبریل میں تو بدگمانیوں کا شکار ہو گیا تھا"

جبریل امین نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم رب تعالٰی کی اجازت کے بغیر وحی نہیں لاتے اور میرے تاخیر سے آنے کی وجہ یہ تھی کہ جب کافروں نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے ان سے دوسرے دن جواب دینے کا وعدہ تو کر لیا لیکن آپ نے "انشاء اللہ" نہ کہا لہٰذا اس سبب سے میری آمد میں تاخیر ہوئی آئندہ جب آپ کسی سے کوئی وعدہ کریں تو رب تعالٰی کو فراموش نہ کریں اور انشاء اللہ

کہا کریں۔ اور اس بارے میں رب کریم کی ہدایت "سورہ کہف" کی آیت ۲۳۔ ۲۴ میں منقول ہے جس کا ترجمہ یہ ہے اور کسی چیز کے بارے میں آپ یہ نہیں کہیں کہ میں یہ کل کرنے والا ہوں۔ مگر یہ کہ اگر اللہ چاہے۔

اصحاب کہف کا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا "کیا آپ نے سمجھا کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم "اصحاب کہف" کے بارے میں سوال پر آپ کو تعجب کیوں ہوا؟ کہ یہ عجیب و غریب واقعہ ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت پر بہت سے کرشمے ظاہر فرمائے ہیں اگر یہ کافر غور و فکر کریں اور عجائبات پر نظر ڈالیں تو وہ عجائبات قدرت کے لاکھوں انداز دیکھیں گے اور انہیں لاکھوں عجائبات قدرت میں سے ایک واقعہ "اصحاب کہف" کا ہے

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم چند نوجوان ظالم اور ستمگر بادشاہ دقیانوس کے ہاتھوں ظلم و ستم کا شکار ہو کر شہر سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے۔ غار میں پہنچ کر انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دست دعا اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہوئے۔ " خدواندا ہم پر رحمت نازل فرما۔ ہمیں راہ راست کی جانب ہدایت فرما اور ہمارے کاموں کو آسان فرما" اس دعا کی تفصیل رب کریم نے "سورہ کہف" کی آیت ۱۰ میں اس طرح فرمائی" جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو دعا کی اے ہمارے رب ہم پر اپنی طرف سے رحمت نازل فرما اور ہمارے کاموں میں کامیابی کے اسباب مہیا فرما۔ رب کریم نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کے مقصد میں کامیابی عطا فرمائی ان کے دلوں سے خوف و ہراس کو دور کر دیا اور ان کی آنکھوں میں نیند کی کیفیت پیدا کر دی تاکہ وہ سکون و اطمینان سے سو سکیں اور کافروں کے ظلم و ستم سے محفوظ ہو جائیں اور "دقیانوس" کے پنجہ ظلم و استبداد سے آزادی حاصل کریں اور لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جائیں۔ اس طرح وہ تین سو نو سال حجاب عظمت اور پردہ و قایت میں محو آرام رہے اشاد ربانی ہے پھر ہم نے انہیں غار میں گنتی کے کئی سال گہری نیند سلا دیا اس طرح (تین سو نو سال کے بعد) ہم نے انہیں جگایا۔ ان کی نیند کے وقفے میں (دقیانوس کی) رعایا میں اختلاف رونما ہوا اور مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ حاصل ہوا اور قیامت کے وقوع کے منکر ہونے کے باوجود مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا اقرار کرنے لگے اس واقعہ کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی

کو بتائی جس کی جانب "سورہ کہف" کی آیت نمبر گیارہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے اے نبی مکرم اصحاب کہف اصحاب کہف کا قصہ یہ ہے جو ہم آپ کو سناتے ہیں۔ کہ اصحاب کہف نوجوانوں کی ایک جماعت تھی جو ہماری ربوبیت اور خدائی پر ایمان لائی تھی اور انہوں نے بت پرستی کو ترک کیا تھا کافروں اور مشرکوں سے بیزاری کا اظہار کیا تھا۔ انہیں ہم نے راہ ہدایت سے سرفراز کیا انہیں صبروثبات کی توفیق عطا فرمائی ان کے دلوں میں یقین و ایمان کی شمع فروزاں کی"

اصحاب کہف کا تعارف

"اصحاف کہف" کے ایمان کے بارے میں مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "دقیانوس" کے عہد حکومت میں بت پرستی عام تھی خود بادشاہ بت پرستی ہی نہیں کرتا تھا بلکہ خدائی کا دعویٰ بھی کرتا تھا۔ جو شخص اس کی خدائی پر ایمان نہ لاتا اور اس کا اتباع نہ کرتا تو اس کو ہلاک کرا دیتا تھا۔ "اصحاب کہف" کا تعلق شاہی خاندان سے تھا یہ بادشاہ کے دربار سے متعلق تھے اور بادشاہ کی خدمت گزاری کرتے تھے اور ان سات افراد میں سے ہر فرد ایک ایک دن بادشاہ کی خدمت گزاری کرتا۔ ان نوجوانوں کے نام یہ ہیں مکسلمینا۔ یملیخا۔ مرطونس۔بینیونس۔ ساریونس۔ ذونواس۔ اور کفیشیطی نونس ان سات افراد کے ساتھ ایک کتا بھی تھا جس کا نام "قطمیر" تھا

ان سات نوجوانوں کے قائد کا نام "یملیخا" تھا یہ ایک دن بادشاہ دقیانوس کی پیشی میں کھڑے تھے ایک دم تخت شاہی کے ایک کنارے پر ایک بلی کو دی۔ بادشاہ گھبرا کر تخت سے کود کر بھاگا۔ اور قریب تھا کہ وہ گر پڑے دہشت سے اس کا چہرہ پیلا پڑگیا تھا۔ یملیخا عقلمند اور صاحب فراست انسان تھے انہیں اس وقت خیال آیا کہ بادشاہ خدائی کا دعویٰ تو کرتا ہے لیکن ایک بلی کے کودنے سے خوف زدہ ہوگیا ہے یہ خدائی کے لائق اور قابل پرستش نہیں۔ الوہیت کے احکام کا دارومدار علم و حکمت پر ہے اگر اس شخص (دقیانوس) کو حقیقت کا علم ہوتا تو اس کو بلی کے کودنے کا علم ہونا چاہئے تھا تاکہ جب بلی کودی تو یہ اپنی جگہ سے گھبرا کر نہ کودتا اور خوفزدہ نہ ہوتا یہ ہماری طرح عاجز اور جاہل ہے لہذا یہ مناسب نہیں کہ اس کی خدائی کو تسلیم کیا جائے اور اس کی عبادت کی جائے۔ ان خیالات کے بعد "یملیخا" بادشاہ کی خدمت سے فارغ ہو گئے اور اپنے ساتھیوں کے پاس متفکر ہو کر آ کر بیٹھ گئے۔ ساتھیوں نے جو کھانا پکایا وہ لا کر ان کے سامنے رکھ دیا لیکن انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ

بڑھایا تو ساتھیوں نے دریافت کیا کیوں پریشان ہو کیا بات ہے؟ یملیخا نے کہا تم اپنا کام کرو اس وقت میرا دل نہیں چاہتا۔ دوستوں نے کہا تمہیں بتانا ہو گا کیا بات ہے؟ یملیخا نے کہا میں نہیں بتا سکتا۔ یہ سن کر سب ساتھی ان کے گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے ہم بھی اس وقت تک کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائیں گے جب تک آپ ہمیں حالات سے آگاہ نہ کریں۔ چنانچہ جب یملیخا نے یہ محسوس کر لیا کہ بغیر بتائے چارہ کار نہیں تو کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر میں نے تمہیں حقیقت سے آگاہ کر دیا تو تم میری تائید نہ کرو گے اور میرے راز کی حفاظت نہ کرو گے اس طرح میں ہلاکت میں پڑ جاؤں گی چنانچہ ساتھیوں نے قسم کھا کر راز کی حفاظت کی یقین دھانی کی کہ وہ کسی کے سامنے یہ بات نقل نہ کریں گے اس یقین دھانی کے بعد "یملیخا" نے بلی کے کودنے اور اپنے دل میں آنے والے خیالات کا اعادہ کیا اور بتایا کہ اس معلق آسمان کے نیچے بچھی ہوئی زمین اور عالم میں پیش آنے والے عجائب و غرائب کے کسی قدیم صانع اور علیم پروردگار کا ہونا لازم ہے اس لئے ہم اپنی زندگی کو کیوں ضائع کریں اور اس ظالم ستمگار اور خون خوار (جو ایک بلی سے ڈرتا ہے اور مچھر سے گھبراتا ہے) کی خدمت کریں کبھی اس کی پرستش کریں اور کبھی بتوں کو سجدہ کریں۔ میرے دوستو اب تم گواہ ہو جاؤ کہ میں ان اعمال سے برات کا اظہار کرتا ہوں اور آسمان و زمین کو بنانے والے خدا پر ایمان لاتا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین و ملت کو قبول کرتا ہوں۔ "یملیخا" کی باتیں سن کر سب ان کے قدموں پر گر گئے قدم بوسی کی اور کہا بھائی ہم بھی بہت دنوں سے یہی سوچ رہے تھے لیکن کہہ نہ سکتے تھے اب جب تمہارا بھی یہی فیصلہ ہے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہاری اتباع کریں گے ہم وقیانوس کی خدائی اور بت پرستی سے اظہار برات کرتے اور زمین و آسمان کو بنانے والے خالق و مالک پر ایمان لاتے ہیں۔

یملیخا نے جب اپنے دوستوں سے یہ باتیں سنیں اور یکجہتی کے انداز کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور شکر الٰہی بجا لائے اس کے بعد یہ سب وہاں سے "دقیانوس" کے پاس آئے اور اس کے تخت شاہی کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔ دقیانوس سنو! اب تک ہم تمہاری پرستش کرتے رہے تھے اب ہمیں یہ ظاہر ہو گیا کہ تم خدائی کے لائق نہیں ہم تیری خدائی سے بے زار ہو گئے ہیں اور زمین و آسمان کو بنانے والے خدا پر ایمان لے آئے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ کائنات میں اس کے علاوہ اور کوئی پروردگار نہیں نہ کوئی خدائی کے لائق ہے اور اس کے علاوہ اگر کوئی خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور ایسا اعتقاد رکھتا ہے تو وہ کافر و ملحد ہے۔ رب تعالیٰ نے سورہ کہف کی آیت ۱۴ میں فرمایا ہے "اور ہم نے

ان کے دلوں کو قوت عطا فرمائی جب وہ بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوئے اور انہوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب تو وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی معبود کی ہرگز عبادت نہ کریں گے اس وقت (کسی دوسرے معبود کی عبادت) ہماری ناحق بات ہوگی" یہ کہہ کر وہ دقیانوس کے پاس سے چلے آئے دقیانوس نے یہ سوچ کر کہ یہ لوگ اس کے خاص لوگوں میں سے تھے کچھ نہ کہا بادشاہ کے پاس سے آنے کے بعد انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ یملیخا نے کہا دوستو! ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اس کی توحید کا اقرار کیا ہے دقیانوس اور بتوں کی پرستش سے بیزاری کا اقرار کیا ہے اب مناسب یہ ہے کہ ہم یہاں سے ایسی جگہ چلے جائیں جہاں دوسروں کی نظروں میں نہ آئیں وہاں عبادت الٰہی میں مشغول ہوں تاکہ اس کی رحمت کے سایہ میں آ جائیں اور ہمیں اچھا اور عمدہ ماحول میسر آ جائے" سورہ کہف کی آیت ۱۶ میں رب تعالیٰ نے فرمایا "اور ان نوجوانوں نے آپس میں کہا جب تم اللہ تعالیٰ کے سوا مشرکوں کے معبودوں سے کنارہ کش ہو گئے تو اب غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لئے رحمت کے دروازے کشادہ فرمائے گا اور تمہارے کاموں میں تمہارے لئے آسانیاں مہیا فرمائے گا۔"

کچھ دن بعد ان لوگوں نے دقیانوس سے شکار پر جانے کی اجازت لی اور شکار پر روانہ ہوئے راستہ میں ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی اس سے انہوں نے کھانا طلب کیا۔ چرواہے نے انہیں کھانا دے کر کہا۔ میرے مہمانو! میں تمہارے چہروں سے شہزادگی کے آثار دیکھتا ہوں بتلاؤ! یہ کیا حالت ہے اور تم کسی حال میں ہو؟" تو ان لوگوں نے کہا یہ بتانے کی بات نہیں! یہ سن کر چرواہے نے کہا میں راز داری کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس وعدہ پاسداری پر انہوں نے چرواہے کو ساری بات بتا دی۔ چرواہے نے کہا عرصے سے میں بھی یہی سوچتا رہا تھا لیکن کسی کو بتانے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ اب مجھے اپنے ہم خیال احباب دستیاب ہوئے ہیں آپ لوگ مجھے اتنی مہلت دیں اور میرا انتظار کریں تاکہ میں لوگوں کی بکریاں ان کے پاس پہنچا دوں اور آپ کے ساتھ ہو جاؤں ان نوجوانوں نے کہا مناسب ہے ہم تمہارا انتظار کریں گے چنانچہ چرواہا گیا اور بکریاں چھوڑ کر جلد واپس آیا تو یہ سب روانہ ہوئے چرواہے کے ساتھ اس کا کتا بھی تھا وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا تو نوجوانوں نے کہا کہ اس کتے کو واپس کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے بھونکنے سے لوگوں کو ہمارے راستہ کا علم ہو جائے اور ہمارا پتہ چل جائے چنانچہ کتے کو متعدد بار بھگانے کی کوشش کی گئی لیکن وہ واپس نہ ہوا جب انتہائی کوشش کی

گئی تو خلاف نظام فطرت کتا گویا ہوا میری طرف سے فکر نہ کریں میں تو آپ لوگوں کی حفاظت کے لئے ساتھ ہوں آپ لوگوں کی نشاندھی کے لئے نہیں کتے کی یہ بات سن کر مطمئن ہو گئے اور روانہ ہوئے کتا ان کے تعاقب میں رہا یہاں تک کہ یہ لوگ غار تک پہنچے تو یہ سب غار میں چلے گئے اور کتا بھی غار کے دروازے پر بازو پھیلا کر سو گیا "سورہ کہف" کی آیت ۱۸ میں اس کی منظر کشی اس طرح کی گئی و **کلبھم باسط ذراعیہ بالوصید** اور "ان کا کتا بھی غار کے دھانے پر بازو پھیلائے بیٹھا ہے"۔

جب چند دن یہ نوجوان بادشاہ کے دربار میں نہ گئے تو اس کو فکر ہوئی تو ان کی تلاش و تجسس کی سوجھی لوگوں سے معلوم کیا تو اس کو بتایا گیا کہ یہ لوگ تو کئی روز سے غائب ہیں اور کسی نے انہیں نہیں دیکھا یہ سن کر دقیانوس کو یقین ہو گیا کہ یہ نوجوان اس کے دین و ملت سے بیزار ہو کر بھاگ گئے ہیں۔ لہٰذا ان کی تلاش شروع کرائی تاکہ انہیں گرفتار کر کے قتل کرائے۔

غار کے قیام کے دوران یملیخا چھپ کر روزانہ غار سے باہر آتے اور اپنے ساتھیوں کے لئے کھانا خریدتے ایک دن یہ شہر آئے ہوئے تھے تو اندازہ ہوا کہ ان کے بھاگنے کا راز فاش ہو چکا ہے اور دقیانوس اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلنے والا ہے لہٰذا یہ جلدی جلدی کھانا خرید کر غار میں آئے اور اپنے ساتھیوں کو حالات سے آگاہ کیا کہ دقیانوس اور اس کا لشکر ہماری تلاش میں باہر نکلے ہیں۔ جب ان لوگوں نے یملیخا سے یہ بات سنی تو کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے کی بجائے بارگاہ الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور مصروف دعا ہوئے انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی خداوندا ہمیں دقیانوس اور اس کے لشکر والوں کی آنکھوں سے پوشیدہ کر دے رب تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور ان پر نیند مسلط کر دی اور دقیانوس کا خوف ان کے دلوں سے جاتا رہا۔ ادھر دقیانوس اور اس کے لشکروں نے ان حضرات کو جنگلوں پہاڑوں میدانوں میں تلاش کیا لیکن ان کو نہ پا سکے تو مایوس ہو کر آخری ٹھکانہ غار کے دہانہ پر آ کر پڑاؤ ڈال دیا تاکہ یہاں رہیں اور دیکھیں جب دقیانوس کے آدمی غار کے اندر گئے تو قدرت کاملہ نے ان کی آنکھیں بے نور کر دیں اور وہ غار میں انہیں نہ دیکھ سکے باہر آ کر دقیانوس سے کہا اے بادشاہ ہم نے غار میں انہیں نہیں پایا یہ سن کر دقیانوس نے کہا وہ یقیناً" غار میں ہوں گے اب یہ کیا جائے کہ غار کے دہانے کو پتھروں سے بند کیا جائے اور ان پتھروں کو گچ سے جوڑ کر اس پر گچ ہی کی گل کاری کی جائے تاکہ یہ لوگ باہر نہ نکل سکیں اور بھوک پیاس سے غار میں مر جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا

دقیانوس کے ایک درباری کا کارنامہ

دقیانوس کے دربار کا ایک معتمد جو مسلمان ہو چکا تھا لیکن اس نے برملا ایمان کا اظہار نہ کیا تھا جب اس نے غار کا دہانہ بند ہوتے دیکھا تو اس نے جرات کی ایک تختی پر "اصحاب کہف" کے نام ان کی پوشیدگی کی تاریخ اور اسباب گمشدگی لکھ کر اس تختی کو تانبے کے ایک صندوق میں بند کر کے غار کے دہانہ پر بنائی جانے والی دیوار میں احتیاط کے ساتھ رکھ دیا اور اس کی حفاظت کا مضبوط انتظام کر دیا۔ اور یہ کام اس لئے کیا کہ جب کچھ عرصہ کے بعد مسلمانوں کے عروج کا وقت آئے گا اور "اصحاب کہف" کے بارے میں معلومات درکار ہوں گی تو یہ تختی حقیقت حال کو ظاہر کرے گی اور غار کا یہ دہانہ عوام و خواص کی زیارت گاہ بن جائے گا غرضیکہ تین سو نو سال کی مدت گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دی اس کی بات کی تائید سورہ کہف کی اس آیت ۲۰ سے ہوئی ہے اور یہ لوگ غار میں تین سو نو سال سے زیادہ رہے"

دقیانوس کا زوال اور عادلانہ نظام

دقیانوس جس علاقہ پر حکومت کرتا تھا کچھ عرصہ کے بعد اس علاقہ پر ایک مسلمان عادل بادشاہ مسند اقتدار پر فائز ہوا اس نے عدل و احسان کو ملک میں رواج دیا اور عوام کو بت پرستی سے باز رکھنے کی ترغیب دی اور راہ حق کی طرف متوجہ کیا اس کی تبلیغ سے بہت سے لوگوں نے بت پرستی ترک کر کے ایمان قبول کر لیا رعایا میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو بت پرستی پر قائم رہا مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور قیامت کا منکر رہا باوجودیکہ نیک سیرت بادشاہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور قیامت و بعثت کے بارے میں دلائل دیتا عذاب دوزخ سے ڈراتا لیکن وہ لوگ انکار میں محو رہتے اور انکار کرتے رہتے اور تبلیغ قبول نہ کرتے تھے

بادشاہ نہایت عابد و زاہد تھا وہ آدھی رات کو اٹھ کر بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا خداوندا! اس قوم کے لئے کوئی کرشمہ قدرت ظاہر فرما اور ان کے لئے کوئی قدرتی دلیل پیش فرما جس کی نظیر ماضی میں نہ ملتی ہو تاکہ یہ لوگ "بعث بعد الموت" اور قیامت کا انکار نہ کر سکیں۔ رب کریم نے اس بادشاہ کو قبولیت عطا فرمائی اور اصحاب کہف کے دوبارہ زندہ اٹھ جانے کے واقعہ کو ان کے حق میں دلیل و برہان فرمایا اور یہ منکرین "بعث بعد الموت" اس کے معترف ہو گئے انکار کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور قیامت کا اقرار کرنے لگے اور اس پر اعتبار کر کے اسلام لے آئے جب حکمت الٰہی نے چاہا کہ "اصحاب کہف" کو بیدار اور زندہ فرمائے تو رب کریم نے ایک چرواہے کے دل میں جو قریب میں بکریاں چرا رہا تھا یہ خیال پیدا کیا کہ وہ غار کے دہانے سے دیوار کو ہٹا دے اور اس کے پتھروں سے اپنی بکریوں کی چہار دیواری بنا لے چنانچہ غار کا دہانہ پہلے کی طرح کھل گیا

اس وقت اللہ تعالیٰ نے "اصحاب کہف" کو نیند سے بیدار کیا۔ جب یہ لوگ نیند سے جاگے تو سوچنے لگے کہ ہم ایک دن یا اس سے کچھ زیادہ عرصہ غار میں رہے ہیں کیونکہ جب ہم غار میں گئے تھے اس وقت صبح کا وقت تھا اور جب کہ جاگے تو شام کا وقت تھا حالانکہ ان کے خیال کے برخلاف یہ لوگ تین سو نو سال وہاں رہے تھے اور یہی سمجھتے رہے کہ ایک دن یا اس سے کچھ زیادہ مقیم رہے ہیں اور اس کی تائید قرآن کریم کی "سورہ کہف" کی اس آیت ۱۹ سے ہوتی ہے اور اسی طرح ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ آپس میں گفتگو کریں ان میں سے ایک نے کہا تم غار میں کتنی دیر رہے تو ان میں سے ایک نہ کہا ہم یہاں ایک دن یا اس سے کچھ زیادہ رہے ہیں تو ان لوگوں نے کہا تمہارا رب زیادہ جاننے والا ہے کہ ہم یہاں کتنی دیر رہے ہیں

جب انہوں نے اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کی طرف نظر کی تو انہیں سفید پایا تو سب آپس میں کہنے لگے یہ کیا بات ہے؟ جب ہم غار میں آئے اور سوئے تو سب جوان تھے اور ہمارے بال سیاہ تھے اب ہمارے بال سفید ہو چکے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم یہاں زیادہ عرصہ رہے ہیں۔ جب ان پر شک کی کیفیت طاری ہوئی تو آپس میں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ہم کتنے عرصہ سوتے رہے چنانچہ رب تعالیٰ نے انہیں زبان سے کہلوایا تمہارا رب بہتر جانتا ہے کہ تم لوگ یہاں کتنے عرصہ رہے تھوڑی دیر بعد ان لوگوں کو بھوک کا احساس ہوا۔ چنانچہ حسب سابق یملیخا اٹھے چند دقیانوسی سکے لئے اور کھانا لینے کے لئے بازار چل دیئے جب وہ جانے لگے تو ساتھیوں نے کہا یملیخا جب کھانا خریدو تو ایسی جگہ سے خریدنا جہاں حلال غذا ملے اور احتیاط کے ساتھ جانا تاکہ دقیانوس اور اس کے لشکر کو پتہ نہ چلے تاکہ وہ آکر ہمیں نہ پکڑ لیں اور ہمیں سنگسار نہ کر دیں یا ہمیں دوبارہ بت پرستی اور کفر میں مبتلا کریں اگر انہوں نے ہمیں بت پرستی اور کفر میں مبتلا کر دیا تو ہمارے لئے فلاح و نجات کے راستے بند ہو جائیں گے۔ یہ لوگ یہ سمجھتے رہے تھے کہ دقیانوس ابھی تک زندہ ہو گا اور حقیقت حال وہ تھی جس کی منظر کشی رب کائنات نے سورہ کہف کی آیات ۱۹۔ ۲۰ میں اس طرح کی "پس بھیجو کسی کو شہر کی جانب چاندی کے سکے لے کر جو اچھا کھانا لے کر آئے اور احتیاط کے ساتھ جائے تاکہ وہ پہچانا نہ جائے اگر وہ پکڑا گیا تو دقیانوس اور اس کے فوجی یا تو ہمیں سنگسار کر دیں گے یا دوبارہ اپنے دین (بت پرستی) میں شامل کرنے کی کوشش کریں اور ہم اس وقت کہیں کے نہ رہیں گے اور کبھی فلاح نہ پائیں گے"۔

جب یملیخا کھانا لانے کے لئے باہر جانے کے لئے نکلے اور غار کے دہانے پر آئے تو ٹوٹی ہوئی دیوار کے نشانات اور غار سے باہر جانوروں کا باڑہ بنا دیکھا تو تعجب سے سوچنے لگے کیا معاملہ ہے جب ہم غار میں گئے

تھے تو نہ دیوار تھی نہ جانوروں کا باڑہ یہ سوچتے ہوئے بڑھتے گئے تو شہر کی حالت بھی بدلی ہوئی نظر آئی شہر کی آبادی میں نہ وہ لوگ تھے جنہیں پہلے دیکھتے آئے تھے نہ وہ زبان مروج تھی جس کو اب تک بولتے آئے تھے سخت متعجب ہوئے کہ ایسا کس طرح ممکن ہے۔ چنانچہ بازار میں پہنچ کر ایک روٹی والے (تنور) سے روٹی خریدی اور دوکاندار کو دقیانوسی دور کے سکے دیئے تو دوکاندار نے تعجب سے ان سکوں کو دیکھا تو یملیخا سے کہا میاں! یہ سکے کہاں سے لائے؟ یملیخا نے کہا آپ کو اس سے کیا مطلب پیسے لیں اور روٹی دیں ورنہ رقم واپس کریں ہوٹل والے نے یہ بات سن کر کہا جناب یہ تو دقیانوسی دور کے سکے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ہاتھ کہیں سے دفینہ لگا ہے جہاں سے یہ سکے ہاتھ آئے ہیں اب اس دفینہ سے میرا حصہ بھی دو ورنہ بادشاہ کے دربار میں تمہیں لے جا کر ساری بات بتا دوں گا۔ یملیخا نے کہا غلط ہے ہمارے ہاتھ کوئی دفینہ نہیں لگا ہے۔ لیکن ہوٹل والا ان کی بات سے مطمئن نہ ہوا اور آپس میں تکرار ہونے لگی تو لوگ جمع ہو گئے اور یملیخا کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے گئے اور اس کو سارا واقعہ سنایا۔ قاضی نے یملیخا سے معلوم کیا میاں یہ سکے کہاں سے آئے؟ شاید کوئی خزانہ مل گیا ہے؟ یملیخا نے کہا قاضی صاحب ہمارے ہاتھ کوئی دفینہ نہیں آیا یہ شخص جھوٹ کہتا ہے قاضی نے کہا حقیقت بتاؤ ورنہ تمہیں جیل کی ہوا کھلائیں گے۔ یہ سن کر یملیخا نے قاضی صاحب سے کہا پہلے آپ میری ایک بات کا جواب دیں تو آپ کو حقیقت سے آگاہ کروں گا قاضی نے کہا معلوم کرو کیا دریافت کرنا چاہتے ہو تو یملیخا نے گزشتہ کل یہاں جس بادشاہ دقیانوس کی حکومت تھی آج وہ کہاں گیا اور اس کے لشکر کا کیا ہوا؟ قاضی نے کہا تم عجیب بات کہتے ہو اور یہ بات تو ان سکوں کو بھنانے سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے اس دور میں خطہ زمین پر کوئی بادشاہ دقیانوس نامی نہیں ہے اور تم کیسا سوال کر رہے ہو؟ ہم نے تو تاریخ میں دقیانوس نامی بادشاہ کا تذکرہ پڑھا ہے جو خدائی دعویٰ کرتا تھا اور اس واقعہ کو تین سو سال سے زیادہ گزر چکے ہیں اب تو اس خطہ پر ایک مرد مومن نیک سیرت سریر آرائے سلطنت ہے جس کا نام "تندوسیس" ہے یہ سن کر یملیخا کو تعجب ہوا اور انہوں نے خود پر اور ساتھیوں پر گزرنے والے واقعات سے قاضی کو آگاہ کیا اور بتایا کہ ہم دقیانوس کے ظلم و ستم سے بچ کر ایک غار میں چلے گئے تھے وہاں ایک دن یا اس سے زیادہ قیام کیا اور زیادہ وقت سوتے رہے بیدار ہونے پر ہمیں بھوک کا احساس ہوا کچھ رقم جو ہمارے پاس تھی میں ان میں سے کچھ لے کر کھانا خریدنے بازار آیا اب نہ مجھے وہ بازار نظر آ رہا ہے نہ بازار میں وہ آدمی ہیں جو بازار میں پہلے نظر آتے تھے اور مجھے وہ انداز بھی نظر نہ آئے قاضی نے تعجب کرتے ہوئے یملیخا کی جانب دیکھا تو یملیخا نے کہا اگر آپ چاہیں تو میرے

ساتھ غار میں چلیں اور میرے ساتھیوں سے ملاقات کریں چنانچہ قاضی شہر چند معروف و معزز اشخاص کے ساتھ غار کی طرف روانہ ہوئے تو یملیخا نے آگے بڑھ کر غار میں آ کر اپنے ساتھیوں کو صورت حال سے آگاہ کیا ان کے آنے سے قبل جب غار میں موجود حضرات نے کثیر مجمع کے قدموں کی چاپ اور گھوڑوں کے سموں کی آوازیں سنیں تو ڈر کر رونے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ یملیخا دشمنوں کے لشکر کو اپنے پیچھے لگا لایا ہے لیکن جب یملیخا کے آنے پر ان سے تفصیلات سنیں تو پرسکوں ہو گئے لیکن یملیخا نے روتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو بتایا میرے رفیقو کیا تمہیں احساس ہے کہ ہم تین سو نو سال تک اس غار میں سوتے رہے ہیں دقیانوس اور اس کے لشکری ہلاک ہو چکے ہیں اور اس عرصہ میں اس علاقہ پر چند قومیں آئیں اور گزر گئیں اور اب شہر کا یہ حال ہے قاضی اور شرفا معززین شہر تم سے ملاقات کے لئے آ رہے ہیں دقیانوس کی تباہی اور اس کے مظالم سے محفوظ رہنے پر یہ سب بہت خوش ہوئے۔ جب قاضی اور ان کے ساتھی غار کے قریب پہنچے تو غار کے دہانہ پر کھڑے ہو کر اس تابوت پر نظر ڈالی جو دقیانوس کے ایک ساتھی جو مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور انہوں نے تانبے کے تابوت میں ایک تختی پر اصحاب کہف کے نام اور حالات لکھ کر رکھا تھا تاکہ جب اسلام کا دور آئے اور ان اصحاب کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں تو حالات آسانی سے دستیاب ہو سکیں چنانچہ قاضی کے کہنے پر اس تابوت کو کھولا گیا اور اس تختی کر نکال کر پڑھا گیا اور اصحاب کہف کے غار میں آنے سے پہلے اور غار میں داخلہ کے واقعات سے آگہی حاصل کی گئی قاضی نے ان تمام کیفیات کی اطلاع بادشاہ کو بھجوائی اور خود غار کے دہانے پر کھڑے رہے بادشاہ کو جب ان واقعات کی اطلاع ملی تو وہ بھی اپنے درباریوں کے ساتھ وہاں آ گیا اور غار میں داخل ہو کر اصحاب کہف سے ملاقات کی ان سے تمام حالات معلوم کئے اصحاب کہف نے بادشاہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا اور بادشاہ نے چند سوالات کئے اور جب اس کے جوابات سے مطمئن ہوئے تو اس کو رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کی تلقین کی اس دوران جب کہ وہ بادشاہ سے گفتگو کر رہے تھے ان پر اس طرح نیند کا غلبہ ہوا کہ ان کی ارواح قفس عنصری سے پرواز کر گئیں یہ دیکھ کر بادشاہ وہاں سے اٹھا اور غار سے باہر آ کر یہ حکم دیا کہ غار کے دہانے پر ان اصحاب کہف کی یادگار تعمیر کی جائے جو زیارت گاہ عوام ہو۔ اس واقعہ کو دیکھ کر وہ لوگ جو بعث بعد الموت اور قیامت کے منکر تھے ایمان لے آئے اور انکار سے باز آ گئے بعث بعد الموت اور قیامت کا اعتراف کرنے لگے۔ اس واقعہ کی منظر کشی قرآن کریم کی سورہ کہف کی آیت ۲۱ میں اس طرح کی گئی ہے اور "اس طرح ہم نے لوگوں کو ان سے آگاہ کر دیا تاکہ وہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور

قیامت میں شک نہیں جب لوگ ان کے بارے میں جھگڑنے لگے تو انہوں نے کہا کہ ان کے قریب کوئی عمارت بنا دو ان کا رب ان کا حال خوب جانتا ہے جو لوگ اپنے کام پر غالب رہے ان لوگوں نے کہا ہم ان کے پاس ضرور مسجد بنائیں گے"۔

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا واقعہ

"ارشاد خداوندی ہے اے حبیب یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں معلوم کرتے ہیں تو آپ انہیں بتا دیجئے میں اس سلسلہ میں عنقریب تمہیں بتاؤں گا بے شک ہم نے انہیں خطہ زمین پر حکومت عطا فرمائی اور ہم نے انہیں ہر قسم کا سازوساماں عطا فرمایا تو وہ سفر مغرب کے لئے سامان تیار کرنے کے لئے پیچھے لگے۔"

اللہ تعالیٰ نے "سورہ کہف" میں حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے بارے میں آیت نازل فرمائی اور فرمایا "ذوالقرنین ایک بادشاہ تھے جنہیں ہم نے اقتدار عطا فرمایا۔ سیاست و سیادت کے رموز سے آگاہی عطا فرمائی اور اسباب جہانگیری سے واقفیت دی یہاں تک کہ انہوں نے مشرق سے مغرب تک کی سرزمین کو فتح کر لیا اور روئے زمین سے بادشاہوں کو مسخر کر کے اپنا مطیع بنا لیا۔ یا جوج و ماجوج کو روکنے کے لئے دیوار بنائی (جو تاریخ میں سد سکندری کے نام سے مشہور ہے) اور قطع مسافت کرتے ہوئے "چشمہ آب حیات" تک پہنچے اس کے بعد حکومت چھوڑ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے اور اپنے آخر وقت تک مصروف عبادت رہے"

کہا جاتا ہے کہ دنیا میں چار شخص ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے خطہ زمین مشرق سے مغرب تک کے علاقہ کو اپنے زیر نگیں کیا ان میں سے دو مسلمان حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین تھے اور دو کافر تھے نمرود اور بخت نصر تھے۔

روح کے بارے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

روح کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کے سوال کے جواب میں قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی (ترجمہ) "اے حبیب آپ سے یہ کافر روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ انہیں بتا دیں کہ روح تو "امر ربی" ہے اور تمہیں علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا (بنی اسرائیل آیت ۸۵) اور اس آیت کی تشریح یہ ہے کہ روح اسرار الٰہی میں سے ہے اور یہ وہ مسئلہ ہے جس پر بحث مناسب

نہیں اور بہت سی مخلوقات ایسی ہیں جن کا علم انسانوں کو نہیں دیا گیا اور ان کی حقیقت سے با خبر نہیں کیا گیا اور ان کی حقیقت سے آگاہ نہیں کیا۔ اور اس کے بارے میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا **وما اوتیتم من العلم الا قلیلا** ○

ایک ضمنی واقعہ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو علمائے یہود نے خدمت نبوی میں آ کر سوال کیا یا محمد (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) حق تعالیٰ نے **وما اوتیتم** میں امت محمدی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو مراد لیا ہے یا امت موسیٰ علیہ السلام کو جو ہم ہیں؟ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ آیت سب کے حق میں ہے یہ جواب سن کر ان یہودی عالموں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ قرآن کی آیات سے یہ ثابت نہیں کرتے کہ رب تعالیٰ نے تورات حضرت موسیٰ علیہ اسلام پر نازل فرمائی اور اس میں ہر چیز کو بیاں کیا گیا ہے اور تورات ہماری مذہبی کتاب ہے اور ہم اس کے علوم سے واقف ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استفسار پر فرمایا تورات میں بیان کردہ علوم کی مثال علم الہی کے مقابلہ اتنی بھی نہیں جیسا کہ دریا کے مقابلہ ایک قطرہ (یا یوں کہیں کہ تورات میں منقول شدہ چیزیں علوم الہیٰ کے دریا کا ایک قطرہ ہیں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان کی تصدیق رب کریم نے قرآن مجید کی سورہ لقمان کی آیت ۲۷ میں اس طرح فرمائی (خلاصہ) "اگر دنیا کے تمام درختوں کے قلم اور تمام دریاؤں کی روشنائی بنا لی جائے اور رب کریم کی تمام مخلوق شب و روز مصروف تحریر رہے اور اس وقت تک لکھتے رہیں جب تک کہ درخت ختم ہوں اور دریا خشک ہوں اور لکھنے والے تھک جائیں تو علم الہی دریا کے قطرہ کے مقابلہ میں بھی کچھ نہ لکھ سکیں گے یا کائنات کے ایک ذرہ کے مقابلہ میں بھی کچھ نہ لکھ سکیں گے۔"

مصنف جناب ابن اسحاق قلم طراز ہیں کہ یہاں کفار قریش کے سوالات جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینے کے لئے کئے تھے اور ان کے جوابات نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے دیئے ان کے بارے میں پہلے کہا جا چکا ہے (واللہ اعلم) اس کے بعد اصل موضوع نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم اور کفار مکہ کے درمیان جو واقعات پیش آئے ان کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الہی کی روشنی میں کفار قریش کے ان سوالات کے شافی جوابات دیئے جو انہوں نے مکہ مکرمہ میں پانی کے چشموں قصی کی زندگی اور نبی علیہ السلام کی نبوت کی

تصدیق کے بارے میں کئے تھے اس کے بعد رب کریم نے سورہ رعد کی آیت ۳۱ میں فرمایا " اے محمد آپ ان کافروں کو بتادیں اگر ہم ان پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر ان کی جگہ چشمے رواں کر دیں اور قصی بن کلاب کو زندہ کر دیں تاکہ وہ تم سے باتیں کرے یہ باتیں ہمارے لئے آسان ہیں آپ انہیں کہیں ہم وہ سب کچھ کرتے ہیں جو ہماری مشیت کے مطابق ہو نہ کہ وہ جو تم چاہتے ہو"

ان کافروں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر محمد (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر حق ہوتے تو فرشتوں کی طرح کھانا نہ کھاتے اور کسب معاش کے لئے دوسروں کی طرح بازاروں میں نہ جاتے کافروں کے اس اعتراض کے جواب میں رب تعالٰی نے فرمایا (ترجمہ آیت ۲۰ سورہ فرقان) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کافروں کو بتادیں کہ رب کریم فرماتا ہے کہ ہم نے ماسبق میں جن انبیاء کو مبعوث فرمایا وہ فرشتے نہ تھے بلکہ انسان تھے جب کہ تم بھی کھانا کھاتے اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے بازار جاتے ہو اس دور میں کسی امت نے اپنی زبانوں پر ایسی طعن آمیز باتیں نہ لائیں اور اس طرح ان کی تنقیص نہیں کی۔

کفار قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا اگر محمد (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر ہوتے تو ان کے لئے مناسب یہ ہوتا کہ ان کے پاس سیم و زر کا ذخیرہ ہوتا اس اعتراض کا جواب رب کریم نے سورہ فرقاں کی آیت ۱۰ میں اس طرح دیا ترجمہ " وہ (رب کریم) بڑی برکت والا ہے اگر وہ چاہے تو اس سے بہت بہتر بنا دے ایسے باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور آپ کے لئے اونچے محل بنا دے"

عبداللہ بن امیہ نے کہا تھا اگر محمد (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ جانتے ہیں کہ ہم (کفار قریش) ان پر ایمان لے آئیں تو ان کو چاہئے کہ وہ آسمان کی جانب ایک سیڑھی لگا کر آسمان پر جائیں اور وہاں سے چار فرشتوں کو لائیں جو ان کی نبوت کی گواہی دیں اس موقعہ پر رب کریم نے "سورہ اسراء" کی آیت ۹۳ نازل فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے یا آپ کے لئے سونے کا گھر ہو یا آپ آسمان پر جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے پر بھی ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہم پر ایک کتاب اتاریں جس کو ہم پڑھیں اے نبی کریم آپ ان کافروں کو بتادیں میرا رب پاک ہے میں نہیں ہوں مگر بشر اور اللہ کا بھیجا ہوا رسول"

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا تھا کہ اگر تبلیغ سے آپ مال جمع کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو بہت سی دولت دینے کے لئے تیار ہیں انکی اس ہرزہ سرائی پر رب کریم نے "سورہ سبا" کی آیت ۴۷ میں فرمایا جس کی تشریح یہ ہے "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کافروں سے

فرما دیجئے کہ مجھے تم سے کچھ نہیں چاہئے بلکہ مجھے بدلہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا جو ہر چیز کا دیکھنے والا ہے یعنی تمام امور پر گواہ ہے" اس طرح ان کافروں نے جو رد و قدح حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر آیات نازل فرما کر ان کافروں کے مزعومات کی تردید فرما دی تو کفار قریش کو یقین ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم در حقیقت نبی برحق ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں وہ حق پر مبنی ہوتا ہے لیکن اس اعتراف کے باوجود حسد و شقاوت ان کافروں کو دامن گیر رہی اور عناد کی وجہ سے وہ ایمان نہ لا سکے

منکرین اسلام کا اعتراف شکست

کفار قریش اپنے ہتھکنڈوں سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی کاموں میں خلل اندازی نہ کر سکے تو آپس میں کہتے تھے دوستو ہم حجت سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قابو حاصل نہ کر سکے اب مناسب یہ ہے کہ ہم ان کی باتوں کی طرف سے کان بند کر لیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ نہ سنیں البتہ ان کی باتوں کا مذاق اڑائیں اور ان باتوں کو لغو اور باطل گردانیں شاید اس طرح ہم ان پر غلبہ حاصل کر لیں لیکن رب کریم نے کافروں کی اس سازش کی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے دی اور آیت کریمہ نازل فرمائی (ترجمہ) " اس قرآن کو نہ سنو اور اس کی تلاوت کے وقت شور مچاؤ شاید اس طرح تم غالب آ جاؤ (سورہ حم سجدہ آیت ۲۶) اس موقعہ پر مذاق اڑاتے ہوئے ابوجہل نے کہا کہ انیس فرشتے دوزخ پر متعین ہیں کل تم ان سے عاجز آ جاؤ گے اور دیکھو گے کہ تم میں سے سو افراد کو ان میں سے ہر ایک کو قبضہ میں لے لے گا"۔

عبداللہ بن مسعود کی انفرادیت

جب کفار قریش نے یہ طے کر لیا اور اس پر عمل درآمد شروع کیا اور طریق کار یہ اختیار کیا کہ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور تلاوت قرآن کریم فرماتے تو کفار دور کھڑے ہو جاتے تاکہ تلاوت کی آواز ان کے کانوں میں نہ آئے اگر کوئی قرآن کریم کو سننا چاہتا تو وہ ان کافروں کے ڈر سے ایسا نہ کر سکتا اس دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی صحابی بھی ہمت نہ کر سکتا تھا کہ دوران نماز بلند آواز سے تلاوت کرے نماز میں جہر کے ساتھ تلاوت کا اولیں شرف جناب عبداللہ بن مسعود کو حاصل ہوا اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن صحابہ کرام جمع تھے اور آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ یہ کافر

تلاوت قرآن کو نہیں سنتے دیکھئے اب کون یہ ہمت کرتا ہے جو ان کے مجمع میں جا کر بلند آواز سے ان کے سامنے ڈنکے کی چوٹ تلاوت قرآن کرے اس موقعہ پر جناب ابن مسعود نے کہا یہ سعادت میں حاصل کروں گا۔ صحابہ نے کہا ایسا نہ کریں کیونکہ آپ کمزور و ناتواں ہیں اس کے علاوہ آپ کے قبیلہ و خاندان کے لوگ بھی نہیں جن کے دباؤ میں کفار قریش آ جائیں یہ تو آپ کو ستائیں گے جناب ابن مسعود نے فرمایا فکر کی کوئی بات نہیں ہے چنانچہ دوسرے دن جب سورج بلند ہوا اور سرداران قریش مقام ابراہیم پر جمع ہوئے تو حضرت عبداللہ بن مسعوداٹھے اور ان کے پاس جا کر سورہ رحمٰن کی تلاوت شروع کر دی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ **الرحمٰن** ○ **علم القراٰن** ○ **خلق الانسان** ○ **علمه البیان** جناب ابن مسعود پڑھتے رہے اور کفار قریش ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے آپس میں کہنے لگے کہ یہ ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ اس قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے

اس گفتگو کے بعد یہ لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کر جناب عبداللہ بن مسعود سے بھڑ گئے اور انہیں مارنا شروع کر دیا لیکن دھن کے پکے جناب ابن مسعود سورہ رحمٰن کی تلاوت کرتے رہے اور مکمل سورہ کو پڑھ کر ہی دم لیا۔

جناب زہری (رحمتہ اللہ علیہ) فرماتے ہیں ایک رات ابو سفیان بن حرب ابوجہل بن ہشام اور اخنس بن شریق اپنے گھروں سے اس لئے نکلے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تلاوت قرآن سنیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں نماز ادا فرما رہے تھے حضور علیہ اسلام کامعمول یہ تھا کہ دوران نماز بلند آواز سے تلاوت فرماتے تھے یہ تینوں گوشوں میں چھپ گئے اور تلاوت قرآن سنتے رہے یہاں تک کہ صبح ہونے لگی اور یہ وہاں سے چلے آئے انہیں یہاں کسی نے نہ دیکھا تھا دوسرے دن یہ تینوں ایک جگہ جمع ہوئے اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم نہیں سننا چاہئے تھا اگر لوگ دیکھ لیتے تو یہی خیال کرتے کہ قرآن کریم حق ہے اور وہ محمد (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر جا کر ایمان لے آتے اس بات چیت کے بعد وہ اپنی اپنی راہ لگے جب دوسری رات آئی تو ان تینوں کے دلوں میں سماعت قرآن کے جذبات ابھرنے لگے اور یہ انفرادی طور پر کاشانہ نبوی کی جانب روانہ ہوئے اور گزشتہ رات کی طرح چھپ کر تلاوت قرآن سنتے رہے اور صبح کے ظاہر ہونے سے پہلے وہاں سے روانہ ہو گئے تاکہ کوئی دیکھ نہ لے دن کے وقت جب یہ تینوں اکٹھے ہوئے تو آپس میں کہنے لگے تلاوت قرآن سن کر ہمارے دل بے چین ہونے لگے ہیں اگر ایک شب ہم نے تلاوت اور سنی تو ہمارے دل بے قابو ہو جائیں

گے اور ہم دوسروں کی طرح جا کر مسلمان ہو جائیں گے آؤ! عہد کریں کہ اب محمد (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے تلاوت سننے نہ جائیں گے چنانچہ ان تینوں نے عہد کیا کہ آئندہ قرآن سننے نہ جائیں گے

بعد میں اخنس بن شریق ابو سفیان بن حرب کے پاس تنہائی میں آ کر ان سے کہنے لگے اے ابو حنظلہ (ابو سفیان) آپ کا اس قرآن کے بارے میں جس کی تلاوت تم سن چکے ہو کیا خیال ہے؟ ابو سفیان نے کہا خدا کی قسم میں نے اس کو بہترین کلام پایا ہے بعض باتوں کو اس میں سے سمجھا ہے اور اس سے جو مراد ہے اس کی بابت معلوم ہوا اور بعض باتیں سمجھ میں نہیں آئیں کہ اس سے مراد کیا ہے ابو سفیان سے یہ جواب سن کر اخنس بن شریق نے کہا خدا کی قسم میں نے بھی اس کو ایسا ہی پایا ہے اس کی گفتگو کے بعد یہ دونوں خاموشی کے ساتھ اٹھ کر ابوجہل کے پاس آئے اور اس سے تنہائی میں کہا اے ابو الحکم (ابوجہل) یہ قرآن جو تم نے محمد (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے اس کے بارے میں کیا رائے ہے ابوجہل نے کہا میں نے ایسی کوئی بات نہیں سنی جس کے بارے میں تم میرے پاس آئے ہو اب ایک بات مجھ سے سنو ہم نے کہا سناؤ تو اس نے کہا کہ محمد (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) قریش کی جس شاخ سے تعلق رکھتے ہیں وہ بنو عبد مناف ہے انہوں نے ہر معاملہ میں ہم پر بزرگی اور تفوق کا اظہار کیا ہے اور ہم نے ہر موقع پر ان سے مقابلہ کیا ہے اس طرح ہم نے انہیں آگے بڑھنے نہیں دیا ہے اگر انہوں نے غریبوں کی ضروریات کا خیال رکھا اور انہیں کھانا کھلایا ہے تو ہم نے بھی ایسا کیا ہے اور کھانا کھلایا ہے اگر بنو مناف نے داد و دہش کی ہے تو ہم بھی اس معاملے میں پیچھے نہ رہے ہیں اگر انہوں نے کمزوروں کی مدد کی تو ہم نے بھی کی اگر انہوں نے مصیبت زدوں کو پناہ دی تو ہم نے بھی ایسا ہی کیا اور ہر معاملہ میں ہم نے ان کا مقابلہ کیا اور انہیں آگے بڑھنے نہیں دیا۔ اور کوئی دوسرا ہمارے مقابلہ کی جرات نہیں کر سکتا ہے اگر بنو مناف کسی کو ہمارے مقابلہ پر لائے ہیں وہ محمد (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات ہے جنہوں نے اعلان نبوت کیا ہے اور دوسرا دین متعارف کرایا ہے اور لوگوں کو اس دین کی دعوت دی ہے اور ہمہ وقت وہ یہ کہتے ہیں کہ ان پر آسمانوں سے وحی آتی ہے تاکہ ہم ان کا مقابلہ نہ کر سکیں اور ان کا شرف و فضل ہم پر ظاہر ہو اور ہم سے زیادہ ہو اب میں کسی قیمت اور کسی طرح بھی محمد (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہ لاؤں گا چاہے میرا سر ہی تن سے جدا کر دیا جائے

ابوجہل کی یہ بات سن کر ابو سفیان اور اخنس نے یقین کے ساتھ یہ سمجھ لیا کہ ابوجہل کی یہ باتیں بر بنائے حسد ہیں چنانچہ بغیر کچھ کہے وہاں سے اٹھ آئے اس کے بعد ان کا وطیرہ یہ ہو گیا کہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن کریم سنتے اور آپ قریش کو تبلیغ اسلام کرتے تو یہ لوگ (خاکم بدہن) آپ کا مذاق اڑاتے اور کہتے "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں کوئی بات سنائی نہیں دیتی اور ہمارے دلوں کی حالت یہ ہے کہ (آپ کی) کوئی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہمارے اور آپ کے درمیان ایسا حجاب حائل ہے کہ آپ ہمیں نظر نہیں آتے اب آپ اپنا کام کریں اور ہم اپنے کاموں میں مشغول ہوں نہ آپ کا ہم سے کوئی کام نہ ہمارا آپ سے ہمارا کوئی واسطہ رہا"

رب کریم نے اس گفتگو کی بابت قرآن کریم میں ارشاد فرمایا "اور انہوں نے کہا ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں ان باتوں سے جو آپ ہمیں بتاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی (بہرا پن) ہے اور ہمارے آپ کے درمیان (گہرا) پردہ ہے آپ اپنا کام کریں اور ہم اپنا کام کریں" کافروں کے ان ہفوات کے جواب میں رب کریم نے "سورہ اسریٰ" کی آیات ۴۵، ۴۶ میں ارشاد فرمایا "(ترجمہ) اے محبوب جب آپ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو عقیدہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں (اور اس عمل کی مصلحت اور وجہ رب کریم نے یہ بیان فرمائی) اور ہم ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں تاکہ وہ اس کو سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں گرانی پیدا کر دیتے ہیں اور جب آپ قرآن کریم میں اپنے واحد رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر نفرت کرتے ہوئے بھاگتے ہیں۔"

مصنف کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ یہ کافر بطور تمسخر آپ سے قلوب کے مائل نہ ہونے اور کانوں کے بہرے ہونے کا عذر کرتے ہیں چنانچہ ہم نے اس عذر کو حقیقت میں تبدیل کر دیا ہے تاکہ اگر یہ قرآن سنیں تو وہ سمع اعتبار تک نہ پہنچے اور اگر وہ قرآن کریم میں تفکر کرنا چاہیں تو قلب قبول سے اس کو نہ سمجھ سکیں اور جب آپ کو دیکھیں تو چشم حقیقت سے نہ دیکھ سکیں

مجبور مسلمانوں پر کافروں کے مظالم

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب کفار قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان صحابہ کا جو معاشرہ میں ایک اعلیٰ حیثیت کے حامل تھے کچھ نہ بگاڑ سکے اور انہیں برملا نقصان پہنچانے کی

جرات نہ کر سکے تو آپس میں مشورہ کر کے ان کمزور و مجبور مسلمانوں کو جو غریب تھے اور ان کے ساتھ ایسے قبیلے نہ تھے جن کی انہیں حمایت حاصل ہوتی انہیں پکڑ کر مبتلائے مصائب کرتے کسی کو بھوکا مارتے کسی کو قید میں رکھ کر اذیت دیتے بعض کو تپتی دھوپ میں لٹا کر لاٹھیوں سے مارتے ان تکلیفوں اور اذیتوں سے بعض کمزور اور راسخ العقیدہ نہ ہونے کے باعث اسلام کو ترک کر کے مرتد ہو جاتے لیکن راسخ العقیدہ مسلمانَ ایمان کی پختگی ضبط اور قوت برداشت کی وجہ سے ان مظالم کو برداشت کرتے اور اسلام پر قائم رہتے۔

جناب بلال پر امیہ کے مظالم

ان مظلوم و مجبور مسلمانوں میں جناب بلال رضی اللہ عنہ کا نام شہرت کا حامل ہے یہ حبشی النسل تھے اور قبیلہ "بنو جمح" کے ایک فرد امیہ بن خلف کے غلام تھے یہ امیہ بن خلف مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اور روزانہ جناب بلال کو پکڑ کر شہر سے باہر میدان میں لے جاتا تپتی دھوپ میں گرم ریت پر جناب بلال کو لٹا کر ان کے سینہ یا پیٹ پر ایک وزنی پتھر رکھ دیتا اور کہتا اے کالے! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بغاوت کر کے لات و عزیٰ کو سجدہ کر اور جب تک تو ایسا نہ کرے گا میں روزانہ تیرے ساتھ یہی طرز عمل جاری رکھوں گا"۔ امیہ کے جواب میں جناب بلال احدا" احدا" کا نعرہ لگاتے یعنی سوائے خدائے وحدہ لا شریک کے کسی کو نہیں جانتا اور سوائے دین اسلام کے مجھے اور کوئی دین قبول نہیں ایک دن اس اذیت ناک موقعہ پر ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا تو انہوں نے بلال کو مبتلائے اذیت پایا اس وقت ان کی زبان پر احدا" احدا" کا ترانہ تھا جس کا مطلب ورقہ نے یہ سمجھا جیسے بلال یہ کہتے ہیں "خداوندا میری فریاد کو سن اور اے خدا میری دستگیری فرما" یہ منظر دیکھ کر ورقہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور جناب بلال کے پاس جا کر کہا صبر کرو اور احدا" احدا" کی تکرار کرتے رہو رب کریم تمہاری صداؤں کو سن کر تمہاری مدد فرمائے گا۔ اس کے بعد امیہ بن خلف سے کہا بدبخت اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں کرتا اور اس بیچارے پر اس طرح ظلم کرتا ہے؟ امیہ نے کہا اس کو اس وقت روزانہ اسی طرح اذیتیں دی جاتیں رہیں گی یا تو یہ اسلام کو ترک کر دے یا یہ مر جائے ورقہ نے کہا اگر یہ (بلال) اس عذاب کی وجہ سے داعی اجل کو لبیک کہیں گے تو یہ موت شہادت کی ہو گی اور میں ان کی تربت کو زیارت گاہ بنا دوں گا اور ان کی قبر کی روزانہ زیارت کیا کروں گا۔ لیکن امیہ بن خلف نے جناب ورقہ کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور روزانہ انہیں اذیت دیتا رہا یہاں تک کہ

ایک دن جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جناب بلال کو اذیت دیتے ہوئے دیکھ کر امیہ سے کہا تو خدا سے نہیں ڈرتا جو اس مظلوم کو اس طرح مبتلائے اذیت کرتا ہے انہیں کب تک تکلیفیں دے گا خدا سے شرم کر امیہ نے کہا کہ اے قحافہ کے بیٹے تم ہی اس کی تکلیف کا سبب بنے ہو تم نے اس کو بت پرستی سے روک کر دین محمد کو قبول کرنے کا درس دیا ہے اب تم ہی اس کو اس تکلیف سے نجات دلاؤ اسے مجھ سے خرید لو اگر تمہیں اس سے ہمدردی ہے امیہ کی باتیں سن کر جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس ایک حبشی غلام ہے جو نہایت جفاکش محنتی اور پھرتیلا ہے اور ہر خدمت بجا لا سکتا ہے جب کہ بلال کمزور اور ناطاقت ہیں کوئی کام نہیں کر سکتے تم وہ غلام لے لو اور بلال کو مجھے دے دو امیہ نے کہا مناسب ہے۔ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کا تبادلہ کر کے جناب بلال کو آزاد کرا دیا۔

جناب ابو بکر کی خدمات

جب تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکہ سے مدینہ ہجرت نہیں فرمائی ایسے سات مظلوم مسلمانوں کو کافروں کی غلامی سے آزاد کرایا ان میں دو مرد اور پانچ خواتین شامل ہیں۔ مردوں میں جناب بلال اور عامر بن فہیرہ تھے جناب بلال کے فضائل و مناقب مشہور ہیں جناب عامر بن فہیرہ کا شمار اکابر صحابہ میں ہوتا ہے یہ غزوات بدر اور جنگ احد میں شریک ہوئے تھے اور "بیر معونہ" کے واقعہ پر جام شہادت نوش کیا۔

خواتین میں ام عیس اور زنیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔ جناب زنیرہ کے بارے میں مصنف کہتے ہیں کہ جب جناب زنیرہ نے بت پرستی چھوڑ کر اسلام قبول کیا تو قضائے الہی سے ان کی بینائی جاتی رہی تو کافروں نے طعنہ زنی کرتے ہوئے ان سے کہا کہ زنیرہ چونکہ تم نے لات و عزیٰ کے دین کو چھوڑ دیا ہے اس لئے انہوں نے تمہاری بینائی چھین لی۔ یہ بات سن کر زنیرہ نے کہا خدا کی قسم ایسی بات نہیں لات و عزیٰ نہ تو کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں یہ تو مشیت الہی ہے جس دن مکہ کے کافروں سے جناب زنیرہ کی باتیں ہوئی تھیں اس شب یہ دل شکستگی کی حالت میں سوئیں دوسری صبح جب بیدار ہوئیں تو رب تعالیٰ کے کرم سے آنکھیں روشن تھیں اور آنکھوں میں پہلے سے زیادہ روشنی تھی کافروں نے جب زنیرہ کو بینا دیکھا تو اپنی باتوں پر بہت شرمندہ ہوئے۔

نہدیہ اور ان کی صاحبزادی

یہ دونوں ایک کافر خاتون کی غلامی میں تھیں اور ان دونوں کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے وہ انہیں بہت ستاتی انہیں سخت اذیت دیتی اور بہت محنت سے کام لیتی ایک دن جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں تکلیفیں اٹھاتے دیکھا تو اس عورت سے کہا ان مسکینوں کو کب تک ستائے گی؟ خدا سے شرم کرو؟ اس کے بعد جناب صدیق اکبر نے ان دونوں کو خرید کر آزاد کرا دیا ان کے علاوہ ایک کنیز اور تھیں جن کا تعلق قبیلہ بنو عدی سے تھا یہ بھی مسلمان ہو گئیں تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے

پہلے اس خاتون کو بہت اذیتیں دیا کرتے تھے ایک دن انہوں نے ان خاتون کو بہت مارا تو ضمیر نے ملامت کی اور بہت رنجیدہ ہوئے تو اس خاتون سے کہا میں نے مارنے سے ہاتھ اس لئے نہیں روکا ہے کہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے لیکن تمہیں زدو کوب کرتے کرتے میں تھک گیا ہوں اس کنیز کو بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان غریب و مجبور مسلمانوں کو جو کافروں کے غلام تھے اور ان کے ہاتھوں اذیتیں اٹھاتے تھے خرید کر آزاد کیا ○

جناب صدیق اکبر کا جذبہ دینی

ایک مرتبہ جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ کے والد جناب ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ان لوگوں کو جنہیں تم خرید کر آزاد کرتے ہو اگر یہ تندرست و توانا ہوتے تو تمہارے لئے تقویت کا سبب بنتے اور کسی دن تمہارے کام آتے بجائے ان کے کمزور اور ناطاقتوں اور خواتین کو خرید کر آزاد کرتے ہو یہ تمہارے کس کام آئیں گے۔ جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے والد بزرگوار سے کہا "بابا جان ان لوگوں کو میں اپنی خدمت کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خریدتا ہوں ضعیف اور ناطاقت اللہ تعالیٰ کی خدمت کے زیادہ لائق ہیں"۔ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب رب کریم کو بہت پسند آیا اور اس نے قرآن کریم میں آیت کریمہ نازل فرمائی (ترجمہ) "پھر جس نے راہ خدا میں مال خرچ کیا اور اس سے ڈرتا رہا اور جس نے اچھی بات کی تصدیق کی ہم اس کے لئے راہ آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا رہا اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کے لئے دشواری کی راہ مہیا کریں گے (سورہ لیل آخر سورہ تک)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

انہیں مجبور و بے کس مسلمانوں میں ایک شخصیت جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی تھی جو کافروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے تھے ان کے ساتھ ہی ان کے والدین اور اہل خاندان جو مسلمان ہو چکے تھے کافروں کا تختہ مشق بنتے تھے جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو مخزوم سے تھا قبیلہ کے سربر آوردہ لوگ انہیں سمجھاتے اور انہیں انکار پر پکڑ کر مکہ کے میدانوں میں لے جا کر گرم ریت پر لٹا کر سخت تکلیفیں دیتے اور اذیتیں پہنچاتے ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مبتلائے اذیت دیکھ کر فرمایا "اے آل یاسر اس عذاب پر صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ ہے" جناب عمار کی والدہ یہ تکلیفیں اٹھاتے اٹھاتے سفر آخرت کر گئیں جب جناب عمار کو اذیتیں دیتے وقت کہا جاتا کہ دین محمدی سے بیزار ہو جاؤ تو وہ فرماتے "میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور میرا دین وہی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے"

ابو جہل اس اذیت دہی کے سلسلہ میں سب سے آگے آگے تھے وہ قبیلہ قریش کی ہر شاخ کے لوگوں کو ورغلاتا اور کمزور مسلمانوں کو تکلیفیں دینے پر اکساتا کہ انہیں اسلام سے منحرف کرے اور اگر کوئی ایسا شخص مسلمان ہو جاتا جس کا معاشرہ میں کوئی مقام ہوتا اور عزت و حرمت حاصل ہوتی اور اس کو تکلیفیں اور اذیتیں دینا ممکن نہ ہوتا تو ابو جہل اس کو جا کر ملامت کرتا اور کہتا اے فلاں شخص تو نے دیکھا تو نے کیا کیا ہے؟ باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر دین محمد کو اختیار کیا ہے جو کچھ تو نے کیا ہے وہ کوئی عقلمند آدمی نہیں کرے گا میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تو عقلمند اور صاحب الرائے ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ نہ تو عقلمند ہے نہ صاحب الرائے ہے وہ اسی قسم کی باتیں کرتا اور لوگوں کو بھی اس (مسلمان) کو سرزنش اور ملامت کرنے کے لئے کہتا دوسرے لوگوں کو ترغیب دیتا کہ اس کے ساتھ کوئی معاملہ نہ رکھیں اور اس کا معاشرتی بائیکاٹ کرنے کے لئے بھکاتا۔ اور طرح طرح سے جانی و مالی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر کافروں کے مظالم جب اس حد کو پہنچے جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہو گئے اور ان کے لئے کلمہ کفر ہی رخصت کا سبب بنتا جس کو ظاہری طور پر کہہ کر ان کے مصائب سے نجات حاصل کرتے اور اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے (جس کے لئے وہ کسی قیمت پر تیار نہ تھے انہیں جان دینا گوارا تھا لیکن کلمہ کفر زبان سے ادا کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا)

(۱۵)

صحابہ کی حبشہ کی جانب ہجرت

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو کافروں کے ہاتھوں مبتلائے عذاب دیکھا اس وقت تک آیت قتال نازل نہیں ہوئی تھی اور کافروں کے ساتھ جنگ کی اجازت نہیں تھی تو آپ نے صحابہ کو حبشہ کی جانب ہجرت کی اجازت دے دی تاکہ نجاشی کے ملک میں چلے جائیں۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلی ہجرت تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن الفاظ میں اجازت عطا فرمائی تھی مورخین نے انہیں اس طرح نقل کیا ہے "اگر تم سرزمین حبشہ کی طرف چلے جاؤ اس بادشاہ کی سرزمین پر کسی پر ظلم نہیں ہوتا وہ حق و صداقت کا علاقہ ہے اور اس سرزمین پر جانے کے بعد تم پر آسانیوں کے دروازے کھل جائیں گے۔" سرزمین حبشہ معاشرتی لحاظ سے بہت خوشحال ہے وہاں کے بسنے والے معاملات میں حق و صداقت کو اپنائے ہوئے ہیں تم لوگ وہاں چلے جاؤ اور یہاں جب حالات درست ہو جائیں تو واپس آ جانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد مسلمانوں کے ایک گروہ نے حبشہ جانے کا ارادہ کیا اور ان میں سرفہرست نام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تھا جو اپنی اہلیہ رقیہ رضی اللہ عنہا (صاحبزادی رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ عازم حبشہ ہوئے ان کے علاوہ جناب ابو حذیفہ بن عتبہ۔ زبیر بن العوام۔ مصعب بن عمیر۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ عبدالاسد بن ہلال۔ عثمان بن مظعون۔ عامر بن ربیعہ۔ ابو سبرہ بن ابی مرہم۔ سہیل بن بیضا رضی اللہ عنہم شامل تھے مہاجرین حبشہ کی اس دس نفری جماعت پر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عثمان بن مظعون کو امیر مقرر فرمایا۔

مہاجرین حبشہ کا دوسرا دستہ

مذکور بالا دستہ کے بعد جناب جعفر بن ابی طالب کے علاوہ اور بہت سے صحابہ نے انفرادی اور اجتماعی طور پر مع اہل و عیال ہجرت کی یہاں تک کہ حبشہ میں پہنچنے والے مہاجرین کی تعداد اسی ہو گئی ان مہاجرین کے نام کتب سیرت میں مذکور ہیں۔

حبشہ میں ان مہاجرین کے پہنچنے پر نجاشی بادشاہ نے انہیں بہت سی مراعات دیں اور انہیں خوش آمدید کہا اور یہ مہاجرین سکون و اطمینان کے ساتھ رہنے لگے یہاں انہیں مذہبی آزادی حاصل تھی اطمینان کے ساتھ دینی فرائض کو ادا کرتے نہ یہاں دشمنوں کی اذیت رسانی کا خوف تھا نہ اور کسی تکلیف کا خطرہ۔ یہاں کے حالات اور بادشاہ نجاشی کی پذیرائی پر بہت سوں نے اپنے جذبات کو شعر کے قالب میں ڈھالا اور اپنے میزبانوں کا شکریہ ادا کیا ان قصائد میں جناب عبداللہ بن حارث کا قصیدہ ہدیہ ناظرین ہے دوسرے قصائد کتب سیرت میں مذکور ہیں

قصیدہ

أَلا لَيْتَ شِعْرِي كَيْفَ فِي النَّأْيِ جَعْفَرٌ
وَ عَمْرٌو وَ أَعْدَاءُ الْعَدُوِّ الْأَقَارِبُ
وَ هَلْ نَالَتْ افْعَالُ النَّجَاشِيِّ جَعْفَرًا
وَ أَصْحَابَهُ أَوْعَاقَ ذَلِكَ شَاغِبُ

تَعَلَّمْ، أَبَيْتَ اللَّعْنَ، أَنَّكَ مَاجِدٌ
كَرِيمٌ فَلَا يَشْقَى لَدَيْكَ الْمُجَانِبُ
تَعَلَّمْ بِأَنَّ اللهَ زَادَكَ بَسْطَةً
وَ أَسْبَابَ خَيْرٍ كُلُّهَا بِكَ لَازِبُ
وَ أَنَّكَ فَيْضٌ ذُو سِجَالٍ غَزِيرَةٍ
يَنَالُ الْأَعَادِي نَفْعَهَا وَ الْأَقَارِبُ

*اُمّ سلمه، رَضِيَ اللهُ عَنها، حکایت کند :

قریش کا وفد بادشاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں

مکہ کے کافروں کو جب یہ پتہ چلا کہ مسلمان مہاجرین حبشہ میں سکوں سے رہتے ہیں اور انہیں مذہبی آزادی حاصل ہے اور نجاشی بادشاہ نے ان کی پذیرائی کی ہے اور بہت سی رعائتیں بھی دی ہیں ان باتوں نے انہیں اشتعال میں مبتلا کر دیا اور انہوں نے باہمی مشورہ کیا کہ کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ حبشہ میں اس طرح امن و سکون کے ساتھ رہیں اور شاہ حبشہ نجاشی کی نظروں میں قدر و منزلت حاصل کریں۔

چنانچہ مشورہ کے بعد کفار قریش نے حبشہ کے بطارقہ (علماء) درباریوں اور بادشاہ نجاشی کے لئے تحائف بھیجنے کا فیصلہ کیا اور یہ طے کیا گیا کہ ان تحائف کو لے کر قریش کے سربر آوردہ عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص جائیں اور ان دونوں کو یہ کہا گیا کہ پہلے تو وہ یہ تحائف بطارقہ حبش اور شاہی درباریوں کو دیں اور ان سے رابطے رکھیں اس کے بعد شاہ نجاشی کو بہت سے تحائف بھجوائیں اور ملاقات کر کے بادشاہ کے سامنے درخواست پیش کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو مکہ واپس کر دیا جائے اور اس مطالبہ سے ان کی خواہش یہ تھی کہ جب مسلمان مکہ واپس آئیں گے تو انہیں پھر مبتلائے مصائب کیا جائے گا۔

مہاجرین حبشہ اور ابو طالب کی حکمت عملی

ابو طالب کو جب یہ اطلاع ملی کہ کفار قریش کا ایک وفد تحائف لے کر حبشہ جا رہا ہے تاکہ مسلمان مہاجرین کو مکہ واپس لائے تو ابو طالب نے چند اشعار کہے جن میں بادشاہ حبشہ سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ مسلمانوں کو دی گئی مراعات واپس نہ لے اور قریش کے وفد کی درخواست کو منظور نہ کرے یہ اشعار ایک قاصد کی معرفت بادشاہ حبشہ نجاشی کو بھجوائے

عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص جب حبشہ پہنچے تو قریش کی ہدایات کے مطابق بطارقہ اور شاہی درباریوں کو تحائف پہنچا کر انہیں اس سفر کی غرض و غایت سے آگاہ کیا اور بتایا کہ ہماری قوم کے کچھ افراد جو ہمارے غلام تھے وہ یہاں بھاگ آئے ہیں اور یہاں رہنے لگے ہیں تاکہ ہماری ملک ان کے اوپر سے ختم ہو جائے ہم یہاں اس لئے آئے ہیں کہ انہیں مکہ واپس لے جائیں اور سرداراں قریش کو پیش کر دیں۔ اور ان دونوں مشیروں نے درباریوں اور علماء سے یہ بھی کہا کہ ان کے بھاگنے کا سبب یہ ہوا ہے کہ مکہ میں ایک شخص نے ظاہر ہو کر نبوت کا (خاکم بدہن) جھوٹا دعویٰ کیا ہے اور یہ لوگ اس شخص کے متبع ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ جب سرداراں قریش نے انہیں تلویب کی کہ انہوں نے آباؤ اجداد کے دین کو کیوں ترک کیا تو یہ لوگ مکہ سے بھاگ کر یہاں (حبشہ) آ گئے اب ہمارا مدعا یہ ہے کہ جب ہم بادشاہ سے اس بارے میں گفتگو کریں تو آپ لوگ ہماری تائید کریں تاکہ بادشاہ ان لوگوں کی واپسی کے لیے انہیں ہمارے سپرد کر دے اور ہم انہیں مکہ واپس لے جائیں اگر بادشاہ یہ کہے کہ ان لوگوں کو ہمارے سامنے لایا جائے تاکہ ہم ان کی بات سنیں اور ان لوگوں کے نظریات سامنے آئیں اس

موقعہ پر تم ہماری مدد کرنا اور بادشاہ سے یہ کہنا کہ یہ (مسلمانوں کی) جماعت سفلوں چھچھوروں کی جماعت ہے اور یہ مناسب نہیں کہ انہیں بادشاہ کے سامنے لایا جائے نہ یہ بادشاہ کی شان کے لائق ہے کہ بادشاہ ان سے بات کرے اس گفتگو سے عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کی غرض یہ تھی اور وہ یہ سمجھتے تھے اگر بادشاہ ان کو دربار میں بلائے گا اور ان سے معلومات لے گا تو وہ اپنے حالات سے بادشاہ کو باخبر کریں گے پھر اگر مسلمان بادشاہ کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کریں گے تو بادشاہ کی طبیعت کا میلان ان (مظلوموں) کی جانب ہو جائے گا اور بادشاہ یہ سمجھ لے گا کہ کفار قریش کے فرستادے ناحق طور پر انہیں واپس لینے آئے ہیں اور وہ ہماری باتوں کی جانب توجہ نہ دے گا اور ہماری پذیرائی نہ ہو گی۔ ان دونوں کی باتیں سن کر بطارقہ اور درباریوں نے انہیں اس لئے اپنی تائید کی یقین دہانی کی کہ وہ پہلے ہی کفار قریش کے تحفے وصول کر چکے تھے انہوں نے کفار قریش کے نمائندوں سے کہا تم اطمینان رکھو ہم بادشاہ کو ترغیب دیں گے کہ وہ مکہ والوں کو تمہارے سپرد کر دے اور تم ان کو جہاں چاہو لے جاؤ ہم بادشاہ سے کہیں گے کہ ان مکہ والوں کے یہاں حبشہ میں رہنے یا جانے سے نہ کوئی فائدہ ہو گا نہ نقصان ○

اب ان لوگوں نے وہ تحائف جو بادشاہ کے لئے لائے تھے لا کر بادشاہ کے خادم کی سپرد کر دیئے تاکہ یہ تحائف بادشاہ کو پہنچا کر اس سے یہ درخواست کی جائے کہ سرداران کفار قریش کے سفراء تحائف پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ملاقات کے بھی خواہش مند ہیں تاکہ اپنے نکتہ نظر سے آگاہ کر سکیں۔ بادشاہ نے ان سفیروں کو شرف باریابی کی اجازت دے دی

خدام جا کر سفراء قریش کو بلا لائے۔ کفار قریش بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب شاہی بجا لائے اور شاہانہ آداب بجا لا کر بیٹھے اور بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا بادشاہ سلامت سرداران قریش مکہ نے ہمیں آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم آپ کو یہ بتائیں کہ ہماری قوم کے سفیہوں کی ایک جماعت بھاگ کر آپ کے علاقہ میں آ مقیم ہوئی ہے اور ان کے بھاگ کر آنے کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ مکہ میں ایک شخصیت نے ظاہر ہو کر ایک نئے دین کی بنیاد رکھی ہے اور ایک نئی ملت کا تصور پیش کیا ہے ہماری قوم کے نادانوں نے اس شخصیت کی باتوں سے فریفتہ ہو کر ان کی متابعت اختیار کر لی ہے۔ جب ہماری قوم کے سرداروں کو ان نادانوں کی بابت پتہ چلا تو انہوں نے ان نادانوں کی تادیب چاہی تو یہ لوگ بھاگ کر حبشہ آ کر مقیم ہو گئے۔ ہماری خواہش اور درخواست ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالہ کر دیں تاکہ

ہم انہیں مکہ واپس لے جائیں کیونکہ سردار ان کے بارے میں بہتر جانتے ہیں اس گفتگو کے دوران درباری سردار اور بطارقہ موجود تھے انہوں نے ان قاصدوں کی باتوں پر یک زباں ہو کر کہا بادشاہ سلامت یہ لوگ درست کہتے ہیں ان مکہ والوں کے یہاں رہنے یا جانے میں تو کوئی فائدہ ہو گا نہ نقصان ان کی درخواست کو قبول کر لیا جائے اور مکہ والوں کو ان کے سپرد کر دیا جائے اپنے درباریوں اور بطارقہ کی باتیں سن کر نجاشی غصہ میں آ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور ان لوگوں سے کہا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کوئی جماعت خواہ دنیا کے کسی حصہ سے آ کر میرے علاقہ میں پناہ لے اگر روئے زمین کے بادشاہ بھی مجھ سے ان کی واپسی کی درخواست کریں تو میں ان کو کسی طرح بھی واپس نہ کروں گا ہاں یہ مناسب ہو گا کہ میں ان لوگوں کو باہر نکالنے سے پہلے حالات معلوم کروں اور ان کی باتیں سنوں اگر یہ قاصد درست کہتے ہیں اور ان کی واپسی کے مطالبہ میں حق بجانب ہیں تو میں ان لوگوں کی رضا مندی کو ترجیح دوں گا اور ان قاصدوں سے ضمانتیں طلب کروں گا اور انہیں خوشی کے ساتھ رخصت کروں گا اور اگر مکہ والوں نے ان مہاجروں پر ظلم کیا ہے اور اس ظلم کے نتیجہ میں ان مہاجرین نے ان سے اختلاف کیا ہے تو میں ہرگز ان کو واپس نہ کروں گا اور ان کو رعائیت دوں گا کہ وہ جب تک چاہیں گے میرے ملک میں قیام کریں گے ان کی پذیرائی میں کمی نہ کروں گا اور جو سہولتیں انہیں دی گئی ہیں وہ واپس نہیں لی جائیں گی نہ ان میں کوئی کمی کی جائے گی نجاشی کے یہ فرمودات سن کر سب خاموش ہو گئے اس کے بعد قاصد کو بھیج کر مسلمانوں کو دربار شاہی میں بلایا گیا

مسلمانوں کی دربار نجاشی میں طلبی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب نجاشی کا قاصد مسلمانوں کو دربار میں بلانے کے لئے آیا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ کس لئے بلانے آیا ہے؟ سب نے باہمی مشورہ کیا کہ نجاشی سے کس طرح گفتگو کرنی ہے اور اس کے سوالات کے جوابات کس طرح دینے ہیں اور یہ فیصلہ ہوا کہ نجاشی کو حقیقت حال سے آگاہ کرنا ہے اور رب العالمین اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی روشنی میں جوابات دینے ہیں مسلمان جانتے تھے کہ نجاشی مسیحی ہے یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ نجاشی نے یہ حکم دیا ہے کہ مسلمانوں سے گفتگو کے وقت بڑے بڑے عیسائی اور یہودی علماء اپنی الہامی کتابوں کے ساتھ دربار میں حاضر ہوں چنانچہ مسلمان جب نجاشی کے دربار میں آئے تو علماء یہود و نصاری اپنی کتابوں کے ساتھ دربار میں موجود تھے جب مسلمان دربار شاہی میں آ کر اپنے لئے مخصوص نشستوں پر بیٹھے تو شاہ حبشہ نجاشی نے

ان کی جانب متوجہ ہو کر سوال کیا! لوگو یہ کون سا دین ہے جس کو تم نے اپنایا ہے؟ مسلمانوں کی طرف سے جناب جعفر بن ابی طالب نے حق ترجمانی ادا کرتے ہوئے فرمایا " اے بادشاہ ہم دور جاہلیت کی پیداوار میں بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ مردار کھاتے اور فواحش کا ارتکاب کرتے تھے قطع رحمی ہمارا وطیرہ' عوام و خواص کو ستانا ہمارا طریقہ' کمزوروں پر ظلم و ستم ہماری عادت' پڑوسیوں کو ستانا ہماری خصلت تھی رب کائنات نے ہم پر کرم فرمایا ہماری ہی قوم سے ایک شخصیت کو منتخب فرمایا انہیں منصب رسالت پر فائز فرما کر ہم میں مبعوث فرمایا یہ ذات اقدس حسب و نسب میں معروف اور سربلند صداقت و امانت میں مشہور ہے اس ذات اقدس نے ہمیں توحید کا درس دیا اور عبادت الٰہی کی بابت بتایا۔ بت پرستی سے منع کیا اخلاقی قدروں کو اپنانے کی طرف متوجہ کیا برائیوں کے ارتکاب سے روکا انہوں نے ہمیں کلام الٰہی سنایا اور ہمیں شریعت کے احکام سے آگاہی بخشی ان کی باتوں کو سن کر اپنی قوم میں سے ہم مسلمانوں نے ان کی تصدیق کی ان کی متابعت اختیار کی ان کے لائے ہوئے دین کا اتباع کرتے ہوئے بت پرستی کو چھوڑ دیا اور اب وہ جو حکم فرماتے ہیں ہم اس کا اتباع کرتے ہیں۔ ہمارے اس طرز عمل کو دیکھ کر ہماری قوم کے لوگوں نے ہم پر ظلم و ستم شروع کر دیے ہمارا سکون تباہ کر دیا ہمیں مبتلائے آلام کیا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری حالت زار کو دیکھا تو ہمیں ہجرت کی اجازت دے دی لہٰذا ہم ترک وطن کر کے آپ کی مملکت میں آ گئے ہیں اور یہاں اس وقت تک کے لئے پناہ حاصل کی ہے جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے ملک میں ہمارے لئے آسانیاں عطا فرمائے۔

مکہ کے کافروں کو جب یہ پتہ چلا کہ ہم یہاں (حبشہ میں) سکون و اطمینان سے رہتے ہیں اور آپ نے ہم پر نظر عنایت کی ہے تو یہ حسد کی آگ میں جل گئے ہیں اور آپ سے درخواست کرنے آئے ہیں کہ آپ ہمیں ان کے سپرد کر دیں تو یہ دوبارہ مکہ لے جا کر ہمیں مبتلائے مصائب و آلام کریں۔ جناب جعفر کی باتیں سن کر نجاشی نے ان سے کہا تمہیں اس قرآن سے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے کچھ یاد ہے ؟ جناب جعفر نے فرمایا ہاں یاد ہے ! نجاشی نے کہا سناؤ تو جناب جعفر نے "سورہ مریم" کی ابتدائی آیات با آواز بلند سنائیں " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " **کھیعص ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا اذ نادی ربہ نداء خفیا۔** جب جناب جعفر نے یہ آیات سنائیں تو نہ صرف نجاشی بلکہ دربار میں موجود یہود و نصاریٰ کے علماء پر گریہ طاری ہو گیا اور یہ اتنا روئے کے آنسوؤں سے ان کے دامن تر ہو گئے آیات قرآنی

سن کر نجاشی نے کہا کہ یہ قرآں کریم اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا دونوں ایک ہی چشمہ فیض کا فیضان ہیں۔

اس کے بعد نجاشی نے عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص سے کہا یہاں سے اٹھو اور واپس چلے جاؤ خدا کی قسم میں ان مسلمانوں کو ہرگز تمہاری سپرد نہ کروں گا چنانچہ یہ دونوں دل برداشتہ ہو کر دربار سے اٹھ آئے دربار سے باہر آ کر عمرو بن العاص نے عبداللہ سے کہا خدا کی قسم میں کل پھر آ کر نجاشی سے بات کروں گا اور مجھے امید ہے کہ ہمدردی کے جو جذبات ان کے حق میں رکھتا ہے اس کو ختم کرا دوں گا۔ عبداللہ نے کہا عمرو ایسی جذباتی باتیں مناسب نہیں معلوم ہوتیں اور ان کی تباہی کے لئے ایسی کوشش بھی مناسب نہ ہو گی حالانکہ یہ (مسلمان) ہمارے مخالف اور دشمن ہیں لیکن ہیں تو یہ ہمارے ہی خاندانوں کے فرد یہ باتیں سن کر عمرو بن العاص نے کہا کچھ بھی ہو میں کل جا کر بادشاہ سے بات کروں گا۔ عبداللہ نے پوچھا کیا بات کرو گے ؟ تو عمر بن العاص نے کہا میں بادشاہ سے یہ کہوں گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ بندے تھے۔

چنانچہ دوسرے دن عمرو بن العاص نے پھر نجاشی کے دربار میں حاضری دی اور کہا اے بادشاہ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اس جماعت کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا عقیدہ ہے اور ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں نجاشی نے کہا بتاؤ ان کا عقیدہ کیا ہے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ عمرو بن العاص نے کہا یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بندے تھے اگر آپ کو میری بات کا یقین نہ ہو تو انہیں بلا کر معلوم کر لیں کہ میں سچ کہتا ہوں یا غلط ؟ یہ سن کر نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں پھر بلایا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب دوبارہ نجاشی کا قاصد مسلمانوں کو دربار میں بلانے کے لئے آیا تو ان صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب نجاشی سے کیا گفتگو کی جائے تاکہ اس آزمائش سے بھی باسانی گزرا جا سکے آخر یہ طے پایا کہ نجاشی کے سامنے وہی کچھ کہا جائے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی خبر دی ہے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کے تردد اور فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ مسلمان جب نجاشی کے دربار میں آئے تو نجاشی نے ان سے کہا مسلمانو تمہارا حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے بارے میں کیا عقیدہ ہے اور ان کے بارے میں کیا کہتے ہو ؟ جناب جعفر نے فرمایا بادشاہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے نجاشی نے معلوم کیا ہے۔ رب تعالیٰ اور اس کے رسول نے کیا فرمایا ہے۔ جناب جعفر نے کہا **ھو عبدا للہ و رسولہ و روحہ و کلمتہ القا ھا الی مریم العذرا ء البتول** حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اس کے رسول اس کا کلمہ اور اس کی "روح" ہیں جو حضرت مریم میں ڈالی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے متولد ہوئے جناب جعفر کا جواب سن کر نجاشی نے ازراہ تعجب اپنی چھڑی سے حضرت جعفر کو ٹھوکا لگایا اور سبحان اللہ کے الفاظ زباں سے ادا کرتے ہوئے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو صفات تورات و انجیل میں مذکور ہیں ان میں سے ایک لفظ بھی تو تبدیل نہیں کیا اور ان کی تعریف و توصیف کے بارے میں جو کچھ منقول ہے اس کو من و عن بیان کر دیا۔ نصرانیوں کے عالموں نے جب نجاشی کی زباں سے جناب جعفر کی گفتگو کے بارے میں تائیدی کلمات سنے تو انہیں بہت ناگوار گزرے۔ گردن ٹیڑھی کی اور منہ پھیر کر بیٹھ گئے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے معتقدات جناب جعفر کے بیاں کردہ عقیدہ سے مختلف تھے لیکن نجاشی کا عقیدہ درست اور بطارقہ کے عقیدوں کے خلاف تھا۔ بادشاہ نے اپنے درباری علماء کا یہ انداز دیکھا تو ان سے غصہ میں کہا تم اپنی گردنیں اکڑاؤ یا سیدھی رکھو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی ہے جو انہوں (جناب جعفر) نے بیاں کیا اس کے بعد نجاشی نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ اگر روئے زمین کا سونا چاندی میرے قدموں میں ڈال کر مجھ سے تمہاری واپسی کے لئے کہا جائے تو میں اس سیم و زر کو ٹھکرا دوں گا اور تمہیں قریش کے سفیروں کی سپرد نہ کروں گا اس کے بعد درباریوں کو حکم دیا کہ قریش کے ہدایا و تحائف واپس کئے جائیں کیونکہ میں رشوت نہیں لیتا اور مسلمانوں کی ایذا رسانی کے سلسلہ میں کسی کی بات نہیں مانتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی کسی کی رشوت قبول نہ کی اور مجھے ملک عطا کرنے کے بارے میں کسی مخالف کی بات نہ مانی اور بادشاہ کے اس آخری جملہ کی تشریح و وضاحت آئندہ بیان کی جائے گی۔

جب نجاشی نے قریش کے ہدایا واپس کروا دیئے تو عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص دل برداشتہ اور شرمندہ ہو کر حبشہ سے رات کے اندھیرے میں مکہ کے لئے نکل بھاگے۔ ان سفیروں کے دربار سے اٹھنے کے بعد نجاشی نے مسلمانوں کو تسلی و تشفی دی انہیں مزید انعام و اکرام سے نوازا اور یہ خوش خوش دربار سے اٹھ آئے۔ اور حبشہ میں سکون و اطمینان سے رہنے لگے اور مسلمان نجاشی کے انعام و اکرام پر اس کے حق میں دعائے خیر کرتے تھے اتفاق یہ ہوا کہ اسی زمانہ میں کسی بیرونی لشکر نے نجاشی کے ملک پر حملہ کیا

اس موقع پر مسلمان صحابہ کو بہت تشویش ہوئی اور انہیں یہ فکر دامن گیر ہوئی اگر دشمن ملک حبشہ پر قابض ہو گئے تو وہ ہمارے ساتھ کوئی رعایت نہ کریں گے اور ہمارا یہاں رہنا مشکل ہو گا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حبشہ میں دوران قیام ہمیں کبھی پریشانی اور دل تنگی سے واسطہ نہ ہوا تھا لیکن اس دن ہم لوگ یہ سن کر بہت پریشان ہوئے کہ دشمن کا ایک لشکر نجاشی کے مقابلہ پر آیا ہے اس مصیبت کے دفاع کے لئے ہم بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے کہ رب کائنات نجاشی کو دشمن پر فتح عطا فرما۔

جب نجاشی کا لشکر دشمن سے مقابلہ کے لئے نکلا اور دشمن سے مقابلہ ہوا تو صحابہ نے اس پریشانی میں جناب زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ نجاشی کے لشکر کی بابت خبر لائیں جناب زبیر رضی اللہ عنہ بہت پھرتیلے تھے انہوں نے اپنی کشتی پر بادبان باندھے اور دریائے نیل کو پار کر کے میدان جنگ کے قریب پہنچے جنگ کے حالات معلوم کئے جب یہ پتہ چلا کہ نجاشی نے دشمن کے لشکر کو شکست دے دی ہے اور بہت سے دشمنوں کو قتل کیا ہے تو یہ خوشخبری سنتے ہی فوراً واپس ہوئے دریائے نیل کو جلد از جلد پار کر کے بستی میں پہنچے تاکہ اپنے ساتھیوں کو فتح کی اطلاع دیں مسلمانوں نے جب جناب زبیر کو واپس آتے دیکھا تو ان کے گرد جمع ہو گئے کیفیت معلوم کی تو جناب زبیر نے فرمایا مبارک ہو نجاشی نے دشمن کو شکست دے دی ہے اللہ تعالیٰ نے نجاشی کے دشمن کو مغلوب و مقہور کیا ہے یہ سن کر صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسرور و شادمان ہوئے کہنے لگے اس سے پہلے کسی خبر سے ایسی خوشی نہیں ہوئی تھی جتنی کہ نجاشی کی فتح سے ہوئی مصنف کہتے ہیں اس واقعہ کے بعد اصل واقعہ کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ماسبق میں نجاشی کے ایک فقرہ کی بابت کہا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ رشوت نہیں لیتا اور کسی کا فرمان نہیں قبول کرتا جب اس نے ملک یمن ہمیں واپس کیا اور ہمیں غلامی سے آزادی عطا کی اس واقعہ کے بارے میں سابقہ سطور میں کہا گیا تھا کہ وہ آئندہ سطور میں کہا جائے گا وہ واقعہ یہ ہے

رشوت لینے کا واقعہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ملک حبش پر نجاشی کے والد کی حکومت تھی اور نجاشی اپنے والد کی تنہا نرینہ اولاد تھے البتہ نجاشی کے چچا کے بارہ بیٹے تھے حبشہ کے باشندوں کو یہ فکر کھائے جاتی تھی کہ نجاشی اپنے باپ کی اکیلی نرینہ اولاد ہیں اور باپ کے بعد حکومت انہیں کے حصہ میں آئے گی اگر نجاشی

کے والد کو قتل کر کے ان کے چچا کو تخت پر بٹھا دیا جائے تو اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد تخت کی حق دار ہو گی اور یکے بعد دیگرے وارث تخت ہوں گے دشمنوں کو حبشہ پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہو گی اور مملکت کے لوگ سکون واطمینان سے زندگی کے لمحات گزاریں گے چنانچہ انہوں نے نجاشی کے والد سے جھگڑا کر کے اس کو قتل کر دیا اور اس کے بھائی کو بادشاہ تسلیم کر کے تخت پر بٹھا دیا۔ اور یہ ایک عرصہ تک حکومت کرتا رہا

نجاشی کے قتل کی سازش

نجاشی نہایت عقل مند زیرک اور اپنے چچا کے کمال اطاعت گزار بھی تھے ہر بات میں چچا کے احکام کی تعمیل کرتے تھے اس کی خدمت گزاری بھی کرتے تھے۔ اسی طرح چچا بھی ان سے بہت محبت کرتا اور انہیں اپنی اولاد سے زیادہ محبوب رکھتا تھا کوئی کام نجاشی کے مشورہ کے بغیر نہ کرتا۔ جب حبشہ کے لوگوں نے بادشاہ کے اس رویہ کو دیکھا تو بہت پریشان ہوئے اور کہنے لگے یہ تو کچھ نہ ہوا۔ ہم نے غلط کام کیا کہ نجاشی کے والد کو قتل کیا اور ان کے چچا کو بادشاہ بنایا یہ تو تمام امور نجاشی کے مشورہ سے کرتا ہے اور ان پر بھرپورا اعتماد کرتا ہے اور اپنی اولاد پر ترجیح دیتا ہے ممکن ہے کہ وہ بادشاہی نجاشی کو منتقل کر دے اور نجاشی بادشاہ بن کر اپنے والد کی موت کا بدلہ لے۔ چنانچہ آپس میں مشورہ کے بعد لوگوں نے جا کر بادشاہ سے کہا بادشاہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے نجاشی کے والد کو قتل کر کے تمہیں بادشاہ بنایا تھا حکومت تمہارے سپرد کی تھی اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم نجاشی پر بے حد اعتماد کرتے ہو ان کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے ان کو اپنی اولاد سے زیادہ چاہتے ہو ہمیں ڈر یہ ہے کہ وہ برسر اقتدار آ کر قاتلوں سے اپنے والد کے خون کا بدلہ لیں گے ہم چاہتے ہیں کہ انہیں قتل کر دیں تاکہ یہ خوف نہ رہے اور ہم مطمئن ہو جائیں اگر تم ہماری تائید اور معاونت نہ کرو گے تو ہم تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔ یہ باتیں سن کر بادشاہ نے کہا یہ بات غلط ہے پہلے تو باپ کو قتل کیا اب بیٹے کو قتل کر دوں لیکن میں تمہاری مدد اس طرح کر سکتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ نجاشی کو پکڑ کر بازار میں لے جاؤ اور کسی تاجر کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر دو کہ اس کو حبشہ سے باہر لے جایا جائے چنانچہ انہوں نے نجاشی کو پکڑ کر ایک تاجر کے ہاتھ چھ سو درہم میں فروخت کر دیا یہ تاجر اپنا مال تجارت کشتی پر بار کر چکا تھا اور اپنے کاروباری مشاغل ختم کر کے حبشہ سے روانہ ہونے والا تھا اس نے نجاشی کو کشتی میں بٹھایا اور یہ انتظار کرنے لگا کہ رات کو جب ہوائیں تیز ہوں گی تو بادبان کھولے

جائیں گے اور کشتی روانہ ہو گی۔ حسن اتفاق شام کی نماز کے وقت آسمان پر ابر چھا گیا بارش ہونے لگی بادشاہ بارش سے لطف اندوز ہونے کے لئے محل سے باہر آیا اسی وقت آسماں پر بجلی چمکی اور بادشاہ پر گری اور اس کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ بادشاہ کے جلنے کے بعد لوگوں نے سوچا کہ نظام مملکت چلانے کے لئے بادشاہ کے بیٹے کو جانشین بنایا جائے لیکن اس کی اولاد میں کوئی بھی اس قابل نہ تھا جس کو حکومت کی ذمہ داریاں سپرد کی جاتیں اور شاہی خاندان کے علاوہ حکومت کی ذمہ داریاں کسی اور کو سپرد نہیں کی جا سکتیں تھی باہمی مشورہ پر اصحاب رائے کے مشورہ پر یہ طے پایا کہ اگر ملک کی سلامتی منظور ہے اور اس کو دشمن کی دستبرد سے محفوظ رکھنا ہے تو جا کر نجاشی کو اسی تاجر سے واپس لو کیونکہ وہی بادشاہ کے لائق ہے اور ملک کی حفاظت کی ضمانت دے سکتا ہے اس پر سب متفق ہو گئے چنانچہ سب لوگ ساحل پر گئے اور اس تاجر کو بلا کر نجاشی کو اس کے قبضہ سے آزاد کرایا اور شہر میں لا کر نجاشی کے سر پر تاج شاہی رکھا۔

دوسرے دن تاجر نے شہر آکر اپنی رقم کا مطالبہ کیا تو لوگوں نے اس سے جھگڑا کر کے بھگانا چاہا تاجر نے کہا یا تو میری رقم واپس کرو ورنہ میں بادشاہ کے پاس داد رسی کے لئے جاؤں گا لوگوں نے کہا کہ اگر تم جا سکتے ہو تو بادشاہ کے پاس ضرور جاؤ۔ یہ سن کر تاجر شاہی محل گیا جب دربار میں حاضری ہوئی تو دیکھا کہ نجاشی تخت سلطنت پر رونق افروز ہے اور درباری مودب کھڑے ہیں تاجر آداب شاہی بجالایا اور بادشاہ سے کہا میں ایک تاجر ہوں کل حبش کے لوگوں نے میرے ہاتھ ایک غلام چھ سو درہم میں فروخت کیا تھا اور قیمت مجھ سے وصول کر لی تھی رات کو لوگ آئے اور غلام کو مجھ سے چھین کر لے گئے اب میں ان سے اپنی رقم لینے آیا تو وہ مجھ سے جھگڑنے لگے اور رقم دینے سے انکاری کہیں اب میں آپ سے انصاف طلب کرنے آیا ہوں اور اپنا مقدمہ آپ کی عدالت میں پیش کرتا ہوں۔ بادشاہ نے اہل حبش سے کہا کہ یا تو اس کی رقم واپس کرو یا غلام اس کو واپس کرو تاکہ وہ اس کو جہاں چاہے لے جائے اگرچہ وہ غلام اس وقت تخت شاہی پر ہی کیوں نہ ہو۔ نجاشی کی یہ بات سن کر وہ لوگ گئے اور رقم لا کر تاجر کو واپس کر دی اور اس کو انعام و اکرام سے بھی نوازا۔

تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلے نجاشی نے جس کی داد رسی کی وہ وہی تاجر تھا جس نے نجاشی کو خریدا تھا اور یہ واقعہ اس واقعہ کے پس منظر تھا جب کہ کفار قریش نے بادشاہ حبشہ کو مکہ کے مسلمانوں کی واپسی کے لئے تحائف بھیجے تھے اور نجاشی نے واقعات و حالات کو سن کر سفراء قریش کو واپس کر دیا تھا اور

یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نہ تو رشوت کو قبول کرتا ہے نہ کسی کا حکم مانتا ہے میں بھی (بندہ خدا ہونے کے سبب) نہ تو رشوت کسی سے قبول کرتا ہوں اور نہ کسی کے حکم کی تعمیل کروں گا کہ مکہ کے مسلمانوں کو مبتلائے آزار کروں

جب حبشہ کے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ نجاشی نے کفار قریش کے تحائف کو واپس کر دیا اور اس کے عقائد حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے بارے میں ان کے معتقدات کے خلاف ہیں اور اس کا رجحان اسلام اور مسلمانوں کی طرف ہے تو بغاوت پر آمادہ ہو کر اس کے مقابلہ پر نکل آئے۔ نجاشی نے حالات کا جائزہ لے کر مسلمانوں کو بلایا حقیقت حال سے آگاہ کر کے انہیں اور ان کے سازوسامان کو چند کشتیوں میں بار کرایا اور ان سے کہا آپ لوگ کشتیوں میں انتظار کریں اگر میں باغیوں پر غالب آ جاؤں تو تم لوگ واپس آ کر حسب سابق سکون و اطمینان سے رہنا اور اگر باغی غالب آ جائیں تو جدہر موقع ملے چلے جانا اس کے بعد نجاشی نے کاغذ منگوا کر اپنے معتقدات کو اس پر لکھا اس تحریر کے الفاظ یہ ہیں

"میں نجاشی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے نبی و رسول ہیں اور جناب عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر اور اس کے بندے ہیں وہ کلمتہ اللہ اور اس کی روح ہیں جو حضرت مریم میں پھونکی گئی جس سے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی ولادت ہوئی" یہ تحریر تہ کر کے اس کا تعویذ بنا کر اپنے بازو پر باندھا اور حبشہ کے باغیوں سے مقابلہ کے لئے نکلا جنگ سے پہلے اس نے باغیوں سے کہا اے حبش کیا میں تمہارا بادشاہ نہیں تھا؟ لوگوں نے کہا بے شک تم نے انصاف کے ساتھ حکمرانی کی یہ جواب سن کر نجاشی نے کہا پھر میرے خلاف بغاوت کیوں کی یہ تو لوگوں نے کہا تھا تم نے ہمارے دین کی مخالفت کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارے معتقدات ہمارے معتقدات کے خلاف ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں جب کہ تم کہتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں

اس موقع پر نجاشی نے ان کے ساتھ حیلہ کیا اور یہ کہا کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی معتقدات رکھتا ہوں جو میرے اس تعویذ میں لکھے ہیں اس وقت نجاشی نے بازو پر بندھے تعویذ کی جانب اشارہ کیا لوگوں کی سمجھ میں نہ آیا کہ نجاشی کا مطلب کیا ہے اور انہیں یہ غلط فہمی ہوئی اور یہ سمجھے کہ وہ (نجاشی) بھی وہی کہہ رہا ہے حضرت عیسیٰ کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے یہ سمجھتے ہوئے باغی آگے بڑھے نجاشی کے سامنے آ کر اس کے قدموں کو بوسہ دیا۔ اور کہا اگر ایسی بات ہے تو ہم تمہارے ساتھ متفق ہیں

اب تم ہی ہمارے بادشاہ ہو تم ہی ہمارے مالک اور حاکم ہو۔ نجاشی رحمتہ اللہ علیہ یہ غلط فہمی پیدا کر کے حبشہ کے باغیوں کو اپنے قابو میں لے آئے اور اہل حبشہ کی نافہمی کی وجہ سے یہ اسلام پر قائم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع رہے یہاں تک کہ اس دنیا کو خیرباد کہا جب ان کے انتقال کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو ان کے لئے دعائے مغفرت کی اور مدینہ میں نماز جنازہ پڑھی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں معلوم یہ ہوا ہے کہ جب نجاشی رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو جو لوگ ان کی قبر پر موجود تھے انہوں نے ان کی قبر پر انوار کی بارش دیکھی تھی۔ مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ اس ضمنی واقعہ کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں نجاشی کے تحفوں کی واپسی کے بعد عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص اپنے مقصد میں ناکامیاب ہو کر مکہ واپس آئے اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لا چکے تھے اور مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کے دل مضبوط اور اسلام کے اعزاز میں اضافہ ہوا تھا مسلمان کافروں کی ایذا رسانی اور مقابلہ کے لئے قوی الحوصلہ ہو گئے تھے

بارگاہ فاروقی میں ابن مسعود کا خراج عقیدت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے قبل ہمارے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ ہم خانہ کعبہ کے قریب کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکیں جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو وہ احاطہ خانہ کعبہ میں آئے تو آگے کھڑے ہوئے اور مسلمان ان کے عقب میں تھے یہ آگے بڑھتے رہے اور کافروں سے لڑتے رہے یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے قریب آ گئے تو نماز کی نیت باندھی گئی مسلمانوں نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا مسلمانوں کے لئے فتح اور ان کی ہجرت اسلام کے لئے نصرت اور ان کا دور خلافت مسلمانوں کے لئے سبب رحمت تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہمیشہ غالب رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دامن اسلام میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ کے میں دو روایتیں منقول ہیں ایک علماء مدینہ کے ذریعہ اور دوسری مجاہد عطاء کے حوالہ سے۔

علماء مدینہ کے ذریعہ سے جو روایت منقول ہے وہ اس طرح سے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے قبل ان کی بہن فاطمہ بنت الخطاب اور ان کے شوہر سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اسلام لے آئے تھے لیکن اپنے اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا اسی طرح ایک اور شخص جن کا تعلق بھی قبیلہ عدی سے تھا اور ان کا نام نعیم بن عبداللہ تحام تھا مسلمان ہو گئے تھے لیکن انہیں بھی جناب عمر کے ڈر سے اعلان اسلام کی ہمت نہ ہوئی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق جناب خباب بن الارث رضی اللہ عنہ ان تینوں کو قرآن کریم پڑھانے ان کے گھر جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں سے سخت دشمنی رکھتے تھے اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اپنے سامنے اسلام کا تذکرہ کرنے والے کو برا بھلا اور نا مناسب باتیں کہتے تھے ایک دن ایک شخص نے آکر کہا اگر تم مسلمانوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ کرنا چاہتے ہو تو یہ اس کا مناسب وقت ہے یہ سب مسلمان فلاں جگہ موجود ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رعب و دبدبہ اسلام لانے سے قبل اور اس کے بعد بھی سب پر طاری رہتا۔ قریش کے لوگ ان سے بہت ڈرتے تھے اور ان کے سامنے کسی کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ جب اس شخص سے انہوں نے یہ بات سنی تو تلوار اٹھائی تاکہ اس مکان میں جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کریں اور مسلمانوں کو زخمی کریں ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ راستہ میں جناب نعیم بن عبداللہ (جن کا ذکر ماسبق سطور میں گزرا) ہے انہوں نے جناب عمر کو سخت غصہ کی حالت میں تلوار حمائل کئے دیکھا تو جناب عمر رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کدہر کا ارادہ ہے کہنے لگے (خاکم بدہن) اس صابی کی گردن تن سے جدا کرنے جا رہا ہوں یاد رہے اہل مکہ پر اس شخص کو جو مشرف بہ اسلام ہوتا تھا صابی کہتے تھے۔ یہ بات سن کر جناب نعیم نے کہا عمر! تم نے غلط ارادہ کیا ہے اپنے آپ کو غلط فہمی میں مبتلا نہ کرو۔ (خاکم بدہن) اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کر دو گے تو بنو ہاشم اور بنو مطلب تمہیں زمین پر زندہ نہ چھوڑیں گے۔ پہلے جا کر اپنے گھر کی خبر لو اور ان کی اصلاح کرو اس کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ سوچنا جناب نعیم نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں اور انہوں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین اختیار کیا ہے جضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ باتیں سن کر غصہ آیا اور طیش میں بھرے گھر کی طرف پلٹ گئے تاکہ بہن اور بہنوئی سے نپٹ لیں جو مشرف بہ اسلام ہو چکے

ہیں اسی وقت جناب خباب بن الارث ان دونوں کو سورہ طہ (جو انہیں دنوں نازل ہوئی تھی اور جناب خباب نے اس کو نقل کر لیا تھا) ہاتھ میں لئے پڑھا رہے تھے جناب عمر رضی اللہ عنہ کی آمد کا پتہ چلا تو یہ خیال کرتے ہوئے کہ جناب عمر گھر میں اس جگہ نہ آ جائیں جہاں یہ بیٹھے ہوئے تلاوت قرآن کریم میں مشغول تھے فوراً" اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے (جناب خباب) بھاگ کر کسی گوشہ میں چھپ گئے حضرت عمر کی بہن جناب فاطمہ نے اس تحریر کو اپنی ٹانگ کے نیچے چھپا لیا تاکہ جناب عمر اس کو نہ دیکھ سکیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی تلاوت کی آواز کو سن چکے تھے اور یہ اندازہ کر لیا تھا کہ یہ قرآن کریم پڑھ رہے تھے چنانچہ اسی جگہ داخل ہوتے ہی اپنے بہنوئی جناب سعید بن زید سے معلوم کیا کہ یہ کیسی آوازیں تھیں جو میں نے سنیں اور تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ جناب فاطمہ نے فرمایا آپ نے غلط سنا ہم تو کچھ بھی نہیں پڑھ رہے تھے آپس میں باتیں کر رہے تھے یہ سن کر حضرت عمر کے غصہ میں اضافہ ہوا جناب سعید کو گردن سے پکڑ کر گھسیٹ لیا تاکہ انہیں قتل کریں جب جناب فاطمہ نے حالات کا جائزہ لیا تو حضرت عمر سے لپٹ گئیں تاکہ وہ ان کے شوہر جناب سعید کو قتل نہ کر سکیں یہ دیکھ کر حضرت عمر کے اشتعال میں اضافہ ہوا اور انہوں نے بہن کے سر پر اس زور سے مکہ مارا کہ ان کے سر کی ہڈی پچک گئی اور خون ان کے چہرے پر بہنے لگے اس مرحلہ پر ان کی بہن اور بہنوئی نے تمام آداب سے صرف نظر کرتے ہوئے کہا اے عمر! ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کی ہے اور ان کے لائے ہوئے دین کو قبول کر لیا ہے اب اگر تم ہمارے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دو تو ہم اس دین کو نہیں چھوڑیں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بہن کے خون آلود چہرے کو دیکھا اور ان دونوں کی دین اسلام میں استقامت کا اندازہ کیا تو ان پر ندامت اور رقت طاری ہو گئی بہنوئی کو چھوڑ کر بہن سے کہا ذرا دکھاؤ تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے اور تم نے اس کو چھپا لیا تھا (یہاں یہ بات مدنظر ہونی چاہئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دور جاہلیت میں زیور علم سے آراستہ تھے اور پڑھنا لکھنا جانتے تھے) جناب فاطمہ نے کہا کہ اس تحریر کو ہم تمہارے سپرد کرتے ہوئے ڈرتے ہیں جناب عمر نے قسم کے ساتھ کہا کہ میں اس کو پڑھ کر واپس کر دوں گا۔ بہن نے جب دیکھا کہ بھائی کا غصہ ختم ہو گیا ہے اور انفعالی کیفیت طاری ہے تو کہا اگر تم چاہتے ہو کہ وہ تحریر تمہیں دی جائے تو جا کر پہلے طہارت حاصل کرو کیونکہ یہ پاک پروردگار کا کلام ہے اور بغیر طہارت کے اس کو کوئی نہیں چھو سکتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہن کی بات سن کر اٹھے وضو و غسل سے فارغ ہو کر آئے اور اس تحریر کو پڑھنا شروع کیا سورہ طہ کی ابتدائی آیت سے پڑھتے جب اس آیت پر آئے **لہ ما فی السموات و ما فی**

الارض و ما بینهما وما تحت الثری (اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان اور تحت الثریٰ میں ہے) یہ پڑھ کر رونے لگے اور بیساختہ ان کی زبان سے نکلا **ما احسن ھذا الکلام و اکرمہ** کتنا اچھا کلام ہے اور کیا معزز انداز کا خطاب ہے۔ یہ سنتے ہی جناب خباب رضی اللہ عنہ جو ان کے ڈر سے چھپ گئے تھے باہر آ گئے اور کہنے لگے عمر! اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام سے سرفراز فرمائے گا حضرت عمر نے سوال کیا یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو تو جناب خباب نے کہا کل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے **اللھم اعز الاسلام بابی الحکم بن ھشام او بعمر بن الخطاب** خداوندا ابی الحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کی تائید فرما اب اے عمر جلدی کرو اور دعائے نبوی کے ثمرات حاصل کرو میں سمجھتا ہوں کہ یہ دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی ہے جناب عمر نے فرمایا خباب! مجھے بتاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں تاکہ میں جا کر اسلام قبول کروں جناب خباب نے انہیں وہ جگہ بتائی جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے چنانچہ جناب عمر اسی طرح تلوار لٹکائے اس جگہ پہنچے جس مکان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ رونق افروز تھے اور جو کافروں کی ایذا رسانی کے خوف سے چھپے ہوئے تھے جناب عمر نے جا کر دروازہ پر دستک دی ایک صحابی اٹھے تاکہ دیکھیں کون آیا ہے جب انہوں نے کواڑ کی جھری سے دیکھا کہ جناب عمر تلوار حمائل کئے دروازہ پر کھڑے ہیں جلدی سے جا کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کیا یا رسول اللہ عمر تلوار حمائل کئے دروازے پر موجود ہیں یہ سن کر تمام صحابہ گھبرا گئے لیکن سید الشہدا جناب حمزہ نے فرمایا یا رسول اللہ دروازہ کھولنے کی اجازت دیں اگر عمر خیر کے ارادے سے آئے ہیں تو مبارک اور اگر برے اور فساد کے ارادے سے آیا ہے تو اسی کی تلوار سے اس کو قتل کر کے اس کا سر یہاں لا کر ڈال دوں گا جناب امیر حمزہ کی زبان سے یہ کلمات سن کر آپ نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا جب جناب عمر مکان کے اندر داخل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پٹی پکڑ کر اس کو جھٹکا دیا اور فرمایا عمر! اگر صلح اور امن کے ارادے سے آئے ہو تو میں تم کو چھوڑ دیتا ہوں اور اگر تم جنگ و فساد کے ارادے سے آئے ہو تو میں دنیا کو تمہارے شر سے نجات دلاتا ہوں یہ سنتے ہی حضرت عمر پر رقت طاری ہو گئی کہنے لگے یا رسول اللہ برے ارادے سے نہیں بلکہ خدا کی خدائی اور آپ کی نبوت پر ایمان لانے آیا ہوں **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ** جناب عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ تکبیر بلند کیا جب صحابہ نے نعرہ کی آواز سنی تو یہ سمجھ لیا کہ جناب عمر اسلام لے آئے ہیں صحابہ نے باہر آ کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرط مسرت میں جناب عمر سے بغلگیر ہوئے اس کے بعد جناب عمر

نے صحابہ کے ساتھ بیٹھ کر کہا کافر تو لات و عزیٰ کی پوجا کھلم کھلا کرتے ہیں ہم اپنے پروردگار کی عبادت پوشیدہ کیوں کریں یہ کہتے ہوئے اٹھے اور برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے گھر سے نکلے اور کافروں سے لڑتے ہوئے خانہ کعبہ تک آئے صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عقب میں چل رہے تھے۔

مصنف فرماتے ہیں مذکورہ بالا سطور اہل مدینہ کی روایت کے مطابق ہیں

جناب عطاء مجاہد کی روایت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ جو خود انہیں کی زبانی سنایا گیا کچھ اس طرح ہے میں مسلمانوں کا سخت دشمن تھا اور میرا پختہ عزم یہ تھا کہ میں ہرگز اسلام قبول نہ کروں گا۔ میں شراب نوشی کا بہت شوقین تھا اور بغیر پیئے مجھے سکون نہ ملتا تھا۔ میرے چند حریف تھے ہم سب دوست ایک جگہ جمع ہو کر محفل نوشا نوش گرم کرتے تھے اور دور جاہلیت کے معاشرہ کے مطابق رات گزراتے۔ ایک شب جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ میرے ساتھی وہاں موجود نہیں میں نے خیال کیا کہ ساتھیوں کے بغیر کیا کروں اور کس طرح تشنگی دور کروں میں ایک شراب فروش کے پاس گیا تاکہ اس سے شراب خرید کر پیاس بجھاؤں جب میں نے اس کے گھر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا تو معلوم ہوا کہ وہ گھر میں نہیں ہے تو مجبورا" اپنے گھر کی جانب چلا تاکہ آج کی رات ایسے ہی بلا پیئے گزارہ کیا جائے

جب گھر کی طرف چلا تو راستہ میں خیال آیا کہ آج کی رات گھر میں کوئی کام تو ہے نہیں چلو پہلے خانہ کعبہ چل کر طواف کی سعادت حاصل کریں اس کے بعد گھر جائیں گے چنانچہ خانہ کعبہ آ کر طواف میں مشغول ہوا دوران طواف دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان مصروف نماز ہیں چونکہ اس زمانہ میں مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے انداز میں نماز ادا کرتے جس سے توجہ خانہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں سمتوں کی طرف ہو۔

جناب عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طواف سے فارغ ہو کر میں نے سوچا ابھی تو بہت رات باقی ہے ابھی گھر نہیں جانا چاہیے چنانچہ میں بیٹھ کر یہ سننے لگا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نماز میں کیا پڑھتے ہیں اس وقت ذہن میں یہ بات آئی اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جاؤں گا تو ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں کوئی خیال آئے اور آپ سکون کے ساتھ نماز نہ ادا کر سکیں اس لئے میں غلاف کعبہ میں چھپتا ہوا آہستہ آہستہ حجر اسود کے قریب اس جگہ آیا جہاں آپ نماز ادا فرما رہے تھے وہاں بیٹھ کر یہ سننے لگا کہ آپ نماز میں کیا پڑھتے ہیں جب تھوڑی دیر سنتا رہا تو مجھ پر رقت طاری ہوئی اور میں بہت رویا اس

وقت میرے دل میں اسلام کی طرف رغبت ہوئی اور اسلام لانے کی آرزو پیدا ہوئی تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر اٹھے اور خانہ کعبہ سے چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے چلنے لگا جب آپ درمیان راہ آئے تو آپ کو میرے قدموں کی چاپ کا احساس ہوا اور آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا **ما جاء بک یا بن الخطاب ھذہ الساعۃ** اے ابن خطاب رات کے اس وقت تمہیں کیا ہوا ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ممکن ہے کہ سوال اس لئے کیا ہو کہ میں آپ کو اذیت پہنچانے آ رہا ہوں۔ میں نے جواب میں عرض کیا یا رسول اللہ میں ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں میرا جواب سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا پڑھو **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ** میری زبان سے کلمہ شہادت ادا ہونے کے بعد آپ نے میرے سینہ پر دست مبارک پھیرا اور میرے حق میں یہ دعائیہ کلمات فرمائے خداوندا تو اسے دین پر استقامت عطا فرما اس کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے دولت سرائے اقدس کی جانب روانہ ہوئے میں آپ کو گھر کے دروازے پر چھوڑ کر واپس آیا (بقول مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں دوسری روایت جو علماء مدینہ کے حوالہ سے منقول ہے مکمل ہوئی)

محمد بن اسحاق مصنف کتاب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میرے والد مشرف بہ اسلام ہوئے تو ان کی خواہش ہوئی کہ ان کے اسلام کی اطلاع جلد از جلد قریش مکہ کو جائے اور کون ایسا شخص ہے جو اس کی تشہیر کرے تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ کام جمیل بن معمر جمحی کر سکتا ہے چنانچہ جناب عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور فرمایا جمیل! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے اسلام کے ساتھ وابستگی اختیار کی ہے اور میں خداوند قدوس اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں اور ان کے دین کو اختیار کیا ہے جمیل نے جب میری بات سنی تو جلدی جلدی دامن جھاڑتا اٹھا اور بھاگتا دوڑتا حرم کعبہ اور قریش کے ان لوگوں سے جو وہاں جمع تھے کہا لوگو سنو عمر نے دین محمدی اختیار کیا ہے اور اسلام لے آیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی جمیل کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے وہ بھی خانہ کعبہ آئے اور جب جمیل نے ان کے اسلام کا اعلان کیا تو آپ نے لوگوں کو متعجب دیکھ کر فرمایا جمیل ٹھیک کہتا ہے قریش کے لوگو سنو! میں نے دین محمدی اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لایا ہوں اور مسلمان ہو گیا ہوں۔ قریش نے جب یہ کلمات سنے تو اٹھ کر حضرت عمر

پر حملہ آور ہوئے حضرت عمر نے دفاع کیا آپس میں محاذ آرائی جاری رہی یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رنجیدہ خاطر ہو کر زمین پر بیٹھ گئے ان کے بیٹھتے ہی کفار پھر ان پر اجتماعی طور پر حملہ آور ہوئے اور انہیں ہلاک کرنا چاہا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کافرو! اس وقت جو چاہو کر لو اس خدائے وحدہ لا شریک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے جب تین سو مسلمان تم کافروں پر غالب ہوں گے اس وقت کہا جائے گا کہ اب کیا کیا جائے (اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جملہ کی صداقت کا اظہار معرکہ بدر میں ہوا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو مسلمان کے ساتھ کافروں کی بھاری جمعیت کو شکست دی اور مسلمانوں کو قوت و استحکام حاصل ہوا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ جملے کہہ رہے تھے اور کفار قریش انہیں مار رہے تھے اور ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو گیا تھا اسی وقت قریش کا ایک بوڑھا شخص وہاں آگیا اور اس نے معلوم کیا کہ انہیں کیوں مار رہے ہو تو لوگوں نے کہا کہ یہ مسلمان ہو گئے ہیں بوڑھے نے کہا اب کیا ہو سکتا ہے وہ یہی تو کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کی متابعت اختیار کر لی ہے اس لئے تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم نے یہ نہیں سوچا اگر تم اس کو ہلاک کر دو گے تو اس کے قبیلے والے بنو عدی تمہارے مقابلہ پر آجائیں گے جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت حاصل ہو گی اور یہ سب عمر کے خون کے انتقام کے لئے سامنے آئیں گے اور قصاص چاہیں گے۔ بوڑھے کی باتیں ان کے اشتعال پر ایسی ثابت ہوئیں جیسے آگ پر پانی ڈالا جائے وہ فورا مار پیٹ سے باز آگئے اور ادھر ادھر کونوں میں جا کر بیٹھ گئے جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے والد گرامی جناب عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ وہ بوڑھا جس نے قریش مکہ کو مار پیٹ سے روکا تھا کون تھا تو جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ وہ عاص بن وائل سہمی تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ ایک اور واقعہ ان کے خاندان والوں سے اس طرح منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ جس رات میں اسلام لایا تو میں نے دل میں سوچا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کون سا سب سے شدید دشمن ہے جس کو صبح جا کر اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع دوں اس وقت میرے ذہن نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے بدترین دشمن ابوجہل کا نام آیا یا ابو جہل حضرت عمر کا ماموں تھا چنانچہ صبح اٹھ کر حضرت عمر نے جا کر ابو جہل کا دروازہ کھٹکھٹایا ابوجہل نے آ کر دروازہ کھولا اور خوش آمدید کہتے ہوئے کہنے لگا میری بہن کے بیٹے صبح صبح کیسے آئے میں نے کہا تمہیں یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں دین محمد اختیار کیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہوں یہ سنتے ہی وہ

مشتعل ہو گیا گالیاں بکتے ہوئے دروازہ بند کرتا ہوا گھر میں چلا گیا۔ **واللہ اعلم**

مسلمانوں سے مقاطعہ کا معاہدہ

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں جب کفار قریش نے دیکھا کہ مہاجرین حبشہ میں سکون و اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور نجاشی شاہ حبشہ نے انہیں بہت سی مراعات دے دی ہیں اور جو مسلمان مکہ میں موجود ہیں وہ جناب امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قوت و عظمت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت و شوکت کے سہارے کافروں کے ظلم وجور سے محفوظ ہیں اور ان دونوں کی وجہ سے انہیں پناہ حاصل ہو گئی ہے اور انہیں کسی طرح بھی مبتلائے اذیت نہیں کیا جا سکتا اور اسلام کی تبلیغ کے معاملات میں خلل نہیں ڈالا جا سکتا انہیں یہ بھی احساس تھا کہ مکہ میں بسنے والے قبائل میں اسلام روز بروز مقبول ہو رہا ہے اور اسلام کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے تو ان کافروں نے لوگوں کو جمع کر کے مجلس مشاورت منعقد کی اور آپس میں طے کیا کہ ایک عہد نامہ تحریر کیا جائے کہ آئندہ محمد (مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم) کے قبیلہ بنو مطلب اور بنو ہاشم سے میل جول اور معاملت ختم کر دئے جائیں نہ ان کے خاندانوں کی لڑکیوں سے شادی کی جائے نہ ان خاندانوں میں لڑکیاں دی جائیں کفار مکہ کا کوئی فرد اور ان کا کوئی حلیف مسلمانوں سے معاملت اور موافقت نہ کرے یہ تجاویز تھیں جن پر سب نے عہد و پیمان کئے اور قسمیں اٹھائیں اور ضبط تحریر میں لا کر اس عہد نامہ کو خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا یہ عہد نامہ منصور بن عکرمہ بن عامر بن ھاشم بن عبد مناف نے لکھا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں دعا فرمائی اور اس کی انگلیاں بیکار ہو گئیں۔ اور وہ لکھنے سے معذور ہو گیا بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ عہد نامہ نضر بن حارث نے لکھا تھا۔

مقاطعہ کے معاہدہ پر بنو ہاشم کا رد عمل

جب بنو ہاشم اور بنو مطلب نے دیکھا کہ قریش نے ان کی مخالفت میں حد کر دی ہے اور مقاطعہ کا معاہدہ تحریر کیا ہے تو ان خاندانوں کے لوگ ابو طالب کے پاس آئے اور ان کے ساتھ مشورہ کے بعد سب نے آپس میں معاہدہ کیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت و نصرت سے منہ نہ موڑیں گے اور ہر طرح آپ کی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی حمایت جاری رکھیں گے اور حفاظت کے فرائض بھی انجام دیں گے بنو ہاشم و بنو مطلب کے اس معاہدہ میں ابو لہب نے قرابت کے باوجود اپنی اسلام دشمنی کی وجہ سے شرکت نہ کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا برملا اظہار کیا اور قریش کی ہمنوائی کا اعلان کیا تو

ابولہب اور اس کی بیوی کی مذمت میں قرآن کریم میں سورہ لہب نازل ہوئی

ابو طالب کو جب قریش کے عہد و پیمان کو ضبط تحریر میں لانے کا علم ہوا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف اور قریش کی مذمت میں قصیدہ کہا جس میں قریش کو سخت ست الفاظ میں یاد کیا ہے

اَلا اَبْلِغَا عَنِّی عَلٰی ذَاتِ بَیْنِنَا
لُؤَیًّا وَخُصًا مِنْ لُؤَیٍّ بَنِی کَعْبِ

اَلَمْ تَعْلَمُوا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا
نَبِیًّا کَمُوسٰی خُطَّ فِی اَوَّلِ الْکُتُبِ

وَاَنَّ عَلَیْهِ فِی الْعِبَادِ مَحَبَّةً
وَلَا خَیْرَ مِمَّنْ خَصَّهُ اللّٰهُ بِالْحُبِّ

وَاَنَّ الَّذِی اَلْصَقْتُمُ[1] مِنْ کِتَابِکُمْ
لَکُمْ کَائِنٌ نَحْسًا کَرَاغِیَةِ[2] السَّقْبِ[3]

[اَفِیقُوا] اَفِیقُوا قَبْلَ اَنْ یُحْفَرَ الثَّرٰی
وَیُصْبِحَ مَنْ لَمْ یَجْنِ ذَنْبًا کَذِی الذَّنْبِ

اس قصیدہ کے پانچ اشعار آپ بھی مطالعہ فرمائیے بقیہ قصیدہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے مصنف کہتے ہیں اس معاہدہ کو دو سال کا عرصہ گزرا اس دوران کسی فرد نے بنو ہاشم اور بنو مطلب سے رابطہ نہ رکھا اگر کوئی شخص ان خاندانوں کے ساتھ ہمدردی اور دوستی کرنے کی خواہش رکھتا یا ان کی مدد و معاونت کرنا چاہتا تو وہ مجبور ہو کر ایسا نہ کر سکتا تھا۔

اگر کوئی قافلہ مکہ آ جاتا تو اس کو یہ موقع نہیں دیا جاتا کہ وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ تجارتی معاملہ کر سکے ۔ حکیم بن حزام جو اس دوران مکہ سے باہر گئے ہوئے تھے جب مکہ آئے تو انہیں حالات کا علم ہوا اور انہوں نے سیدہ خدیجہ کو جو ان کی پھوپھی تھیں غلہ پہنچانا چاہا تو راستہ میں ابوجہل نے دیکھ لیا اور لے جانے والوں سے معلوم کیا کہ تم یہ غلہ کہاں لے جا رہے ہو تو لیجانے والوں نے بتایا کہ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی سیدہ خدیجہ کے لئے بھیجا ہے ابوجہل اس غلہ کو واپس لے آیا اور وہاں تک نہ پہنچنے دیا ابو البختری بن ہشام نے آ کر ابو جہل سے جھگڑا کیا اور کہا کہ یہ غلہ حکیم بن حزام کے پاس امانت تھا جو اس نے واپس کیا ہے لیکن ابوجہل نے کوئی بات نہ سنی اور جھگڑتا رہا تو ابوالبختری نے ایک ہڈی اٹھائی اور ابوجہل کے سر پر ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا ابوجہل چاہتا تھا کہ وہ ابوالبختری پر حملہ کرے حسن

اتفاق جناب امیر حمزہ رضی اللہ عنہ قریب ہی موجود تھے وہ وہاں پہنچ گئے ابو جہل نے جب سید الشہداء جناب حمزہ کی موجودگی کو محسوس کیا تو خاموش رہا اور وہاں سے چلا گیا اس طرح بنو ہاشم اور بنو مطلب پر ایک عرصہ تک ابتلاء کا دور گرزا اور وہ اس مقاطعہ سے تنگ آ گئے نہ کہیں جا سکتے تھے نہ کچھ سامان خورد نوش کے لئے حاصل کر سکتے تھے۔ ان مصائب کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ تبلیغ دین کے فریضہ کو نہایت تندہی کے ساتھ انجام دیتے اور خاموشی کے ساتھ لوگوں کو دین اسلام کی طرف متوجہ کرتے اور آخرت کے بارے میں مطلع فرماتے مشرکوں اور قریش کے مظالم سے آگاہ کرتے اس عرصہ میں قبائل عرب اور قریش کے بہت سے لوگ اسلام سے وابستہ ہو گئے

قبائل قریش میں بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی کا اظہار کرتے اور تمسخر سے باز نہ آتے تھے اللہ رب العالمین نے اس سب کے بارے میں قرآن کریم میں مذمت کی آیات نازل فرمائیں

سورہ لہب کی شان نزول

سب سے پہلے ابولہب اور اس کی بیوی کے حق میں سورہ لہب نازل ہوئی اور سورہ لہب کے نازل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابولہب بعث و قیامت کا منکر تھا اور کہتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جنت کے وعدے کرتے ہیں اور عذاب دوزخ وغیرہ سے ہمیں ڈراتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہمیں زندگی ملے گی لیکن جب ہم مرجائیں گے تو ان کے وعدے کس طرح سامنے آئیں گے اور ان کا پتہ کس طرح چلے گا اور وہ (ابولہب) مثال دے کر اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر پھونک کر کہتا تھا کہ جس چیز کو ہوا اڑا کر لے گئی ہے اب وہ اس کو کس طرح پا سکتی ہے اسی طرح ابولہب کی بیوی تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف و ایذا دینے کے لئے روزانہ گھر سے نکلتی اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے راستہ میں کانٹے ڈال دیتی ان دونوں کے حق میں رب تعالیٰ نے سورہ لہب نازل فرمائی تبت کے معنی ہلاکت میں پڑنے کے ہیں اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ جن ہاتھوں کے ذریعہ وہ پھونک کر مثال دیتا ہے ان ہاتھوں کو توڑ دیا جائے۔ کیونکہ ان پر پھونک کر وہ مرنے کے بعد اٹھنے اور قیامت کا انکار کرتا ہے کل قیامت کے دن ان ہاتھوں کو جہنم میں جلایا جائے گا اور ابو لہب پر جہنم میں عذاب ہو گا اور دنیا کا مال و منال سے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ اور اس کی بیوی جن کانٹوں کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی راہ میں ڈالتی ہے ہر کانٹا لکڑیوں کا ڈھیر بن جائے گا اور ان کانٹوں کے ڈھیر کو رسیوں سے باندھ کر اس کی گردن میں ڈال کر اس کو جہنم کی آگ میں جلنے کے لئے ڈال دیا جائے گا۔ تاکہ وہ ان لکڑیوں کے ساتھ دوزخ کی آگ میں جلتی رہے۔

ان دونوں کی مذمت میں جب سورہ تبت یدا ابی لھب نازل ہوئی اور ابولہب کی بیوی کو پتہ چلا تو غصہ میں بھری ہوئی اٹھی اور ایک پتھر اٹھا کر اس کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے سر پر مارنے کے لئے مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی جانب روانہ ہوئی جب احاطہ کعبہ میں پہنچی تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو جناب ابو بکر کے ساتھ بیٹھا دیکھا جب وہ قریب پہنچی تو اس کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو نہ دیکھ سکی جناب ابو بکر صدیق سے دریافت کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں چلے گئے ابھی تو میں ان کو یہیں بیٹھے دیکھا تھا؟ جناب ابوبکر نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو اس نے کہا خدا کی قسم اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے مل جاتے تو میں یہ پتھر ان کے سر پر مار کر (خاکم بدہن) انہیں ہلاک کر دیتی۔ وہ ہماری مذمت کرتے اور ہمیں برا بھلا کہتے ہیں۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ میں شاعرہ ہوں اور ان کی ہجو کہہ سکتی ہوں اس کے بعد اس نے یہ کہا۔ **مذمما عصینا و امرہ ابینا و دینہ قلینا** اس ہفوات کو کہتی ہوئی روانہ ہو گئی تو جناب ابوبکر صدیق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تعجب ہے کہ ابولہب کی بیوی نے آپ کو نہیں دیکھا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا **ماراتنی لقد اخذ اللہ ببصرھا عنی** اس نے مجھے نہیں دیکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیکھنے کے لئے اس کی بصارت سلب فرمالی تھی

اس واقعہ کے بعد سے قریش کے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "مذمم" کہنے لگے ایک دن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شکایتاً فرمایا **الا تعجبون لما صرف اللہ عنی من اذی القریش یسبون و یھجون مذمما و انا محمد** آپ نے فرمایا تم کو یہ دیکھ کر تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ قریش کی اذیت کو مجھ سے دور فرما دیتا ہے یہ قریش مذمم کو لعنت کرتے اور گالیاں دیتے ہیں اور میں تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں

بارگاہ نبوی کا ایک اور گستاخ

ابولہب اور اس کی بیوی کے علاوہ ایک اور شخص جو بارگاہ نبوی میں گستاخی کا ارتکاب کرتا اور آپ کو رنج پہنچاتا امیہ بن خلف جمحی تھا یہ بد بخت جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آنکھیں نچا کر اور آنکھیں ٹیڑھی کر کے آپ کی طرف دیکھتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں **ویل لکل ھمزۃ الخ** (سورۃ ھمزہ) نازل فرمائی مصنف کہتے ہیں کہ ھمزہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کھلم کھلا لوگوں کو گالیاں دے اور آنکھیں پھرا پھرا کر باتیں کرے اور غرہ جو غیبت میں برا کہے اور عیب لگائے۔

بارگاہ نبوی میں گستاخ عاص بن وائل

یہ بد بخت بارگاہ نبوی میں تمسخر کرتا اور دشنام طرازی کیا کرتا تھا اس کی ایک گستاخی کا تذکرہ مصنف نے ان الفاظ میں کیا ہے جناب خباب بن الارفع رضی اللہ عنہ کو اس سے قرض وصول کرنا تھا ایک دن وہ تقاضے کے لئے اس کے پاس گئے دوران گفتگو عاص نے جناب خباب سے کہا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے یہ وعدہ نہیں کرتے کہ تمہیں وہ جنت ملے گی جہاں ہر چیز خواہش کے مطابق دستیاب ہو گی حضرت خباب نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے عاص بن وائل کہنے لگا تو تقاضہ نہ کرو میں تمہارا قرض جنت میں ادا کر دوں گا کیونکہ آخرت میں تم سے کمتر ہوں گا۔ رب کریم کو اس کا یہ طنز پسند نہ آیا اور اس خالق و مالک نے اس کی مذمت میں سورہ مریم کی آیات ۷۷ تا ۸۰ نازل فرمائیں (جن کا ترجمہ یہ ہے) تو کیا آپ نے دیکھا کہ جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہنے لگا کہ مجھے مال و اولاد ضرور ملیں گے کیا وہ غیب کو دیکھ آیا ہے یا اس نے ر ن سے کوئی عہد لیا ہے ہرگز نہیں اب ہم لکھ لیں گے جو کچھ وہ کہتا ہے اور اسے بہت لمبا عذاب دیں گے اور ہم ہی اس چیز کے وارث ہوں گے جو وہ کہہ رہا ہے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا

دشمن رسول ابو جہل

دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے بڑھ کر ابو جہل تھا ایک دن اس نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہا اگر آپ ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیں اور انہیں برا بھلا نہ کہیں تو بہتر ہے ورنہ ہم آپ کے خدا کی شان میں گستاخیاں کریں گے اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام کی آیت ۱۰۸ نازل فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے "اے مسلمانو تم ان کافروں کے معبودوں کو برا نہ کہو جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا وہ عبادت کرتے ہیں (ورنہ) وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں سرکشی اور جہالت کی وجہ سے بے ادبی کریں گے"۔ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد حکم ربی کے مطابق بتوں کو برا کہنا ترک کر دیا گیا

نضر بن حارث کی ہرزہ سرائیاں

یہ بد بخت بارگاہ نبوی میں گستاخیاں کرتا رہتا تھا اور بد زبانی کے لئے مختلف انداز اختیار کرتا تھا اکثر یہ کرتا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ سے اٹھتے تو یہ اس جگہ جا کر بیٹھتا اور رستم و اسفندر کے علاوہ عجمی بادشاہوں کے قصے بیان کیا کرتا اور قرآن کریم میں نازل ہونے والے واقعات و قصہ پر طنز کرتا تھا اور ان واقعات میں کتر بیونت اور کلی پھندے لگاتا تھا اس کے بارے میں رب تعالیٰ نے سورہ فرقان کی

آیت ۵ '۶ نازل فرمائیں (ترجمہ یہ ہے) اور انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کے (جھوٹے) قصے ہیں جو اس (رسول) نے لکھوائے ہیں تو وہ صبح و شام ان پر پڑھے جاتے ہیں اے (محبوب) آپ فرمادیں اس قرآن کو اسی اللہ نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کی ہر پوشیدہ بات کو جانتا ہے بے شک وہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے" اس کے علاوہ سورہ مطففین کی آیت ۱۳ میں رب کریم نے فرمایا "جب اس پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں" سورہ جاثیہ کی آیات ۷' ۸ میں اس طرح فرمایا "ہر بہتان باندھنے والے گنہگار کے لئے تباہی ہے اس کے سامنے جن آیات الہی کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر سے ان کے انکار پر اڑا رہتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں اے (محبوب) اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔"

عبداللہ بن ز•عری کی گستاخی

عبداللہ بن ز•عری کی خباثت یہ تھی کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں ولید بن مغیرہ اور قریش کے دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اسی وقت نضر بن حارث بھی آ کر وہیں بیٹھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی گفتگو میں مداخلت کر کے مناظرانہ انداز میں باتیں کرنے لگا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی باتوں پر اعتراض کرنے لگا تو آپ (صلی اللہ علیہ و سلم) نے دلائل و براھین سے اس کو قائل کر دیا اور اس کو کچھ کہنے کی مجال نہ رہی تو خاموش ہو گیا حاضرین نے اس کی حالت دیکھ کر سمجھ لیا کہ اب اس کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں رہا اس کے خاموش ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے سورہ انبیاء کی آیات ۹۸ تا ۱۰۰ تلاوت فرمائیں (ان کا ترجمہ یہ ہے) "بے شک تم اللہ تعالٰی کے سوا جن بتوں کی عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہیں تم (سب) اس میں پہنچنے والے ہو اگر یہ سچے معبود ہوتے تو جہنم میں نہ جاتے یہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے ان کے لئے اس (دوزخ) میں چیخ و پکار ہو گی اور وہ اس میں کچھ نہ سن سکیں گے" اس آیت کی تلاوت کے بعد نبی علی الصلوۃ والسلام وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہاں سے تشریف آوری کے بعد عبداللہ بن ز•عیر وہاں آ گیا قریش کے لوگ وہیں بیٹھے تھے عبداللہ بن ز•عیر وہیں آ کر بیٹھا تو لوگوں نے اس سے کہا عبداللہ! تجھے معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں اور ہمارے معبودوں کے بارے میں کیا کہا ہے؟ عبداللہ نے کہا انہوں نے کیا کہا ہے تو لوگوں نے اس کو یہ آیات سنائیں اور بتایا کہ نضر بن حارث کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

شکست دی اور اس کو خاموش کر دیا اور ہمارے معبودوں کے بارے میں بہت کچھ کہا۔ عبداللہ نے کہا اگر میں وہاں موجود ہوتا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خاموش کر دیتا۔ اور ان کی باتوں کا جواب دیتا لوگوں نے معلوم کیا کس طرح ؟ تو اس نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ کہا کہ ہم اور جن کی ہم پرستش کرتے ہیں دوزخ میں جائیں گے لوگوں نے کہا ٹھیک ہے انہوں نے یہی کہا تھا تو ابن زبعری نے کہا کہ ہم اور عرب کی ایک جماعت آسمان کے فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں جب کہ یہودی حضرت عزیر کی اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش کرتے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتوں سے یہ لازم آتا ہے کہ فرشتے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام بھی دوزخ میں جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کی پرستش کی جاتی ہے عبداللہ بن زبعری کی یہ بات سن کر قریش متعجب رہ گئے کہنے لگے خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صرف یہی بات عاجز کر سکتی ہے چنانچہ قریش کے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم (کافر) اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی پرستش کرتے ہیں تو عابد و معبود دونوں دوزخ میں جائیں گے (قرآنی آیت میں فرمایا گیا تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن بنا کر اس میں ڈالے جاؤ گے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے میں نے یہی کہا ہے تو یہ کافر کہنے لگے ہم فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی پرستش کرتے ہیں نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش کرتے ہیں۔ اس سے لازم آتا ہے کہ سب دوزخ میں جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی پرستش کی جاتی ہے ان کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کی جائے تو وہ یقیناً" اپنے پرستاروں کے ساتھ جہنم میں جائے گا لیکن فرشتے حضرات عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کو یہ گوارا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کی پرستش کی جائے لہٰذا وہ پرستاروں کے ساتھ جہنم میں نہ جائیں گے بلکہ شیاطین۔ فرعون۔ نمرود جو خدائی کا دعویٰ کرتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ ان کی پوجا کی جائے واصل جہنم ہوں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر سب حاضرین ساکت و خاموش رہ گئے اور کچھ کہنا ان کے لئے ممکن نہ ہو سکا۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آیت کریمہ نازل فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے "بے شک جن کے بارے میں ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے وہ اس (دوزخ) سے دور رکھے جائیں گے۔"

رب تعالیٰ نے فرمایا ہے فرشتے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تو وہ ہیں جن کے بارے میں ہم نے پہلے ہی انعام و اکرام فرمایا اور انہیں سعادت ابدی کا مستحق قرار دیا ہے یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ دوسروں کی طرح دوزخ میں جائیں اور یہ حضرات ان لوگوں سے جو ان کی پرستش کرتے ہیں بیزار ہیں اور

انہیں یہ گوارا انہیں کہ معبود سمجھ کر ان کی پرستش کی جائے

گستاخ رسول اخنس بن شریق

اس کا تعلق شرفا قریش سے تھا یہ بدبخت منافقانہ انداز اختیار کرتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو خوش اخلاقی کا انداز اختیار کرتا لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عدم موجودگی میں گستاخیوں کا ارتکاب کرتا اور آپ کی باتوں کی تردید کیا کرتا تھا اس کی یہ انداز رب تعالیٰ کو پسند نہ آیا اور اس کے بارے میں مذمت کی آیت نازل فرمائی اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت زیادہ قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل۔ طعنہ زنی کرنے والا بہت چلتا پھرتا چغل خور ہو اور بھلائی سے حد درجہ گزرنے والا حدود سے تجاوز کرنے والا گنہگار ہو اور بدخوئی کے علاوہ بد اصل بھی ہو" سورہ قلم آیت ا' ۳

دشمن رسول ولید بن مغیرہ

یہ دشمن اسلام بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخی کا ارتکاب کیا کرتا تھا نبی علیہ الصلوۃ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ اس کا حسد نمایاں تھا وہ کہا کرتا تھا کہ وہ وقت کب آئے گا کہ میں مکہ کی بزرگ ترین شخصیت بنوں اور ابو مسعود عمرو بن عمیر ثقفی طائف کی سیادت سنبھالنے اور جبریل (علیہ السلام) ہمارے پاس نہ آئے بلکہ ابو طالب کے یتیم بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے یہ کس طرح ممکن ہے اس کی گستاخیوں پر رب تعالیٰ نے سورہ زخرف کی آیت ۳۱' ۳۲ میں فرمایا اور انہوں نے (کافروں) کہا یہ قرآن ان دو شہروں کی بڑی شخصیت پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت بانٹا کرتے ہیں؟ اس دنیاوی زندگی میں سامان زیست کو ان کے درمیان میں ہم نے خود تقسیم کیا ہے ہم نے بعض کو بعض پر مراتب میں فوقیت دی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں اور ان کی جمع کردہ سے آپ کے رب کی رحمت (خاص) بہت بہتر ہے۔

ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط دشمنان رسول

یہ دونوں دوست اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک دن عقبہ بن ابی معیط بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور بیٹھ کر واعظ نبوی سے بہرہ اندوز ہوا بعد میں وہ جب ابی بن خلف کے پاس گیا تو اس نے کہا جاؤ اور آئندہ میرے پاس نہ آنا کیونکہ تم محمد (صلی اللہ

علیہ وسلم) کے پاس گئے اور ان کی باتیں سنیں اب میں تم سے بات بھی نہ کروں گا اور قسم کھائی کہ آئندہ وہ عقبہ سے گفتگو نہ کرے گا بشرطیکہ ابی بن خلف جا کر (خاکم بدہن) نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر تھوکے چنانچہ ابی بن خلف نے عقبہ بن ابی معیط کی دوستی کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر تھوکا اس موقعہ پر رب کریم نے اس کی مذمت کرتے ہوئے "سورہ فرقان" کی آیات ۲۷ تا ۳۰ نازل فرمائیں جن کا ترجمہ یہ ہے "اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ چبا چبالے گا کہ میں نے کسی طرح سے رسول کے ساتھ راہ لی ہوتی۔ وائے خرابی میری کسی طرح میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ بے شک اس نے میرے پاس آئی ہوئی نصیحت سے مجھے بہکا دیا (بے شک) شیطان انسان کو بے یارو مددگار چھوڑ دیتا ہے اور رسول بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے خداوندا میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے لائق ٹھہرا لیا"

ابی بن خلف کی خباثتوں میں سے ایک خباثت مصنف نے اس طرح بیان کی ہے کہ اس نے بوسیدہ ہڈی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لے کر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں کہ قبر میں ہڈیاں بوسیدہ ہونے کے بعد پھر اٹھائی جائیں گی اس کے بعد اس نے ہڈی کو توڑا دیا تو بوسیدگی کی وجہ سے اس سے گرد نکلی اور ان ٹکڑوں کو پھینک دیا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے ہفوات کے جواب میں فرمایا میں یہ کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ انسان کی ہڈیوں کو جمع کر کے پنجر بنا کر اس میں جان ڈال دے گا اور یہ بھی کہتا ہوں کہ جب تو مر جائے گا اور تیری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو تیری ہڈیوں کو جمع فرما کر اس میں جان ڈال کر تجھے دوزخ میں ڈالے گا۔ اس بدبخت ابن خلف کی ہفوات کے جواب میں رب تعالیٰ نے سورہ یٰسین کے آخیر میں یہ آیات نازل فرمائیں (ترجمہ) اور کیا انسان نے نہ دیکھا کہ ہم نے اس کو پانی کی بوند سے بنایا جب ہی وہ بہت جھگڑالو ہے وہ ہمارے لئے مثالیں بیان کرتا ہے لیکن اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہنے لگا ایسا کون ہے جو بالکل گلی ہڈیوں کو زندگی دے (اے نبی) آپ انہیں بتا دیں کہ ان ہڈیوں میں وہی جان ڈالے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے پیدائش کا علم ہے۔ جس نے تمہارے لئے سبز درخت میں آگ پیدا کی جبھی تم اس سے سلگاتے ہو اور کیا وہ (ذات) جس نے آسمان و زمیں بنائے وہ ان جیسے اور نہیں بنا سکتا۔ کیوں نہیں! وہی بڑا پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا تو کام ہی یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ پاکی ہے اس ذات کے لئے جس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے اور تم سب اس کی جانب لوٹائے جاؤ گے"

اسود بن مطلب کی ہرزہ سرائی

یہ ایک دن قریش کے سربر آوردہ کافروں ولید بن مغیرہ۔ امیہ بن خلف عاص بن وائل کے ساتھ احاطہ حرم کعبہ میں بیٹھا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کرتے دیکھ کر کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آئیں ہم آپ کے ساتھ شرکت کرتے ہیں ہم آپ کے خدا کی پرستش کریں اور آپ ہمارے بتوں کی پوجا کریں اگر آپ کا خدا بہتر ہو گا تو ہم اس کی عبادت کرتے رہیں گے اور اس کی خیرو برکت سے استفادہ کریں گے اور اگر ہمارے معبود بہتر ہوں گے تو آپ انہیں پوجتے رہیں ان کی برکات سے آپ استفادہ کرتے رہیں گے اس موقعہ پر رب تعالٰی نے سورہ کافرون نازل فرمائی (ترجمہ) اے حبیب آپ ان کافروں سے فرما دیں اے کافرو! میں انہیں نہیں پوجتا جن کو تم پوجتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں اور تم جس کو پوجتے ہو میں اس کی پوجا نہ کروں گا اور نہ تم اس کی پرستش کرو گے جس کی میں پرستش کرتا ہوں تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین (کافی ہے)●

ابوجہل اور کلام الٰہی کا تمسخر

ابوجہل قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسخر کیا کرتا تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دوزخ اور اس کے عذاب کے بارے میں ڈراتے اور یہ فرماتے کہ دوزخ میں زقوم (تھوئر کا درخت) ہو گا اور اس کے پھل کافروں کی غذا ہوں گے تو ابوجہل ہنستا اور مذاق اڑاتے ہوئے کہا کرتا تھا قوم کے لوگو تم جانتے ہو کہ یہ زقوم کا درخت جس کا تذکرہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کرتے ہیں کیا اور کیسا ہے؟ تو کافر کہتے ہیں معلوم نہیں تو ابوجہل کہتا کہ وہ ایک ترو تازہ پھل ہے جس کے اوپر مکھن جیسی کوئی چیز لگی ہو گی اگر وہ میرے ہاتھ لگ جائے تو میں شہد و شکر کے ذائقہ کے لئے اس کو کھاؤں۔ اس کی ان خرافات پر رب تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں (ترجمہ) "بے شک تھوئر کا درخت گناہ گاروں کی خوراک ہے پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں اس طرح جوش مارتا ہے جس طرح کہ کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے" (سورہ انفال آیات ۴۳ تا ۴۶) ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رب کریم نے اپنے نبی مکرم سے فرمایا آپ ان کافروں سے فرما دیں کہ تم غلط سمجھ رہے ہو جس تھوئر کے درخت کو ہم نے دوزخ میں پیدا فرمایا ہے وہ مزے میں حنظل (اندرائن) کی طرح ہے اور اس کا رنگ نہ اس کی طرح گداختہ ہو گا اور جب ہمارے دشمن (کافر) اس کو کھائیں گے تو جو کچھ ان کے پیٹ میں ہو گا وہ سب منہ کے راستہ باہر آ جائے گا (نعوذ باللہ)

صحابہ کی حبشہ سے واپسی

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک مدت تک صحابہ حبشہ میں سکون و اطمینان سے رہتے رہے تھے لیکن مکہ سے ایک شخص حبشہ گیا اور اس نے وہاں جا کر صحابہ کو بتایا مکہ کے لوگ اسلام لے آئے ہیں اور وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری طرح اطاعت و مطابقت کرتے ہیں اس خبر کو سن کر بعض مسلمان صحابہ وطن کی محبت میں بے چین ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا جذبہ اجاگر ہوا اور مکہ واپسی میں جلدی کی بہت سے مسلمان مکہ روانہ ہوئے جب یہ مکہ کے قریب پہنچے تو پتہ چلا کہ یہ اطلاع غلط تھی چنانچہ بعض صحابہ تو خاموشی کے ساتھ مکہ میں آ گئے بعض نے قریش کے بعض افراد کی پناہ حاصل کی جو لوگ خاموشی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تھے چونکہ ان کا کوئی قبیلہ اور بڑا خاندان نہ تھا وہ معاشرتی طور پر کمزور تھے لہٰذا مکہ کے کافروں نے انہیں پکڑ کر قید کر دیا

حبشہ سے مکہ آنے والوں کی تعداد تینتیس تھی ان میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے بقیہ حضرات کے نام سیرت کی کتابوں میں مذکور ہوئے ہیں یہ تینتیس مسلمان وہ تھے جو مکہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ مقیم تھے اور ان میں سے اکثر نے اس زمانہ میں ہجرت کی جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ہجرت سے متصل تھا ان حضرات صحابہ نے آگے چل کر غزوات "بدر" و "احد" میں شرکت کی لیکن ان میں چند افراد ایسے بھی تھے جو پابندیوں کی وجہ سے مدینہ کی جانب ہجرت نہ کر سکے۔

جناب عثمان بن مظعون کی مومنانہ جرات

جن صحابہ نے کافروں کی پناہ حاصل کی تھی ان میں حضرت عثمان بن مظعون بھی تھے یہ ولید بن مغیرہ کی پناہ میں تھے اور یہ ولید سرداران قریش سے تھا مکہ میں اس کی بڑی بات تھی کوئی اس کی مخالفت کی جرات نہ کر سکتا تھا اسی لئے کسی کافر کو یہ جرات نہ ہو سکی کہ وہ حضرت عثمان بن مظعون کو تنگ کرے ادھر حضرت عثمان کی اسلامی غیرت و حمیت اس بات کو گوارا نہیں کرتی تھی کہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان تو کافر کی پناہ میں آرام و سکون کی زندگی گزارے اور اس کے دوسرے مسلمان بھائی مبتلائے اذیت ہوں چنانچہ اسی وقت اٹھے اور ولید بن مغیرہ کے پاس جا کر فرمایا۔ ولید میں نے تیری پناہ اور امان کو ختم کر دیا ہے اور تمہاری ذمہ داری سے آزاد ہوں۔ ولید نے کہا اس کا سبب کیا ہے کسی نے آپ سے کچھ کہا یا آپ کو ستایا ہے جناب عثمان بن مظعون نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہے۔ لیکن میں حق تعالیٰ کی پناہ میں راضی ہوں جس طرح کہ دوسرے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مجھے کسی دوسرے کی پناہ اور ذمہ داری میں رہنا قبول نہیں جناب عثمان کی یہ بات سن کر ولید کو رنج ہوا کہنے لگا یہ بات قریش کے لوگوں کے سامنے کہنا اور میری امان کو ختم کر دینا۔ جناب عثمان نے فرمایا مناسب ہے چنانچہ قریش جب معمول کے مطابق حرم میں جمع ہوئے اور ولید بھی وہاں آیا تو جناب عثمان بن مظعون نے وہاں آ کر فرمایا قریش کے لوگو سن لو! میں نے ولید کو اس کی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا ہے اب میں نے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری قبول کر لی ہے اور اس کی پناہ میں آ گیا ہوں۔ حسن اتفاق اسی وقت عرب کا شاعر عبید بن ربیعہ بھی وہاں موجود تھا جو اسی دن مکہ آیا تھا لوگ اس کے اشعار سن رہے تھے جب اس نے جناب عثمان بن مظعون سے یہ بات سنی تو کہنے لگا **الا کل شئی ما خلا اللہ باطل** یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سوا فنا ہونے والی ہے بقاء صرف اسی کی ذات کو ہے۔ حضرت عثمان بن نطعون نے فرمایا تو نے سچ کہا اس کے بعد عبید نے کہا **و کل نعیم لا محالۃ زائل** ہر

نعمت یقیناً زائل (فنا) ہونے والی ہے جناب عثمان نے فرمایا یہ بات تو نے غلط کہی ہے کیونکہ جنت جو نعمت ہے وہ فنا نہ ہو گی یہ بات سن کر عبید رنجیدہ ہو کر کہنے لگا قریش کے لوگو انہوں (عثمان) نے مجھے تمہارے سامنے ذلیل کرنے کے لئے ایسا کہا ہے اور مجھ پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے۔ قریش کے لوگوں نے کہا تم اس کی بات پر رنجیدہ نہ ہو یہ بیوقوف آدمی ہے اور یہ ہمارے دین و ملت سے الگ ہے اس بات کا بھی جناب عثمان نے جواب دیا تو ایک شخص نے اٹھ کر جناب عثمان کے منہ پر مکہ مارا جس سے آپ کی آنکھ پھوٹ گئی یہ دیکھ کر ولید بن مغیرہ نے کہا تو نے دیکھا کہ میری ذمہ داری اور پناہ کو توڑنے کا نتیجہ کیا نکلا تیری ایک آنکھ ضائع ہو گئی جناب عثمان نے فرمایا کاش میری دوسری آنکھ بھی راہ حق میں ضائع ہو جاتی۔ ولید بن مغیرہ اور جناب عثمان بن مظعون کے درمیان رشتہ داری تھی اسے جناب عثمان پر ترس آیا کہنے لگا عثمان اگر تم چاہو تو میں تمہیں دوبارہ اپنی امان میں لے لیتا ہوں اور تمہاری ذمہ داری قبول کرتا ہوں تاکہ تمہیں کوئی نہ ستا سکے جناب عثمان نے فرمایا خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا مجھے اللہ تعالیٰ کی پناہ پسند ہے اور وہی میرے حق میں بہتر ہے میں اس کی پناہ کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی پناہ قبول نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ جس کی عزت کی حدود پر ذلت کا غبار نہیں اور اس کے اقتدار کی حدود کبھی تبدیل اور نقصان پذیر نہیں ہوتیں۔

حضرت ابوبکر صدیق کا ارادہ ہجرت

جن دنوں صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے کافروں کے ظلم و ستم سے عاجز آ کر حبشہ کی جانب ہجرت کر رہے تھے مجبور و بے کس مسلمان اپنی غربت اور وسائل کی عدم موجودگی کی وجہ سے مکہ میں رہنے پر مجبور تھے اور کفار قریش کے مظالم بڑھتے ہی جا رہے تھے ان مصائب پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دل بھی مکہ کی زندگی سے اٹھ گیا اور انہوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کا ارادہ کر لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ہجرت کی اجازت چاہی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرما دی تو جناب ابوبکر مکہ سے روانہ ہوئے ابھی مکہ سے ایک منزل ہی گئے تھے راستہ میں بنو کنانہ کے سردار ابن دغنہ سے ملاقات ہوئی اس نے دوستی کے ناطے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا ابو قحافہ کے بیٹے کدھر کا ارادہ ہے جناب ابوبکر نے فرمایا قریش کے طرز عمل کی وجہ سے مکہ چھوڑ رہا ہوں ممکن ہے کل میرے ساتھ بھی وہی طرز عمل اختیار کریں جو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کر رہے ہیں ابن دغنہ نے

کہا آپ جیسی شخصیت کا مکہ سے جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں کیونکہ آپ کے احسان اور آپ کی شفقتیں سب کے شامل حال ہیں خواص و عوام سب آپ کے رہین منت ہیں غربا کی دستگیری آپ کا طرہ امتیاز ہے میں آپ کو کسی طرح بھی مکہ سے نہیں جانے دوں گا میں آپ کو اپنی امان میں لیتا ہوں اور آپ کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں اب آپ مکہ واپس چلئے چنانچہ جناب ابوبکر اس کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔ مکہ واپس آ کر ابن دغنہ نے اعلان کیا اہل مکہ سن لو! میں نے ابو قحافہ کے بیٹے کو اپنی امان میں لیا ہے اور میں ان کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں اب کوئی ان سے معترض نہ ہو نہ انہیں ستائے اور نہ انہیں اذیت دے اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ میری مخالفت کو دعوت دے گا ابن دغنہ کے اعلان کو سن کر کفار مکہ جناب ابوبکر سے غیر متعلق ہو گئے اور ان کے معاملات میں دخل نہ دیا۔

تاریخ اسلام کی پہلی مسجد

ابن دغنہ کے ساتھ مکہ واپس آ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے دروازہ پر مسجد بنائی اور وہاں نماز ادا کرنی شروع کر دی اور وہیں تلاوت قرآن کریم کرنے لگے۔ چونکہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ خوش آواز تھے اور آپ کی آواز میں رقت بھی تھی جب آپ تلاوت کرتے تو لوگ جمع ہو جاتے اور تلاوت قرآن سن کر ان پر رقت طاری ہو جاتی تھی قریش کے لوگوں نے جب یہ دیکھا تو جناب ابوبکر سے کہا ابو قحافہ کے بیٹے تم لوگوں کو بھٹکا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین میں لا رہے ہو۔ ان کافروں نے جا کر ابن دغنہ سے کہا تم نے ابو قحافہ کے بیٹے کی امان کی ذمہ داری قبول کر کے سب کو مجبور کر دیا ہے اب کوئی ان سے کچھ نہیں کہہ سکتا اب تو انہوں نے گھر سے باہر مسجد بنا لی ہے وہ علی الاعلان وہاں نماز ادا کرتے اور تلاوت قرآن کرتے ہیں ان کی تلاوت سن کر لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور ان کی اچھی اور رقت آمیز تلاوت کو سنتے ہیں ہمیں ڈر یہ ہے کہ عورتیں اور بچے ان کی آواز کو سن کر دل گرفتہ اور فریفتہ ہو کر اسلام قبول کر لیں گے تم ان سے کہو کہ وہ نماز گھر میں ادا کیا کریں اور وہیں تلاوت کریں تاکہ کوئی نہ انہیں نماز پڑھتے دیکھے نہ تلاوت سنے۔ اپنے ہم مذہبوں کی باتیں سن کر ابن دغنہ جناب ابوبکر کے پاس آیا اور کہا ابو قحافہ کے بیٹے میں نے تم کو امان دی اور اپنی پناہ میں لیا اب قریش کے لوگ شاکی ہیں کہ آپ علی الاعلان نماز پڑھتے ہیں اور بلند آواز سے تلاوت قرآن کرتے ہیں۔ آپ گھر کے اندر نماز ادا کیا کریں اور آہستہ تلاوت کیا کریں تاکہ قریش کے لوگوں کو شکایت نہ ہو ابن دغنہ کی باتیں سن کر جناب ابوبکر صدیق

نے فرمایا میں امن کے معاہدہ کو ختم کرتا ہوں اور تمہاری پناہ سے آزاد ہوتا ہوں۔ میں نماز و تلاوت کے معاملات میں اپنے معمول میں تبدیلی نہ کروں گا اور مکان کے بیرونی حصہ میں نماز ادا کرنے سے باز نہ آؤں گا۔ قریش سے کہہ دو کہ وہ میرے ساتھ جو ان سے ممکن ہو کریں جناب ابوبکر کے اس صاف اور واضح جواب کو سن کر ابن دغنہ کو افسوس ہوا وہ وہاں سے مسجد حرام میں آیا کفار قریش جو حرم میں جمع تھے ان سے کہا لوگو سن لو! ابو قحافہ کے بیٹے نے میری امان ختم کر دی ہے اور میری ذمہ داری سے فارغ ہو گئے ہیں اب تم جانو اور وہ جانیں میرا ان سے اب کوئی سروکار نہیں۔ اسی مجمع سے ایک کمینہ اٹھا اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان کی جانب روانہ ہوا۔ اتفاق سے حضرت ابوبکر حرم کعبہ جانے کے لئے گھر سے نکلے تھے اور اس کو راستہ میں مل گئے اس بدبخت نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب پھینکی اس کی حرکت پر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا "خداوندا! تو نے ہی اپنے دشمنوں کو مہلت دی ہے اور ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا ہے تاکہ وہ تیرے دوستوں کو رنج و تکلیف پہنچائیں اور ان کے ساتھ رکیک حرکتیں کریں"۔

یہ اس زمانہ کے واقعات ہیں جب کہ قریش نے خاندان نبوت کا مقاطعہ کر رکھا تھا اور یہ "شعب ابی طالب" میں زندگی گزار رہے تھے کافروں نے عہد نامہ لکھ کر حرم کعبہ میں لٹکایا تھا کہ کوئی شخص بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ معاملت نہ کرے جس کی تفصیلات ماسبق میں گزریں۔ جب اس عہد نامہ کی تحریر کو دو سال کی مدت گزری تو قریش کی ایک جماعت نے اس عہد نامہ کے خلاف اٹھ کر بنو ہاشم اور بنو مطلب پر عائد پابندیاں ختم کر دیں۔

قریش اور عہد نامہ کی منسوخی

مذکورہ بالا عہد نامہ کو لکھے ہوئے دو سال کا عرصہ گزر گیا تھا اس دوران بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب مصائب و آلام کا شکار ہوتے رہے نہ کہیں جا سکتے نہ کہیں سے سامان خوراک حاصل کر سکتے تھے تجارت پیشہ مقامی و مسافر کفار قریش کے ڈر سے ان مظلوموں کے ساتھ خرید و فروخت بھی نہ کرتے اور ان کے ساتھ لین دین میں احتیاط کرتے تھے ان سختیوں کو برداشت کرتے کرتے رفقاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہلاکت کے دہانے تک پہنچ چکے تھے بھوک اور بے اطمینانی انتہا کو پہنچ چکی تھی تو رب تعالیٰ نے قریش کے ان لوگوں کے دلوں میں جن کی بنو ہاشم و بنو مطلب سے قرابت تھی رحم ڈال دیا اور وہ اس کوشش میں لگ

گئے کہ کسی طرح سے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ان مصائب سے چھٹکارا دلوایا جائے اور اس عہد نامہ کو چاک کر دیا جائے تاکہ یہ قید و بند کی تکلیفوں سے آزاد ہوں اور ان پر معاشرتی پابندیاں ختم ہو جائیں اور مقاطعہ کی مصیبت سے نجات حاصل ہو تاکہ یہ بھی معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگیں اور انہیں دوبارہ معاشرہ میں سر اٹھا کر چلنے کا موقع مل جائے

سب سے پہلے اس سلسلہ میں جس نے پہل کی وہ ہشام بن عمرو بن ربیعہ تھا گویہ مقاطعہ کے زمانہ میں قریش سے چھپ کر ان مظلوموں کی مدد کرتا کھانے کی اشیاء اور غلہ پہنچوایا کرتا تھا اور حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے زہیر بن ابی امیہ کے پاس گیا اور اس سے کہا زہیر! ہم اچھا کھاتے آرام کی نیند سوتے اور سکون کی زندگی گزارتے ہیں جب کہ بنو ہاشم جو ہمارے بھائی اور ہمارے رشتہ دار ہیں تنگی اور سختی کی زندگی گزار رہے ہیں ہماری حمیت و غیرت کس طرح ان مظالم کو برداشت کر رہی ہے۔ جب عرب میں یہ بات مشہور ہو گی اور مستقبل میں یہ کہا جائے گا کہ ہم تو عیش و آرام کر رہے تھے اور بنو ہاشم مصائب و آلام کا شکار اور تباہ حالی کی زندگی گزار رہے تھے اس وقت ہماری خساست و خباثت کے چرچے کئے جائیں گے۔ زہیر نے کہا میں تنہا اس سلسلہ میں کیا کر سکتا ہوں اگر کوئی میرا ساتھ دینے والا ہو تو میں سب سے پہلے اس عہد کو توڑوں اور تحریر کو پارہ پارہ کر دوں۔ ہشام بن ربیعہ نے کہا اس کار خیر میں تمہاری ہمنوائی کے لئے حاضر ہوں۔ زہیر نے کہا اگر ایسا ہے تو اپنے جیسا ایک اور تلاش کر لو چنانچہ ہشام' مطعم بن عدی کے پاس گیا اور جو باتیں زہیر سے کی تھیں وہی اس سے بھی کیں مطعم نے کہا میں تنہا کیا کر سکتا ہوں اور انہی جذبات کا اظہار کیا جیسا کہ زہیر نے کیا تھا ہشام نے کہا میں تمہارے ساتھ ہوں مطعم نے بھی یہی کہا کہ ایک ساتھی اور بھی چاہئے ہشام نے کہا زہیر بھی ہمارا ہمنوا ہے مطعم نے کہا ایک شخص اور کو تلاش کرو تاکہ چار آدمی ہو جائیں چنانچہ ہشام نے ابو البختری سے بات کی تو اس نے بھی ایسے ہی جذبات کا اظہار کیا جیسا کہ زہیر و مطعم نے کیا تھا ہشام نے انہیں یقین دلایا کہ زہیر و مطعم ہمارے ساتھ ہیں تو ابو البختری نے کہا کہ چار کی بجائے پانچ شخص ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ہشام نے زمعہ بن اسود سے جا کر گفتگو کی اور اس کو اسی طرح اپنا ہمنوا بنایا جس طرح کہ بقیہ تین ساتھیوں کو بنایا تھا اس طرح ان پانچ اشخاص نے آپس میں مشورہ کر کے ایک ضابطہ طے کیا اور آپس میں عہد کیا کہ وہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کریں گے اور اس عہد نامہ کی شقوں پر عمل درآمد ختم کرائیں گے اور اس کو پھاڑ دیں گے

زہیر نے کہا اس سلسلہ کی ابتدا میں کرتا ہوں اور قریش کے مجمع میں جا کر بات کروں گا چنانچہ دوسرے

دن پانچوں افراد نکلے اور احاطہ خانہ کعبہ میں آئے وہاں قریش کے لوگ حسب معمول بیٹھک جمائے ہوئے تھے۔ زہیر پہلے تو خانہ کعبہ کا طواف کر کے قریش کے مجمع میں آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ افسوس کی بات ہے کہ ہم تو سکون و اطمینان کی زندگی گزاریں اچھا کھائیں اور آرام سے سوئیں لیکن بنو ہاشم اور ان کے خاندان والے تنگی اور سختی میں مبتلا رہیں بھوک اور لباس کے لئے محتاج رہیں اور کوئی ان کے ساتھ معاملہ نہ کر سکے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گا جب تک اس عہد کو نہ توڑوں اور اس عہد نامہ کو پارہ پارہ نہ کروں زہیر کی بات سن کر ابو جہل نے کہا غلط! تم ایسا نہیں کر سکتے اور اس کاغذ کو نہیں پھاڑ سکتے۔ ابوجہل کی یہ بات سن کر زمعہ بن اسود نے کہا تم خود غلط کہتے ہو ہم اس مقاطعہ اور عہد نامہ کے لکھے جانے پر راضی نہ تھے اس کے بعد مطعم بن عدی نے زہیر اور زمعہ کی تائید کی مزید تائید کے لئے ابوالبختری نے اٹھ کر وہی باتیں کیں اور مقاطعہ کے خاتمہ کے لئے کہا۔ اب ابوجہل کو حالات کا احساس ہوا۔ اور اس نے حاضرین سے کہا کہ یہ سازش رات میں تیار کی گئی ہے ادھر یہ بات ہو رہی تھی ادھر مطعم بن عدی وہاں سے اٹھ کر خانہ کعبہ کے اندر گیا اور آویزاں عہد نامہ لے آیا اور اس کو کھول کر دیکھا تو پتہ چلا کہ اس کاغذ کو کیڑے نے پہلے ہی کھا لیا ہے اور صرف اتنا ٹکڑا باقی رہ گیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا تھا عہد نامہ کی اس کیفیت کے اظہار کے بعد یہ مقاطعہ ختم ہو گیا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو قید و بند کی مصیبتوں سے نجات ملی۔

عہد نامہ کے بارے میں مخبر صادق علیہ السلام کا ارشاد

اس عہد نامہ کے خاتمہ کے بارے میں ایک روایت اس طرح منقول ہے کہ ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے کہا چچا جان مقاطعہ کے سلسلہ میں جو عہد نامہ قریش نے لکھ کر خانہ کعبہ میں آویزاں کیا تھا اس کو کیڑے (دیمک) نے کھا لیا ہے لیکن جس حصہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا تھا وہ حصہ باقی ہے یہ وہ دور تھا جب کہ نہ تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام خود خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے تھے نہ آپ کے ساتھیوں کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ خانہ کعبہ میں داخل ہو سکیں ابو طالب نے کہا فرزند آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ معاہدہ کو کیڑے نے کھا لیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے یہ اطلاع ملنے پر ابو طالب نے قریش کے لوگوں سے کہا قریش کے لوگو سنو! میرے برادر زادہ نے اطلاع دی ہے کہ مقاطعہ کے سلسلہ میں جو عہد نامہ لکھ کر تم نے خانہ کعبہ میں آویزاں کیا تھا اس کو کیڑے

نے کھالیا ہے اور اس تحریر میں جس جگہ اللہ تعالیٰ کا نام لکھا تھا وہ حصہ باقی ہے تمہیں یہ معلوم ہے نہ تو وہ خود خانہ کعبہ گئے ہیں نہ ان کے ساتھیوں کے لئے خانہ کعبہ میں جانا ممکن ہے۔ اب تم کسی کو بھیجو تاکہ وہ جا کر دیکھے کہ واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے تو تم یہ یقین کر لینا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرے معاملات کے بارے میں بھی درست کہتے ہیں اب تم مقاطعہ کو باقی نہ رکھنا اور اس کو ختم کر دینا۔ اگر واقعہ ایسا نہ ہو جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تو میں انہیں تمہارے حوالہ کر دوں گا اور ان کے ساتھ جو چاہو کرنا قریش نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو ابو طالب مطمئن ہو گئے اور قریش نے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ جا کر عہد نامہ کو لے آئے تاکہ اس کو دیکھا جائے چنانچہ جب وہ عہد نامہ لایا گیا اور اس کو دیکھا گیا تو حقیقت وہی تھی جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اس موقعہ پر قریش نے ہٹ دھرمی اختیار کی اور مقاطعہ ختم نہ کیا تو یہ پانچوں شخص جن کے نام گزشتہ واقعہ میں بیان کئے گئے ہیں قریش کے مقابلہ پر اٹھ کھڑے ہوئے اور آپس میں مشورہ کے بعد نقض عہد کا اعلان کر دیا اور عہد نامہ کو ختم کر دیا۔ ابو طالب نے فرط مسرت میں ان پانچوں کے بارے میں جو قریش کے مقابلہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے قصیدہ کہا۔ جو

أَلَا هَلْ أَتَىٰ بَحْرِيَّنَا صُنْعُ رَبِّنَا
عَلَىٰ نَأْيِهِمْ وَاللّٰهُ بِالنَّاسِ أَرْوَدُ

فَيُخْبِرَهُمْ أَنَّ الصَّحِيفَةَ مُزِّقَتْ
وَأَنْ كُلُّ مَا لَمْ يَرْضَهُ اللّٰهُ مُفْسَدُ

تَرَاوَحَهَا إِفْكٌ وَسِحْرٌ مُجَمَّعٌ
وَلَمْ يُلْفَ سِحْرٌ آخِرَ الدَّهْرِ يَصْعَدُ

تَدَاعَىٰ لَهَا مَنْ لَيْسَ فِيهَا بِقَرْقَرٍ
فَطَائِرُهَا فِي رَأْسِهَا يَتَرَدَّدُ

وَكَانَتْ كِفَاءً وَقْعَةٌ بِأَثِيمَةٍ
لِيُقْطَعَ مِنْهَا سَاعِدٌ وَمُقَلَّدُ

وَيَظْعَنُ أَهْلُ الْمَكَّتَيْنِ فَيَهْرُبُوا
فَرَائِصُهُمْ مِنْ خَشْيَةِ الشَّرِّ تُرْعَدُ

وَيُتْرَكُ حَرَّاثٌ يُقَلِّبُ أَمْرَهُ
أَيُتْهِمُ فِيهِمْ عِنْدَ ذَاكَ وَيُنْجِدُ

وَ تَصْعَدُ بَيْنَ ٱلْأَخْشَبَيْنِ كَتِيبَةٌ
لَهَا حُدُجٌ مَهْمٌ وَ قَوْسٌ وَ مِرْهَدُ
فَمَنْ يَنْشَ مِنْ حُضَّارِ مَكَّةَ عِزُّهُ
فَعِزَّتُنَا فِي بَطْنِ مَكَّةَ أَتْلَدُ
نَشَأْنَا بِهَا وَ ٱلنَّاسُ فِيهَا قَلَائِلُ
فَلَمْ نَنْفَكِكْ نَزْدَادُ خَيْرًا وَنَحْمَدُ

مطعم بن عدی کے انتقال پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مرثیہ کے چند بیت کہے جس میں نقض عہد کے سلسلہ میں ان کی مساعی کو خراج تحسین پیش کیا گیا تھا اس کے علاوہ مطعم بن عدی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف سے واپسی پر پناہ دی تھی ان اشعار میں اس کا تذکرہ بھی کیا ہے جناب حسان رضی اللہ عنہ کے ابیات درج ذیل ہیں

مَتَىٰ شُرِّكَتْ ٱلْأَقْوَامُ فِي جُلِّ أَمْرِنَا
وَ كُنَّا قَدِيمًا قَبْلَهَا نَتَوَدَّدُ
وَ كُنَّا قَدِيمًا لَا نُقِرُّ ظُلَامَةً
وَ نُدْرِكُ مَا شِئْنَا وَ لَا نَتَشَدَّدُ
فَيَا لِقُصَيٍّ هَلْ لَكُمْ فِي نُفُوسِكُمْ
وَ هَلْ لَكُمْ فِيمَا يَجِيءُ بِهِ غَدُ
فَإِنِّي وَ إِيَّاكُمْ كَمَا قَالَ قَائِلٌ
لَدَيْكَ ٱلْبَيَانُ لَوْ تَكَلَّمْتَ أَسْوَدُ]

بیت

أَيَا عَيْنِ فَابْكِي[1] سَيِّدَ ٱلْقَوْمِ[2] وَ ٱسْفَحِي[3]
بِدَمْعٍ وَ إِنْ أَنْزَفْتِهِ فَاسْكُبِي[4] ٱلدَّمَا
وَ بَكِّي عَظِيمَ ٱلْمَشْعَرَيْنِ كِلَيْهِمَا
عَلَى ٱلنَّاسِ مَعْرُوفًا لَهُ مَا تَكَلَّمَا
فَلَوْ كَانَ مَجْدٌ يُخْلِدُ ٱلدَّهْرَ وَاحِدًا
مِنَ ٱلنَّاسِ، أَبْقَىٰ مَجْدُهُ ٱلْيَوْمَ مُطْعِمَا

جناب حسان رضی اللہ عنہ نے ایک مصرع میں کہا **اجرت رسول اللہ منھم نا صبحوا** یعنی مطعم بن عدی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پناہ میں لیا

أَجَرْتَ رَسُولَ اللهِ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا
عَبِيدَكَ[1] مَا لَبَّىٰ مُهِلٌّ[2] وَأَحْرَمَا[3]

فَلَوْ سُئِلَتْ عَنْهُ مَعَدٌّ بِأَسْرِهَا[4]
وَقَحْطَانُ أَوْ بَاقِي بَقِيَّةِ جُرْهُمَا[5]

لَقَالُوا هُوَ الْمُوفِي بِخُفْرَةِ جَارِهِ
وَذِمَّتِهِ يَوْمًا إِذَا مَا تَذَمَّمَا

فَمَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ الْمُنِيرَةُ فَوْقَهُمْ
عَلَىٰ مِثْلِهِ فِيهِمْ أَعَزَّ وَأَعْظَمَا

وَآبَىٰ إِذَا يَأْبِي وَأَلْيَنَ شِيمَةً
وَأَنْوَمَ عَنْ جَارٍ إِذَا اللَّيْلُ أَظْلَمَا

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطعم بن عدی کا پناہ دینا

ابتداء اسلام میں مکہ مکرمہ میں علانیہ تبلیغ اسلام ممکن نہ تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس فریضہ تبلیغ کی انجام دہی کے لئے طائف تشریف لے گئے تاکہ وہاں کے بسنے والے اسلام کو قبول کر لیں گے اسلام کے مددگار بن جائیں طائف پہنچ کر آپ نے لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ کیا لیکن انہوں نے اسلام کی دعوت کو قبول نہ کیا تو آپ دل تنگ ہو کر طائف سے واپس ہوئے لیکن اس ضمن میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ آپ طائف سے کھلم کھلا مکہ واپس نہیں آسکتے تھے لہٰذا جب آپ مکہ کے قریب پہنچے تو آپ غار حرا میں آگئے اور کسی کو سردار مکہ اخنس بن شریق کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپ کا ضامن بن جائے لیکن اخنس نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میرا تعلق قبیلہ قریش سے نہیں ہے میں تو صرف ان کا حلیف ہوں اس لئے کسی کی ضمانت نہیں دے سکتا اس کے بعد آپ نے قاصد کو سہیل بن عمرو کے پاس روانہ کیا یہ بھی مکہ کا سردار تھا اس نے ضمانت لینے سے معذرت کر لی تو آپ نے کسی کو مطعم بن عدی کے پاس ضمانت کے لئے روانہ کیا تو اس نے ہمت کی اور ضمانت کی حامی بھر لی اور ہتھیار لگائے مسلح ساتھیوں کو ساتھ لے کر حدود مکہ سے باہر آیا تاکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر آئے۔ اس اطلاع کے ملنے پر آپ غار حرا سے باہر تشریف لائے اور مکہ کے لئے روانہ ہوئے جب مکہ کے شہر پناہ پر پہنچے تو مطعم اور اس کے ساتھیوں نے آپ کا استقبال کیا اس طرح آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا اس کے بعد گھر تشریف لے گئے۔

جناب حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے مطعم کے ان دو کارناموں یعنی ضمانت اور مقاطعہ عہد شکنی پر جرات کا مظاہرہ کرنے پر خراج تحسین پیش کیا اور اس کے مرنے پر مرثیہ لکھا جس کے بارے میں سابقہ صفحہ پر لکھا گیا اور جناب حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار بھی نقل کئے گئے ہیں

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں مذکورہ بالا واقعات کے بعد چند واقعات جو معجزات نبوی پر مشتمل ہیں پیش کئے جا رہے ہیں ان واقعات میں پہلا واقعہ طفیل بن عمرو دوسی سے متعلق ہے

طفیل بن عمرو دوسی کی آپ بیتی

جب مقاطعہ کا عہد نامہ ختم ہو گیا اور مکہ والوں نے نقض عہد کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیفیں اور اذیتیں اٹھانے کے باوجود سرگرمی کے ساتھ تبلیغ شروع کی اور لوگوں کو نہایت نرمی کے ساتھ اسلام کی طرف متوجہ کرنا شروع کیا لیکن مکہ کے کافروں کے بغض و حسد میں اضافہ ہی ہوتا رہا دشمنی اور عداوت بڑھتی رہی اور وہ لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے منع کرتے اور انہیں ڈراتے رہے تاکہ یہ کسی قیمت پر اسلام کے متعلق نبی علیہ السلام کی باتیں نہ سنیں اس سلسلہ میں کافروں نے مجلس مشاورت منعقد کی اور اسلام دشمنی اسلامی معاشرہ میں خلل ڈالنے اور لوگوں کو روکنے کی بابت طے کیا اتفاق سے انہی دنوں قبیلہ دوس کا سردار طفیل بن عمرو مکہ آیا یہ اپنے قبیلہ اور اپنے علاقہ کا سردار تھا اور اس کا سکہ چلتا تھا مکہ آتے ہی کفار قریش نے اس کو مکہ سے باہر ہی لیا اور اس سے کہا تم قبیلہ دوس کے سردار ہو ہر شخص تمہاری بات مانتا ہے اس کے علاوہ ہمارے اور تمہارے دیرینہ تعلقات ہیں۔ ان تعلقات کی روشنی میں ہماری ایک درخواست ہے طفیل نے کہا کیا بات ہے بتاؤ ؟ ان کافروں نے کہا ہمارے معاشرہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ہم نے ان کے خلاف طاقت کا استعمال کیا ہے لیکن اس شخصیت نے ہمارے درمیان نفاق ڈال دیا ہے اور ہمارے دین کو تباہ کیا ہے اس شخصیت کی گفتگو سحرانگیز ہے جو بھی ان کی باتیں سنتا ہے وہ مسحور ہوتا ہے باپ بیٹے سے بیٹا باپ سے شوہر بیوی سے اور بیوی شوہر سے ترک تعلق کر لیتے ہیں۔ آپ بھی ان سے نہ ملیں تاکہ ان کی گفتگو اور فصاحت سے فریفتہ نہ ہوں۔ اگر آپ ان کے پاس جائیں گے تو آپ بھی فریفتہ ہو کر فتنہ میں پڑیں گے آپ کے لئے علاقہ کا نظم و نسق سنبھالنا مشکل ہو جائے گا اور آپ کا سکون و اطمینان درہم برہم ہو جائے گا۔

طفیل خود بیان کرتے ہیں کہ قریش مکہ کے ڈرانے اور روکنے سے میرے دل میں یہ خیال پختہ ہو گیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ جاؤں گا اور کسی قیمت پر ان کی باتیں نہ سنوں گا چنانچہ مکہ آکر اپنے کاموں میں مشغول ہو گیا البتہ جب بھی میں خانہ کعبہ جاتا تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا تاکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی آواز میرے کانوں میں نہ آئے یہ سلسلہ چلتا رہا ایک دن جب میں مسجد حرام آیا تو دیکھا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نماز ادا فرما رہے ہیں۔ میں آپ کو دیکھ کر وہاں سے گزرا لیکن مشیت الٰہی نے تلاوت قرآنی کی آواز میرے کانوں میں پہنچا دی قرآن سنا تو اس کی تلاوت میرے دل میں بس گئی۔ اس وقت مجھے اندیشہ اور خیال ہوا کہ دوسروں کے کہنے سے میں کیوں اس شخصیت (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتیں نہ سنوں اور ان کے کاموں کا جائزہ نہ لوں کیونکہ قریش نے یہ باتیں بغض و حسد کی بنا پر کی ہوں گی کیونکہ اس میں محبت و خلوص کا عنصر کار فرما نہیں ہے یہ خیال میرے دل میں جاگزیں ہوتا رہا اور میں نے شدت سے محسوس کیا کہ میں ضرور ایسا کروں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ قبائل عرب کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو اس کو میری رائے کے مطابق حل کرتے ہیں اور ہر اہم کام کے سلسلہ میں میری رائے لیتے ہیں میری عقل اور مشورہ کو اہمیت دیتے ہیں لہٰذا میں کیوں خود کو محدود کروں اور ان کی رائے پر عمل کروں اور اس شخصیت کی باتیں نہ سنوں اگر وہ درست بات کہتے ہیں اور لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے ہیں تو میں بھی ان کی متابعت کروں گا اور ان کے احکام کی تعمیل بھی کروں گا اور اگر وہ لوگوں کو فتنہ و فساد کی طرف متوجہ کرتے ہوں تو میں ان سے اجتناب کروں ان خیالات کے پختہ ہونے پر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا کر بیٹھ گیا جب آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی جانب روانہ ہوئے تو میں بھی آپ کے پیچھے روانہ ہوا جب آپ اپنے مکان کے دروازہ پر پہنچے تو میں بھی آپ سے اجازت طلب کر کے آپ کے گھر میں گیا اور دوران گفتگو کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی قوم کے لوگوں نے مجھ سے ایسا کہا تھا اور مجھے آپ کے پاس آنے سے ڈرایا تھا لہٰذا میں آپ کے پاس حاضری سے محترز رہا اور جب بھی میں مسجد حرام میں آتا تو کانوں میں روئی ٹھونس لیتا تاکہ آپ کی آواز میرے کانوں میں نہ جائے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا آج اس نے آپ کی آواز میرے کانوں میں پہنچائی میں نے جب قرآن کریم کو سنا تو اس کی تلاوت نے میرے دل پر اثر کیا اور میں اس سے متاثر ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ یہ معلوم کروں کہ آپ لوگوں کو کیا بتاتے ہیں اور انہیں کن کاموں کی

ترغیب دیتے ہیں اگر اس میں ہدایت و بھلائی کا پہلو ہو تو میں اس کو اختیار کروں اور اگر اس میں خیر کا پہلو نہ معلوم ہو تو قریش کے منع کرنے کے مطابق احتراز کروں میری باتیں سن کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اسلام کی خوبیاں بتائیں شریعت کے احکام سے آگاہی بخشی چند آیات قرآنی سنا کر مجھے اسلام لانے کی دعوت دی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے اسلام کی تعلیمات اور تلاوت قرآن سن کر میرا تاثر یہ تھا اور یہ میں حلف سے کہتا ہوں کہ اس سے بہتر کلام میں نے اب تک نہیں سنا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے بہتر سیرت میں نے کسی کی نہیں دیکھی لہٰذا میں نے اسلام قبول کرتے ہوئے **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ** پڑھا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میں قبیلہ دوس کا سردار ہوں قبیلہ والوں پر میرا حکم چلتا ہے۔ اب میں اپنے قبیلہ میں واپس جاؤں گا مجھے آپ کی طرف سے کوئی نشانی اور حقانیت اسلام کے لئے کوئی پہچان چاہئے اور آپ کی نبوت کے سلسلہ میں کوئی معجزہ درکار ہے تاکہ میں اپنی قوم کے لوگوں کو بتاؤں اور وہ اس معجزہ اور پہچان کو دیکھ کر بہانہ بازی نہ کر سکیں اور اسلام قبول کر لیں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی **اللھم اجعل لہ آیۃ** خداوندا اسے کوئی نشانی عطا فرما جو ان کے اسلام لانے کی صداقت کی مظہر ہو اور میرے معجزات میں سے ایک معجزہ اس کے بعد میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے اجازت لی اور بارگاہ نبوی سے اٹھ کر اپنے گھر کی جانب روانہ ہوا۔ جب میں اپنے علاقہ کے قریب پہنچا تو میں نے محسوس کیا کہ میری قوم کے لوگ تو یہ کہیں گے کہ اس کی پیشانی سے آگ نکل رہی ہے اس وقت میں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی خداوندا! یہ نشانی جو تو نے میرے لئے مقرر فرمائی ہے اس کو پیشانی سے کہیں اور منتقل فرما دے میری دعا فوراً" مقبول ہوئی اور وہ نور میری پیشانی سے میرے کوڑے کی نوک میں منتقل ہو گیا جب میں آبادی کے قریب پہنچا اور میرے استقبال کے لئے آنے والوں نے روشنی کو چمکتے دیکھا تو تعجب سے کہنے لگے کہ کیسی آگ ہے جو چمکتی نظر آتی ہے جب میں ان لوگوں کے قریب پہنچا تو وہ میرے کوڑے کی نوک سے روشنی نکلتی دیکھ کر متعجب ہوئے لیکن کچھ نہ بولے چنانچہ میں اپنے گھر پہنچا تو میرے والد مجھ سے ملنے آئے تو میں نے ان کو کہا "بابا آپ دور ہو جائیں اب آپ کا نہ مجھ سے تعلق ہے نہ میرا آپ سے" میرے والد نے کہا یہ کیا بات ہے اور ایسا کیونکر ممکن ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں اسلام لا چکا ہوں اور دین محمدی سے وابستہ ہو چکا ہوں اور

آپ ابھی تک کفر پر قائم ہیں میری باتیں سن کر میرے والد نے کہا تم جو دین چاہو اختیار کرو جو دین تم اختیار کرو گے وہی میرا دین ہو گا بابا جان سے یہ سنتے ہی میں نے ان سے کہا اگر یہ بات ہے تو آپ پہلے جا کر غسل کریں اپنے کپڑے دھلا کر پہنیں اس کے بعد پاک صاف ہو کر میرے پاس آئیں تاکہ آپ کے سامنے اسلام پیش کر سکوں میرے والد اسی وقت گئے غسل کیا اور دھلے ہوئے کپڑے پہن کر میرے پاس آئے تو میں نے انہیں اسلام میں داخل کیا اس کے بعد جب میری بیوی میرے سامنے آئی اور اس سے بھی وہی گفتگو ہوئی جیسی کے بابا جان سے ہوئی تھی اس کو بھی میں نے غسل کرنے اور پاک صاف کپڑے پہن کر آنے کو کہا چنانچہ جب وہ پاک صاف ہو کر میرے سامنے آئی تو میں نے اس کو بھی مسلمان کیا اسی طرح میرے گھر کے لوگ آتے اور اسلام قبول کرتے رہے۔

جب میں نے باہر نکل کر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے قبول نہ کی میں ایک عرصہ تک تبلیغ اسلام میں کوشاں رہا لیکن کامیابی نہ ہو سکی تو میں دلبرداشتہ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی قوم کے رویہ کی مذمت اور شکایت کی میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اپنی قوم دوس کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے میری نافرمانی کرتے ہوئے اس کو قبول نہ کیا۔ اب آپ ان کے حق میں دعائے بد فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے میری بات کے جواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کے حق میں بد دعا کیوں کروں دعائے خیر نہ کروں اس کے بعد ان الفاظ میں دعا فرمائی "خداوندا قبیلہ دوس کے لوگوں کو ہدایت عطا فرما"۔ اس دعائے خیر کے بعد آپ نے فرمایا "طفیل اپنے قبیلہ میں واپس جا کر نرمی و شفقت سے اپنی قوم کے سامنے اسلام پیش کرنا اور اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کے شرف سے سرفراز کرے گا"۔ جناب طفیل فرماتے ہیں اس کے بعد میں اپنے علاقہ میں آ گیا اور قوم کے لوگوں کو محبت و نرمی کے ساتھ اسلام کی طرف متوجہ کرنے لگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے "بدر" اور "احد" کے غزوات ہوئے جب جنگ خیبر کا موقع آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا محاصرہ فرمایا تو میں نے قبیلہ دوس کے اسی مسلمانوں کے ساتھ اس غزوہ میں شرکت کی اور مال غنیمت سے حصہ بھی حاصل کیا"۔ وہاں سے میں نبی الصلوۃ والسلام کے ساتھ مدینہ آیا اور اس وقت تک مدینہ میں مقیم رہا جب تک اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی فتح سے مسلمانوں کو ہمکنار کیا۔ اس کے بعد میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے درخواست کی

کہ مجھے ذوا لکفین (بعض مورخیں نے ذوا لکعین لکھا ہے) جانے کی اجازت دی جائے یہ جگہ ایک بت کے نام پر موسوم تھی یہاں کے بسنے والے اس بت کی پرستش کرتے تھے چنانچہ یہاں آکر میں نے اس بت کو جلا دیا اس مرحلہ پر وہاں کے بسنے والوں سے جنگ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے کامیابی عطا فرمائی وہاں سے میں واپس مدینہ منورہ آگیا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک مدینہ منورہ میں مقیم رہا۔

جناب طفیل کا خواب اور شہادت

یہ وہ واقعات تھے جو جناب طفیل کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک پیش آئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب یمامہ کے لوگ مرتد ہوئے اور خلیفۃ المسلمین نے ان سے جنگ کے لئے لشکر روانہ فرمایا تو اس لشکر میں جناب طفیل اور ان کے صاحبزادے شریک تھے یمامہ کے قریب پہنچنے سے پہلے جناب طفیل نے رات میں ایک خواب دیکھا تو دوسری صبح اپنے احباب کو سنایا "دوستو! رات میں نے عجیب خواب دیکھا ہے لوگوں نے میرے سر کو تن سے جدا کر دیا ہے اور میرے منہ سے ایک پرندہ نکل کر مصروف پرواز ہوا ہے اس کے بعد ایک عورت نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور اپنے اندر جذب کر لیا۔ اپنے بیٹے کے بارے میں نے یہ دیکھا وہ مجھے پکار رہا ہے لیکن اس کو میرے قریب نہ آنے دیا گیا" یہ خواب بیان کرنے کے بعد جناب طفیل نے کہا انشاء اللہ اس کی تعبیر اچھی ہی ہو گی۔ حاضرین نے اس پر کوئی تبصرہ نہ کیا تو جناب طفیل نے فرمایا اس خواب سے میں نے تعبیر لی ہے دوستوں نے کہا وہ تعبیر کیا ہے؟ تو جناب طفیل نے فرمایا کہ میدان جنگ میں میری شہادت ہو گی میرا سر کاٹا جائے گا اور یہ پرندہ جو میرے منہ سے نکلا ہے اس سے مراد میری روح ہے جو جلد میرے تن سے جدا ہو گی اور وہ خاتون جس نے مجھے اپنی آغوش میں لیا ہے قبر ہے اور اپنے اندر جذب کرنے کا مطلب ہے کہ یہ قبر میری آرام گا بنے گی اور اپنے بیٹے کی بابت جو دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ مجھے قتل کرنے کے بعد اس کو بھی شہید کرنے کی کوشش کی جائے گی لیکن وہ اس وقت شہید نہ ہو گا۔

جب لشکر اسلام یمامہ پہنچا اور مرتدین سے جنگ ہوئی تو جناب طفیل ابتدا ہی میں شہید ہوئے اور ان کے صاحبزادے داد شجاعت دیتے رہے یہاں تک کہ شدید زخمی ہوئے۔ یہ صاحبزادے دور خلافت فاروقی میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

اعشیٰ[1] بن قیس بن ثعلبہ

ابن ہشام کے حوالہ سے یہ واقعہ منقول ہے کہ اعشیٰ اسلام لانے کے لئے اپنے قبیلہ سے روانہ ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ کہا تاکہ اس قصیدہ کو بارگاہ نبوی میں سنائے بدقسمتی سے جب مکہ کے قریب پہنچا تو قریش کے لوگوں کو اس کے بارے میں پتہ چل گیا کہ اعشیٰ نے کہا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کے لئے لوگوں نے کہا تمہیں پتہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شراب اور زنا کو حرام قرار دیا ہے ان لوگوں نے اعشیٰ کی دکھتی رگ کو پکڑا تھا انہیں معلوم تھا کہ اعشیٰ پکا شرابی اور زنا کار ہے یہ سن اعشیٰ[1] نے جواب دیا مجھے زنا کی رغبت نہیں رہی اب میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں ساری عمر بدکاری میں گنوائی ہے البتہ شراب کی ابھی تھوڑی ہوس باقی ہے میں واپس جاتا ہوں کوشش کروں گا کہ اس شوق سے بھی نجات حاصل کر لوں اور آئندہ سال آکر اسلام قبول کروں چنانچہ یہ راستہ ہی سے واپس ہو گیا اور اتفاق یہ ہوا کہ اسی سال میں اس کو موت آگئی اور اسلام کی دولت سے محروم رہا اس نے ایک قصیدہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں کہا تھا وہ ہدیہ ناظرین ہے

قصیدہ

أَلَمْ تَغْتَمِضْ عَيْنَاكَ لَيْلَةَ أَرْمَدَا
وَبِتَّ كَمَا بَاتَ السَّلِيمُ مُسَهَّدَا
وَمَا ذَاكَ مِنْ عِشْقِ النِّسَاءِ وَإِنَّمَا
تَنَاسَيْتَ قَبْلَ الْيَوْمِ صُحْبَةَ مَهْدَدَا
وَلٰكِنْ أَرَى الدَّهْرَ الَّذِي هُوَ خَائِنٌ
إِذَا أَصْلَحَتْ كَفَّايَ عَادَ فَأَفْسَدَا
كُهُولاً وَشُبَّانًا فَقَدْتُ وَثَرْوَةً[1]
فَلِلَّهِ هٰذَا الدَّهْرُ كَيْفَ تَرَدَّدَا
وَمَا زِلْتُ أَبْغِي الْمَالَ مُذْ أَنَا يَافِعٌ
وَلِيدًا وَكَهْلاً حِينَ شِبْتُ وَأَمْرَدَا
وَأَبْتَذِلُ الْعِيسَ الْمَرَاقِيلَ تَغْتَلِي[2]
مَسَافَةَ مَا بَيْنَ النُّجَيْرِ فَصَرْخَدَا[3]

أَلاَ أَيُّهٰذَا السَّائِلِي أَيْنَ يَمَّمَتْ
فَإِنَّ لَهَا فِي أَهْلِ يَثْرِبَ مَوْعِدَا
فَإِنْ تَسْأَلِي عَنِّي فَيَارُبَّ سَائِلٍ
حَفِيٌّ عَنِ الْأَعْشَىٰ بِهِ حَيْثُ أَصْعَدَا
أَجَدَّتْ بِرِجْلَيْهَا النَّجَاءَ وَرَاجَعَتْ
يَدَاهَا خِنَافًا لَيِّنًا غَيْرَ أَحْرَدَا
وَفِيهَا إِذَا مَا هَجَّرَتْ عَجْرَفِيَّةٌ
إِذَا خِلْتَ حِرْبَاءُ الظَّهِيرَةِ أَصْيَدَا
وَأَمَّا إِذَا مَا أَدْلَجَتْ فَتَرَىٰ لَهَا
رَقِيبَيْنِ جَدْيًا مَا تَغِيبُ وَفَرْقَدَا
وَآلَيْتُ لَا آوِي لَهَا مِنْ كَلَالَةٍ
وَلَا مِنْ حَفًى حَتَّىٰ تُلَاقِي مُحَمَّدَا
مَتَىٰ مَا تُنَاخِي عِنْدَ بَابِ ابْنِ هَاشِمٍ
تُرَاحِي وَتَلْقَىٰ مِنْ فَوَاضِلِهِ نَدَىٰ
نَبِيًّا يَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ وَذِكْرُهُ
أَغَارَ لَعَمْرِي فِي الْبِلَادِ وَأَنْجَدَا
لَهُ صَدَقَاتٌ مَا تُغِبُّ وَنَائِلٌ
وَلَيْسَ عَطَاءُ الْيَوْمِ مَانِعَهُ غَدَا
أَجِدَّكَ لَمْ تَسْمَعْ وَصَاةَ مُحَمَّدٍ
نَبِيِّ الْإِلٰهِ حَيْثُ أَوْصَىٰ وَأَشْهَدَا
* إِذَا أَنْتَ لَمْ تَرْحَلْ بِزَادٍ مِنَ التُّقَىٰ
وَلَاقَيْتَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَنْ قَدْ تَزَوَّدَا
نَدِمْتَ عَلَىٰ أَنْ لَا تَكُونَ كَمِثْلِهِ
فَتُرْصِدَ لِلْأَمْرِ الَّذِي كَانَ أَرْصَدَا
فَإِيَّاكَ وَالْمَيْتَاتِ لَا تَقْرَبَنَّهَا
وَلَا تَأْخُذًا سَهْمًا حَدِيدًا لِتَفْصِدَا
وَذَا النُّصُبَ الْمَنْصُوبَ لَا تَنْسُكَنَّهُ
وَلَا تَعْبُدِ الْأَوْثَانَ وَاللّٰهَ فَاعْبُدَا

وَلاَ تَقْرَبَنَّ حُرَّةً كَانَ سِرُّهَا
عَلَيْكَ حَرَامًا فَانْكِحَنْ أَوْ تَأَبَّدَا

وَذَا الرَّحِمِ الْقُرْبٰى فَلاَ تَقْطَعَنَّهُ[۱]
[لِعَاقِبَةٍ] وَلاَ الْأَسِيرَ الْمُقَيَّدَا

وَسَبِّحْ عَلَىٰ حِينِ الْعَشِيَّاتِ وَالضُّحىٰ
وَلاَ تَحْمَدِ الشَّيْطَانَ[۲] وَاللّٰهَ فَاحْمَدَا

وَلاَ تَسْخَرًا مِنْ بَائِسٍ ذِي ضَرَارَةٍ[۳]
وَلاَ تَحْسَبَنَّ الْمَالَ لِلْمَرْءِ[۴] مُخَلِّدَا

تَمَّتِ الْقَصِيدَةُ وَلاَ يَتِمُّ مَدْحُهُ أَبَدًا وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا .

ابوجہل اور اونٹ فروش تاجر کا واقعہ

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب لکھتے ہیں قبیلہ اراش کا ایک تاجر چند اونٹ فروخت کرنے مکہ آیا ابوجہل نے وہ اونٹ اس سے خرید لئے لیکن قیمت ادا کرنے میں لیت و لعل کرنے لگا تاجر رقم وصول نہ ہونے کی وجہ سے پریشان رہا کیونکہ رقم کے بغیر وہ گھر نہ جا سکتا تھا ایک دن جب قریش کے سربرآوردہ لوگ احاطہ خانہ کعبہ میں جمع تھے تو اس تاجر نے آکر ابوجہل پر طعن و تشنیع کی اور سارا واقعہ ان لوگوں کو سنایا اور ان سے کہا کہ اس سے میری رقم دلوائیں اور مجھ غریب کو اس ظلم سے نجات دلائیں قریش کے لوگوں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا اگر تو اپنا حق لینا چاہتا ہے تو اس شخصیت کے پاس چلا جا جو مسجد حرام کے اس گوشہ میں رونق افروز ہے وہی ابوجہل سے تیرا حق دلوا سکتے ہیں یاد رہے اس گوشہ میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام مصروف عبادت تھے۔ ان لوگوں کا مقصد اس تاجر کو پریشان کرنا تھا لیکن اس نے خوش فہمی میں ان کی بات کو درست سمجھا چنانچہ وہ وہاں سے چل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے عرض کیا کہ قریش کے لوگوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ ابوجہل سے میری رقم دلوا دیں اور پورا واقعہ آپ کو سنایا۔ اس کی روداد سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم! میں تیرا حق ابوجہل سے دلاؤں گا چنانچہ آپ اس تاجر کو ساتھ لے کر ابوجہل کے گھر کی طرف روانہ ہوئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے روانہ ہونے پر ان کفار قریش نے ایک شخص کو ان کے پیچھے بھیجا تاکہ وہ حالات معلوم کر کے انہیں آ کر بتائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس تاجر کو لے کر جب ابوجہل کے گھر آئے اور دروازے کو کھٹکھٹایا تو ابو جہل نے اندر سے کہا دروازہ کون کھٹکھٹا رہا ہے؟ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا نام لے کر فرمایا میں ہوں اور اپنا نام بتا کر کہا تم باہر آؤ چنانچہ ابوجہل افتاں وخیزاں دروازے سے باہر آیا تو ڈرا اور گھبرایا ہوا تھا اس کا چہرہ زرد تھا آتے ہی کہنے لگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خیریت ہے آپ میرے گھر تشریف لائے ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میں اس لئے آیا ہوں کہ اس تاجر کا حق تجھ سے دلواؤں کہنے لگا بسرو چشم اتنی اجازت دیں کہ گھر میں جا کر اس کی رقم لے آؤں۔ چنانچہ ابوجہل گھر میں گیا اور اس تاجر کی رقم لا کر سپرد کی قریش کا فرستادہ دور کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اور وہ تاجر اپنی رقم پا کر بہت خوش ہوا اور فرط مسرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کی اور قریش کے فرستادہ سے پہلے کعبہ مکرمہ آگیا قریش کے لوگ واقعات سننے کے لئے اپنے فرستادہ کے منتظر تھے لیکن جب اراشی تاجر کو خوش خوش آتے دیکھا تو اس سے معلوم کیا بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہاری رقم کے سلسلہ میں کیا طریقہ اختیار کیا تو اراشی تاجر نے کہا جزاک اللہ خیرا میں نے ان سے زیادہ رحیم و کریم کسی کو نہ پایا میری بات سنتے ہی میرے ساتھ گئے اور میرا حق مجھ کو دلوا دیا اس کی بات سن کر قریش کے لوگوں کو تعجب ہوا کہنے لگے یہ کس طرح ممکن ہے کہ ابوجہل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سن کر پسپائی اختیار کرے۔ لیکن جب اس فرستادہ نے آکر سارا واقعہ سنایا اور کہا لوگو میں نے آج ایسا واقعہ دیکھا ہے ایسا عجوبہ روزگار واقعہ اب تک نہ دیکھا تھا لوگوں نے دریافت کیا تو نے کیا دیکھا تو اس نے کہا جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دروازہ کھٹکھٹایا اور ابو جہل باہر آیا تو اس پر مردنی چھائی ہوئی تھی اور بہت زیادہ ہراساں تھا جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اس کا حق دو تو سرو چشم کہتا ہوا اندر گیا اور اس کی رقم لا کر ادا کر دی لوگوں نے تعجب سے کہا یہ کس طرح ممکن ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد ابوجہل بھی وہاں آگیا تو لوگوں نے اس سے معلوم کیا تیرا کیا حال ہوا اور تو نے آج کیا حرکت کی کیونکہ ہم نے تو اس تاجر کو بطور تمسخر و مذاق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجا تھا ہم جانتے تھے تو کسی طرح بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات نہ مانے گا اور ان کی سفارش قبول نہ کرے گا ابوجہل نے کہا قوم کے لوگو! مجھے معاف کرو اس وقت اختیار مجھے نہیں تھا اور معاملہ میرے قبضہ سے باہر تھا لوگوں نے کہا یہ کس طرح ممکن ہے؟ کہنے لگا جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد مجھے بلایا تو میرے ہفت اندام لرز گئے تھرتھری طاری ہو گئی جب میں باہر آیا تو مجھے احساس ہوا کہ میرے سر پر ایک زبردست اژدھا مست اونٹ کی طرح منہ کھولے ہوئے ہے اور جب

انہوں نے مجھے تاجر کا حق دینے کے لئے فرمایا تو مجھے یہ یقین تھا کہ اگر میں رقم کی ادائیگی میں کوتاہی کروں گا تو وہ اژدھا مجھے نگل لے گا اس لئے میں نے گھر سے رقم لے کر اس کے حوالہ کر دی۔

رکانہ پہلوان کی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کشتی

رکانہ عبد یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب کا بیٹا تھا قریش میں طاقت و قوت میں کوئی اس کا ہمسر نہ تھا کشتی میں کوئی اس کے مقابلہ پر نہ آتا مقابلہ کرنے والے کی یہ طاقت نہ ہوتی کہ اس کے پیر زمین سے اکھاڑ سکے ایک دن اتفاق سے وادی مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تنہا دیکھا تو اس سے فرمایا "رکانہ ! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری نبوت و رسالت پر ایمان لاؤ؟" رکانہ نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں یہ سمجھ لیتا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ حق ہے تو میں ایمان لے آتا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اگر میں کشتی میں تجھے پچھاڑ دوں تو کیا تو مجھ پر ایمان لے آئے گا؟ رکانہ نے کہا ہاں! اور وہ یہ سوچ رہا تھا میرا ان کا کیا مقابلہ سو آدمی تو مجھے ہلا نہیں سکتے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا آؤ کشتی لڑیں چنانچہ وہ کشتی کے لئے مقابلہ پر آیا تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو پکڑ میں لیا رکانہ کچھ نہ کر سکا تو آپ نے اس کو اٹھا کر پٹخ دیا رکانہ نے زمین سے اٹھ کر کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آیئے ایک بار اور کشتی کریں چنانچہ دوبارہ بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو اٹھا کر پٹخ دیا دوسری مرتبہ زمین چاٹنے پر رکانہ بہت شرمندہ ہوا کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تعجب کی بات ہے آپ نے مجھے گرا دیا حالانکہ قریش مقابلہ میں مجھے ہلا نہیں سکتے میرے اوپر پہل نہیں کر سکتے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا رکانہ میں تجھے ایک اور تعجب انگیز بات بتاؤں بشرطیکہ تو مجھ پر ایمان لا کر میری متابعت کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ درخت تیرے قریب ہے اس کو اشارہ کروں کہ وہ میرے قریب آ جائے اور دوبارہ واپس جا کر اپنی جگہ جم جائے۔ رکانہ نے کہا اگر آپ ایسا کر دکھائیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا اور درخت کو اپنے قریب بلایا تو وہ درخت زمین کو چیرتا ہوا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قریب آیا آپ نے اسے واپسی کا اشارہ کیا اور فرمایا جاؤ اپنی جگہ چلے جاؤ چنانچہ وہ اپنی جگہ جا کر جم گیا۔ لیکن بد بختی اور شقاوت رکانہ کی تقدیر میں تھی ایمان نہ لایا اور قریش سے کہنے لگا اگر روئے زمین کے جادوگر آ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ کریں تو ان کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوں گے اس کے بعد سارا واقعہ ساتھیوں کو سنایا۔

حبش کے نصاریٰ بارگاہ نبوی میں

مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حبشہ کے نصرانیوں کی ایک جماعت جو بیس افراد پر مشتمل تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور مسلمانوں کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئی نبی کریم صلی اللہ علیہ الصلوۃ والسلام مسجد حرام میں موجود تھے یہ لوگ وہاں آئے اور سلام عرض کرنے کے بعد بیٹھ گئے چند باتیں کیں اور بعض معاملات کے سلسلہ میں استفسارات بھی کئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے سوالات کے جوابات دیئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی اور انہیں قرآن کریم کی چند آیات سنائیں ان آیات کو سن کر ان لوگوں پر رقت طاری ہو گئی ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کیا اور دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے قریش مکہ کھڑے ہوئے یہ سب کچھ دیکھتے رہے حبشہ سے آنے والے سابق نصرانی اور نو مسلم جب وہاں سے اٹھے اور روانہ ہوئے تو ابوجہل وہاں سے اٹھا اور ان مسلمانوں سے آکر کہا میں نے تم سے زیادہ بیوقوف کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔ حبشہ والوں نے تمہیں اس لئے مکہ بھیجا تھا تاکہ تم اس شخصیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور ان کے کام کے بارے میں جائزہ لو اور حبشہ جا کر ساری کیفیت بیان کرو تم آئے اور ایک ہی نشست میں ان پر ایمان لے آئے اور ان کے دین کو قبول کر لیا ان لوگوں نے جواب دیا ابوجہل ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں رہی ہے ہر شخص اپنی مصلحت کو بہتر سمجھتا ہے تم اپنے دین کے بارے میں جانو اور ہم اپنے دین کے بارے میں ہمارے درمیان آپس میں کوئی غرض وابستہ نہیں اللہ تعالیٰ نے ان ایمان لانے والوں کو ابوجہل کو ایسے واشگاف جواب دینے کے انعام میں "سورہ قصص" میں یہ آیات نازل فرمائیں "جن (حق پسندوں) کو ہم نے اس سے پہلی کتاب عطا کی وہ اس قرآن پر ایمان لائے ہیں اور اس (کتاب) قرآن کی آیات انہیں سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم اس کتاب (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور یہی کتاب حق جو ہمارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے یقیناً" ہم اس سے پہلے فرمانبردار ہو چکے تھے یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی بنا پر دو مرتبہ اجر عطا کیا جائے گا اور یہ بھلائی کے ذریعہ برائی کو دفعہ کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے وہ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں اور جب وہ بے ہودہ (لغو) گفتگو سنتے ہیں تو منہ پھیر کر کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل ہیں بس تم پر سلام ہم جاہلوں کو نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمانے والا اور توفیق خیر عطا کرنے والا ہے)

اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم

جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آ کر رونق افزو ہوئے تو غریب صحابہ مثلاً" جناب خباب بن الارت ۔ عمار بن یاسر۔ ابو فکیھہ۔ صہیب رومی وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آ کر بارگاہ نبوی میں بیٹھ جاتے وہاں سرداران قریش بھی بیٹھتے اور ان غریب صحابہ کو دیکھ کر کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کو دیکھو جن کا نہ گھر ہے نہ در۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ حق تعالٰی ان فقیروں کو ہم جیسے بہتر لوگوں پر فوقیت دے اور ہم جیسوں کے مقابلہ میں انہیں راہ ہدایت کے لئے مقرر اور مخصوص فرما دے؟ یہ بات تو محال ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہتے اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کی مجلس میں حاضر ہو کر ان کی گفتگو سنیں۔ تو وہ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ غریب ان کے پاس نہ آئیں اور ان کے ساتھ نشست و برخواست نہ کریں۔ اللہ تعالٰی نے ان کے اس قول پر سورہ انعام کی آیت ۵۳ کے حصہ میں ارشاد فرمایا کیا ہم میں سے یہ وہی لوگ ہیں اللہ تعالٰی نے اعلان فرمایا اے منکرو کیا اللہ تعالٰی شکر گزاروں کو ان سے زیادہ جاننے والا نہیں" اس موقع پر نبی علی الصلوۃ والسلام نے غریب صحابہ کی تالیف قلب کے لئے قریش کی درخواست کو رد فرما دیا رب کریم نے "سورہ انعام" کی آیت ۵۲ میں ارشاد فرمایا "آپ انہیں جو رضائے رب کے حصول کے لئے صبح و شام اس کو پکارتے ہیں آپ کے حساب سے ان پر اور ان کے حساب میں آپ پر کچھ نہیں اگر آپ انہیں اپنے پاس نہ آنے کے لئے کہیں گے تو آپ انصاف نہ کرنے والوں میں سے ہوں گے اس طرح ہم نے بعض کو بعض کے مقابلہ میں امتحان میں ڈال دیا تاکہ مالدار کافر غریب مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں کیا یہ وہی لوگ ہیں اللہ تعالٰی نے اعلان فرمایا اے منکرو کیا اور تعالٰی شکر گزاروں کو ان سے زیادہ جاننے والا نہیں اور جب وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں آپ کی خدمت میں آئیں تو آپ ان سے فرمائیں تم پر سلامتی ہو تمہارے رب نے اپنے فضل و کرم سے آپ پر رحمت فرمانا لازم کر لیا ہے تم میں سے کوئی نادانی سے برائی کر بیٹھے اور پھر توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو بیشک اللہ تعالٰی بہت بڑا بخشنے والا ہے"۔

کفار مکہ کا قرآن کے بارے میں افتراء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معمولاً" کوہ مروہ کے قریب بیٹھا کرتے اس پہاڑی کے قریب ایک نصرانی

غلام بھی بیٹھا کرتا تھا جس کا نام جبر تھا کفار قریش کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ کہتے ہیں وہ اس نصرانی غلام سے سیکھتے ہیں اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے "سورہ نحل" کی یہ آیت نازل فرمائی۔ "اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ (کافر) یہ کہتے ہیں کہ انہیں تو یہ قرآن ایک شخص سکھاتا ہے حالانکہ (جس کی طرف سکھانے کی نسبت کی جاتی ہے) وہ شخص تو عجمی ہے جب کہ یہ قرآن کریم تو واضح عربی زبان میں ہے۔"

عاص بن وائل کی ہفوات

عاص بن وائل سہمی جو سرداران قریش میں سے تھا وہ جب کبھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا نام لیا جاتا یا آپ کے بارے میں اس کے سامنے گفتگو کی جاتی تو وہ قریش سے کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے دلوں پر کیوں اس طرح مسلط ہیں اور ہروقت ان کا تذکرہ کرتے رہتے ہو ان کے ذکر کو چھوڑو کیونکہ (خاکم بدہن) وہ تو ابتر ہیں یعنی ان کا کوئی بیٹا نہیں ان کا کوئی وارث نہ ہو گا۔ ان کا ذکر منقطع ہو جائے گا اور اس وقت تم ان سے آرام پاؤ گے حق تعالیٰ نے اس کی ہفوات کو رد کرتے ہوئے "سورہ کوثر" نازل فرمائی اس سورۃ کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کافر جو آپ کو ابتر کہتے ہیں یہ خود مقطوع النسل ہیں کیونکہ اس کے مرنے پر اس کا تذکرہ اور اس کی نسل ختم ہو جائے گی کیونکہ نہ تو اس کا کوئی کارنامہ ہے اور نہ ان کو کوئی ایسا کام آتا ہے جو لوگوں کو یاد رہتا یا رہے گا اور آپ کی ذات تو عالموں کی سردار اور دو جہانوں کی رحمت ہے آپ کا ذکر اور آپ کا نام کس طرح ختم ہو سکتا ہے خصوصیت کے ساتھ قیامت کے دن آپ مسلمانوں کو حوض کوثر سے سیراب فرمائیں گے اور گناہ گاروں کو دوزخ سے نکالیں گے اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ خاطر جمع رکھیں اور خوش رہیں اور دشمنوں کے مقابلہ میں رب کریم کی حمد و ثنا کریں حج کے مناسک اور قربانی کے مشاغل میں مصروف رہیں کیونکہ آپ نہیں بلکہ آپ کے دشمن ابتر ہیں۔

اسود بن عبد یغوث کا مطالبہ

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے لوگوں کے سامنے سرگرمی سے تبلیغ اسلام فرما رہے تھے اس موقعہ پر اسود بن عبد یغوث۔ زمعہ بن اسود اور ابی بن خلف بھی موجود تھے انہوں نے نبی علیہ الصلوۃ

والسلام سے کہا آپ کچھ بھی کہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو مناسب یہ ہے کہ آپ کے ساتھ ایک فرشتہ ہو جو آپ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہوئے آپ کی طرف سے لوگوں سے گفتگو کرے ان کے اس مطالبہ پر سورہ انعام کی آیات ۸، ۹ میں رب کریم نے یہ ارشاد فرمایا "(اے نبی مکرم) آپ ان لوگوں کو بتا دیں اگر ہم ان کی درخواست پر فرشتہ کو نازل فرمائیں تو قیامت کا سا سماں ہو گا اور ان پر جلد عذاب نازل ہو گا اور اگر ہم فرشتہ کو نازل کریں تو وہ بھی انسانی شکل میں ہو گا کیونکہ ان کی آنکھیں تو فرشتہ کو نہ دیکھ سکیں گی اور جب وہ انسانی شکل میں ہو گا دوسرے لوگوں کی طرح ہو گا فرشتہ اور انسان میں کوئی امتیاز نہ رہے گا کچھ تو اس فرشتہ کی بات کو قبول کر لیں گے بعض کہیں گے کہ یہ تو انسان ہی ہے اس کی بات کی تصدیق نہ کریں گے اس طرح ان کی ضلالت و گمراہی میں اضافہ ہو گا"۔

ایک دن نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا گزر ولید بن مغیرہ۔ امیہ بن خلف اور ابوجہل بن ھشام پر ہوا انہوں نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے طعن و تشنیع اور تمسخر آمیز گفتگو کرنے لگے ان کی اس گفتگو سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا تو رب کریم نے سورہ انبیاء کی آیت ۴۱ میں ارشاد فرمایا "اے نبی کریم آپ ان کافروں کے طعن و تشنیع اور تمسخر سے دل تنگ نہ ہوں اس سے پہلے انبیاء سابقین کے ساتھ بھی کافر ایسا ہی طرز عمل اختیار کرتے رہے ہیں ہم نے انہیں سزا دینے کے لئے ان پر عذاب نازل کیا تھا (اللہ تعالیٰ مددگار ہے)"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور واقعہ معراج

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واقعہ معراج مختلف انداز اور کئی روائیتوں میں منقول ہے ہم اس کا مختلف اطوار سے احاطہ کریں گے پہلے ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول روایت کا تذکرہ کرتے ہیں معراج کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے براق لایا گیا یہ براق ویسا ہی تھا جس پر انبیاء سابقین سوار ہو چکے تھے اس کی سرعت رفتار کا عالم یہ تھا کہ اس کا قدم اس کے منتہائے نظر پر پڑتا تھا معراج کے وقوع کا دور وہ ہے جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام مکہ میں اقامت گزیں تھے اور وہ واقعات جن کا تذکرہ گزر چکا ہے پیش آتے رہے تھے اسلام قریش اور قبائل عرب میں شہرت حاصل کر چکا تھا۔ قریش اور دوسرے کافروں کی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ دشمنیاں عروج پر پہنچ چکی تھیں۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اعزاز و اکرام میں اضافہ فرمایا دوسری طرف کافروں پر بلاؤں اور ان کے رنج و غم میں اضافہ ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف و منزلت کو درجہ کمال کو پہنچانے کے لئے انہیں اسریٰ کے مقام پر فائز فرمایا۔

یہ واقعہ اس طرح رونما ہوا کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے بیت المقدس پہنچایا گیا زمین و آسمان کے عجائبات دکھائے گئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا تاکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کریں ان مراحل سے گزرنے کے بعد آپ اسی رات مکہ واپس تشریف لائے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جس رات نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو معراج کی سیر کرانی مقصود تھی اس رات اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو براق کے ساتھ بھیجا جبریل علیہ السلام نے آپ کو براق پر بٹھایا اور فضاؤں میں گزرتے ہوئے بیت المقدس پہنچا دیا جہاں مسجد اقصیٰ میں حضرات ابراہیم۔ موسیٰ و عیسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نے آپ کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا نبی علیہ الصلوۃ والسلام آگے بڑھے اور مجمع انبیاء کی امامت فرمائی سب نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی خدمت میں تین پیالے پیش کئے گئے اور کہا گیا ان میں ایک میں سے آپ پی لیں ان پیالوں میں سے ایک میں دودھ دوسرے میں شراب اور تیسرے میں پانی تھا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اس وقت میں نے ایک آواز سنی کہنے والے نے کہا تھا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ پانی کا پینا

اختیار کریں تو آپ کی امت غرق ہو گی اور اگر شراب کا پیالہ لیں گے تو آپ کی امت گمراہی میں پڑے گی اور دودھ کا پیالہ پی لیں تو آپ کی امت راہ راست اختیار کر کے زندگی پائے گی۔ لہٰذا میں نے دودھ کے پیالہ کو ترجیح دی اور اس کو پی لیا اس موقع پر جبریل علیہ السلام نے کہا آپ کے اور آپ کی امت کے لئے راہ راست مقرر کیا گیا ہے کیونکہ آپ نے دودھ کو اختیار کیا ہے یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود کے حوالہ سے تھی ○

واقعہ معراج

حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی روایت میں جناب حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ واقعہ معراج کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق نقل کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک شب حطیم کعبہ میں سویا ہوا تھ ناگاہ جبریل آئے اور انہوں نے میرا پیر ہلایا میں اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن کسی کو نہ پا کر پھر لیٹ کر سو گیا جبریل نے پھر میرا پیر ہلایا میں اٹھ کر بیٹھا اور پھر کسی کو نہ پا کر اپنی جگہ پر سو گیا تیسری مرتبہ پھر جبریل علیہ السلام نے مجھے جگایا میں نے بیدار ہو کر جبریل کو دیکھا جبریل نے مجھے نیند سے بیدار کر کے کہا میرے ساتھ آیئے چنانچہ میں ان کے ساتھ احاطہ مسجد حرام سے باہر آیا تو دروازہ پر ایک براق دیکھا جو گھوڑے سے قد میں پست اور دراز گوش سے بڑا تھا اس کے دو پر بھی تھے جس کو وہ ہلاتا تو اس کی پنڈلیوں تک آتے اور وہ اپنے کھروں سے زمیں کو کرید رہا تھا جبریل علیہ السلام کے کہنے پر جب میں اس پر بیٹھنے کے لئے آگے بڑھا تو اس نے مجھے بیٹھنے نہ دیا جبریل امین نے آگے بڑھ کر اس کے ریال پکڑ کر کہا اے براق تجھے شرم نہیں آتی تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار کرنے میں پس و پیش کر رہا ہے اس خدا کی قسم جس نے تجھے پیدا فرمایا ہے اس ذات اقدس سے برتر اور افضل کوئی شخصیت تجھ پر سوار نہیں ہوئی ہے جبریل امین سے یہ الفاظ سن کر براق شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا تو میں اس پر بیٹھا تو جبریل علیہ السلام میرے قریب آئے میرے بازو کو تھاما اور براق کو روانگی کا اشارہ کیا اور میرے ساتھ روانہ ہوئے اور بیت المقدس پہنچے جب ہم مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت ابراهیم موسیٰ و عیسیٰ کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو استقبال کے لئے موجود پایا انہوں نے تحیات وسلام پیش کئے اور مجھے آگے مصلے پر بڑھایا میں نے امامت کی سب انبیاء نے میری اقتداء میں نماز ادا کی عبادت الہی سے فارغ ہونے کے بعد میرے سامنے دو پیالے پیش کئے گئے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی میں نے دودھ کا پیالہ اٹھایا اور

اس میں سے دودھ پیا شراب کے برتن کو ہاتھ نہ لگایا اس موقع پر جناب جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا آپ ﷺ نے فطرت کے مطابق عمل کیا ہے اور اپنی امت کی راہ راست کی طرف رہنمائی کی ہے اور قدح شراب کو ہاتھ نہ لگا کر اپنی امت پر شراب کو حرام کر دیا ہے

حضرت ابوبکر کو صدیق کا خطاب

سفر معراج سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی شب مکہ مکرمہ واپس تشریف لے آئے صبح کو آپ نے قریش کو اپنے سفر کے متعلق بتایا کہ میں رات مکہ سے بیت المقدس گیا اور واپس آیا ہوں میری بات سن کر ان کافروں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آج تک اس سے بڑا جھوٹ نہیں کہا ہے اگر قافلہ شب و روز چلے تو بھی ایک ہفتہ سے کم میں شام تک نہیں پہنچ سکتا اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رات میں شام جائیں اور اسی رات واپس آ جائیں ان کی بات پر کوئی یقین نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد ان کافروں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں زبان طعن دراز کی انہوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم شکست نہیں دے سکے لیکن ان کے اس جھوٹ پر ہم انہیں نیچا دکھا سکیں گے ان کے مقاصد کو تباہ کر سکیں گے۔

اس کے بعد وہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا ابوبکر! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طرح کہتے ہیں کہ میں رات مکہ سے بیت المقدس گیا اور رات ہی واپس آ گیا جناب ابوبکر صدیق نے فرمایا تمہیں اس بات پر تعجب ہے؟ لوگوں نے کہا بے شک یہ بات تعجب خیز ہے تو جناب ابوبکر نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے کہ جبریل (علیہ السلام) ایک آن میں سات آسمانوں سے گزر کر میرے پاس پیغام الٰہی لے کر آتے ہیں اور مجھے عجائبات آسمانی سے مطلع کرتے ہیں اور آسمان پر واپس چلے جاتے ہیں ہم انہیں اس بات میں صادق جانتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں لہٰذا اگر وہ یہ فرماتے ہیں کہ کل رات مجھے مکہ سے بیت المقدس لے جایا گیا اور رات ہی میں واپس لایا گیا تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ فرمایا ہے تو انہوں نے درست فرمایا اور میں انہیں صادق جانتا ہوں حضرت ابوبکر صدیق کی زبان سے یہ باتیں سن کر کافر جن کا پارہ پہلے ہی چڑھا ہوا تھا کچھ نرم پڑے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے ان لوگوں سے دریافت کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام اس وقت کہاں تشریف فرما ہیں تو لوگوں نے کہا کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے یہ واقعہ لوگوں کو سنا رہے ہیں چنانچہ جناب ابوبکر مسجد حرام

میں آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ یہ روایت آپ کی جانب منسوب کی جا رہی ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ابوبکر واقعہ ایسا ہی ہے فی الفور جناب ابوبکر کی زبان سے نکلا "صدقت یا رسول اللہ" (آپ نے درست فرمایا) میں آپ کو راست گو جانتا ہوں لیکن یہ کافر بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی نشانیاں چاہتے ہیں آپ بتا دیں تاکہ ان کی زبانیں بند ہو جائیں اور صحیح واقعہ کے انکار کرنے پر کچھ سوچیں۔ جب حضرت ابوبکر نے یہ فرمایا تو رب کریم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نظر مبارک کے سامنے سے حجابات ہٹا دئے اور مسجد اقصیٰ کو آپ کی نظروں کے سامنے کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کی جزئیات ان کافروں کے سوالات کے جواب میں بتائیں جب کوئی بات نبی علیہ الصلوۃ والسلام بتاتے تو جناب ابوبکر تصدیق کرتے جاتے اور یہ کہتے "صدقت یا رسول اللہ" اس تصدیق پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وانت یا ابو بکر الصدیق" اور اے ابو بکر آپ صدیق ہیں اس دن سے جناب کا لقب "صدیق" ہو گیا

واقعہ معراج جب مکہ مکرمہ میں مشہور ہوا اور زبان زد خلائق ہوا تو بعض کافر سن کر تو متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے البتہ بعض ضعیف الایمان انکار کر کے مرتد ہو گئے ایسے لوگوں کے بارے میں رب کریم نے "سورہ اسراء" میں آیت ٦٠ نازل فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے واقعہ معراج کو لوگوں کے لئے سبب امتحان بنایا تاکہ راسخ الایمان لوگوں کے ایمانوں میں مزید استحکام ہو اور کار اسلام میں تندھی سے کام لیں البتہ ضعیف الایمان جب اس واقعہ کو سنیں تو شکوک و شبہات ان پر مسلط ہو جائیں اور ان کے کمزور عقیدہ کی وجہ سے اسلام کو ان سے نجات حاصل ہو جائے

معراج سے متعلق حضرت عائشہ کی روایت

معراج سے متعلق جو روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معراج جسمانی کے حق میں نہیں وہ فرماتی ہیں کہ معراج کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج بستر مبارک پر موجود تھے البتہ روح مبارک معراج سے متعلق رہی تھی حضرت معاویہ بن ابو سفیان بھی معراج روحانی ہی کے قائل ہیں جو کوئی ان سے معراج کے بارے میں سوال کرتا تو وہ یہ کہا کرتے تھے کہ معراج وہ سچا واقعہ (خواب) تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا تھا یعنی معراج خواب کا واقعہ تھا عالم بیداری کا نہیں۔

بعض علماء نے سیدہ عائشہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی اس بات کی تردید نہیں کی مگر جمہور صحابہ و علماء کے کہنے کے خلاف ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ واقعہ معراج کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا **وما جعلنا الرءیا التی ارینا ک الا فتنة للناس**۔ اور اس کی تردید تائید میں قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں حضرت ابراھیم علیہ اسلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم بھی خواب ہی میں دیا گیا تھا **فلما بلغ معہ السعی قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری** اور یہ بات مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب اسی حکم میں ہیں جس طرح عالم بیداری میں ملنے والے احکام ہوئے تھے ●

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے سامنے واقعہ معراج کا تذکرہ فرماتے اور حضرات ابراھیم موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے بارے میں فرماتے ان حضرات سے معراج کے موقع پر ملاقات ہوئی تھی حضرت ابراھیم علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے تھے لیکن حضرت ابراھیم علیہ السلام کی بابت کیا کہنا! میں نے کسی کو تمہارے صاحب (یعنی خود ذات نبوی) سے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا نہ اور کوئی تمہارے صاحب سے اتنا مشابہ ہے جتنا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دراز قد چست (پھرتیلے) گھونگر دار بال والے ستواں ناک اور شنوہ کے لوگوں کی طرح تھے (شنوہ عرب کا ایک قبیلہ ہے جس کے لوگ قد آور پھرتیلے اور سبک رفتار تھے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتے عیسیٰ علیہ السلام سرخ و سفید نہ پستہ قد تھے نہ دراز قامت ان کے بال خوبصورت اور اوپر (یعنی کناروں) سے سیاہ تھے ان کے چہرے سے ترو تازگی نمایاں تھی اور اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اگر وہ دھوپ سے نکل آئیں تو یہ معلوم ہو گا کہ ان کے چہرہ سے پانی کے قطرے نمایاں ہیں حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔ اور ان کی مشابہت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں نظر آتی ہے یہ عروہ رئیس و سردار طائف تھے ان کے بارے میں آئندہ مغازی کے باب میں لکھا جائے گا۔

بارگاہ نبوی میں حضرت علی کا خراج عقیدت

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ جب آپ کے اوصاف اور سراپا بیان فرماتے تو اس طرح بیان کرتے "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو دراز قد تھے نہ پست قد بلکہ

آپ میانہ قد تھے سیدھا قد اور سیدھی پشت رکھتے تھے موئے مبارک نہ تو بہت زیادہ گھونگر دار تھے نہ بالکل سیدھے چہرہ مبارک نہ تو بہت زیادہ پر گوشت تھا نہ سوکھا بے گوشت" بلکہ سفید روشن اور لطیف تھا چشمہائے مبارک کے سفید حصہ اور سیاہ حصے مناسب حد تک سیاہ تھے پلکیں بھری اور سیدھی تھیں جسم کی ہڈیاں اور اعضاء متناسب اور قوی تھے شانے کھلے اور خط تان باریک تھا جسم پر بال چھوٹے اور نرم تھے ہاتھ اور پیروں کی انگلیاں مناسبت سے تھیں جو مضبوطی اور لمبائی کی طرف مائل تھیں۔ ہتھیلیاں ریشم کی طرح نرم تھیں۔ جب اپنی جگہ سے اٹھ کر کہیں تشریف لے جاتے تو اس نرمی کے ساتھ جس طرح کہ پرندہ متوازی پرواز کرتا ہے جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو اس کی جانب پوری طرح متوجہ ہوتے اس کو چورائی آنکھوں سے نہ دیکھتے۔ آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان "مہرنبوت" تھی آپ کی ذات اقدس پر لاکھوں درود و سلام ہوں آپ کائنات میں افضل ترین اور خاتم النبیں تھے سخاوت میں سب سے اعلیٰ اور شجاعت میں سب سے برتر اور فصاحت میں سب سے بہتر تھے عہد و پیمان میں سے سب سے درست تر اور عادت و خصلت میں سب سے نیکو تر تھے۔ معاشرتی زندگی میں سب سے زیادہ صاحب عقل و علم تھے جب آپ کے چہرہ پر کسی کی نظر جاتی تو وہ مرعوب ہو جاتا اور جب آپ سے گفتگو کرتا تو اس کو احساس ہوتا کہ آپ سے زیادہ نرم خو کوئی نہیں وہ دل و جان سے آپ پر فدا ہونے کے تیار ہوتا۔ اور ببانگ دھل یہ کہنے کے لئے تیار ہوتا کہ آپ سے پہلے نہ تو کوئی دوسرا دیکھا اور نہ کوئی دوسرا ایسا ہو سکتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

واقعہ معراج بروایت ام ہانی رضی اللہ عنہا

معراج کے سلسلہ میں ایک روایت محترمہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں شب معراج سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر مہمان تھے نماز عشاء میں نے آپ کے ساتھ ادا کی تھی اس کے بعد آپ آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے اور فجر سے پہلے مجھے نماز کے لئے جگا دیا وضو کر کے میں نے فجر کی نماز بھی آپ کے ساتھ ادا کی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "ام ہانی! میں نے عشاء کی نماز تمہارے ساتھ ادا کی تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا بھی تھا اس کے بعد میں بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ گیا وہاں نماز ادا کی اس کے بعد مکہ واپس آ گیا اور فجر کی نماز پھر تمہارے ساتھ ادا کی ہے" یہ فرمانے کے بعد آپ اٹھے اور گھر سے باہر جانے لگے تو میں نے عرض کیا یا

رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ بات جو آپ نے مجھ سے فرمائی ہے اس کا تذکرہ لوگوں کے سامنے نہ کریں وہ آپ کی اس بات کا یقین نہ کریں گے اور آپ کی تکذیب پر آمادہ ہوں گے۔ اور آپ کو اذیت دیں گے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا خدا کی قسم! میں اس بات کو چھپا نہیں سکتا یہ کہتے ہوئے آپ باہر تشریف لے گئے ام ہانی کہتی ہیں میں نے اپنی کنیز سے کہا کہ وہ آپ کے تعاقب میں جائے تاکہ یہ دیکھے کہ آپ کیا فرماتے ہیں اور لوگوں پر اس کا رد عمل کیا ہوتا ہے چنانچہ وہ کنیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں مسجد حرام میں آئی نبی علیہ اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں آکر بیٹھے اور لوگوں کو معراج کا واقعہ سنانے لگے کہ رات میں مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس میں گیا وہاں نماز ادا کی اور رات ہی میں مکہ مکرمہ واپس آگیا حاضرین کی اکثریت نے آپ کی بات کا یقین نہ کیا اور تعجب سے کہنے لگے اے محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ آپ فرما رہے ہیں اس پر یقین نہیں آتا یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ماہ کی مدت کے سفر پر آپ ایک رات میں جا کر واپس بھی آ جائیں آپ کچھ نشانیاں بتائیں تاکہ ہم آپ کی بات پر یقین کریں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میں نے بیت المقدس کے راستہ میں دیکھا کہ فلاں قبیلہ کا ایک قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا میرے براق کی ٹاپوں کی آواز سے ان کے اونٹ بدک گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے ان اونٹوں میں ایک گم ہو گیا تو میں نے انہیں با آواز بلند کہا کہ تمہارا اونٹ فلاں جگہ ہے جا کر لے آؤ چنانچہ وہ اس کو لے آئے بیت المقدس سے واپسی میں دوسرے کارواں کو دیکھا جو وہاں آرام کر رہے تھے وہاں پانی کے برتن رکھے تھے جن کے منہ بند تھے ایک برتن ایک شخص کے سامنے تھا مجھے پیاس لگی تھی میں نے وہ برتن اٹھا کر اس سے پانی پیا اور اس کا منہ بند کر کے اس کو رکھ دیا۔ وہ قافلہ اب "تنعیم" تک پہنچا ہو گا اور مکہ آنے والا ہو گا۔ اور اس قافلہ کی پہچان یہ ہے کہ قافلے کے آگے جو اونٹ ہے وہ خاکستری (مٹیالے) رنگ کا ہے اس پر دو جھولیں پڑی ہوئی ہیں ایک کالی اور دوسری سفید ان نشانیوں کو سنتے ہی لوگ قافلوں کی تلاش میں بھاگے اور جب مقام "تنعیم" پہنچے تو دیکھا کہ حسب فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قافلہ تنعیم سے آ رہا ہے اور جب دور تک نظر دوڑائی تو دیکھا کہ مٹیالے رنگ کا اونٹ سیاہ و سفید جھولوں کے ساتھ سب سے آگے ہے تو مکہ سے آنے والوں نے برملا اعتراف کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے درست فرمایا تھا۔ جب پہلے قافلے کے لوگوں سے معلوم کیا کہ رات تمہارے قافلہ پر کسی شخصیت کا گزر ہوا تھا جنہوں نے تمہارے کوزہ سے پانی پیا تھا؟ قافلہ والوں نے بتایا کہ رات کے وقت ہم سوئے ہوئے تھے ایک صاحب تشریف لائے اور ہمارے کوزہ سے پانی پیا کوزہ کو رکھ کر پھر تشریف

لے گئے یہ سننے کے بعد ان لوگوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے درست فرمایا تھا اور وہی نشانیاں بتائیں تھیں جو قافلہ والوں نے بیان کی ہیں اس کے بعد یہ لوگ مکہ واپس آ گئے اور اس دوسرے قافلہ کے بارے میں ان کے اونٹ کے گم ہونے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے کہ میں نے انہیں یہ بتایا کہ تمہارا گمشدہ اونٹ فلاں جگہ موجود ہے جہاں سے جاکر وہ اس کو لائے تھے ان نشانیوں کی تصدیق کے لئے اب دوسرے قافلہ والوں سے معلوم اور تصدیق کرنا چاہئے لہٰذا وہ پھر مکہ سے باہر آئے اور دوسرے قافلہ والوں سے معلوم کیا کہ رات تمہارے قافلہ پر کسی شخصیت کا گزر ہوا تھا؟ قافلہ والوں نے کہا ہاں! واقعہ یہ پیش آیا ہم فلاں وادی میں قیام کے لئے رکے اور سب لوگ سو رہے تھے ہمارے چوپایوں نے قدموں کی چاپ سنی تو بدک گئے ہمارا ایک اونٹ کھو گیا اس کو ہم تلاش کرتے رہے نہ ملا اس وقت ہم نے آسمان و زمین کے درمیان سے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا کہ تمہارا اونٹ فلاں جگہ کھڑا ہے جاکر لے آؤ چنانچہ ہم جاکر اس کو لے آئے مکہ کے کافروں نے یہ بات سن کر کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا

واقعہ معراج بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

معراج کے سلسلہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ واقعہ سے منقول ہے جناب ابوسعید فرماتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے براق پر بٹھا کر بیت المقدس لے جایا گیا اور میں نماز سے فارغ ہوا میں نے ایک سیڑھی دیکھی جس کو آسمان سے اتارا گیا اس کے ساتھ ایک ہودج بھی تھا اس سے زیادہ خوبصورت ہودج میری نظروں سے نہیں گزرا جب اس ہودج کو نیچے لایا گیا تو مجھے اس میں بٹھلایا گیا اور جبریل امین میرے ساتھ بیٹھے اسکے بعد یہ ہودج آسمان کی طرف بلند ہوا اور فضاؤں میں ہوتا ہوا آسمان دنیا تک پہنچا جب آسمان کے دروازہ پر پہنچا تو وہاں ایک فرشتہ موجود تھا جس کا نام اسماعیل تھا اس کی ماتحتی میں بارہ ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر فرشتہ کی ماتحتی میں بارہ ہزار دوسرے فرشتے مقرر تھے۔ آسمان کا دروازہ کھلوا کر ہم اندر گئے تو اسماعیل (نگران فرشتہ) نے جبریل امین سے دریافت کیا آپ کے ساتھ ہودج میں کون شخصیت رونق افروز ہے۔ جبریل امین نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسماعیل نے سوال کیا کیا انہیں منصب رسالت پر فائز کیا گیا ہے؟ جبریل امین نے کہا ہاں! تو اسماعیل نے ہمارا استقبال کیا اور تحیات بجا لایا۔ اس کے بعد تمام فرشتے

آتے سلام کرتے اور تحیات بجا لاتے اور مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے رہے ان میں سے ایک فرشتہ ایسا بھی تھا جس کے بشرے سے مسرت و شادمانی کا اظہار نہ ہوتا تھا اس کو دیکھ کر میں نے (نبی علیہ الصلوۃ والسلام) جبریل امین سے دریافت کیا کہ دوسرے فرشتوں کی طرح اس کے بشرے سے مسرت و شادمانی کی کیفیات ظاہر نہیں ہو رہیں یہ کون ہے ؟ جبریل امین نے بتایا کہ یہ داروغہ جہنم ہے اگر اس کے بشرے سے مسرت و شادمانی کا اظہار ہوا ہوتا تو یہ آج بھی اس کیفیت کا اظہار کرتا۔ یہ سن کر میں نے جبریل امین سے کہا اس سے کہئے کہ دوزخ کے دہانے سے سرپوش ہٹائے میں دوزخ کی کیفیت کا معائنہ کرنا چاہتا ہوں۔ (مصنف کتاب لکھتے ہیں کہ جناب جبریل کا حکم تمام فرشتوں پر چلتا ہے اور اس کا اظہار اس حکم ربی سے ہوتا" (**مطاع ثم امین**)"

جب جبریل امین نے داروغہ جہنم سے سرپوش ہٹانے کے لیے کہا تو اس نے سرپوش ہٹا دیا تو اس کے شعلے ساتوں آسمانوں میں بھڑکتے نظر آئے اور مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ ان شعلوں سے ساتوں آسمانوں کے مکیں بھسم ہو جائیں گے لہٰذا میں نے جبریل امین سے کہاکہ سرپوش رکھوا دیا جائے اور میں نے اس درد ناک منظر کو مزید نہ دیکھا

حضرت ابو سعید حذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان اول پر میں نے ایک شخصیت کو بیٹھے دیکھا جس کے سامنے لوگوں کی ارواح کو پیش کیا جا رہا تھا .بعضوں کو دیکھ کر ان کے بشرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوتے اور وہ کلمات تبریک و تحسین فرماتے اور فرماتے کہ اچھی روحیں اچھے جسموں سے آئی ہیں اور بعض ارواح جب ان کے سامنے پیش کی جاتیں تو اظہار ناپسندیدگی فرماتے تنفر کا اظہار کرتے اور فرماتے تم پر ہزار بار لعنت یہ بری روحیں برے اجسام سے آئی ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس منظر کو دیکھ کر جناب جبریل سے دریافت کیا یہ شخصیت کون ہے؟ جبریل امین نے بتایا یہ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں ان کی ذریت کی ارواح ان کے سامنے پیش کی جاتی ہیں مومنوں کی ارواح کو دیکھ کر اظہار مسرت فرماتے ہیں دعائے خیر کرتے ہیں اور کافروں کی ارواح کو دیکھ کر اظہار ناراضگی اور نفرین کرتے ہیں

یتیموں کا مال کھانے والوں کا انجام

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے آسمان اول پر ایسی مخلوق دیکھی جن کے چہرے پر ہونٹ

اور دانت اونٹوں کی طرح سے تھے ان کے ہاتھ میں انگارے تھے جن کو وہ کھا رہے تھے اور وہ انگارے ان کے پاخانہ کے مقام سے نکلتے تھے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جبریل امین سے معلوم فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل امین نے بتایا وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی حق کے غلط طریقہ پر غریبوں کا مال کھاتے تھے اس لیے رب تعالیٰ نے انہیں اس مصیبت میں مبتلا کیا ہے ○

سود خوروں کا عبرت ناک انجام

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مذکورہ بالا گروہ کے بعد ہمارا گزر ایک اور جماعت پر ہوا جن کے پیٹ مٹکے کی طرح پھولے ہوئے تھے اور ان کی حالت ایسی ابتر تھی کی میری نظر نے کسی اور کی ایسی ابتر حالت نہیں دیکھی یہ لوگ اس راہ پر بیٹھے تھے جہاں سے قوم فرعون کا گزر ہوتا تھا جب اس جماعت پر عذاب ہوتا تو قوم فرعون کو دوزخ سے نکال کر اس راستہ پر لایا جاتا اور سڑک پر ڈال دیا جاتا اور مضطرب و بے چین پیاسے اونٹوں کو ان پر چھوڑ دیا جاتا جو انہیں اپنے پیروں سے رگیدتے اور انہیں اتنی مقدرت نہ ہوتی کہ وہاں سے ہٹ جائیں اور دوسری جگہ چلے جائیں۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے معلوم کیا یہ کون ہیں؟ تو جبریل امین نے بتایا کہ یہ سود خوروں کا گروہ ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مبتلائے عذاب کیا ہے۔

بدکردار مردوں کا انجام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں سے گزر کر ہم نے ایک گروہ کو دیکھا جن کے آگے عمدہ قسم کا گوشت رکھا ہوا ہے اور ان کے ایک جانب ناقص اور گندہ گوشت رکھا ہوا ہے اور وہ اس ناقص اور گندے گوشت میں سے کھا رہے ہیں میں نے جبریل امین سے دریافت کیا یہ کون سا گروہ ہے تو جبریل امین نے بتایا کہ یہ شادی شدہ لوگوں کا گروہ ہے جو اپنی بیویوں کی موجودگی کے باوجود بدکرداری (زنا) کا ارتکاب کرتے تھے اس لئے یہ اس عذاب میں مبتلا کئے گئے ہیں۔

بدکردار خواتین کا انجام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے بڑھ کر ہم نے خواتین کا ایک گروہ دیکھا جنہیں چھاتیوں کے بل لٹکایا گیا تھا۔ میں نے جبریل امین سے دریافت کیا یہ کس جرم کی پاداش میں مبتلا ہیں؟ جناب جبریل نے

بتایا یہ وہ خواتین ہیں جو اپنے شوہروں کے ساتھ خیانت کرتی تھیں غیر مردوں سے تعلق پیدا کرتی تھیں اور جب حرام کی اولاد ہوتی تو اس کو اپنے شوہروں کی طرف منسوب کرتی تھیں اس لئے اپنے جرائم کی سزا بھگت رہی ہیں راوی فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی عورتوں کا تذکرہ فرماتے تو یہ کلمات فرمایا کرتے تھے " اللہ تعالیٰ ایسی خواتین پر سخت اظہار ناراضگی فرماتا ہے جو اولاد کے معاملہ میں خیانت کرتی ہیں اور حرام اولاد کو حلال نطفہ سے ثابت کرتی ہیں تاکہ وہ وراثت میں حق دار بن جائے اور ان کی عصمت و عفت کا محافظ بھی" آسمانوں کے ان واقعات کے تذکرہ کے بعد مصنف کہتے ہیں کہ ان ضمنی واقعات کے بعد ہم معراج کے موضوع کی جانب رجوع کرتے ہیں

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان اول کے عجائبات کو دیکھنے کے بعد ہم دوسرے آسمان کی جانب روانہ ہوئے اس دوسرے آسمان پر بیت المقدس کے محافظین حضرات عیسیٰ و زکریا علیہما السلام سے ملاقات ہوئی دوسرے آسمان سے جب تیسرے آسمان پر آئے تو ایک ایسی شخصیت سے ملاقات ہوئی جن کا چہرہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ تاباں و درخشاں تھا نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں میں نے جبریل امین سے دریافت کیا یہ کون شخصیت ہیں تو انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کے بھائی یوسف بن یعقوب علیہما السلام ہیں چوتھے آسمان پر ایک نورانی شکل شخصیت سے ملاقات ہوئی ان کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے **ورفعنه مكانا عليا** ہم نے انہیں بلند مقام پر اٹھالیا

پانچویں آسمان پر پہنچے تو وہاں سے ایک شخصیت سے ملاقات ہوئی جو نہایت خوبصورت نقوش والے حسین و جمیل اور بہت زیادہ نفیس طبع رکھنے والے تھے اور اپنی قوم میں بہت زیادہ ہردلعزیز و محبوب تھے ان کے بارے میں بتایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام ہیں

جب چھٹے آسمان پر پہنچے تو دیکھا ایک شخصیت وہاں رونق افروز تھی بلند قامت گندم گوں ستواں ناک پر شکوہ چہرہ میں نے جبریل امین سے ان کا تعارف چاہا تو انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں۔

ساتویں آسمان پر پہنچے تو "بیت المعمور" کو دیکھا جس کے اطراف نورانی کرسیاں بچھی ہیں اور ایک معمر بزرگ صاحب عظمت و وقار میرے مشابہ وہاں رونق افروز ہیں ان کا تعارف کراتے ہوئے جبریل امین نے بتایا یہ آپ کے جد اعلیٰ حضرت ابراھیم علیہ السلام ہیں۔ "بیت المعمور" میں روزانہ ستر ہزار فرشتے آتے ہیں

اور گزشتہ دن آنے والے واپس جاتے ہیں میں نے دریافت کیا فرشتے کہاں سے آتے اور کہاں جاتے ہیں؟ تو جبریل امین نے بتایا جو آج یہاں آئے ہیں قیامت تک ان کی دوبارہ حاضری نہ ہو گی۔

جناب زید بن حارثہ کی بیوی

ساتویں آسمان کے مشاہدات کے بعد جنت کی سیر کے لئے گئے وہاں ایک حسین و جمیل خاتون (حور) کو دیکھا اس سے بڑھ کر حسن و جمال نہ دیکھا گیا تھا جبریل امین سے معلوم کیا یہ کون ہے ؟ تو انہوں نے بتایا یہ آپ کے آزاد کردہ غلام جناب زید بن حارثہ کی بیوی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود کے نقل کردہ واقعہ معراج سے یہ معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام آسمانوں میں سے جس آسمان پر تشریف لے جاتے وہاں کے مکین مجتمع ہو جاتے اور جبریل امین سے معلوم کرتے کہ آپ کے ساتھ جو ذات گرامی ہے وہ کون ہیں؟ تو جبریل بتاتے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں تو فرشتے معلوم کرتے کیا انہوں نے اعلان نبوت فرما دیا اور منصب رسالت کا اعلان کر دیا ہے تو وہ آسمانوں کے دروازے کھول دیتے اور ایک دوسرے کو ہماری آمد پر مبارک بادیں دیتے اور خوشیاں مناتے تھے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کر کے اظہار محبت کرتے تھے۔ اس طرح آسمان ہفتم سے گزرتے ہوئے بارگاہ حق میں حاضری ہوئی وہاں جو کہنے والی باتیں تھیں وہ ہوئیں جو سننے والی تھیں وہ سنیں اور جو دیدنی تھیں وہ دیکھیں اس موقع پر رب تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض فرمائیں اور نبی علیہ الصلوۃ السلام وہاں سے آسمان ششم پر تشریف لائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے دریافت کیا کتنی نمازیں آپ کی امت کے لئے فرض کی گئی ہیں تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا پچاس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت بہت کمزور و ناطاقت ہے ان کے لئے پچاس نمازیں ادا کرنا مشکل ہو گا جائیں اور رب تعالیٰ سے تخفیف چاہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر تخفیف چاہی تو دس نمازوں کی تخفیف ہوئی اور آپ واپس تشریف لائے تو موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کتنی تخفیف ہوئی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دس کی کمی ہوئی ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت چالیس نمازوں کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتی آپ مزید تخفیف کرائیں چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر مزید تخفیف چاہی تو رب تعالیٰ نے مزید دس کی کمی فرما دی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس چھٹے آسمان پر تشریف لائے تو موسیٰ علیہ السلام نے دریافت

کیا کتنی تخفیف ہوئی تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بتایا مزید دس کی تخفیف ہوئی ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اب بھی زیادہ ہیں آپ مزید تخفیف کرائیں آپ کی ناطاقت امت اتنی نمازوں کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتی تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام پھر بارگاہ الہٰی میں حاضر ہوئے اور تخفیف کی درخواست کی تو دس نمازیں اور کم کر دی گئیں واپسی پر موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کتنی کمی ہوئی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا دس اور کم ہو گئیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اب بھی زیادہ ہیں مزید کمی کرائیں چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بارگاہ الہٰی میں مزید کمی کی درخواست کی اس طرح آمدورفت میں کمی کی درخواستوں پر پچاس سے پانچ رہ گئیں جب آپ واپس موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے دریافت کیا کتنی کمی ہوئی تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے تخفیف کے بارے میں بتایا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی زیادہ ہیں مزید تخفیف کرائیں تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میں نے کئی مرتبہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تخفیف کرائی ہے اب بار بار جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے میں اب تخفیف کے لئے حاضری نہ دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی فرضیت کے بارے میں کیفیات کا اظہار فرماتے ہوئے اختتامی طور پر فرمایا جو بندہ مومن ایمان و احتساب کے ساتھ (پانچ) نمازیں ادا کرے گا تو اس کو پچاس فرض نمازوں کا ثواب ملے گا

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں واقعہ معراج کے سلسلہ میں ان تمام روایات کا تذکرہ کر دیا گیا جو کتب سیرت میں بیان کی گئی ہیں۔

تبلیغ اسلام اور قریش مکہ

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ واقعہ معراج بیان کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی سرگرمیوں اور کافر قریش کے رد عمل کے بارے میں قارئین کی توجہ مبذول کراتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ظلم و ستم اور ان کے انکار کے باوجود تبلیغ اسلام میں کوئی کمی نہیں فرماتے تھے انہیں نصیحت کرتے اور اسلام کی تبلیغ فرماتے اور دین و دنیا کی نجات و فلاح کی جانب توجہ دلاتے لیکن جو دن نکلتا وہ قریش کی مخالفت میں زیادتی کا ماحول مہیا کرتا وہ اسلام کے انکار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخیوں میں اضافہ ہی کرتے اور اسلام کی اذیت رسانی میں حد سے بڑھتے جاتے

اس موقعہ پر رب تعالیٰ نے "سورہ حجر" کی آیات ۹۴ تا ۹۶ نازل فرمائیں "اے نبی مکرم آپ ان امور پر عمل پیرا ہوں جن کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور مشرکوں کی طرف سے روگردانی کریں جہاں تک مذاق اڑانے والوں کا مسئلہ ہے تو ان کے لئے ہم کافی ہیں اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا معبود بناتے ہیں وہ عنقریب (اپنے انجام کو) جان لیں گے"

نبی علیہ الصلوۃ واسلام کو اذیت دینے والے پانچ افراد

اس کافر معاشرہ میں خصوصیت کے ساتھ پانچ افراد ایسے تھے جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو اذیتیں پہنچاتے اور تمسخر کرتے تھے۔ ان میں سے ایک اسود بن مطلب تھا دوسرا **اسود بن عبد یغوث** تیسرا ولید بن مغیرہ۔ چوتھا عاص بن وائل اور پانچواں حارث بن طلاطلہ تھا۔ ان پانچوں کافروں کی رکیک حرکتوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء بد فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں کو عذاب میں مبتلا فرمایا اس واقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ پانچوں کافر جن کے نام سابقہ سطور میں گزرے ہیں خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اٹھئے رب کریم نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں ان دشمنوں کو جو آپ کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچاتے رہے ہیں ہلاک کروں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام کے پاس کھڑے ہوئے پہلے اسود بن مطلب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو اشارہ کیا اور انہوں نے ہاتھ میں جو سبز شاخ تھی اس کو اسود کے چہرہ پر مارا اور اسود فوراً" اندھا ہو گیا

اسود بن عبد یغوث جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قریب آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو اشارہ کیا تو جبریل امین نے اس کے پیٹ کی جانب اشارہ کیا وہ مرض استسقاء میں مبتلا ہو گیا اور اسی مرض میں مرا۔ جب ولید بن مغیرہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قریب آیا تو آپ نے جبریل امین کو اشارہ کیا جبریل امین اس کے پیر کے گٹے کی جانب دیکھ رہے تھے ولید کے پیر کے گٹے میں پہلے جو زخم ہوا تھا وہ زخم پھر تازہ ہو گیا اور خون جاری ہو گیا اور اسی زخم کی خرابی کی بنا پر وہ مر گیا۔

جب عاص بن وائل نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف آیا تو جناب جبریل امین نے اس کے پیر کے تلوے کی جانب دیکھا۔ عاص بن وائل وہاں سے گھر چلا گیا وہاں سے سواری پر بیٹھ کر طائف کی جانب روانہ ہو گیا راستہ میں وہ اپنی سواری (چارپایہ) سے گر گیا اس کے تلوے میں ایک کانٹا لگا اور اس کا زخم ایسا کاری تھا

جس کے سبب وہ مر گیا۔

رشتہ داروں کی نبی علیہ السلام سے دشمنی

مکہ کے کافروں کے علاوہ قریش کے افراد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار بھی آپ کے ساتھ دشمنوں کا کردار ادا کیا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت رسانی میں پیش پیش رہتے اور تمسخر کرتے تھے ان میں ابولہب حکم بن العاص عقبہ بن ابی معیط عدی بن صحراء کے علاوہ ابن الا صداء ہذل شامل تھے یہ جہاں کہیں بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو ملتے تو قولاً" و عملاً" حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اذیتیں دیتے اور آپ کو رنجیدہ کرتے اگر کبھی آپ کو مسجد حرام میں نماز ادا کرتے دیکھ لیتے تو اونٹ کی اوجھڑی لا کر آپ کے سر مبارک پر رکھ دیتے اگر کبھی ایسا موقع آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاندان والوں کے ساتھ شریک ہوتے تو یہ بدبخت آپ کے کپڑوں پر اوجھڑی لا کر ڈال دیتے ایسے موقع پر آپ بنو عبد مناف کے گھر کی طرف جاتے اور ان سے فرماتے اے بنو عبد مناف خبردار تم یہ کیا حرکتیں کرتے ہو اور کس ذلیل حرکت کا ارتکاب کرتے ہو اس کے بعد وہاں سے تشریف لے جاتے اور گھر آ کر کپڑوں کو دھوتے اور واپس حرم کعبہ آ کر نماز میں مشغول ہو جاتے لیکن اس وقت آپ کی کیفیت یہ ہوتی کہ کافر آپ کو نہ دیکھ سکتے تھے **(واللہ ھوالکافی)**

ابوطالب کی موت اور سیدہ خدیجہ کی وفات

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور ابو طالب کی موت ایک ہی سال واقع ہوئی اور یہ ہجرت نبوی سے تین سال پہلے کے واقعات ہیں

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جب کفار قریش کے مظالم اور ان کی ایذا رسانیوں کو دیکھتیں تو آپ کو تسلی و تشفی فرماتیں ایسے ناگفتہ بہ حالات میں سیدہ خدیجہ ایک مشفق اہلیہ اور وزیر کا کردار ادا کرتیں جب آپ باہر سے گھر میں رنجیدہ تشریف لاتے تو سیدہ مسکراتے ہوئے آپ کا استقبال کرتیں اور ایسے مشفقانہ انداز اختیار کرتیں کہ آپ ان پریشانیوں کو نظر انداز فرما دیتے۔

ابوطالب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے پشت پناہ مدد و معاون اور مضبوط قلعہ کی حیثیت رکھتے تھے کفار قریش ابوطالب کی معاونت کے سبب من مانی نہ کر سکتے اور ابو طالب سے خائف رہتے گویہ کافر اپنی حرکتوں سے باز نہ آتے تھے اور کوئی موقعہ تکلیف پہنچانے کا ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے لیکن کھل کر مخالفت و

معاندت کرنے سے ڈرتے ہی رہتے تھے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ابو طالب کی ہمدردیوں اور معاونت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا جب تک ابو طالب زندہ رہے کفار قریش کو من مانی کرنے کی جرات نہ ہوئی اور جو کچھ میری اذیت کے لئے کرنا چاہتے تھے نہ کر سکے"

جب تک نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے یہ دونوں معاون زندہ رہے آپ زیادہ دل تنگ نہ ہوئے لیکن ان کے بعد آپ بہت رنجیدہ اور دلگیر ہوئے اور کفار قریش کو جرات و ہمت کے ساتھ آپ کی مخالفت کا موقعہ مل گیا اور وہ جو کچھ ابو طالب کی زندگی میں نہ کر سکے تھے اس کے لئے آمادہ ہوئے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کے درپے ہو گئے

ابو طالب کی علالت اور ان کا اسلام

جب ابو طالب بیمار ہوئے اور علالت شدت اختیار کر گئی تو قریش کے لوگوں کو یہ بھی یقین ہو گیا کہ اب یہ اس علالت سے جانبر نہ ہو سکیں گے تو انہوں نے باہم مجلس مشورہ منعقد کی اور آپس میں کہنے لگے یہ بات تو مسلم ہے ابو طالب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت بڑے ہمدرد ممدو معاون تھے ہمیشہ ان کی معاونت میں پیش پیش بھی رہتے تھے اب وہ قریب الرگ ہیں لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد سے اب بھی غافل نہ رہیں گے کیونکہ حمزہ (رضی اللہ عنہ) اسلام لا چکے ہیں اور انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی متابقت اختیار کر لی ہے قریش کے ہر قبیلہ کے علاوہ دوسرے قبیلوں کے بھی بہت سے لوگ مسلمان ہو کر اتباع نبوی کو قبول کر چکے ہیں اب اطمینان سے نہیں بیٹھنا چاہئے کیونکہ اور لوگ بھی اسلام قبول کریں گے ان کا سلسلہ بڑھتا جائے گا اور اسلام عرب میں پھیل جائے گا جس کے بعد وہ لشکر تیار کر کے ہمارے مقابلہ پر آ کر مکہ پر قبضہ کر لیں گے اور ہمیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیں گے مناسب یہ ہے کہ اس وقت ابو طالب کے پاس چلیں اور ان سے کہیں کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے پاس بلائیں اور ان سے یہ عہد لیں کہ انہیں ہمارے دین سے کوئی واسطہ نہ ہو گا اسی طرح ہم بھی عہد کریں کہ ہمیں ان کے دین سے کوئی سروکار نہ ہو گا۔ چنانچہ باہم مشورہ کے بعد سرداراں قریش۔ عتبہ۔ شبیہ۔ ابوجہل۔ امیہ بن خلف ابو سفیان بن حرب کے علاوہ اور بہت سے دوسرے سردار اٹھ کر ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے کہا ابو طالب آپ جانتے ہیں ہم نے ہمیشہ آپ کا احترام کیا ہے آپ کو اپنا بزرگ تسلیم کیا ہے ہم ہمیشہ آپ کی رضا اور خوشنودی کے طالب رہے ہیں اب آپ کا وقت آخر ہے اور آپ دنیا سے رخصت ہونے

والے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالات سے بھی واقف ہیں آپ انہیں بلائیں اور اپنے سامنے ان سے عہد لیں کہ آپ کے بعد انہیں نہ تو ہمارے دین سے کوئی سروکار ہو گا نہ ہمیں ان کے دین سے کوئی واسطہ ان سرداران قریش کی درخواست پر ابو طالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور آپ سے کہا "اے بھتیجے یہ سرداران قوم اور بزرگان قریش موجود ہیں ان کی آپ سے ایک درخواست ہے اور اس کے علاوہ آپ جو بھی ان سے مطالبہ کریں گے وہ اس کو پورا کرنے کے لئے تیار ہیں" نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا مناسب ہے پہلے یہ اپنی درخواست پیش کریں لیکن اس موقعہ پر ابو طالب نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہا بہتر ہے کہ پہلے آپ ابتدا کریں ابو طالب کے کہنے پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا "میری طرف سے صرف ایک ہی بات ہے کہ وہ ایک کلمہ ادا کر دیں تو تمام عرب ان کے زیر فرمان ہو گا اور عجم ان کے لئے مسخر ہو جائے گا" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر ابوجہل بولا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسی کون سی بات ہے؟ ہم ایک کی بجائے پانچ سو کلمے کہنے کے لئے تیار ہیں آپ وہ کلمہ بتائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کلمہ یہ ہے **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ** یہ سنتے ہی ان کافروں نے اشتعال میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے ہزار معبودوں کو چھوڑ کر آپ کے ایک خدا کو اختیار کر لیں یہ تو بہت ہی تعجب انگیز بات ہے ہماری تو انتہائی کوشش یہ رہی ہے کہ ہم تمہارے پیچھے رہیں (یعنی اتباع کریں) اور آپ کی مرضی تلاش کریں لیکن آپ ایسا نہیں چاہتے کہ قوم کے معاملات میں صلح و صفائی ہو یہ کہتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے ان کے جانے کے بعد ابو طالب نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہا بھتیجے آپ نے افراد قوم سے یہ مطالبہ کر کے دور از کار بات نہیں کی؟ لیکن نبی علیہ الصلوۃ السلام نے اس بات کا جواب دینے کی بجائے اپنی دیرینہ خواہش (اسلام ابو طالب) کی طرف توجہ فرمائی اور ابو طالب سے کہا چچا جان آپ ہی اس کلمہ کو کہہ دیں تاکہ کل قیامت کے دن میں آپ کی شفاعت کر سکوں ابو طالب نے جواب دیا خدا کی قسم! اگر قریش کی ملامت کا خوف نہ ہوتا اور یہ خیال نہ ہوتا کہ قریش کے لوگ یہ سوچیں گے کہ ابو طالب نے موت کے خوف سے کلمہ شہادت پڑھ لیا ہے اگر یہ باتیں نہ ہوتیں تو میں آپکی خوشنودی کے لئے ضرور ایسا کرتا تھوڑی دیر تک ابو طالب منہ میں زبان چلاتے رہے لیکن کچھ کہہ نہ سکے اس موقعہ پر جناب عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے کان ابو طالب کے ہونٹوں کے قریب کر کے کہا بھتیجے جو بات آپ نے ابو طالب سے کہی تھی وہ اب اس کو کہہ رہے ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میں نے

نہیں سنا ہے اس کے بعد ابو طالب کی روح تن سے جدا ہو گئی رب کریم نے قریش کے سرداروں کی آمد اور ان سے گفتگو کے بارے میں سورہ ص کی آیات ۱تا۶ نازل فرمائیں۔ جن کا ترجمہ درج ذیل ہے

"ص! قسم ہے اس نصیحت کرنے والے قرآن کریم کی بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکبر اور اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتوں کو ہلاک کر دیا تو وہ پکارنے لگے کہ یہ ہلاکت سے نجات سے پانے کا وقت نہ تھا اور انہیں اس بات پر تعجب بھی ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ایک ڈرانے والا آیا منکرین نے یہ کہا کہ (خاکم بدہن) بہت بڑا جھوٹا اور جادوگر ہے کہ اس نے بہت سے معبودوں (کی بجائے) کو ایک ہی کو معبود بنا دیا یہ تو بہت بڑی اور تعجب کی بات ہے اور کافروں کے سردار ان کے پاس سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے اپنے معبودوں پر برقرار رہو بے شک یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی مطلب ہے ہم نے یہ بات اپنے دین میں نہیں سنی یہ ان کی اپنی بنائی ہوئی بات ہے"

(۱۸)

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا سفر طائف

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں ابو طالب کے انتقال کے بعد کفار قریش بہت دلیر ہو گئے تھے اور وہ کچھ کرنے کے بارے میں سوچنے لگے تھے جو ابو طالب کی زندگی میں نہ کر سکتے تھے اب یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کھل کر سامنے آ گئے تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے قبیلہ ثقیف کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے تنہا طائف کا سفر کیا اور طائف کے تین سرداروں (جو آپس میں بھائی تھے جن کے نام عبد یالیل بن عمرو بن عمیر۔ مسعود بن عمرو بن عمیر۔ حبیب بن عمرو بن عمیر) سے ملاقات کی اور انہیں اسلام کی تبلیغ کی اور اسلام کی نصرت کی دعوت دی لیکن ان تینوں نے نہ تو اسلام قبول کیا نہ مسلمانوں کی مدد کا وعدہ کیا بلکہ نہایت نامناسب گفتگو کی۔ ان میں سے ایک بھائی نے کہا اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں خانہ کعبہ کو خراب کروں گا دوسرے بھائی نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ جیسے بے یارو مددگار کو بھیج دیا ہے حالانکہ ایسی شخصیت کو بھیجنا چاہئے تھا جس کے ساتھ لشکر ہوتا۔ تیسرے بھائی نے کہا اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہمارے ساتھ گفتگو کر لیں آپ کے مرتبہ میں اضافہ ہو گا (خاکم بدہن) آپ رسول خدا نہیں ہیں آپ جھوٹ کہتے ہیں اور جھوٹوں سے کون بات کرتا ہے۔ ان کی یہ خرافات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ اگر یہ گفتگو کفار قریش کو معلوم ہو گئی تو وہ مزید دشمنی پر آمادہ ہوں گے لہٰذا

آپ نے ان سے فرمایا اگر تم دعوت اسلام منظور نہیں کرتے تو اس گفتگو کو یہیں تک رکھنا اور کسی سے تذکرہ نہ کرنا یہ کہہ کر آپ وہاں سے تشریف لے آئے اور عازم مکہ ہوئے ان دشمنان خدا و رسول نے ناشائستہ گفتگو پر اکتفا نہ کیا بلکہ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام ان کے پاس سے روانہ ہوئے تو انہوں نے طائف کے کمینوں اور غنڈوں کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تعاقب میں روانہ کیا تاکہ وہ غنڈہ گردی کریں جب ان غنڈوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اذیت دی اور غنڈہ گردی کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باغ کی دیوار سے اندر اتر کر اس میں پناہ حاصل کی اور یہ غنڈے واپس چلے گئے اس موقعہ پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر آسمان کی طرف منہ کر کے بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے اور ان الفاظ میں بددعا فرمائی

" اللهم اليک اشکو ضعف قوتي' وقلة حيلتي و هوا ني على الناس يا ارحم الراحمين ○ انت رب المستضعفين' وانت ربي الى من تكلني الىٰ بعيد يتجهمني؟ ام الى عدو ملكته امرى؟ ان لم يكن بک على غضب فلا ابالي ولكن عافيتک۔ هي اوسع لي' اعوذ بنور وجهک الذي اشرقت له الظلمات و صلح عليه امر الدنيا والا خرة: من ان تنزل بي غضبک اويحل على سخطک' لک العتبى! حتى ترضٰى ولا حول ولا قوة الا بک۔ (ص ۴۱۹)

ربیعہ کے بیٹوں کی انسانیت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس باغ میں پناہ لی تھی وہ عتبہ بن ربیعہ کا تھا اس وقت باغ میں اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ بھی موجود تھا جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا یہ دونوں سرداران مکہ اور دشمنان رسول میں سے تھے لیکن انہیں جب طائف کے قبیلہ ثقیف کی رکیک حرکتیں معلوم ہوئیں تو وطنی محبت نے جوش مارا ایک طباق میں انگور رکھوائے اور اپنے باغ کے نصرانی ملازم سے کہا وہ صاحب جو درخت کے نیچے بیٹھے ہیں ان کے پاس لے جاؤ جب وہ انگوروں کا طباق لے کر آیا اور آپ کے سامنے رکھا تو آپ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کہہ کر کھانا شروع کیا تو اس غلام کو سخت تعجب ہوا جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس غلام نے کہا یہ کیا کلمہ آپ نے کہا تھا؟ میں نے تو اس علاقہ میں کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نہیں سنا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کا نام لے کر فرمایا اے "عداس" تمہارا تعلق کس شہر سے ہے اور تمہارا دین کیا ہے ؟ عداس نے متعجب ہو کر جواب دیا میں مذہباً" عیسائی ہوں اور نینوا سے تعلق رہا

ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تیرا تعلق پیغمبر خدا حضرت یونس (علیہ السلام) بن متیٰ کے شہر سے ہے یہ بات سن کر عداس نے کہا آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ جناب یونس پیغمبر خدا تھے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا وہ میرے بھائی تھے میں بھی اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی ہوں یہ سنتے ہی اس غلام عداس نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی دست بوسی کی اور قدم بوسی کے لئے زمین پر جھک گیا عتبہ و شیبہ برادران یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے جب انہوں نے عداس کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قدموں میں جھکتے دیکھا تو آپس میں کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غلام کو راستہ سے ہٹا دیا جب عداس ان دونوں کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا کیا بات ہے تم ان کے قدموں میں کیسے جھکے؟ عداس نے جواب دیا اس وقت روئے زمین پر ان سے بہتر افضل و اعلیٰ اور کوئی شخصیت نہیں ہے ان دونوں بھائیوں نے معلوم کیا یہ کس طرح ہو سکتا ہے تو عداس نے کہا اس ذات گرامی نے مجھے ان باتوں کی خبر دی ہے جو سوائے پیغمبر خدا کے اور کوئی نہیں جانتا ہے (لیکن یہ دونوں اپنی اسلام دشمنی سے اس وقت بھی باز نہ آئے) ان دونوں نے عداس سے کہا تم ان کی باتوں میں نہ آؤ اور اپنے دین کو ترک نہ کرو ہم یہ کہتے ہیں کہ تیرا دین ان کے دین سے بہتر ہے

جنات کا سماعت قرآن اور قبول اسلام

طائف سے واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت دل شکستہ ہو کر مکہ کی جانب روانہ ہوئے جب وادی "بطن النخل" میں پہنچے تو وہاں نماز فجر ادا کی۔ جنوں کے سرداروں کی ایک جماعت جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ سنا تھا وہ تفتیش احوال کے لئے "نصیبین" سے روانہ ہوئی۔ جب یہ جماعت "وادی النخل" پہنچے تو انہوں نے یہاں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو نماز میں مشغول پایا تو ان جنات نے قرآن کریم کی تلاوت سن کر اسلام کی حقانیت کا اقرار کیا اور مسلمان ہو گئے اس کے بعد اپنے علاقہ کی جانب روانہ ہوئے اور نصیبین پہنچ کر اپنی قوم جنات کو اسلام کی تبلیغ کی اور انہیں دین اسلام کی طرف متوجہ کیا ان جنات کے حق میں قرآن کریم میں آیت نازل ہوئی "(اے محبوب نبی) یاد فرمایئے جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف پھیر دیا (سماعت قرآن کے لئے) جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو مصروف تلاوت پایا تو انہوں نے آپس میں کہا خاموش رہو اور جب تلاوت سننے سے فارغ ہوئے تو اپنی قوم میں ڈر سنانے کے لئے واپس ہوئے ایک اور آیت میں رب کریم نے فرمایا (اے محبوب نبی) آپ فرما دیں کہ جنوں کی ایک جماعت نے تعجب اور غور سے قرآن کریم کی تلاوت سنی تو اپنی قوم سے جا کر کہا

ہم نے ایک کلام (قرآن کریم) سنا جو ہدایت کرتا اور سیدھی راہ دکھاتا ہے لہٰذا ہم اس پر ایمان لائے اب ہم کسی کو (اللہ تعالیٰ کے سوا) اب اپنا رب نہیں ٹھہرائیں گے"

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ واپس تشریف لائے تو کفار قریش کی مخالفت میں اضافہ ہو چکا تھا اور اب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو بدو مقابلہ کے لئے نکل آئے تھے باوجودیکہ کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں اسلام کی تبلیغ فرمائی لیکن ان کی سرکشی اور انکار بڑھتا ہی گیا انہوں نے نہ صرف پیغام نبوی کی تصدیق نہیں کی (خاکم بدہن) بلکہ آپ کی ذات کو جھوٹ سے متہم کرتے رہے کفار قریش کی دیکھا دیکھی مکہ کے دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے (**واللہ ھو الملھم بما یشاء کیف یشاء**)

(۱۹)

قبائل عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ تبلیغ

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز اہل مکہ کو اسلام کی دعوت دیتے اور ان پر اسلام پیش فرماتے اور جب آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ مکہ مکرمہ میں کوئی بیرونی قافلہ آیا ہے تو آپ اس قافلہ کے لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے اور انہیں اسلام کی طرف توجہ دلاتے ہر سال حج کے موقعہ پر عرب کے قبائل حج کی سعادت حاصل کرنے آیا کرتے تھے نبی علیہ الصلوۃ والسلام ان کے پاس جا کر اسلام کی تبلیغ فرماتے اور یہ فرماتے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کے منصب پر فائز ہوا ہوں میری نبوت تمام مخلوق کے لئے ہے اور تمام مخلوقات الہی کے لئے مبعوث ہوا ہوں انہیں اسلام کی طرف متوجہ کر کے تبلیغ دین میں (اخلاقی اور دینی) مدد کرنی چاہئے اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب میں سے ہر قبیلہ کو نام بنام اسلام کی تبلیغ فرماتے جب آپ فریضہ تبلیغ سے فارغ ہوتے تو ابولہب قریش کے ایک گروہ کے ساتھ ان قبائل میں جا کر کہتا تم ہرگز اس شخص کی باتیں نہ سننا نہ ان پر یقین کرنا ان کی خواہش یہ ہے کہ وہ باپ دادا کے دین سے تمہیں پھیر دیں اور لات و عزیٰ کے دین کو باطل اور منسوخ کر دیں اور تمہیں نئے دین کی ضلالت میں آلودہ کر دیں

حج کے دنوں میں جس شخص نے سب سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت کو سنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی وہ سوید بن صامت تھے جن کا تعلق مدینہ منورہ سے تھا۔

تصدیق اسلام اور سوید بن صامت

سوید بن صامت کی تصدیق اسلام کے بارے میں مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سوید حج و عمرہ کی سعادت کے حصول کے لئے مکہ آئے تھے یہ معاشرہ کے باصلاحیت فرد اور اچھے شاعر تھے علم طب کے علاوہ اور دوسرے علم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو سوید کی زندگی کی اطلاع ہوئی تو آپ ان کے پاس گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی اور فرمایا سوید میں پیغمبر خدا ہوں جس نے مجھے تمام مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہے سوید کو حکیم لقمان کی بہت سی نصیحتیں یاد تھیں جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے سوید کو اپنی بعثت اور نزول قرآن کی بابت بتایا تو سوید نے کہا یہ قرآن جو آپ پر نازل ہوا ہے حکیم لقمان کی نصیحتیں بھی ایسی ہی ہیں اور ان میں سے مجھے بہت سی مجھے یاد ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ان میں سے ہمیں بھی سناؤ تو سوید نے آپ کو لقمان کے اقوال سنائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اچھی باتیں ہیں۔ لیکن جو کچھ مجھ پر نازل ہوا ہے وہ لقمان حکیم کے کلام سے بھی بہتر ہے کیونکہ یہ کلام الہی جو اس نے مجھ پر نازل فرمایا ہے اس کلام الہی میں خالق کائنات نے سب کچھ بیان فرما دیا ہے اس کے علاوہ اس میں راہ راست کی تعلیم نجات اور ہدایت خلق کے بارے میں بتایا گیا ہے کلام الہی کی تفصیلات سن کر سوید بن صامت نے درخواست کی کہ اس کتاب ہدایت میں سے مجھے کچھ سنائیں اس کی درخواست پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے چند آیات قرآن کی تلاوت فرمائی اور سوید کو اسلام کی تبلیغ کی تو سوید نے برملا اعتراف کیا کہ ایسا نفیس کلام میں نے آج تک نہیں سنا اور اعتراف کیا کہ یہ کلام حق اور پیام صدق ہے آیات قرآن سن کر اس کے دل میں اسلام راسخ ہو گیا لیکن اس وقت برملا اعتراف نہ کیا اور جب مدینہ واپس آیا تو کچھ دن کے بعد ایک جنگ میں مارا گیا اب اس کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ سوید اسلام لا چکا تھا اور اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اسی لئے اس کو قتل کیا گیا ہے (اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمانے والا ہے)

ایاس بن معاذ کا قبول اسلام

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب رقمطراز ہیں کہ پہلی شخصیت جو مدینہ منورہ سے مکہ آکر مشرف بہ اسلام ہوئی وہ ایاس بن معاذ کی ہے اور یہ واقعہ اس طرح رونما ہوا کہ قبیلہ بنی عبدالاشہل کا ایک وفد ابوالحسیر کی قیادت میں مدینہ سے کفار قریش سے معاہدہ کرنے کے لئے مکہ آیا اس وفد میں جناب ایاس بن معاذ بھی شریک تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وفد کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ شرکاء وفد

کے پاس تشریف لائے اور ان سے کہا میں تمہیں قریش کے معاہدہ سے زیادہ بہتر بات بتاتا ہوں ان لوگوں نے کہا کیا بات ہے بتائیں ؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پیغمبر خدا ہوں اس نے مجھے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہے اس نے مجھ پر قرآن نازل فرمایا جس میں حلال و حرام کو بیان کیا گیا ہے پھر قرآن کریم کی چند آیات سنائیں ایاس بن معاذ قرآن کریم کی آیات سن کر بہت متاثر ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ شخصیت جو کچھ ہمیں بتا رہی ہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ سے زیادہ سود مند ہے مناسب یہ ہے کہ ہم اس کار خیر میں سبقت کریں ان پر ایمان لائیں اور ان کی متابعت کریں رئیس وفد ابوالحسیر نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر جناب ایاس پر پھینکی اور نہایت غصیلے انداز میں کہا تمہیں اس فضول کام سے کیا سروکار ہم جس کام سے آئے ہیں اس کو مکمل کریں گے اس کی یہ بات سن کر جناب ایاس خاموش ہو گئے بعد میں تنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن اپنی قوم کے سامنے اپنے اسلام لانے کا اظہار نہ کیا بلکہ قریش سے معاہدہ کے بعد وفد کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے اور عبادت ریاضت اور ذکر الہی میں مشغول رہنے لگے البتہ مشرکوں سے ملنے جلنے میں احتیاط برتتے یہاں تک کہ داعی اجل کو لبیک کہا (رضی اللہ عنہ)

(۲۰)

انصار مدینہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت

اس باب میں تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں انصار مدینہ کا اسلام کی طرف رغبت اور اس کے طریق کار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روابط کا ذکر ہو گا۔ دوسری فصل میں انصار کی بیعت اسلام اور جنگ میں شرکت نہ کرنے کا معاہدہ ہے تیسری فصل میں انصار کے دوسرے گروہ کی بیعت معاہدہ جنگ کے ساتھ اور ہر فصل میں چند واقعات بیان کئے جائیں گے۔

پہلی فصل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو اور ابتدائی طریق کار

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب ان حالات کے متعلق اس طرح رقم طراز ہیں کہ جب رب

کریم نے یہ چاہا کہ ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی اعزاز و اکرام سے مزید سرفراز فرمائے اور اعلان کلمہ اسلام کے سلسلہ میں مدد فرمائے اور اپنے وعدہ نصرت کی تکمیل و تصدیق فرمائے تو اس نے اس کے لئے حالات کو موافق فرمایا انصار کے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ڈال دی اور عالم اسباب میں طریق کار یہ اختیار کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ رہا تھا کہ ہر سال موسم حج میں جب بھی مکہ مکرمہ میں باہر سے کوئی قافلہ آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ والوں کے پاس تشریف لے جاتے انہیں اسلام کی دعوت دیتے اور تبلیغ اسلام میں ان کی مدد چاہتے ایک سال حج کے موقعہ پر انصار مدینہ کے قبیلہ خزرج کی ایک جماعت حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ مکہ آئی۔ یہاں یہ بات مد نظر رہنی چاہئے کہ مدینہ منورہ میں رہنے والوں میں اکثریت دو طاقتور قبیلوں کی تھی ان میں ایک قبیلہ "خزرج" تھا اور دوسرا "اوس" جن کے بارے میں تفصیلات آئندہ صفحات میں بیان کی جائیں گی پہلے سال جو جماعت مدینہ سے حج کے لئے آئی اس کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس جماعت سے عقبہ میں ملاقات کی اور ان سے معلوم فرمایا کہاں سے آئے ہو اور تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہمارا تعلق قبیلہ خزرج سے ہے اور ہم مدینہ سے آئے ہیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تمہارا کوئی تعلق اہل کتاب یعنی یہود سے ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! ہمارا ان سے تعلق ہے تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا مناسب یہ ہو گا تھوڑی دیر بیٹھ کر میری بات سنو چنانچہ ان لوگوں نے آمادگی کا اظہار کیا اور بیٹھ گئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں اپنے بارے میں اور مکہ میں رونما ہونے والے واقعات سے آگاہ کیا اور قرآن کریم کی آیات سنا کر انہیں نصیحتیں کیں اور فرمایا لوگو! توجہ سے سنو میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں رب کریم نے مجھے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہے تاکہ میں لوگوں کو بت پرستی سے روکوں اور سیدھا راستہ دکھاؤں۔ خزرج کے لوگو! میری دعوت کو قبول کرو اور اسلام قبول کر کے میرے ہاتھ پر دین حق کی مدد کی بیعت کرو"

انصار کو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر فضیلت عطا فرمائی

مدینہ کے لوگ یہود کے ساتھ رہتے رہتے معاشرتی زندگی میں یہود سے مل جل تو گئے تھے لیکن ذہنی ہم آہنگی نہ تھی۔ یہ لوگ اپنے بوڑھوں سے سنتے رہے تھے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جلد ہی مبعوث ہونے والے ہیں اور سارا عرب ان کے زیرنگیں آ جائے گا اور مخالف "طوعاً و

کرینگا "ان کی متابعت پر مجبور ہوں گے اور جو ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو گا اس کا خون اور مال تاراج ہو جائے گا اور ان کے زن و فرزند غیر محفوظ ہو جائیں گے ان کے مخالفین کی معاشرتی زندگی بیخ و بن سے اکھڑ جائے گی یہ تو وہ باتیں تھیں جو انصار مدینہ یہود سے سنتے رہے تھے قافلہ والوں کو کچھ باتیں تورات کے حوالہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائیں یہاں یہ بات بھی توجہ چاہتی ہے کہ یہود اور قبیلہ خزرج میں اندرونی طور پر تعلقات اچھے نہیں تھے آپس میں مخالفت و معاندت تھی اور جب کبھی کوئی نیا جھگڑا کھڑا ہوتا تو یہودی خزرج والوں کو دھونس دیتے اور کہتے خزرج والو یہ نہ بھولو کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب مبعوث ہونے والے ہیں اس وقت ہم تم سے نپٹ لیں گے اور تمہیں قوم عاد۔ ثمود و ارم کی طرح قتل کریں گے ان کی بعثت کے بعد جو قوم ان نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلے متابعت کرے گی ہم ہوں گے کیونکہ ہم اہل کتاب ہیں اور ہم ان کے احوال سے واقف ہیں۔

قبیلہ خزرج والے یہودیوں کی یہ باتیں سنتے تھے اور ان باتوں کو اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھتے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خزرج کے عازمین حج نے قرآن کریم کی تلاوت سنی اور انہیں دعوت اسلام کی گئی تو انہیں یہ یقین ہو گیا کہ یہی رسول خدا ہیں جنہیں تمام بندگان خدا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا ہے لہٰذا انہوں نے مشورہ کیا اور آپس میں کہا کہ یہ وہی نبی (علیہ الصلوۃ والسلام) ہیں جن کے بارے میں ہم یہود سے سنتے آئے ہیں اور جن کا تذکرہ کر کے یہود ہمیں ڈراتے رہے ہیں مناسب یہ ہے کہ اسلام قبول کر کے یہودیوں پر سبقت حاصل کریں اور ان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت متابعت کریں چنانچہ متفقہ مشورہ پر ان خزرجی عازمین حج نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی.اور دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے اسلام لانے کے بعد انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عرب میں یہود سے زیادہ کینہ و عداوت رکھنے والی قوم اور کوئی نہیں اور کوئی قوم ان کے مقابلہ پر جنگ میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ آپ اگر اجازت دیں تو ہم اپنے علاقہ میں جا کر اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ کریں اور اپنے قبیلہ والوں کو دامن اسلام سے وابستہ کریں اور آپ کے ظہور اور بعثت کی خوشخبری سنائیں اگر توفیق الٰہی شامل حال رہی تو اپنے قبیلہ والوں کو ہم مسلمان بنالیں گے آپ مطمئن رہیں دنیا میں آپ کی ذات کے علاوہ کوئی اور عزیز ترین نہ ہو گا اور کسی کو آپ کے مقابلہ پر آنے کی جرات نہ ہو گی۔ ہم شب و روز آپ کے ساتھ ہوں گے اور معاونت کے لئے کمربستہ بھی ہم آپ کے دشمنوں سے مقابلہ کر کے انہیں ذلیل و رسوا کریں گے خزرج کے یہ چھ

عازمین جو حج کے لئے آئے تھے ان کے نام یہ ہیں اسعد بن زراہ عوف بن حارث بن رفاعہ۔ رافع بن مالک بن عجلان' قطبہ بن عامر بن حدیدہ۔ عقبہ بن عامر۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم

خزرج کے مسلمانوں کو مدینہ جانے کی اجازت

ان نو مسلموں کی درخواست پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں مدینہ واپسی کی اجازت دے دی مدینہ آ کر انہوں نے اپنی قوم کے سامنے اسلام پیش کیا اور دین حق کی مدد کی طرف توجہ دلائی اور اس کام میں شب و روز لگے رہے اس طرح مدینہ کے ہر گھر میں اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہونے لگا ہر مرد و زن عقیدت و محبت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ دوستی کا دم بھرتا اور آپ کی ذات اقدس کے ساتھ موافقت و متابعت کا اظہار کرتا اس طرح ایک سال گزر گیا دوسرے سال جب حج کا موسم آیا اور مدینہ سے حاجیوں کا قافلہ روانہ ہوا تو اس میں انصار کے بارہ سرداروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی سعادت کے حصول کے لئے قافلہ میں شرکت کی ان بارہ افراد کے نام یہ ہیں اسعد بن زرراہ جو گزشتہ سال کے وفد میں بھی شامل تھے جن کا تذکرہ اوپر کی سطور میں گزرا ہے ان کے علاوہ عوف و معاذ پسران حارث بن رفاعہ تھے (جناب عوف گزشتہ سال کے وفد میں بھی شامل تھے اور اسلام لا چکے تھے) ان دونوں بھائیوں کے علاوہ رافع بن مالک ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ۔ عبادہ بن صامت۔ یزید بن ثعلبہ۔ عباس بن عبادہ عقبہ بن عامر بن نابی قطبہ بن عامر بن حدیدہ (یہ دونوں سال گزشتہ کے وفد میں بھی شامل تھے) ابو الہیثم بن تیہان عویم بن ساعدہ ان نئے اراکین وفد نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ملاقات کی اسلام قبول کیا اور بیعت متابعت کی۔ تاریخ اسلام میں یہ واقع "بیعت عقبہ اولیٰ" کہلاتا ہے۔

دوسری فصل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انصار کی بیعت

مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں دوسرے سال مذکورہ بالا بارہ افراد مدینہ منورہ سے مکہ آئے اور وادی عقبہ میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ملاقات کی اور جو افراد گزشتہ سال نہ آئے تھے وہ مشرف بہ اسلام ہوئے اور بیعت متابعت کی تاریخ اسلام میں یہ باقاعدہ بیعت تھی جو مدینہ کے وفد سے ہوئی

اور شرائط طے ہوئیں اس میں اہل مدینہ کے یہ شرط تھی کہ مسلمانان مدینہ مسلمانوں پر حملے کی حالت میں ان کی مدد کے لئے نہ آئیں گے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک آیت جہاد (قتال) نازل نہ ہوئی تھی اس موقع پر مدینہ سے آنے والے وفد سے جو شرائط طے ہوئی تھیں وہ حسب ذیل ہیں

(۱) اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہ ٹھہرائیں گے (۲) چوری کا ارتکاب نہ کریں گے (۳) زنا کاری سے احتراز کریں گے (۴) اہل عرب کے طریقہ کے مطابق اولاد کو قتل نہ کریں گے۔ (۵) کسی پر جھوٹ اور بہتان نہ باندھیں گے (٦) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے اور نافرمانی اور مخالفت نہ کریں گے ●

وفد کے اراکین نے ان شرائط کو قبول کیا اور عمل کرنے کا وعدہ کیا تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان مسلمانوں سے فرمایا اگر وہ شرائط پر عمل پیرا رہے تو کل قیامت کے دن جنت کے مستحق ہوں گے اس کے علاوہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جو کوئی ان شرائط پر عمل نہ کرے گا اور اس کی نافرمانی میرے علم میں آگئی اس کو شریعت کے احکام کے مطابق سزا ملے گی اور اگر اس کی نافرمانی میرے علم میں نہ آئی تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو گا وہ چاہے تو مغفرت فرمائے اور اگر چاہے تو اس کو سزا دے یہ شرائط حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے منقول ہیں جو گزشتہ معاہدہ میں شریک تھے

اہل مدینہ کے لئے معلم اول

بیعت اسلام اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کو مدینہ واپس جانے کی اجازت عطا فرمائی اور ان کی درخواست پر جناب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو احکام اسلام سکھانے اور قرآن کریم پڑھانے کے لئے ان کے ساتھ مدینہ بھیجا اسی لئے جناب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو "معلم اہل مدینہ" کہا جاتا ہے

مدینہ آکر جناب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جناب اسعد بن زرارہ کے ہاں قیام کیا۔ اب وہ جناب اسعد کے گھر میں نماز کی امامت کرتے اور لوگوں کو احکام شریعت سے آگاہ کرتے اس طرح دوسرے لوگ بھی اسلام قبول کرنے لگے اور مدینہ کے ہر قبیلہ کے لوگ مشرف بہ اسلام ہونے لگے جب نماز جمعہ فرض ہوئی تو اس کی اطلاع جناب مصعب بن عمیر کو دی گئی اور انہوں نے مدینہ میں اپنی قائم کردہ مسجد میں نماز جمعہ ادا کی اس جماعت کی امامت جناب مصعب بن عمیر نے کی اور "بیعت عقبہ اولیٰ" میں شریک

ہونے والے وہی بارہ افراد تھے جن کے نام گزشتہ صفحات میں درج کئے گئے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق پہلی نماز جمعہ میں شریک ہونے والے مسلمانوں کی تعداد چالیس تھی ہر نماز جمعہ کے بعد ایک تبلیغی نشست منعقد ہوتی اور اس کے بعد پابندی سے نماز جمعہ ادا کی جاتی رہی

حدیث صحیح کے مطابق یہ واقعہ اس طرح منقول و مروی ہے کہ جب نماز جمعہ کی فرضیت کے احکام نازل ہوئے تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جمعہ کی فرضیت کے احکام جناب مصعب بن عمیر کو بھجوائے اور یہ حکم دیا کہ نماز سے پہلے خطبہ جمعہ دیں اور یہ خطبہ دو حصوں میں دیا جائے جو دو رکعتوں کے قائم مقام ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے احکام موصول ہونے کے بعد جناب مصعب نے جناب خثیمہ کے گھر میں نماز جمعہ ادا کی جب حاضرین کو شمار کیا گیا تو ان کی تعداد بارہ تھی قیام جمعہ کی اطلاع مکہ مکرمہ میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو پہنچائی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اطلاع پر کوئی تبصرہ نہ فرمایا اسی نقطہ نظر سے امام شافعی کی تحقیق کے مطابق جمعہ کی جماعت کے لئے فقط بارہ مقتدیوں کا ہونا ضروری ہے اور یہی مسلک جناب ربیعہ کا ہے جو حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے استاد تھے

جناب سعد بن معاذ دائرہ اسلام میں

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جناب سعد بن معاذ اور جناب اسید بن حضیر اس علاقہ کے بڑے قبیلے بنو عبدالاشہل کے سردار تھے ان کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن جناب اسعد بن زرارہ نے جناب مصعب بن عمیر کا ہاتھ پکڑا اور ان سے کہا چلیں بنو عبدالاشہل کو تبلیغ اسلام کریں شاید ان میں سے کچھ لوگ اسلام قبول کر لیں چنانچہ جب یہ دونوں روانہ ہوئے تو بنو عبدالاشہل کے ایک باغ پر پہنچے تو یہیں رک گئے لوگ انہیں دیکھ کر ان کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے۔ جب جناب سعد بن معاذ نے لوگوں کو ان کے گرد جمع ہوتے دیکھا تو جناب اسید بن حضیر سے کہا جاؤ اور دیکھو اسعد بن زرارہ کے ساتھ مکہ سے آیا ہوا ایک شخص ہے اور لوگ ان کے گرد جمع ہو رہے ہیں مجھے ڈر یہ ہے کہ یہ دونوں لوگوں کو بہکا کر راہ حق سے ہٹا دیں گے اور اپنے دین میں لے آئیں گے تم اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ڈانٹو کہ وہ کیوں جمع ہو رہے ہیں۔ اور ان دونوں کو وہاں سے بھگا دینا اگر میرے اور اسعد بن زرارہ کے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو یہ کام میں خود کرتا۔ (جناب سعد بن معاذ اور جناب اسعد بن زرارہ ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے) جناب سعد بن معاذ کی بات سن کر جناب اسید بن حضیر ہاتھ

میں نیزہ لے کر روانہ ہوئے جب جناب اسعد بن زرارہ نے جناب اسعید کو غصہ میں بھرا ہوا اپنی طرف آتے دیکھا تو جناب مصعب بن عمیر سے فرمایا یہ شخص قبیلہ بنو عبدالا شہل کا سردار ہے اور بہت غصہ میں معلوم ہوتا ہے جب وہ قریب آئے تو آپ اس سے مرعوب نہ ہوں اور اس کو اسلام کی دعوت دیں چنانچہ جب جناب اسعید بن حضیر ان کے پاس آئے تو سخت غصہ میں تھے آتے ہی جناب اسعد اور جناب مصعب سے کہا تم مکہ مدینہ سے اس لئے آئے ہو تاکہ ہماری قوم کو راستہ سے ہٹا دو جس طرح کہ دوسروں کو اپنے دین میں لائے ہو۔ اگر تم اپنے سر کو سلامت رکھنا چاہتے ہو تو اٹھو اور مدینہ واپس جاؤ ورنہ اس نیزہ سے تمہارا سر توڑ کر جنگل میں ڈال دوں گا جناب اسعید بن حضیر کی بات سن کر جناب مصعب بن عمیر نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو آؤ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ بیٹھو اور چند باتیں سنو اگر وہ باتیں تمہیں پسند آئیں تو انہیں قبول کرنا ورنہ جو چاہو کرنا یہ بات اسعید بن حضیر کی سمجھ میں آگئی اور مناسب کہہ کر نیزہ ہاتھ سے رکھ کر بیٹھ گئے جناب مصعب نے گفتگو شروع کی چند آیات کی تلاوت کی اور اسعید بن حضیر کو اسلام کی دعوت دی آیات قرآنی سن کر اور جناب مصعب کی باتوں سے متاثر ہو کر ان کے قلب کی کیفیت تبدیل ہو گئی اور دل اسلام کی طرف مائل ہوا تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہا کیا اچھی گفتگو تھی اور کیسا لطیف کلام تھا جو تم نے سنایا میں نے ایسا کلام اس سے پہلے نہیں سنا اور نہ کسی کلام میں ایسی شیرینی پائی اس گفتگو سے جناب مصعب نے سمجھ لیا اسلام کی حقانیت نے اس کے دل میں اثر کیا ہے لہذا انہوں نے مزید موثر انداز میں اسعید کو اسلام کی طرف رغبت دلائی جناب مصعب کی تبلیغ کا اثر ہوا اور اسعید بن حضیر نے کہا اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنا چاہے تو اس کو کیا کرنا ہو گا جناب مصعب نے بتایا غسل کر کے پاک صاف لباس پہنے اور کلمہ شہادت پڑھے یہ سنتے ہی اسعید بن حضیر اٹھے غسل کیا صاف کپڑے پہن کر آئے اور ان کے سامنے کلمہ شہادت پڑھا دو رکعت نماز (شکرانہ) ادا کی اس کے بعد جناب مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ سے کہا میں جا کر کسی طریقہ سے سعد بن معاذ کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں اگر توفیق الہی ہوئی تو انشاء اللہ وہ بھی مسلمان ہو جائیں گے اس کے بعد قبیلہ بنو عبدالا شہل کا کوئی شخص ایسا نہ ہو گا جو اسلام قبول نہ کرے یہ کہتے ہوئے وہاں سے اٹھے اور سعید بن معاذ کی طرف روانہ ہوئے جب انہوں نے جناب اسعید بن حضیر کو آتے دیکھا تو ساتھیوں سے کہا اسعید کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ راہ راست سے بھٹک گئے ہیں ان کے انداز اور ان کے چہرے کی حالت وہ نہیں جو یہاں سے جانے سے پہلے تھی جب جناب اسید بن حضیر سعد بن معاذ کے پاس پہنچے تو سعد نے معلوم کیا تم نے وہاں جا کر کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے تو اسعید

نے کہا میں نے ان سے انتہائی سخت الفاظ میں گفتگو کی مگر انہوں نے مجھ سے کوئی سخت اور نازیبا بات نہیں کی اور انہوں نے مجھ سے یہ کہا ہم وہی کریں گے جیسا کہ تم چاہو گے اس کے بعد جناب اسعید نے سعد بن معاذ سے ایک مصلحت آمیز ذو معنی بات کی۔ اور یہ کہ سعد! بنو حارثہ کے لوگ عہد شکنی کر کے نکلے اور تمہاری رشتہ داری کے ناطے اسعد بن زراہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں یہ سنتے ہی سعد بن معاذ بڑک اٹھے قبائلی غیرت و حمیت جاگی نیزہ جناب اسعد کے ہاتھ سے لیا اور جلدی جلدی چلتے ہوئے جب جناب مصعب اور اسعد بن زرارہ کے پاس پہنچے تو انہیں مطمئن انداز میں بیٹھا ہوا پایا وہ سمجھ گئے کہ اسعد نے انہیں مغالطہ میں ڈالا ہے ادھر جب جناب مصعب و اسعد نے سعد بن معاذ کو آتے دیکھا تو اسعد بن زرارہ نے کہا پرواہ مت کرو البتہ ان سے حق بات کہنا یہ قبیلہ کے سردار ہیں انہیں اسلام کی دعوت دیں چنانچہ جب سعد بن معاذ ان کے قریب پہنچے تو وہاں رک کر جناب اسعد بن زرارہ سے سخت اور درشت انداز میں کہا اگر تمہاری میرے ساتھ رشتہ داری نہ ہوتی تو میں تمہارے ساتھ کیا کرتا وہ تم دیکھ لیتے بتاؤ تم یہاں کیوں آئے ہو اور کس لئے محفل جمائی ہے تم میری قوم کو راہ راست سے ہٹا کر اپنے دین میں لا رہے ہو؟ اگر عزت کے ساتھ اٹھ کر مدینہ واپس چلے جاؤ تو بہتر ہے ورنہ انجام تم خود دیکھ لو گے سعد کی باتیں سن کر جناب مصعب نے فرمایا یہ تند اور تیز انداز کس لئے آیئے چند لمحے ہمارے ساتھ بیٹھیں ہماری دو باتیں سنیں اگر آپ کو پسند آئیں تو بہتر ورنہ پھر جو چاہو کرنا۔ یہ باتیں سن کر سعد بن معاذ نے نیزہ رکھا اور بیٹھ گئے جناب مصعب نے انہیں نصیحت آمیز کلمات کہے قرآن کریم کی چند آیات سنائیں اور اسلام کی دعوت دی آیات قرآنی اور جناب مصعب کی دعوت اسلام سے سعد بن معاذ متاثر ہوئے اور مصعب سے کہا اگر کوئی مسلمان ہونا چاہے تو اس کو کیا کرنا ہو گا جناب مصعب نے بتایا غسل کر کے صاف ستھرا پاک لباس پہن کر کلمہ شہادت پڑھ لے چنانچہ سعد بن معاذ اٹھے غسل کیا پاک صاف لباس پہن کر آئے اور مصعب کے پاس آکر کلمہ شہادت پڑھا دو رکعت نماز (شکرانہ) ادا کی اور اپنی قوم کے لوگوں کے پاس روانہ ہوئے جب ان کی قوم کے لوگوں نے انہیں آتے دیکھا تو آپس میں کہنے لگے سعد کے انداز وہ نہیں ہیں اور وہ حالت نہیں جس میں وہ یہاں سے گئے تھے انہیں کیا ہوا ہے ؟

اپنی قوم کے لوگوں کے قریب آکر جناب سعد بن معاذ نے ان سے کہا لوگو میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ لوگوں نے کہا آپ ہمارے سردار اور معاشرہ کے معزز فرد ہیں۔ آپ کا حکم ہم سب پر چلتا ہے اور آپ کی اطاعت ہم پر لازم ہے یہ جواب سن کر جناب سعد بن معاذ نے باآواز بلند کہا۔ لوگو سن لو میں

نے اسلام قبول کر لیا ہے اور دین محمدی کو اختیار کر لیا ہے اور قسم کھائی ہے کہ تم سے اس وقت تک بات نہ کروں گا جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ گے۔ جناب سعد بن معاذ کی اس بات پر ابھی رات نہ گزری تھی کہ قبیلہ بنو عبدالا شہل کے مرد و خواتین سب کے سب مشرف بہ اسلام ہو گئے اس کارنامہ کو انجام دیکھ کر حضرات اسعد بن زرارہ اور معصب بن عمیر مدینہ واپس تشریف لے آئے یہ دونوں معمول کے مطابق تبلیغ اسلام کرتے رہے اور مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جہاں مرد و خواتین میں سے کوئی نہ کوئی دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوا ہو۔ جو نیا دن نکلتا کوئی نہ کوئی آتا اور اسلام لاتا اس طرح مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی رہی اور دین محمدی علیہ التحیۃ والثناء ترقی پذیر رہا یہاں تک کہ ایک سال کا عرصہ گزرا اور جب آئندہ حج کے مہینے آئے مدینہ سے حج کے لئے قافلہ روانہ ہوا تو اس میں جناب معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تہتر مسلمان تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت استقامت کی

تیسری فصل

انصار مدینہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگی معاہدہ

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب حج کا موسم آیا تو جناب معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مکہ واپسی کا سفر کیا تو ان کے ساتھ تہتر مسلمان بھی تھے انصار کے سرداراں قوم نے بھی اس وفد میں اس لئے شرکت کی تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت استقامت کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نصرت اسلام یک جہتی اور اشاعت اسلام میں جان و مال کی قربانی کی پیشکش کریں اور اس کے علاوہ اہل مدینہ کی اطاعت اور دشمنان اسلام کو راہ راست پر لانے کے سلسلہ میں گفتگو بھی کریں۔ چنانچہ مسلمانوں کا یہ قافلہ معصب بن عمیر کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوا جب مکہ کے قریب پہنچے تو جناب معصب کو پہلے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات سے آگاہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے ان لوگوں کو مناسک حج سے فارغ ہونے دو اور ایام تشریق کے دوسرے دن (دس ذی الحجہ) کو ان سے کہو وہ عقبہ (وادی) میں بیعت کے لئے آجائیں اور مکہ کے کسی شخص کو ان کے آنے اور بیعت کی اطلاع نہ ہو چنانچہ جناب معصب نے جاکر انہیں پروگرام سے مطلع کیا تو یہ مسلمان مناسک حج میں مشغول ہو گئے اور

پروگرام کے مطابق جب کہ تہائی رات گزر چکی تھی اپنے قافلہ سے علیحدہ ہو کر مقررہ جگہ پر آگئے ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کے ساتھ وہاں تشریف لائے یاد رہے جناب عباس اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق خاطر تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور جان نثاری کا جذبہ رکھتے تھے ابو طالب کے بعد یہ واحد شخصیت تھے جن پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام اعتماد رکھتے تھے اور قریش کے معاملات میں ان کے مشورہ پر عمل کرتے تھے

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عقبہ تشریف لائے تو عباس بن عبدالمطلب نے انصار مدینہ سے کہا اے گروہ انصار آپ لوگ جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہمارے لئے کتنی معزز و مفتخر ہے ہم کسی موقع اور کسی حالت میں انہیں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتے ہم ہر حالت میں انہیں دشمنوں کے مکر و شرارت سے محفوظ کرنا چاہتے ہیں اور ہر حال میں ان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں چونکہ ان کا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) رحجان مدینہ کی جانب ہجرت اور وہاں قیام کا ہے ان کی مرضی پر شاکر ہیں۔ تم لوگ اگر چاہتے ہو کہ اس ذات اقدس کو مدینہ لے جاؤ اور وہاں ٹھہراؤ تو ان کی بیعت کرو اور ان کی تمہیں اس طرح حفاظت کرنی ہو گی جس طرح کہ ماں اپنی اولاد کی حفاظت کرتی اور دشمنوں سے بچاتی ہے تمہیں ان کی نگہداشت اس طرح کرنی ہو گی جس طرح اپنے گھر کی حفاظت اور نگہداشت کرتے ہو تم جان و مال سے اس کام کے لئے تیار رہو ان کے دوستوں کے ساتھ دوستی اور ان کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کرو اگر ایسا کر سکتے ہو تو ان کے ساتھ بیعت کرو اگر ایسا نہ کر سکو تو بہتر یہ ہے کہ ان معاملات سے الگ رہو

جب عباس بن عبدالمطلب نے اپنی گفتگو مکمل کی تو انصار مدینہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا جناب عباس! جو کچھ آپ نے کہا وہ ہم نے سنا اس کے بعد ان حضرات نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی کچھ فرمائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و صلوۃ کے بعد قرآن کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں اور ان حضرات کو نصیحتیں فرمائیں جو راہ ہدایت آخرت کی تیاری۔ اسلام کی نصرت تبلیغ و ترغیب دین پر مشتمل تھیں اس کے بعد فرمایا میں تم سے انہیں باتوں پر بیعت کروں گا جو میرے چچا عباس نے کہی ہیں یعنی تم ہماری نگہداشت اسی طرح کرو گے جس طرح اپنے اہل خاندان کی کرتے ہو اور جس طرح اپنے خاندان کے مصائب اور پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہو اسی طرح ہمارے لئے بھی کرنا۔ ہمارے دوستوں کے ساتھ دوستی اور ہمارے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کرنا ہو گی۔ ان باتوں کو سن کر سب سے پہلے جس نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا وہ جناب براء بن معرور تھے

انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ اطمینان رکھیں اور ہم سے بیعت لیں کیونکہ ہم اپنے زن و فرزند کے لئے جس طرح کوشاں رہتے ہیں آپ کے لئے بھی رہیں گے اور جس طرح انہیں پریشانیوں اور مصائب سے بچانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں آپ کے لئے بھی رہیں گے جانی و مالی قربانیوں سے دریغ نہ کریں گے آپ کے دوستوں کو دوست اور آپ کے دشمنوں کو دشمن سمجھیں گے یا رسول اللہ آپ مطمئن رہیں۔ ہم لوگ جنگجو اور مرد میدان ہیں ہمارا تعلق زرہ اور نیزہ سے ہے جنگ اور جنگی ہتھیاروں کی تیاری ہمیں اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہیں ہم شب و روز جنگی تیاریوں میں مشغول رہتے ہیں ہماری شجاعت و مردانگی کا شہرہ تمام عرب میں ہے ابھی براء بن معرور یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ابوالھیثم بن تیہان اٹھے اور کہا یا رسول اللہ ہمارے لئے یہ مشکل ہو گا کہ ہم ان وعدوں کو پورا کر سکیں کیونکہ ہمارے حلیف مشرک ہیں اور ہم آپ کی وجہ سے ان سے مخالفت مول لیں اور ہر طرح آپ کی (اور مسلمانوں کی) معاونت کو مقدم رکھیں اور کبھی ایسا ہو کہ آپ ہمیں چھوڑ دیں اور اپنی قوم میں مکہ واپس آ جائیں اور ہم اپنے دشمنوں میں مقہور و رسوا ہو جائیں۔ ابو الھیثم کی باتیں سن کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام مسکرائے اور فرمایا "نہیں ایسا نہ ہو گا بلکہ میرا خون تمہارے خون کی طرح ہے میرا احترام تمہارا احترام ہے میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو جن سے تم جنگ کرو گے میں بھی جنگ کروں گا جس سے تمہاری صلح ہو گی اس سے ہماری بھی صلح ہو گی اس وضاحت کے بعد ان افراد نے آگے بڑھ کر بیعت کی۔ اس کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تم اپنے میں سے بارہ نقیب مقرر کر لو لہٰذا ان لوگوں نے نو نقیب قبیلہ خزرج سے اور تین قبیلہ اوس سے مقرر کئے۔

نقیبوں کے نام

قبیلہ خزرج سے جو نقیب مقرر ہوئے ان کے نام یہ ہیں حضرت اسعد بن زرارہ ۔ سعد بن ربیع ۔ عبداللہ بن رواحہ۔ رافع بن مالک بن عجلان۔ براء بن معرور۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام۔ عبادہ بن صامت سعید بن عبادہ اور منذر بن عمرو رضی اللہ عنہم

قبیلہ اوس کے تین نقیبوں کے نام یہ ہیں حضرت سعید بن حضیر۔ سعد بن خثمہ۔ رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہم

نقیبوں سے معاہدہ

جب یہ بارہ نقیب مقرر ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اب تم اپنی قوم کی طرف سے اس بیعت کے سبب میرے ضامن اور کفیل ہو جاؤ جس طرح کہ اپنی قوم کی طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ان کے ضامن اور کفیل ہوئے تھے اس پر ان نقیبوں نے ضمانت و کفالت کا وعدہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی قوم کی طرف سے تمہارا ضامن اور کفیل ہوتا ہوں اس طرح مذکورہ بالا انداز میں یہ بیعت مکمل ہوئی ابھی بیعت مکمل ہوئی تھی کہ وادی سے ایک بلند آواز آئی اور کہنے والے نے کہا "اے قوم قریش تم کس وجہ سے خاموش بیٹھے ہو مدینہ سے لوگ آئے ہیں اور انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت کر لی ہے تاکہ کل (مستقبل میں) تمہاری مخالفت اور تم سے منازعت کریں اور تم سے جنگ کرنے کے لئے نکلیں جلدی کرو قبل ازیں کہ وہ تمہاری مخالفت پر آمادہ ہوں اور تم سے جنگ کے لئے نکلیں انہیں پکڑ لو ایسا نہ ہو کہ وقت گزرنے پر تم سے تلافی و تدارک ممکن نہ ہو سکے" اس آواز کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا یہ "عقبہ کا شیطان" ہے جو قریش کو ہماری بیعت سے مطلع کر رہا ہے تاکہ کل وہ ہم سے جنگ کے لیے آمادہ ہوں۔ انصار مدینہ نے عرض کیا اگر آپ اجازت دیں تو کل ہم انہیں ماریں اور قرار واقعی سزا دیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ابھی وقت نہیں آیا ہے اب تم لوگ جا کر سو جاؤ یاد رہے کہ یہ کیفیت جہاد کے احکام کے نزول سے پہلے تھی اس موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کو مناسب خیال نہ فرمایا دوسرے دن قریش کے سربر آوردہ افراد نے مدینہ منورہ سے آنے والے قافلہ والوں سے ملاقات کی اور ان سے کہا ہمارے لئے کسی دوسری قوم سے دشمنی اتنی زیادہ دشوار نہیں جتنی کہ تم سے۔ تم نے آکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت کر لی تاکہ کل (آئندہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کام پڑے تو تم ان کے ساتھ اتحاد کر کے ہم سے جنگ کرو۔ قافلہ کے دوسرے لوگ جو مشرک تھے (اور اسلام نہ لائے تھے) اور انہیں بیعت کی خبر نہ تھی آگے آئے اور معذرت خواہانہ انداز میں کہنے لگے معاذ اللہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم تمہیں چھوڑ کر دشمنوں سے بیعت کریں بیعت کرنے والے مسلمان خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتے رہے اور کچھ نہ بولے۔ کفار قریش ان کی باتوں سے مطمئن ہو گئے اور ان کے معذرت خواہانہ انداز کو قبول کر کے واپس چلے گئے۔ جب مدینہ کا قافلہ واپس چلا گیا اور بیعت کی خبر مشہور ہوئی تو ان کافروں نے فوج کا ایک دستہ اہل مدینہ کے تعاقب میں روانہ کیا لیکن قافلہ مدینہ پہنچ چکا تھا جو اس دستہ کے ہاتھ نہ آیا اتفاقاً" جناب سعد بن عبادہ جو کسی مجبوری کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے اس دستہ کے ہاتھ لگ گئے اور فوجی دستہ والے انہیں مکہ پکڑ

لائے اور انہیں قید کر دیا اہل مدینہ کو ان کی گرفتاری کی خبر مل گئی مکہ میں جب جناب سعد بن عبادہ کے دوست جبیر بن مطعم کو ان کی گرفتاری کی خبر ہوئی تو اس نے جا کر جناب سعد بن عبادہ کو رہائی دلائی اور وہ مدینہ واپس آئے

بیعت عقبہ کے سلسلہ میں ایک اور روایت

جب انصار کے لوگ عقبہ میں بیعت کے لئے جمع ہوئے تو عباس بن عبادہ بن نضلہ جن کا تعلق انصار مدینہ سے تھا نے کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا ساتھیو تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تم کس قسم کا معاہدہ کر رہے؟ انصار مدینہ نے کہا تم تفصیلات سے آگاہ کرو تو عباس بن عبادہ بن نضلہ نے کہا تم کالے اور گوروں میں یعنی عرب و عجم میں جنگ کو دعوت دے رہے ہو تاکہ اپنی جان و مال کو فدا کرو اور کسی حالت میں بھی ان کی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مدد سے باز نہ رہو اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو بیعت کرو تاکہ دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کرو اگر ایسا نہ کر سکو تو تمہارے جان و مال میں نقصان واقع ہو گا اس لئے ان کی قیادت کو تسلیم نہ کرو اور اظہار بے زاری کر کے اولین فرصت میں معاہدہ سے باز آ جاؤ عباس بن عبادہ کی بات سن کر انصار مدینہ نے اس سے کہا ہم نے تو جان و مال کی قربانی کے وعدہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔ اس کے بعد ان جان نثاروں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کیا جب قربانی دیں گے تو ہمیں اس کا اجر کیا ملے گا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تمہیں جنت میں ہمیشہ کے لئے قیام نصیب ہو گا یہ سنتے ہی سب لوگوں نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے اور بیعت میں جس شخصیت نے سبقت کی وہ براء بن معرور تھے جیسا کہ سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے اور جو حضرات اس بیعت کے موقع پر موجود تھے ان کے نام سیرت کی کتابوں میں ذکر کئے گئے ہیں ●

خواتین سے بیعت

اس بیعت کے موقع پر جو خواتین موجود تھیں ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت نہیں کی بلکہ ان سے صرف زبانی بیعت لی تھی خواتین کی تعداد دو تھی ان میں سے ایک جناب ام عمارہ تھیں جو اس بیعت کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہر معرکہ میں شریک اور جہاد میں مشغول رہیں دور خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں جب مسیلمہ کذاب نے دعوئی نبوت کیا اور اہل یمامہ مرتد ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مرتدین کی سرکوبی کے لئے جو لشکر اسلام بھیجا اس

لشکر میں ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہو گئیں اور جہاد میں شرکت کی جب جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور اسلامی لشکر مسیلمہ کے قتل سے فارغ ہوا تو دیکھا گیا کہ ام عمارہ شہید ہو چکی ہیں اور ان کے جسم پر نیزہ و تلوار کے بارہ زخم لگے ہیں۔

تہتر بیعت کرنے والوں کے حالات

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ان تہتر انصاری صحابہ نے اشاعت اسلام میں کیا نمایاں کارنامے نمایاں سر انجام دئے کن کن لوگوں میں داد شجاعت پائی اور کہاں شہید ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے کہاں کہاں جانیں نثار کیں یہ سیرت کی کتابوں میں تفصیل سے مذکورہ ہیں طوالت کے خوف سے اس کتاب میں اس کا اعادہ نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان کے برکات سے فیضیاب فرمائے اور ان کے ساتھ محشور فرمائے آمین یا رب العالمین۔

جناب کعب بن مالک انصاری جو بیعت عقبہ میں موجود تھے انہوں نے اپنے اشعار میں ان بارہ نقیبوں کے نام منظوم کئے ہیں اور ہم نے ان اشعار کو تبرک کے طور پر شامل کتاب کیا ہے اشعار میں ایک کیف ہوتا ہے لہذا صاحبان ذوق ان اشعار سے اپنے ذوق سلیم کی تسکین کر سکتے ہیں

جناب عمرو بن الجموح کا اسلام

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ جب انصار مدینہ بیعت عقبہ کے بعد واپس آئے تو انہوں نے سرگرمی کے ساتھ تبلیغ اسلام شروع کر دی اور مدینہ کے جو لوگ دامن اسلام سے وابستہ نہ تھے انہیں اسلام کی طرف رغبت دلائی۔ ان میں قبیلہ بنو "سلمہ کے ضعیف العمر سردار عمرو بن الجموح بھی تھے ساری عمر کفر و گمراہی میں گزاری تھی شرک و بت پرستی میں پیش پیش رہے اور انصار مدینہ کے دوسرے لوگوں کی طرح اسلام قبول نہیں کیا انہوں نے گھر میں خصوصی طور پر ایک بت رکھا ہوا تھا اس کو بہت محبوب رکھتے اس کی تعظیم و توقیر اور ان کی پرستش کیا کرتے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ صبح کو جب سو کر اٹھتے تو لباس تبدیل کر کے سب سے پہلے اس بت کو سجدہ کیا کرتے ان کے صاحبزادے معاذ بن عمرو کے علاوہ جناب معاذ بن جبل اور بنو سلمہ کے دوسرے نوجوان جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے ان کی اس حرکت پر بہت کڑھتے لیکن ان پر کوئی بس نہ چلتا ان نوجوانوں نے یہ معمول بنایا جب بھی ان کو موقعہ ملتا رات

کے وقت اس بت کو خاموشی سے اٹھا کر کوڑے اور غلاظت بھرے گڑھے میں ڈال دیتے صبح کو جب عمرو بن الجموع اٹھتے اور بت کو نہ پاتے تو اس کی تلاش میں نکلتے اور یہ بت انہیں غلاظت والے گڑھے میں سرنگوں مل جاتا تو اس کو نکال لاتے اس کو دھوتے عطر لگاتے اس موقع پر عمرو بن الجموح کہا کرتے اگر مجھے یہ پتہ چل جاتا کہ میرے معبود کے ساتھ ایسی حرکت کون کرتا ہے تو اس کو سزا دیتا ایسا بہت ہی مرتبہ ہوا ہر مرتبہ عمرو طیش میں آتے اور اس بت کو جس کی پرستش کرتے تھے اس کو غلاظت کے ڈھیر سے اٹھا کر لاتے اور بہت افسوس کے ساتھ کہتے میرے معبود میں تو تیرا بہت کام کرتا ہوں ایک مرتبہ اس کو غلاظت کے انبار سے نکا کر لائے اس کو دھویا صاف کیا اور ننگی تلوار اس کی گردن میں لٹکا کر کہا اے معبود مجھے نہیں معلوم تمہارے ساتھ ایسی حرکت کون کرتا ہے تمہارا دفاع کیسے کر سکوں؟ اب میں نے تلوار تجھے دے دی ہے اگر تیرے قبضہ میں کچھ ہے اور تو اس قابل ہے کہ معبود بنے اور اپنی حفاظت کر سکے تو کر گزر مجھے تو ملال یہ ہے کہ میں نے تجھے بہت ہی مرتبہ غلاظت سے نکالا ہے یہ کہتے ہوئے بت کے سامنے سے ہٹ گئے اور وہاں سے چلے آئے۔

رات کو ان کے صاحبزادے جناب معاذ بن عمرو اور حضرت معاذ بن جبل اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ اپنے مشن پر نکلے بت کو اس کی جگہ سے اٹھایا گھر سے باہر آئے اور ایک مردہ کتے کے گلے میں ڈال کر غلاظت کے گڑھے میں پھینک آئے صبح کو عمرو بن الجموح اپنے معمول کے مطابق جب سجدہ کے لئے گئے تو بت کو وہاں نہ پایا تو حسب سابق اس گندگی کے گڑھے پر آئے جہاں ہمیشہ اس بت کو پڑا دیکھ کر اٹھائے کر لاتے رہے تھے بت کو اس حالت میں گندگی میں لتھڑا اور مردہ کتے کی گردن میں لٹکا دیکھ کر اس کی حالت پر افسوس کیا اور کہنے لگے تجھ جیسے معبودوں پر افسوس ہے جو مردہ کتے کے گلے اور غلاظت کے گڑھے میں پڑا ہوا ہے افسوس کہ میں نے تیری پرستش میں عمر ضائع کر دی اس کے بعد غصہ میں اس پر چند پتھر اور ڈال دئے اور وہاں سے آ کر مشرب بہ اسلام ہوئے اور راسخ العقیدہ مسلمان کی حیثیت سے شہرت پائی اسلام کی دولت سے مشرف ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے چند شعر کہے جو ہدیہ ناظرین ہیں

اس ضمنی واقعہ کے بعد ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کے رد عمل کے بارے میں اور آیت قتال کے نزول کی طرف رجوع کرتے ہیں مصنف کہتے ہیں جب قریش مخالفت میں حد سے بڑھے

عداوت و نافرمانی کی انتہا نہ رہی تکذیب و تردید میں مبالغہ کرنے لگے ایذا رسانی اور تمسخر میں انتہا کو پہنچ گئے تو رب کریم کو ان کی یہ حرکتیں ناپسند ہی نہیں بلکہ موجب قہر و غضب ہوئیں اپنے وعدہ کو پورا کرنے اپنے مبعوث کردہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اسلام کی نصرت مشرکوں پر قہر اور نافرمانوں کی سزا کے لئے آیت قتال نازل فرمائی سب سے پہلی جو آیت کفار سے قتال کی اجازت کے سلسلہ میں نازل ہوئی وہ "سورہ حج" کی آیت ۳۹ تھی (ترجمہ) ان مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دے دی گئی ہے جن پر ناحق ظلم ہوا بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر ضرور قدرت رکھنے والا ہے۔ جہاد کی اجازت کے بعد ہجرت کرنے والا ان کے بارے میں اسی سورہ کی آیت ۴۰ نازل ہوئی) وہ مسلمان جو اپنے گھروں سے صرف اس وجہ در بدر کئے گئے کہ انہوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے رفع نہ فرماتا تو ضرور گرا دی جاتیں راہبوں کی عبادت گاہیں گرجے کلیسے اور کلیسے وہ مساجد جن میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ قدرت والا بہت غالب ہے "اس آیت کے نزول کے بعد ان مسلمانوں کو لائحہ عمل کی تعلیم دیتے ہوئے رب تعالیٰ نے فرمایا" وہ لوگ ایسے ہیں (یعنی مسلمان) اگر ہم انہیں خطہ زمین پر اقتدار عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں گے زکوۃ ادا کریں گے نیکی کا حکم دیں گے اور برائیوں سے روکیں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے"

ایک اور آیت سورہ بقرہ ۱۹۳ اسی سلسلہ میں نازل ہوئی "اور ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (کا زور) ختم ہو جائے اور دین کا نظام اللہ تعالیٰ ہی کے لئے رہے پھر اگر وہ (اپنی خباثتوں سے) باز آ جائیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر"

قتال کی آیتوں کے نزول کے بعد تو انصار کی اس جماعت نے جن کا تذکرہ سابقہ صفحات میں گزرا ہے بیعت اسلام کی اور وہ مسلمان جو مکہ میں تختۂ ظلم و ستم بنتے رہے تھے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ کی جائے امن میں جانے کی اجازت عطا فرمائی اور جن الفاظ میں مدینہ کو ہجرت کی اجازت دی اس کو مصنف نے اس طرح نقل کیا ہے " **ان اللہ قد جعل لکم اخوانا ودارا تامنون بھا** ○ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بھائی پیدا کر دیئے (یعنی انصار مدینہ) اور تمہارے لئے ایک خطہ امن (مدینہ) بنا دیا وہاں ہجرت کرو اور ان کافروں کی اذیت سے نجات حاصل کرو (**واللہ ھو المنجی عن المکارہ و الشدائد** اور اللہ تعالیٰ تکلیفوں اور اذیتوں سے پناہ دینے والا ہے)

صحابہ کرام کی مدینہ کی جانب ہجرت

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مدینہ جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تو ہجرت میں سبقت کرنے والوں میں سرفہرست نام جناب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا آتا ہے انہوں نے پہلے حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی اب ہجرت ثانی مدینہ کی جانب کی۔ اور ان کی ہجرت کا واقعہ یہ ہے جو ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی ہے وہ فرماتی ہیں جب ابو سلمہ ہجرت کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو انہوں نے مجھے اور میرے بیٹے سلمہ کو اونٹ پر سوار کرا دیا اسی وقت میرے قبیلہ بنو مغیرہ کے لوگ آ گئے اور انہوں نے میرے اونٹ کی مہار پکڑلی اور جناب ابو سلمہ سے کہا اگر تم مکہ سے جانا چاہتے ہو تو جاؤ ہم اس بات کی اجازت نہ دیں گے کہ تم ام سلمہ کو لے جاؤ اور انہوں نے مجھے اونٹ سے اتار لیا اور آپس میں تو تکار ہونے لگی اس واقعہ کی اطلاع ابو سلمہ کے قبیلہ بنو عبدالاسد کو ہو گئی وہ ابو سلمہ کی مدد کے لئے آ گئے اب دونوں قبیلہ والے آپس میں تو تکار کرنے لگے بنو عبدالاسد نے میرے قبیلہ بنو مغیرہ کے لوگوں سے کہا اگر تم اپنے قبیلہ کی عورت کو روکنے کا اختیار رکھتے ہو اور اس کو شوہر کے ساتھ جانے سے روک سکتے ہو تو ہمیں بھی یہ استحقاق ہے کہ ہم بچے کو روک لیں اور اس کو ماں سے لے کر اپنے پاس رکھیں اس پر خوب (زبانی) جھگڑا ہوا نوبت یہاں تک پہنچی کہ میرا بچہ سلمہ کش مکش میں پڑ گیا بنو مغیرہ اس کو اپنی طرف کھینچتے اور بنو عبدالاسد اپنی طرف کوئی اس کی ٹانگیں کھینچتا۔ تو کوئی ہاتھ آخر کار بنو مغیرہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور بچہ کو بنو عبدالاسد نے لے لیا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جناب ابو سلمہ کو تنہا مدینہ جانا پڑا اب میں الگ اور میرا بیٹا الگ تھے اس طرح تقریباً" ایک سال تک ماں شوہر اور بیٹے کے لئے روتی رہی روزانہ صبح کو مدینہ کے راستہ پر آ کر بیٹھ جاتی اور شام تک روتی رہتی اور مدینہ کی جانب سے آنے والوں سے ابو سلمہ کے بارے میں معلوم کرتی بنو ابو الاسد کے قبیلہ کے لوگوں نے جب میری یہ حالت دیکھی تو میرا بیٹا مجھے واپس کر دیا اور مجھے مدینہ جانے کی اجازت بھی دے دی اور میں مدینہ آ گئی۔ ـــــ

جناب ابو سلمہ کے بعد ہجرت کرنے والے جناب عامر بن ربیعہ تھے ان کے بعد ہجرت کرنے والے جناب عبداللہ بن جحش تھے جنہوں نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی۔ ان کی ہجرت سے متعلق

فَقُلْتُ لَهَا: [بَلْ] يَشْرِبُ الْيَوْمَ وَجْهُنَا[6]
وَمَا يَشَاءِ الرَّحْمٰنُ فَالْعَبْدُ يَرْكَبُ
إِلَى اللّٰهِ وَجْهِي وَالرَّسُولِ وَمَنْ يُقِمْ
إِلَى اللّٰهِ يَوْمًا وَجْهَهُ لَا يُخَيَّبُ

فَكَمْ [قَدْ] تَرَكْنَا مِنْ حَمِيمٍ مُنَاصِحٍ
وَنَاصِحَةٍ تَبْكِي بِدَمْعٍ وَتَنْدُبُ
تَرٰى أَنَّ وِتْرًا نَأْيُنَا عَنْ بِلَادِنَا[1]
وَنَحْنُ نَرٰى أَنَّ الرَّغَائِبَ نَطْلُبُ
دَعَوتُ بَنِي غَنْمٍ لِحَقْنِ[2] دِمَائِهِمْ
وَلِلْحَقِّ لَمَّا لَاجَ لِلنَّاسِ مَلْحَبُ
أَجَابُوا بِحَمْدِ اللّٰهِ[3] لَمَّا دَعَاهُمُ
إِلَى الْحَقِّ دَاعٍ[4] وَالنَّجَاحِ فَأَوْعَبُوا
وَكُنَّا وَأَصْحَابًا [لَنَا] فَارَقُوا الْهُدٰى
أَعَانُوا عَلَيْنَا بِالسِّلَاحِ وَأَجْلَبُوا
كَفَوْجَيْنِ: أَمَّا مِنْهُمَا فَمُوَفَّقٌ
عَلَى الْحَقِّ مَهْدِيٌّ، وَفَوْجٌ مُعَذَّبُ
طَغَوْا وَتَمَنَّوا كِذْبَةً وَأَزَلَّهُمْ
عَنِ الْحَقِّ إِبْلِيسُ فَخَابُوا وَخُيِّبُوا[6]
وَرِعْنَا[7] إِلٰى قَوْلِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
فَطَابَ وُلَاةُ الْحَقِّ مِنَّا وَطُيِّبُوا[8]

نَمُتُّ[1] بِأَرْحَامٍ إِلَيْهِمْ قَرِيبَةٍ
وَلَا قُرْبَ بِالْأَرْحَامِ[2] إِذْ لَا تُقَرَّبُ
* فَأَيُّ ابْنِ أُخْتٍ[3] بَعْدَنَا يَأْمَنَنَّكُمْ
وَأَيَّةُ صِهْرٍ بَعْدَ صِهْرِي تُرْقَبُ
سَتَعْلَمُ يَوْمًا أَيُّنَا إِذْ تَزَايَلُوا
وَزُيِّلَ أَمْرُ النَّاسِ لِلْحَقِّ أَصْوَبُ

مصنف لکھتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن جحش پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی۔ ان کی ہجرت سے متعلق مصنف لکھتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن جحش کے مکان کا دروازہ بند تھا ایک دن عتبہ بن ربیعہ۔ عباس بن عبدالمطلب اور ابوجہل بن ہشام کوہ ابو قبیس کی چوٹی پر گئے ہوئے تھے اور ادھر ادھر دیکھ رہے تھے تو جناب عبداللہ بن جحش کا دروازہ بند نظر آیا اور کوئی مکیں اس مکان میں نظر نہ آتا تھا عتبہ بن ربیعہ نے سرد آہ کھینچ کر کہا۔

وکل دار وان طالت سلامتها یوما ستدر کہا النکباء الحوب۔

افسوس کہ عبداللہ بن جحش کے گھر میں کوئی نہ رہا ابوجہل نے کہا غم کیوں کرتے ہو ان مٹھی پر سر پھرے لوگوں کو چھوڑو تاکہ یہ آوارہ پھرتے رہیں اور دنیا میں کوئی ان کا نام لینے والا بھی نہ ہو۔

اجازت ہجرت کے بعد صحابہ گروہ در گروہ اور قبیلہ در قبیلہ رفتہ رفتہ بعض اہل و عیال اور خاندان کے ساتھ اور بعض تنہا عازم مدینہ ہوئے جن کی تفصیلات سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں جناب عبداللہ بن جحش کے بھائی نے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے اجتماعی طور پر ہجرت کی ان کی مدح میں یہ چند شعر کہے آپ کا اسم گرامی ابو احمد تھا۔

شعر

[وَ] لَوْ حَلَفَتْ بَيْنَ الصَّفَا أُمُّ أَحْمَدَ
وَمَرْوَتِهَا بِاللهِ[1] بَرَّتْ يَمِينُهَا

لَنَحْنُ الأُلَى كُنَّا بِهَا ثُمَّ لَمْ نَزَلْ
بِمَكَّةَ حَتَّى عَادَ[2] غَثًّا سَمِينُهَا

بِهَا خَيَّمَتْ غَنْمُ بْنُ[3] دُودَانَ وَابْتَنَتْ
وَمَا إِنْ غَدَتْ[4] غَنْمٌ وَخَفَّ قَطِينُهَا

إِلَى اللهِ تَغْدُو بَيْنَ مَثْنَى وَوَاحِدٍ
وَدِينُ رَسُولِ اللهِ بِالْحَقِّ دِينُهَا

وهو می گوید درمدح خود :

لَمَّا رَأَتْنِي أُمُّ أَحْمَدَ غَادِيًا
بِذِمَّةِ مَنْ أَخْشَى بِغَيْبٍ وَأَرْهَبُ

تَقُولُ : فَإِمَّا كُنْتَ لَابُدَّ فَاعِلًا[5]
فَيَمِّمْ بِنَا الْبُلْدَانَ وَلْنَنْأَ يَثْرِبُ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت

مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں حضرت عمر بن خطاب۔ عیاش بن ابی ربیعہ ھشام بن العاص بن وائل نے اجتماعی طور پر مکہ سے مدینہ ہجرت کا پروگرام بنایا اور چاہتے تھے کہ ان کے سفر کی اطلاع اہل مکہ کو نہ ہو تاکہ وہ مزاحمت نہ کر سکیں لہٰذا انہوں نے آپس میں وقت اور جگہ کا تعین کیا کہ فلاں وقت فلاں جگہ رات کو جمع ہو جائیں اور وہاں سے مدینہ رواں ہوں۔ چنانچہ حضرات عمر بن خطاب اور عیاش بن ابی ربیعہ وقت مقررہ پر اس جگہ آ گئے اور ھشام بن العاص بن وائل کا انتظار کرنے لگے۔ جب یہ دونوں حضرات گھر سے نکلے تو قریش کو ہشام کے ارادہ کی اطلاع ہو گئی انہوں نے ھشام بن عاص کو پکڑ کر قید کر دیا ان حضرات کو ھشام کے نہ آنے کی وجہ سے یہ اندازہ ہو گیا کہ ھشام پکڑے گئے ہیں لہٰذا یہ دونوں مدینہ کی جانب ہجرت کر گئے البتہ ھشام بن العاص کفار کے ظلم کا تختہ مشق بنتے رہے اور کفار انہیں اس لئے اذیتیں دیتے رہے تاکہ وہ اسلام سے بیزار ہو جائیں۔

ھشام بن العاص دور ابتلا میں

جناب عمر رضی اللہ عنہ اور عیاش مدینہ آ گئے کچھ دن بعد ابو جہل اور اس کا بھائی حارث بن ھشام دونوں مدینہ آئے تاکہ عیاش کو ساتھ لے جائیں مدینہ آ کر انہوں نے عیاش سے کہا تمہاری ماں نے قسم کھائی ہے جب تک تمہارے چہرے کو نہ دیکھیں گی اس وقت تک نہ تو سر میں کنگھی کریں گی اور نہ سایہ میں بیٹھیں گی دھوپ میں بیٹھی رہیں گی۔ تم ہمارے ساتھ چلو تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے۔ جب ان دونوں نے یہ بات کی تو عیاش کے دل میں ماں کی محبت جاگ اٹھی اور انہوں نے مکہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ عیاش مکہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو انہیں سمجھایا کہ ابو جہل اور اس کے بھائی کے دھوکہ اور فریب میں نہ آؤ وہ جھوٹ بول رہے ہیں اور تمہیں فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں جہاں تک تمہاری ماں کی قسم کا شاخسانہ ہے تو یہ یقین کر لو جب اس کو گرمی ستائے گی تو سایہ میں آ جائے گی جب سر میں کھجلی ہو گی تو کنگھی کر لے گی۔ تم اس کی کوئی فکر نہ کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عیاش نے کہا میں کچھ دن کے لئے مکہ جانا چاہتا ہوں تاکہ اپنی ماں کی قسم کو پورا کروں اس کے علاوہ وہاں میرا مال بھی ہے اس کو اپنے ساتھ لے آؤں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

عیاش سے کہا تمہیں معلوم ہے اس وقت میرے پاس قریش میں سب سے زیادہ مال ہے اگر تم ان کے ساتھ نہ جاؤ تو میں تمہیں آدھی دولت دوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تمہارے ساتھ دھوکہ کر رہے ہیں لیکن عیاش نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو قبول نہ کیا اور کہا صرف اپنی ماں کی قسم پوری کرنے کے لئے چند دن کے لئے جاؤں گا اور ان کو تسلی دے کر واپس آ جاؤں گا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ یقین ہو گیا کہ عیاش اب مدینہ میں نہیں رکیں گے تو ان سے کہا اگر تم جانا ہی چاہتے ہو تو میرا اونٹ لے جاؤ یہ بہت تیز اور فرمانبردار ہے اگر یہ راستہ میں تمہارے ساتھ غداری کریں تو اس کی لگام پھیر لینا یہ جلد ہی تمہیں مدینہ واپس لے آئے گا۔ چنانچہ عیاش اس اونٹ پر سوار ہو کر ابوجہل اور حارث کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے۔ جب مکہ کے قریب پہنچے تو ابوجہل نے مکاری کی اور عیاش سے کہا میرا اونٹ مجھے پریشان کر رہا ہے تم مجھے اپنے ساتھ بٹھا لو۔ عیاش نے رضامندی کا اظہار کیا اور نیچے اتر آئے تاکہ ابوجہل کو اپنے ساتھ بٹھائیں اس موقعہ پر حارث نے اپنے بھائی ابوجہل کی مدد سے عیاش پر قابو حاصل کر کے اسیر کر لیا اور مکہ لے آئے انہیں دیکھنے کے لئے لوگ جمع ہو گئے تو ابوجہل نے ان سے کہا تم بھی اپنی قوم کے سفہاء (کمینوں یعنی مسلمانوں) کے ساتھ ایسا ہی کرو جیسا کہ ہم نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا ہے انہوں نے عیاش کو قید کر دیا اور طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے یہاں تک کہ عیاش کے لئے یہ مظالم ناقابل برداشت ہو گئے فتنہ میں مبتلا ہوئے اور اسلام سے بیزار ہو گئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حقانیت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے مجھے جب یہ اطلاع ملی کہ عیاش فتنہ میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اسلام سے بیزار بھی یہ سن کر مجھے سخت صدمہ ہوا میں نے مدینہ میں صحابہ سے کہا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توبہ قبول نہ فرمائے جو اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائیں اور کفر اختیار کریں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو "سورہ زمر" کی آیت ۵۴۔ ۵۵ نازل ہوئیں " (اے محبوب آپ ان سے فرما دیجئے کہ رب کریم کا ارشاد ہے) اے میرے بندہ جو اپنی جانوں پر زیادتیاں کر چکے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہوں بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کی مغفرت فرما دیتا ہے وہی بہت بخشنے والا اور بے حد رحم والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے اور پیروی کرو اس بہترین (کتاب قرآن کریم) کی جو تمہارے

رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آئے اور تمہیں شعور بھی نہ ہو"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ان آیات کو لکھ کر عیاش اور ھشام کو بھجوا دیا جو کفار مکہ کی قید میں تھے اور کافر ھشام کو اذیتیں اور تکلیفیں دے رہے تھے

اعجاز قرآن پر ھشام کے تاثرات

ھشام کا بیان ہے کہ میں روزانہ دو مرتبہ ان آیات قرآن کو پڑھتا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آتا کہ ان آیات کا مطلب و مقصود کیا ہے ایک دن میں نے بارگاہ الہٰی میں عرض کیا خداوندا ان آیات کا مطلب کیا ہے مجھے آگاہی عطا فرما اس کے بعد میں نے اس کاغذ کو اٹھا کر غور کے ساتھ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس آیت کا مقصد یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے اگرچہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہو" یہ بات ذہن میں آتے ہی میں نے کسی طرح رہائی حاصل کی۔ سواری کے لئے اونٹ حاصل کیا اور مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ طیبہ آ کر دوبارہ مشرف بہ اسلام ہوا۔

حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کے اسلام کے سلسلہ میں دوسری روایت

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کے دوبارہ اسلام لانے کا واقعہ ایک اور روایت سے اس طرح نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ تو آپ نے ایک دن فرمایا کون ہے جو مکہ جا کر عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن العاص کو میرے پاس لائے ولید بن مغیرہ نے اس کام کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور عرض کیا میں مکہ جا کر ان دونوں کو لا کر آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ یہ دونوں ان دنوں مکہ مکرمہ میں کافروں کی قید میں تھے۔ جناب ولید کہتے ہیں میں مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ کے قریب آیا تو مجھے ایک عورت ملی جو کھانا لے کر کہیں جا رہی تھی میں نے اس سے معلوم کیا کہ کھانا کہاں لے جا رہی ہے؟ کہنے لگے کہ دو قیدیوں ھشام اور عیاش کے لئے لے کر جا رہی ہوں۔ ولید کہتے ہیں میں اس عورت کے پیچھے چلا آیا اور جس مکاں میں وہ عورت گئی تھی اس کو نگاہ میں رکھا۔ رات کو میں اس مکاں پر گیا حسن اتفاق کی وہ مکان بغیر چھت کے تھا میں دیوار پر چڑھ کر مکاں میں اتر گیا اور ان دونوں کی بیڑیوں کو ایک پتھر پر رکھ کر ان پر تلوار ماری اور ان کو توڑ کر

آزاد کرایا مکان سے باہر لا کر دونوں کو اونٹ پر بٹھایا اور خود پیدل چل کر ان کو لے کر مدینہ آیا اور ان دونوں کو بارگاہ نبوی میں پیش کیا مصنف کہتے ہیں یہ روایت یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ دونوں مرتد نہ ہوئے تھے اسلام پر قائم تھے اور اس استقامت کے نتیجہ میں قید میں مصائب و آلام صبر سے برداشت کر رہے تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور انہیں آزادی دلائی۔

حضرت صہیب رومی کی ہجرت

جب جناب صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے ہجرت کرنی چاہی تو مکہ کے کافر مزاحم ہوئے کیونکہ جناب صہیب کے پاس بڑی دولت تھی قریش نے کہا جب آپ مکہ آئے تھے تو آپ کے پاس کچھ نہ تھا یہ سب دولت آپ نے یہیں (مکہ میں) جمع کی ہے اب اگر آپ ہجرت کرنا چاہتے ہیں تو مال و اسباب یہیں چھوڑ کر ہجرت کر جائیں جناب صہیب نے فرمایا تم اپنے مطالبہ کے مطابق مال و اسباب روک لو۔ چنانچہ جناب صہیب رومی سارا مال چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گئے جب مدینہ پہنچ کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا **ربح صہیب ربح صہیب**۔ یعنی صہیب نے نفع کا سودا کیا ہے صہیب نے نفع کا سودا کیا ہے۔ جناب صہیب کے بعد صحابہ یکے بعد دیگرے ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے سوائے حضرت ابو بکر اور علی رضی اللہ عنہما کے یہ دونوں حضرات سید عالم صلی اللہ علیہ و سلم کی ہجرت کے منتظر تھے۔ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ ہجرت کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی ہجرت مدینہ

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں جب صحابہ ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے اور مکہ مکرمہ میں سوائے حضرات ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما یا ان مسلمانوں کے جو کافروں کی قید میں تھے کوئی نہ رہا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام حکم خداوندی کے منتظر تھے اس موقعہ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ ہجرت کی اجازت طلب کی تو ان کو اجازت نہ ملی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا "جلدی نہ کرو یقین ہے اللہ تعالیٰ تمہیں میرا رفیق سفر مقرر فرمائے گا" حضرت ابو بکر کی بھی خواہش یہی تھی کہ اس مقدس سفر میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ و سلم کی رفاقت نصیب ہو لہٰذا خاموش ہو گئے۔ ادھر کفار قریش نے

جب یہ دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار مدینہ کی مدد اور فرمانبرداری حاصل ہو گئی ہے اور انصار مدینہ بیعت اسلام کر چکے ہیں بہت سے صحابہ بھی مکہ سے مدینہ پہنچ چکے ہیں اب معلوم یہ ہوتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہجرت کریں گے اور مدینہ میں انہیں مزید مدد اور اطاعت گزاروں کی ہمدردیاں حاصل ہو جائیں گی اور وہ لشکر ترتیب دے کر ہمارے مقابلہ پر آ جائیں گے۔ اس گماں کے پختہ ہونے پر انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک تاریخ مقرر کی اور "دارالندوہ" میں جمع ہوئے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں باہمی مشورہ سے کوئی تدبیر کریں۔

ابلیس "شیخ نجدی" کے روپ میں آیا جب یہ لوگ "دارالندوہ" جا رہے تھے تو انہیں ابلیس ایک معمر اور معزز بوڑھے کی شکل میں سر پر ریشمی چادر اوڑھے ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے ملا اور ان کے ساتھ چلنے لگا جب یہ لوگ "دارالندوہ" پہنچے تو ابلیس سے معلوم کیا بوڑھے میاں تمہیں کیا کام ہے اور کس سے کام ہے؟ ابلیس نے جواب دیا میرا تعلق نجد سے ہے رائے اور تدبیر میں منفرد زمانہ ہوں۔ میں نے سنا ہے تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کوئی رائے اور تدبیر کرنے کے لئے اجتماع منعقد کر رہے ہو۔ میں نے مناسب یہ سمجھا کہ تمہارے ساتھ اس مجلس مشاورت میں شریک ہوں اور جو بات تمہاری نظروں سے پوشیدہ رہے اس کی طرف توجہ دلاؤں اور تمہیں صائب مشورہ دوں ابلیس کی باتیں سن کر ان لوگوں نے کہا آؤ۔ اور سب لوگ "دارالندوہ" میں داخل ہوئے۔ یہ تیرہ کفار تھے جن کے نام یہ ہیں عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابو سفیان بن حرب۔ طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ حارث بن عامر۔ نضر بن حارث۔ ابوالبختری بن ہشام۔ پسران حجاج نبیہ و عینیہ۔ امیہ بن خلف۔ زمعہ بن اسود۔ حکیم بن حزام۔ ابوجہل بن ہشام ان کے علاوہ بشکل "شیخ نجدی" نجد کا بوڑھا

اس مجلس مشاورت میں ایک شخص نے کہا قوم کے لوگو آپ کے علم میں ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہمارے معاملات کیسے چل رہے ہیں؟ روزانہ ان کے متبعین بڑھ رہے ہیں اور معاونت میں اضافہ ہو رہا ہے اب اہل مدینہ ان کے ساتھ مل گئے ہیں اور یکجہتی کا اظہار کیا ہے جس سے مسلمانوں کی شوکت میں اضافہ ہوا ہے اور اہل مدینہ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کو اپنے یہاں رکھا ہوا ہے اور انہیں قیام کی سہولتیں مہیا کی ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں جب کہ مسلمانوں کی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی بلا لیں اور انہیں قیام کی سہولتیں فراہم کریں اور یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ جو شخص

بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتیں سنتا ہے وہ فریفتہ ہو کر اسلام قبول کر لیتا ہے اب جب کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہجرت کے بعد مدینہ جا کر اپنے متبعین میں اضافہ کر کے لشکر ترتیب دیں گے اور ہم سے مقابلہ کے لئے نکلیں گے اگر ایسا ہوا تو کام کس طرح چلے گا۔ اب یہ سوچو کہ ہم ان کے ہاتھوں سے کس طرح خلاصی پائیں۔ ایک شخص نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زہیر اور نابغہ کی طرح کے شاعر ہیں وہ تو ختم ہو گئے مناسب یہ ہے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں جیسا کہ عربوں نے زہیر اور نابغہ کے ساتھ کیا تھا۔

لوگوں نے دریافت کیا ان کے ساتھ کیا طرز عمل اختیار کیا جائے اس نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک مکان میں بند کر کے دروازہ کو آگے سے بند کر دیا جائے نہ کھانے کو کچھ دیا جائے نہ پینے کو دونوں شاعروں کی طرح یہ بھی بھوک پیاس سے (خاکم بدہن) ہلاک ہو جائیں گے۔ قریش کے اس سردار کی بات سن کر "شیخ نجدی" ابلیس نے کہا تم نے جو رائے دی ہے وہ مناسب نہیں کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قید کرنے سے انکا کام رک جائے گا اور جب ان کے متبعین اور صحابہ کو یہ اطلاع ملے گی تو وہ لشکر تیار کر کے آ کر انہیں چھڑا لیں گے اس وقت تمہارے اور ان کے درمیان جنگ ہو گی اور جس کا نتیجہ کیا ہو گا یہ معلوم نہیں اس سے بہتر کوئی رائے دی جائے اس پر ایک اور شخص نے کہا مصلحت اس میں ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ سے باہر نکال دیا جائے جب وہ یہاں سے چلے جائیں گے تو ہم انہیں نہ دیکھ سکیں گے وہ جہاں چاہیں گے چلے جائیں۔ ابلیس نے کہا یہ رائے بھی مناسب نہیں تم نہیں جانتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خوش خلق ہیں شیریں لہجہ میں گفتگو کرتے ہیں مجلس میں گفتگو کا دل ربا انداز ہوتا ہے وہ طلعت خوب اور حیات زیبا رکھتے ہیں جب وہ یہاں سے جائیں گے اور جہاں بھی جا کر مقیم ہوں گے وہاں تھوڑے ہی عرصہ میں لوگ ان کے متبع ہو جائیں گے اور ان کے دین میں شامل ہو جائیں گے اور جب ان کے متبعین کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا تو وہ لشکر ترتیب دیں گے اور حملہ کر کے مکہ تمہارے ہاتھ سے لے لیں گے۔ ابلیس کی بات سن کر سب نے کہا "شیخ نجدی" درست کہتا ہے اس کے بعد جو شخص کوئی رائے پیش کرتا ابلیس اس کو رد کر دیتا۔ آخر میں ابوجہل نے کہا اب ایک رائے میری بھی سنو! لوگوں نے کہا ابوالحکم آپ اپنی رائے پیش کریں تو ابوجہل نے کہا میری تجویز یہ ہے کہ ہم قریش کے ہر قبیلہ سے حسب و نسب کے اعتبار سے برتر اور بلند تر مضبوط و توانا ایسے افراد منتخب کریں جن سے افضل قبیلہ

اور کوئی نہ ہو ہر شخص شمشیر بکف ہو کر ایسے وقت حملہ آور ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ختم کریں جب وہ سوئے ہوئے ہوں۔ اگر ایسا ہو گیا تو ان کا خون عرب کے تمام قبائل میں مشترک ہو گا اور بنو عبد مناف تمام قریش سے مقابلہ کی جرات نہ کر سکیں گے اس موقع پر ہم مشترکہ طور پر دیت دے دیں گے۔ ابوجہل کی تجویز کی سب سے پہلے ابلیس نے تائید کی اور کہا اس سے بہتر مشورہ اور تجویز نہیں ہو سکتی جو اس جوان نے پیش کی ہے لہذا سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور یہ مجلس مشاورت ختم کر کے سب لوگ وہاں سے اٹھ آئے۔

شام کو ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص کو منتخب کیا گیا اور ان سب کو تلواریں دے کر یہ ہدایت دی گئی کہ رات کو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ اقدس کا گھیراؤ کر لیں اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو جائیں تو حملہ کر کے (خاکم بدہن) ختم کر دیں ادھر ان میں یہ طے ہوا ادھر اللہ تعالیٰ نے جناب جبریل علیہ السلام کو بھیج کر ان کافروں کے عزائم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کرا دیا حکم الٰہی ہوا کہ آپ رات کو اپنے بستر پر آرام نہ کریں چنانچہ رات کو سب لوگ کاشانہ نبوی کے آس پاس جمع ہونے شروع ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ کب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آرام فرما ہوں اور ہم اپنا کام کر گزریں۔ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ آ گئے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر اپنی یمانی چادر عنایت فرما کر یہ کہا آج رات تم میرے بستر پر آرام کرو اور یہ چادر اوڑھ لو اور ان کافروں کی کوئی فکر نہ کرو یہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر نبوی پر سو گئے۔ ابوجہل اس وقت کاشانہ نبوی کے دروازہ پر کھڑا اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا اور مذاق اڑا رہا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کہتے ہیں اگر تم میری متابعت کو اختیار کر لو میرے احکام پر عمل کرو تو عرب و عجم کے حکمران بن جاؤ گے۔ دوسری بات وہ یہ کہتے ہیں کل (روز قیامت) جب اپنی قبروں سے اٹھو گے تو جنت تمہاری ابدی قیامگاہ بنے گی۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا اور میرا حکم نہ مانا تو قیامت میں تم آتش دوزخ اور عذاب میں مبتلا ہو گے ابوجہل یہ باتیں کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے اور ابوجہل کی خرافات کے جواب میں فرمایا" ہاں! میں وہی ہوں جو یہ کہتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہوں اور تو انہیں میں سے ہے کہ کل (آئندہ) غزوہ بدر میں تجھے بکری کی طرح ذبح کیا جائے گا اور گردن اتاری جائے گی اور جب تو قبر سے اٹھے گا تو تجھے دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا" یہ فرما کر آپ

نے سورہ یٰسین کی ابتدائی آیت فا غشینا ھم فھم لا یبصرون تک تلاوت فرمائیں اور ان کافروں کی طرف خاک پھینک دی اور وہاں سے روانہ ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو اندھا کر دیا اور وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو جاتے ہوئے نہ دیکھ سکے تھوڑی دیر کے بعد ان کافروں کے پاس قریش کے ایک شخص نے آکر دریافت کیا تم لوگ یہاں کس لئے کھڑے ہو؟ تو ان لوگوں نے کہا یہ انتظار کر رہے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سو جائیں تو ہم ان کو ختم کریں تو اس شخص نے کہا تم اندھے ہو گئے تھے وہ تو تم پر خاک ڈال کر چلے گئے یہ سن کر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دیکھا تو اپنے چہروں کو خاک آلود پایا لیکن یقین نہ آیا کاشانہ نبوی میں جھانکا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی یمانی چادر اوڑھے منہ ڈھانپے سو رہے ہیں تو شک میں پڑ گئے بعض نے کہا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں بڑھو تاکہ انہیں ختم کر دیں بعض نے کہا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں اور کسی کو شک میں قتل کرنا درست نہیں رات اسی تردد میں گزری صبح کو دیکھا کہ حضرت علی بستر سے اٹھ رہے ہیں تو کف افسوس ملتے ہوئے کہنے لگے اس شخص نے درست کہا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہی تھے جو رات ہمارے سامنے سے گزرے اور ہم نے انہیں نہیں دیکھا۔ "سورہ انفال" کی وہ آیت جو کفار مکہ کے کردار کی نشاندھی کے لیے نازل ہوئی اس کا ترجمہ یہ ہے " اور یاد کیجئے۔ (اے محبوب) جب یہ کافر آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں شہید کر دیں یا جلا وطن کر دیں وہ اپنے مکر میں مبتلا تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تعالیٰ بہترین خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے اور دوسری آیات جس کا تذکرہ ماسبق ہوا اس کا ترجمہ یہ ہے "کیا منکرین کہتے ہیں یہ شاعر ہیں ہمیں ان پر روزگار حوادث کا انتظار ہے آپ ان کافروں سے فرما دیں تم انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں (طور آیتہ ۳۰ ۔ ۳۱)

واقعہ ہجرت کی تفصیلات

مصنف کہتے ہیں کہ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی اجازت چاہی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دی اور توقف کرنے کا حکم دیا تو جناب صدیق اکبر حکم ثانی کے منتظر رہے البتہ سفر کی تیاریاں مکمل کر لیں۔ دو تندرست و توانا اونٹ خرید لئے تھے روزانہ ان کی نگہداشت کرتے اور اس بات کے منتظر تھے کہ بارگاہ نبوی سے کب حکم ہجرت ملتا ہے

واقعہ ہجرت حضرت عائشہ کی زبانی

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ روزانہ صبح و شام ہمارے گھر تشریف لاتے تھے جس دن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کافروں کی سازش کا علم ہوا اور ہجرت کی اجازت ملی تو دوپہر کی تپتی دھوپ میں تشریف لائے اس وقت بابا جاں تخت پر بیٹھے تھے وہ آپ کی تشریف آوری پر اٹھے اور اپنی جگہ بٹھایا سیدہ عائشہ فرماتیں ہیں اس وقت گھر میں بابا جان کے ساتھ ہم دو بہنوں یعنی میرے اور اسماء کے علاوہ اور کوئی نہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر بابا جان سے فرمایا اگر گھر میں کوئی ہو تو اس کو باہر بھیج دو ایک اہم اور راز کی بات کرنی ہے بابا جان نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان! ان دو بیٹیوں کے سوا گھر میں اور کوئی نہیں ہے۔ آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں فرمائیں تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کریم نے ہجرت کی اجازت دے دی ہے حکم ربی یہ ہے کہ آج مکے سے روانگی ہو جائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بعد از اشتیاق دریافت کیا میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! یہ خوشخبری سن کر میرے والد رونے لگے سیدہ عائشہ فرمایا کرتی تھیں مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ فرط مسرت میں بھی آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے ہیں جب میں نے بابا جان کو دیکھا تو مجھے یہ بات معلوم ہوئی سیدہ فرماتیں تھیں اس وقت بابا جان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم نے اس سفر کے لئے دو تندرست و توانا اونٹ مدت سے خرید کر رکھے ہیں اور ان کی اچھی طرح دیکھ بھال بھی کی ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بہتر ہے پھر ہمارے پاس ایک معتمد و معتبر جمال (ساربان) ہونا چاہئے تاکہ وہ راستہ میں مددگار ثابت ہو چنانچہ ساربان مقرر کر کے اس کو ہدایت کی گئی کہ جب اس کو کہا جائے تو وہ اونٹوں کو لے کر مکہ سے باہر مقررہ جگہ پر آ جائے ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بارے میں سوائے حضرت ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفر میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہونا تھا لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تم مکہ میں رکو اور وہ امانتیں جو اہل مکہ نے میرے پاس امانت رکھی ہیں انہیں مالکوں کو واپس کر دینا یاد رہے کہ مکہ کے لوگ مخالفت و معاندت کے باوجود اپنی امانتیں کمال اعتماد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھتے تھے۔ ان تمام انتظامات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک غیر معروف راستہ پر مکہ سے

روانہ ہوئے اور مکہ کے قریب ایک "پہاڑ ثور" کی غار میں قیام کیا۔ روانگی سے قبل حضرت ابوبکر نے اپنے صاحبزادے کو ہدایات دیں اور ان سے فرمایا تھا تم قریش کے لوگوں سے ملتے رہتے ہو لہٰذا یہ جائزہ لیناکہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے عدم موجودگی کے بارے میں کیا تدبیریں کر رہے ہیں اور انکا آئندہ کیا پروگرام ہے اور اس کی اطلاع ہمیں رات کو غار ثور پر آ کر دینا۔ اس کے علاوہ اپنی بکریوں کے گلے کے چرواہوں کو حکم دیا تھا کہ وہ رات کو غار پر بکریاں لے کر آئیں تاکہ بکریوں کے دودھ سے استفادہ کیا جائے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت اسماء سے فرمایا تھا وہ روزانہ کھانا تیار کر کے رات کو ہمارے پاس بھیجا کریں۔

حضور نبی کریم غار ثور میں

جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام غار ثور پر آئے تو حضرت ابو بکر نے عرض کیا آپ باہر ہی ٹھہریں میں غار میں جا کر دیکھتا ہوں کوئی مضرت رساں چیز وہاں نہ ہو چنانچہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار کو دیکھا اور اس کو محفوظ پا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر بلایا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام غار میں تشریف لے آئے یہ دونوں حضرات یہاں تین دن مقیم رہے ادھر جب قریش کو یہ معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے جا چکے ہیں تو انہوں نے ہر طرف لوگوں کو راستہ روکنے کے لئے روانہ کیا اور مکہ میں یہ اعلان کروا دیا گیا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکڑ کر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے ۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے جب بابا جان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے اس کے بعد ابوجہل قریش کی ایک جماعت کے ساتھ ہمارے گھر آیا اور بابا جان کے بارے میں معلوم کیا تو میں نے کہا ہمیں معلوم نہیں تو اس نے میرے منہ پر زور سے طمانچہ مارا یہ طمانچہ اتنا زور دار تھا کہ میرے کانوں کی بالی گر گئی۔ جب ان حضرات کو مکہ سے گئے ہوئے تین دن گزر گئے تو لوگ اکٹھے ہوئے اور چاروں طرف لوگوں کو ان حضرات کو روکنے اور پکڑنے کے لئے روانہ کیا لیکن کوئی بھی کامیاب نہ ہوا۔ تین دن غار ثور میں قیام کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا روانگی کے لئے یہ وقت مناسب ہے چنانچہ جناب ابوبکر صدیق نے اونٹوں کو غار پر طلب کیا اور ان دونوں میں بہتر اونٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اس پر تشریف رکھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکر تم جانتے ہو میں

اپنے اونٹ کے علاوہ دوسرے کے اونٹ پر سواری نہیں کرتا حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ ہی کا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا نہیں! بلکہ تم نے جتنے میں خریدا ہے وہ قیمت مجھ سے لے لو اور میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ جناب ابوبکر صدیق نے قیمت بتائی اور اونٹ فروخت کر دیا اور اپنے غلام جناب عامر بن فہیرہ کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ اس اونٹ پر بٹھلایا تاکہ راستہ میں وہ آپ کی خدمت کر سکے اس کے بعد مدینہ کی جانب روانہ ہوئے

جناب اسماء کا لقب ذات النطاقین

جناب اسماء نے بیان کیا ہے میں نے کھانا تیار کیا تھا لیکن جلدی کی وجہ سے اونٹ پر باندھنے کے لئے کوئی باندھنے والی چیز نہیں رکھی تھی باندھتے وقت مجھے اس کا خیال آیا کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی تو میں نے اپنی کمر کے پٹکے کو درمیان سے نصف کر کے اس سے ناشتہ دان کو باندھا۔ اسی سبب سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو "ذات النطاقین" کہا جاتا ہے۔ حضرت اسماء فرماتی تھیں غار سے روانگی کے بعد تین دن تک ہمیں ان کی کوئی اطلاع نہیں ملی ہمیں تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کدھر گئے اور کہاں جانے کا ارادہ تھا تیسرے دن میں نے زیریں مکہ سے کسی کہنے والے کی آواز سنی لیکن کہنے والا کوئی نظر نہ آیا۔ وہ شخص یہ دو شعر پڑھ رہا تھا

جَزَى اللهُ رَبُّ النَّاسِ[1] خَيْرَ جَزَائِهِ
رَفِيقَيْنِ حَلَّا خَيْمَتَيْ أُمِّ مَعْبَدِ
هُمَا نَزَلَا بِالْبَرِّ[2] ثُمَّ تَرَوَّحَا
فَأَفْلَحَ مَنْ أَمْسَىٰ رَفِيقَ مُحَمَّدِ
لِيَهْنِ بَنِي كَعْبٍ مَكَانُ فَتَاتِهِمْ
وَمَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِينَ بِمَرْصَدِ

سیدہ اسماء کا بیان یہ ہے کہ جب میں نے یہ آواز سنی تو مجھے یہ یقین ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی جانب تشریف لے گئے ہیں مذکورہ بالا اشعار کا ترجمہ یہ ہے "حق تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہترین جزا عطا فرمائے جو ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور ام معبد کے خیمہ میں مقیم ہو کر عازم مدینہ ہوئے ہیں۔

ام معبد کا تعارف

ان کا تعلق قبیلہ بنو کعب سے تھا مدینہ منورہ کے راستہ میں رہنے کے لئے جگہ بنائی تھی بکریاں ذریعہ معاش تھیں جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام ام عبد کے خیمے میں مقیم تھے اس وقت وہاں ایک بکری بندھی تھی جس کے تھن خشک ہو چکے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان پر دست مبارک پھیرا تو وہ دودھ سے بھر گئے ام معبد اس معجزہ کو دیکھ کر مسلمان ہو گئی تھیں۔

حضرت اسماء اور جناب ابو قحافہ کی گفتگو

سیدہ اسماء بیان کرتی ہیں روانگی کے وقت بابا جان (جناب ابو بکر) کے پاس چھ ہزار درہم تھے وہ سب اپنے ساتھ لے گئے تھے ان کے جانے کے بعد ہمارے دادا جناب ابو قحافہ تشریف لائے اور انہوں نے کہا بچو تمہارے والد چلے گئے اور رقم بھی اپنے ساتھ لے گئے اور تمہیں روٹی پانی کے لئے محتاج چھوڑ گئے جناب اسماء فرماتی ہیں میں نے دادا جان کو خوش کرنے کے لیے کہہ دیا۔ ایسا نہیں ہے وہ ہماری ضرورت کے مطابق رقم چھوڑ گئے ہیں اس وقت میں نے ایک پتھر لیا اس پر کپڑا ڈال کر دادا جان کا ہاتھ اس پر رکھا کر کہا یہ چاندی ہے جو ابا جان ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں چونکہ دادا جان (حضرت ابو قحافہ) کی طویل العمری کی وجہ سے نظر کمزور ہو گئی تھی (وہ اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے) جناب اسماء فرماتی ہیں میری بات سن کر اور اس پتھر پر ہاتھ رکھنے سے انہیں تسلی ہو گئی کہنے لگے اگر اتنا کچھ تمہارے پاس ہے تو فکر کی بات نہیں ہے حالانکہ بابا جان ہمارے لئے کچھ بھی چھوڑ کر نہ گئے تھے

جناب سراقہ کی آپ بیتی

جناب سراقہ بیان کرتے ہیں جب میں نے کفار قریش کا اعلان سنا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ واپس لانے والے کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے میں اس وقت اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اسی وقت ایک شخص نے آکر کہا میں نے تین سواروں کو مدینہ کی جانب جاتے دیکھا ہے تو میں نے اس شخص کو چشم و ابرو کے اشارہ سے منع کیا کہ وہ تفصیلات میں رہ جائے تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے اور میں جا کر انہیں واپس لے آؤں چنانچہ اسی وقت میں وہاں سے اٹھا گھوڑے پر زین کسوائی سفر کی تیاری کی ہتھیار باندھے اور سو اونٹوں کے لالچ میں روانہ ہو گیا۔ جناب سراقہ فرماتے تھے عرب کے لوگوں کا معمول یہ تھا کہ جب وہ کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتے یا سفر پر روانہ ہوتے تو پیالہ سے فال لیتے اگر پیالہ سیدھا گرتا تو وہ کام کرتے

یا سفر پر جاتے اور اگر پیالہ ٹیڑھا گرتا تو اس سے باز آ جاتے یہ پیالہ ایک قسم کا قرعہ ہوتا تھا جناب سراقہ کہتے ہیں میں نے تین مرتبہ پیالے کو ڈالا اور وہ ہر مرتبہ ٹیڑھا ہی گرا لیکن سو اونٹوں کے لالچ کی وجہ سے میرے لئے سفر سے باز رہنا ناممکن ہو گیا اور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے گرا دیا۔ میں زمین سے اٹھتے ہوئے سوچنے لگا یہ کیا ہو رہا ہے میرا گھوڑا تو ایسا نہیں کرتا۔ میں واپسی کے بارے میں سوچنے لگا لیکن سو اونٹ کا لالچ پھر غالب آیا اور میں گھوڑے پر سوار ہو کر مزید آگے بڑھا ابھی تھوڑی مسافت طے کی تھی کہ گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی تو پھر میں نے واپسی کا خیال کیا لیکن پھر لالچ نے گھیر لیا اور میں پھر سوار ہو کر آگے بڑھا تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاؤں جب میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے دیکھا تو آپ تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور اس مرتبہ اس کے پیر گھٹنے تک زمین میں دھنس گئے اور میں گر پڑا اب میں زمین سے اٹھتے ہوئے سوچنے لگا کہ اتنی پریشانی اٹھا کر تو یہاں تک آیا اور ان کے قریب پہنچ گیا ہوں تو اب کس طرح واپس جاؤں لہٰذا میں نے کوشش کر کے گھوڑے کو زمین سے نکالا اور گھوڑے پر بیٹھ کر روانہ ہوا لیکن جیسے ہی میں روانہ ہوا تو میں نے اپنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ابر کا ایک ٹکڑا دیکھا جس سے چنگاریاں نکل رہی تھیں جتنا جتنا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتا جاتا تھا وہ ابر میرے قریب آتا جا رہا تھا۔ اب مجھے یہ یقین ہو رہا تھا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکوں گا اور اگر میں مزید آگے بڑھا تو آگ مجھے جلا ڈالے گی۔ لہٰذا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سراقہ بن مالک ہوں میں آپ کو مکہ واپس لے جانے کے لئے آیا تھا اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں ایسا نہ کر سکوں گا آپ مجھے امان دیں تاکہ میں آپ سے کچھ باتیں کروں میں عہد و پیماں کرتا ہوں کہ کسی سے یہ نہ کہوں گا کہ میں نے آپ کو مدینہ کے راستہ میں دیکھا ہے

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوبکر سے فرمایا دیکھو یہ کیا کہتا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے معلوم کیا بتا تو کیا کہتا ہے؟ جناب سراقہ کہتے ہیں میں نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب میں کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بہت بلندیوں تک جائے گا اور میری خواہش یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ایک امان نامہ دے دیں تاکہ وہ میرے اور ان کے درمیان پہچان اور سبب انعام بنے اور وقت پڑنے پر میرے کام آئے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان

کے مطابق امان نامہ تحریر کر کے مجھے عنایت فرمایا میں نے اس کو لے کر حفاظت سے رکھ لیا اور خاموشی کے ساتھ اپنے گھر واپس آ گیا وہ میرے پاس محفوظ تھا جب مکہ فتح ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین و طائف سے واپس آئے اور جعرانہ میں آپ کا قیام تھا تو میں بارگاہ نبوی میں حاضری کا ارادہ کر کے جعرانہ حاضر ہوا یہاں آ کر میں نے دیکھا کہ بہت بڑی تعداد میں اسلام کا لشکر موجود ہے میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہونے کے لئے ادھر ادھر گھوم رہا تھا کہ اسلامی لشکر کے نگرانوں نے مجھے دیکھ لیا اور مجھے زجر و توبیخ کرنے لگے اور کہا دور ہو کہاں جاتا ہے اس وقت میں نے وہ "امان نامہ" نکالا اور بلند آواز سے پکارا یا رسول اللہ! میں سراقہ ابن مالک ہوں اور یہ وہ امان نامہ ہے جو آپ نے مجھے عطا فرمایا تھا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا "آج ایفائے وعدہ اور نیکی کا دن ہے اس کو آنے دو"۔ جب آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے فرمایا اب کہو کیا کہنا چاہتے ہو! میں نے آپ کے قریب ہو کر اسلام قبول کیا میں یہ چاہتا تھا کہ آپ سے کوئی نفع بخش بات دریافت کروں لیکن مجھے اس وقت کچھ بھی یاد نہ آیا اور خالی ذہن رہا جب کچھ ذہن میں نہ آیا تو میں نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس اونٹ بہت ہیں جب ان کو پانی پلانے کے لئے حوض کو بھرتا ہوں تو دوسروں کے اونٹ حوض پر آ جاتے ہیں اور پانی پینے لگتے ہیں مجھے انہیں پانی پلانے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ میرے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **"فی کل ذات کبد حری اجر"** جس جاندار پیاسے کو پانی پلاؤ گے اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے گا اس کے بعد میں اجازت لے کر اپنے گھر واپس آ گیا۔ لیکن ہر سال اپنے جانوروں اور املاک کی زکوۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ بھجواتا رہا۔

واقعہ ہجرت کی بقیہ تفصیلات!

جونہی کہ اہل مدینہ کو یہ اطلاع ملی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور مدینہ پہنچنے والے ہیں تو اہل مدینہ نماز فجر کے بعد مکہ سے آنے والے راستہ پر آ کر بیٹھ جاتے جب دھوپ تیز ہو جاتی اور مکہ سے آنے والا کوئی نہ ملتا تو مایوس ہو کر واپس اپنے گھروں کو لوٹ جاتے جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچنے والے تھے اہل مدینہ معمول کے مطابق راستہ پر آ کر بیٹھے تھے اور دھوپ تیز ہونے پر اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے لیکن جیسے ہی یہ اپنے گھروں تک پہنچے تھے کہ ایک شخص نے جو آبادی سے باہر آیا تھا اس نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا تو آپ کو پہچان کر بھاگتا ہوا آبادی میں پہنچا اور

با آواز بلند اعلان کیا مدینہ والو تمہارے لئے خوشخبری اور بشارت ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ یہ آواز سنتے ہی اہل مدینہ استقبال کے لئے نکل آئے اور آپ کے استقبال کے لئے آئے انہوں نے قریب آکر دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے ہیں اور جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے قریب بیٹھے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شکل و شباہت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ملتے جلتے تھے اور تمام اہل مدینہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دیدار سے مشرف نہ ہوئے تھے جب تھوڑی دیر ہوئی اور درخت کا سایہ دوسری جانب ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر چادر سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا تو لوگوں کو یہ اندازہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات کون سی ہے یہاں سے استقبال کے بعد روانہ ہو کر مدینہ کی حدود سے باہر "قباء" کے مقام پر تشریف لا کر جناب کلثوم بن ہدم اور بقول بعض سعد بن خیثمہ کے گھر تشریف لا کر قیام فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مکہ سے ہجرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمانے کے بعد تین دن تک حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ میں لوگوں کی امانتیں واپس کرنے میں مشغول رہے اس ذمہ داری سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے اور ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں قیام پذیر تھے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ بھی قبا میں پہنچ گئے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دو شنبہ کے دن "قبا" تشریف لائے تھے اور پنج شنبہ تک آپ نے یہاں قیام فرمایا اور ان چند روز میں وہ مسجد (قبا) جو آج تک موجود ہے مرجع خلائق ہے تعمیر کی گئی جمعہ کے دن وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ کے قریب تشریف لا کر (تاریخ اسلام کی پہلی) نماز جمعہ ادا فرمائی یہ نماز نہر کے کنارے بیرون مدینہ ادا فرمائی (واللہ ھو متمم الامور)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آنے کے لئے اٹھے تو بنو سالم کے معزز سردار عتبان بن مالک عباس بن عبادہ وغیرہ حاضر خدمت ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمارے یہاں قیام فرمائیں مال و دولت آپ کے قدموں پر نثار اور لشکر کی

ضرورت ہو تو ہم لشکر مرتب کریں گے اور شب و روز آپ کی خدمت میں حاضر رہیں گے اور آپ کی خدمت کے سلسلہ میں تمام شرائط کو پورا کریں گے ان کی درخواست پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی کی لگام کو چھوڑ دو اس کو جہاں جانا ہے اس کے بارے میں اس کو بتا دیا گیا ہے جب بنو سالم کے سرداروں نے اونٹنی کی لگام کو چھوڑا تو بنو بیاضہ کے سردار زیاد بن لبید۔ فروہ بن عمرو وغیرہ آگئے اور انہوں نے بھی آکر اونٹنی کی مہار کو پکڑا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمارے ساتھ قیام فرمائیں آپ کی معاونت کے لئے لشکر ترتیب دیں گے مال و اسباب مہیا کریں گے شب و روز آپ کی خدمت میں حاضر رہیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی یہی فرمایا کہ اونٹنی کو آزاد چھوڑ دیا جائے اس کو جہاں جانا ہے اس کے بارے میں حکم دے دیا گیا ہے۔ ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ بنو ساعدہ کے سردار جناب سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو نے آکر دوسروں کی طرح اپنی معاونت و متابعت کا اظہار کیا اور ہمدردی کا یقین دلایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی وہی ارشاد فرمایا جو اس سے پہلے لوگوں سے کہا تھا اس کے بعد قبیلہ خزرج کے سردار حضرات سعد بن ربیع۔ خارجہ بن زید اور عبداللہ بن رواحہ آئے انہوں نے بھی اپنے جذبات عقیدت کا اظہار کیا تو انہیں حسب سابق جواب ملا ان کے بعد بنو نجار کے سرداروں اور دوسرے قبائل کے سربرآوردہ لوگوں نے آکر اظہار نیاز مندی کیا اور معاونت کا یقین دلایا ان سب کو وہی جواب ملا جو ابتدا میں دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان تک تشریف لائے تو اونٹنی نے اپنے گھٹنے زمین پر ٹکائے اور بیٹھ گئی یہ محسوس کرکے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی سواری سے نہیں اترے پھر اٹھی چند قدم چل کر پھر واپس ہوئی اور اسی جگہ جہاں سے اٹھی تھی پھر آکر بیٹھ گئی پیر پھیلا دیئے اور آنکھیں بند کرلیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ایوب انصاری کو میزبانی کے شرف سے سرفراز فرمایا۔ بعد میں آپ نے دریافت کیا کہ اونٹنی جہاں بیٹھی تھی وہ قطعہ اراضی کس کا ہے تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ جگہ بنو نجار کے دو یتیموں کی ہے جو فلاں جگہ رہتے ہیں چنانچہ ان کو بلایا گیا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے وہ قطعہ اراضی ان سے خرید لیا اور اس قطعہ اراضی کے ایک حصہ پر مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی اور مسجد سے متصل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے لئے حجرے تعمیر ہوئے اس تعمیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان حجروں میں قیام پذیر ہوئے

مسجد نبوی کی تعمیر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو خود آپ بنفس نفیس وہاں تشریف لائے اور تعمیر میں حصہ لیتے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو تعمیری کاموں میں مشغول دیکھ کر مہاجر و انصار ذوق و شوق سے شریک ہو جاتے اور اس وقت ان کی زبان پر یہ رجزیہ اشعار ہوتے

لئن قعدنا والنبی یعمل　　لذاک منا العمل المضلل

لا عیش الا عیش الاخرہ　　اللھم ارحم الانصار والمھاجرہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار و مہاجرین کے حق میں مذکورہ شعر سے ملتے جلتے الفاظ میں دعا فرماتے

لا عیش الا عیش الاخرہ اللھم ارحم المھاجرین والا نصار

جناب عمار بن یاسر کے بارے میں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران ایک دن جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تعمیر کے لئے اینٹیں اٹھا رہے تھے دوستوں نے ان پر زیادہ اینٹیں لاد دیں تو وہ مسکراتے ہوئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے فریاد کرنے لگے یا رسول اللہ! انہوں نے مجھے مار ڈالا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر اس کو سہلا دیا پھر ان کے سر اور چہرے سے گرد کو صاف کر کے یہ فرمایا " یہ وہ لوگ نہیں جو تمہیں قتل کریں بلکہ تمہیں باغیوں کی ایک جماعت قتل کرے گی۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق واقع ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت (یہ حضرت علی کے ساتھیوں میں سے تھے) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں اموی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے اور یہ معجزہائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک معجزہ تھا جس کا ظہور حضرت عمار بن یاسر کے سلسلہ میں ہوا۔

اسی دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ایک اور اعزاز سے نوازا اور اسی دن ان کے بارے میں فرمایا "ان عمارا جلدۃ مابین عینی وانفی "یعنی عمار میری دونوں آنکھیں ہے اس جملہ کو ارشاد فرمانے کی وجہ یہ ہوئی کہ اس دن مسجد میں تعمیری کام کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کام میں مشغول تھے اور یہ رجزیہ اشعار ان کی زبان پر تھے

لا یستوی من یعمر الساجدا　　یداب فیہ قائما و قاعدا　　ومن یری عن الغبار حائدا

جو لوگ مسجد کی تعمیر میں حصہ نہیں لیتے نہ محنت و مشقت کرتے ہیں نہ خاک آلود ہوتے وہ ان کی برابر کس طرح ہو سکتے ہیں جو مسجد کی تعمیر میں حصہ لے کر محنت و مشقت برداشت کرتے اور خاک آلود ہوتے ہیں۔ جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کی زبان سے یہ رجز سن کر خود بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ صحابہ میں کوئی صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور وہ مٹی اور دھول کی وجہ سے تعمیر کاموں میں حصہ نہیں لے رہے تھے انہوں نے جب یہ رجزیہ اشعار جناب عمار کو مسلسل پڑھتے سنا تو یہ سمجھے کہ یہ میرے اوپر طنز ہے انہیں غصہ آگیا ان کے ہاتھ میں عصاء (لاٹھی) تھا انہوں نے غصہ میں کہا عمار! خاموش ہو جاؤ ورنہ اس سے تمہیں ماروں گا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان صحابی کی زبان سے یہ جملہ سنا تو وہ جملہ ادا فرمایا جس کا ذکر سابقہ سطور میں گزرا یعنی عمار میری آنکھوں کی طرح ہے اور کسی کی ہمت نہیں کہ ان کو مار سکے اور تاریخ اسلام میں جناب عمار بن یاسر وہ شخصیت ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں قیام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابو ایوب انصاری کے یہاں اس وقت تک قیام کیا جب تک کہ مسجد نبوی اور حجرہائے نبوی زیر تعمیر رہے جب تعمیر مکمل ہو گئی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام ان کے گھر سے حجرہ میں منتقل ہو گئے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے مکاں کے زیریں حصہ میں قیام فرمایا۔ میرے گھر والے مکان کے بالائی حصہ میں مقیم تھے ایک دن میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ ہم تو اوپر کے مکاں میں رہیں اور آپ زیریں حصہ میں لیکن میری درخواست پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ ہمارے پاس صحابہ کرام کی آمدورفت رہتی ہے لہذا میری اور ان کی سہولت کے لئے زیریں حصہ ہی مناسب ہے چنانچہ میں خاموش ہو گیا لیکن اپنی بیوی اور بچوں کو سختی سے یہ ہدایت کر دی کہ وہ بلند آواز سے نہ بولیں اور چھت پر آہستہ چلیں تاکہ چھت سے کوئی چیز پانی وغیرہ نیچے نہ گرے۔ اتفاق سے ایک دن چھت پر پانی کا گھڑا یا مٹکا ٹوٹ گیا اور یہ خدشہ ہوا کہ یہ پانی نیچے ٹپکے گا۔ لہذا پانی کو خشک کرنے کے لئے ہم نے وہ کمبل ڈال دیا جو دن میں بستر کا کام دیتا اور رات کو اوڑھنے کے کام میں آتا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے روزانہ

کھانا میرے گھر سے آتا تھا جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کھانا کھا لیتے تو بچا ہوا میں اور گھر والے انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ تبرک سمجھ کر کھاتے۔ ایک دن جو سالن پکایا گیا اس میں پیاز پڑی ہوئی تھی اس سالن کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ہاتھ نہ لگایا۔ مجھے تکلیف ہوئی اور یہ سوچنے لگا شاید آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے ناراض ہو گئے جس کی وجہ سے سالن کو ہاتھ نہ لگایا فرط جذبات میں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کیا بات ہے آج آپ نے سالن کو ہاتھ نہ لگایا ہم تو روزانہ تبرک کے طور پر آپ کا پس خوردہ کھاتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سالن میں پیاز تھی میرے پاس جبریل علیہ الصلوۃ والسلام آتے ہیں لہذا اس کی بدبو کی وجہ سے میں نے یہ سالن نہیں کھایا تم کھاؤ تمہارے لئے کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ ہم نے اس سالن کو استعمال کر لیا اور آئندہ سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے جو سالن پکایا جاتا اس میں لہسن اور پیاز کو نہ ڈالا جاتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری ماہ ربیع الاول میں ہوئی اور آپ کا قیام ابو ایوب انصاری کے یہاں آئندہ صفر گیارہ ماہ تک رہا۔ اس مدت میں مسجد نبوی اور حجرے تعمیر ہو گئے انصار کے قبائل اور اہل مدینہ ماسوائے چند گروہوں کے مشرف بہ اسلام ہو گئے مدینہ طیبہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے سامنے تقریر فرمائی جس کو سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے

میثاق مدینہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجر و انصار کے درمیان ایک معاہدہ کرایا اور ان دونوں کے قومی تشخص کو برقرار رکھا اور اس سلسلہ میں اقوام اور قبائل کے سرداروں کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ اس کے علاوہ حوالی مدینہ کے یہود کے ساتھ اس شرط پر صلح فرمائی کہ اگر کوئی لشکر کفار مقابلہ پر آئے گا تو وہ اسلام اور مسلمانوں کی مدد کریں گے اس سلسلہ میں جو عہد نامہ لکھا گیا وہ ان الفاظ میں منقول ہے

انصار و مہاجرین کے درمیان سلسلہ مواخات

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب رقمطراز ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصار و مہاجرین صحابہ کے معزز و ممتاز افراد کو بلایا اور ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ اس کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ

عنہ کے ہاتھ پر دست مبارک رکھ کر فرمایا یہ میرے بھائی ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو کائنات کی افضل ترین ذات ہیں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز عطا فرمایا۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب جو شیر خدائے ذوالجلال اور عم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے آزاد کردہ جناب زید بن حارثہ کے ساتھ ان کا سلسلہ مواخاۃ استوار کیا گیا جناب جعفر بن ابی طالب کا جناب معاذ بن جبل کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق کا جناب خارجہ بن زہیر کے ساتھ حضرت عمر کا جناب عتبان بن مالک کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا جناب سعد بن معاذ کے ساتھ۔ جناب زبیر بن العوام کا مسلم بن سلام کے ساتھ حضرت عثمان بن عفّان کا جناب اوس بن ثابت کے ساتھ۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ کا جناب کعب بن مالک کے ساتھ حضرت سعد بن زید کا جناب ابی بن کعب کے ساتھ۔ حضرت مصعب بن عمیر کا جناب ابو ایوب انصاری کے ساتھ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ کا جناب عباد بن بشر کے ساتھ۔ حضرت عمار بن یاسر کا جناب حذیفہ الیمان کے ساتھ۔ حضرت ابوذر غفاری کا جناب منذر بن عمرو کے ساتھ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا جناب عویم بن ساعدہ کے ساتھ حضرت سلیمان فارسی کا جناب ابوالدرداء کے ساتھ اور حضرت بلال حبشی کا عبداللہ بن عبدالرحمان خثعمی رضی اللہ عنہم کے ساتھ رشتہائے اخوت استوار کئے گئے۔

یہ وہ بیس اشخاص تھے جن کا تعلق مہاجرین و انصار سے تھا جن کے درمیان مواخاۃ ہوئی (اللہ تعالیٰ ان کے برکات سے حصہ عطا فرمائے)

نقیب اسلام جناب اسعد بن زرارہ کی وفات

جس دن انصار و مہاجرین میں مواخاۃ ہوئی اسی دن جناب اسعد بن زرارہ نے جو بیعت عقبہ میں موجود تھے اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیب مقرر فرمایا تھا داعی اجل کو لبیک کہا تو لوگوں نے آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے نقیب جناب اسعد بن زرارہ نے آج انتقال فرمایا ہے آپ ہمارے لئے کوئی اور نقیب مقرر فرمائیں ان کی درخواست پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اب تمہارا نقیب میں ہوں۔ یہ سن کر بنو نجار کے لوگ جو خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تھے اس اعزاز پر فخر کرتے ہوئے واپس ہو گئے

اعلان نماز کے لئے اذان

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب لکھتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان مدینہ منورہ میں اطمینان کے ساتھ سکونت پذیر ہو گئے اور اسلامی معاشرہ بشمول مہاجر و انصار مستحکم ہو گیا اور پنجگانہ نماز با جماعت پابندی سے ادا کی جانے لگی زکوۃ کے احکام نافذ ہوئے اور زکوۃ ادا کی جانے لگی حلال و حرام کے بارے میں تفصیلات نازل ہوئیں شرعی حدود نافذ ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر پر غور فرمایا نماز باجماعت کے اعلان کا کوئی طریقہ اختیار کیا جائے

اس زمانہ میں یہودی اپنی عبادت کے اعلان کے لئے نقارہ بجاتے اور نصرانی ناقوس کا استعمال کرتے تھے لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نقارہ نہیں بجایا جا سکتا ہے کیونکہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے اور نہ ناقوس بجایا جا سکتا ہے کیونکہ یہ نصرانیوں کی علامت ہے ابھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سوچ بچار میں تھے کہ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ انصاری حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ میں رات ایک خواب دیکھا ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا سناؤ کیا خواب دیکھا ہے انہوں نے کہا کہ ایک شخص سبز لباس میں ملبوس میرے سامنے آیا جس کے ہاتھ میں ناقوس تھا میں نے اس سے کہا اس ناقوس کو فروخت کرتے ہو؟ اس نے مجھ سے معلوم کیا تم اس ناقوس کا کیا کرو گے؟ میں نے جواب دیا کہ نماز کے اعلان کے لئے استعمال کریں گے تو اس نے مجھ سے کہا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ سکھاؤں جو نماز کے اعلان کے لئے استعمال کرو میں نے کہا وہ کیا ہے؟ تو اس نے مجھے اذان کے کلمات سکھائے۔ جناب عبداللہ بن زید بن ثعلبہ انصاری کہ اس خواب کو سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہارا خواب درست ہے اور نماز کے اعلان کے لئے اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد جناب بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اٹھو اور نماز کے لئے اذان پڑھو کیونکہ خوش آواز ہونے کے ساتھ ساتھ تم جہیرالصوت بھی ہو چنانچہ جناب بلال نے اذان پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اذان کی آواز سن کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ اس خدائے ذوالجلال کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا رات میں نے یہی خواب میں دیکھا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے اس خواب کے بارے میں سن کر فرمایا الحمد للہ اب اس میں کوئی شک نہیں رہا

اذان کے سلسلہ میں ایک اور روایت

اس سلسلہ میں ایک روایت ان الفاظ میں مروی ہے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سوچ رہے تھے کہ اعلان نماز کے لئے ناقوس بجانے کی اجازت دیں اسی وقت جناب جبریل امین نازل ہوئے اور عرض کیا کہ اعلان نماز کے لئے ان الفاظ کو استعمال کیا جائے اور ناقوس نہ بجایا جائے کیونکہ اذان اس سے بہتر ہے پھر اذان کے الفاظ سنائے۔ جب نماز کا وقت آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب بلال سے فرمایا کہ وہ اذان پڑھیں چنانچہ جناب بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی تو جناب عمر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنے خواب کے بارے میں عرض کر کے وہی الفاظ اذان سنائے جو جناب جبریل علیہ السلام نے آکر سنائے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نیند سے بیدار ہو کر حاضر ہوا ہوں راستہ میں بلال سے اذان سنی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خواب کو سن کر فرمایا۔ تمہارے آنے سے پہلے ہی وحی الٰہی آچکی ہے

ابو قیس جرمہ بن ابی انس کا واقعہ

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب لکھتے ہیں کہ ابو قیس کا شمار ان افراد میں تھا جنہوں نے اسلام لانے سے قبل جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف نہ لائے تھے اس ناگفتہ بہ دور میں اللہ تعالٰی نے ان کے ضمیر کو بیدار کر دیا تھا۔ انہوں نے بت پرستی اور کافروں کے معمولات کو ترک کر کے زہد و پارسائی کو اپنا لیا تھا۔ ٹاٹ کے کپڑے پہنتے اور لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی انہوں نے ایک عبادت خانہ بنایا تھا اس میں بیٹھتے اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں عرض کرتے میں رب ابراھیم کی عبادت کرتا ہوں " ان کے معمولات ابھی جاری تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جناب ابو قیس نہایت ضعیف العمر تھے اور مشفقانہ گفتگو کیا کرتے تھے اسلام لانے سے قبل اور مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد لوگوں کو اللہ تعالٰی کی عبادت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے نصیحت آمیز اشعار کہتے

(۲۲۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہود کا معاندانہ رویہ

مدینہ کے یہودیوں نے جب یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت پر فائز فرما کر مخلوق کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور لوگ جوق در جوق ان کی دعوت کو قبول کر کے ان کے متبع بن رہے ہیں اور روز بروز متبعین میں اضافہ ہو رہا ہے ان کی عزت۔ رفعت۔ حشمت عروج پر ہے اب یہود کو یہ یقین ہونے لگا کہ ان کا تشخص (ان کی چودھراہٹ) ختم ہونے والی ہے میں اب عرب میں ان کی ساکھ ختم ہو جائے گی اور ان کی بات کوئی قبول نہ کرے گا۔ سیادت و ثقاہت خطرہ میں پڑ جائے گی اور دنیائے عرب میں تو جو کچھ ہو گا ان کی اپنی قوم میں یہودی تقدم و تحکم ملیا میٹ ہو جائے گا۔ ان تخیلات پر حسد کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک اٹھی حالانکہ وہ تورات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پڑھ چکے تھے اور وہ یہ جانتے تھے کہ آپ نبی صادق اور برحق ہیں۔ لیکن یہ یہودی احساس برتری کے زعم میں انکار پر آمادہ ہو گئے مکاریوں میں مبتلا ہو کر تبلیغ اسلام میں رکاوٹیں ڈالنے لگے۔ دشمنی اور عداوت کے سبب تورات میں تحریف کرنے لگے اور جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف مرقوم تھی اس کو چھپانے لگے اور اس میں تزویر و تحریف شروع کر دی اور ان فتنہ پردازیوں نے بعض نو مسلموں کو راہ حق سے بھٹکا کر مرتد کر لیا اور اپنا ہمنوا بنا لیا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی مخالفت و معاندت پر آمادہ کیا نفاق۔ تزویر اور اختلافات کی فضا ہموار کی اور بعض مواقعہ پر برملا اس کا اظہار کرنے لگے۔ یہ لوگ مسلمانوں میں اٹھتے بیٹھتے تھے لیکن خفیہ طور پر اسلام دشمنی میں ریشہ دوانیاں کرتے تھے

منافقین سے یہود کی ساز باز

منافقین نے یہود سے ساز باز کر لی اور علمائے یہود بھی اس اسلام دشمنی میں شریک ہو گئے علماء یہود عملی انداز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے لگے۔ وہ عجیب و غریب سوالات نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کرتے اور یہ کوشش کرتے کہ کس طرح دام تزویر کو پھیلایا جائے تاکہ حق کو باطل کے لباس میں ظاہر کیا جائے اور کسی علمی نکتہ سے استفادہ نہ کرتے ہوئے شریعت اسلامیہ اور اسلام میں رخنہ اندازی کی جا سکے تمام منافق دروغ بافی اور اتہام طرازی میں مشغول رہتے وہ (بزعم خود) راز معلوم کرتے اور

انہیں آشکارا کرتے اور مسلمانوں کو ورغلانے کی کوشش کرتے۔ لیکن منافق اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکے مدینہ کے ساکن ہونے کے سبب اگر وہ کھل کر مخالفت اسلام پر آمادہ ہوتے تو اہل مدینہ کے ساتھ ساتھ ان کی اپنی قوم انہیں ہلاک کر دیتی۔ لیکن یہودی کھل کر اسلام کی مخالفت کرتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ان یہودیوں کو اہل مدینہ کی مخالفت کا خوف اس لئے نہ تھا کہ یہ لوگ مدینہ سے باہر رہتے تھے یہ یہودی زبانی طور پر مخالفت کرتے تھے لیکن مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے مقابلہ کی ہمت نہیں کرتے تھے

مصنف رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان منافقین اور احبار یہود کی تعداد باسٹھ تھی ان کے نام سیرت کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں لیکن ان احبار یہود میں سے صرف دو افراد مشرف بہ اسلام ہوئے وہ جناب عبداللہ بن سلام اور جناب مخیرق تھے باقی کفر و ضلالت پر قائم رہے اور اسی حالت میں ہلاک ہوئے ●

حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام

یہود میں جناب عبداللہ بن سلام زبردست عالم اور نہایت زیرک اور فطین شخص تھے خصوصیت کے ساتھ تورات کے علوم میں زبردست درک رکھتے تھے یہودی تورات کے احکام کے بارے میں انہیں سے استفسار کرتے تھے جناب عبداللہ بن سلام نے تورات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل پر آپ کی نعت و توصیت کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں وہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ظہور اور بعثت کے شدت کے ساتھ منتظر تھے۔ خود حضرت عبداللہ بن سلام اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح نقل کرتے ہیں جب مجھے یہ علم ہوا کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ظاہر ہوئے ہیں اور تبلیغ اسلام کا آغاز کر دیا ہے میں آپ کے بارے میں اپنے معتمد لوگوں سے معلومات حاصل کرتا رہتا اور آپ کی صفات معلوم کرتا رہتا۔ اور اپنی معلومات سے موازنہ کرتا میں آپ کے اعلان نبوت کی تاریخ سے واقف ہو گیا تھا اور مجھے یہ یقین ہو چکا تھا کہ یہ پیغمبر حق اور نبی آخرالزمان ہیں اور یہی وہ ذات ہیں جنکا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں کیا ہے لیکن ان تمام معلومات کا تذکرہ میں نے یہود سے نہیں کیا تھا

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں مقیم ہوئے تو میرے قبیلہ کے ایک شخص نے آ کر مجھے یہ اطلاع دی اور میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور قبا سے واپس آ کر اپنے گھر والوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا لیکن اپنے اور گھر والوں کے مشرف بہ اسلام

ہونے کا اپنے قبیلہ والوں اور دوسرے یہودیوں پر اظہار نہ کیا دوسرے دن میں نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ یہودی بہت جھوٹے ہیں اور میں آپ کی خدمت میں ایک درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بتاؤ کیا بات ہے تو میں نے (جناب عبداللہ بن سلام نے) عرض کیا مجھے یہاں کسی پوشیدہ جگہ بٹھا کر یہودیوں کو بلائیں اور ان سے میرے اسلام لانے کی بابت نہ بتائیں اور ان سے میری بابت معلوم کریں تاکہ یہ میرے علم و فضل کا اعتراف کر لیں اور میری دانشمندی کے معترف ہوں تاکہ جب انہیں میرے اسلام کی اطلاع ملے تو میرے خلاف کہیں اور میرے اوصاف کا انکار کریں تو لوگوں کو پتہ چل جائے گا اور یقین ہو جائے گا کہ یہ جھوٹے ہیں اور ان کی باتیں حسد اور دشمنی پر مبنی ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا مناسب ہے! چنانچہ میں پس پردہ بیٹھ گیا اور یہودیوں کو بلایا گیا ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم میں عبداللہ بن سلام کیسے شخص ہیں؟ تو ان یہودیوں نے کہا **سیدنا و ابن سیدنا' حبرنا و عالمنا** ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے فرزند ہمارے متجر اور عالم ہیں پھر یہ لوگ جناب عبداللہ بن سلام کے بارے میں رُطب اللسان ہوئے جناب عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں جب یہ میری تعریف و توصیف سے فارغ ہوئے تو میں پردہ سے باہر آیا اور ان سے کہا یہودیو! خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ وہ نبی برحق ہیں۔ تم نے تو رات میں ان کی تعریف و توصیف دیکھی ہے اور ان کے حالات سے واقف ہو۔ اس ذات اقدس کی متابعت تمام مخلوق پر واجب ہے۔ اور ان کے دین کی نصرت تمام مخلوق پر فرض اور لازم ہے۔ میں نے یہودی دین سے بیزاری اختیار کر کے اسلام کا اتباع کیا ہے اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں میری زبان سے یہ کلمات سن کر وہ مجھے جھٹلانے لگے اور کہا تو جھوٹا ہے اور تو ہمارے درمیان کذب بیانی میں مشہور ہے اور مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہوئے اور اس قسم کی بہت سی مذموم حرکتیں کرنے لگے آخر میں مجھے گالیاں دیتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے ان کے جانے کے بعد میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اسی لئے انہیں بلانے کے لئے عرض کیا تھا تاکہ آپ کو ان کے جھوٹ اور مکاری کا علم ہو جائے اور حقیقت حال آشکارا ہو جائے (اور اللہ تعالیٰ اسرار سے واقف فرمانے والا ہے)

جناب مخیریق کے اسلام لانے کا واقعہ

جناب مخیریق کا شمار یہود کے تین بزرگ علماء میں ہوتا تھا ان کے پاس کثیر سرمایہ تھا اور کثیر جائیداد کے

مالک تھے اگرچہ انہوں نے تورات کے مطالعہ سے نعت و اوصاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کر لئے تھے لیکن ان کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی رکھنے والے انہیں اس بات کی اجازت دینے پر آمادہ نہ تھے کہ وہ یہودی دین کو ترک کر کے اسلام قبول کریں۔ یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ معرکہ احد کا موقع آ گیا مسلمانوں میں جنگ کا شہرہ ہوا وہ دن ہفتہ کا تھا جناب مخیرق نے جنگ کی آوازیں سنیں تو ہتھیار لگا کر باہر آئے اپنی قوم کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یہودیو! دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد تمام قوم پر واجب ہے اب اس سے زیادہ نفاق کو اپنانا نہیں چاہیئے اب میرا تمام مال و جائیداد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے وہ جس طرح مناسب خیال فرمائیں خرچ کریں۔ ان کی زبان سے یہ باتیں سن کر یہودیوں نے کہا آج تو ہفتہ کا دن ہے جنگ کس طرح کی جا سکتی ہے؟ جناب مخیرقؓ نے فرمایا میں تو جا رہا ہوں اپنے بارے میں تم جانو چنانچہ ہتھیار بند ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے اور میدان جنگ میں جا کر دشمن کے مقابلہ پر ڈٹ گئے اور داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مخیرقؓ یہود میں بہترین فرد تھے" جناب مخیرق کا تمام مال و اسباب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر تحویل رہا اور آپ نے مدینہ میں جو داد و دہش کی اور غریبوں میں صدقات عطا فرمائے وہ اسی مال سے تھے (واللہ هو المعطی)

(۲۴)

منافقین۔۔۔یہود اور نصرانیوں سے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا مناظرہ

مرتد کی توبہ قابل قبول نہیں ہوتی

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ حارث بن سوید کا شمار بھی منافقینؒ میں ہوتا ہے یہ جنگ احد کے موقع پر اسلامی لشکر کے ساتھ نکلا اور جنگ میں شرکت کی۔ دور جاہلیت میں انصار کے دو افراد کا خون اس کو مطلوب تھا اس نے موقع پا کر ان کو قتل کیا اور مرتد ہو کر کافروں کے ساتھ مل گیا۔ اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنے لگا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ حارث بن سوید جہاں بھی مل جائے اس کو قتل کر دیں۔ حارث حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کے خوف سے بھاگ کر مکہ آگیا تھا اور ایک مدت کے بعد اس نے اپنے بھائی جناب جلاس بن سوید کو جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے پیغام بھیجا اگر میری توبہ قبول ہو جائے تو میں توبہ کر کے دوبارہ اسلام کے زمرہ میں داخل ہو جاؤں۔ جناب جلاس بن سوید نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر حارث کے بارے میں سفارش کی تو اس وقت رب کریم نے "سورہ آل عمران" کی یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور اس کی توبہ قبول نہ ہوئی آیت کا ترجمہ "اللہ تعالیٰ کیسے ان لوگوں کو ہدایت فرمائے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے (حالانکہ) وہ پہلے ہی رسول کے برحق ہونے کی گواہی دے چکے تھے اور ان کے پاس روشن دلیلیں آ چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا"

نبتل بن حارث منافق

منافقین میں ایک نام نبتل بن حارث کا بھی آتا ہے اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شیطان کو دیکھنا چاہتا ہو وہ نبتل بن حارث کو دیکھ لے مصنف نے نبتل کا حلیہ اس طرح لکھا ہے دراز قد۔ فربہ جسم۔ بے بال چہرہ سیاہ و سرخ آنکھیں اور بہت کریہہ المنظر تھا۔ یہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر آپ کی باتیں سنتا اور جا کر منافقوں کو بڑھا چڑھا کر سناتا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کان کچے ہیں ان سے جو کچھ کہا جاتا ہے وہ اس کو سنتے ہیں اور ہم انہیں فریب دے سکتے ہیں رب کریم نے اس کے ہفوات سے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو آگاہ فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ آئندہ اسے اپنی نشست میں آنے کی اجازت نہ دیں۔ (اس سلسلہ میں "سورہ توبہ" کی آیت ۶۱ نازل ہوئی) "اور ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو نبی کو ایذا پہنچاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ وہ تو کان کے کچے ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ وہ تمہاری بھلائی کے لئے ہر ایک کی بات سنتے ہیں وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی باتوں کا یقین کرتے ہیں اور جو تم میں سے بظاہر ایمان لاتے ہیں ان کے لئے رحمت ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے"

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبتل بن حارث کو اپنے یہاں آنے کی اجازت نہ دی ان دونوں کے علاوہ منافقوں کی ایک اور جماعت بھی تھی جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کردہ مسجد کے مقابلہ میں مسجد ضرار تعمیر کی تھی اس مسجد کے بارے میں انشاء اللہ غزوہ تبوک کے ذیل میں کہا جائے گا

حاطب بن امیہ منافق

ان منافقوں میں سے ایک حاطب بن امیہ بھی تھا اس کے بیٹے "معرکہ احد" میں شدید زخمی ہوئے جب انہیں زخمی حالت میں مدینہ لایا گیا تو مسلمان ان کی عیادت اور بیمار پرسی کے لیے آئے اور بعض لوگوں نے انہیں مبارک باد دی کہ آپ دنیا سے شہادت کی موت اختیار کر کے رخصت ہوں گے۔ حاطب بن امیہ جو منافق تھا وہ مذاق سے کہتا ہاں ! ہاں ! اس کو بہشت ملے گی تم نے اس کو بہکایا دیا تاکہ تمہاری وجہ سے جان دے دے اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقوں کے حق میں سورہ "احزاب" کی آیت ۱۲ نازل فرمائی ترجمہ " اور جب منافقوں اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں شکوک کی بیماری تھی یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے (فتح کا) وعدہ صرف دھوکہ دینے کے لئے کیا تھا" منافقوں نے "معرکہ احد" کے دن یہ کہا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں ہمارے حال پر رہنے دیتے تو ہم آج اس حال کو نہ پہنچتے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ "سورہ آل عمران" کی آیت ۱۵ نازل فرمائیں " کہتے ہیں کہ کاش ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے آپ انہیں بتا دیجئے جن کے لئے قتل کیا جانا مقدر ہو گیا تھا تو وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف ضرور نکل آتے اور (یہ اس لئے) کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی بات آزمائے اور شیطانی وسوسوں سے تمہارے دلوں کو صاف کر دے اور اللہ تعالیٰ دلوں کی بات خوب جانتا ہے"

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا قزمان کے بارے میں ارشاد

منافقوں میں سے ایک قزمان بھی تھا جنگ احد میں مسلمانوں کے ساتھ کافروں سے مصروف پیکار تھا معرکہ میں اس کے چند کاری زخم آئے اور اس حالت میں اسے مدینہ لایا گیا تو مسلمان اس کی بیمار پرسی کے لئے آئے اور اسے مبارک باد دیتے کہ تم شہادت کی موت کو خوش آمدید کہو گے تو وہ جواب میں کہتا کہ میں نے قوم کی سرخروئی کے لئے جنگ کی ہے اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قزمان کے بارے میں پہلے ہی فرما دیا تھا "قزمان تو دوزخی ہے" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر صحابہ کو تعجب ہوا تھا کیونکہ قزمان تو کافروں کے ہاتھوں زخمی ہوا تھا اور اسی زخمی حالت میں مرنے والا تھا اور یہ موت شہادت ہوتی اور شہید دوزخی نہیں ہوتا۔ یہ مسلمان انہیں خیالات میں ڈوبے ہوئے تھے کہ اس دوران قزمان نے زخموں کی تکلیف سے پریشان ہو کر پٹیاں نوچ ڈالیں اور اپنے ہاتھ کی رگیں کاٹ ڈالیں جس کی وجہ سے

کثرت سے خون بہا اور قزمان ہلاک ہو گیا اور لوگوں کو پتہ چلا کہ جو کچھ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ درست تھا"

منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی تھا اس کے بارے میں انشاء اللہ علیحدہ نقل کے ساتھ لکھا جائے گا

منافقین کا مسجد نبوی سے نکالا جانا

یہودیوں کی ایک جماعت بشمول سلسلہ بن برھام اور کنانہ بن عوریا وغیرہ منافقانہ سرگرمیوں میں مشغول رہتے یہ مسجد نبوی میں آکر مسلمانوں کے ساتھ بیٹھتے اور ان کی باتیں سنتے اس کے بعد آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کنکھیوں سے اشارے کرتے اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان حرکات میں ملوث دیکھ کر ان منافقوں کو حکم دیا کہ وہ مسجد سے نکل جائیں چنانچہ اس حکم پر مسلمانوں نے انہیں گردن سے پکڑ کر مسجد سے نکال دیا اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی خباثت اور تمسخر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور دوسرے پارہ کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں اور ان منافقوں کی حرکات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا اور ان کے نفاق اور اسلام دشمنی سے مطلع کیا اس کے بارے میں "سورہ بقر" کی اور آیات بھی نازل ہوئیں (۱۴۰ تا ۱۴۷)

"اگر آپ اہل کتاب کے پاس کئی قسم کی نشانیاں بھی لے کر آئیں تو پھر بھی یہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور اے محبوب آپ ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے نہیں ہیں۔ اور نہ یہ یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کو مانیں گے اور (اے مخاطب) اگر تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی باوجود اس کے کہ تجھے معلومات حاصل ہو گئیں لیکن اگر تو نے عمل کیا تو بے شک اس وقت تو ظلم کرنے والوں میں سے ہو گا۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس نبی کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں بے شک ان میں سے ایک گروہ یقیناً" جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے حق یقیناً تیرے رب کی طرف سے ہے اور (اے مخاطب) تو شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا"

منافقین کے بارے میں جو آیات نازل ہوئیں ان کی تفصیلات احادیث و تفاسیر کی کتب سے معلوم ہو سکتی ہیں البتہ ہم ان منافقین کے بارے میں چند حکایات (ہفوات) کا ذکر کریں گے

یہود کی ہفوات

یہود کہتے تھے کہ اوقات کی تقسیم کے مطابق دینا کی عمر سات ہزار سال ہے اور دنیاوی زندگی کا ایک ہزار سال قیامت کے ایک دن کے برابر ہو گا۔ اس حساب کی رو سے وہ یہ کہتے تھے کہ دوزخیوں کو صرف سات دن عذاب بھگتنا ہو گا۔ اس ایک ہفتہ کے گزرنے کے بعد عذاب منقطع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مزعومات کی تردید میں سورہ بقرہ کی آیات ۸۰۔ ۸۱ میں ارشاد فرمایا " یہود یہ کہتے ہیں کہ قیامت میں انہیں صرف سات دن عذاب بھگتنا ہو گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں بتا دیں کیا تمہارا اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں کوئی عہد و پیمان ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہ کرے گا ہاں تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے کیوں نہیں کہ جس نے برائی کی اور اس کے گناہوں نے اسے گھیر لیا۔ تو وہی دوزخی ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

علماء یہود بارگاہ نبوی میں

وہ حکایت جو یہودیوں سے متعلق ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہودی علماء کی ایک جماعت نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ سے چار سوال کرنا چاہتے ہیں اگر آپ نے جواب باصواب دیئے تو ہم آپ کی متابعت کریں گے اور آپ کے دین کو قبول کر لیں گے اور اپنی قوم کے لوگوں سے بھی کہیں گے کہ وہ آپ کا اتباع کریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے سے پہلے ان لوگوں سے عہد لیا کہ جب انہیں ان کے سوالات کا درست جواب مل جائیں گے تو وہ انکار نہ کریں گے اور اسلام قبول کر لیں گے۔ اس عہد کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سے فرمایا اب تم اپنے سوالات پیش کرو۔ تو ان لوگوں نے دریافت کیا کہ نطفہ باپ کا ہوتا ہے پھر بچہ کبھی باپ سے مشابہ ہوتا ہے کبھی ماں کے مشابہ اس کی وجہ کیا ہے ؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو کہ مرد کے نطفہ کا مادہ غلیظ اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا مادہ زردی مائل اور رقیق ہوتا ہے؟ ان لوگوں نے کہا بے شک ایسا ہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مرد کا مادہ غالب ہوتا ہے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کا مادہ غالب ہو جاتا ہے تو بچہ ماں کے مشابہ ہوتا ہے اس جواب کو سن کر انہوں نے کہا "درست" ہے

انہوں نے دوسرا سوال یہ کیا کہ آپ کی نیند کی کیا کیفیت ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو کہ جب موسیٰ علیہ السلام سوتے تھے تو ان کی آنکھیں سوتیں اور دل بیدار رہتا تھا؟ کہنے لگے بے شک ایسا ہی ہے تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میرا حال بھی یہی ہے **تنام عینی ولا ینام قلبی** میری آنکھیں محو خواب ہوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے تیسرا سوال یہ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بعض کھانے خود پر کیوں حرام قرار دیئے تھے؟ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تم جانتے ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا نام "اسرائیل" بھی تھا وہ اونٹنی کے دودھ کو مرغوب رکھتے تھے اور اونٹ کے گوشت سے بھی رغبت رکھتے تھے ؟ کہنے لگے بے شک ایسا ہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام ابتلاء و آزمائش میں مبتلا ہوئے اور اس آزمائش میں کامیاب ہوئے تو شکر الہٰی کے طور پر اونٹ کے گوشت اور اونٹنی کے دودھ کو خود پر حرام کر لیا اس جواب کو سن کر انہوں نے کہا یہ جواب درست ہے

ان کا چوتھا سوال یہ تھا آپ بتائیں روح کی کیا حیثیت ہے؟ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سے فرمایا تم جانتے ہو کہ جس روح کے بارے میں تم مجھ سے سوال کر رہے ہو وہ جبریل امین ہیں؟ اور وہ جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے تھے اسی طرح میرے پاس بھی آتے ہیں۔ ان جوابات کو سن کر ان لوگوں نے نبی علیہ الصلوۃ و السلام سے عرض کیا آپ نے درست جوابات دیئے ہیں لیکن جبریل (علیہ السلام) تو ہمارے دشمن ہیں کیونکہ وہ بہت سی مرتبہ عذاب کے احکام لے کر آئے ہیں اور ہم میں کے بہت سے لوگ ان عذابوں سے ہلاک ہوئے ہیں۔ اگر جبریل کی بجائے میکائیل (علیہ السلام) آپ کے پاس آتے تو ہم آپ کا اتباع کر لیتے اور آپ پر ایمان لاتے ان کے ان خیالات کی تردید اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ کی آیات ۹۷۔ ۹۸ میں فرمائی " اے نبی مکرم آپ انہیں بتا دیں کہ جو جناب جبریل کا دشمن ہے تو جناب جبریل نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے قلب پر وہ قرآن اتارا جو آپ سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور یہ قرآن ایمان والوں کو ہدایت و خوشخبری دیتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اس کے فرشتوں جبریل و میکائل کا دشمن ہو تو اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔

حروف مقطعات اور ان کے اعداد

انہیں واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ جب سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں ایک دن

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کی تلاوت فرما رہے تھے اس وقت حی بن اخطب کا بھائی یاسر بن اخطب ادھر سے گزرا اس نے آیات قرآن کو سنا تو اس نے اپنے بھائی اور یہود کے لوگوں سے کہا میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو الف۔ لام ۔ میم۔ پڑھتے سنا ہے یہ بات سن کر وہ سب لوگ اٹھے اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے سنا ہے کہ آپ قرآن کریم سے الف۔ لام۔ میم پڑھ رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! حیی بن اخطب نے کہا (علم الاعداد کے مطابق) الف کا عدد ایک لام کے تیس اور میم کے چالیس اس طرح ان کا مجموعہ اکہتر ہوتا ہے اس کے بعد اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا میں نے حساب لگایا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقتدار کا دور اکہتر سال ہو گا کیا تمہیں ایسے دین کی طرف رغبت ہو سکتی ہے جس کی عمر صرف اکہتر سال ہو؟ اس کے بعد اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ قرآن کریم میں ان کے علاوہ اور حروف بھی آئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! حیی بن اخطب نے کہا وہ کون سے الفاظ ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا "المص" حیی بن اخطب کہنے لگا یہ تو زیادہ الفاظ و اعداد ہیں پھر ان کے اعداد نکال کر کے کہنے لگا کہ اس کے الفاظ کے اعداد ایک سو اکسٹھ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد پھر کہنے لگا ان کے علاوہ اور منفرد حروف ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اس کے بعد الر (ا۔ل۔ر) کے بارے میں بتایا تو حیی کہنے لگا اس کے اعداد دو سو اکتیس ہوتے ہیں۔ اس کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے اور حروف کے بارے میں معلوم کیا تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے المر (ا۔ ل۔ م۔ ر) کے بارے میں بتایا تو حیی بن اخطب نے کہا کہ اس کے اعداد دو سو اکہتر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد حیی نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے کام کو معمہ اور پر اشکال کر دیا گیا اس کی مدت متعین اور واضح نہیں کی گئی ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ کہ آپ کے اقتدار کی مدت کتنی ہو گی۔ اس کے بعد ابو یاسر برادر حیی بن اخطب نے ساتھیوں سے کہا یہودیو! وہ دن دور نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے امتیوں کے اقتدار کی مدت وہی ہو جتنے کہ یہ اعداد ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے دوبارہ حساب لگایا اور ان اعداد کو جمع کر کے کہا کہ یہ سورت سات سو چونتیس سال بنتی ہے اور یہی دین محمدی کی بقا کی مدت ہے۔

ان لوگوں کے بارے میں جو شکوک اور اعداد کے چکر میں پڑے رب کریم نے سورہ آل عمران کی آیت نازل فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ وہی ہے (اللہ تعالیٰ) جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جس میں کچھ آیات محکم ہیں اور وہی کتاب کی اصل ہیں اور (اسی کتاب میں) دوسری آیات متشابہ ہیں۔ سو وہ لوگ جن

کے دلوں میں کجی ہے وہ صرف قرآن کریم کی متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں اور ان کا مقصد فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کے صحیح معنی کو کوئی نہیں جانتا اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے ساتھ اس کہ سب کچھ ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نہیں نصیحت قبول کرتے مگر عقلمند"

رافع بن حرملہ کی ہفوات

گزشتہ صفحات میں مذکورہ واقعات کے علاوہ اور اس سے ملتا جلتا واقعہ رافع بن حرملہ سے متعلق ہے اس نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ اللہ کے رسول ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم آپ کا اتباع کریں تو آپ اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ وہ ہم سے بات کرے اور ہم اس کی بات سنیں اس وقت ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مطالبہ پر سورہ بقرہ کی آیت ۱۱۸ نازل فرمائی "اور وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے وہ یہ کہتے ہیں ہم سے اللہ تعالیٰ کیوں کلام نہیں کرتا؟ اور ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسی ہی بے سروپا بات کہی تھی اور ان سب کے دل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں بے شک ہم نے اپنی نشانیاں صاف صاف بیان کر دیں ہیں اس قوم کے لئے یقین رکھتے ہیں"

سورہ بقرہ کی ایک اور آیت ۱۱۳ میں یہود و نصاریٰ کی آویزش کے بارے میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی راہ راست پر نہیں ہیں جب کہ نصرانیوں کا کہنا یہ ہے کہ یہودی راہ راست پر نہیں حالانکہ وہ سب آسمانی کتاب پڑھتے ہیں اس طرح کی بات ان لوگوں نے کہی جو کچھ نہیں جانتے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درمیان جن باتوں میں جھگڑتے تھے قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا"

تحویل قبلہ پر یہود و نصاریٰ کا رد عمل

جب تحویل قبلہ کے سلسلہ میں آیت نازل ہوئی اور بیت المقدس کی بجائے کعبہ ابراہیمی کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جانے لگی تو احبار یہود اپنی خباثت نفس کے اظہار کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ میرا دین اور ملت ابراہیمی ایک ہی ہیں پھر آپ نے اپنا قبلہ شام سے کعبہ مقدسہ میں کیوں تبدیل کیا۔ اگر آپ یہ چاہتے

ہیں کہ ہم آپ کے دین میں آ جائیں اور آپ کی متابقت کریں تو آپ قبلہ کو سابقہ طریقہ کے مطابق تبدیل کر لیں۔ اس تجویز سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اسلامی معاشرہ کو فتنہ میں مبتلا کریں اور کعبہ کے قبلہ ہونے کے فیصلہ کو تبدیل کرا دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی خباثت کو سورہ بقرہ کی آیات ۱۴۲ تا ۱۴۵ میں آشکارا فرمایا (ان آیات کا ترجمہ)

" اب بیوقوف لوگ یہ کہیں گے کہ ان مسلمانوں کو اس قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے کسی چیز نے پھیر دیا آپ انہیں بتا دیں کہ مشرق و مغرب کی سمتیں اللہ ہی کے لئے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے اس کو راہ راست کی طرف ہدایت فرماتا ہے اور (اے مسلمانو) ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم دوسرے لوگوں پر گواہ بنو اور ہمارے رسول تم پر گواہ ہوں اور نہیں مقرر کیا ہم نے "بیت المقدس" کو قبلہ جس پر آپ اب تک رہے مگر اس لئے کہ ہم دیکھ لیں کون ہمارے رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اس کے پاؤں پلٹتا ہے بے شک یہ کلام سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی بہت بھاری ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے ہم بار بار آپ کے آسمان کی جانب منہ کرنے کو دیکھ رہے ہیں۔ ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کو آپ پسند فرماتے ہیں اب آپ اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کر لیں۔ اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے منہ کعبہ ابراھیمی کی جانب کر لیا کرو۔ اور بے شک وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی وہ ضرور جانتے ہیں کہ یہ حکم برحق ہے ان کے رب کی طرف سے اور وہ جو کام کرتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ہے۔ اور اگر تمام دلائل ان اہل کتاب کے سامنے لے آئیں تب بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے۔ اور نہ آپ ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں اور نہ وہ ایک دوسرے کے قبلہ کو ماننے والے ہیں اور اگر بفرض محال آپ ان کی خواہشات کی پیروی کریں جب کہ آپ کے پاس علم آ چکا ہے تو یقیناً" آپ اس وقت ظالموں میں شمار ہوں گے"۔

یہود کی ایک اور جماعت کے ہفوات

یہود کی ایک اور جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا ہم یہ جانتے ہیں کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے خلق فرمایا ہے لیکن آپ ہمیں یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ ان کی بکواس سن کر مزاج نبوی برہم ہوا۔ اسی وقت جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے "سورہ

اخلاص" لے کر نازل ہوئے اور کہا اے نبی مکرم آپ ان کی ہرزہ سرائی پر رنجیدہ نہ ہوں آپ انہیں یہ جواب دیں

"رحمٰن و رحیم اللہ تعالیٰ کے نام سے! اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں بتا دیں اللہ تعالیٰ یکتا اور بے نیاز ہے وہ نہ کسی کی اولاد اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ کوئی اس کا ہمسر ہے"

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سورہ اخلاص سنائی تو انہوں نے کہا ہم یہ تو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پروردگار ہے اور اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔ آپ ہمیں بتائیں وہ کیسا ہے؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے "سورہ زمر" کی آیت میں ارشاد فرمایا " اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی قدر دانی نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا۔ اور قیامت کے دن تمام زمینیں اس کے قبضہ قدرت میں ہوں گی اور تمام آسمان اس کے دائیں دست قدرت میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اور جس کو وہ (اس کا) شریک ٹھہراتے ہیں وہ اس سے بلند ہے پاک اور برتر ہے "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ انہیں بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہم و گمان سے ارفع و اعلیٰ ہے اور اس کے احکامات کو تقدیر و مامور نہیں کہا جا سکتا ہے نہ اس کی حقیقت وہم و گمان میں سما سکتی ہے نہ اس کی مثال کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

یہ وہ واقعات ہیں جن کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں کیا گیا ہے اور وہ ہفوات مجادلات و مناظرے تھے جو یہود اور ان کے احبار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے تھے۔ ان کے سلسلہ میں تفصیلات کتب سیرت میں مذکور ہیں

(۲۵)

نجران کے نصاریٰ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب لکھتے ہیں کہ نجران کے نصاریٰ کے ساٹھ معززین سوار ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے تین افراد ایسے تھے جو اپنی قوم میں صاحبان اقتدار و اختیار تھے۔ ان میں سے ایک کا نام عاقب اور دوسرے کا سعید اور تیسرے کا نام ابو حارثہ تھا عاقب امیر قوم صاحب الرائے اور صاحب فرمان تھا۔ قوم کے لوگ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ سعید کی حیثیت یہ تھی کہ ہر کام کے سلسلہ میں اس سے مدد چاہتے تھے اسی سے استصواب کیا کرتے

تھے۔ ابو حارثہ قوم کا عقلمند قاضی اور امام تھا۔ اسے انجیل کے علم میں کامل مہارت حاصل تھی احکام کے سلسلہ میں وہ قوم کا مرجع تھا نصاریٰ اس دور میں اعتقادی طور پر تین فرقوں میں بٹے ہوئے تھے ایک گروہ کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے دوسرے فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں تیسرے فریق کا خیال یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام تین خداؤں میں سے ایک خدا ہیں جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تسلیم کرتے تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے نابیناؤں اور اندھے کو بینائی عطا کرتے تھے۔ بیماروں کو شفا یاب کرتے تھے۔ انہوں نے مٹی سے ایک پرندہ بنایا اور اس کو اڑا دیا اور یہ عجائبات (معجزات) صفات خداوندی ہیں۔ اور جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے ان کی دلیل یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی اور انہوں نے پنگھوڑے میں گفتگو کی یہ دونوں صفات آدمی زادہ میں نہیں ہوتیں اور جو لوگ انہیں تین خداؤں میں سے ایک خدا مانتے تھے انکا کہنا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انجیل میں فرمایا ہے **فعلنا۔ امرنا ۔ خلقنا۔ قضینا۔** یہ چاروں جمع کے صیغے ہیں اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے اگر خدا ایک ہوتا تو یہ الفاظ استعمال نہ کئے جاتے۔ بلکہ **فعلت۔ امرت۔ خلقت۔ قضیت** استعمال ہوتے ان لوگوں نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے معتقدات کے مطابق گفتگو کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کی صلاحیت کے مطابق اس کو ویسا ہی جواب دے کر ان کی حجت و دلیل کو باطل کر دیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی تو ان لوگوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے دلائل وبراہین کی روشنی میں آپ کی باتوں کو تسلیم کر لیا اور جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے نہ تین خداؤں میں سے ایک خدا۔ لیکن آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ ان کا باپ کون ہے؟ کیونکہ ان کے باپ کی ضرورت ہو گی اور بیٹا بغیر باپ کے ہوتا ہی نہیں۔ ان کا سوال سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرے توقف فرمایا اور کوئی جواب نہ دیا۔ اسی اثنا میں جناب جبریل علیہ السلام آئے رب تعالیٰ نے ان کے مزعومات کی تردید کی۔

نصاریٰ کے سوالات کے جواب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں سورہ "آل عمران" کی ابتداء سے اسی آیات نازل فرمائیں۔ اور ان معترضین کے جواب میں خصوصیت کے ساتھ ان آیتوں کے آخر میں دس اعتراضات کا جواب دیا۔

رب تعالیٰ کے یہاں عیسیٰ علیہ السلام کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی سی ہے جن کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے مٹی سے فرمائی یعنی جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے فرمائی پر فرمایا ہو جا تو وہ ہو گیا حق رب تعالیٰ کی طرف سے ہے تو (مـ... ...) تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو اس آیت کے نزول سے ان کے شبہات کو دور فرمایا اور ان کے دلائل تارو پود کی طرح بکھر گئے لیکن اس آیت کے نزول سے بھی ان کا عناد رفع نہ ہوا اور اپنے نظریہ پر مصر رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بے سروپا باتیں کیں تو حق تعالیٰ نے اس آیت کے بعد ان کے عناد کے جواب میں سورۃ آل عمران کی آیت ۶۱ نازل فرمائی " پھر (اے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم) جو لوگ آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بحث کریں جب کہ آپ کو ان کے بارے میں علم ہو گیا تو آپ ان سے فرمائیں آؤ ہم اپنے ساتھ اپنے بیٹوں کو ملا لیں اور تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی سے دعا کریں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت ڈالی جائے اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نصرانی جو دلائل وبراہین کے سامنے آنے کے بعد آپ کے ساتھ بغض و عناد کا رویہ اختیار کریں اور اخلاف و انکار پر مصر ہوں تو آپ انہیں "مباہلہ" کی دعوت دیں اس آیت کے نزول کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں "دعوت مباہلہ" دی اور یہ فرمایا آؤ اس معاملہ میں مباہلہ کر کے جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کو دعوت دیں"

مباہلہ کیا ہے؟

مباہلہ کا طریقہ یہ ہے کہ دو فرد یا دو گروہ ایک دوسرے کے لئے دعائے بد کرتے ہیں اور جو ظالم یا حد سے تجاوز کرنے والا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کرتا اور اس پر عذاب نازل کرتا ہے اس کو اور اس کے متعلقین کو نیست و نابود فرما دیتا ہے

دعوت مباہلہ پر عاقب کا رد عمل

جب ان نصرانیوں کو دعوت مباہلہ دی گئی تو وہ ڈر گئے کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک رات کی مہلت دیں تاکہ ہم آپس میں مشورہ کر لیں ہم کل آپ کو جواب دیں گے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں مہلت دے دی۔ اپنے ٹھکانہ پر آنے کے بعد ان کے سردار عاقب نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر خدا ہیں اور جو کچھ وہ فرماتے ہیں درست ہوتا ہے انہوں

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارے سوالات کے کیسے درست اور سخت جواب دیئے ہیں۔ اب تمہارے پاس کوئی حجت و دلیل باقی نہیں رہی۔ اور انجیل کی تعلیمات کے مطابق تم جانتے ہو کہ جس قوم نے بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے کسی پیغمبر سے مباہلہ کیا ہے ان پر عذاب الٰہی آیا ہے اور ان کی نسلیں نیست و نابود ہوئی ہیں اب تمہارے لئے دو ہی راستے ہیں تم جانتے ہو کہ وہ پیغمبر حق ہیں لٰہذا ان کا اتباع کرو اور ان کے دین کو قبول کر لو اور اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو دوسرا راستہ یہ ہے کہ کسی طرح ان سے مصالحت کر لو اور جزیہ دینا منظور کرو۔ چنانچہ باہمی مشورہ ہوا اور دوسرے دن انہوں نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نہ تو آپ سے مباہلہ پر آمادہ ہیں نہ آپ کا دین قبول کرنا چاہتے ہیں البتہ آپ سے صلح کر کے جو جزیہ آپ مقرر فرمائیں۔ اس کی ادائیگی کے لئے تیار ہیں ہم اپنے دین کے بارے میں خود جانیں اور آپ اپنے دین کے بارے میں خود کام کریں ہمارے ساتھ اپنے کسی صحابی کو کر دیں جو ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ کرے اس تجویز کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے منظور فرما لیا اور ان پر جزیہ مقرر فرمایا اور ان سے فرمایا میں تمہارے ساتھ ایک قوی و امین شخص کو مقرر کروں گا

حضرت فاروق اعظم کی آرزو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے قیادت و سیادت کی تمنا کبھی نہیں رہی لیکن بعض مواقع ایسے آتے ہیں جب لوگوں میں قیادت و سیادت کی تمنا اسلام کے حوالہ سے ہوتی ہے اور اس دن میرے دل میں آرزوئیں انگڑائیاں لینے لگی تھیں کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے قوی اور امین مسلم فرد کو نصرانیوں کے ساتھ بطور حکم بھیجنے کے لئے فرمایا تھا اور کسی کا نام نہیں لیا تھا کہ یہ قوی اور امین کون خوش قسمت ہو گا لٰہذا (دوسروں کی طرح) میری بھی تمنا یہ تھی کہ میرا انتخاب بطور قوی و امین ہو اور یہ اعزاز مجھے حاصل ہو۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ نصاریٰ نجران جلد جانا چاہتے ہیں اس لئے میں جلدی مسجد میں حاضر ہو کر نماز کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے چند بار دائیں بائیں نظر ڈالی میں ہر مرتبہ اپنی گردن بلند کرتا اور یہ خیال کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرمائیں گے لیکن تھوڑی دیر بعد آپ نے جناب ابو عبیدہ بن الجراح کو پکارا اور انہیں نجران کے نصاریٰ کے ساتھ بھیج دیا اور یہ اعزاز انہیں حاصل ہوا

عبداللہ بن ابی اور ابو عامر راہب کی اسلام دشمنی

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اس زمانہ میں مدینہ منورہ میں دو شخص قوم میں بہت معزز و مقتدد شریف اور بزرگ سمجھے جاتے تھے۔ اہل مدینہ اور نصاریٰ کے قبائل سب ان دونوں کے محکوم اور متبع تھے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور یہاں قیام پذیر ہوئے اور اہل مدینہ آپ کی تشریف پر مسرور ہوئے بہت سے دین حق اسلام سے وابستہ ہو گئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت اور متابقت قبول کی ان حالات میں ان دونوں کو احساس ہوا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد کی وجہ سے انکا اقتدار و اختیار ختم ہو جائے گا ایسے حالات میں ان دونوں نے حاسدانہ اور معاندانہ رویہ اختیار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابقت سے انکار کیا ایک نے منافقانہ روش کو اختیار کیا اور دوسرا کھلم کھلا مخالفت پر آمادہ ہوا اور مدینہ سے نکل کر مکہ چلا گیا جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ تشریف لائے تھے اس زمانہ میں عبداللہ بن ابی کا طوطی بول رہا تھا اہل مدینہ سب اس کے ہوا خواہ اور زیر فرمان تھے ان کا پروگرام یہ تھا کہ عبداللہ بن ابی کو مدینہ کا بادشاہ بنایا جائے اس کی تاجپوشی کی رسم منعقد کر کے اس کو بادشاہ تسلیم کر لیا جائے۔ لیکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی آمد سے اہل مدینہ اس سے منحرف ہو کر متبع اسلام ہو گئے اور عبداللہ بن ابی کی بادشاہت کا مزعومہ ختم ہو گیا اور ساری اسکیمیں رکھی رہ گئیں تو عبداللہ بن ابی کے دل میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے حسد بغض اور عداوت کی آگ بھڑک اٹھی لیکن اس نے اس کو دبائے رکھا اور اس نے اپنی قوم کے ساتھ رہتے ہوئے بظاہر اسلام قبول کرتا مگر پوشیدہ طور پر یہودیوں کے ساتھ جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے دشمن تھے ساز باز کرتا رہا اور یہ دونوں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ایک ہو گئے ان کی عداوت اور نفاق کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ بیان کی جائے گی۔

دوسرا شخص ابو عامر راہب تھا جو قبیلہ دوس میں بہت محترم و مقبول تھا اس نے اسلام قبول کرنے سے قبل ہی بت پرستی کو ترک کر دیا تھا۔ زہد و رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ وہ بوریہ کا لباس پہنتا اور اس نے عزلت گزینی اختیار کی تھی انہیں وجوہ کی بنا پر لوگ اس کو اچھا سمجھتے تھے اور اس کی روحانی حیثیت سے استفادہ کرتے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کون سا دین ہے جو آپ لائے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا یہ دین حق۔ دین حنفیت اور دین ابراھیم علیہ السلام ہے۔ ابو عامر نے کہا میں تو دین ابراھیمی کا پیرو ہوں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تو اس دین پر نہیں ہے ابو عامر نے کہا میں تو دین ابراھیمی کا پیرو ہوں لیکن اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے ابراھیمی دین میں بہت سی اختراعات کی ہیں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا غلط! میں تو واضح اور ظاہر طور پر دین ابراھیمی کا وارث اور متبع ہوں ●

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر ابو عامر نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو شخص جھوٹ بولتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ گھر اور سازوسامان سے بے ٹھکانہ کر دیتا ہے اور اس کی موت غربت تنہائی اور بے کسی میں ہوتی ہے۔ اس دشمن خدا نے یہ طنز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے ہیں اور آپ کے پاس مکاں وغیرہ بھی نہیں ہے) اور آپ کے ساتھ (خاکم بدہن) ایسا ہو گا۔ اس کے جواب میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جو جھوٹ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ہی کرے گا زبان رسالت سے یہ بات سن کر ابو عامر ڈر گیا اور اسی رات کو اپنے تیرہ ساتھیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا یہاں قریش مکہ کو مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلانے لگا۔ اور انہیں اسی بات پر اکساتا کہ قریش مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لئے لشکر تیار کریں اس کی مکاریوں اور خباثتوں کی تفصیلات غزوات بدر۔ اور دوسرے غزوات کے ذیل میں بیان ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ ابو عامر فتح مکہ تک یہاں مقیم رہا اور مکہ فتح ہونے کے بعد وہاں سے بھاگ کر طائف چلا گیا اور جب طائف مسلمانوں کے زیر نگیں آیا تو یہاں سے بھاگ کر شام چلا گیا۔ اور یہاں ہی بے کسی و بیچارگی کی حالت میں مرگیا۔ اور جس طرح کہ مخبر صادق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسا ہی وقوع پذیر ہوا اور یہ بد بخت اپنی سزا کو پہنچا۔ کعب بن مالک نے اس کی مذمت میں دو شعر کہے جو ہدیہ ناظرین ہیں

معا فاللہ من عمل خبیث   کسعیک فی العشیرۃ عبد عمرو

فاما قلت لی شرف ونخل   فقد ما بعت ایمانا بکفر

مہاجر صحابہ اور مدینہ منورہ کی آب و ہوا

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب لکھتے ہیں جب مہاجر صحابہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آئے تو یہاں کی آب و ہوا نے ان کی صحت پر برا اثر ڈالا اور ان کے مزاج سے مطابقت نہ کی صرف نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے موسمی اثرات سے محفوظ رکھا۔ صحابہ موسمی بیماریوں سے اس قدر کمزور ہو گئے کہ

انہیں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا ممکن نہ تھا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیماروں کے بارے میں فرماتی تھیں میرے والد حضرت ابو بکر صدیق۔ عامر بن فہیرہ اور بلال رضی اللہ عنہم ایک ہی مکاں میں بستر علالت پر تھے ایک دن میں والد محترم کی عیادت کے لئے گئی تو دیکھا کہ یہ تینوں مکاں کے ایک گوشہ میں بخار کی حدت میں جل رہے تھے میں نے والد محترم سے طبیعت کے بارے میں معلوم کیا اور کہا آپ کیسے ہیں؟ والد صاحب نے فرمایا اچھا ہوں اور یہ شعر پڑھا

کل امرئ مصبح فی اھلہ والموت ادنی من شراک نعلہ

اس شخص کا حال کیسا ہو گا کہ وہ جب صبح کو اٹھے تو موت اس کی جوتی کے تسمہ کے قریب ہو والد محترم کی زبان سے یہ جواب سن کر میں نے سوچا کہ یہ جواب اس کا غماز ہے کہ بخار نے ان کے ذہن کو متاثر کیا ہے ان کے پاس سے میں جناب عامر بن فہیرہ کے پاس آئی (یاد رہے کہ اس وقت تک آیت حجاب نازل نہ ہوئی تھی) میں نے جناب عامر سے ان کی طبیعت کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھے

لقد و جلت الموت قبل ذوقہ ان الجبان حتفہ من فوقہ

کل امرئ مجاھد بطوقہ کالثور یحمی جلدتہ بروقہ

عامر بن فہیرہ کی زبان سے یہ شعر سن کر میں نے خیال کیا کہ ان پر بھی مرض کا غلبہ ہے لہذا ان کے پاس سے میں جناب بلال کے پاس گئی اور ان سے معلوم کیا آپ خود کو کیسا محسوس کرتے ہیں تو انہوں نے یہ (اشعار) پڑھے

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلتہ بفتخ و حولی اذخرو جلیل

وھل اردن یوما میاہ مجنتہ وھل یبدون لی شامتہ و طفیلی

سیدہ عائشہ نے فرمایا ان بیماروں کے پاس اٹھ کر میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئی اور آپ کو ان بیماروں کے بارے میں بتایا مجھ سے ان کی علالت کا حال سن کر آپ نے بارگاہ الٰہی میں دست دعا اٹھائے اور ان الفاظ میں دعا فرمائی اللھم حبب الینا المدینتہ کما حببت الینا مکتہ او اشد و بارک لنا فی مدھا و صاعھا و انقل و باءھا الی مھیعہ خداوندا مدینہ کو ہمارے لئے ایسا ہی پیارا اور محبوب کر دے جیسا کہ مکہ مکرمہ کو کیا تھا یا اس سے بھی زیادہ خداوندا مدینہ کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما اور یہاں کی آب و ہوا کسی اور جانب منتقل فرما دے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو قبول فرمایا اور وہاں کی آب و ہوا کو دوسری طرف منتقل فرما دیا اور وہاں کی آب وہوا ایسی ہو گئی جو مہاجرین کے ساز گار تھی مرض کی وجہ سے جو کمزوری اور ناطاقتی انہیں ہوئی تھی اس کو شافی مطلق نے قدرت و طمانیت میں تبدیل فرما دیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر سب سے پہلی لکھی جانے والی کتاب

المغازی

بروایت

محمد ابنِ اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ (۸۵ھ — ۱۵۰ھ)

جلد دوم

مکتبہ نبویہ ◉ گنج بخش روڈ ◉ لاہور

۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم



واقعات ہجرت

مصنف کتاب جناب ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ کتاب کا یہ دوسرا حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ستائیس غزوات پر مشتمل ہے لیکن غزوات کا ذکر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت نبوی کی تاریخ اور سنہ ہجری کی ابتدا کے بارے میں کچھ لکھا جائے۔ جناب مصنف فرماتے ہیں کہ جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمین مدینہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا وہ دو شنبہ (پیر) کا دن تھا۔ اور گرمی کے موسم کا دوپہر کا وقت اور مستزاد یہ کہ یہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ اس دن نبی علیہ السلام کی عمر شریف ترپن سال تھی اور اعلان نبوت کو تیرہواں سال تھا اور یہی وہ تاریخ ہے جس سے "ہجری سن" کا آغاز ہوا۔

اسلامی تاریخ کا پہلا غزوہ "ابواء"

ہجرت کے بعد ماہ ذی الحجہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش اور بنی ضمرہ سے جنگ کے لیے مدینہ منورہ کے باہر تشریف لائے اور جناب سعد بن عبادہ کو مدینہ طیبہ میں اپنے نائب کی حیثیت سے چھوڑا۔ مدینہ سے روانگی کے چند روز بعد مقام "ابواء" میں قیام فرمایا۔ یہاں بنی ضمرہ کے لوگ آپ کی خدمت میں صلح کے لیے آئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو شرف قبول عطا فرمایا اور یہیں سے مدینہ واپس تشریف لے آئے اور قریش سے جنگ کے ارادے کو موخر فرما دیا۔ اسلامی تاریخ کا یہ پہلا غزوہ ہے جس کے لیے نبی علیہ السلام نے سفر فرمایا۔

اسلام کے پہلے پرچم بردار جناب عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم جب "غزوہ ابواء" سے مدینہ طیبہ واپس آئے اور ماہ محرم صفر اور ربیع الاول کے کچھ دن باہر گزرے تو آپ کو معلوم ہوا کہ قریش مکہ سے نکل کر جنگ کے ارادے سے روانہ ہو کر مدینہ کے قریب قیام پذیر ہوئے ہیں لہٰذا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے عم زاد کو بلایا اور اسی (۸۰)

مہاجرین کے دستہ کا امیر بنا کر اسلامی پرچم عطا فرمایا۔ اس دستہ میں مشہور بہادر اور جری شخصیت جناب سعد بن ابی وقاص بھی شامل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلامی تاریخ میں یہ سب سے پہلا پرچم تھا جو جناب عبیدہ کو عطا ہوا۔

جناب عبیدہ (رضی اللہ عنہ) مہاجرین کے اس دستہ کے ساتھ روانہ ہو کر ثنیتہ المرہ پہنچے۔ قریب ہی قریش کا لشکر مقیم تھا۔ اس لشکر کے سردار جناب عکرمہ ابی جہل تھے جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ جب دونوں لشکر مقابل ہوئے تو سب سے پہلے جناب سعد بن ابی وقاص نے تیر چھوڑا۔ تاریخ اسلام میں یہ سب سے پہلا تیر تھا جو دشمنان اسلام پر چھوڑا گیا تھا۔ اور یہ اعزاز جناب سعد بن ابی وقاص کو ملا کہ یہ اسلامی تاریخ کے پہلے تیرانداز شمار ہوئے۔ جب دونوں لشکر مقابلہ پر آئے تو کافروں نے یہ خیال کیا کہ مسلمانوں کا لشکر ان مجاہدین کے علاوہ بھی ہوگا' اس لیے جناب سعد کی تیراندازی کے نتیجہ میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ کافروں کی شکست کے بعد مسلمان مجاہدین نے ان کا تعاقب نہیں کیا۔ انہیں یہ خیال تھا کہ ہماری تعداد کم ہے اور کافر تعداد میں زیادہ ہیں۔ جنگی حکمت عملی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی کثرت کے مدنظر تعاقب نہ کیا جائے لہٰذا یہ دستہ کامیاب و کامران مدینہ واپس آگیا۔

اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قریش کی خدمت میں ایک قصیدہ کہا' اس قصیدہ کا ایک شعر ہدیہ ناظرین ہے:

امن طیف سلمی بالبطاح الدمائث ارقت و امر فی العشیرۃ حادث

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قصیدہ کے جواب میں قریش کے شاعر ابن الز بعری نے بھی ایک قصیدہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے:

امن رسم دار اقفرت بالعثاعث بکیت بعین دمعھا غیر لابث

یہ دنوں قصائد سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں۔ اس موقع کی مناسبت سے جناب سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی ایک قصیدہ میں اپنے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس جنگ میں جس نے سب سے پہلے تیر چلایا وہ میری ذات ہے۔ ان کے قصیدہ کا یہ شعر زبان زد خاص و عام ہے۔

الاهل اتی رسول اللہ انی حمیت صحابتی بصدر نبلی
اذود بھا اوائلھم ذیادا بکل حزونتہ وبکل سھل
فما یعتد رام فی عدو بسھم یا رسول اللہ قبلی
وذلک ان دینک دین صدق وذو حق اتیت بہ وعدل

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کافروں کے مقابلہ پر

مصنف کتاب جناب ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جن دنوں جناب عبیدہ بن حارث قریش سے لڑنے کے لیے گئے ہوئے تھے' ان دنوں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قریش کی ایک جماعت بھی لڑنے کے لیے نکلی ہے اور سمندر کے کنارے مقیم ہے۔ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو کفار قریش کی سرگرمیوں کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے عم مکرم جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر تین سو مہاجر مجاہدین کے ایک دستہ کی قیادت سپرد فرمائی۔ جب جناب حمزہ مدینہ سے روانہ ہو کر اس جگہ پہنچے جہاں کفار کا لشکر قیام پذیر تھا تو آپ کو معلوم ہوا کہ ابوجہل تین ہزار کی نفری کے ساتھ موجود ہے۔

اس موقع پر جناب حمزہ نے کفار سے مزاحم ہونے کی تیاریاں کیں تو قبیلہ جہینہ کے سردار مجدی بن عمرو جہنی نے مصالحتی کردار ادا کر کے یہ جنگ نہ ہونے دی۔ اس نے دونوں لشکروں میں آمد و رفت جاری رکھی اور کوشش کر کے دونوں لشکروں کو واپس کرا دیا۔

بعض علماء سیرت کا خیال ہے کہ سب سے پہلے جس اسلامی سپہ سالار کو اسلامی پرچم نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے عطا فرمایا وہ سید الشہداء جناب امیر حمزہ ہیں۔ لیکن یہاں جناب حمزہ و عبیدہ بن حارث کی اولیت میں اشتباہ کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ دونوں حضرات تقریباً ایک ہی وقت میں قریش سے مقابلہ کے لیے تشریف لے گئے تھے' اس لیے اولیت کے سلسلہ میں اشتباہ ہوا ہے اور اس سلسلہ میں ان حضرات کو اولیت کی رائے قائم کرنے میں حضرت حمزہ کے ایک شعر نے مدد کی جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے جس شخصیت کو علم برداری کا اعزاز عطا ہوا وہ میری ذات ہے لیکن اکثر علماء تاریخ کی تحقیق یہی ہے کہ اسلامی تاریخ کے سب سے پہلے علم بردار جناب عبیدہ بن حارث ہیں (لیکن حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے)

دوسرا غزوہ "بواط"

ربیع الاول کے مہینہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قریش جنگ کے ارادے سے

نکلے ہیں اور مقام "بواط" میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ نبی علیہ السلام بھی قریش سے مقابلہ کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے تاکہ ان کافروں کا مقابلہ کیا جائے لیکن قریش کے جس جگہ قیام کی اطلاع ملی تھی' وہاں یہ کفار موجود نہ تھے۔ لہٰذا نبی علیہ الصلوۃ والسلام وہاں سے جنگ کے بغیر واپس تشریف لے آئے اور کفار کا تعاقب نہ کیا۔

ربیع الاول کے بقیہ دنوں ربیع الآخر کے پورے مہینہ اور جمادی الاول کے کچھ دن نبی علیہ السلام نے مدینہ میں قیام کیا لیکن جمادی الاول میں غزوہ عشیرہ کا واقعہ پیش آیا۔

تیسرا غزوہ "عشیرہ"

اس غزوہ کا واقعہ جس طرح پیش آیا اس کی تفصیل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیں:

"جناب عمار فرماتے ہیں کہ اس غزوہ کے موقع پر میں اور حضرت علی ساتھ تھے۔ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس غزوہ کی تیاری شروع کی تو جناب ابو سلمہ بن عبدالاسد کو بلا کر انہیں مدینہ کے نظم و نسق کا نگران بنایا اور خود کفار سے مقابلہ کے لیے ینبوع' جس کو عشیرہ بھی کہا جاتا ہے' پہنچے۔ یہ واقعہ جمادی الاول کے مہینہ کا ہے۔ یہاں آپ نے جمادی الاخر کے کچھ دن قیام کیا۔ "قبیلہ مدلج" کے کچھ لوگوں نے یہ کوشش کی کہ یہ جنگ نہ ہو اور انہیں کی سفارتی کوششوں سے جنگ نہ ہونے پائی اور نبی علیہ السلام مدینہ واپس تشریف لے آئے"۔

حضرت علی کی کنیت "ابو تراب"

ینبوع کے دوران قیام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو "ابو تراب" کی کنیت سے مخاطب فرمایا۔ انہیں بتایا کہ تمہیں شہید کیا جائے گا اور تمہیں شہید کرنے والا دنیا کا بدترین فرد ہوگا۔

حضرت عمر بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں اور حضرت علی گھومتے ہوئے اسلامی لشکر گاہ سے باہر آئے تو "بنی مدلج" کے چند لوگوں کو دیکھا کہ کھدائی کر کے کھجور کے درختوں کی شجر کاری کر رہے ہیں۔ حضرت علی نے مجھ سے کہا آؤ دیکھیں کہ یہ لوگ کیا اور کس طرح کام کر رہے ہیں۔ میں نے کہا جو آپ کی رائے ہو۔ چنانچہ ہم دونوں ان کے پاس جا کر کھجور کے درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور انہیں کام کرتا دیکھتے رہے۔ اس اثناء میں جناب علی کو نیند آ گئی اور وہ زمین پر لیٹ گئے۔ انہیں دیکھ کر مجھے بھی نیند آنے لگی اور میں بھی زمین پر سو گیا۔ نیند کے دوران ہم دونوں دھول مٹی میں اٹ گئے۔

جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ نبی علیہ السلام ہمارے سرہانے کھڑے ہوئے ہمیں جگا رہے ہیں۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا علی تمہیں کیا ہوا' تم تو خاک دھول میں اٹے ہوئے ہو۔

اس کے بعد حضرت علی کو "ابو تراب" کہہ کر مخاطب کیا جانے لگا۔ اس سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی مشہور ہے کہ "ابو تراب" کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت علی اور حضرت فاطمہ میں شکر رنجی ہوتی تو حضرت علی جناب فاطمہ سے تو کچھ نہ کہتے البتہ اپنے سر پر خاک ڈال لیا کرتے۔ ایسا کئی مرتبہ ہوا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ نبی علیہ السلام حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت علی کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا **مالک یا ابا تراب** اے علی تمہیں کیا ہوا ہے۔ اے علی تم اس شکر رنجی پر اتنے دل تنگ ہوگئے کہ سر پر خاک ڈال لی۔ کہا جاتا ہے کہ "ابو تراب" کنیت کی وجہ یہ ہے۔

دنیا کے بدترین افراد

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' راستہ میں نبی علیہ السلام نے ہم سے فرمایا' تمہیں بتاؤں کہ دنیا کے بدترین افراد کون ہیں۔ ہم نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا دنیا کے بدترین افراد میں ایک تو وہ ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مارا تھا اور اے علی دوسرا شخص وہ ہے جو تمہیں شہید کرے گا۔ اور تمہارے خون سے چہرہ اور داڑھی تر ہو جائیں گے۔ جناب عمار فرماتے ہیں جس وقت نبی علیہ السلام حضرت علی کو شہادت اور خون آلود ہونے کی اطلاع دے رہے تھے' اس وقت آپ کے دست مبارک حضرت علی کے چہرہ اور داڑھی پر تھے۔

جناب مصنف فرماتے ہیں' ان واقعات کے بعد ہم "غزوہ عشیرہ" کے واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام "غزوہ عشیرہ" سے مدینہ واپس آئے تو یہاں آتے ہی آپ نے جناب سعد بن وقاص کو کافروں کے اس جتھے کے تعاقب میں روانہ کیا جو مکہ سے جنگ کے لیے آیا تھا اور خرار میں ٹھہرا ہوا تھا لیکن جب جناب سعد وہاں پہنچے تو وہ لشکر وہاں سے واپس جا چکا تھا۔ لہٰذا جناب سعد نے بھی ان کا تعاقب نہ کیا اور مدینہ واپس آ گئے۔

چوتھا غزوہ "بدر اول"

کرز بن جابر فہری گلہ کو ہنکا لے گئے

مصنف جناب ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے "غزوہ عشیرہ" سے واپس آنے کے کچھ دن بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ کرز بن جابر فہری نے قریش کے ایک لشکر کے ساتھ حملہ کیا اور مدینہ کے

اطراف سے مویشیوں کے ایک گلہ کو ہنکا کر لے گیا۔ جب نبی علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے جناب زید بن حارثہ کو اپنی عدم موجودگی میں مدینہ کا نگران مقرر فرمایا اور کرز کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ جب "وادی بغزان" پہنچے تو ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ کافروں کا لشکر تو دوسرے راستے سے فرار ہوگیا ہے' اب آپ اس کا تعاقب نہیں کر سکیں گے چنانچہ نبی علیہ السلام وہاں سے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ اس غزوہ کا نام "غزوہ بدر اولیٰ" اس لیے ہوا کہ "وادی بغزان" بدر کے علاقے میں واقع ہے۔

اس سفر سے واپسی کے اور جمادی الاخریٰ کے بقیہ دنوں کے علاوہ ماہ رجب و شعبان میں مدینہ میں سرکار کا قیام رہا۔ البتہ ماہ راجب میں جنگ کی تیاریوں اور قریش کے جنگی مقاصد کی معلومات کے لیے آپ نے جناب عبداللہ بن جحش کو "وادی نخلہ" کی جانب بھیجا۔

عبداللہ جحش کی "نخلہ" روانگی

جناب مصنف ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ "غزوہ بدر اولیٰ" سے واپسی پر رجب کے مہینہ میں آٹھ مہاجر مجاہدوں پر مشتمل دستہ مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیانی علاقہ "نخلہ" کی طرف روانہ کیا تاکہ یہ قریش کے جنگی مقاصد کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

عبداللہ بن جحش کو ہدایات

اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے ایک مکتوب لفافہ میں بند کر کے جناب عبداللہ ابن جحش کو عطا فرمایا اور یہ ہدایت کی کہ اس خط کو مدینہ طیبہ سے روانگی کے دو دن کے بعد کھولیں اور اس میں لکھی ہوئی ہدایات کے مطابق عمل کریں لیکن یہ یاد رکھیں کہ اس مکتوب کو دو دن کے سفر سے پہلے نہ کھولا جائے چنانچہ جب دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد جناب عبداللہ بن جحش نے اس خط کو کھولا تو اس میں تحریر تھا کہ آپ لوگ مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ کی جانب جائیں اور کفار کے جنگی مقاصد کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور اس مکتوب کے مضمون سے اپنے ساتھیوں کو بھی آگاہ کر دیں تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو اور جو شخص چاہے تو اس سفر پر جائے اور اگر اس کا دل نہ چاہے تو وہ مدینہ واپس آ جائے۔ چنانچہ جب انہوں نے خط کے مضمون سے آگاہی حاصل کی تو سمعا و طاعۃ کہہ کر اظہار رضامندی کر کے اپنے ساتھیوں کو بھی بتایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایات اس مکتوب کے ذریعہ دی ہیں اور میں ان کے مطابق عمل پیرا ہوں گا' البتہ تم لوگوں کے لیے کوئی پابندی نہیں' جو چاہے

میرے ساتھ رہے اور جو چاہے واپس مدینے چلا جائے۔ یہ سن کر ان تمام ساتھیوں نے یک زبان ہو کر کہا ہم بھی وہی کہتے ہیں جو آپ نے کہا سمعا و طاعتہ۔ ہم بھی اس سفر میں آپ کے ہمنوا ہیں۔ چنانچہ جناب عبداللہ اور ان کے ساتھی اپنی جگہوں سے اٹھے اور نخلہ کی جانب روانہ ہوگئے۔ اس سفر میں جو مہاجر مجاہد جناب عبداللہ بن جحش کے ساتھ تھے' ان کے نام یہ ہیں:

(۱) ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ۔ (۲) عکاشہ بن محصن۔ (۳) عتبہ بن غزوان بن جابر۔ (۴) جناب سعد بن ابی وقاص۔ (۵) عامر بن ربیعہ۔ (۶) واقد بن عبداللہ۔ (۷) خالد بن بکیر۔ (۸) سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہم۔ چنانچہ یہ تمام حضرات جناب ابن جحش کے ساتھ بغیر راستہ میں رکے وادی نخلہ پہنچ گئے۔ اور جس جگہ کہ نبی علیہ السلام نے قیام کرنے کا حکم دیا تھا وہاں قیام پذیر ہوئے' البتہ جناب سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان اپنی سواریوں کی گمشدگی کی وجہ سے راستہ میں پیچھے رہ گئے تھے' وہ بھی ان سے آ کر مل گئے۔

جب جناب ابن جحش نخلہ پہنچے تو حسن اتفاق کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ طائف سے مکہ آ رہا تھا جن کے پاس تجارتی سامان میں چمڑا اور میوہ تھا۔

جب یہ قافلہ جناب عبداللہ بن جحش کے قریب آیا تو ان لوگوں کو دیکھا کہ ہتھیار کھولے آرام سے بیٹھے ہیں۔ ان مسلمانوں کو دیکھ کر قافلہ کے لوگ خائف ہوئے لیکن یہ نہ پہچان سکے کہ یہ مسلمان ہیں۔ آپس میں کہنے لگے کہ یہاں قیام کرنا مناسب نہیں ہے' یہاں سے جلد روانہ ہو جانا چاہیے۔ ممکن ہے کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ برے ارادوں سے پیش آئیں۔ ابھی کافروں کے قافلہ کے لوگ یہ مشورہ کر ہی رہے تھے کہ جناب "عکاشہ" ایک ٹیلہ پر آئے اور ان کی تمام حرکات و سکنات کو دیکھتے رہے۔ قافلہ والوں نے جب جناب "عکاشہ" کو دیکھا تو سر کو منڈا دیکھ کر مطمئن ہوگئے کہ یہ جماعت زائرین حرم کی ہے جو عمرہ کر کے آئے ہیں۔ ان سے کوئی خطرہ نہیں لہٰذا یہاں قیام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں' نہ یہاں سے فوراً روانہ ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ واقعہ رجب کی آخری تاریخ اور شعبان کی چاند رات کا ہے۔ جب قافلہ کے لوگوں نے یہاں قیام کر لیا تو جناب "عکاشہ" نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے کیونکہ اگر یہ آج ہی چلے گئے تو کل یہ حدود حرم میں داخل ہو جائیں گے' اس وقت حرم کے اعزاز و اکرام کی وجہ سے ہم کچھ نہ کر سکیں گے اور اگر آج ہی ان سے نمٹا جائے تو رجب کے محترم مہینہ کی حرمت کو پامال کرنے والوں میں شامل ہوں گے جو مناسب نہیں ہے' اس سلسلہ میں یہ لوگ آپس میں

مشورے کرتے رہے' آخرکار یہ طے پایا مناسب نہ ہوگا کہ یہ لوگ ایسے ہی نکل جائیں۔ ایسا موقع کم ملتا ہے لہٰذا اس قافلہ پر حملہ کیا جائے اور جو بھی زد پر آئے اس کو قتل کریں اور جو مال ہاتھ آئے اس پر قبضہ کرلیں۔

عمرو بن حضرمی کا قتل

چنانچہ آپس کے مشورے کے بعد یہ حضرات ہتھیاروں کو چھپائے ہوئے اس قافلہ کے لوگوں کے قریب گئے اور مسلمانوں کی طرف سے جس شخصیت نے سب سے پہلے تیر چلایا وہ جناب واقد بن عبداللہ تھے اور تیر کا جو شکار ہوا وہ عمرو حضرمی قریش کا سردار تھا۔ اس کے قتل ہو جانے کے بعد اسلامی دستے کے سالار جناب عبداللہ بن جحش نے اپنے ساتھیوں سے کہا اب ان کافروں پر اجتماعی حملہ کرو' چنانچہ اس حملہ کے نتیجہ میں دو آدمی قید ہوئے' باقی بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنا سامان چھوڑ گئے۔ جناب عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھی صحابہ نے جب یہ منظر دیکھا تو قافلہ کے بقیہ لوگوں کا تعاقب نہ کیا اور قیدیوں کو ساتھ لے کر عازم مدینہ ہوئے۔

سریہ کے مال غنیمت کی تقسیم

مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ کر جناب عبداللہ بن جحش نے ساتھیوں سے کہا کہ مال غنیمت میں پانچواں حصہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اس کو علیحدہ کر کے باقی مال ہم آپس میں تقسیم کیے لیتے ہیں۔ یہ واقعہ "خمس" کے سلسلہ میں احکام خداوندی کے نزول سے پہلے کا ہے' چنانچہ ان حضرات نے مال غنیمت کو تقسیم کرلیا اور مدینہ طیبہ آ گئے اور تمام واقعات نبی علیہ السلام کے گوش گزار کر دیے۔ نبی علیہ السلام کو ان کا یہ طرز عمل پسند نہ آیا کیونکہ انہوں نے ماہ رجب میں جنگ کی تھی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمہیں ماہ رجب میں جنگ کی ممانعت کی تھی' اس کے بعد نہ تو اسیروں کے بارے میں ہدایات دیں' نہ مال غنیمت کے بارے میں کچھ فرمایا۔ نبی علیہ السلام کے اس انداز سے یہ صحابہ بہت رنجیدہ ہوئے اور انہیں خیال ہوا کہ ان کے اس عمل سے اللہ اور اس کا رسول ناراض ہیں۔ اور اس ناراضگی کی وجہ سے ہم لوگ ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔ طرفہ تماشہ یہ کہ انہیں دوسرے مسلمانوں نے سرزنش کی اور طعنہ زنی کی۔

عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں پر طعن و تشنیع

ادھر مکہ والوں نے بھی زہر طعن و تشنیع کی بارش کر دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے

صحابہ نے ماہ محرم کی توہین کی ہے اور اس مقدس مہینہ میں قتل و غارت گری کو روا رکھا ہے۔ مدینہ کے یہودیوں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے بھی ان پر نام دھرنے شروع کر دیے اور جناب واقد بن عبداللہ جن کے تیر سے عمرو بن حضرمی قتل ہوا تھا' ان کے بارے میں کہنے لگے۔

واقد بن عبداللہ نے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔ جناب عامر کے بارے میں کہا کہ عامر نے جنگ کو زندگی دے دی۔ حضرمی کے بارے میں کہا کہ جنگ موجود ہو گئی ہے۔ اور اس طرح کے بہت سے جملے ان لوگوں کے بارے میں کہے گئے۔ یہودیوں نے منافقوں کو ورغلایا' اب تو خوش ہو جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قریش کے درمیان جنگ کی آگ بھڑک گئی' اب تو ان کے پاس بیٹھنا چھوڑ دو۔

ادھر مکہ کے کافروں نے طنز کے بطور ایک قاصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تاکہ وہ یہ معلوم کرے کہ آپ کے دین میں مقدس مہینوں میں قتال و جدال کی اجازت ہے؟

مسلمان مجاہدین کے حق میں آیت قرآنی

جب حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں کی دل تنگی اس حد کو پہنچ گئی جس کو الفاظ میں ادا کرنا ممکن نہیں اور لوگوں کی زبان طعن حد سے بڑھ گئی تو کافروں کی زبان طعن کو روکنے اور ان کے شر کو دفع کرنے کے لیے رب کریم نے سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل فرمائی (۲۱۷)

"اے نبی مکرم یہ کافر آپ سے مقدس مہینوں میں قتال کے بارے میں معلوم کرتے ہیں۔ آپ انہیں بتا دیں کہ ان مہینوں میں جدال و قتال بہت گناہ ہے لیکن اللہ کی راہ سے روکنا' اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا' مسجد حرام میں داخلہ سے (مسلمانوں کو) روکنا اور آبادیوں سے ان کے بسنے والوں کو نکال دینا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اور فتنہ و فساد برپا کرنا قتل سے بھی بدتر ہے۔ اور یہ (کافر) ہمیشہ آپ سے لڑتے رہیں گے تاکہ (ان کے مزعومہ کے مطابق) وہ آپ کو آپ کے دین سے روگردان کر دیں۔ اگر آپ کے ساتھیوں سے کوئی شخص اپنے دین (اسلام) سے روگردان ہوا اور حالت کفر میں مر گیا تو یہ ان (بدنصیبوں) میں ہو گا جن کے عمل دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ دوزخیوں میں سے ہیں جو ان کا ابدی ٹھکانہ ہو گی"۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمانوں کے دلوں سے شکوک رفع ہو گئے۔ جناب عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اب نبی علیہ السلام نے اس مال غنیمت کو' جو عبیداللہ ابن

جحش نے علیحدہ کیا تھا' لے لیا اور بقیہ مال ان مجاہدین کو لینے کی اجازت دے دی اور ان دونوں قیدیوں کو' جو اس معرکہ میں ہاتھ لگے تھے' اپنے پاس اس وقت تک روکے رکھا جب تک کہ مکہ سے ان کے فدیہ میں کچھ آئے۔ اس کے بعد انہیں (قیدیوں کو) اپنے حق ارادی کو استعمال کرنے کا حق دے دیا گیا تو ان میں سے ایک نے اسلام قبول کر لیا۔ اور ایسے راسخ العقیدہ مسلمان ہوئے کہ مقربین بارگاہ نبوی میں شمار ہونے لگے۔ یہ واقعہ "بیر معونہ" میں دوسرے صحابہ کے ساتھ شہید ہوئے' ان کا تذکرہ اس موقع پر کیا جائے گا۔ ان کا نام "حکم بن کیساں" تھا۔

اس آیت کے نزول کے بعد جناب عبداللہ بن جحش کے دل سے غم و اندوہ کے بادل چھٹ گئے' تسلی ہوگئی اور انہوں نے مال غنیمت لے لیا۔ اب یہ خواہش ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اجرو ثواب میں زیادتی فرمائے چنانچہ اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے' یا رسول اللہ خواہش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس قتال کو غزوہ کا مرتبہ عطا فرمائے اور ہمیں وہی اُجرو ثواب عطا ہو جو مجاہدوں کے لیے مقرر ہے۔ اسی وقت جناب جبریل حق تعالٰی کی بارگاہ سے یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور اس جنگ کو غزوات میں شمار ہونے کی بشارت دی گئی اور ان جانثاروں کو مجاہدوں کا مرتبہ عطا ہوا۔ آیت کریمہ کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے:

"بے شک وہ لوگ جو دولت ایمان سے مشرف ہوئے اور ہجرت کے شرف سے بھی ہمکنار ہوئے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد میں شرکت کی یہ لوگ اللہ کی رحمت کے طلبگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔

مال غنیمت اور عبداللہ بن جحش کی تقسیم

عبداللہ بن جحش پر اللہ تعالیٰ کا ایک اور انعام ہوا۔ انہوں نے مال غنیمت اپنی رائے سے تقسیم کیا تھا۔ اس تقسیم کو ربانی منظوری حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد مال غنیمت کی یہ تقسیم کا طریقہ دین میں داخل ہوگیا۔

جان لو کہ جو چیز تم مال غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ اور اس کے رسول کے لیے۔ رشتہ داروں' یتامیٰ' مساکین اور مسافروں کے لیے اس کا پانچواں حصہ ہے۔ (سورہ انفال - آیت

تاریخ اسلام کا پہلا مال غنیمت اور تاریخ اسلام کا پہلا مقتول

عبداللہ بن جحش کا لایا ہوا مال اسلامی تاریخ میں پہلا مال غنیمت تھا اور عمرو بن حضرمی اسلام کی تاریخ کا پہلا مقتول تھا جس کو مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچنا پڑا اور حکیم بن کیسان وہ پہلا شخص ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب عبداللہ بن جحش کے دفاع اور ماہ رجب کی حرمت کے پامال ہونے اور اس مقدس مہینہ میں جنگ کے جواب میں چند شعر کہے جو ہدیہ ناظرین ہیں:

تعدون قتلا فی الحرام عظیمۃ

تمہارے نقطہ نظر سے محترم مہینوں میں جنگ بہت بری بات ہے لیکن اس سے بھی بری بات وہ ہے جس کو صاحبان بصیرت محسوس کریں۔

صدودکم عما یقول محمد ۔۔۔ وکفر بہ واللہ راء (و) شاھد

تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو حالانکہ وہ رب کریم شاہد ہے۔

واخراجکم من مسجد اللّٰہ اھلہ ۔۔۔ لئلا یر اللّٰہ فی البیت ساجد

تمہارا مسلمانوں کو مسجد حرام کی حاضری سے محروم کرنا اس لیے ہے کہ اللہ کے گھر کوئی سجدہ گزار بندہ نظر نہ آئے۔

سقینا من ابن الحضرمی رماحنا ۔۔۔ بنخلہ لما اوقد الحرب واقد

ہم نے اپنے تیروں کی آگ ابن خوی کے خون سے وادی نخلہ میں اس وقت بجھائی جبکہ بعض لوگوں نے آگ کے شعلے بھڑکائے۔

دما دابن عبداللّٰہ عثمان بیننا ۔۔۔ ینازعہ غل من القد عائد

اور یہ عثمان بن عبداللہ جس کا تذکرہ اس شعر میں کیا گیا ہے وہی قیدی ہے جس کو حکم بن کیسان کے ساتھ گرفتار کیا گیا تھا۔

تحویل قبلہ

مصنف فرماتے ہیں، ہجرت نبوی کے ڈیڑھ سال بعد آیت کریمہ نازل ہوئی کہ نماز میں بیت المقدس

کی بجائے اب کعبہ ابراہیمی کی جانب منہ کیا جائے۔

"اے حبیب ہم آسمان کی جانب آپ کے بار بار منہ اٹھانے کو دیکھ رہے ہیں۔ ضرور ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں جدھر آپ کی خواہش ہے۔ اب آپ مسجد حرام کی طرف منہ کر لیں اور اے مسلمانو تم جہاں بھی ہو اپنے چہرے کعبہ ابراہیمی کی جانب کر لو"۔ (بقرہ آیت ۱۴۴)

اور اس "تحویل قبلہ" کا سبب یہ ہوا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے دل میں خواہش ہوئی کہ بیت المقدس کی بجائے کعبہ ابراہیمی کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں لیکن زبان سے اس خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ رب کریم نے آپ کی خواہش کے احترام میں حکم دیا کہ آپ اپنی خواہش کے مطابق اپنا رخ بیت المقدس سے کعبہ ابراہیمی کی جانب کر لیں اور ماسبق آیت کی طرح ایک اور آیت میں اس طرح فرمایا گیا۔

"بے شک ہم آپ کے بار بار آسمان کی جانب نظریں اٹھانے کو دیکھ رہے ہیں......." (آخر آیت تک)

پانچواں غزوہ "بدر کبریٰ"

اس غزوہ کی وجہ تسمیہ

اس غزوہ کا نام "بدر کبریٰ" اس وجہ سے ہوا کہ اسی غزوہ کی وجہ سے مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ حاصل ہوا اور اس دن قریش کے صنادید کیفر کردار کو پہنچے اور بڑے بڑے (سرغنہ) قیدی بنائے گئے۔ اس غزوہ کی تفاصیل اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ مدینہ منورہ میں یہ خبر پھیلی کہ ابوسفیان بن حرب قریش کے (تجارتی) قافلہ کے ساتھ شام سے حجاز کے راستہ سفر کر رہا ہے۔ یہ قافلہ بھی بڑا ہے اور قافلہ والوں کے پاس مال بھی بہت ہے۔

جنگ بدر کے بارے میں صحابہ سے مشورہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قافلہ کی بابت اطلاع ملی تو آپ نے مہاجر و انصاری صحابہ کو بلا کر ان سے مشورہ کیا اور ان سے فرمایا کہ بہادری دکھانے کا یہ بہت بہتر موقع ہے اور کفار سے جہاد کی بھرپور کوشش کر لو تاکہ کفار پر اسلام کی دھاک بیٹھ جائے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے شامل حال ہو جائے۔ اس وقت قریش کا سردار ابوسفیان ایک قافلہ کے ساتھ ادھر سے گزرنے والا ہے' اس کے ساتھ نفری بھی بہت ہے اور مال بھی بہت زیادہ ہے۔ تیار ہو جاؤ تاکہ ان سے جنگ کریں یا غنیمت و فتح حاصل

ہوگی یا شرف شہادت نصیب ہوگا۔

صحابہ نے عرض کیا آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر اگر ہزار جانیں بھی ملیں تو قربان ہیں۔ آپ جو حکم کریں گے اس پر گردن اطاعت خم ہے۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور تین سو تیرہ جانثاروں نے اس جنگ میں شرکت پر رضامندی کا اظہار کیا۔ باقی صحابہ نے اس خیال سے شرکت پر رضامندی کا اظہار نہ کیا کہ نبی علیہ السلام قریش سے رشتہ داری کی وجہ سے جنگ نہ کریں گے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے ارادے سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔

ابوسفیان کو مسلمانوں کی طرف سے مزاحمت کا اندیشہ تھا' اس لیے وہ مسلسل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی جنگی سرگرمیوں سے باخبر رہنا چاہتا تھا۔ اس کام کے لیے اس نے چند سواروں کو مدینہ کے اطراف میں بھیج دیا تھا۔ جب یہ سوار مدینہ پہنچے تو انہیں پتہ چلا کہ نبی علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوسفیان کے قافلہ سے مقابلہ کے لیے مدینہ سے روانہ ہوچکے ہیں۔ چنانچہ یہ سوار بغیر مدینہ میں ٹھہرے فوراً روانہ ہوگئے اور تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے قریش کے قافلے تک پہنچے اور ابوسفیان کو حالات سے آگاہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کے ساتھ قافلہ سے مقابلہ کے لیے مدینہ سے روانہ ہوچکے ہیں' اب جو تدبیر بھی مناسب ہو اس پر عمل کرو۔

مسلمانوں سے ابوسفیان کی تشویش

ابوسفیان نے گھبرا کر ایک سوار کو تیزی کے ساتھ مکہ روانہ کیا تاکہ وہ جا کر مکہ والوں کو ساری کیفیت سے آگاہ کرے اور وہ قافلہ کی حفاظت کے لیے مناسب اقدام کریں اور حفاظت کے لیے لشکر لے کر آ جائیں۔ ابوسفیان نے قاصد سے کہا اگر قریش مکہ لیت و لعل کریں اور لشکر لے کر نہ آئیں تو انہیں بتا دینا کہ وہ اپنے مال کی بخیریت واپسی سے مایوس ہو جائیں۔ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک زبردست لشکر کے ساتھ قافلہ کے مقابلہ کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ یہ تمام باتیں بتا کر قاصد کو جلد از جلد مکہ پہنچنے کی ہدایات کے ساتھ روانہ کر دیا۔

نبی علیہ السلام کی پھوپی کا خواب

اس قاصد کے مکہ پہنچنے سے دو یا تین دن پہلے عبدالمطلب کی بیٹی' نبی علیہ السلام کی پھوپی' جناب عاتکہ نے خواب دیکھا تھا۔ یہ خواب قریش کے بارے میں تھا لیکن وہ اس خواب کی وجہ سے بہت پریشان تھیں۔ انہوں نے اپنے بھائی جناب عباس کو بلا کر کہا میں نے رات ایک خواب دیکھا جس کی وجہ سے میں

قریش کے بارے میں بہت پریشان ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ قریش کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہوں گے اور ان کے ساتھ کوئی زبردست واقعہ پیش آئے گا۔ لیکن آپ اس خواب کا تذکرہ ابھی کسی سے نہ کرنا۔ جناب عباس نے فرمایا عزیز بہن خواب تو سناؤ۔ جناب عاتکہ نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ اونٹ پر سوار ایک شخص مکہ آیا ہے اور اس نے بلند آواز سے کہا مکہ والو توجہ کرو! تین دن کے اندر تمہیں قتل کرنے کے لیے مکہ سے نکالا جائے گا۔ اس کی آواز کو سن کر بہت سے آدمی اس سوار کے گرد جمع ہوگئے۔ یہ شخص وہاں سے مسجد حرام آیا اور خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھا لیکن تعجب کی بات یہ کہ وہ اسی طرح اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور بلند آواز سے کہہ رہا تھا قریش کے لوگو توجہ سے سنو! تین دن کے اندر تمہیں ایسی جگہ لے جایا جائے گا اور جب تم وہاں پہنچو گے تو وہاں تمہارے سرداروں کو قتل کیا جائے گا اور تمہارے بڑے لوگوں کو اسیر کیا جائے گا اور لوہے کے طوق ان کے گلوں میں پہنائے جائیں گے۔ اس کے علاوہ میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ ہر شخص کعبہ کی چھت سے اتر کر "جبل ابو قیس" پر آیا اور وہی اعلان کیا جو اس نے خانہ کعبہ کی چھت سے کیا تھا۔ جناب عاتکہ نے کہا اس کے بعد اس سوار نے ایک پتھر اٹھا کر پہاڑ سے مکہ کی آبادی کی طرف پھینکا۔ ابھی یہ پتھر فضا ہی میں تھا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور مکہ کی آبادی کا کوئی مکان ایسا نہ تھا جس میں اس پتھر کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بہن سے یہ خواب سنا تو کہا بہن! تمہارا خواب بعینہ وقوع پذیر ہوگا اور قریش کو سخت مصائب کا سامنا کرنا ہوگا۔ لیکن تم اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ وہاں سے اٹھ کر اپنے دوست ولید کے پاس گئے اور اس سے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ ولید نے پہلے اس خواب کا تذکرہ اپنے والد عتبہ سے کیا' اس کے بعد عتبہ نے جا کر قریش کے مجمع میں اس خواب کا تذکرہ کیا۔ اس طرح یہ خواب سارے قریش میں شہرت حاصل کر گیا۔

ابو جہل اور جناب عباس کی گفتگو

جناب عباس فرماتے ہیں بعد میں جب خانہ کعبہ طواف کے ارادے سے گیا تو میں نے ابو جہل کو قریش کے مجمع میں دیکھا کہ وہ عاتکہ کے اس خواب کا تذکرہ کر رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر ابو جہل نے آواز بلند دے کر مجھے بلایا اور کہا ابوالفضل آپ طواف سے فارغ ہو کر میرے پاس آئیں مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ جناب عباس فرماتے ہیں طواف سے فارغ ہو کر میں ابو جہل کے پاس آ کر بیٹھا تو ابو جہل نے کہا آپ کے خاندان میں دوسری نبیہ (نبی کی مونث) کب سے ظاہر ہوگئی ہے۔ میں نے اس سے تشریح

چاہی تو اس نے کہا کہ تمہاری بہن غیب کی خبریں دینے لگی ہے اور اس خواب کے بارے میں معلوم کیا۔ ابوجہل نے مجھ سے کہا اے عبدالمطلب کی اولاد تم اس شخصیت کے اعلان نبوت پر راضی نہیں ہو اب تو تمہارے خاندان کی عورتوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے۔ گفتگو کے بعد ابوجہل نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا تین دن انتظار کرو اور دیکھو کہ عاتکہ نے جو خواب بیان کیا ہے اس کی صداقت کس طرح ثابت ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہم تمام قریش کو جمع کر کے یہ ثابت کریں گے کہ عرب قبائل میں بنی عبدالمطلب سے زیادہ لغو گو اور کوئی قبیلہ نہیں ہے تاکہ اس کے بعد کوئی ان کی باتوں پر اعتماد نہ کرے اور ان کی باتوں کو قبول نہ کرے اور قیامت تک ان کی غلط بیانی پر مہر تصدیق لگ جائے۔

جناب عباس فرماتے ہیں ابوجہل کی اس لغو و لایعنی گفتگو سن کر میں نے اس سے کوئی تعرض نہ کیا البتہ یہ کہہ کر موضوع کو تبدیل کرنا چاہا کہ میری بہن نے کوئی خواب نہیں دیکھا ہے اور جو افواہیں کہ پھیلائی جا رہی ہیں مجھے ان کا علم نہیں۔ یہ کہہ کر میں وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر آ گیا۔

سرشام ہی ہمارے خاندان کی تمام خواتین میرے گھر جمع ہو گئیں تاکہ ابوجہل کو مسکت جواب نہ دینے پر مجھے ملامت کریں۔ ان خواتین نے آپس میں کہا کہ ابوجہل نے خاندان عبدالمطلب کے بارے میں ہرزہ سرائی کی ہے اور تم خاموش ہو۔ اس کی جرات اب اتنی ہو گئی کہ وہ ہمارے خاندان کے بارے میں نازیبا کلمات کہنے لگا ہے۔ تمہاری غیرت کو کیا ہو گیا کہ تم اس بد زبان کو مناسب سزا دو اور اس کو معاشرہ سے نکال باہر کرو۔ جناب عباس فرماتے ہیں' جب میں نے اپنے خاندان کی خواتین کی یہ گفتگو سنی تو میں اپنے طرز عمل پر ملامت کرنے لگا اور خود کو مجرم تصور کرنے لگا کہ میں نے اس کی ہرزہ سرائی کا جواب کیوں نہیں دیا۔ اس وقت میں نے قسم کھائی کہ کل جا کر ابوجہل کو اس کی ہرزہ سرائی کا جواب دوں گا اور اگر اس نے کل کی طرح گفتگو کی تو اس سے بھڑ جاؤں گا اور اس کو مناسب سزا دوں گا۔

میری یہ گفتگو سن کر خاندان کی خواتین مطمئن ہو گئیں۔ اس طرح میں انہیں رخصت کرنے میں کامیاب ہوا البتہ رات بھر میں یہ سوچتا رہا کہ اس وقت میں نے اس بد زبان کو جواب کیوں نہیں دیا اور اس وقت اس کو بد زبانی کی سزا کیوں نہ دی۔

عاتکہ کے خواب کے تیسرے دن صبح کو میں ابوجہل کو سزا دینے کے لیے گھر سے روانہ ہوا اور خانہ کعبہ آیا تو ابوجہل کو وہاں بیٹھا پایا۔ جب ابوجہل نے مجھے دیکھا اور میرے چہرے پر غصہ کے انداز دیکھے تو

خوف زدہ ہو کر وہاں سے جلدی سے اٹھ کر مسجد سے باہر آگیا۔ میں نے اس کا تعاقب کیا لیکن اس بدبخت کے بہت تیز رفتار ہونے کی وجہ سے میں اس کو کوشش کے باوجود نہ پکڑ سکا اور اسی طرح اس کا تعاقب کرتا رہا۔

اسی اثناء میں ابوسفیان کا بھیجا ہوا قاصد مکہ کے ایک جانب سے داخل ہوا تاکہ قریش مکہ کو ابوسفیان کا پیغام پہنچائے۔ یہ اس انداز میں مکہ آیا کہ اونٹ کی نکیل زخمی تھی' اونٹ کا کجاوہ پھیلا ہوا اور خود قاصد چاک گریباں تھا۔ اس نے آبادی میں آکر زور سے شور مچا کر کہا مکہ والو سنو' ابوسفیان اور اس کے قافلہ کے تعاقب میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی مدینہ سے باہر آئے ہیں۔

جناب عباس فرماتے ہیں جب میں نے اس قاصد یا منادی کی آواز سنی تو میں ابوجہل کا پیچھا چھوڑ کر رک گیا۔ اس وقت قریش کے لوگ اس کی آواز کو سن کر آپس میں کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا مال رائیگاں چلا جائے۔ ہم تو اپنے مال کی حفاظت کے لیے جائیں گے اور دیکھیں گے کہ ان مسلمانوں پر کیا گزرتی ہے۔

مکہ والوں نے اپنے جگر گوشوں کو نکال پھینکا

اس قاصد کے اعلان کو سن کر مکہ والوں نے لشکر کشی کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ اس لشکر میں قریش کے صنادید اور سردار شامل ہوگئے اور مکہ میں کوئی سردار اور ذی عزت و حیثیت باقی نہ رہا۔ صرف ابولہب نے اس لشکر میں شمولیت اختیار نہ کی اور اپنے بدلے عاصی بن ہشام بن مغیرہ کو روانہ کیا۔ امیہ بن خلف' جس کا شمار سرداران قریش میں ہوتا تھا' وہ بھی جنگ کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ بھی اپنے جبتھہ کے ساتھ مسجد حرام میں آکر بیٹھ گیا۔ عقبہ بن ابی لیط کو جب امیہ بن خلف کی بابت پتہ چلا تو وہ مسجد حرام میں آیا اور اس کو بہت سخت سست کہا' طنز آمیز جملے کہے' اشتعال انگیز گفتگو کر کے امیہ کے پاس خوشبوئیں بکھیر کر کہنے لگا تو بھی ان خوشبوؤں سے استفادہ کر کیونکہ تو بھی عورتوں کی خصلت رکھتا ہے اور عورتیں تو خوشبو پر جان دیتی ہیں۔ عقبہ کی باتیں سن کر امیہ کو بہت غصہ آیا۔ اس نے بھی عقبہ کو برا بھلا کہا' گالیاں بھی دیں' اس کے بعد اس نے اسلحہ اور گھوڑا منگایا' مسجد حرام سے اٹھا اور لشکر کے ساتھ جا ملا۔

لشکر کفار کی روانگی

قصہ مختصر ابھی رات نہ آئی تھی کہ مکہ سے لشکر روانہ ہوگیا۔ جو دوسرے لوگ اسلحہ نہ ہونے کی وجہ سے لشکر کے ساتھ نہ جا سکتے تھے' انہوں نے کرایہ کے سپاہیوں کو لشکر کے ساتھ روانہ کر دیا کیونکہ مکہ کا

شاید ہی کوئی ایسا فرد ہو جس کا مال ابوسفیان کے قافلہ میں نہ ہو' اس لیے ہر شخص کی خواہش یہ تھی کہ اس کا مال ومتاع محفوظ ہو جائے۔ چنانچہ یہ سب لوگ روانگی کے لیے اکٹھے ہوئے تو بعض اہل الرائے نے آپس میں کہا اس موقع پر یہ ممکن نہیں کہ بنوبکر کا قبیلہ کوئی ایسا عمل کرے جو غداری کے مترادف ہو (کیونکہ اس قبیلہ اور قریش کے درمیان آپس میں پہلے سے آویزش تھی) اور ایسا نہ ہو کہ ہم (قریش) مکہ سے روانہ ہوں اور وہ ہمارے تعاقب میں روانہ ہوں۔ اس طرح ہم اسلامی لشکر اور بنوبکر کے درمیان گھر جائیں اور ان دونوں کے ہاتھوں نقصان اٹھائیں چنانچہ اس سلسلہ میں آپس میں مشورے ہونے لگے کہ اس موقع پر ایسی کونسی تدبیر کی جائے جس سے "بنی بکر" کی طرف سے بے خوف ہو کر روانہ ہوں۔ ابھی یہ مجلس مشاورت جاری تھی کہ اسی وقت ابلیس (لعنۃ اللہ علیہ) سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی سردار قبیلہ بنی بکر کی شکل میں نمودار ہوا اور قریش سے مخاطب ہوا۔ کیا فکر ہے اور کیا پریشانی ہے جس میں مبتلا ہو جاؤ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرو۔ میں اپنے قبیلہ کی طرف سے ذمہ داری لیتا ہوں' وہ کوئی ایسا عمل نہیں کریں گے جس سے تمہیں نقصان پہنچے۔ قریش مکہ نے جب یہ خوشخبری سنی تو مکہ سے روانہ ہوگئے۔

اسلامی لشکر اور غزوہ بدر

رمضان کا مہینہ تھا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بہ ارادہ جنگ مدینہ سے بدر تشریف لائے تھے۔ مدینہ میں نگرانی کے فرائض کی ذمہ داری جناب عمرو بن ام مکتوم کے سپرد فرمائی تھی۔ لیکن مدینہ سے روانہ ہو کر جب مقام روحاء تشریف لائے تو جناب ابولبابہ کو مدینہ روانہ فرمایا تاکہ وہ انتظامی امور کی نگرانی کریں جبکہ امامت کے فرائض عمرو بن ام مکتوم انجام دیں۔ یہیں نبی علیہ السلام نے سفید اسلامی پرچم جناب معصب بن عمیر کو عطا فرمایا۔ اس پرچم کے علاوہ دو پرچم جو سیاہ تھے وہ بھی اسلامی لشکر کے ساتھ تھے۔ ایک پرچم جناب علی کے پاس تھا اور دوسرا کسی انصاری صحابی کے پاس تھا۔

اس سفر میں اصحاب نبی علیہ السلام کے ساتھ ستر اونٹ تھے جن پر باری باری تین یا چار صحابی سوار ہوتے تھے۔ جو اونٹ نبی علیہ السلام کی تحویل میں تھا اس میں حضرت علی اور مرقد بن ابی مرقد غنوی شریک تھے۔ سید الشہداء حضرت حمزہ کے پاس جو اونٹ تھا' اس میں جناب زید بن حارثہ' ابو کبشہ اور انسہ شریک تھے' یہی دوسرے صحابہ کا حال تھا۔

اسلامی لشکر کے ساقہ کی ذمہ داری جناب قیس بن صعصہ کو سپرد فرمائی گئی' اس دستہ کے علم بردار

جناب سعد بن معاذ انصاری تھے۔ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو کر نبی علیہ السلام نے مکہ کا راستہ اختیار فرمایا اور منزل بمنزل سفر فرماتے ہوئے جب "وادی صفراء" کے قریب پہنچے تو دو صحابیوں کو ابوسفیان اور اس کے لشکر کی بابت معلومات حاصل کرنے کے لیے روانہ کیا اور خود آہستہ چلتے ہوئے "وادی صفراء" آئے۔ جس جگہ اسلامی لشکر نے قیام کیا' یہ جگہ دو پہاڑیوں کے درمیانی وادی میں تھی۔ نبی علیہ السلام نے ان پہاڑوں کے نام معلوم فرمائے تو بتایا گیا کہ ایک پہاڑی کا نام مسلح (یا منسح) اور دوسری کا نام مخری ہے۔ نبی علیہ السلام نے معلوم فرمایا اس علاقہ میں کونسے قبائل آباد ہیں تو بتایا گیا ایک قبیلہ کا نام "بنی انہار" اور دوسرے کو "بنی حراق" کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کے نام کی نامناسبت کی وجہ سے وہاں قیام نہ فرمایا۔ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سے ایک اور راستہ بھی جاتا تھا' اس لیے آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ وہ اس راستہ سے یہاں سے روانہ ہو جائیں' اس طرح "وادی صفراء" سے روانہ ہوئے تو راستہ میں پتا چلا کہ قریش مکہ اپنے لشکر کی کثیر تعداد کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں ہو کر ابوسفیان سے پہلے ہی اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں اور فلاں جگہ فروکش ہیں۔

یہ جگہ جہاں کہ قریش مکہ رکے ہوئے تھے' اس جگہ سے جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقیم تھے' ایک منزل کے فاصلہ پر تھی۔

مسلمانوں اور بنی اسرائیل کے جذبات کا تقابل

جب یہ اطلاع نبی علیہ السلام کو ہوئی تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے مشورہ فرمایا۔ پہلے تو مہاجر صحابہ سے فرمایا اب تم لوگوں کی کیا رائے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا یا رسول اللہ اگر رب تعالیٰ ہزاروں جانیں عطا فرمائے تو ہماری' ہمارے والدین کی جانیں آپ پر قربان' اب تو یہی مقصد ہے کہ آگے بڑھیں اور ان کافروں پر حملہ آور ہوں اور اس موقع کو فروگزاشت نہ کریں۔ ان کے بعد حضرت عمر نے کھڑے ہو کر جناب ابوبکر کی تائید کی' ان کے بعد جناب مقداد بن اسود کھڑے ہوئے' انہوں نے کہا' ہماری ہزار جانیں آپ پر قربان' آپ اٹھیں اور رب کریم کے حکم پر عمل فرمائیں' ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ جو حکم کریں گے' اس پر عمل پیرا ہوں گے جہاں آپ فرمائیں گے ہم وہاں جانے کے لیے تیار ہیں' ہم وہ الفاظ نہیں کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہے تھے: **فاذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون**۔ (ترجمہ) آپ اور آپ کا رب جا کر جنگ کریں ہم یہاں بیٹھے ہیں (اور نتیجہ جنگ کے منتظر ہیں)

جناب مقداد نے کہا بلکہ اس کے برخلاف ہم تو یوں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جنگ کریں جس میں ہم بھی آپ کے شانہ بشانہ ہوں گے۔ جناب مقداد نے قسم کے ساتھ کہا' اس خداوند قدوس کی قسم جس نے آپ کو حقانیت کا پیکر بنا کر مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم پانی میں ڈوب جائیں گے' آگ میں جل جائیں گے لیکن کسی طرح بھی آپ کے حکم سے انحراف نہ کریں گے۔ جناب مقداد کے جذبات اخلاص سے سید عالم مسرور ہوئے اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

اس کے بعد انصار مدینہ سے دریافت فرمایا آپ لوگ کیا کہتے ہیں تو انصار کی نمائندگی کرتے ہوئے جناب سعد بن معاذ نے فرمایا "یا نبی اللہ ہماری اور ہمارے والدین کی ہزاروں جانیں آپ پر قربان ہم آپ پر ایمان لائے ہیں' ہمیں آپ کی ذات سے نور ایمان ملا اور ظلمت کفر سے نجات حاصل ہوئی ہے' ہم نے آپ کی اطاعت کے لیے کمر خدمت باندھ لی ہے اب جو آپ کا حکم ہو اس پر گردن اطاعت خم ہے۔ اس خدائے وحدہ لاشریک کی قسم جس نے آپ کو حق کا علمبردار بنایا ہے اگر قوم انصار سے آپ فرمائیں کہ سمندر میں کود جاؤ یا آتش سوزاں میں خود کو ڈال دو تو یہ سب خوشی خوشی آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ ان کے دل میں ذرہ برابر انحراف کا خیال نہ آئے گا۔ یارسول اللہ آپ بطیب خاطر روانہ ہوں اور کسی قسم کا تردد قلب مبارک میں پیدا نہ ہونے دیں یقیناً ہماری صداقت کا مظاہرہ اس وقت ہوگا جب غنیم کی فوج مقابلہ پر ہوگی۔ اس وقت ہماری شجاعت' مردانگی' صبرو استقامت کو دیکھا جا سکے گا"۔ جناب سعد بن معاذ کی گفتگو سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر سے مسرت کا اظہار فزوں تر ہو گیا۔ اس موقعہ پر آپ نے جانثار صحابہ سے فرمایا' تمہارے لیے ایک اور خوش خبری ہے' رب کریم نے تمہاری فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کا وعدہ خلاف واقعہ نہیں ہوتا۔

تمہارا مقابلہ قریش کے لشکر یا ابوسفیان کے قافلہ سے ہوگا۔ یہ کلمات ارشاد فرما کر آپ روانگی کے ارادے سے اٹھ گئے اور قطع مسافت کرتے ہوئے "بدر" تشریف لائے اور صحابہ کو قیام کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوبکر کو ساتھ لے کر قریش کے لشکر کا حال معلوم کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ راستے میں ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس سے فرمایا' تمہیں قریش کے لشکر یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مجاہدین کے بارے میں کچھ علم ہے تو اس دیہاتی نے کہا میں اس وقت تک کچھ نہیں بتاؤں گا جب تک کہ آپ اپنا تعارف نہیں کرائیں گے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے اعرابی تم ہمیں کیفیت سے آگاہ کرو ہم اپنا تعارف بھی کرا دیں گے۔

اعرابی نے کہا مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب نے آج "بدر" میں قیام کیا ہے۔ دوسری اطلاع یہ ہے کہ قریش فلاں دن مکہ سے روانہ ہوئے ہیں اگر یہ اطلاع درست ہے تو انہیں آج فلاں جگہ ہونا چاہیے اور حقیقت میں ایسا ہی ہوا کہ اس دن قریش اس جگہ قیام پذیر تھے۔

اس گفتگو کے بعد اعرابی نے کہا اب آپ اپنا تعارف تو کرا دیں' اس موقع پر نبی علیہ السلام نے واضح طور پر اپنا تعارف نہیں کرایا اور مبہم الفاظ استعمال کرتے ہوئے فرمایا' ہم پانی والے علاقہ سے آئے ہیں۔ اعرابی نے سوال کیا تشریح فرمائیں کونسے علاقے سے؟ عراق یا کسی اور جگہ سے۔ لیکن نبی علیہ السلام نے اس کے سوالات کا جواب دینا مناسب خیال نہ فرمایا۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں سے اپنی منزل پر' جہاں صحابہ مقیم تھے' تشریف لے آئے۔

رات کو نبی علیہ الصلوۃ السلام نے جناب علی' زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ وہ بدر کے چشمہ کے کنارے جا کر قریش کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ خود نبی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسی جگہ قیام فرمایا تھا جو چشمہ کے قریب تھا۔ جب یہ تینوں حضرات چشمہ کے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ چند اونٹوں پر پانی کی مشکیں بار ہیں اور دو غلام ان اونٹوں کے پیچھے چل رہے ہیں۔ انہیں دیکھ کر حضرت علی نے کہا کہ مناسب یہ ہوگا کہ ان غلاموں کو پکڑ کر نبی علیہ السلام کے پاس لے جائیں' چنانچہ ان تینوں حضرات نے ان دونوں غلاموں کو پکڑا اور اسلامی لشکر میں لے آئے۔ جب یہ اسلامی لشکرگاہ پہنچے تو اس وقت نبی علیہ السلام مصروف نماز تھے۔ جب تک کہ نبی علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے' صحابہ نے ان غلاموں سے معلوم کیا تم کس کے غلام ہو۔ انہوں نے بتایا کہ ہم قریش کے غلام ہیں اور ان کے لیے پانی لینے کے لیے آئے تھے۔ صحابہ کو ان کی باتوں کا یقین نہ آیا اور ان غلاموں کو انہوں نے زدوکوب کیا اور کہنے لگے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو' تمہارا تعلق ابوسفیان کے قافلے سے ہے۔

صحابہ یہ چاہتے تھے کہ ان کا مقابلہ ابوسفیان کے قافلے سے ہو اور قریش کے لشکر سے مقابلہ کی نوبت نہ آئے۔ ان غلاموں نے مار کھانے کے بعد کہا' ہمارا تعلق ابوسفیان کے قافلے سے ہے۔ یہ بات سن کر صحابہ کو یقین آگیا اور ان کو مارنے سے باز آگئے۔

نبی علیہ السلام دوران نماز ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے صحابہ سے فرمایا

تعجب کی بات یہ ہے جب تک یہ غلام سچ بولتے رہے تھے' انکا یقین نہیں کیا اور انہیں مارا لیکن جب انہوں نے جھوٹ بولا تو تمہیں یقین آگیا اور تم نے انہیں مارنا ترک کر دیا۔ حقیقتاً ان غلاموں کا تعلق ابوسفیان کے قافلے سے نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے ان غلاموں کو اپنے قریب بلا کر دریافت فرمایا' قریش کا لشکر کہاں مقیم ہے تو ان غلاموں نے کہا ریت کے فلاں ٹیلے' جس کو منزل "عدوۃ القصویٰ" کہا جاتا ہے' مقیم ہے۔ نبی علیہ السلام نے معلوم کیا کہ یہ کتنی تعداد میں ہیں۔ تو انہوں نے کہا تعداد کا ہمیں علم نہیں البتہ تعداد کافی ہے۔ نبی علیہ السلام نے ان سے ایک اور سوال کیا' یہ بتاؤ کہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کیے جاتے ہیں تو انہوں نے بتایا نو یا دس۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس لشکر کی تعداد نو سو یا ایک ہزار ہے۔ بعد میں اس لشکر کی تعداد وہی پائی گئی جیسا کہ نبی علیہ السلام نے تخمینہ لگایا تھا۔

نبی علیہ السلام نے ان غلاموں سے معلوم کیا کہ قریش کے سربر آوردہ لوگوں میں سے کون کون لشکر کے ساتھ ہیں تو ان غلاموں نے بتایا کہ ان کے ساتھ ربیعہ کے بیٹے عتبہ و شیبہ' ابوالبختری بن ہشام' حکیم بن حزام' نوفل بن خویلد' حارث بن عامر' طعیمہ بن عدی' نضر بن حارث' زمعہ بن اسود' ابوجہل بن ہشام' امیہ بن خلف' حجاج کے بیٹے نبیہ اور منبہ' سہیل بن عمرو' عمرو بن عبدود وغیرہ ساتھ ہیں۔ ان صنادید قریش کے نام سن کر نبی علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا "مکہ کے رہنے والوں نے اپنے جگر گوشوں کو تمہاری طرف بھیج دیا ہے" اب مکہ شرفاء' رؤسا' امراء سے خالی ہوگیا ہے اور جو بھی سرآوردہ لوگ تھے وہ اس لشکر کے ساتھ آگئے ہیں۔

نبی علیہ السلام نے "وادی صفراء" سے دو سواروں کو ابوسفیان کے قافلہ کے بارے میں معلومات کے لیے روانہ کیا تھا۔ یہ دونوں کسی دوسرے راستے سے بدر کے قریب آئے۔ راستہ میں اپنے اونٹوں کو انہوں نے ریت کے ایک ٹیلے کے پاس آرام کے لیے چھوڑ دیا اور خود پا پیادہ چشمہ آب تک آئے تاکہ یہاں کوئی ایسا شخص مل جائے جس سے ابوسفیان کے قافلہ کے بارے میں معلومات حاصل ہوسکیں۔ یہ دونوں بدر کے چشمہ پر پانی پینے آئے تو دیکھا کہ بدر کی رہنے والی دو خواتین آپس میں لڑ رہی تھیں۔ ان میں سے ایک قرض خواہ تھی دوسری مقروض۔ قرض خواہ نے جب اپنے قرض کا تقاضا کیا تو مقروض نے کہا ایک رات اور صبر کر لو۔ کل ابوسفیان کا شامی قافلہ یہاں آکر ٹھہرنے والا ہے' میں قافلہ میں محنت مزدوری کر کے تیرا قرض ادا کر دوں گی۔ یہ سن کر قرض خواہ عورت خاموش ہوگئی اور اس سے مزید تقاضا نہ کیا۔ یہ سن کر یہ دونوں حضرات وہاں سے روانہ ہو کر خدمت نبوی میں آئے اور بتایا کہ کل ابوسفیان

"چشمہ بدر" پر آ جائے گا۔ ان دونوں صحابیوں کی روانگی کے بعد ابوسفیان وہاں پہنچا تو اس نے وہاں ان دونوں خواتین کے علاوہ ایک مرد کو بھی پایا تو ان سے ابوسفیان نے لشکر اسلامی کے بارے میں معلوم کیا۔ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا' ایک بات البتہ تمہارے لیے مفید ہوسکتی ہے کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی یہاں دو اونٹ سوار آئے۔ انہوں نے اپنے اونٹوں کو فلاں ٹیلے کے پاس آرام کرنے کے لیے چھوڑا اور خود چشمہ پر آئے پانی وغیرہ پیا اور فوراً ہی چلے گئے یہ معلوم نہیں کہ ان کا تعلق اسلامی لشکر سے تھا یا نہیں یہ سنتے ہی ابوسفیان اس ٹیلے کے پاس گئے جہاں کے ان مبینہ لوگوں کے اونٹوں کا باندھنا بتایا گیا تھا وہاں پہنچ کر اس نے اونٹ کی مینگنیاں اٹھائیں اور ان کو توڑ کر دیکھا تو فضلہ میں اس کو کھجور کی گٹھلیوں کے اثرات پائے تو یہ یقین کرنے پر مجبور ہوئے کہ یہ فضلہ مدینہ کے اونٹوں کا ہے' اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان اطراف میں مقیم ہیں۔ لہٰذا وہ تیزی کے ساتھ اپنے قافلہ میں آئے اور روانگی کے لیے تیاری کر کے اور غیر معروف راستہ سے سمندر کے کنارے سے گزرتے' مکہ آ گئے۔

جہیم بن الصلت کا خواب

قریش کا لشکر بدر کے نزدیک مقیم تھا لیکن اس کو ابو سفیان کے قافلہ کے بارے میں علم نہیں تھا۔ اس دوران ایک رات بنو عبدالمطلب کے صاحبزادگان میں سے ایک فرزند (جہیم بن الصلت) نے خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار وہاں آیا اونٹ کو روک کر اعلان کیا عتبہ' شیبہ' امیہ بن خلف اور ابوجہل بن ہشام کو قتل کر دیا گیا اسی طرح اس نے قریش کے بہت سے سرداروں کے نام گنائے کہ کل کو انہیں بھی قتل کیا جائے گا۔ یہ کہہ کر اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار اونٹ کے سینہ پر ماری اور اس اونٹ کے سینہ سے خون بہنے لگا' قریش کا کوئی خیمہ ایسا نہ تھا جس تک اس خون کی چھینٹیں نہ پہنچی ہوں اور اس خیمہ کے مکین پر نہ پڑی ہوں۔

دوسرے دن جب جہیم نے اپنا خواب قریش کے لوگوں کو سنایا تو ابوجہل نے طعنہ دے کر کہا دیکھو بنی عبدالمطلب میں ایک اور نبی پیدا ہوگیا ہے جو غیب کی خبریں دیتا ہے۔

ابوسفیان جب اپنے قافلہ کو بدر سے بچا کر لے گیا تو اس کو یقین ہوگیا کہ اب میں اور میرا قافلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی دستبرد سے محفوظ ہوگیا' اب ہم سے کوئی تعرض نہیں کرے گا۔ لہٰذا اس نے فی الفور ایک قاصد لشکر قریش کے صنادید کے پاس روانہ کیا اور انہیں کہا کہ تم لوگ تو ہماری مدد کے لیے آتے تھے اب ہمارا قافلہ صحیح و سلامت مکہ آگیا ہے۔ لہٰذا اب تم بھی پیش قدمی نہ کرو اور

واپس آجاؤ' کیونکہ ہم تو بخیریت آ چکے ہیں۔

جب ابوسفیان کا قاصد جحفہ (لشکر کفار) کے پاس پہنچا اور انہیں ابوسفیان کا مکتوب پہنچایا تو انہوں نے یہ طے کیا کہ سب لوگ واپس مکہ چلے جائیں لیکن اس موقع پر ابوجہل نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا ہم یہاں سے اس وقت تک واپس نہ ہوں گے جب تک کہ بدر کے چشمے کے کنارے جا کر تین دن تک قیام نہ کریں اور وہاں جشن نشاط نہ منائیں وہاں ہم مطربوں کے طائفوں سے گانے نہ سنیں' شرابیں نہ پئیں اور عیش و عشرت نہ کریں اونٹ ذبح کر کے ان اطراف کے رہنے والوں کی دعوت کر کے ان کو خلعت سے نہ نوازیں انعام و اکرام عطا کریں اس طرح چند دن بسر کر کے آس پاس کے علاقوں میں اپنی داد و دہش کی دھاک نہ بٹھائیں۔ اس طرح ہماری داد و دہش کی عظمت اور ہماری ہیبت ان کے دلوں میں نہ بیٹھ جائے اور آیندہ کسی کو ہمارے مقابلہ پر آنے کی جرات نہ ہوسکے۔

یہ زمانہ وہی تھا جب کہ بدر میں عربوں کا میلہ لگتا تھا ہر سال عرب کے لوگ یہاں جمع ہو کر خرید و فروخت کرتے تھے ابھی اس میلہ کو شروع ہونے میں تھوڑے دن باقی تھے اور ابوجہل کا مطمح نظر یہی تھا کہ عرب کے لوگوں کو قریش کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو جائے اور جب وہ اطراف و اکناف عرب میں جائیں تو قریش کی داد و دہش کے تذکرے کریں ابوجہل نے یہ گفتگو کر کے اپنے ساتھیوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کی۔

قریش کے ایک سردار اخنس بن شریق نے قریش کے لوگوں سے کہا ہم یہاں ابوسفیان کے قافلہ کی مدد کے لیے آئے تھے' اب وہ قافلہ خیریت کے ساتھ مکہ پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا اب ہم یہاں سے آگے کیوں جائیں اور پیش قدمی کا درد سر مول لیں۔ ابھی ابوجہل نے جو گفتگو کی ہے وہ فضول اور لغو ہے لہٰذا اس کی قیادت میں آگے جانا نہیں چاہیے۔ اس طرح اس (اخنس بن شریق) کے قبیلہ کے لوگ اس کے ساتھ وہیں سے مکہ کی طرف لوٹ گئے۔ ان کے علاوہ "بنو عدی" کے لوگ بھی اخنس کے ساتھیوں کے ساتھ واپس ہوئے۔ "بنو عدی" کے ایک فرد طالب بن ابی طالب جن کا تعلق "قبیلہ عدی" سے تھا ان سے قریش کے دوسرے لوگوں نے ملاقات کر کے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم بظاہر تو ہمارے ساتھ ہو لیکن حقیقت میں تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہو لیکن ان پر اس طعن و تشنیع کا اثر نہ ہوا۔

قبیلہ قریش دوسری شاخوں کے سربرآور وہ لوگ جنہیں ابوجہل کی رائے سے اتفاق تھا وہ وہاں سے

ابوجہل کے ساتھ روانہ ہو کر بدر کی طرف "عدوۃ القصویٰ" آ گئے۔

اسلامی لشکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی دوسری جانب' جس کو "عدوۃ الدنیا" کہا جاتا تھا' اترے جس کی منظر کشی قرآن مجید میں اس طرح فرمائی گئی۔

اذ انتم بالعدوۃ الدنیا وھم بالعدوۃ القصویٰ (انفال- آیت ۴۲) (ترجمہ) جب کہ تم عدوہ دنیا میں ٹھہرے ہوئے تھے اور کافر عدوۃ القصویٰ میں مقیم تھے۔

جس جانب اسلامی لشکر ٹھہرا ہوا تھا اس خطہ میں اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی جس کے سبب ریت جم گئی اور مسلمانوں کو یہاں ٹھہرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ دوسرے دن نبی علیہ السلام وہاں سے روانہ ہو کر چشمہ بدر کے اور قریب آ گئے۔ جس طرف قریش کا لشکر مقیم تھا اس طرف بارش نہ ہوئی البتہ آندھی ضرور آئی اور اس کی شدت کے سبب گرد و سنگریزے اڑ کر قریش کے لشکر کے منہ پر پڑے اور اس وجہ سے وہ دوسرے دن کوچ کرنے کے قابل نہ ہو سکے۔

بدر میں قیام اور حباب بن منذر کا مشورہ

جب نبی علیہ السلام نے بدر کے چشمہ پر قیام فرمایا تو ایک صحابی حباب بن منذر نامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ صاحب فنون جنگ میں مہارت رکھتے تھے انہوں نے کہا اگر آپ نے یہاں وحی الٰہی کے مطابق قیام کیا ہے تو ہمارے لیے اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں اور اگر آپ نے یہاں قیام اپنی رائے سے کیا ہے تو مجھے عرض کرنے کی اجازت ہو تو کچھ عرض کروں نبی علیہ السلام نے انہیں اجازت عطا فرمائی تو حباب نے کہا کہ یہ موقع جنگ کا ہے لہٰذا ہمیں جنگی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے یہاں سے ہٹ کر ایسی جگہ قیام کریں جو ہمارے جنگی مقاصد سے ہم آہنگ ہو کیوں کہ یہ جگہ جنگی نقطہ سے مناسب نہیں ہے یہاں سے ہم کوچ کر کے ایسی جگہ قیام کریں جو دشمن سے قریب ہو اور ہم اس جگہ کو ترجیح دیں جو کنوؤں سے نزدیک ہو تاکہ ہم ان پر قبضہ کر لیں کیونکہ بدر کے کنویں محل وقوع کے لحاظ سے بلندی پر ہیں' پانی بلندی سے نشیب کی طرف آتا ہے۔ اس کے علاوہ جو کنویں ہم سے آگے پڑیں ان کو ہم جھاڑیوں اینٹوں وغیرہ سے اس طرح چھپا دیں جو بظاہر نظر نہ آئیں اور دشمن اس سے استفادہ نہ کر سکیں۔ اور جو کنویں ہماری لشکر گاہ سے قریب ہوں ان کے کناروں پر حوض بنا کر ان حوضوں کو پانی سے پر کر دیں اور جب ہمیں پیاس ہو تو اس کو پئیں اور دوسری ضروریات میں استعمال کریں دشمن اوپر سے پانی دیکھیں گے تو وہ پانی کے قریب نہ آ سکیں گے۔ اس طرح وہ پانی کی کمی کی وجہ سے پیاسے ہو کر جلد شکست قبول

کرلیں گے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب حباب کی رائے کو قبول کرتے ہوئے کوچ کا حکم دیا اور دشمن کے قریب اس جگہ آئے جہاں پانی کا چشمہ تھا۔ اس کے بعد آپ نے ان کنوؤں کو جن کے کنارے اونچے تھے نیچا کرنے کا حکم دیا اور انہیں ریتے سے باڑھ لگا کر پوشیدہ کروایا۔ اور جو کنویں اسلامی لشکر گاہ کے قریب تھے ان کے کنارے حوض بنوا کر پانی سے بھروا دیا۔

بدر میں نبی علیہ السلام کے لیے حفاظت گاہ

جب پانی کے لیے یہ سب انتظام ہوگیا تو انصار مدینہ کے سردار جناب سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ یا نبی اللہ اگر اجازت ہو تو ہم آپ کے لیے حفاظت گاہ بنا دیں' جب یہ جھونپڑا تیار ہو جائے تو آپ اس میں بیٹھیں اس جھونپڑے کے اطراف ہم اونٹ بٹھادیں گے اور اس کے راستہ کو بند کر کے خود میدان جنگ چلے جائیں گے اور مصروف جنگ ہوں گے' اور اپنے جذبات اخلاص کے مطابق جان نثاری کا ثبوت دیں اگر نصرت خداوندی شامل حال ہوئی تو دشمن کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے اور ہمارا مقصد حاصل ہوگا اور اگر خدانخواستہ ہماری توقعات کے خلاف کچھ ہو جائے اور دشمن ہم پر غالب ہو جائے تو آپ فوراً اس پناہ گاہ سے باہر تشریف لا کر کسی اچھے اونٹ پر سوار ہو کر دو یا تین جان نثاروں کو ساتھ لے کر مدینہ روانہ ہو جائیں اور ہماری فکر نہ کریں اگر ہم سب قتل بھی ہو جائیں لیکن آپ تو خیریت سے مدینہ پہنچ جائیں اگر کوئی انتشار واقع ہو اور مدینہ میں جو صحابہ موجود ہیں وہ آپ کے گرد مجتمع ہو جائیں گے علاوہ ازیں ہمارے اعزہ و اقارب جب آپ کو دیکھ لیں گے تو انہیں ہمارے قتل ہونے کا زیادہ غم نہ ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب سعد بن معاذ کے جذبات اخلاص کو سن کر ان کی تعریف کی اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اس کے بعد جناب سعد بن معاذ نے ساتھیوں کے ساتھ لکڑیاں لا کر ایک سایہ دار جگہ بنائی اور ساتھیوں سے کہا کہ یہ جگہ اس طرح بنائیں کہ اس میں سورج کی کرنیں نہ آئیں جب یہ جگہ بن گئی تو نبی علیہ السلام یہاں جا کر بیٹھ گئے۔ قریش کے لشکری ریت کے طوفان کے بعد دوسرے دن وہاں سے ہتھیار بند ہو کر روانہ ہوئے اور ٹیلوں کی طرف آئے اور نمایاں ہو کر اکڑتے ہوئے ٹیلوں سے اترے تو نبی علیہ السلام نے ان کی ان حرکتوں کو دیکھا۔

نبی علیہ السلام کی دعا

آپ نے بارگاہ الٰہی میں دست دعا اٹھائے اور دعا کی

"اے اللہ! یہ قریش کے لوگ جو کفرو غرور کے ساتھ اپنے اونٹوں پر آئے ہیں' تیرے دشمن اور تیرے رسول کی تکذیب کرنے والے ہیں اے اللہ جس نصرت کا تو نے وعدہ فرمایا تھا اس مدد کے ہم طلب گار ہیں۔ اے اللہ تو ان نافرمان کافروں کو پسند نہ فرما"۔

عتبہ بن ربیعہ اور سردار قبیلہ بنی غفار کی گفتگو

نبی علیہ السلام نے عتبہ بن ربیعہ کو سرخ اونٹ پر سوار دیکھ کر صحابہ کرام سے فرمایا اگر قریش نے اس کی بات توجہ سے سن لی تو پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرلیں گے کیونکہ قریش کے لشکر میں یہی سرخ اونٹ سوار بھلائی اور مصلحت کو مدنظر رکھتا ہے ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ قبیلہ بنی غفار کے سردار نے قریش کے سامنے آکر انہیں بہت سے تحائف پیش کئے اور قسم کے ساتھ کہا اگر تم چاہو تو ایک اور لشکر تمہاری مدد کے لیے مہیا کروں اور جنگی ساز و سامان بھی تمہاری مرضی کے مطابق پیش کروں۔ اس سردار کی گفتگو سن کر کفار نے کہا تم نے دوستی کا حق ادا کر دیا اور حلیف ہونے کی لاج رکھی اور تم نے اس سلسلہ میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے لیکن ہمیں اب مزید کمک کی ضرورت نہیں ہے اگر ہمارا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر سے مقابلہ ہو تو ہماری عددی طاقت ان سے زیادہ ہے اور ہمارے پاس سامان جنگ بھی مسلمانوں سے زیادہ ہے چونکہ ہماری عددی طاقت مسلمانوں کے مقابلہ میں تین گنی ہے اس لیے ہمیں مزید مدد کی احتیاج نہیں ہے لیکن اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زبان کے مطابق ہمارا مقابلہ خدائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہوا تو روئے زمین کے لشکر بھی اگر ہماری معاونت کے لیے آجائیں تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا (اور وہ ہماری مدد نہ کر سکیں گے)۔ اس دوران قریش کے لشکر کے ایک دستہ نے کوشش کی کہ نبی علیہ السلام کے تعمیر کرائے ہوئے حوض سے پانی حاصل کریں لیکن صحابہ کی ایک جماعت نے آگے بڑھ کر مزاحمت کی اور انہیں پکڑ کر قتل کر دیا لیکن حکیم حزام سے کوئی مزاحمت نہ کی اور انہیں گرفتار کر کے نبی علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے اب حکیم کی قسمت نے یاوری کی اور مشرف بہ اسلام ہوگئے اور راسخ العقیدہ مسلمان بنے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد جب قسم کے

ساتھ کوئی بات کہتے تو اس کی ابتدا اس طرح کرتے "اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جس نے مجھے بدر کی جنگ کے دن لغزش سے محفوظ فرمایا"۔

جنگ سے پہلے عتبہ و حکیم بن حزام کی گفتگو

جب قریش کا لشکر ٹیلے کے نیچے سے آیا تو ایک سوار کو اسلامی لشکر کے حالات معلوم کرنے اور تعداد کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا چنانچہ اس سوار نے اسلامی لشکر کے گرد چکر لگایا اسلامی لشکر کو دیکھا کمین گاہوں کا جائزہ لیا اور واپس قریش کے لشکر میں آکر اپنی کارگزاری کا جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر کو دیکھا ہے کم و بیش تین سو افراد ہیں لیکن قریش کے لوگو میری یہ بات توجہ سے سنو غور کرو اس کے بعد جنگ کے لیے جاؤ۔ لوگوں نے کہا بتاؤ کیا چاہتے ہو اس نے کہا میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر کو دیکھا ہے ان میں سے ہر شخص تمہارے لیے "ملک الموت" بن کر آیا ہے کیونکہ نہ تو ان کے پاس بوجھ ہے نہ زیادہ سامان وہ تنہا آئے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں اسلحہ ہے انہیں اپنی جان کا خوف نہیں ہے انہوں نے اپنی جانوں کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر فدا کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے تم میں سے اگر کوئی یہ چاہے کہ ان کے ایک شخص کو بھی قتل کر دے تو وہ ایسا نہ کر سکے گا' اور کوئی ایسا موقع نہ ملے گا کہ فدیہ میں ان کے کسی آدمی کو قتل کر سکو۔ اگر بالفرض محال تم ان سب کو قتل کر دو اور وہ تین سو افراد اپنے شہداء کے بدلہ میں تمہارے آدمی کو قتل کر دیں اس وقت تم کیا کرو گے اور تمہاری زندگی ان مقتولین کے بعد کیسی گزرے گی عیش و آرام اور خوشیاں ختم ہو جائیں گی۔ میں نے حقیقت حال تمہارے سامنے پیش کر دی اب سوچنا سمجھنا تمہارا کام ہے۔

حکیم بن حزام نے جب یہ گفتگو سنی تو چند لوگوں کو ساتھ لے کر عتبہ بن ربیعہ کے پاس جا کر کہا عتبہ! تم قریش کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ہو سب تمہاری بات مانتے ہیں کیا تمہارا یہ فریضہ نہیں کہ کوئی ایسا کام کرو جس کو ہمیشہ یاد کیا جائے۔ عتبہ نے کہا بتاؤ ایسا کون سا کام ہے؟

حکیم بن حزام نے کہا اٹھو! اور اپنی قوم کے لوگوں کو واپس مکہ کی طرف لے جاؤ اور جنگ کو موقوف کر دو اور عمرو بن حضرمی جس کو مسلمانوں نے قتل کیا تھا اپنی جیب سے اس کے وارثوں کو فدیہ ادا کر کے ان سے کہہ دو کہ ہم یہاں ابوسفیان کی مدد کے لیے آئے تھے اور وہ عافیت کے ساتھ مکہ پہنچ گئے ہیں اب ہمیں کیا پڑا ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی مسلمانوں سے جنگ کر کے مدینہ والوں کی

مخالفت مول لیں اور اپنے درمیان خونی خلیج حائل کریں اور مدینہ کے راستہ شام کے سفر کو اپنے لیے بند کرا لیں یا آئے دن کی خون ریزی ہمارے اور ان کے درمیان شروع ہو کر سارے عرب میں پھیل جائے اور اس طرح فتنہ و فساد کی آگ سارے علاقے میں پھیل جائے۔ یہ باتیں سن کر عتبہ نے کہا اے حکیم میں تمہاری گفتگو اور دلائل سے متفق ہوں' تم ابوجہل کو اپنا ہمنوا بناؤ لیکن یہ فتنہ اسی کا برپا کیا ہوا ہے۔

(ابوجہل کی ماں کا نام حنظلہ (یا حنظلہ) تھا چونکہ عرب کے لوگ ابوجہل سے خوش نہ تھے اور عرب کا ایک طریق کار یہ تھا جس سے ناراض ہوتے تو اس کی نسبت باپ کے نام کی بجائے ماں کی طرف کر دیتے۔ اس کے بعد عتبہ نے وہاں موجود قریش کے لوگوں سے کہا قریش کے لوگو سنو یہ وہ کام نہیں جس کے لیے ہم مکہ سے آئے تھے۔ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کا تہیہ کیا ہے اب یہ معاملہ دوحال سے خالی نہیں اگر تم ان کو (یعنی مسلمانوں کو) کو قتل کردو تو اس طرح اپنے ہی رشتہ داروں کو قتل کرو گے اور مکہ میں جو ہمارے اور ان کے رشتہ دار ہیں ان کے سامنے جاکر ہمیں شرم و ندامت کے سوا کیا حاصل ہوگا کہ ہمیں یہ کام نہیں کرنا چاہیے تھا اور جب معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا تو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر ہم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) کے ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تو اس وقت مکہ کے رہنے والوں کو غم و اندوہ' شرمندگی اور ندامت حسرت و یاس کچھ زیادہ ہی ہوگا اور ایسی آگ بھڑکے گی جس کو بجھانا ممکن نہ ہوگا۔ اور ایسا فتنہ رونما ہوگا جس کو فرو کرنا ممکن نہ ہوگا۔ مصلحت یہی ہے کہ ہم خیریت کے ساتھ مکہ واپس ہو جائیں اور محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) کے ساتھ جنگ موخر کردیں۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) کے ساتھ جنگ کے معاملہ کو دوسرے قبائل عرب پر چھوڑ دیں چونکہ جس طرح وہ مسلمان ہمارے قافلہ سے مزاحم ہونا چاہتے تھے اس طرح وہ دوسرے قبائل سے بھی مزاحم ہوں گے اور عرب کے سارے قبائل تو ان کے دشمن ہیں ہی۔ اور معاملہ ان کے ساتھ بھی یہی ہوگا یا تو قبائل عرب میں سے کوئی قبیلہ محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) یعنی مسلمانوں کو شکست دیدے گا۔ اس وقت تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا اور معاملہ تمہارے ہاتھ میں رہے گا اور تم شرمندگی سے محفوظ رہو گے۔ یا محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) عرب کے قبائل پر غلبہ حاصل کرلیں گے اس وقت تم حالات کے مطابق جو فیصلہ مناسب ہو کر لینا۔ حکیم بن حزام کو جب عتبہ کے جذبات سے آگاہی ہوئی تو وہ اٹھ کر ابوجہل کے پاس گئے۔

میدان بدر میں حکیم بن حزام اور ابو جہل کی گفتگو

حکیم بن حزام نے ابوجہل سے کہا میری عتبہ سے بات ہوئی ہے اس کا خیال یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کرنی مناسب نہیں۔ لہٰذا تم سبقت کرو تاکہ قوم کو ساتھ لے کر ہم مکہ واپس چلیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ اور عتبہ کی گفتگو ابوجہل سے نقل کی۔ یہ باتیں سن کر ابوجہل نے کہا افسوس! عتبہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر کو دیکھ کر ڈر گیا اور اس کا پتہ پانی ہوگیا۔ ابوجہل نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کیے بغیر واپس نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر ابوجہل اٹھا' ہتھیار اٹھائے' انہیں جسم پر سی کر عامر بن حضرمی کے پاس آیا۔ (یہ وہی عامر بن حضرمی ہے' جس کے بھائی عمرو بن حضرمی کو غزوہ بدر اول میں' جب وہ ایک قافلہ کے ساتھ تھا' مسلمانوں نے قتل کر دیا تھا)۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ ابوجہل اسلامی لشکر کو دیکھ کر احساس برتری کا شکار ہوگیا۔ اس کے علم میں تھا کہ اس کی عددی طاقت مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ وہ یہ سوچتا تھا کہ مسلمانوں کو زیر کرنے کا یہ بہترین موقع ہے' اگر اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا تو آیندہ ایسا موقع نصیب نہ ہوگا۔ لہٰذا اس نے آکر عامر بن حضرمی کو اکسایا اور کہا عامر! قریش تیرے بھائی کے خون کا مطالبہ پھر کبھی نہ کر سکیں گے۔ خاطر جمع رکھ' یہ تیرے غم میں شریک نہیں لہٰذا تیرے بھائی کے خون کے مطالبہ میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ اب تو اٹھ کھڑا ہو اور اپنی قوم کے لوگوں کے پاس جا کر فریاد کر' کپڑے پھاڑ کر ان سے داد خواہی کر' ممکن ہے کہ ان کی غیرت کو مہمیز لگے اور حمیت جاگ جائے اور وہ تیرے بھائی کے خون کے مطالبہ میں دلچسپی لیں۔ یہ باتیں سن کر عامر کو جوش آگیا۔ دیوانوں کی طرح اٹھا' کپڑے پھاڑ لیے' ننگے سر قریش کے لوگوں کے پاس آکر فریاد کرنے لگا! تمہاری غیرت و حمیت کہاں گئی' اس کو کیا ہوا؟ آج کے دن بھی تم لوگ میرے درد کا مداوا نہ کرو گے' اپنی بہادری و مردانگی کا ثبوت نہ دو گے اور میرے بھائی کے خون کو مفت میں ضائع کرو گے اور چلے جاؤ گے تو یہ واقعہ آیندہ ذہنوں میں بھی نہ رہے گا۔ اور اس قسم کی باتیں کیں اور فریاد کرنے لگا۔

قریش کے لوگ جو عتبہ کی گفتگو سے متاثر ہو کر واپسی کا ارادہ کر رہے تھے اور اپنے ذہنوں سے جنگ کے خیال کو نکال چکے تھے' عامر کی فریاد سن کر جھرجھری آگئی اور فطری روایتی جبلت بیدار ہوگئی۔ انہوں نے زرہ پہنیں' ہتھیار سجائے اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہونے لگے۔

عتبہ نے جب اپنے بارے میں ابوجہل کے جذبات کو سمجھا اور لوگوں کے جذبات کو دیکھا تو اس کو بھی

غیرت آئی۔ زرہ منگا کر پہنی' ہتھیار سجائے اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوا۔ ابوجہل کو دیکھ کر کہا' آج یہ ابن الحنظلیہ دیکھے گا کہ کس کا پتا پانی ہوا ہے' اس کا یا میرا! یہاں یہ بات توجہ کا مرکز بنی کہ عتبہ کا سر بہت بڑا تھا' جو خود بھی لایا جاتا وہ اس کے سر پر چھوٹا پڑتا لہٰذا ایک یمنی چادر منگا کر اس کے سر پر لپیٹ دی گئی۔ اس طرح عتبہ نے میدان جنگ کا رخ کیا۔

اسود بن عبداللہ کا قتل

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور قلب لشکر پوری طرح صف بستہ ہوا تو کفار کے لشکر سے جو شخص مقابلہ کے لیے نکلا وہ اسود بن عبداللہ تھا۔ یہ معاشرے کے بدترین افراد میں سے تھا۔ یہ لات و عزیٰ کی قسمیں کھاتا' لاف و گزاف بکتا ہوا سامنے آیا اور کہا' آج مجھے تین کاموں میں سے کم از کم ایک کام ضرور کرنا ہے۔

(۱) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تعمیر کرائے ہوئے حوض سے پانی پیوں گا۔

(۲) (خاکم بدھن) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔

(۳) یا جنگ کرتے ہوئے زخمی ہو کر حوض کے پانی کو خون آلود کر دوں گا تاکہ اس سے کوئی استفادہ نہ کر سکے۔

یہ کہہ کر گردن اکڑاتا ہوا نکلا اور حوض کے قریب ہونے لگا۔ اس وقت سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلہ پر آئے اور جنگ کرنے لگے' لیکن یہ بدبخت سرتاپا لوہے میں ڈھکا ہوا تھا' جسم کے جس حصہ پر بھی وار کرتے اثر نہ کرتا۔ چنانچہ آپ نے یہ خیال کیا کہ اس کی پنڈلی یقیناً ڈھکی نہ ہوگی' لہٰذا انہوں نے جھک کر اس کی پنڈلی پر وار کیا تو یہ ملعون جھکا اور گرنے لگا اور آخرکار اوندھا گر گیا' لیکن گرنے کے بعد بھی اپنی حرکت سے باز نہ آیا اور لوٹتا ہوا حوض کی طرف بڑھنے لگا اور کنارہ تک آ گیا۔ جب جناب حمزہ نے اس کے اس انداز کو دیکھا تو ایک نپا تلا ہاتھ مارا' جس سے اس کی گردن کٹ گئی لیکن مشیت ایزدی! اس کا سر حوض میں جا گرا۔ اور اس کی تمنا حوض سے پانی پینے کی پوری نہ ہوئی لیکن اس کا سر حوض میں گرنے سے پانی خون آلود ہو گیا۔ جب یہ ملعون واصل جہنم ہوا تو اسلامی لشکر نے بھی اپنے قلب لشکر کو منظم کیا اور مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔

عتبہ اور اس کے بھائی کی پیش قدمی

سب سے پہلے لشکر کفار سے جو لوگ مقابلہ کے لیے نکلے' وہ عتبہ' اس کا بھائی شیبہ اور عتبہ کا بیٹا ولید

تھے۔ ان لوگوں کا شمار شرفائے قریش میں ہوتا تھا۔ ان کے مقابلہ کے لیے مسلمانوں کے لشکر میں سے تین انصاری مجاہد آئے۔ عتبہ نے ان سے کہا' تم کون ہو جو ہمارے مقابلہ کے لیے آئے ہو۔ انہوں نے کہا ہمارا تعلق انصار مدینہ سے ہے۔ تو عتبہ اور شیبہ نے یک زبان ہو کر کہا' ہمارا تم سے کوئی مقابلہ نہیں' ہمارا مقابلہ تو ہمارے اپنے ان لوگوں سے ہے جنہیں تم مہاجر کہتے ہو۔ پھر انہوں نے بلند آواز سے کہا' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے مقابلہ کے لیے ہمارے لوگوں کو بھیجو تاکہ ہم انہیں آزمائیں۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے جناب عبیدہ بن حارث' علی ابن ابی طالب اور حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم جا کر ان کا مقابلہ کرو۔ حسب حکم یہ تینوں حضرات گرجتے شیروں کی طرح کافروں کے مقابلہ کے لیے نکلے اور جب مقابلہ پر آئے تو عتبہ و شیبہ نے کہا' اب اپنا تعارف تو کرا دو۔ پہلے جناب عبیدہ نے فرمایا میں عبیدہ ہوں' جناب حمزہ نے بھی اپنا نام بتایا' جناب علی نے اپنا تعارف کرایا۔ اس پر یہ دونوں کہنے لگے اچھا اچھا! بہترین مقابل ہیں۔ اب جنگ روکنے کا کوئی جواز نہ تھا' چنانچہ جناب عبیدہ عتبہ کے مقابل' جناب حمزہ شیبہ کے مقابل اور ولید کا مقابلہ حضرت علی سے ہوا۔ حضرت علی و حمزہ نے اپنے اپنے مقابل کو جلد زیر کر لیا لیکن عتبہ اور عبیدہ کی جنگ طویل ہو گئی۔ ان میں سے کبھی ایک غالب' کبھی دوسرا اور اس جنگ میں جناب عبیدہ شدید زخمی ہوئے۔ جب حضرت حمزہ و علی نے دیکھا کہ عبیدہ گر گئے ہیں تو یہ دونوں فوراً ان کی مدد کو پہنچے اور عتبہ کو قتل کیا اور عبیدہ کو اٹھا کر لائے۔

عتبہ' شیبہ اور ولید کے قتل کے بعد کفار مکہ نے اجتماعی حملہ کیا تو نبی علیہ السلام نے تیر انداز دستہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے جوہر دکھائیں اور انہیں قریب نہ آنے دیں۔ اس وقت تک اسلامی لشکر کے تیر انداز خاموش کھڑے حکم نبوی کے منتظر تھے۔ اس وقت دست نبوی میں ایک برچھی تھی جس سے آپ لشکر کو سیدھا کر رہے تھے۔

ایک صحابی کا جذبہ عقیدت

ایک صحابی صف سے آگے بڑھے ہوئے تھے' جن کا نام سواد بن غزیہ تھا۔ نبی علیہ السلام نے ان کے سینہ پر برچھی کو زور سے لگایا اور فرمایا سیدھے ہو جاؤ۔ سواد نے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا' یارسول اللہ (آپ کے اس عمل سے) میرے سینہ میں درد ہونے لگا ہے۔ میں تو آپ سے بدلہ لوں گا۔ آپ کو تو رب تعالیٰ نے حقانیت کا پرچم بلند کرنے کے لیے مبعوث کیا ہے' ظلم و ستم یا زیادتی کا تصور آپ کی ذات سے ممکن نہیں۔ یہ سنتے ہی نبی علیہ السلام نے اپنا سینہ کھولا اور فرمایا' اے سواد تم بھی میرے ساتھ ویسا ہی کرو جیسا

کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔ سواد نے کہا مناسب! چنانچہ سواد آگے بڑھے اور سینہ مبارک کو بوسہ دے کر ہٹ گئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' سواد تم نے ایسا کیوں کیا۔ سواد نے کہا' یارسول اللہ جو حالات ہیں وہ آپ کے پیش نظر ہیں' مجھے ڈر یہ ہے کہ یہ میرا آخری وقت ہے۔ میں نے مناسب یہ سمجھا کہ اس آخری وقت کوئی تو کام کروں اور آپ کے سینہ مبارک کو بوسہ دوں تاکہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ مجھ پر کرم فرمائے۔ یارسول اللہ میری یہی غرض اور تمنا تھی۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی' خداوند تجھ پر رحمت فرمائے اور نار دوزخ سے آزادی نصیب کرے۔

صفوں کی درستی کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام اس (عریش) جھونپڑی میں آئے جو جناب سعد بن معاذ نے آپ کے لیے بنائی تھی۔ یہاں آپ نے قبلہ رخ کھڑے ہو کر بارگاہ الٰہی میں دست دعا دراز فرمائے اور خشوع و خضوع کے ساتھ رب کریم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے: "خداوندا روئے زمین پر یہی جماعت ہے جو تیرے اور تیرے پیغمبر پر ایمان لائی ہے' یہی تیری عبادت کرنے والے ہیں' اگر تو ان کی مدد نہ فرمائے گا اور ان کی فریاد نہ سنے گا تو تیرے دشمن ان پر غالب آکر انہیں ہلاک کر دیں گے۔ اس وقت خطہ زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا"۔

دعا کے وقت صدیق اکبر کے تسلی آمیز کلمات

اس وقت نبی علیہ السلام کے ساتھ حفاظت کے مدنظر جناب ابوبکر وہاں موجود تھے۔ جب انہوں نے نبی علیہ السلام کو اس خشوع و خضوع اور گڑگڑا کر دعا کرتے اور اس انداز التجا کو دیکھا تو عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ اپنے دل میں کوئی اندیشہ نہ لائیں اور اپنے قلب کو مسرور رکھیں۔ اب رب تعالیٰ فتح و نصرت عطا فرمائے گا اور آپ کو مظفرو منصور کرے گا اور اپنے وعدہ فتح و نصرت کو پورا کرے گا۔ ادھر جناب ابوبکر یہ گفتگو فرما رہے تھے' اسی وقت نبی علیہ السلام پر استغراقی کیفیت طاری ہوئی اور فوراً ہی یہ کیفیت ختم ہوگئی۔ اس وقت آپ کا چہرہ مبارک چودہویں رات کے چاند کو شرما رہا تھا۔ آپ نے فرمایا ابوبکر! تمہیں بشارت ہو نصرت خداوندی آگئی ہے' جبریل امین چند فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے ہیں اور یہ گرد جو تم اڑتی دیکھ رہے ہو' یہ جبریل کے گھوڑے کی ٹاپوں کی وجہ سے ہے۔ یہ اب دشمن کے مقابلہ پر گئے ہیں۔ صدیق اکبر سے اس گفتگو کے بعد نبی علیہ السلام نے عریش سے باہر میدان جنگ میں تشریف لا کر مجاہدین کو فتح کی بشارت سے نوازا۔ اور ان کے جنگی جذبہ کو ابھارتے ہوئے فرمایا' مہاجر و انصار مجاہدو! ثابت قدم رہو' خدا و رسول کے دشمنوں سے منہ مت پھیرو اور ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جناب جبریل کے

ساتھ چند ہزار فرشتوں کا لشکر بھیج دیا ہے۔

جنت کی بشارت

اس گفتگو کے بعد نبی علیہ السلام نے قسم کے ساتھ فرمایا "اس رب کریم کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ آج کے دن جو کافروں کے ساتھ جنگ کرے اور صبرو ضبط کا مظاہرہ کرے' اللہ تعالیٰ سے اجرو ثواب کی امید رکھے' لڑائی سے کافروں کے منہ پھیر دے یعنی بھاگنے پر مجبور کر دے اللہ تعالیٰ اس پر جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا۔ آخرت کی ابدی زندگی عطا ہوگی اور انہیں اپنا مقرب بنائے گا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو اس بشارت سے نوازا تو ایک انصاری مجاہد اٹھے۔ ان کے ہاتھ میں کھجور کے چند دانے تھے۔ انہوں نے کہا "جب میرے اور جنت کے درمیان صرف اتنا ہی فاصلہ ہے کہ مجھے قتل کیا جائے تو اب میں کسی اور چیز کے ساتھ کیوں مشغول ہوں" لہٰذا انہوں نے کھجور کے دانے ہاتھ سے پھینک دیے' تلوار اٹھائی اور جذبہ شہادت میں میدان جنگ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان صحابی کا نام عمیر (یا حمیر) بن حارث تھا۔

جناب عوف بن حارث کا جذبہ جہاد

اس دوران جناب عوف بن حارث انصاری نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ رب کریم اپنے کونسے بندے کو محبوب رکھتا ہے! نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو برہنہ (یعنی زرہ بکتر کے بغیر) ہو کر دشمن سے جنگ کرے اور اس کے خون سے ہاتھ رنگے۔ جناب عوف بن حارث نے جب یہ بات سنی تو زرہ اور قمیص اتار کر صرف تہ بند باندھے دشمن کے مقابلہ پر آئے۔ اور جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

مشت خاک اور ہزیمت لشکر کفار

جب کفار سے معرکہ قتال گرم ہوا اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے مزاحم ہوئے تو کفار کی کثرت و شوکت اور مسلمانوں کی قلت اور ضعف کا نقشہ سامنے آیا۔ کیونکہ ہر مسلمان کے مقابلہ پر دس کافر تھے۔ اور مسلمانوں کی ایک تلوار کے مقابلہ میں دس تلواریں تھیں۔ اس وقت نبی علیہ السلام نے ایک مٹھی خاک ہاتھ میں لے کر کافروں کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا "شاھت الوجوہ!" ان کی آنکھیں اندھی ہو جائیں۔ ادھر نبی علیہ السلام نے یہ عمل کیا ادھر رب کریم نے یہ خاک کافروں کے منہ پر ڈال دی جس کی

وجہ سے ان کی آنکھیں بند ہو گئیں اور انہیں یہ نہ سوجھا کہ آگے بڑھے یا پیچھے ہٹیں۔ اس وقت نبی علیہ السلام نے لشکر اسلام سے فرمایا اب حملہ کرو چنانچہ جب مسلمانوں نے کافروں پر حملہ کیا تو کافروں کے پیر اکھڑ گئے' بھاگ کھڑے ہوئے تو مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا جس کے نتیجہ میں بعض قتل ہوئے اور بعض گرفتار ہوئے جن کی تعداد بہتر(۷۲) بتائی جاتی ہے۔

کفار کی شکست کے بعد نبی علیہ السلام اپنی عریش میں واپس تشریف لے آئے تو جناب سعد بن معاذ انصار مدینہ کے ایک گروہ کے ساتھ شمشیربدست نبی علیہ السلام کی حفاظت کے لیے عریش کے گرداگرد موجود رہے تاکہ کافر پلٹ کر حملہ نہ کر دیں یا کوئی اور دھوکہ بازی نہ کریں۔ اس معرکہ میں بہتر(۷۲) شرفاء مکہ قیدی بنائے گئے' اتنی ہی تعداد میں قتل ہوئے' اس کے بعد مسلمانوں نے کفار کے مال غنیمت کی طرف توجہ کی۔

مال غنیمت اور جناب سعد کا اظہار ناراضگی

جب مسلمان مال غنیمت سمیٹنے میں مشغول تھے اس وقت جناب سعد کو بہت برا معلوم ہو رہا تھا اور فرط ناراضگی میں جناب سعد کے چہرے پر ایک رنگ آتا اور ایک رنگ جاتا۔ یہ کیفیت دیکھ کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے چہرے سے پریشانی کے آثار ہویدا ہیں' کیا بات ہے۔ تو جناب سعد نے فرمایا یا رسول اللہ یہ پہلی فتح ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ یہ وقت تو ایسا تھا کہ کافروں کا پیچھا نہ چھوڑتے اور مال غنیمت کے حصول میں مشغول نہ ہوتے تاکہ ہماری شان و شوکت اور ہماری کوششوں کی دھاک سارے عرب میں پھیل جاتی۔ یہ کلمات سن کر نبی علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور ان کے جذبات کو سراہا۔

بنی ہاشم کے لوگوں کے لیے اعزاز

بنو ہاشم کے وہ لوگ جو اب تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے' لیکن نبی علیہ السلام کے ساتھ قرابت رکھتے تھے' ان میں سے کچھ لوگوں کو زبردستی کفار کے لشکر کے ساتھ آنا پڑا تھا۔ جب کافروں کو شکست ہوئی تو ان کے بارے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو ہاشم کا کوئی فرد قتل نہ کیا جائے بلکہ ان کو قید کر کے لایا جائے اور حضرت عباس بن عبدالمطلب کے لیے خصوصی حکم دیا گیا۔ اسی طرح ابوالبختری بن ہشام' جو سرداران قریش میں سے تھا' اس کے بارے میں بھی یہی حکم صادر فرمایا۔

ابو حذیفہ بن عتبہ کے جذبات

جناب ابو حذیفہ بن عتبہ' جو مہاجر مجاہد کی حیثیت سے کفار کے مقابلہ پر جنگ بدر میں شریک تھے' جب انہیں اس اعلان کا علم ہوا تو انہیں یہ بات اچھی معلوم نہ ہوئی۔ کہنے لگے کہ نبی علیہ السلام نے اپنے چچا جناب عباس کے لیے یہ تو اعلان کر دیا حالانکہ ہمارے رشتہ دار اور بھائی قتل ہوئے ہیں کیونکہ جناب ابو حذیفہ کے باپ عتبہ' چچا شیبہ اور بھائی ولید قتل ہوئے تھے' اس لیے ابو حذیفہ نے کہا اس سانحہ کے بعد ہم عباس کو کیوں رہا کریں۔ خدا کی قسم اگر عباس میرے ہاتھ لگے تو ان کو قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ جب یہ اطلاع سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا **یا ابا حفص ایضرب وجہ عمی:** اے عمر کیا میرے چچا کے چہرے پر تلوار سے زخم لگائے جائیں گے؟۔ یہ سن کر جناب عمر نے عرض کیا' یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو میں جاؤں اور ابو حذیفہ کو جا کر سزا دوں اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ نبی علیہ السلام نے جناب عمر کو اجازت نہ دی اور فرمایا کہ اس نے یہ کلمات نفاق کے نقطہ نظر سے نہیں بلکہ صدمہ کی وجہ سے کہے ہیں۔

جناب ابو حذیفہ کو اپنے کلمات پر ہمیشہ افسوس و ندامت رہی۔ وہ کہتے تھے کہ بدر کے موقعہ پر فرط جذبات میں میری زبان سے جو کلمات ادا ہوئے تھے' ان کا جبر نقصان صرف شہادت سے ہی ہو سکے گا اور اپنے جذبات کے مطابق حضرت صدیق اکبر کے دور خلافت میں مرتدین کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے۔

ابوالبختری پر انعام کی وجہ

ابوالبختری کی گرفتاری اور قتل نہ کیے جانے کا حکم دینے کی وجہ یہ تھی کہ یہ ابوالبختری ان افراد میں سے تھا جس نے نبی علیہ السلام کے دوران قیام مکہ کبھی نہ تو آپ کی بارگاہ میں کوئی گستاخی کی اور نہ کبھی آپ کو تکلیف پہنچائی۔ علاوہ ازیں یہ وہ شخص ہے جس نے قریش کے معاہدہ کو ختم کرانے میں بہت کوشش کی تھی (جس کی تفصیل جلد اول میں گزر چکی ہے) جب نبی علیہ السلام نے اس کی جان بخشی اور گرفتاری کا حکم دیا تو یہ مجذر بن زیاد بلوی انصاری کے ہاتھ لگا۔ تو انہوں نے ابوالبختری سے کہا' سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری جان بخشی اور گرفتاری کی ہدایت کی ہے' آؤ میں تمہیں نبی علیہ السلام کے پاس لے چلوں۔ ابوالبختری کے ساتھ اس کا ایک ساتھی اور بھی تھا' اس کے بارے میں اس نے کہا کہ میرے ساتھی کو امان دے کر ساتھ لے چلو لیکن جناب مجذر نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ حکم نبوی صرف تیرے بارے میں ہے' تیرے ساتھی کے بارے میں نہیں ہے۔ ابوالبختری نے کہا اگر تم ایسا نہ کرو

گے تو میں بھی تمہارے ساتھ نہ جاؤں گا۔ مجذر نے کہا کیا وجہ ہے' تو ابوالبختری نے کہا کہ یہ بات غیرت و حمیت کے خلاف ہے کہ میں خود کو رہائی دلاؤں اور اپنے ساتھی کو مصیبت میں مبتلا چھوڑ دوں اور دشمنوں کے نرغے میں رکھوں اور کل قریش کی عورتیں آپس میں بیٹھ کر کہیں کہ ابوالبختری نے بڑھاپے میں اپنی جان بچانے کی خاطر اپنے ساتھی کو دشمنوں میں چھوڑ دیا۔ یہ کہہ کر ابوالبختری نے خود کو مخاطب کرتے ہوئے تلوار نیام سے نکال کر مجذر پر حملہ کر دیا۔ جیسے ہی اس نے ایسا کیا' مجذر نے اس کو اٹھا کر پٹخا اور قتل کر دیا اور آ کر خدمت نبوی میں عرض گزار ہوئے "یا رسول اللہ اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حقانیت کا پیکر بنا کر مبعوث فرمایا ہے' میں نے بہت کوشش کی کہ ابوالبختری کو آپ کے فرمان کے مطابق آپ کی بارگاہ میں لے کر حاضر ہو جاؤں لیکن اس نے موقع نہیں دیا اور مجبوراً اپنے دفاع میں مجھے اس کو قتل کرنا پڑا"۔

جناب عبدالرحمٰن بن عوف اور امیہ بن خلف

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' مکہ میں میری امیہ بن خلف سے گہری دوستی تھی۔ بدر کی جنگ کے موقع پر میں نے دیکھا کہ وہ ایک جگہ سر پکڑے کھڑا تھا۔ اس وقت میرے ہاتھوں میں مال غنیمت میں حاصل کی ہوئی چند زرہیں تھیں۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا عبدالرحمٰن تمہیں ان زرہوں سے کیا ملے گا؟ آؤ مجھے اور میرے بیٹے کو گرفتار کر لو' میں تمہیں بہت کچھ دوں گا چنانچہ میں نے ان زرہوں کو چھوڑ کر امیہ اور اس کے بیٹے کو پکڑ لیا۔ راستہ میں وہ مجھ سے کہنے لگا آج کا سا معرکہ میں نے نہیں دیکھا اور وہ شخص کون تھا جو شترمرغ کے پر سینے پر لگائے میدان جنگ میں بہادری کے جوہر دکھا رہا تھا؟ میں نے بتایا کہ وہ جناب حمزہ بن عبدالمطلب تھے۔ امیہ نے کہا آج کی جنگ میں مکہ والوں کے لشکر کی شکست کا اگر کوئی شخص سبب ہو سکتا ہے تو وہ انہی کی ذات ہے اور یہ انہیں کا کارنامہ ہے۔

امیہ نے مجھ سے کہا آج تم مجھے اور میرے بیٹے کے ضامن بن جاؤ' میں تمہیں منہ مانگے اونٹ دوں گا۔ چنانچہ میں نے دائیں ہاتھ سے امیہ کا اور بائیں ہاتھ سے اس کے بیٹے کو پکڑا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لے چلا کہ وہاں پہنچ کر ان کا ضامن بن کر منہ مانگے اونٹ امیہ سے لے لوں۔ راستہ میں جناب بلال نے دیکھا کہ میں امیہ اور اس کے بیٹے کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے نبی علیہ السلام کے پاس لے جا رہا ہوں۔ یہ امیہ بن خلف وہ شخص تھا جس کی غلامی میں جناب بلال تھے اور جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو امیہ نے انہیں سخت ترین تکالیف سے دوچار کیا تھا۔ انہیں روزانہ ریگستان لے جاتا' انہیں تپتی ریت پر قمیص اتار کر لٹا دیتا اور اوپر سے ایک تپتا ہوا پتھر سینہ پر رکھ کر کہتا اب یا تو اسلام (دین محمدی)

سے بیزاری کا اظہار کرو ورنہ اس وقت تک اس عذاب میں مبتلا رہو گے جب تک کہ تمہاری جان نکلے۔ لیکن جناب بلال اس مصیبت پر صبر کرتے اور ان کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے کلمات ہوتے۔ (احدا"۔ احدا") کہتے' میں نہ تو دین محمدی اسلام سے بیزاری کا اظہار کروں گا اور نہ تیری مرضی کے مطابق کوئی کلمہ زبان سے ادا کروں گا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان مظالم کو دیکھا تو جناب بلال کو امیہ سے خرید کر آزادی کی نعمت سے سرفراز کیا۔

اس جملہ معترضہ کے بعد اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے جناب مصنف فرماتے ہیں کہ جب بدر کی لڑائی کے دن جناب بلال نے امیہ کو دیکھا تو موقع کی مناسبت سے تلوار نیام سے کھینچی اور فرمانے لگے **"راس الکفر امیہ بن خلف"** کافروں کا سردار تو "امیہ بن خلف" ہے۔ میں نے آج اس کو اسیری کی حالت میں دیکھا ہے' آج اس کو زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔

جناب عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں' میں نے بلال سے کہا کہ "امیہ" میرے قیدی ہیں' میں نے انہیں امان دی ہے لہٰذا ان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن جناب بلال نے کہا اگر آج "امیہ" کو زندہ چھوڑ دیا گیا تو یہ بلال کی موت کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے انصار مدینہ کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ جب انصار ان کی آواز پر اکٹھے ہوئے تو جناب بلال نے ان سے کہا' یہ "امیہ" کافروں کا سرخیل اور قریش کے سارے فتنوں کا بانی مبانی ہے' اس اکیلے کا قتل ان بہت سے کافروں کے برابر ہے۔ اللہ کے شیرو اس کافر کو زندہ مت چھوڑو۔

جناب عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں' میں نے بہت شور و غوغا کیا' لوگوں کو سمجھانے کی امکانی کوشش کی کہ اس کو میں نے پناہ دی ہے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور انصار کی جماعت نے ہمیں گھیرے میں لے لیا۔ اس وقت میں نے بلال کو سمجھانے کی کوشش کی اور زجر و توبیخ بھی کی لیکن ان کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ اگر آج امیہ کو قتل نہ کیا گیا تو یہ بلال کی موت ہوگی۔

امیہ کا قتل

جب انصار نے ہمیں گھیرے میں لے کر تلواریں نکالیں اور انہیں چلانے لگے' میں نے خود کو بچایا۔ اتفاق سے ایک انصاری نے ایسا ہاتھ چلایا کہ میں اس کا احساس ہی نہ کر سکا اور اس نے امیہ کے بیٹے کی پنڈلی پر جچا تلا ہاتھ مار کر اس کی دونوں پنڈلیوں کو کاٹ دیا جس کی وجہ سے اس نے جان دے دی۔ "امیہ" نے جب اپنے بیٹے کا حشر دیکھا تو فریاد کرتے ہوئے کہا کہ بیٹے کی موت کے بعد میری زندگی بیکار

ہے۔ ادھر انصار نے حملہ جاری رکھا اور "امیہ" کو میرے ہاتھ سے کھینچ کر لے گئے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

جناب عبدالرحمٰن بن عوف اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اکثر مزاحیہ انداز میں کہا کرتے تھے "اللہ کی رحمتیں بلال پر ہوں' بدر کے دن انہوں نے میرے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار کیا کہ میرے قیدیوں کو چھنوا دیا اور میں نے بھی ان کے فدیہ کے لالچ میں مال غنیمت میں حاصل ہونے والی زرہوں کو چھوڑ دیا تھا' اب نہ مجھے فدیہ ملا نہ زرہیں میرے ہاتھ آئیں"۔

بدر کی جنگ میں فرشتوں کی مدد

اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور دین اسلام کی مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتوں کو بھیجا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' بنی غفار کے دو اشخاص نے مجھ سے بیان کیا کہ بدر کی جنگ کے موقع پر ہم بدر کی پہاڑی پر کھڑے ہوئے جنگ کا تماشا دیکھ رہے تھے اور یہ انتظار کر رہے تھے کہ جنگ کا نتیجہ کس کے حق میں نکلتا ہے۔ اس وقت ہم نے دیکھا کہ آسمان سے ابر کا سفید ٹکڑا نمودار ہوا اور نیچے اترا۔ اس وقت ایک آواز بجلی کی کڑک کی طرح آئی **اقدم حیزوم** میرے ساتھ نے جب یہ آواز سنی تو اس کا پتہ پانی ہوگیا اور دہشت کی وجہ سے گر کر مرگیا۔ میرے اوپر بھی دہشت طاری ہوئی اور میں موت کے منہ میں جانے سے بچا لیکن میں نے خود پر قابو حاصل کیا اور میری حالت سنبھلی۔ جب اس واقعہ کا ذکر نبی علیہ السلام کے سامنے ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ آواز جناب جبریل کی تھی جنہوں نے اپنے گھوڑے کو "**یا حیزوم**" کہہ کر مخاطب کیا تھا تاکہ وہ آگے بڑھے اور اسلام کے لشکر کی طرف سبقت کرے اور کافروں کو کیفر کردار کو پہنچائے۔

مالک بن ربیعہ کے تاثرات

ابو السید مالک بن ربیعہ جن کا شمار بدری صحابہ میں ہوتا ہے' جب وہ بوڑھے ہوگئے تھے اور ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ کہا کرتے' باوجودیکہ میری آنکھیں خشک ہوگئی ہیں یعنی بینائی جاتی رہی ہے لیکن میں تمہیں دکھا سکتا ہوں کہ بدر کے دن فرشتے اسلام اور نبی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے اس درے سے آرہے تھے اور میدان جنگ میں کس جگہ کافروں کو کیفر کردار کو پہنچا رہے تھے۔

ایک اور بدری صحابی کے تاثرات

بدر کی جنگ کے دن جب کافروں کو شکست ہوئی اور میں نے ان کا تعاقب کیا' اگر میں کسی کافر کا

تعاقب کر کے اس کو قتل کرنا چاہتا تو قبل اس کے کہ میری تلوار اس کے سر تک پہنچے وہ مجھ کو مقتول زمین پر پڑا ہوا نظر آتا اور یہ نظر نہ آتا کہ کس نے اس کو قتل کیا ہے۔ اس طرح مجھے یقین ہو گیا کہ ملایکہ نے اس کا تعاقب کر کے اس کافر کو قتل کیا ہے لیکن وہ فرشتے ہمیں نظر نہیں آتے تھے۔

ملایکہ کی آمد پر حضرت ابن عباس کا تجزیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے علاوہ اور کسی غزوہ میں ملایکہ نے آکر جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اگر کسی غزوہ میں ملایکہ کا نزول ہوتا تو ان کی حیثیت صرف تسلی اور تسکین کے لیے ہوتی تھی۔

غزوہ بدر کی تاریخ اور پہلا مسلمان شہید

غزوہ بدر ۱۷ر رمضان ۲ھ کو پیش آیا اور اسلامی لشکر میں سب سے پہلے جس خوش نصیب کو شہادت کا اعزاز نصیب ہوا' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام' مہجع تھے اور دوسری شخصیت جناب حارثہ بن سراقہ کی تھی۔

جنگ بدر میں اسلامی نعرہ

جنگ بدر میں اسلامی نعرہ "احدا" احدا"" تھا۔ یہ نعرہ لگاتے ہوئے مسلمان کافروں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ جب صحابہ جنگ سے فارغ ہوئے اور کافروں کا تعاقب کیا تو کیفیت یہ تھی کہ جس کو پکڑنا چاہتے' وہ اسیر ملتا اور جس کو قتل کرنا چاہتے' وہ مقتول نظر آتا تھا۔

ابو جہل کی گرفتاری کے بارے میں ہدایت نبوی

جنگ کے اختتام کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا' جنگ کے مقتولوں میں ابو جہل کو تلاش کیا جائے اور اگر اس کو نہ پہچان سکو تو اس کی شناخت یہ ہے کہ اس کی ران کے نیچے ایک زخم ملے گا اور اس زخم کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ دوڑ لگاؤ چنانچہ دوڑ ہوئی اور وہ پیچھے رہ گیا تو میں نے اس کے قریب آکر اس کو کاندھا مار کر گرا دیا اور اس گرنے کی وجہ سے اس کی جانگھ میں زخم آیا اور یہ زخم علاج کے بعد بھی اب تک ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ صحابہ ابو جہل کی تلاش میں روانہ ہوئے اور اس کو تلاش کیا تو وہ زخمی حالت میں مقتولین میں پڑا ہوا ملا۔

جناب معاذ بن عمرو بن الجموح کی روایت

آپ فرماتے ہیں کہ ابو جہل کے زخمی ہونے کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ جب معرکہ کارزار گرم ہوا

اور کافروں کے لشکر کو ہزیمت ہوئی تو کافر بھاگے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ صحابہ کی ایک جماعت نے ابوجہل کو گھیر رکھا ہے اور یہ کوشش ہو رہی ہے کہ اس کو گرفتار کر لیں۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ یہ ابوجہل نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا بدترین دشمن ہے لہٰذا زندہ قید کرنا نہ چاہیے چنانچہ میں نے تلوار نکالی اور اس جمگھٹ میں گھس کر ابوجہل کی ران پر ایسا ہاتھ مارا اور وہ اس طرح گرا جیسا کہ بغیر جڑ کا درخت گرتا ہے۔

عکرمہ' ابوجہل کے بیٹے نے جب میرے ہاتھوں اپنے باپ کا یہ حشر ہوتا دیکھا تو اس نے بڑھ کر مجھ پر حملہ کر کے میرے بائیں بازو پر تلوار کا وار کیا جس سے میرے ہاتھ پر گہرا زخم آیا اور میرا ہاتھ بیکار ہوگیا تو میں نے دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر جنگ کی لیکن میرے جھولتے ہوئے ہاتھ میں تکلیف بڑھی تو میں نے اس ہاتھ کو جسم سے علیحدہ کر کے جنگ کی۔ اس وقت جناب معوذ بن عفراء آ گئے۔ انہوں نے ٹانگ کٹے ابوجہل کو دیکھا تو بڑھ کر اس پر تلوار کا وار کیا اور تھوڑا بہت سانس جو ابوجہل کو آ رہا تھا وہ بھی ختم ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کو ابوجہل کی تلاش کا حکم

جب نبی علیہ السلام نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو حکم دیا کہ ابوجہل کو مقتولین میں تلاش کرو تو انہوں نے آ کر اس کو تلاش کر کے' اس کی گردن پر پیر رکھ کر کہا' اے دشمن خدا تو نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے (تیری نافرمانی کی وجہ سے) کیسا خوار کیا ہے (کیونکہ یہ انتہائی بے غیرت تھا' اس لیے اتنا زخمی ہونے کے بعد بھی اس کی جان نہیں نکلی تھی اور رمق باقی تھی) یہ سن کر ابوجہل نے کہا میں کیوں خوار ہوتا' اتنا ہی ہوا ہے کچھ لوگوں کو تم نے قتل کیا ہے اور مردوں کو قتل کا کیا خوف۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے ابوجہل کی گردن پر پاؤں رکھا ہوا تھا۔ ابوجہل نے کہا' اے سیاہ چرواہے' تجھے آج بڑا مرتبہ حاصل ہوا ہے تو میری بکریاں چراتے چراتے آج اس مقام پر پہنچ گیا کہ تیرا پیر میری گردن پر رکھا ہے۔ جناب عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل سے کہا' اے دشمن خدا' اسلام کا یہ اعزاز ہے جو اس نے ہمیں عطا کیا ہے کہ تجھ جیسے سرکش کی گردن میرے زیر قدم ہے۔ اب میرا ایک ہی کام باقی ہے کہ تیری گردن کاٹ کر اس کو نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کروں اور میں تیرے سر کو بالوں سے گھسیٹتا ہوا لے جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے کنارہ پر جا کر ڈال دوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کمزور آدمی تھے' اس لیے وہ اس کے سر کو گھسیٹتے ہوئے لائے اور بارگاہ نبوی میں لاکر پھینکتے ہوئے کہا' یا رسول اللہ دشمن خدا ابوجہل کا سر حاضر ہے۔ ابوجہل کا سر دیکھ کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا "اس خدائے بزرگ و برتر کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو پورا فرمایا اور اپنے دشمن کو ذلیل و رسوا فرمایا۔

جناب عکاشہ کی تلوار

جناب عکاشہ بن محصن فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک بہت ہی عمدہ تلوار تھی۔ بدر کی جنگ میں لڑتے ہوئے وہ ٹوٹ گئی۔ یہ دیکھ کر نبی علیہ السلام نے وہ لکڑی جو آپ کے دست اقدس میں تھی' مجھ کو دے دی اور فرمایا جاؤ اور اس سے جنگ میں کام لو۔ چنانچہ میں نے جاکر جب اس لکڑی کو چلایا تو وہ میری بہترین تلوار سے بھی بہتر کام کر رہی تھی۔ میں اس کو چلاتا رہا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس لکڑی کی تلوار کا میں نے "عون" نام رکھا اور تمام غزوات میں اسی لکڑی کو لے کر تلوار کا کام لیتا رہا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مرتدین کے خلاف جنگ کرتے ہوئے جناب عکاشہ شہید ہوئے۔ یہ وہی عکاشہ ہیں جن کے بارے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے ستر ہزار افراد جنت میں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے دمکتے داخل ہوں گے۔ اس وقت عکاشہ نے کہا' یا رسول اللہ' اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے ان میں شامل فرما دے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم انہیں میں سے ہو۔ اس کے بعد انصار میں کے ایک شخص نے کہا' یا رسول اللہ' میرے بارے میں دعا فرمائیں کہ میں بھی انہیں میں شامل ہو جاؤں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گئے اور موضوع تبدیل ہو گیا۔

اسی طرح ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شہ سوار ایسا ہے جس کا مدمقابل عرب میں دوسرا نہیں ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون شخصیت ہے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا عکاشہ بن محصن! اس موقعہ پر خدمت نبوی میں بنو اسد قبیلہ کا سربراہ بھی موجود تھا۔ چونکہ جناب عکاشہ کا تعلق "بنو اسد" سے تھا' اس لیے اس نے کہا کہ وہ (یعنی عکاشہ) تو ہم میں سے نہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' تم میں سے نہیں بلکہ وہ ہم میں سے ہے۔

غزوہ بدر میں والد اور بیٹے کا مقابلہ

جناب عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ جو اب تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے' بدر کے دن کافروں کے ساتھ میدان کارزار میں آئے۔ جب جناب ابوبکر صدیق نے انہیں دیکھا تو فرمایا' بدبخت تم مسلمانوں کے مقابلہ پر آئے ہو! عبدالرحمٰن نے کہا بے شک! صدیق اکبر نے دریافت فرمایا' میرے مال کا کیا کر آئے ہو' تو عبدالرحمٰن نے کہا آج میرے اور آپ کے درمیان تلوار کی بات ہوگی' مال کی نہیں۔ یہ کہہ کر وہ صف اعداء سے نکلے اور مبازر طلب کیا تو جناب صدیق اکبر ان کے مقابلہ پر آئے۔ بیٹے نے جب دیکھا کہ باپ خود مقابلہ کے لیے آئے ہیں تو واپس چلے گئے اور مقابلہ نہ کیا۔

مقتولین بدر سے نبی علیہ السلام کا خطاب

جنگ کے خاتمہ پر نبی علیہ السلام کے حکم کے مطابق ایک کنواں کھودا گیا اور تمام مقتول کفار کو اس میں ڈال دیا گیا۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام اس کنویں پر تشریف لائے اور فرمایا:

> "اے (قریش) کنویں میں افتادہ لوگو' کیا تم نے اس چیز کو پا لیا جس کا وعدہ تمہارے رب نے کیا تھا۔ البتہ میں نے تو اپنے رب کے وعدہ کو درست پایا اور مجھے وہ ملا جس کا میرے رب نے وعدہ فرمایا تھا۔ یعنی میرے رب نے وعدہ فرمایا کہ تمہیں ذلت و رسوائی سے ہمکنار فرمائے گا اور ہمیں (مسلمانوں کو) فتح و نصرت سے ہمکنار کرے گا۔ اس کا وعدہ درست ثابت ہوا"۔

جب نبی علیہ السلام مقتول کافروں سے یہ خطاب فرما رہے تھے تو صحابہ تعجب و تحیر کے عالم میں تھے۔ انہوں نے کہا' یارسول اللہ آپ مردوں سے باتیں فرما رہے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا **لقد علموا ان ما وعدھم ربھم** اب انہیں پتہ چل گیا ہے کہ جو کچھ ان کے رب نے ان سے وعدہ فرمایا تھا وہ حق و درست تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور روایت میں اس طرح منقول ہے کہ جب ان مقتولین کو اس کنویں میں ڈالا گیا تھا تو آدھی رات گزرنے کے بعد نبی علیہ السلام اس کنویں پر آئے اور فرمایا' اے عتبہ' ربیعہ اور اے شیبہ بن ربیعہ اور اے ابوجہل بن ہشام اور اے فلاں بن فلاں' ان تمام سرداران قریش کو نام بنام پکارا جو جنگ میں قتل ہوئے تھے۔ کیا تمہارے رب نے جو تم سے وعدہ فرمایا تھا اس کو تم نے درست پایا! بے شک میں نے تو اپنے رب کے وعدے کو درست پایا۔ اس موقع پر مسلمانوں نے کہا' یارسول اللہ! آپ

ایسی قوم سے مخاطب ہیں جو مر چکی ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے؟ یہ صرف میری بات کا جواب دینے کے قابل نہیں ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک اور روایت اس انداز میں ملتی ہے کہ جس دن ان کافروں کو اس گڑھے میں ڈالا گیا تو نبی علیہ السلام نے ان مقتولین کو ان الفاظ میں مخاطب فرمایا۔

"بنی کے قبیلہ کے برے لوگو! جو اس گڑھے میں پڑے ہوئے ہو' تمہاری برائی یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالٰی کے پیغمبر کی تکذیب کی' جبکہ دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی' تم نے مجھے ترک وطن پر مجبور کیا تو دوسروں نے مجھے خوش آمدید کہا' تم نے مجھ سے جنگ کی اور دوسروں نے میری معاونت کی۔ اب دیکھو کہ اللہ تعالٰی کا وعدہ درست ہوا' اس نے میری نصرت فرمائی اور تمہیں ذلیل و خوار کیا"۔

حضرت ابو حذیفہ کے لیے دعائے خیر

جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمانے کے مطابق مقتولین بدر کو گھسیٹ کر اس کنویں (گڑھے) میں ڈالا تھا تو ان میں عتبہ بن ربیعہ کو جب گھسیٹ کر ڈالا گیا' اس وقت اس کے صاحبزادے جناب ابو حذیفہ' جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے' کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوتے دیکھ کر نبی علیہ السلام نے فرمایا' اے ابو حذیفہ کیا بات ہے تمہارے چہرے کی کیفیت کیوں تبدیل ہو رہی ہے۔ کیا والد کی محبت کا غلبہ ہے۔

جناب ابو حذیفہ نے کہا' یارسول اللہ اس کا سبب یہ ہے کہ میرا باپ نہایت عقلمند اور زیرک تھا اور اس کی ذات سے مجھے یہ توقع تھی کہ وہ مشرف بہ اسلام ہو کر کفر کی برائیوں سے خود کو محفوظ کر لے گا لیکن جب اس نے ایسا نہ کیا تو اس کا مجھے افسوس ہوا اور یہی وجہ ہے کہ میرے چہرے سے اس کا اظہار ہوا ہے۔ ابو حذیفہ کا جواب سن کر نبی علیہ السلام نے اظہار مسرت فرمایا اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

مستضعفین کے بارے میں آیت قرآنی

مکہ مکرمہ میں قریش کے بعض افراد ایسے بھی تھے جو مشرف بہ اسلام ہوئے تھے لیکن کفار قریش کی زیادتی کی وجہ سے وہ ہجرت نہ کر سکے اور مکہ والوں کے ظلم کا نشانہ بنتے رہے۔ کفار کا گمان یہ تھا کسی مرحلہ پر اسلام سے بیزار ہو کر دوبارہ پرانے دین کی طرف لوٹ آئیں گے۔ جب کفار مکہ جنگ بدر کے لیے مکہ سے روانہ ہوئے تو ان مسلمانوں کو بھی زبردستی ساتھ لے لیا اور ان میں سے بہت سے مکہ والوں کے ساتھ قتل ہوئے تھے۔ وہ فر

مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل ہوئے تھے ان لوگوں سے کہتے تھے تم مسلمانوں کی معاونت کے لیے آئے ہو یا کافروں کی؟ اس موقع پر انہوں نے عذر خواہی کی اور کہا ہم خود نہیں آئے بلکہ ہمیں زبردستی لایا گیا ہے' ہم تو اس معاشرہ کے پست لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ ہم پر زبردستی کی گئی کہ ہم دین اسلام سے برگشتہ ہو جائیں اور وہ (کافر) ہمیں دوبارہ اپنے دین میں شامل کر لیں۔

فرشتوں نے ان کے اس عذر کو قبول نہ کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی دنیا بہت وسیع ہے' تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ مکہ سے کہیں ترک وطن کر جاتے تاکہ تم ان کافروں کی دستبرد سے محفوظ ہو جاتے اور آج ان کافروں کے ساتھ شریک جنگ ہونے پر مجبور نہ ہوتے جاؤ! آج تمہاری یہ معذرت قابل قبول نہیں ہے۔ اب انہیں بتا دیا گیا کہ تمہارے اس طرز عمل نے تمہیں مستحق دوزخ بنا دیا ہے۔

فرشتوں کے اس انداز مخاطب اور ان کی تاکید میں سورہ نساء کی آیت نمبر۹۷ نازل ہوئی۔

"وہ لوگ جن کی ارواح کو فرشتوں نے قبض کیا کیونکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔ فرشتوں نے ان سے کہا تم کس عذر خواہی میں مشغول تھے تو ان لوگوں نے کہا ہم تو اس خطہ زمین پر بے بس تھے۔ اس جواب پر فرشتوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی زمین اتنی وسیع نہ تھی کہ تم وہاں ہجرت کر جاتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ جہنم بہت بری پلٹ آنے کی جگہ ہے"۔

جنگ بدر کے مال غنیمت کی تقسیم

جنگ کے اختتام کے بعد نبی علیہ السلام نے صحابہ کو حکم دیا کہ غنیمت سے حاصل ہونے والے سارے مال کو جمع کر کے پیش کیا جائے اس موقعہ پر صحابہ میں اختلاف رائے ہوا۔

ایک گروہ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ یہ مال ہم نے محنت سے حاصل کیا ہے اگر ہم اس کو حاصل نہ کر لیتے تو یہ ضائع ہو جاتا کیونکہ اس طرف کسی کی توجہ نہ تھی لہٰذا یہ ہمارا حق ہے۔ دوسرے گروہ کا کہنا یہ تھا کہ ہم تو جنگ میں مشغول رہے اور دوسرے لوگ مال جمع کرتے رہے۔ ہمارے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ ہم کفار کی گردنوں کو قلم کرنا چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرتے۔ جبکہ انصار مدینہ کا خیال یہ تھا کہ پہلا گروہ جو مال غنیمت پر اپنا حق جتا رہا ہے' یہ درست نہیں اور وہ اس مال کے پورے پورے حقدار نہیں کیونکہ جب کافر شکست کھا کر مال چھوڑ بھاگے تو ہم بھی اس کی سمیٹ سکتے تھے لیکن مال غنیمت کے حصول پر ہم نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور آپ کی خدمت میں حاضری کو ترجیح دی اور یہی کام ہمارے لیے مناسب اور بہتر بھی تھا۔ لہٰذا مال غنیمت جمع کرنے والوں کا پورا حق نہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ادھر ہم لوگ مال غنیمت کے سلسلے میں اختلاف رائے کا اظہار کر رہے تھے ادھر رب کریم نے اموال غنیمت کے سلسلہ میں سورہ انفال میں احکام نازل فرمائے اور اس معاملہ میں شخصی رائے کو ختم کر دیا جس کے بعد نبی علیہ السلام نے احکام قرآنی کے مطابق صحابہ میں اس غنیمت کو تقسیم فرما دیا لیکن ان اموال میں ایک بہترین تلوار بھی تھی جس کے بارے میں جناب ارقم بن ارقم نے درخواست کی تو نبی علیہ اسلام نے یہ تلوار انہیں عطا فرما دی اور یہی عطیہ نبوی ایسا تھا جو حصہ رسدی سے زیادہ تھا۔

اہل مدینہ کو فتح کی خوشخبری

مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہ کو فتح کی خوشخبری سنانے کے لیے پہلے سے روانہ کر دیا۔ جناب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب میرے والد جناب زید بن حارثہ مدینہ پہنچے اس وقت ہم مدینہ والے سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا (دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم زوجہ حضرت عثمان) کو دفن کر کے واپس ہو رہے تھے۔ (اس غزوہ بدر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سیدہ رقیہ کی علالت کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے) جب میرے والد نے فتح کا مژدہ سنایا تو اہل مدینہ ان کے گرد جمع ہو گئے بعض لوگوں کو تو ان کی خوشخبری کا اعتبار ہوا لیکن بعض لوگوں کو یقین نہ ہوا۔ جب والد محترم نے کہا کہ سرداران قریش میں سے عتبہ' شیبہ' ابوجہل کے علاوہ بہت سے صنادید قتل ہوئے ہیں۔ اس طرح قیدیوں کے نام بھی گنوائے تو مدینہ والوں کو بات کو تسلیم کرنے میں تردد ہوا اور کہنے لگے' کیا مکہ والوں کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے' جس کی وجہ سے مزاحمت نہ کر سکے اور اسی قسم کے اور بھی جملے کسے گئے۔

غزوہ بدر سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی

دوسرے دن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے مدینہ واپس تشریف لائے تو اہل مدینہ نے آبادی سے باہر آکر آپ کا استقبال کیا۔ اب مدینہ والوں نے سرداران قریش کو قید کی حالت میں دیکھا جن میں بعض کے گلے میں طوق اور بعض کے پیروں میں بیڑیاں پڑی تھیں تو انہیں والد محترم کی بات پر یقین کامل ہوا۔

اب مدینہ والوں نے بھی نبی علیہ السلام کو اس فتح کی مبارک باد دی اور مجاہدین بدر بھی آپس میں ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔

اس اثناء میں ایک بدوی صحابی نے مدینہ کے بعض احباب سے کہا کہ تم ہمیں مبارکباد کیوں دیتے ہوں اور ہمارے کارناموں کو کیوں سراہتے ہو؟ یہ فتح ہماری محنتوں کی رہین منت نہیں ہے۔ جب ان سے معلوم کیا گیا کہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو اور یہ فتح عظیم کس طرح ہو گئی ہے تو انہوں نے کہا کہ دوران جنگ مشاہدہ میں یہ بات آئی کہ اگر

کوئی مجاہد کسی کافر کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو بغیر تلوار اٹھائے ہی اس کافر کی گردن کٹی ہوئی ملتی تھی۔ بعض مواقع پر ایسا بھی ہوا کہ کافر ہمیں بختی اونٹ کی طرح بندھے ہوئے ملے اور ہمارا کام صرف اتنا رہا کہ ہم نے جا کر اس کے گلے پر چھری پھیر دی اور سر کو گردن سے جدا کر دیا۔ جس وقت وہ صحابی یہ منظر کشی کر رہے تھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر تبسم نمودار تھا اور آپ نے حاضرین سے فرمایا یہ صحیح منظر کشی کر رہے ہیں۔ یہ کارنامہ فرشتے انجام دے رہے تھے وہ کافروں کو باندھ کر ڈال دیتے تاکہ مسلمان مجاہدین آ کر انہیں قتل کر دیں۔

اسیران بدر میں سے دو افراد کو راستہ میں ہی قتل کر دیا گیا اور باقی کو مدینہ لایا گیا ان مقتولین میں سے ایک کا نام نضر بن حارث تھا۔ اس کا شمار ان خبیثوں میں ہوتا ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتا تھا اور ایذا رسانی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ یہ قرآن کریم میں تحریف کا ارتکاب کیا کرتا تھا اور انبیاء سابقین علیہم السلام کے واقعات میں رستم و سہراب اور عجمی بادشاہوں کے قصوں کو شامل کر دیا کرتا تھا اور قریش کو مزے لے لے کر سناتا تھا۔ جب قافلہ وادی صفراء پہنچا تو حضرت علی نے اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔

دوسرا شخص عقبہ بن ابی معیط تھا اس کے بارے میں نبی علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ اس کو بھی قتل کیا جائے چنانچہ اس کو بھی "وادی صفراء" ہی میں کیفر کردار کو پہنچا دیا گیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عقبہ کو بھی حضرت علی نے قتل کیا تھا۔

عقبہ بن ابی معیط کا شمار بھی انہیں مخالفین اسلام میں ہوتا ہے جنہوں نے نبی علیہ السلام کی ایذا رسانی کا کوئی موقعہ فروگذاشت نہ کیا اور کفار مکہ کی معاونت کی خاطر مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کئے جانے کے احکامات دیئے تو کہنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے اہل و عیال کو کس کی تحویل میں دے رہے ہو! نبی علیہ السلام نے فرمایا آتش دوزخ کی تحویل میں۔

ابوہند پر کرم نبوی

جب نبی علیہ السلام فاتح لشکر کے ساتھ عازم مدینہ ہوئے اور ایک منزل سفر باقی تھی تو مدینہ منورہ کے ایک انصاری (جو درحقیقت غلام زادے تھے اور ان کے والد کو آزاد کر دیا گیا تھا) کو معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام مدینہ تشریف لانے والے ہیں تو انہوں نے ایک تھال میں ملیدہ (یا اسی قسم کی کوئی میٹھی چیز) لا کر خدمت نبوی میں پیش کیا۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے انصار مدینہ سے فرمایا ابوہند بھی تو تم ہی میں سے ہے بہتر یہ ہوتا کہ تم اپنے خاندان میں اس کو رشتہ دو اور اس کے خاندان میں اپنے رشتے دو۔ نبی علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد لوگوں نے

ان کے خاندان سے رشتے استوار کیے اور نسلی تعصب کے تخیلات کو ختم کر دیا۔

ام المومنین سودہ بنت زمعہ کو نصیحت

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے فاتح بن کر مدینہ تشریف لائے تو آپ کے ساتھ وہ قیدی بھی تھے جو غزوہ بدر میں اسیر ہوئے تھے۔ میں آپ کی آمد کے بعد ان انصاری صحابہ کی تعزیت کے لیے گئی جو اس غزوہ میں شہید ہوئے تھے۔ اس وقت تک آیت حجاب نازل نہ ہوئی تھی۔ جب میں تعزیت کے بعد گھر واپس آئی تو میں نے دیکھا کہ خانوادہ نبوت میں سہیل بن عمرو قیدی کی حیثیت میں مکان کے ایک گوشہ پڑا ہوا تھا۔ اس وقت اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ سہیل کا شمار سرداران قریش میں ہوتا تھا اور یہ میرا رشتہ دار بھی تھا۔ جب میں نے اس کو دیکھا تو اس سے کہا مردوں کی طرح جان کیوں نہ دے دی جو آج اسیری کے عالم میں پڑے ہوئے ہو اور ذلت سے ہمکنار ہو۔ مجھے اس کو دیکھ کر بہت رنج ہوا۔ میں نے کہا اگر تجھے جنگ میں قتل کر دیا جاتا تو اب اس ذلت سے تو بہتر ہوتا۔ میری یہ باتیں جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنیں تو آپ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے اس قسم کی گفتگو کرتا ہے' وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کرتا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمودہ سن کر میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور عرض کیا یارسول اللہ اس خالق و مالک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ سہیل سے یہ کلمات میں نے رشتہ داری کے ناطے فرط جذبات میں کہہ دیئے تھے۔ مجھے اس کو بندھا ہوا دیکھ کر سخت صدمہ ہوا تھا' اس لیے یہ باتیں زبان پر آ گئیں۔ میں اس غلطی پر توبہ کرتی اور معافی طلب کرتی ہوں۔

دو علمبردار بھائی

"غزوہ بدر" کے موقع پر اسلامی لشکر کے پرچم بردار جناب مصعب بن عمیر تھے جبکہ کافروں کے لشکر کا پرچم ان کے بھائی ابو عزیز بن عمیر کے پاس تھا۔ کافروں کی شکست کے بعد ایک انصاری مجاہد نے کوشش کر کے ابو عزیز کو اسیر کر لیا۔ جب جناب مصعب نے اپنے بھائی کو حالت قید میں دیکھا تو اس انصاری مجاہد سے کہا کہ اپنے قیدی کو مضبوطی کے ساتھ باندھو ایسا نہ ہو کہ یہ بھاگ جائے کیونکہ اس کی ماں بہت مالدار عورت ہے جب اس کو بیٹے کی اسیری کی اطلاع ملے گی تو بہت مال بھیج کر اس کو چھڑائے گی۔

ابو عزیز نے جب اپنے بھائی مصعب کی گفتگو سنی تو ہنستے ہوئے کہا کہ کیا یہ نصیحت میرے بارے میں تم کر رہے ہو؟ اگر تم میرے ساتھ ہمدردی نہیں کر سکتے تو مخالفت تو نہ کرو۔ یہ سن کر جناب مصعب نے کہا اب تم میرے بھائی

نہیں ہو میرا بھائی تو وہ ہے جس نے تمہارے ہاتھ باندھے ہیں' یعنی یہ انصاری۔ قصہ مختصر جب قیدیوں کو مدینہ لایا گیا تو مکہ والوں نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ کی رقم روانہ کی۔ ابو عزیز کی ماں نے لوگوں سے معلوم کیا کہ مکہ والوں نے اپنے قیدیوں کی رہائی کی سب سے زیادہ کتنی رقم بھیجی ہے۔ اس کو بتایا گیا کہ یہ رقم چار ہزار درہم ہے چنانچہ اس نے چار ہزار درہم بھیج کر ابو عزیز کو رہائی دلائی۔

مکہ والوں کو شکست کی اطلاع

مکہ مکرمہ میں کافروں کی شکست کی اطلاع پہنچانے والا سب سے پہلا فرد حیسان بن عبداللہ خزاعی تھا۔ جب یہ سب سے پہلے بھاگ کر مکہ آیا تو مکہ والوں نے اس سے جنگ کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے کہا عتبہ' شیبہ' ابوجہل' امیہ' زمعہ اور ابو البختری کے علاوہ فلاں فلاں اس جنگ میں کام آ گئے۔ اس طرح اس نے نام بہ نام سب کے بارے میں بتایا۔

صفوان بن امیہ اس وقت حطیم میں بیٹھا ہوا تھا جب اس نے حیسان کی باتیں سنیں تو کہنے لگا' اس شخص کو زنجیروں میں جکڑ دو کیونکہ یہ پاگل ہوگیا ہے۔ پھر اس نے حیسان سے معلوم کیا کہ صفوان بن امیہ کے ساتھ کیا ہوا؟ یعنی وہ زندہ ہے یا مرگیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس حیسان سے یہ معلوم کرکے اندازہ کرے کہ یہ شخص واقعی اپنے حواس میں ہے یا واقعی پاگل ہوا ہے۔ کیونکہ صفوان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی اس خبر کا یقین نہ تھا۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ایسا ہونا محال ہے۔ جب لوگوں نے حیسان سے صفوان کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے کہا تم لوگ میرا مذاق اڑانا چاہتے ہو تو یہ صفوان حطیم میں بیٹھا ہوا ہے۔ لیکن اس کا باپ اور بھائی جنگ میں مارے گئے یہ سن کر صفوان نے اپنی نشست سے اٹھ کر حیسان کو ڈانٹا پھٹکارا اور زدوکوب بھی کیا۔

ابو لہب اور ابو رافع کی سرگزشت اور ابو لہب کی موت

جناب ابو رافع (آزاد کردہ غلام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم) بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کا خدمت گار تھا۔ ان کے تمام گھر والے مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے لیکن جناب عباس نے قریش مکہ کی دلجوئی کی خاطر اپنے اسلام لانے کی اطلاع کسی کو نہیں دی تھی۔ ان دنوں جناب عباس کی مالی حالت بہت اچھی تھی اور ان جیسا کوئی دولت مند نہ تھا لیکن ایک خرابی یہ تھی کہ ان کا تمام سرمایہ متفرق تھا یا تو مال تجارت لوگوں کو ادھار دے رکھا تھا یا ویسے ہی لوگوں نے قرض لیا تھا۔ غرضیکہ ان کی ساری دولت بٹی ہوئی تھی' بدر کی جنگ کے موقع پر قریش کے لوگوں نے انہیں زبردستی اپنے ساتھ لیا تھا۔

رافع کہتے ہیں ایک دن میں "چاہ زمزم" کی کوٹھڑی کے دروازے پر بیٹھا ہوا کسی کام میں مشغول تھا۔ جب ابو

لہب کو بدر کے حالات معلوم ہوئے اور قریش مکہ کی شکست کی اطلاع ملی تو وہ بہت رنجیدہ ہوا اور اپنے احباب کے پاس وہیں کوٹھری کے قریب آ کر بیٹھ گیا اور اپنے ساتھیوں کو سارے واقعات سنانے لگا۔ یہ باتیں سن کر اس کے بعض ساتھیوں کو تو بالکل یقین نہ آیا اور کہنے لگے یہ تو محال ہے کہ ایسا ہو سکے' بعض نے شکست کے امکانات کو رد نہیں کیا اور کہا ممکن ہے ایسا ہوا ہو۔

اسی اثناء میں اطلاع ملی کہ ابو سفیان بن حارث بھی واپس آیا ہے۔ ابولہب نے کہا کہ اس سے صحیح خبر معلوم ہوگی۔ چنانچہ ابو سفیان کو بلوایا گیا جب وہ آیا تو ابولہب نے کہا بدر میں کیسی گزری یہ تو بتاؤ؟ ابو سفیان نے کہا کیا کہوں' صرف یہی کہا جا سکتا ہے:

جب جنگ کے لیے ہمارا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر میدان میں صف بستہ ہو کر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے ہاتھ' پیر بندھے ہوئے ہیں اور ہماری آنکھیں بند کر دی گئی ہیں۔ اب ہم نہ تو جنگ کر سکتے تھے نہ میدان جنگ سے آسانی کے ساتھ فرار اختیار کر سکتے تھے۔ ایسے حالات میں ہم نے راہ فرار کو ہی اختیار کیا اور بھاگ کھڑے ہوئے اور شکست خود پر مسلط کر لی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ہمارا اس طرح پیچھا کیا جس طرح کہ چرواہا بھیڑ بکریوں کے پیچھے بھاگتا ہے اور جس کو چاہتا ہے پکڑ لیتا ہے اور اس کو ذبح کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہاتھ پیر باندھ کر ڈال دیتا ہے اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب ہم اسلامی لشکر کے سامنے پہنچے تو ہم نے چار ہزار سفید پوش لشکر کو دیکھا جو تمام کے تمام شمشیر بکف چتکبرے گھوڑوں پر سوار ہمارے مدمقابل کھڑے تھے اور یہ ایسے باصلاحیت معلوم ہوتے تھے کہ اگر روئے زمین کے لشکر ان کے مقابل آ جائے تو اس لشکر پر فوقیت حاصل نہ کر پاتے۔

ابولہب نے جب ابو سفیان کی زبانی یہ باتیں سنیں تو بہت افسردہ ہوا۔ اس نے ابو سفیان سے پوچھا کیا یہ (فرشتے) انسان تھے۔ ابو رافع کہتے ہیں کہ میں یہ باتیں سن رہا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ لشکر فرشتوں کا تھا جو محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے دوستوں (صحابہ) کی مدد کے لیے آیا تھا۔ میری بات سن کر ابو لہب کو طیش آگیا اور اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا تو میں بھی اس سے لپٹ پڑا حالانکہ میں کمزور اور وہ طاقتور تھا۔ اس نے مجھے پٹخ دیا اور میرے سینہ پر بیٹھ کر گردن مڑور کر مجھے قتل کرنا چاہا۔ اس وقت حضرت عباس کے خاندان کا کوئی فرد موجود نہ تھا جو میری مدد کو آتا۔ اتفاقاً" کسی نے حضرت عباس کی بیوی "ام الفضل" کو جا کر اطلاع کر دی کہ ابولہب سخت غصے میں ہے اور ابو رافع کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ ام الفضل نے اسی وقت ایک لکڑی اٹھائی اور گھر سے نکلیں' جب موقع فساد پر آئیں تو ابولہب کے سر پر ڈنڈا مارا جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ ام الفضل نے اس

سے کہا بدبخت تو نے سمجھ لیا ہے کہ عباس موجود نہیں' اس لیے ان کے غلام کو قتل کرنا چاہتا ہے؟ یہ سن کر ابولہب شرمندہ ہوا اور سر کو پکڑے ہوئے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

ابھی اس واقعہ کو ایک ہفتہ بھی نہ ہوا تھا کہ اس کے سر کا زخم سڑگیا اور اس تکلیف میں وہ مرگیا۔ تین دن تک اس کی لاش پڑی رہی اور کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔ اس موقعہ پر لوگوں نے کہا کہ اس کو اسی حال پر چھوڑ دو ورنہ اس کی تکلیف ہمیں بھی لگ جائے گی۔ آخرکار تین دن کے بعد اس کی لاش کو مزدوروں کے ذریعے اٹھوا کر مکہ کے باہر سڑک کے کنارے ایک گڑھا کھدوا کر اس میں ڈال دی گئی۔ لاش کی حالت ایسی تھی کہ ابولہب کی اولاد میں سے کوئی اس کے قریب بھی جانے کو تیار نہ تھا تاکہ وہ اس کو گڑھے میں بھی ڈال دے۔ جب اولاد کا یہ حال تھا تو قبیلہ والوں کے رویہ کا اس پر قیاس کیا جائے۔ چنانچہ جب اس کو گڑھے میں ڈال دیا گیا تو مٹی ڈالنے کی بجائے ہر ایک نے پتھر پھینکنے شروع کیے یہاں تک کہ اس گڑھے کو اینٹ پتھروں سے پاٹ دیا اور آج تک یہ طریقہ رائج ہے کہ جو بھی اس قبر پر گزرتا ہے وہ ایک پتھر ضرور پھینک دیتا ہے' اللہ تعالیٰ ذلت کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔

غزوہ بدر کے بعد قریش مکہ کے مصائب

جب اس واقعہ کی خبر مکہ میں مشہور ہوئی تو ہر گھر سے رونے دھونے کی آوازیں آنے لگیں۔ دوسرے دن قریش کے سربرآوردہ لوگوں نے آپس میں کہا کہ یہ رونا دھونا اب مناسب نہیں کیونکہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو اس کا پتہ چلے گا تو وہ اظہار مسرت کریں گے۔ اب یہ فیصلہ کرلیں کہ اسیروں کی رہائی کے لیے فدیہ روانہ کیا جائے تاکہ نبی علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو رقم نہ ملنے کا افسوس ہو' بعد میں ہم جتنی رقم بھی بھیجیں گے اس کو وہ بدرجہ مجبوری قبول کرلیں گے۔ اس گفتگو کے بعد سب نے اپنے اپنے گھروالوں کو رونے اور نوحہ کرنے سے منع کردیا۔ اس گفتگو اور ممانعت کے بعد کسی کے گھر سے رونے پیٹنے کی آواز سنائی نہ دی۔

اسود بن مطلب کی نوحہ گری

اسود بن مطلب کے دو بیٹے زمعہ' عقیل اور پوتا حارث بن زمعہ جنگ بدر میں قتل ہو گئے تھے۔ (اسود کی بڑھاپے کی وجہ سے بینائی خراب ہوگئی تھی) اگرچہ اس کا دل بیٹوں اور پوتے کے فراق میں جل رہا تھا لیکن برادری کے فیصلے کے مطابق اس نے نالہ و شیون سے احتراز کیا تھا اور نوحہ گری سے اجتناب کر رہا تھا۔ ایک رات اس نے ایک عورت کے نالہ و شیون کی آواز سن کر اپنے غلام سے کہا کہ جا کر دیکھے کہ کون ایسا ہے جس نے برادری کے فیصلے سے انحراف کیا ہے۔ جب غلام نے جا کر دیکھا' حالات معلوم کیے تو پتہ چلا کہ کسی عورت کا اونٹ کھو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ آہ و زاری میں مشغول ہے۔ غلام نے آکر اسود کو بتایا کہ اسود کے دل سے آہ نکلی اور کہنے لگا کہ

ایک عورت تو اونٹ کھو جانے کی وجہ سے آہ و نالہ کر سکتی ہے لیکن میرے گھر کے تین افراد قتل ہو گئے اور مجھ پر پابندی لگی ہوئی ہے اور میں کوشش سے اپنے جذبات کو قابو میں رکھے ہوئے ہوں۔ لہٰذا اس نے بھی نوحہ گری شروع کر دی۔ اس وقت یہ چند اشعار موزوں ہوئے وہ رات بھر نوحہ و فریاد کرتا رہا اور صبح تک اس کو نیند نہ آئی۔

بیت

أَتَبْكِي أَنْ يَضِلَّ لَهَا بَعِيرٌ
وَيَمْنَعُهَا مِنَ النَّوْمِ السُّهُودُ
فَلَا تَبْكِي عَلَىٰ بَكْرٍ وَلٰكِنْ
عَلَىٰ بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُودُ
عَلَىٰ بَدْرٍ سَرَاةِ بَنِي هُصَيْصٍ
وَمَخْزُومٍ وَرَهْطِ أَبِي الْوَلِيدِ
وَبَكِّي إِنْ بَكَيْتِ عَلَىٰ عَقِيلٍ
وَبَكِّي حَارِثًا أَسَدَ الْأُسُودِ

مطلب کا اپنے والد کو رہائی دلانا

جب قریش مکہ یہ فیصلہ کرنے جمع ہوئے کہ قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ کی رقم جلد مدینہ روانہ کر دی جائے اس وقت ایک مالدار نوجوان نے اٹھ کر کہا' مصلحت تو یہ ہے کہ جو آپ لوگ کہتے ہیں لیکن اس کام میں جلدی نہ کی جائے یہ کہہ کر وہ وہاں سے اٹھا اور گھر آکر چار ہزار درہم لے کر مدینہ روانہ ہو گیا اور اپنے جانے کی کسی کو خبر نہ کی۔

جب یہ شخص مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ کا فلاں عقلمند نوجوان اپنے باپ کے لیے فدیہ کی رقم لے کر آیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نوجوان کا نام مطلب اور اس کے باپ کا نام وداعہ تھا۔ نبی علیہ السلام نے اس کا اور اس کے باپ کا نام بھی بتایا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مطلب نے آ کر چار ہزار درہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے' اپنے والد وداعہ کو چھڑایا اور مکہ واپس ہو گیا۔ جب مطلب مکہ پہنچا اور اس کے ساتھ لوگوں نے اس کے والد وداعہ کو دیکھا تو آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے زر فدیہ روانہ کرنے میں خواہ مخواہ تاخیر کی اور اپنے قیدیوں کو رہائی نہ دلائی اس کے بعد سب لوگوں نے رقمیں روانہ کر کے اپنے رشتہ داروں کو قید سے رہائی دلائی۔

سہیل بن عمرو کو بارگاہ نبوی سے رہائی ملنا

سہیل بن عمرو' جس کا واقعہ پہلے صفحات میں بیان ہوا ہے' بھی قیدیوں میں شامل تھا۔ یہ بڑا چرب زبان اور بہترین ادیب تھا۔ مکہ میں مجمع لگا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی کا ارتکاب کیا کرتا تھا۔ جب اس کو قید کر کے مدینہ لایا گیا تو حضرت عمر نے سید علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھے اجازت عطا کریں تو میں اس کے دانت توڑ ڈالوں اور اس کی زبان کھینچ لوں تاکہ آئندہ یہ کسی محفل میں آپ کی بدگوئی کے قابل نہ ہوسکے۔ لیکن نبی علیہ السلام نے حضرت عمر کو اجازت نہ دی اور فرمایا۔

"مجھے یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ میں اس کا مثلہ کروں' اگر میں ایسا کروں تو (ممکن ہے) اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ایسا کرے' حالانکہ میں (اس کا) نبی ہوں"۔

اس کے بعد نبی علیہ السلام نے حضرت عمر سے فرمایا' اے عمر جس زبان سے یہ سہیل ہماری بارگاہ میں گستاخی کرتا تھا' ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں یہ زبان ہماری تعریف و توصیف میں کھلے اور ہمارے دشمنوں کی مذمت کرے۔

علم غیب نبوت کی ایک دلیل

جناب مصنف فرماتے ہیں کہ یہ وہ غیبی بات تھی جس کی بابت نبی علیہ السلام سہیل کے بارے میں اشارتاً" فرمایا۔ آپ کو نور نبوت کے ذریعہ یہ معلوم تھا کہ سہیل اسلام لائے گا اور اپنے اسلام میں راسخ ہوگا اور اپنی نشستوں اور مجلسوں میں گزشتہ غلطیوں پر اظہار افسوس کر کے اسلام اور ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کرے گا اور اسلام کی تقویت کا سبب بنے گا۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اعلیٰ سیدنا صدیق اکبر سے ملنے کے بعد سہیل بن عمرو کی اسلام و ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خراج عقیدت کی داستان کو آئندہ اس موضوع کے ذیل میں نقل کریں گے۔ (انشاء اللہ)

ابو سفیان کے بیٹے کی بغیر فدیہ رہائی

ابو سفیان کے ایک بیٹے عمرو کو بدر کی جنگ میں قیدی بنایا گیا جبکہ اس کا دوسرا بیٹا میدان بدر میں قتل ہوا تھا۔ جب قریش کے لوگوں نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ کی رقوم روانہ کیں تو ابو سفیان نے اپنے بیٹے عمرو کی رہائی کے لیے رقم روانہ نہ کی۔ جب ابو سفیان سے کہا گیا کہ تم اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے کچھ نہیں روانہ کر رہے ہو تو اس نے کہا کہ ایک بیٹا قتل ہو گیا اور دوسرا قید میں ہے۔ اب اس کی رہائی کے لیے جرمانہ بھی دوں تو یہ

زبردست نقصان ہوگا۔ میں تو ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر میرا بیٹا ان (مسلمانوں) کی قید میں ہے تو جب تک چاہیں اس کو قید میں رکھیں۔

قریش کی بدعہدی

مسلمانوں اور قریش کا یہ معاہدہ تھا کہ اگر کوئی مسلمان حج و عمرہ کی سعادت کرنے کے لیے مکہ آئے گا تو اس سے کوئی تعرض نہ ہوگا اور وہ آزادی کے ساتھ حج و عمرہ کی سعادت حاصل کر سکے گا۔ اسی معاہدہ کی وجہ سے ایک انصاری مسلمان عمرہ کرنے کے لیے مکہ آئے تو ابو سفیان نے انہیں اس لیے قید کر لیا کہ ان کے بدلے اپنے بیٹے کو چھڑاؤں گا۔ جب ان انصاری کی قید کی اطلاع مدینہ پہنچی تو ان کے رشتہ داروں نے آکر نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ ابو سفیان کے بیٹے عمرو کو آزادی دے دی جائے تاکہ ابو سفیان ان انصاری کو آزادی دے دے چنانچہ ان لوگوں کی خوشنودی کی خاطر نبی علیہ السلام نے عمرو کو آزادی دے دی جب عمرو مکہ پہنچ گیا تو ابو سفیان نے ان انصاری صحابی کو آزادی دے دی۔

جناب ابو العاص کی رہائی

بدر کے قیدیوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد جناب ابو العاص بھی شامل تھے۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا ان کے حبالہ عقد میں تھیں۔ ابوالعاص جنگ بدر کے واقعہ تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے' اور کافروں کے ساتھ بدر آئے تھے۔ یہاں قریش کی شکست کے نتیجہ میں قید ہوگئے تھے۔ جناب ابوالعاص کا شمار قریش کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھا۔ لوگ اپنے معاملات سلجھانے کے لیے ان سے رجوع کرتے اور اپنی امانتیں بھی ان کے پاس رکھتے تھے۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا سے ان کے نکاح کا سبب یہ ہوا کہ یہ سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا کے بھتیجے ہوتے تھے اور انہوں نے نبی علیہ السلام سے اس رشتہ کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے اس وقت کی روایات کے مطابق حضرت خدیجہ کی رائے کا احترام فرماتے ہوئے اعلان نبوت سے پہلے سیدہ زینب کا نکاح جناب ابوالعاص کے ساتھ کر دیا۔

سیدہ رقیہ کا نکاح

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور صاحبزادی سیدہ رقیہ کا نکاح ابو لہب کے بیٹے کے ساتھ ہوا تھا۔ اعلان نبوت کے بعد جب سیدہ خدیجہ اور صاحبزادیوں نے اسلام قبول کیا تو ابوالعاص اور ان کے ہم زلف ابولہب کے بیٹے عتبہ نے اسلام قبول نہ کیا اور کفر پر قائم رہا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور لوگوں کو راہ

حق کی طرف بلایا تو قریش تبلیغ دین کی مخالفت میں میدان عمل میں آ گئے اور اسلام کی اشاعت کو روکنے کے لیے ہر قسم کی کوشش میں مصروف رہے، کہیں منافقت کا سہارا لیا، کہیں تشدد کو کام میں لائے۔

ایک دن قریش کے لوگ آپس میں کہنے لگے کہ یہ بات ہمارے لیے اچھی ثابت نہیں ہو رہی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی بیٹیوں کے رشتہ سے فارغ ہوگئے اور ان کی طرف انہیں فکر نہیں رہی ہے۔ اسی لیے اسلام کی دعوت میں پوری طرح متوجہ ہیں اور ہمیں مسلسل تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ اب ایک ہی طریقہ باقی رہا ہے کہ ہم ان لڑکیوں کی طرف سے انہیں دوبارہ فکر میں مبتلا کر دیں تاکہ اس پریشانی میں مبتلا ہو کر وہ تبلیغ اسلام میں تندہی سے کام نہ کر سکیں۔ چنانچہ اس مشورہ کے بعد پہلے جناب ابوالعاص سے رجوع کیا گیا کہ اگر وہ سیدہ زینب سے علیحدگی اختیار کر لیں تو قریش کے ذی عزت خاندان کی جس لڑکی سے چاہیں ان کی شادی کر دی جائے گی۔

ان کی بات سن کر جناب ابو العاص نے کہا معاذ اللہ میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں زینب پر کسی دوسری عورت کو ترجیح دوں اور سیدہ زینب سے علیحدگی اختیار کروں اور انہیں طلاق دوں۔ تمہارے مشورہ پر عمل کرنا میرے لیے محال ہے۔ اب اس موضوع پر بات نہ کرنا اگر تم نے اس موضوع پر بات کی تو میں اس کی شدید مخالفت کرتے ہوئے مقابلہ پر آ جاؤں گا۔ چنانچہ جناب ابو العاص کا سخت موقف دیکھ کر یہ لوگ مایوس ہو کر وہاں سے اٹھ آئے۔ ابو لہب کے گھر آئے اور اس نے بات کی تو ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کہا اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی رقیہ کو طلاق دے دو تو یہ سب لوگ کہتے ہیں کہ قریش کے ذی عزت خاندان کی پسندیدہ لڑکی سے تمہاری شادی کرا دیں گے۔ یہ سن کر عتبہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص کی لڑکی میری پسند ہے اس سے شادی کرا دیں میں رقیہ کو طلاق دے دوں گا۔

چنانچہ ان لوگوں نے اس لڑکی کی نسبت عتبہ سے کرا دی اور عتبہ نے سیدہ رقیہ کو طلاق دے دی۔ یہاں یہ بات تعجب انگیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عتبہ اور سیدہ رقیہ کے درمیان ازدواجی زندگی کے درمیان حجاب پیدا کر دیا تھا اور ان دونوں کے درمیان ابھی زن و شوہر کے تعلقات قائم نہ ہو سکے تھے۔ یہ وہ تقدس تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ سیدہ رقیہ نے عتبہ سے طلاق حاصل کی اور حضرت عثمان کے حبالہ عقد میں آئیں (یعنی شادی ہونے کے باوجود بھی یہ کنواری تھیں)

جناب مصنف فرماتے ہیں کہ ان ضمنی واقعات کے بعد ہم جناب ابو العاص کے واقعہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب جناب ابوالعاص کو اسیران بدر کے ساتھ مدینہ لایا گیا اور مکہ والوں نے اپنے قیدیوں کے فدیہ کے لیے رقوم روانہ کیں تو سیدہ زینب نے بھی ابو العاص کے فدیہ کے لیے رقم بھیجی اس میں ایک طلائی گلوبند بھی شامل تھا

جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں جہیز میں دیا تھا۔ یہی گلوبند زر فدیہ میں شامل تھا۔ جب اس گلوبند کو نبی علیہ السلام نے دیکھا تو چشم مبارک میں آنسو آ گئے۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا ابوالعاص کو رہا کر کے ان کا زر فدیہ واپس کر دیا جائے۔ صحابہ نے عرض کیا جو آپ کا حکم ہو۔ چنانچہ ابوالعاص کو فدیہ کے بغیر رہا کر دیا گیا۔

نبی علیہ السلام نے جناب ابوالعاص کی رہائی کو اس بات پر مشروط کیا تھا کہ وہ مکہ جا کر سیدہ زینب کو مدینہ بھیج دیں گے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے سیدہ زینب کو مدینہ لانے کے لیے جناب زید بن حارثہ اور ایک انصاری صحابی کو ابو العاص کے ساتھ کر دیا تھا اور انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ وہ مکہ شہر سے باہر کسی جگہ انتظار کریں تاکہ ابوالعاص سیدہ زینب کو وہاں پہنچا دیں اور زید سیدہ زینب کو ساتھ لے کر مدینہ آ جائیں۔ چنانچہ ابوالعاص نے گھر آ کر سیدہ زینب کے لیے سامان سفر ٹھیک کر کے سیدہ زینب کو ھودج میں بٹھا کر اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کے ساتھ کیا تاکہ یہ انہیں مکہ سے باہر لے جائیں اور جناب زید کے سپرد کریں تاکہ وہ انہیں مدینہ لیجائیں۔ لیکن جب سیدہ زینب گھر سے باہر آئیں تو کسی طرح مکہ والوں کو ان کے سفر کی اطلاع مل گئی اور یہ لوگ اکٹھے ہو کر آ گئے تاکہ انہیں روکیں اور مدینہ نہ جانے دیں اور اس سلسلہ میں ان کی قیادت مطلب کے پوتے ھباد بن اسود بن عبدالمطلب نے کی۔ سیدہ زینب ھودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ھباد کے ہاتھ میں نیزہ تھا اس نے ھودج پر نیزہ مارا اور سیدہ زینب اس حملہ سے اس قدر خوفزدہ ہوئیں کہ ان کا حمل ضائع ہو گیا۔ قریش کے سربر آوردہ لوگوں نے سیدہ زینب اور ان کے ساتھیوں کو پھر آ کر گھیر لیا لیکن جب کنانہ برادر ابو العاص نے حالات کا جائزہ لیا کہ قریش نہ صرف مخاصمت پر آمادہ ہیں بلکہ وہ نقصان رسانی سے بھی باز نہ رہیں گے تو انہوں نے اونٹ کی نکیل کو چھوڑ کر ترکش کو سامنے رکھ کر با آواز بلند کہا اب جو کوئی میرے یا ھودج کے قریب بھی آیا تو خدا کی قسم اس پر تیر چلانے میں کوئی تامل نہ کروں گا۔ یہ سن کر سب لوگ رک گئے اور ان کے قریب آنے کی کسی میں جرات نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد ابو سفیان قریش کے سربر آوردہ لوگوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اس نے دیکھا کہ معاملہ نزاکت اختیار کر چکا ہے اور یہاں جنگ و جدل کا بازار گرم ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے کنانہ سے کہا اے کنانہ میری بات پہلے سنو اس کے بعد کوئی اقدام کرنا۔ کنانہ نے کہا تم بھی کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ ابو سفیان نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان کیسے معاملات پیش آئے ہیں اور ابھی ہمارے گھروں میں کیسی مصیبت رونما ہوئی ہے اور تم دن دیہاڑے ان کی بیٹی کو مکہ سے رخصت کر رہے ہو جب عرب والے یہ سنیں گے تو اس روانگی کو ہماری بزدلی پر محمول کریں گے کہ قریش اب ایسے گئے گزرے ہو گئے کہ انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو دن دیہاڑے مکہ سے جانے دیا اور کچھ نہ کر سکے حالانکہ اس کے ساتھ لشکر یا سپاہی بھی نہ تھے جو مزاحمت کرتے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو مکہ میں قید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ان کی وجہ سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے رہیں۔ تم اس معاملہ میں دانشمندی کا ثبوت دو کیونکہ قومی معاملات کا تقاضا یہ ہے کہ تم انہیں مکہ واپس لے آؤ تاکہ لوگوں کی چہ میگوئیاں ختم ہو جائیں اس کے بعد تم انہیں مکہ سے باہر جہاں بھی لے جانا چاہو لے جانا۔ چنانچہ کنانہ نے مصلحت اسی میں دیکھی اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور شہر آئے ۔ جب چند دن بعد لوگوں کی چہ میگوئیاں ختم ہوگئیں اور فضا میں خاموشی آئی تو خاموشی کے ساتھ ایک رات سیدہ زینب کو ساتھ لے کر شہر سے باہر آکر سیدہ کو جناب زید بن حارثہ کے سپرد کیا اور خود مکہ واپس آ گئے۔

پہلی مرتبہ جب کنانہ سیدہ زینب کو مکہ سے لے کر آئے تھے تو ھبار نے ان کا تعاقب کیا تھا اور کنانہ نے ترکش سامنے رکھ کر کافروں کو دھمکایا تھا۔ اس وقت انہوں نے دو شعر پڑھے تھے جو ہدیہ ناظرین ہیں:

عجبت لھبار واوباش قومہ　　　　یریدون اخفاری بنبت محمد

ولست ابالی ماحییت عدیدھم　　　　وما استجمعت قبضایدی بالمھند

جب ابو سفیان نے کنانہ سے یہ مصالحت کی تھی اور قریش واپس چلے گئے تھے تو بعد میں ہند (دختر عتبہ بن ربیعہ جس کا باپ اور بھائی جنگ بدر میں مارے گئے تھے) نے قریش کو سرزنش کی اور کہا تھا کہ بدر کے دن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مقابلہ اور جنگ کرنا تھی' آج عورتوں کے معاملہ میں مزاحمت کا کیا فائدہ تعجب ہے کہ تمہاری غیرت مردہ ہوگئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم سب سر اور داڑھیاں منڈا کر ایک عورت کو روکنے کے لیے مکہ سے نکل آتے ہو۔ اس وقت ہند نے اس سرداران قریش کی مذمت میں یہ شعر پڑھا تھا۔

افی السلم اغیار" جفاء و غلظتہ"　　　　و فی الحرب اشباہ النساء العوارک

تم صلح کے معاملہ میں اتنے چالاک ہو کہ نہ تو سختی سے باز آتے ہو' نہ مکاری سے دامن بچاتے ہو لیکن جنگ کے معاملہ میں ان خواتین کی طرح ہو جو ایام میں مبتلا ہوں اور تمہارے ہاتھ کسی کے خون سے آلودہ نہ ہوں۔ اور عرب کے معاشرے میں مذمت کا یہ وہ انداز تھا' جو غایت درجہ پر مروج تھا۔

جناب زید بن حارثہ اور سیدہ زینب کی مدینہ میں آمد

جب جناب زید بن حارثہ سیدہ زینب کو لے کر مدینہ آئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حالات سے آگاہ کیا تو آپ نے اپنے ایک دستہ سپاہ کو ان ہدایات کے ساتھ کہ ھبار بن اسود جہاں بھی ملے اس کو جلا ڈالیں' مکہ روانہ کیا۔ ابھی یہ دستہ تھوڑی ہی دور گیا ہو گا کہ اس کو دوسرا حکم یہ کہلوایا کہ اگر ھبار پر قبضہ حاصل کر لو تو اس کو جلانا نہیں بلکہ اس کو قتل کر دینا۔ حالانکہ پہلے میں نے تم کو یہی حکم دیا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ آگ کا عذاب دینا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

قصہ مختصر سیدہ زینب کا قیام مدینہ میں رہا جبکہ جناب ابو العاص مکہ میں مقیم رہے حسن اتفاق کہ کچھ عرصہ بعد جناب ابو العاص کو شام کے سفر کا موقع ملا۔ واپسی پر جناب ابو العاص کے پاس اپنا اور قریش کے دوسرے لوگوں کا بہت مال تھا۔ جب وہ اطراف مدینہ سے گزرے تو نبی علیہ السلام کے چھاپہ ماروں نے انہیں گرفتار کر لیا اور ان کے ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔ وہ جناب ابو العاص کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن کامیاب نہ ہو سکے اور واپس ہو گئے۔ اس چھاپہ مار جماعت کے جانے کے بعد ابو العاص چھپ گئے اور رات کی تاریکی میں مدینہ آ گئے اور کسی کو سیدہ زینب کے پاس بھیج کر امان طلب کی۔ سیدہ زینب نے انہیں اپنی امان میں لے کر کسی محفوظ جگہ ٹھہرا دیا۔ لیکن اس کی اطلاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کی۔ دوسرے دن جب نبی علیہ السلام مسجد نبوی میں نماز باجماعت سے فارغ ہوئے تو سیدہ زینب نے خواتین کے حصہ سے بلند آواز سے پکارا "مسلمانو! سنو میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے یہ سن کر نبی علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا۔ کیا تم نے بھی زینب کی یہ بات سنی جو میں سن چکا ہوں' سب نے جواب دیا بیشک یارسول اللہ اس کے بعد آپ نے قسم کے ساتھ فرمایا۔

"اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ مجھے اب تک اس واقعہ کی اطلاع نہ دی گئی تھی۔ مجھے ابھی یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ اب یہ حکم خداوندی ہمارے مد نظر ہونا چاہیے کہ اگر کوئی عام مسلمان کسی بڑے سے بڑے کافر کو پناہ دے دے تو اس امن کو ختم کرنا یا نقض امن کرنا کسی کے لیے مناسب نہیں"۔

نبی علیہ السلام کے ان کلمات سے ابو العاص کی امان نافذ العمل ہو گئی۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے سیدہ زینب سے فرمایا۔ اب تم ابوالعاص کی پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ نگہداشت کرو اور ان کی تیمارداری کرو لیکن ان کے ساتھ تعلقات زن و شوہری استوار نہ کرنا کیونکہ اختلاف ادیان کی وجہ سے

تعلق زن و شوہری ختم ہو گیا ہے اور تم اس پر حرام ہو گئی ہو۔

اس کے بعد نبی علیہ السلام نے ان لوگوں سے جنھوں نے ابو العاص کا مال چھینا تھا کہلوایا کہ تم ابو العاص کے ساتھ ہمارے تعلقات اور اس بات سے واقف ہو کہ اس نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے (یعنی سیدہ زینب کو مدینہ بھیج دیا ہے) اب اگر تم اس کا مال واپس کر دو تو یہ اس پر تمہاری مہربانی ہوگی اور اگر واپس نہ کرو تو یہ تمہارا حق ہے۔ ان جان نثاروں نے پیغام نبوی سن کر جواب دیا۔ مال کیا حیثیت رکھتا ہے ہماری تو جانیں بھی نبی علیہ السلام پر قربان ہیں اور سارا مال لاکر واپس کر دیا اور ابو العاص یہ مال لے کر مکہ آئے۔ یہاں آکر انہوں نے جس جس کا مال تھا اس کے سپرد کیا اور لوگوں سے معلوم کیا کہ تمہارا کوئی حق میرے ذمہ ہے لوگوں نے کہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ ہمارا مال تمہیں نے لاکر واپس کیا ہے۔ کسی دوسرے کے لیے یہ مال ہمیں لاکر دینا ممکن نہ تھا۔

ابوالعاص دامن اسلام میں

جناب ابوالعاص نے ان کی بات سن کر کہا قریش کے لوگو سنو "میں آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر مشرف بہ اسلام ہوتا ہوں اور کلمہ طیبہ "اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمدا رسول اللہ" پڑھا۔ اس کے بعد فرمایا میں یہ چاہتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی اپنے اسلام کا اقرار کرتا لیکن وہاں میں نے ایسا اس لیے نہ کیا کہ تمہارے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا کہ میں نے مال کی واپسی کے لیے ایسا کیا ہے اور میرا ارادہ اس مال کی واپسی کا نہیں ہے۔ اب میں نے تمہارا مال واپس کر دیا اور میرے پاس لوگوں کی جو امانتیں رکھیں تھیں وہ لوٹا دیں اور میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گیا تو میں نے اپنے ایمان کا اعلان و اعتراف کیا ہے"۔ یہ کہہ کر اس مجلس سے اٹھے اور عازم مدینہ ہوئے۔ مدینہ طیبہ حاضر ہو کر بارگاہ نبوی میں آ گئے۔ اب سیدہ زینب کو ان کے ساتھ رہنے کی اجازت مل گئی۔

ابو العاص کا کردار

اسی سلسلہ میں ایک روایت اس طرح منقول ہے کہ جب لٹ پٹ کر جناب ابو العاص مدینہ آئے اور سارا مال و اسباب انہیں واپس کیا گیا تو اس سے کہا گیا ابوالعاص! کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ تم یہاں مشرف بہ اسلام ہو کر ٹھہر جاؤ اور سارا مال و اسباب اپنے پاس رکھو اور مالکان کو واپس نہ کرو؟ جناب ابو العاص نے فرمایا یہ مال تو مشرکوں کا ہے اور میں یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے اسلام کی ابتداء ہی خیانت سے کروں اور ان کا مال ہضم کر جاؤں۔

ابو عزہ اور دوسرے قیدیوں کی بغیر فدیہ آزادی

اسیران بدر میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن پر نبی علیہ اسلام نے احسان فرمایا اور انہیں بغیر فدیہ کے آزادی سے ہمکنار فرمایا تھا۔ اس میں جناب ابو العاص بھی شامل تھے اور یہ واقعہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ ایک شخص جس کا تعلق "بنی جمع" سے تھا اس کا نام ابو عزہ عمرو بن عبداللہ تھا۔ یہ قبیلہ معاشرہ میں بلند مقام رکھتا تھا' وہ خود شاعر اور ادیب تھا۔ اس کی رہائی کا سبب یہ تھا کہ اس نے نبی علیہ السلام سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے علم میں ہے کہ میں عیال دار شخص ہوں لیکن میرے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ آپ مجھے آزادی عطا کریں چنانچہ اس کی درخواست پر نبی علیہ السلام نے اس کو آزادی عطا کر دی تو وہ مکہ واپس چلا گیا۔

ان کے علاوہ "بنی مخزوم" کی ایک اور جماعت کو نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے بغیر فدیہ کے آزادی عطا فرمائی تھی۔ ان لوگوں کے نام سیرت کی کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں۔

عمیر بن وھب کا نبی علیہ السلام پر حملہ کا ارادہ

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق فرماتے ہیں: قبیلہ "بنی جمع" کا ایک فرد جس کا نام عمیر بن وھب تھا۔ ایک دن حطیم میں صفوان بن امیہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور غزوہ بدر کے چند دن بعد اس جنگ پر تبصرہ اور قریش پر ہونے والے مظالم کا ذکر کر کے افسوس کناں تھا۔ اس موقعہ پر صفوان نے کہا اپنے عزیزوں کی اس حسرت ناک موت کے بعد عیش و عشرت کی زندگی کا کیا فائدہ اب تو اس زندگی سے موت بہتر ہے۔ اس گفتگو نے عمیر بن وھب کے اسلام کے خلاف جذبات کو بڑکانے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ عمیر مشرکین کے ان شیاطین کا سرغنہ تھا جو نبی علیہ السلام اور ان کے جاں نثاروں کی ایذا رسانی میں پیش پیش رہتے تھے اور اب تو اس کی اسلام دشمنی اور بھی افزوں ہو گئی تھی کیونکہ اس کا بیٹا جنگ بدر میں قید ہو گیا تھا۔ صفوان کی گفتگو سن کر عمیر نے کہا صفوان اگر میں مقروض نہ ہوتا اور اہل و عیال کی ضروریات کا خیال نہ ہوتا تو میں کچھ کرتا۔ مجھے یہ خدشہ ہے کہ میرے بعد میرے اہل و عیال کی کفالت کون کرے گا اور یہ اطمینان ہوتا تو میں اپنے بیٹے کی رہائی کے بہانے سے مدینہ جاکر (خاکم بدہن) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ختم کر دیتا اور مسلمانوں سے ان کے مظالم کا انتقام لے لیتا۔

صفوان نے جب عمیر کی گفتگو سنی تو بہت خوش ہوا اور یہ کہا کہ میں تمہارے قرضوں اور اہل و عیال کی کفالت کی ذمہ داری لیتا ہوں اور یہ ذمہ داری اس وقت تک باقی رہے گی جب تک تو مقصد حاصل کرکے مدینہ سے واپس آ جاؤ گے۔ اب تو اٹھ کمر ہمت باندھ کر مدینہ روانہ ہو۔ عمیر نے یقین دہانی کے بعد سفر کی تیاری کی' تلوار کو صیقل کرا کے اس کو زہر آلود کیا اور عازم مدینہ ہوا۔ جب یہ مدینہ پہنچا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی کے دروازہ پر صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے بدر کی جنگ کے واقعات پر تبصرہ فرما رہے تھے اور مسلمانوں کے حق میں نصرت الٰہی پر شکر ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے اس وقت دیکھا کہ عمیر بن وھب اونٹ پر سوار آ رہا ہے اور ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے ہے' عمیر نے آکر مسجد کے دروازے پر اونٹ کو بٹھایا اور نیچے اترا۔ اس دوران حضرت عمر نے ساتھیوں سے فرمایا یہ شخص بری نیت سے آیا ہے اس کے فتنہ سے غافل نہ رہنا اور عمیر نے اونٹ سے اتر کر مسجد میں داخل ہونا چاہا تو حضرت عمر نے صحابہ سے کہا تم اس کو اس وقت تک روکے رکھو جب تک میں جاکر نبی علیہ السلام کو آگاہ نہ کروں۔ چنانچہ حضرت عمر نے مسجد میں آکر نبی علیہ السلام کو آگاہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کا دشمن عمیر شمشیر بکف آ رہا ہے اور اس کے ارادے نیک معلوم نہیں ہوتے۔ وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے' نبی علیہ السلام نے فرمایا عمر! اس کو آنے دو' چنانچہ حضرت عمر مسجد کے دروازے پر آئے اور ایک ہاتھ سے اس کی تلوار کے قبضے کو پکڑا اور دوسرا ہاتھ اس کی گردن میں ڈال کر مسجد نبوی میں لائے البتہ اپنے انصاری بھائیوں سے کہا تم شمشیر بکف اس کے پیچھے آؤ اور اس پر کڑی نظر رکھو کیونکہ میں اس کی خباثتوں سے مطمئن نہیں ہوں۔

جب عمیر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو اس نے عرب کے رواج کے مطابق صبح بخیر کہہ کر تحیات پیش کیں۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا اے عمیر اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے کلمات تحیت سے بہتر کلمات تعلیم فرمائے ہیں۔ وہ "السلام و علیکم" کے کلمات ہیں اور یہ اہل جنت کے پہلے کلمات تحیت ہیں۔ عمیر نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تو پرانے عہد کا فرد ہوں' مجھے آپ کے کلمات تحیت سے واقفیت نہیں ہے۔ اس گفتگو کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے آئے ہوں تو شمشیر بکف کیوں ہو؟ عمیر نے کہا ان تلواروں پر لعنت ہو (بدر کے دن) یہ ہمارے کسی کام نہیں آئیں۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا عمیر تم نے سچ کہا ہے لیکن اب یہ بھی سچ بتا دو آمد کی غرض و غایت کیا ہے'

تو عمیر نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) میں تو اپنے بیٹے کی بازیابی کے لیے آیا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اب تم غلط کہہ رہے ہو تم اپنے بیٹے کی بازیابی کے لیے نہیں آئے ہوں۔ بلکہ میں بتاؤں کہ تمہاری آمد کی غرض کیا ہے۔ عمیر نے کہا آپ ہی بتا دیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا صفوان بن امیہ اور تم دونوں حطیم کعبہ میں فلاں دن بیٹھے ہوئے تھے اور ان سرداران قریش کے بارے میں مصروف گفتگو تھے جو بدر کے دن قتل ہوئے تھے۔ ان کی موت پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے اس وقت صفوان نے تم سے کہا تھا کہ جب ان لوگوں کے مرنے کے بعد زندگی کا کیا مزہ باقی رہا ہے اب اس زندگی سے موت بہتر ہے۔ جس کے جواب میں تم نے کہا تھا کہ اگر مجھے لوگوں کے تقاضوں اور ان کے مطالبات کی تکمیل کا خوف نہ ہوتا اور اہل و عیال کے نفقہ کا خیال نہ ہوتا تو میں اپنے بیٹے کی اسیری کی آڑ لے کر مدینہ جاتا اور محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) کو قتل کر دیتا۔ جس کے جواب میں صفوان نے تمہارے اہل و عیال کے نفقہ اور تمہارے اوپر عائد قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ داری لی تھی اور تم سے کہا تھا کہ تم مطمئن ہو کر یہ کام کر ڈالو۔ چنانچہ تم نے وہاں سے اٹھ کر سفر کی تیاری کی تھی اور اپنے تلوار کو صیقل کر کے اس کو زہر آلود کیا تھا اور شمشیر بکف میرے قتل کے ارادے سے آئے ہو۔

زبان نبوی سے یہ کلمات سن کر عمیر سید عالم صلی اللہ علیہ و سلم کے قدموں پر گر گئے اور قدم بوسی کے بعد زبان پر کلمات شہادت جاری ہو گئے "اشھدان لا الہ الا اللہ محمدا رسول اللہ" کہنے لگے یا رسول اللہ جب آپ مکہ میں مقیم تھے اور وحی الٰہی سے ہمیں بہت سی باتیں بتاتے تھے تو ہم اس کی تکذیب کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) جو کچھ کہتے ہیں وہ کیونکر درست ہو سکتا ہے اور یہ بات کہ ان پر آسمان سے وحی آتی ہے یہ بھی قرین قیاس نہیں تھی' لیکن اب مجھے ان باتوں کی صداقت آشکارا ہو گئی ہے جو کچھ آپ فرمایا کرتے وہ حق و درست ہوتا تھا اور ہوتا ہے۔ کیونکہ جس وقت میں اور صفوان گفتگو کر رہے تھے اس وقت کوئی تیسرا فرد موجود نہ تھا اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کو اس گفتگو کے بارے میں علم نہ تھا۔ اب جبکہ آپ نے اس گفتگو کے بارے میں بتایا ہے تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس گفتگو کی اطلاع آپ کو رب کریم نے دی ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے مجھے گمراہی کے گڑھے سے نکال کر حق کی راہ دکھائی ہے۔

عمیر کا قبول اسلام دیکھ کر حضرت عمر نے ان کی گردن چھوڑ دی اور نبی علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا آج سے عمیر تمہارے بھائی ہیں ان کی خاطر مدارت کرو اور ان کے ساتھ برادرانہ سلوک کرو انہیں قرآن

کریم اور دین اسلام سکھاؤ اور ان کے قیدی کو بھی آزادی دے دو چنانچہ صحابہ نے عمیر کی خاطر مدارت کی قرآن اور احکام شریعت سکھائے اور بیٹے کو بھی آزاد کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد عمیر نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ جب میں مسلمان نہ ہوا تھا تو مسلمانوں کو بہت ایذا پہنچاتا تھا اب اگر مجھے اجازت مل جائے تو میں مکہ جا کر مافات کروں اور جس طرح مسلمانوں کو سرزنش کرتا اور ستاتا تھا اب مکہ کے کافروں کو ایذا دوں اور انہیں سلام کی دعوت دوں۔

جناب عمیر کی مکہ واپسی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد عمیر مکہ آئے۔ ادھر صفوان بن امیہ نے چونکہ عمیر سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان کی عدم موجودگی میں ان کے مفادات کی حفاظت کرے گا اور عمیر وہ کارنامہ انجام دے کر مکہ آئیں گے جس کے لیے وہ مدینہ گئے تھے۔ وہ اکثر مکہ والوں سے کہا کرتا' خاطر جمع رکھو عنقریب تم ایسی خوشخبری سنو گے جس سے مقتولین بدر کے غم کو بھول جاؤ گے اور اس خوشی میں تمہیں وہ مقتول یاد بھی نہیں آئیں گے۔ صفوان کا معمول یہ بن گیا تھا کہ وہ روزانہ مدینہ کے راستے پر آتا اور لوگوں سے عمیر کے بارے میں معلوم کرتا۔ آخر کار ایک دن مدینہ سے آنے والے ایک شخص نے صفوان کو بتایا کہ تم کس امید پر جی رہے ہو۔ عمیر نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ سن کر صفوان کو سخت طیش آیا اور غصہ میں بھرا ہوا گھر واپس ہوا اور قسم کھائی کہ تازندگی عمیر سے کلام نہ کروں گا اور نہ اس کے مفادات کا تحفظ کروں گا۔

جب عمیر مکہ واپس ہوئے تو ایک شدت پسند مسلمان تھے' وہ کافروں کو خوب ستاتے اور اسلام کی دعوت دیتے تھے' بہت سے کافروں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

جناب عمیر کی خصوصیت

یہ عمیر وہ شخصیت ہیں جنہوں نے بدر کے دن ابلیس لعین کو شکست خوردہ پشت پر ہاتھ رکھے بھاگتے دیکھا تھا اور اس واقعہ کو جناب مصنف نے اس طرح نقل کیا ہے۔

> "جس وقت قریش مکہ بدر کے میدان میں صف بندی کے لیے جا رہے تھے' اس وقت ابلیس نے سراقہ بن مالک کی شکل میں آ کر ان کافروں سے کہا کہ تم لوگ "بنی کنانہ" کی جانب سے کوئی فکر نہ کرو۔ میں ان کا سردار ہوں' وہ میرے حلیف ہیں' وہ تمہاری مخالفت نہ کریں گے اور اس وضاحت کی ضرورت یوں پیش آئی تھی کہ مکہ اور بنی کنانہ کے درمیان ایک قتل کے

واقعہ کی بنا پر پرانی دشمنی چلی آ رہی تھی۔ اس لیے قریش مکہ کو یہ فکر لاحق تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی کنانہ ہمارا تعاقب کریں اور ہمارا لشکر ایک طرف تو اسلامی لشکر کے مقابل ہو اور عقب سے بنو کنانہ آ کر ہمیں گھیرے میں لے لیں اور ہم ہلاکت میں پڑ جائیں' اس لیے وہ میدان بدر جانے میں متردد تھے"۔

اس موقع پر سراقہ بن مالک کی شکل میں آ کر ابلیس نے انہیں تسلی دی اور خود آگے بڑھ کر قریش کے لشکر کو بدر پہنچایا۔ جب بدر کے میدان میں صفیں آراستہ ہوئیں تو جبریل علیہ السلام کی قیادت میں فرشتوں کا ایک لشکر مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل ہوا' جب ابلیس نے اس لشکر کو دیکھا تو شکست کا یقین کر کے وہاں سے بھاگنے لگا' اس حالت میں جناب عمیر نے اس کو دیکھ کر آواز دی اور کہا اے سراقہ تو کہاں جا رہا ہے ابھی تو مقابلہ نہیں ہوا ہے اور جنگ شروع بھی نہیں ہوئی ہے۔ یہ مردوں کا شیوہ نہیں تو نے ابھی سے شکست قبول کر لی' ابلیس نے جواب دیا۔

"میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے"۔

یعنی میں جناب جبریل اور ان کے ساتھ فرشتوں کے لشکر کو دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے۔ بس اب صبر کرو' میں اب نہیں رک سکتا' یہاں رکنے کا اب موقع نہیں ہے۔

ایک واقعہ یہ بھی منقول ہے کہ جب ابلیس نے جناب جبریل اور فرشتوں کو دیکھا تو حارث بن ہشام برادر ابوجہل نے ابلیس (جو سراقہ کی شکل میں تھا) کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ابلیس نے چاہا کہ اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا لے لیکن حارث نے آسانی سے اس کا ہاتھ نہ چھوڑا تو سراقہ (ابلیس) نے حارث کے سینہ پر ہاتھ مار کر اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگا۔ اس موقع پر حارث نے اس سے کہا' اے سراقہ ابھی تو میدان جنگ میں پوری طرح صف بندی بھی نہیں ہوئی ہے اور جنگ شروع بھی نہیں ہوئی ہے تو اس وقت تو پشت دکھا کر بھاگنا چاہتا ہے' یہ مردوں کا شیوہ نہیں ہے۔ یہ سن کر ابلیس نے کہا حارث زیادہ باتیں نہ کرو' یہ رکنے کا وقت نہیں "اس وقت میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں وہ تم میں سے کسی کو نظر نہیں آ رہا ہے"۔ ابلیس نے کہا اب ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے' میں تو تم سے بیزار ہوں۔ اس موقعہ پر رب کریم نے آیت کریمہ نازل فرمائی' جس میں ابلیس کے قول و فعل کو بے نقاب کیا گیا ہے' جس کا اظہار اس نے بدر کی جنگ کے دن کیا تھا۔

"جب اس نے دونوں گروہوں کو دیکھا تو الٹے پاؤں پلٹا اور کہنے لگا میں تو تم سے بیزار ہوں اور میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے ہو"۔

کسی شاعر نے اس واقعہ کو اشعار میں آشکار کیا۔ ان اشعار میں نبی علیہ السلام کی تعریف، انصار کی بہادری اور ابلیس کے بھاگنے کے واقعہ کو نقل کیا ہے۔

حسان بن ثابت کے اشعار

بیت

قَوْمِی ٱلَّذِینَ هُمُ آوَوْا نَبِیَّهُمُ
وَصَدَّقُوهُ [وَ] أَهْلُ ٱلْأَرْضِ كُفَّارُ
إِلَّا خَصَائِصَ أَقْوَامٍ هُمُ سَلَفٌ
لِلصَّالِحِینَ مَعَ ٱلْأَنْصَارِ أَنْصَارُ
مُسْتَبْشِرِینَ بِقِسْمِ ٱللهِ قَوْلُهُمُ[۳]
لَمَّا أَتَاهُمْ كَرِیمُ ٱلْأَصْلِ مُخْتَارُ
أَهْلًا وَسَهْلًا فَفِی أَمْنٍ وَفِی سَعَةٍ
نِعْمَ ٱلنَّبِیُّ وَنِعْمَ ٱلْقِسْمُ وَٱلْجَارُ[۴]
فَأَنْزَلُوهُ بِدَارٍ لَا یُخَافُ بِهَا[۱]
مَنْ[۲] كَانَ جَارَهُمُ دَارًا هِیَ ٱلدَّارُ
وَقَاسَمُوهُ[۳] بِهَا ٱلْأَمْوَالَ إِذْ قَدِمُوا
مُهَاجِرِینَ وَقِسْمُ ٱلْجَاحِدِ ٱلنَّارُ
سِرْنَا وَسَارُوا إِلَىٰ بَدْرٍ لِحَیْنِهِمِ[۴]
لَوْ یَعْلَمُونَ یَقِینَ ٱلْعِلْمِ مَا سَارُوا
دَلَّاهُمُ بِغُرُورٍ ثُمَّ أَسْلَمَهُمْ
إِنَّ ٱلْخَبِیثَ لِمَنْ وَالَاهُ غَرَّارُ
* وَقَالَ إِنِّی لَكُمْ جَارٌ فَأَوْرَدَهُمْ
شَرَّ ٱلْمَوَارِدِ فِیهِ ٱلْخِزْیُ وَٱلْعَارُ[۶]
ثُمَّ ٱلْتَقَیْنَا فَوَلَّوْا عَنْ سَرَاتِهِمِ
مِنْ مُنْجِدِینَ وَمِنْهُمْ فِرْقَةٌ غَارُوا

بدر کی جنگ کے موقع پر صرف تین صحابی ایسے تھے، جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان کے نام حضرت زبیر بن العوام، مقداد بن عمرو اور مرقد بن ابی مرقد غنوی ہیں۔ باقی مجاہدین یا تو اونٹوں پر سوار تھے یا پیادہ تھے۔

جب نبی کریم علیہ الصلوۃ السلام غزوہ بدر سے فارغ ہوئے تو رب کریم نے غزوہ بدر کے سلسلہ میں "سورہ انفال" نازل فرمائی' جس کی تفصیل تفسیر کی کتابوں سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

اس غزوہ بدر میں جو مجاہدین نبی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ ان کی تعداد تین سو تیرہ ہے جن کے نام انشاء اللہ آئندہ صفحات میں ذکر کئے جائیں گے۔

بدری صحابہ کے نام

جناب مصنف نے شرکاء غزوہ بدر کے ناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے سب سے پہلے اسد اللہ اور اسدالرسول سیدنا امیر حمزہ کا نام لکھا ہے۔

(۲) حضرت علی
(۳) زید بن حارثہ
(۴) ابو مرثد کا بیٹا
(۵) ابو مرثد کناز بن حصین بن یربوع
(۶) ابو مرثد کا بیٹا مرثد
(۷) عبیدہ بن حارث
(۸) طفیل بن حارث
(۹) حصین بن حارث
(۱۰) مسطح

یہ گیارہ افراد ہیں جن کا تعلق سید عالم صلی اللہ علیہ کے قبیلہ بنو ہاشم سے تھا۔

حضرت عثمان کا شمار بدری صحابہ میں

باوجودیکہ حضرت عثمان غنی نے غزوہ بدر میں شرکت نہیں کی تھی لیکن نبی علیہ السلام نے انہیں بدری صحابہ میں شمار کیا۔ انہیں وہ تمام اعزاز نصیب ہوئے جو بدری صحابہ کو عطا ہوئے تھے۔ انہیں مال غنیمت سے حصہ بھی مرحمت فرمایا گیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ اپنی اہلیہ محترمہ (جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاجزادی تھیں) کی علالت کی وجہ سے حکم نبوی کے مطابق مدینہ میں تیمار داری میں مشغول تھے۔

یہاں ہم ان بدری صحابہ کے نام قبیلہ وار نقل کریں گے جنھوں نے اس غزوہ میں شرکت کی تھی۔

قبیلہ بنو اسد

(۱۲) ابو حذیفہؓ عتبہ بن ربیعہ (۱۳) ان کے آزاد کردہ غلام سالم
(۱۴) عبداللہ بن جحش (۱۵) عکاشہ بن محصن
(۱۶) شجاع بن وہب (۱۷) ان کے بھائی عقبہ
(۱۸) یزید بن رقیش (۱۹) ابو سنان بن محصن برادر عکاشہ
(۲۰) سنان بن ابی سنان فرزند جناب عکاشہ (۲۱) محرز بن نضلہ
(۲۲) ربیعہ بن اکثم (۲۳) ثقف بن عمرو
(۲۴) مالک بن عمرو (۲۵) مدلج بن عمرو (برادر ثقف بن عمرو)
(۲۶) ابو نخشی سوید (۲۷) عتبہ بن غزوانؓ
(۲۸) خباب آزاد کردہ جناب عتبہ بن غزوان (۲۹) زبیر بن العوام
(۳۰) حاطب بن ابی بلتعہ (۳۱) سعد آزاد کردہ جناب حاطب بن بلتعہ۔

(ان افراد کا تعلق بھی بنو اسد سے تھا۔)

بنو زھرہ (آٹھ افراد)

(۳۲) عبدالرحمان بن عوف (۳۳) سعد بن ابی وقاص
(۳۴) مقداد بن عمرو (۳۵) عبداللہ بن مسعود
(۳۶) مسعود بن ربیعہ (۳۷) ذوشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ
(۳۸) عمیرؓ بن ابی وقاص (۳۹) خباب بن ارت

بنو عبدالدار (دو افراد)

(۴۰) مصعب بن عمیر (پرچم بردار لشکر اسلامی) (۴۱) سولیبط بن حرملہ

بنو تیم (پانچ افراد)

(۴۲) ابوبکر صدیق (۴۳) بلال (آزاد کردہ حضرت ابوبکر صدیق)
(۴۴) عامر بن فہیرہ (آزاد کردہ ابوبکر صدیق) (۴۵) صہیب
(۴۶) طلحہ

بنو مخزوم (پانچ افراد)

(۴۷) ابو سلمہ بن عبدالاسد
(۴۸) شماس بن عثمان
(۴۹) ارقم بن ابی ارقم
(۵۰) عمار بن یاسر
(۵۱) معتب بن عوف

بنو عدی (چودہ افراد)

(۵۲) عمرؓ خطاب
(۵۳) زید بن خطاب
(۵۴) مہجع (آزاد کردہ حضرت عمر فاروق)
(۵۵) عمرو بن سراقہ
(۵۶) عبداللہ بن سراقہ
(۵۷) واقد بن عبداللہ
(۵۸) خولی بن ابی خولی
(۵۹) مالک بن ابی خولی
(۶۰) عامر بن ربیعہ
(۶۱) عامر بن بکیر
(۶۲) عاقل بن بکیر
(۶۳) خالد بن بکیر
(۶۴) ایاس بن بکیر
(۶۵) سعید بن زید

بنو جمع (پانچ افراد)

(۶۶) عثمان بن مظعون
(۶۷) سائب بن مظعون (پسر عثمان بن مظعون)
(۶۸) قدامہ بن مظعون
(۶۹) عبداللہؓ مظعون
(۷۰) معمر بن حارث

بنی سہم

بنی سہم سے خنیس بن حذافہ شریک جنگ رہے تھے۔

بنی عامر (پانچ افراد)

(۷۱) ابو سبرہ بن ابی رھم
(۷۲) عمیر بن عوف
(۷۳) سعد بن خولہ
(۷۴) عبداللہ بن مخرمہ
(۷۵) عبداللہ بن سہیل

بنو حارث (پانچ افراد)

(۷۶) ابو عبیدہ بن الجراح
(۷۷) عمرو بن حارث
(۷۸) سہیل بن وھب
(۷۹) صفوان بن وھب
(۸۰) عمرو بن ابی سرح

جناب مصنف فرماتے ہیں کہ یہ افراد مہاجرین میں سے تھے جن کی تعداد تراسی بنتی ہے۔ لیکن بعض راویوں کے مطابق تین افراد اور مہاجر بدری صحابہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان میں وھب بن سعد' حاطب بن عمرو اور عیاض بن ابی زہیر شامل ہیں۔

انصاری صحابہ بدری

(۱) سعد بن معاذ
(۲) عمرو بن معاذ
(۳) حارث بن اوس
(۴) حارث بن انس
(۵) سعد بن زید
(۶) سلمہ بن سلامہ
(۷) عباد بن بشر
(۸) سلمہ بن ثابت
(۹) معتب بن قشیر
(۱۰) ابو ملیل بن ازعر
(۱۱) عمر بن معبد
(۱۲) سہل بن حنیف
(۱۳) رافع بن یزید
(۱۴) رافع بن یزید
(۱۵) حارث بن خزمہ
(۱۶) محمد بن سلمہ
(۱۷) سلمہ بن اسلم
(۱۸) ابوالھیثم بن تیہان
(۱۹) عبید بن تیہان
(۲۰) عبداللہ بن سہیل
(۲۱) قتادہ بن نعمان
(۲۲) عبید بن اوس
(۲۳) نصر بن حارث
(۲۴) معتب بن عبد
(۲۵) عبداللہ بن طارق
(۲۶) مسعود بن سعد
(۲۷) ابو عبس بن جبر
(۲۸) ابو بردہ بن نیار
(۲۹) عاصم بن ثابت
(۳۰) مبشر بن عبدالمنذر
(۳۱) رفاعہ بن عبدالمنذر
(۳۲) سعد بن عبید

(۳۳) عویم بن ساعدہ
(۳۴) رافع بن عنجدہ
(۳۵) عبیدہ بن ابی عبید
(۳۶) ثعلبہ بن حاطب
(۳۷) ابو لبابہ بن عبدالمنذر
(۳۸) حارث بن حاطب
(۳۹) انیس بن قتادہ
(۴۰) معن بن عدی
(۴۱) ثابت بن اقرم
(۴۲) عبداللہ بن سلمہ
(۴۳) زید بن اسلم
(۴۴) ربعی بن رافع
(۴۵) عاصم بن عدی
(۴۶) عبداللہ بن جبیر
(۴۷) عاصم بن قیس
(۴۸) سالم بن عمیر
(۴۹) ابو ضیاح بن ثابت
(۵۰) ابو حنہ برک بن ثعلبہ
(۵۱) حارث بن نعمان
(۵۲) خوات بن جبیر
(۵۳) منذر بن محمد
(۵۴) ابو عقیل بن عبداللہ
(۵۵) سعد بن خیثمہ
(۵۶) منذر بن قدامہ
(۵۷) مالک بن قدامہ
(۵۸) حارث بن عرفجہ
(۵۹) تمیم مولیٰ بنی غنم
(۶۰) جبیر بن عتک بن حارث
(۶۱) مالک بن نخیلہ
(۶۲) نعمان بن عصر
(۶۳) خارجہ بن زید
(۶۴) سعد بن ربیع
(۶۵) عبداللہ بن رواحہ
(۶۶) نعمان بن عصر
(۶۷) بشر بن سعد
(۶۸) سماک بن سعد
(۶۹) سبیع بن قیس
(۷۰) عباد بن قیس
(۷۱) عبداللہ بن قیس
(۷۲) یزید بن حارث
(۷۳) خبیب بن اساف
(۷۴) عبداللہ بن زید
(۷۵) حریث بن زید
(۷۶) سفیان بن بشر
(۷۷) تمیم بن لیار
(۷۸) عبداللہ بن عمیر
(۷۹) زید بن مزین
(۸۰) عبداللہ بن عرفطہ

(۸۱) عبداللہ بن ربیع
(۸۲) عبداللہ بن عبداللہ
(۸۳) اوس بن خولی
(۸۴) زید بن ودیعہ
(۸۵) عقبہ بن وہب
(۸۶) رفاعہ بن عمرو
(۸۷) عامر بن سلمہ
(۸۸) ابو حمیقہ معبد بن عباد
(۸۹) عامر بن بکیر
(۹۰) نوفل بن عبداللہ
(۹۱) عبادہ بن صامت
(۹۲) اوس بن صامت
(۹۳) نعمان بن مالک
(۹۴) ثابت بن ہزال
(۹۵) مالک بن دخشم
(۹۶) ربیع بن ایاس
(۹۷) ورقہ بن ایاس
(۹۸) عمرو بن ایاس
(۹۹) مجذر بن ذیاد
(۱۰۰) عبادہ بن خشخاش
(۱۰۱) [illegible]ب بن ثعلبہ
(۱۰۲) عبداللہ بن ثعلبہ
(۱۰۳) عتبہ بن ربیعہ بن خالد
(۱۰۴) ابو دجانہ سماک بن خرشہ
(۱۰۵) منذر بن عمرو
(۱۰۶) ابو اسید مالک بن ربیعہ
(۱۰۷) مالک بن مسعود
(۱۰۸) عبدربہ بن حق
(۱۰۹) کعب بن حمار
(۱۱۰) ضمرہ
(۱۱۱) زیاد
(۱۱۲) بسبس
(۱۱۳) عبداللہ بن عامر
(۱۱۴) خراش بن صمہ
(۱۱۵) حباب بن منذر
(۱۱۶) عمیر بن الحمام
(۱۱۷) تمیم مولیٰ خراش
(۱۱۸) عبداللہ بن عمرو
(۱۱۹) معاذ بن عمرو بن الجموح
(۱۲۰) معوذ بن عمرو
(۱۲۱) خلاد بن عمرو
(۱۲۲) عقبہ بن عامر
(۱۲۳) حبیب بن اسود
(۱۲۴) ثابت بن ثعلبہ
(۱۲۵) عمیر بن حارث
(۱۲۶) بشر بن براء بن معرور
(۱۲۷) طفیل بن مالک
(۱۲۸) طفیل بن نعمان

(۱۲۹) سنان بن صیفی
(۱۳۰) عبداللہ بن جد بن قیس
(۱۳۱) عتبہ بن عبداللہ
(۱۳۲) جبار بن صخر
(۱۳۳) عبداللہ بن حمیر
(۱۳۴) خارجہ بن حمیر
(۱۳۵) یزید بن منذر
(۱۳۶) معقل بن منذر
(۱۳۷) عبداللہ بن نعمان
(۱۳۸) ضحاک بن حارثہ
(۱۳۹) سواد بن زریق
(۱۴۰) معبد بن قیس
(۱۴۱) عبداللہ بن قیس
(۱۴۲) عبداللہ بن عبد مناف
(۱۴۳) جابر بن عبداللہ
(۱۴۴) خلیدہ بن قیس
(۱۴۵) نعمان بن سنان
(۱۴۶) یزید بن عامر
(۱۴۷) سلیم بن عمرو
(۱۴۸) قطبہ بن عامر
(۱۴۹) عنترہ مولیٰ سلیم
(۱۵۰) عبس بن عامر
(۱۵۱) ثعلبہ بن غنمہ
(۱۵۲) ابوالیسر کعب بن عمرو
(۱۵۳) سہل بن قیس
(۱۵۴) عمرو بن طلق
(۱۵۵) معاذ بن جبل
(۱۵۶) قیس بن محصن بن خالد
(۱۵۷) ابو خالد حارث بن قیس
(۱۵۸) جبیر بن ایاس
(۱۵۹) ابو عبادہ سعد بن عثمان
(۱۶۰) عتبہ بن عثمان
(۱۶۱) ذکوان بن عبد قیس
(۱۶۲) مسعود بن خلدہ
(۱۶۳) عباد بن قیس
(۱۶۴) اسعد بن یزید
(۱۶۵) فاکہ بن بشر
(۱۶۶) معاذ بن ماعص
(۱۶۷) عائذ بن ماعص
(۱۶۸) مسعود بن سعد
(۱۶۹) رفاعہ بن رافع
(۱۷۰) خلاد بن رافع
(۱۷۱) عبید بن زید بن عامر
(۱۷۲) زیاد بن لبید
(۱۷۳) فروہ بن عمرو بن وذفہ
(۱۷۴) خالد بن قیس بن مالک
(۱۷۵) رجیلہ بن ثعلبہ
(۱۷۶) عطیہ بن نویرہ

(۱۷۷) خلیفہ بن عدی
(۱۷۸) رافع بن مولیٰ
(۱۷۹) ابو ایوب خالد بن زید
(۱۸۰) ثابت بن خالد
(۱۸۱) عمارہ بن حزم
(۱۸۲) سراقہ بن کعب
(۱۸۳) حارثہ بن نعمان
(۱۸۴) سراقہ بن کعب
(۱۸۵) حارثہ بن نعمان
(۱۸۶) سلیم بن قیس
(۱۸۷) سہیل بن رافع
(۱۸۸) عدی بن زغباء
(۱۸۹) مسعود بن اوس
(۱۹۰) خزیمہ بن اوس
(۱۹۱) رافع بن حارث
(۱۹۲) عوف
(۱۹۳) معوذ
(۱۹۴) معاذ
(۱۹۵) نعمان بن عمرو
(۱۹۶) عامر بن مخلد
(۱۹۷) عبداللہ بن قیس
(۱۹۸) عصیمہ
(۱۹۹) ودیعہ
(۲۰۰) ثابت بن عمرو ابن زید
(۲۰۱) ابو الحمراء مولیٰ حارث بن رفاعہ
(۲۰۲) ثعلبہ بن عمرو
(۲۰۳) سہیل بن عتیک بن منذر
(۲۰۴) ابو شیخ ابی بن ثابت
(۲۰۵) ابو طلحہ زید بن سہیل
(۲۰۶) حارثہ بن سراقہ
(۲۰۷) عمرو بن ثعلبہ
(۲۰۸) سلیط بن قیس
(۲۰۹) ابو سلیط اسیرہ بن عمرو
(۲۱۰) ثابت بن خنساء
(۲۱۱) عامر بن امیہ
(۲۱۲) محرز بن عامر
(۲۱۳) سواد بن غزیہ
(۲۱۴) ابو زید قیس بن سکن
(۲۱۵) ابی بن کعب
(۲۱۶) انس بن معاذ
(۲۱۷) اوس بن ثابت بن منذر
(۲۱۸) ابوالاعور بن حارث
(۲۱۹) سلیم بن ملحان
(۲۲۰) قیس بن ابی معصعہ
(۲۲۱) عبداللہ بن کعب
(۲۲۲) عصیمہ
(۲۲۳) ابو داؤد عمیر بن عامر
(۲۲۴) سراقہ بن عمرو

(۲۲۵) قیس بن مخلد (۲۲۶) نعمان بن عبد عمرو
(۲۲۷) ضحاک بن عبد عمرو (۲۲۸) سلیم بن حارث
(۲۲۹) جابر بن خالد (۲۳۰) سعد بن سہیل
(۲۳۱) کعب بن زید بن قیس (۲۳۲) بجیر بن ابی بجیر
(۲۳۳) صرام بن ملحان

یہ شرکاء غزوہ بدر کے اسماء گرامی ہیں جن کی تعداد تین سو تیرہ بنتی ہے جن میں سے اسی مہاجر اور بقیہ دو سو تینتیس کا تعلق انصار سے تھا۔ **رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہم اوزقنلس بو کاتھم واحشر نی زمرتھم امین یا رب العالمین**

ان تین سو تیرہ صحابہ کرام کے نام اور ان کے بارے میں مفصل معلومات سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں۔ غزوہ بدر میں چودہ صحابہ نے جام شہادت نوش کیا۔ جن میں سے چھ کا تعلق مہاجرین اور آٹھ کا تعلق انصار سے تھا۔ ان شہداء کے نام بھی سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ کافروں میں ستر افراد قتل اور ستر ہی قید ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی کے ہاتھوں پندرہ کافر کیفر کردار کو پہنچے جبکہ باقی حضرت حمزہ اور دوسرے صحابہ کے ہاتھوں قتل ہوئے جن کی تفصیلات بھی کتب سیرت سے دستیاب ہوں گی۔

اس غزوہ کے بارے میں بہت سے شعراء نے قصائد لکھے ہیں جن کی تعداد چھتیس بتائی گئی ہے۔ یہاں اس میں سے چند قصائد نقل کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے پہلا قصیدہ سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نظم کیا ہے۔

قصیدہ حمزہ رضی اللہ عنہ

* أَلَمْ تَرَ أَمْرًا كَانَ مِنْ عَجَبِ الدَّهْرِ
وَ لِلْحَيْنِ [1] أَسْبَابٌ مُبَيَّنَةُ الْأَمْرِ
وَ مَا ذَاكَ [إِلَّا] أَنَّ قَوْمًا أَفَادَهُمْ
فَحَانُوا تَوَاصٍ بِالْعُقُوقِ وَ بِالْكُفْرِ
عَشِيَّةَ رَاحُوا نَحْوَ بَدْرٍ بِجَمْعِهِمْ
فَكَانُوا رُهُونًا لِلرَّكِيَّةِ [2] مِنْ بَدْرِ
وَ كُنَّا طَلَبْنَا الْعِيرَ [3] لَمْ نَبْغِ غَيْرَهَا
فَسَارُوا إِلَيْنَا فَالْتَقَيْنَا عَلَى قَدْرِ [4]

فَلَمَّا ٱلْتَقَيْنا لَمْ تَكُنْ مَثْنَوِيَّةٌ
لَنا غَيْرَ طَعْنٍ بِالْمُثَقَّفَةِ ٱلسُّمْرِ
وَضَرْبٍ بِبِيضٍ يَخْتَلِي ٱلْهامَ حَدُّها
مُشَهَّرَةِ ٱلْأَلْوانِ بَيِّنَةِ ٱلْأُثْرِ ٥
وَنَحْنُ تَرَكْنا عُتْبَةَ ٱلْغَيَّ ثاوِيًا
وَشَيْبَةَ فِي ٱلْقَتْلَى تَجَرْجَمُ فِي ٱلْجَفْرِ
وَعَمْرٌو ثَوَىٰ فِي مَنْ ثَوَىٰ مِنْ حُماتِهِمْ
فَشُقَّتْ جُيُوبُ ٱلنّائِحاتِ عَلَىٰ عَمْرِو
[جُيُوبُ نِساءٍ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غالِبٍ
كِرامٍ تَفَرَّعْنَ ٱلذَّوائِبَ مِنْ فِهْرِ]
أُولٰئِكَ قَوْمٌ[1] قُتِّلُوا فِي ضَلالِهِمْ
وَخَلَّوْا لِواءً غَيْرَ مُحْتَضَرِ ٱلنَّصْرِ
لِواءَ ضَلالٍ[2] قادَ إِبْلِيسُ أَهْلَهُ
فَخاسَ بِهِمْ، إِنَّ ٱلْخَبِيثَ إِلَىٰ غَدْرِ
وَقالَ لَهُمْ، إِذْ عايَنَ ٱلْأَمْرَ واضِحًا:
بَرِئْتُ إِلَيْكُمْ ما بِيَ ٱلْيَوْمَ مِنْ صَبْرِ
فَإِنِّي أَرَىٰ ما لا تَرَوْنَ وَإِنَّنِي
أَخافُ عِقابَ ٱللهِ وَٱللهُ ذُو قَسْرِ ١٠
فَقَدَّمَهُمْ لِلْحَيْنِ حَتَّىٰ تَوَرَّطُوا[3]
وَكانَ بِما لَمْ يَخْبُرِ ٱلْقَوْمُ ذا خُبْرِ
فَكانُوا غَداةَ ٱلْبِئْرِ أَلْفًا وَجَمْعُنا
ثَلاثُ مِئِينٍ كَالْمُسَدَّمَةِ ٱلزُّهْرِ
وَفِينا جُنُودُ [ٱللهِ] حِينَ يُمِدُّنا
بِهِمْ فِي مَقامٍ ثَمَّ مُسْتَوْضَحُ ٱلذِّكْرِ[4]
فَشَدَّ بِهِمْ جِبْرِيلُ تَحْتَ لِوائِنا
لَدَىٰ مَأْزِقٍ فِيهِ مَنایاهُمْ تَجْرِي

قصیدہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللهَ أَبْلَىٰ رَسُولَهُ [1]
بَلَاءَ عَزِيزٍ ذِی ٱقْتِدَارٍ وَذِی فَضْلِ
بِمَا أَنْزَلَ ٱلْكُفَّارَ دَارَ مَذَلَّةٍ
فَلَاقَوْا هَوَانًا مِنْ إِسَارٍ وَمِنْ قَتْلِ
فَأَمْسَىٰ رَسُولُ [ٱللهِ] قَدْ عَزَّ نَصْرُهُ
وَكَانَ رَسُولُ ٱللهِ أُرْسِلَ بِٱلْعَدْلِ
فَجَاءَ بِفُرْقَانٍ [1] مِنَ ٱللهِ مُنْزَلٍ
مُبَيَّنَةٌ آيَاتُهُ لِذَوِی ٱلْعَقْلِ
فَآمَنَ أَقْوَامٌ بِذَاكَ وَأَيْقَنُوا
فَأَمْسَوا بِحَمْدِ ٱللهِ مُجْتَمِعِی [2] ٱلشَّمْلِ
وَأَنْكَرَ أَقْوَامٌ فَزَاغَتْ قُلُوبُهُمْ
فَزَادَهُمُ ذُو ٱلْعَرْشِ خَبْلًا عَلَىٰ خَبْلِ
وَأَمْكَنَ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ رَسُولَهُ
وَقَوْمًا غِضَابًا فِعْلُهُمْ [3] أَحْسَنُ ٱلْفِعْلِ
بِأَيْدِيهِمُ بِيضٌ خِفَافٌ عَصَوْا بِهَا
وَقَدْ حَادَثُوهَا بِٱلْجِلَاءِ وَبِٱلصَّقْلِ
* فَكَمْ تَرَكُوا مِنْ نَاشِئٍ ذِی حَمِيَّةٍ
صَرِيعًا وَمِنْ ذِی نَجْدَةٍ مِنْهُمُ كَهْلِ
تَبِيتُ عُيُونُ ٱلنَّائِحَاتِ عَلَيْهِمُ
تَجُودُ بِإِسْبَالِ ٱلرَّشَاشِ وَبِٱلْوَبْلِ
نَوَائِحَ تَنْعَىٰ عُتْبَةَ ٱلْغَیَّ وَٱبْنَهُ
وَشَيْبَةَ تَنْعَاهُ وَتَنْعَىٰ أَبَا جَهْلِ
[وَذَا ٱلرِّجْلِ تَنْعَیٰ وَٱبْنَ جُدْعَانَ فِيهِمُ
مُسَلَّبَةً حَرَّیٰ مُبَيَّنَةَ ٱلثُّكْلِ]
ثَوَیٰ [1] مِنْهُمُ فِی بِئْرِ بَدْرٍ عِصَابَةٌ
ذَوِی نَجَدَاتٍ فِی ٱلْحُرُوبِ وَفِی ٱلْمَحْلِ

[دَعَا ٱلْغَيُّ مِنْهُمْ مَنْ دَعَا فَأَجابَهُ
وَ لِلْغَيِّ أَسْبابٌ مُرَمَّقَةُ ٱلْوَصْلِ]
فَأَضْحَوا لَدٰى دارِ ٱلْجَحِيمِ بِمَعْزِلٍ
عَنِ ٱلشَّغْبِ وَ ٱلْعُدْوانِ فِى أَشْغَلِ الشُّغْلِ

شعر عبدٱللّٰه بن ٱلزِّبعرىٰ

و عبدٱللّٰه بن ٱلزِّبَعْرىٰ که شاعر قُريش بود در مرثيت سرداران قُريش که در بَدْر کشته بودند اين چند بيت بگفت ، و حسّان بن ثابت مُجابات وى باز کرد هم بر آن قافيه که وى گفته بود ؛ و شعر عبدٱللّٰه بن الزِّبَعْرىٰ اينست :

ما ذا عَلىٰ بَدْرٍ وَ ما ذا حَوْلَهُ
مِنْ فِتْيَةٍ بِيضِ ٱلْوُجُوهِ كِرامِ
تَرَكُوا نُبَيْهًا خَلْفَهُمْ وَ مُنَبِّهًا
وَ ٱبْنَىْ رَبِيعَةَ خَيْرَ خَصْمٍ فِئامِ
وَ ٱلْحارِثَ ٱلْفَيّاضَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ
كَٱلْبَدْرِ جَلّٰى لَيْلَةَ ٱلْإِظْلامِ
[وَ ٱلْعاصِيَ بْنَ مُنَبِّهٍ ذا مِرَّةٍ
رُمْحًا تَمِيمًا غَيْرَ ذِى أَوْصامِ
تَنْمِى بِهِ أَعْراقُهُ وَ جُدُودُهُ
وَ مَآثِرُ ٱلْأَخْوالِ وَ ٱلْأَعْمامِ]
وَ إِذا بَكىٰ باكٍ فَأَعْوَلَ شَجْوَهُ
فَعَلَى الرَّئِيسِ ٱلْماجِدِ بْنِ هِشامِ
حَيّا ٱلْإِلٰهُ أَبا ٱلْوَلِيدِ وَرَهْطَهُ
رَبُّ ٱلْأَنامِ ، وَ خَصَّهُمْ بِسَلامِ

مجابات حسّان بن ثابت رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنه

إِبْكِ بَكَتْ عَيْناكَ ثُمَّ تَبادَرَتْ
بِدَمٍ تُعَلُّ غُرُوبُها سَجّامِ

مَا ذا بَكَيْتَ بِهِ الَّذِينَ تَتَابَعُوا
هَلَّا ذَكَرْتَ مَكَارِمَ الْأَقْوَامِ

وَذَكَرْتَ مِنَّا مَاجِداً ذا هِمَّةٍ
سَمْحَ الْخَلَائِقِ صَادِقَ الْإِقْدَامِ

أَعْنِي النَّبِيَّ أَخَا الْمَكَارِمِ وَالنَّدٰى
وَأَبَرَّ مَنْ يُولِي عَلَى الْإِقْسَامِ

فَلِمِثْلِهِ وَلِمِثْلِ مَا يَدْعُو لَهُ
كَانَ الْمُمَدَّحَ ثُمَّ غَيْرَ كَهَامِ

عبداللہ بن زبعری شاعر قریش نے بدر کے معرکہ میں قتل ہونے والے قریش کے سرداروں کا دردناک مرثیہ کہا۔ اسی ردیف و قافیہ میں جناب حسان بن ثابت نے ان کا تاریخی جواب دیا۔ زبعری اور جناب حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار درج ذیل ہیں۔

تَبَلَتْ فُؤَادَكَ فِي الْمَنَامِ خَرِيدَةٌ
تَسْقِي الضَّجِيعَ بِبَارِدٍ بَسَّامِ [1]

كَالْمِسْكِ تَخْلِطُهُ بِمَاءِ سَحَابَةٍ
أَوْ عَاتِقٍ كَدَمِ الذَّبِيحِ مُدَامِ

نُفُجُ الْحَقِيبَةِ بُوصُهَا مُتَنَضِّدٌ
بَلْهَاءُ غَيْرُ وَشِيكَةِ الْأَقْسَامِ

بُنِيَتْ عَلَى قَطَنٍ أَجَمَّ كَأَنَّهُ
فُضُلاً [إِذَا] قَعَدَتْ مَدَاكُ رُخَامِ [2]

وَتَكَادُ تَكْسَلُ أَنْ تَجِيءَ فِرَاشَهَا
فِي جِسْمِ خَرْعَبَةٍ وَحُسْنِ قَوَامِ

* أَمَّا النَّهَارُ فَلَا أُفَتِّرُ ذِكْرَهَا
وَاللَّيْلُ تُوزِعُنِي بِهَا أَحْلَامِي

أَقْسَمْتُ أَنْسَاهَا وَأَتْرُكُ ذِكْرَهَا
حَتّٰى تُغَيَّبَ فِي الضَّرِيحِ عِظَامِي

يَا مَنْ لِعَاذِلَةٍ تَلُومُ سَفَاهَةً
وَلَقَدْ [3] عَصَيْتُ عَلَى الْهَوَى لُوَّامِي

بَكَرَتْ عَلَيَّ بِسُحْرَةٍ بَعْدَ الْكَرٰى
وَتَقَارُبٍ مِنْ حَادِثِ الْأَيَّامِ

نضر بن حارث کو جنگ بدر میں قید کیا گیا بعد میں وہ حضرت علی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس موقعہ پر اس کی بہن نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت اور اپنے بھائی کے مرثیہ میں اشعار کہے۔ وہ ہدیہ ناظرین ہیں۔

جناب ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے اختتام پر انشاء اللہ غزوہ بنی سلیم کے حالات بیان کئے جائیں گے۔ غزوہ بدر کے واقعات وسط رمضان سے ابتدا اور شوال کے آخر تک وقوع پذیر ہوئے۔

(٦)

غزوہ بنی سلیم

جناب مصنف ابن اسحاق فرماتے ہیں:

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ تشریف لائے اور سات ہی روز قیام کیا تھا کہ غزوہ بنی سلیم واقع ہوا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سباع بن عرفطہ غفاری کو نائب بنا کر مدینہ میں چھوڑا۔ کہا جاتا ہے کہ ابن ام مکتوم کو نیابت کے فرائض عطا ہوئے۔ نبی علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہو کر بنی سلیم کے علاقہ میں تشریف لائے۔ یہاں تین دن قیام فرمایا۔ لیکن دشمنوں سے مقابلہ نہ ہوا اور واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ یہاں شوال اور ذی القعدہ کے مہینوں میں قریش کے مال کی قیمت اور قیدیوں کا فدیہ وصول فرماتے رہے' اس کے بعد چوتھے "غزوہ سویق" کا ارادہ فرمایا۔

(٧)

غزوہ سویق

جناب مصنف ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کی شکست کے بعد ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک بدر کی شکست کا بدلہ مسلمانوں سے نہ لے لوں گا' اس وقت تک عورت کو قریب نہ آنے دوں گا۔ چنانچہ ذی الحجہ کے مہینہ میں دو سو سواروں کو لے کر عازم مدینہ ہوا۔ اس سال ایک خاص بات یہ ہوئی کہ اس موقعے پر موسم حج میں مشرکوں کا تسلط رہا اور کوئی مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ نہیں گیا تھا۔

مدینہ کے قریب پہنچ کر ابوسفیان نے بنو نضیر کے علاقہ میں قیام کیا۔ جب رات ہوئی تو ابوسفیان تنہا خیمہ سے نکل کر سلام بن مشکم رئیس یہود کے پاس گیا۔ جب سلام نے ابوسفیان کو اپنے دروازہ پر دیکھا تو

اس کو گھر میں لے جا کر بٹھایا' خیرو عافیت دریافت کی۔ بعد میں ابوسفیان نے اس سے سید عالم علیہ السلام اور مسلمانوں کی بابت معلوم کیا اور وہاں سے اٹھ آیا اور جلد از جلد (بھاگتا ہوا) مدینہ کی شہرپناہ پہنچا۔ یہاں آکر اس نے کھجور کے چند درختوں کو آگ لگائی۔ انصار مدینہ میں سے دو افراد اس کو آبادی سے باہر مل گئے تو ان کو قتل کر کے فوراً مکہ کی جانب لوٹ گیا۔

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع موصول ہوئی تو آپ نے فوراً تیاری کی اور ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور اس جگہ پہنچے جہاں ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے قیام کیا تھا۔ یہاں آکر آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ تمام سامان چھوڑ کر بھاگے ہیں۔ یہ سامان وہاں بکھرا پڑا تھا۔ نبی علیہ السلام نے یہیں قیام فرمایا۔ صحابہ نے سامان کو اکٹھا کیا اور کھانے کی اشیاء کو استعمال میں لے آئے۔ ان خوردنی اشیاء میں جو کے ستو کثیر مقدار میں تھے' اسی وجہ سے یہ "غزوہ سویق" کے نام سے مشہور ہوا۔

اب یہاں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہ فرما کر نبی علیہ السلام وہاں سے واپس مدینہ تشریف لے آئے اور ذی الحجہ کے بقیہ ایام میں یہیں قیام پذیر رہے' اس کے بعد بنو غطفان سے جنگ کے لیے نجد کا ارادہ فرمایا۔

(۸)

غزوہ بنو غطفان

ماہ ذی الحجہ کے گزرنے کے بعد نبی علیہ السلام ایک لشکر ترتیب دے کر بنو غطفان سے جنگ کے ارادے سے نجد کی جانب روانہ ہوئے۔ اس سفر میں مدینہ منورہ میں نیابت کی ذمہ داریاں حضرت عثمان غنی کے سپرد فرمائیں۔ نجد کے علاقہ میں محرم اور صفر کے مہینوں میں قیام فرمایا لیکن دشمنان اسلام مقابلہ پر نہ آئے تو آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے اور ربیع الاول کا مہینہ مدینہ میں گزارا اور ربیع الثانی میں "غزوہ بحران" کے لیے روانہ ہوئے۔

(۹)

غزوہ بحران

ماہ ربیع الاول گزرنے کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے جنگ کے لیے مدینہ سے بحران روانہ ہوئے۔ یہ علاقہ حجاز کے معدنی علاقوں میں سے ہے' یہاں اسلامی لشکر کا دو ماہ ربیع الاخر اور جمادی

الاول میں قیام رہا۔ کہیں کفار قریش سے مقابلہ کی نوبت نہ آئی تو آپ وہاں سے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

غزوہ بنو قینقاع کے واقعات! (یہود کی مذمت میں آیات قرآنی کا نزول)

غزوہ بحران سے واپسی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "بنو قینقاع" کے یہودیوں کو جمع کر کے فرمایا' اے گروہ یہود! بدر کے دن کفار قریش پر جو مصیبت نازل ہوئی اس سے عبرت حاصل کرو اور اسلام قبول کر لو۔ تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں' میری نعت اور صفات تم نے "تورات" میں دیکھی ہیں اور اپنے علماء سے سنی بھی ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اسلام سن کر یہود نے کہا' اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ خوش فہمی کا شکار نہ ہوں' آپ کا مقابلہ قریش کی اس جماعت کے ساتھ ہوا تھا جو جنگ کے قواعد و ضوابط سے واقف نہ تھے۔ انہیں جنگی مشق بھی نہ تھی' نہ انہیں مقابلہ کا اس سے پہلے واسطہ ہوا تھا' اس لیے آپ ان پر غالب آئے اور انہیں قتل کیا۔ اگر آپ کا مقابلہ ہم سے ہو جائے اور ہمارے ساتھ جنگ ہو تو آپ دیکھیں گے کہ جنگ کس طرح کی جاتی ہے' شجاعت و مردانگی کا مظاہرہ کس طرح کیا جاتا ہے۔ یہود کے اس جواب سے نبی علیہ السلام کو صدمہ ہوا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا جن کا ترجمہ یہ ہے:

> "اے پیارے نبی! آپ ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کا ارتکاب کیا ہے فرما دیں عنقریب تمہیں مغلوب کر کے جہنم کی طرف ہنکایا جائے گا جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔ بے شک تمہارے لیے وہ عبرت کا موقعہ تھا جبکہ دو گروہ مقابل ہوئے تھے ان میں سے ایک گروہ رضائے الٰہی کے لیے برسرپیکار تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا جن میں مسلمان دو چند نظر آ رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اس طرح جس کی چاہتا ہے مدد و نصرت فرماتا ہے اور اس واقعہ (بدر) میں صاحبان بصیرت کے لیے بہت بڑا سبق ہے"۔

شیر فروش عورت کا واقعہ

یہ بنو قینقاع یہود کا وہ گروہ تھا جس نے پہلے تو نبی علیہ السلام کے ساتھ عہد شکنی کی' اس کے بعد آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے تھے اور اس عہد شکنی کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ اس قبیلہ کی ایک عورت دودھ فروخت کرتی تھی۔ اس عورت کی دکان کے سامنے ایک زرگر (سنار) کی دکان تھی۔ یہ عورت

چہرے پر نقاب ڈالتی تھی۔ ایک دن اس سنار نے اس عورت سے کہا کہ ذرا نقاب تو اٹھاؤ تاکہ تمہارا جلوہ زیبا دیکھوں۔ اس عورت نے سختی سے منع کیا کہ میں چہرے سے نقاب ہرگز نہ اٹھاؤں گی۔ یہ سن کر سنار آپے سے باہر ہوگیا اور غصہ میں اس کا لبادہ اٹھا کر اس پر گرز (کوئی اوزار) مارا۔ عرب کی خواتین (میں سے بعض کا) طریقہ یہ تھا کہ وہ صرف لمبا کرتا پہنا کرتی تھیں اور اس کے نیچے زیر جامہ نہ ہوتا تھا۔ جب سنار نے اس کا لبادہ (لمبا کرتہ) اٹھایا تو اس کی وجہ سے اس کا ستر کھل گیا۔ اس پر اس عورت نے شور مچا دیا۔ اتفاق سے ایک مسلمان وہاں موجود تھا' اس نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کی غیرت نے اس ظلم و زیادتی کو برداشت نہ کیا اور اس نے تلوار کھینچ کر اس سنار کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر اس سنار کے ساتھیوں کو بھی جوش آیا اور انہوں نے اس مسلمان کو شہید کر دیا۔

جب اس مسلمان کی شہادت اور اس واقعہ کی خبر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے لشکر تیار کر کے ان بدعہد یہودیوں سے مقابلہ کے ارادہ سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ بنو قینقاع نے اپنے مضبوط قلعے میں پناہ لے لی۔ نبی علیہ السلام نے قلعہ کا محاصرہ کیا لیکن بعد میں انہوں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے امن چاہی اور قلعہ مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔

عبداللہ بن ابی کی سفارش

عبداللہ بن ابی (منافق) یہود بنی قینقاع کا حلیف تھا۔ جب یہ لوگ قلعہ سے باہر آئے تو نبی علیہ السلام نے ان سب بدعہدوں کو قتل کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس موقع پر عبداللہ بن ابی نے نبی علیہ السلام کے سامنے آکر کہا' اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) آپ ان سب لوگوں کو مجھے بخش دیں۔ نبی علیہ السلام نے چہرہ مبارک اس کی طرف سے پھیر لیا۔ لیکن اس نے دوسری جانب سے آکر بہت الحاح و زاری کی اور نبی علیہ السلام کی زرہ پکڑ کر کہا' اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) میں آپ کی زرہ اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تین سو افراد جو سواریوں پر زرہ پہنے ہوئے ہوں اور چار سو جو پا پیادہ ہوں مجھے نہ بخش دیں۔ اس کی درخواست پر نبی علیہ السلام نے فرمایا' جاؤ میں نے انہیں تمہیں بخش دیا۔

جناب عبادہ بن صامت کی درخواست

ایک راسخ العقیدہ مسلمان بھی یہود بنی قینقاع کے حلیف تھے۔ ان کا نام عبادہ بن صامت تھا۔ وہ اس وقت نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ یہ بدعہد یہودی قلعہ سے اتر رہے تھے' آئے اور عرض کیا' یا رسول اللہ میں ان یہودیوں کے حلیف ہونے سے عاجز ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ' اس کے

رسول اور تمام مسلمانوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آپ ان یہودیوں کے ساتھ جس طرح مناسب خیال فرمائیں، سلوک کریں۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن ابی کے نفاق کے پردہ کو چاک کرتے ہوئے "سورہ مائدہ" کی یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

"اے ایمان والو، یہود و نصاریٰ کو اپنا مددگار نہ بناؤ، یہ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جس نے انہیں اپنا دوست بنایا تو وہ انہیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ آپ (نبی علیہ الصلوۃ والسلام) ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جن کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے۔ وہ یہود و نصاریٰ کے پاس دوڑ دوڑ کر جاتے اور ان سے کہتے کہ ہمیں تو یہ خوف ہے کہ ہم پر کوئی افتاد نہ آن پڑے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فتح کامل عطا فرمائے یا کامیابی کی کوئی ایسی دلیل (نشانی) ظاہر فرمائے تو یہ (منافق) اپنی اس اصل کیفیت پر نادم ہوں گے جس کو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا تھا۔ اس وقت مسلمان یہ کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی زبردست قسم کی قسمیں کھائی تھیں کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ اب ان کے اعمال اکارت ہوگئے اور یہ سراسر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگئے۔ اے ایمان والو تم میں جو اپنے دین سے پھر گیا (اس کی بدنصیبی) عنقریب اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو سرفرازی عطا فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گی اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے۔ ان لوگوں کا طریق کار یہ ہوگا کہ یہ مسلمانوں کے حق میں نرم خو اور کافروں کے ساتھ سخت معاملہ کریں گے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کا وہ فضل ہے جس سے جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی رحمت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (اے مسلمانو) تمہارے مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو درست طریقہ پر نماز ادا کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکنے والے ہیں"۔

جناب زید بن حارثہ کا سفر شام براہ عراق

جناب مصنف محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ بدر کی شکست کے بعد قریش مکہ نے ڈر کی وجہ سے شام جانے کے لیے حجاز (مدینہ منورہ) کے راستے کو ترک کر کے عراق کے راستہ کو اختیار کر لیا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ابوسفیان ایک قافلہ کے ساتھ شام جا رہا تھا، اس نے بھی عراق کا راستہ اختیار کیا۔ اس قافلہ والوں

کے پاس بہت مال و متاع تھا جس میں کثیر تعداد میں چاندی بھی تھی۔

یہ اطلاع جب مدینہ پہنچی کہ مکہ کا ایک قافلہ کثیر مال کے ساتھ عازم شام ہے تو نبی علیہ السلام نے اپنے آزاد کردہ (غلام) جناب زید بن حارثہ کو ایک لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ ابوسفیان نے قافلہ کے ساتھ عراق کے راستہ میں "قردہ" نامی چشمے کے کنارے پڑاؤ کیا تھا۔ جناب زید بن حارثہ نے اسلامی لشکر کے ساتھ ان پر یلغار کر دی۔ اس حملہ کے نتیجے میں ابوسفیان اور ان کے ساتھی بھاگ گئے، بقیہ کو مال و اسباب کے ساتھ لے کر جناب زید بن حارثہ مدینہ آ گئے۔ اس موقعہ پر جناب حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے کفار قریش کے راستہ بدل کر سفر کرنے پر چند شعر کہے جو ہدیہ ناظرین ہیں:

قصیدۂ کعب بن الأشرف

طَحَنَتْ رَحَىٰ بَدْرٍ لِمَهْلِكِ أَهْلِهِ
وَ لِمِثْلِ [4] بَدْرٍ تَسْتَهِلُ وَ تَدْمَعُ
قُتِلَتْ سَرَاةُ [5] النَّاسِ حَوْلَ حِيَاضِهِمِ
لا تَبْعَدُوا إِنَّ الْمُلُوكَ تُصَرَّعُ
كَمْ قَدْ أُصِيبَ بِهِ مِنَ أَبْيَضَ مَاجِدٍ
[ذِي بَهْجَةٍ يَأْوِي إِلَيْهِ الضُّيَّعُ]
[طَلْقِ الْيَدَيْنِ إِذَا الْكَوَاكِبُ أَخْلَفَتْ]
حَمَّالِ أَثْقَالٍ يَسُودُ وَ يَرْبَعُ [6]

وَ يَقُولُ أَقْوَامٌ أُسَرُّ [1] بِسُخْطِهِمِ
إِنَّ ابْنَ [الْأَشْرَفِ] ظَلَّ كَعْبًا يَجْزَعُ
صَدَقُوا فَلَيْتَ [2] الْأَرْضَ سَاعَةَ قُتِّلُوا
ظَلَّتْ تَسُوخُ بِأَهْلِهَا وَ تُصَدَّعُ
صَارَ [3] الَّذِي أَثَرَ الْحَدِيثَ بِطَعْنَةٍ
أَوْ عَاشَ أَعْمَىٰ مُرْعَشًا [4] لا يَسْمَعُ
نُبِّئْتُ أَنَّ بَنِي الْمُغِيرَةِ كُلَّهُمْ
خَشَعُوا لِقَتْلِ أَبِي الْحَكِيمِ وَجُدِّعُوا [5]

وَ اَبْنَا رَبِيعَةَ عِنْدَهُ وَ مُنَبِّهٌ
ما نالَ مِثْلَ الْمُهْلَكِينَ وَ تُبَّعُ [6]

نُبِّئْتُ أنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشامِهِم [7]
فِي النَّاسِ يَبْنِي الصَّالِحَاتِ وَ يَجْمَعُ

[لِيَزُورَ يَثْرِبَ بِالْجُمُوعِ وَ إنَّمَا
يَحْمِي عَلَى الْحَسَبِ الْكَرِيمِ الْأَرْوَعِ]

[و حسّان بن ثابت این چند بیت در مجابات وی گفته است]:

أَبَكَىٰ لِكَعْبٍ ثُمَّ عُلَّ [8] بِعَبْرَةٍ
مِنْهُ وَ عَاشَ مُجَدَّعًا لَا يَسْمَعُ؟

وَ لَقَدْ رَأَيْتُ بِبَطْنِ بَدْرٍ مِنْهُمُ
قَتْلَىٰ تَسُحُّ لَهَا [1] الْعُيُونُ وَ تَدْمَعُ

فَابْكِي فَقَدْ أبْكَيْتَ عَبْدًا رَاضِعًا
شِبْهَ [الْكُلَيْبِ إلَى] الْكُلَيْبَةِ يَتْبَعُ

وَ لَقَدْ شَفَى [2] الرَّحْمٰنُ مِنَّا سَيِّدًا
وَ أهَانَ قَوْمًا قَاتَلُوهُ وَ صُرِّعُوا [3]

وَ نَجَا وَ اُفْلِتَ مِنْهُمُ مَنْ قَلْبُهُ [4]
شَغَفٌ يَظَلُّ لِخَوْفِهِ يَتَصَدَّعُ [5]

کعب نے بدر کے مقتولین کا مرثیہ کہا۔ آج وہ ذلت اور رسوائی کے ساتھ آنسوؤں کے گھونٹ پی رہا ہے○ میں نے وادی بدر میں ان کے ایسے مقتول لاشے دیکھے ہیں جن کی آنکھیں رو رہی تھیں اور چہرے آنسوؤں میں بھیگے ہوئے تھے○ کعب! تم نے کمینوں اور غلاموں کو تو بہت رلایا ہے اب تو خود اس طرح رو جس طرح کتیا کا پلہ اپنی کم عمراں کو روتا ہے○ یاد رکھو ہمارے آقا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دل کو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور رحمت نے مطمئن کر دیا ہے اور جن لوگوں نے حضور سے جنگ کی وہ ذلیل و خوار ہو کر میدان بدر میں پچھاڑے گئے تھے○ ان میں جو شخص بچ نکلا اس نے بھاگ جانے میں سلامتی

کعب بن اشرف یہودی کا قتل

مصنف کتاب جناب محمد اسحاق فرماتے ہیں کہ اس قتل کا واقعہ اس طرح رونما ہوا' فتح بدر کے بعد

اس کی نوید لے کر جناب زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کو روانہ کیا۔ یہ حضرات جب مدینہ آئے تو سب کو خوشی خوشی کے ساتھ یہ بتایا کہ فلاں فلاں قریش کا سردار مارا گیا ہے اور فلاں فلاں قیدی بنایا گیا ہے۔

کعب بن اشرف کا تعلق یہود کے قبیلہ "بنو نضیر" سے تھا اور اس کا شمار بھی منافقین میں ہوتا تھا۔ ایک جگہ جہاں کہ یہ دونوں حضرات بدر کے حالات سنا رہے تھے تو یہ بھی وہاں موجود تھا۔ ان واقعات کو سن کر اس نے کہا اگر ایسا ہی ہوا جیسا کہ تم بیان کر رہے ہو تو ہمارے لیے زندگی سے موت بہتر ہے کیونکہ یہ مقتول و اسیردہ ہیں جن کا تعلق اشراف قریش سے تھا اور یہ حکمران طبقہ سے متعلق تھے۔ جب کعب کو بدر میں قریش کی شکست کا یقین ہوا تو عازم مکہ ہوا اور یہاں آکر مقتولین کی تعزیت کی اور چند روز ٹھہر کر ان کی تسلی و تشفی کی۔

کعب بن اشرف یہودی کے اشعار کا ترجمہ

جنگ بدر کی چکی اپنے ہی نوجوانوں کے پیسنے کے لیے چلی تھی۔ ہم بدر کے واقعات پر جتنے آنسو بہائیں کم ہیں○ اور ہماری اشک بار آنکھیں ان پر آنسو بہاتی رہیں گی○ مکہ کے سردار اپنے ہی حوضوں کے اردگرد قتل کر دیے گئے۔ یاد رکھو جنگوں میں بادشاہ بھی بچھڑ جاتے ہیں○ اس جنگ میں کتنے شرفاء گورے گورے چہروں والے اور پر رونق جسموں والے تہ تیغ ہوگئے○ یہ لوگ قحط سالی میں بے دریغ خرچ کیا کرتے تھے۔ قحط زدہ لوگوں کے بوجھ اپنے سر لے لیا کرتے تھے○ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں ان کی ناراضگی سے خوش ہوتا ہوں۔ نہیں نہیں' ایسا نہیں۔ کعب بن اشرف کو تو دھڑکا لگا ہوا ہے○ انہوں نے ٹھیک کہا لیکن جب انہیں قتل کیا گیا تو زمین پارہ پارہ ہو جاتی اور اپنے لوگوں کو اپنی گود میں چھپا لیتی○ جو شخص میرے خلاف باتیں کرتا ہے کاش وہ میدان بدر میں مارا گیا ہوتا یا اندھا ہو جاتا۔ پھڑپھڑاتا رہتا اور ذلیل و خوار ہو کر دربدر پھرتا○ مجھے خبر ملی ہے کہ آج ابوالحکم (ابوجہل) کے قتل کے بعد بنو مغیرہ کی ناک کٹ گئی ہے اور وہ ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے ہیں○ ربیعہ کے دونوں بیٹے بھی قتل ہوگئے ہیں اور "منبہ" بھی مارا گیا۔ ایسے لوگوں کا بھی بدل نہیں ملے گا○ مجھے خبر ملی ہے کہ آج حارث بن ہشام لوگوں کے نیک کام کر رہا ہے اور لوگوں کو جمع کر رہا ہے○ وہ ایک تازہ لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے سچی بات تو یہ ہے کہ آباء و اجداد کی شرافت کی حفاظت کرنے والے ایسا کام کیا ہی کرتے ہیں○

قریش کے لوگوں کی نظر میں کعب کو ایک مقام حاصل تھا۔ قریش اس کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ خود کعب بن اشرف بہت عمدہ شعری ذوق رکھتا تھا' قادر الکلام شاعر تھا۔ طویل قصیدے بھی کہتا تھا۔ اس دوران اس نے اپنے قصائد میں بدر کے واقعات کی منظر کشی کی اور مقتولین بدر کے مرثیے کہے اور ایسے اشعار بھی کہے جن میں قریش کے لوگوں کو بدر کے مظالم کا بدلہ لینے پر اکسایا گیا تھا۔ اس دوران جو اشعار اس نے کہے' وہ تو اصل متن عربی میں مصنف نے نقل کیے ہیں' ان میں سے بعض ہدیہ ناظرین ہیں:

کچھ عرصہ بعد جب کعب بن اشرف مدینہ واپس ہوا تو یہاں آ کر اس نے اپنے اشعار کی تشبیب میں مسلمان خواتین کا ذکر کیا۔ اس کی یہ حرکت مسلمانوں کو سخت ناگوار ہوئی اور مجبور ہو کر انہوں نے سارا واقعہ نبی علیہ السلام سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کوئی ہے جو مسلمانوں کو کعب کے شر سے نجات دلائے؟ اس موقع پر جناب محمد بن مسلمہ انصاری اٹھے اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اس خدمت کو انجام دے کر مسلمانوں کو اس کے شر سے نجات دلاؤں گا۔ چنانچہ یہ وہاں سے اٹھ کر گھر آئے اور اس فتنہ کے انسداد کی تدبیر سوچنے میں ایسے منہمک ہوئے کہ تین دن تک کھانے پینے کا ہوش نہ رہا اور یہی غور کرتے رہے کہ اس شخص کو اپنے معاشرہ میں ایک مقام حاصل ہے' لوگ اس کو معزز و محترم خیال کرتے ہیں' کوئی طریقہ ایسا اختیار کیا جائے جس سے اس فتنہ سے نجات حاصل ہو سکے۔ چنانچہ چوتھے دن نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں آ کر عرض گزار ہوئے' یا رسول اللہ یہ کام حیلہ اور سیاست سے ممکن ہو سکتا ہے اور اس سلسلہ میں جھوٹ بھی بولنا پڑ سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی ذات اقدس کے ساتھ دشمنی کا اظہار بھی کرنا پڑ جائے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہیں میری طرف سے اجازت ہے' جس طرح ممکن ہو اس کام کو سرانجام دو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت ملنے پر محمد بن مسلمہ نے پانچ افراد کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے منتخب کیا۔ ان میں کعب کے دودھ شریک بھائی ابو نائلہ بن سلام بھی تھے اور کعب بن اشرف کی جانب چل دیئے۔ (یہ حضرات ابو نائلہ کو وہاں پہنچا کر واپس آ گئے تھے) کعب بن اشرف بہت مالدار تھا' مدینہ کے اکثر لوگ اس سے قرض لیتے تھے۔

اب محمد بن مسلمہ نے ابونائلہ کو آگے کیا اور ان کو کعب بن اشرف کے پاس پوری طرح سکھا پڑھا کر بھیج دیا۔ چونکہ ابونائلہ کعب سے بہت بے تکلف تھے' اس لیے وہ سیدھے کعب کے پاس آئے۔ کعب

نے جب انہیں دیکھا تو انہیں اپنے گھر لے جا کر بہت مہمان نوازی کی۔ چونکہ ابونائلہ بھی شاعر تھے' اس لیے مہمان اور میزبان آپس میں ایک دوسرے کو شعر سناتے اور ان کی طویل نشستیں ہوتیں۔ بعد میں ابونائلہ نے کہا کعب تمہیں میرے سفر کی غرض و غایت معلوم ہے؟ کعب نے کہا نہیں! ابونائلہ نے کہا کہ یہ ایک راز کی بات ہے۔ کعب نے کہا بتاؤ تو بات کیا ہے تو ابو نائلہ نے کہا تمہیں ان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بابت معلوم ہے کہ ان کے مدینہ آنے کی وجہ سے ہم پر کیا مصائب آن پڑے ہیں۔ ہمارے تمام راستے مسدود ہوگئے ہیں۔ عرب والے عجب مخمصے میں پڑ گئے ہیں۔ ہمارے اہل و عیال تکلیفوں کا شکار ہوگئے ہیں' سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے۔ ابونائلہ کی گفتگو سن کر کعب نے ان سے اتفاق کیا اور تائید کرتے ہوئے کہا تم جانتے ہو کہ میں اشرف کا بیٹا ہوں اور جیسا کہ میں کہتا ہوں وہی کرتا ہوں' اگر ہم نے متفق ہو کر انہیں (یعنی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو) قتل نہ کیا تو معاملات اور سنگین ہوسکتے ہیں۔ اس وقت تمہیں میری بات کا اندازہ ہوسکے گا۔

ابونائلہ نے کعب کو ڈھب پر لا کر کہا' کعب سنو تمہارا وطیرہ یہ ہے کہ تم اپنے ہمنواؤں کی دستگیری کرتے ہو۔ ضرورت کے وقت ان کی مدد کرتے ہو' انہیں قرض دیتے ہو۔ ہمارے متعلقین تکلیفیں اٹھا رہے ہیں' ہمیں کچھ رقم دے دو' ہم اس کے بدلے کچھ چیزیں رہن رکھ دیں گے اور ہمارے ساتھ کچھ لوگ اور بھی ہیں جو اس (سازش) معاملہ میں ہمارے ہمنوا ہیں۔ انہیں بھی تمہارے پاس لے آوں گا۔ ان کی بھی مدد کردو اور انہیں قرض دے دو اور ان کی تسلی کرو تاکہ وہ بھی اس کام میں ہمارے ہمنوا بن جائیں۔

کعب نے کہا کہ میں انہیں اور تمہیں اگر قرض دوں تو تم میرے پاس ضمانت میں کیا چیزیں گروی رکھو گے۔ ابونائلہ نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے پاس اسلحہ کے علاوہ اس وقت اور کچھ نہیں ہے' وہی اس وقت تمہیں دے دیں گے۔ اس پیشکش سے ابونائلہ کا مقصد یہ تھا کہ ان کے ساتھ جب کعب کے پاس اسلحہ لے کر آئیں تو اس کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو اور اس کے دل میں کسی قسم کا خوف پیدا نہ ہو اور اسلحہ کے لالچ میں آ جائے۔ ابونائلہ کی گفتگو سے متاثر ہو کر کعب نے کہا' تم اپنے ساتھیوں کو لے آؤ چنانچہ ابونائلہ مدینہ آئے۔ محمد بن مسلمہ اور اپنے ساتھیوں کو سارے حالات سے باخبر کیا کہ میں نے کعب کو رام کرلیا ہے' اب اسلحہ لے کر بنی نضیر کے یہودیوں کی گڑھی کی طرف چلو جہاں کہ کعب مقیم ہے۔ وہاں روانگی سے پہلے ابونائلہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی کارگزاری سے مطلع کیا تو

خود سید عالم علیہ السلام ان کو رخصت کرنے کے لیے قبرستان بقیع تک تشریف لائے اور انہیں مسرت اور نیک تمناؤں کے ساتھ رخصت کیا اور دعاؤں سے نوازا۔

جب یہ جانثار بنو نضیر کی گڑھی پر پہنچے تو رات کا وقت تھا' اس لیے سب لوگ قلعہ سے باہر رک گئے۔ صرف ابونائلہ قلعہ میں کعب کے پاس چلے گئے اور کعب کی قیامگاہ پر جا کر آواز دی۔ کعب اس وقت اپنی بیوی کے ساتھ شب خوابی کے لباس میں ملبوس بستر استراحت پر تھا' جب اس نے ابونائلہ کی آواز سنی تو اٹھ کر باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تم ایسے شخص ہو جس کے بہت سے دشمن ہیں' اس لیے اس وقت کمرے سے باہر جانا مناسب نہیں ہے۔ کعب نے کہا کہ یہ آواز میرے (دودھ شریک) بھائی ابونائلہ کی ہے اور مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن اس کی بیوی نے کہا کہ مجھے تو اس آواز سے غداری کی بو آ رہی ہے اور یہ تجھے کسی بھلائی کے لیے بلاتے نہیں معلوم ہوتے۔ اور کیا ضروری ہے کہ اس وقت باہر جایا جائے اس وقت اس سے کہہ دو کہ باہر ٹھہر جائیں اور اگر کوئی کام ہے تو کل ملاقات کر لیں۔

کعب نے بیوی سے کہا' جوانمردی کا تقاضا یہ ہے کہ جو بھی بلائے اس کی پذیرائی کرے اور مہمان نوازی میں کوتاہی نہ کرے۔ اس کے ذہن میں یہ خیال گردش کر رہا تھا کہ ابونائلہ اس تجویز قتل کو عملی جامہ پہنانے کی بابت گفتگو کرنے آیا ہے' اس لیے اس کو ملاقات کی جلدی تھی جبکہ اس کی بیوی امکانی کوشش یہ کر رہی تھی کہ کسی طرح بھی کعب کو روکے لیکن اس کی ہر تدبیر ناکام ہوئی اور کعب مناسب لباس پہن کر باہر آیا اور ابونائلہ سے حالات معلوم کیے تو ابونائلہ نے کہا کہ میں اپنے ساتھ ان لوگوں کو لے آیا ہوں اور وہ لوگ قلعہ کے باہر ہمارے منتظر ہیں۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اسی وقت ان سے گفتگو کر لو چنانچہ یہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے قلعہ سے باہر آئے اور ابونائلہ کے ساتھیوں کے سامنے پہنچ کر مصروف گفتگو ہوئے۔ ان لوگوں نے ایسی گفتگو کی جو کعب کے مقصد کے مطابق تھی۔ اس انداز میں گفتگو جاری تھی کہ ابو نائلہ نے کعب کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ تمہارے سر سے تو خوشبوئیں مہک رہی ہیں اور اپنا ہاتھ سر سے ہٹا کر اس کو سونگھنے لگے۔ اس کے بعد دوبارہ اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا میں نے ایسی خوشبو نہیں دیکھی اور اس کے بالوں کو ہاتھ لگا کر سونگھتے رہے' اس طرح انہوں نے ایک بار کعب کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا' اٹھو اور اس دشمن خدا کو کیفر کردار تک پہنچاؤ چنانچہ ان لوگوں نے تلواریں کھینچ کر اس پر حملہ کیا لیکن کوئی وار کارگر نہ ہوا۔ اس اثنا میں کعب شور مچانے لگا

اور لوگوں کو مدد کے لیے پکارا۔ جب لوگوں نے کعب کے چلانے کی آواز سنی تو روشنی لے کر مدد کو دوڑے۔ محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں جب میں نے یہ دیکھا کہ تلوار کا حملہ اس پر کارگر نہیں ہوا تو اپنی کپتی نکالی اور اس کے سینہ پر رکھ کر اس کو دبا دیا جو اس کی کمر کی طرف نکلی آئی اور اس کی جان نکل گئی۔

مجروح کی صحت یابی

محمد بن مسلمہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ کعب پر تلواروں سے حملے کر رہے تھے' اتفاقاً" ایک تلوار ہمارے ساتھی کے لگی جس کی وجہ سے وہ شدید زخمی ہوئے۔ اس اثناء میں قلعہ کے لوگ ہتھیار لے کر ہم پر حملہ کرنے اور کعب کو بچانے کے لیے آ گئے لیکن ان کے قریب آنے سے قبل ہی ہم وہاں سے دوڑ گئے اور مدینہ کی راہ لی۔ ہمارے ساتھی زخمی اس قابل نہ تھے کہ وہ ہمارا ساتھ دے سکتے' اس لیے ہم نے ان کو کندھوں پر ڈالا اور کسی نہ کسی طرح سے مدینہ آ گئے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو وہ رات کا آخری حصہ تھا۔ اس وقت نبی علیہ السلام مصروف نماز تھے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کامیابی کا مژدہ سنایا تو آپ نے اللہ رب العالمین کا شکر ادا کیا کہ اس نے مسلمانوں کو دشمن کے شر سے محفوظ فرمایا۔ اور ہمارے اس ساتھی پر' جو اس واقعہ میں زخمی ہوئے تھے' دم کیا۔ نبوی دم کا اعجاز تھا کہ وہ فوراً شفایاب ہو گئے۔ یہودی اس واقعہ سے دہشت زدہ ہوئے اور سب کے سب خاموش بیٹھ گئے۔ اس موقعہ پر حضرت حسان نے چند شعر کہے جو ہدیہ ناظرین ہیں:

شعر

لِلّٰہِ دَرُّ عِصابَةٍ لاقَیْتَهُمْ
یَا ابْنَ الْحُقَیْقِ وَأَنْتَ یَا ابْنَ الْأَشْرَفِ

یَسْرُونَ بِالْبِیضِ الْخِفَافِ[1] إِلَیْکُمْ
مَرَحًا کَأُسْدٍ فِی عَرِینٍ مُغْرِفٍ[2]

حَتّٰی أَتَوْکُمْ فِی مَحَلِّ بِلادِکُمْ
فَسَقَوْکُمُ حَتْفًا بِبِیضٍ ذُفَّفِ

مُسْتَنْصِرِینَ لِنَصْرِ دِینِ نَبِیِّهِمْ
مُسْتَصْغِرِینَ لِکُلِّ أَمْرٍ مُجْحِفِ[3]

اے ابن حقیق! اور اے ابن الاشرف! سن لو! تم نے جس شخص سے مقابلہ کیا ہے اس کی حفاظت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے ○ تم سفید چمکدار تلواریں لے کر گھنی جھاڑیوں میں پھرنے والے شیروں کی طر

(۱۰)

غزوہ احد

جناب محمد بن اسحاق مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ واقعہ بدر میں قریش مکہ کے شکست کھانے' بہت سوں کے قتل اور دوسروں کے قید ہونے کے بعد جب کہ یہ شکست خوردہ فدیہ دے کر اپنے قیدیوں کی رہائی سے فارغ ہوئے تو ان سربرآوردہ لوگوں نے' جن کے باپ' بھائی اور دوسرے رشتہ دار قتل ہوئے تھے' مثلاً عبداللہ بن ربیعہ' عکرمہ بن ابوجہل' صفوان بن امیہ وغیرہ' انہوں نے قوم کے دوسرے سربرآوردہ لوگوں کو ساتھ میں لیا اور ابوسفیان کے پاس آئے اور اس سے کہا' تمہیں معلوم ہے کہ مکہ کے سربرآوردہ لوگ صرف تمہاری مدد کی خاطر مکہ سے نکلے تھے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کی تھی جس کی وجہ سے ان پر یہ افتاد پڑی تھی۔ قوم کے سربرآوردہ اور بہترین افراد قتل ہوئے' جن کے قتل کے بعد اب زندگی کا مزا ختم ہوگیا ہے۔ اب جب تک کہ ہم ان کا انتقام نہ لے لیں' ہماری ساکھ عرب میں قائم نہ ہوگی اور اب تو بہتر یہی ہوگا کہ ہم خود کو زندہ درگور کر لیں۔

ابوسفیان نے ان لوگوں کی گفتگو سن کر کہا آپ لوگ بتائیں کہ کیا کرنا چاہیے؟ ان لوگوں نے کہا کہ شرفا قریش تمہاری مالی مدد کریں تاکہ ایک لشکر مکہ والوں کا ترتیب دیں اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مکہ سے باہر والوں کی مدد سے اس کی تعداد میں اضافہ کریں تاکہ ہماری شان و شوکت بحال ہوسکے اور ہم مدینہ کی طرف رخ کریں اور اپنی عظمت رفتہ کو بحال کریں اور اس مرتبہ ہم تنہا نہ جائیں بلکہ اپنی عورتیں بھی ساتھ لیں اور انہیں میدان جنگ کے قریب رکھیں تاکہ ہمیں اسلامی لشکر کو پشت نہ دکھانی پڑے۔ اس طرح یا تو جان دے دیں یا بدلہ اتار لیں۔ ابوسفیان نے ان کی رائے سے اتفاق کیا۔

ابوسفیان نے شرفاء مکہ کو بلایا اور ان سے جانی و مالی مدد کی اپیل کی۔ ان لوگوں نے ابوسفیان کو جواب دیا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بدلہ لینے کے لیے ہمیں اپنے تمام مال اور جان کی قربانی بھی دینی پڑے تو ہم اس میں کوتاہی نہ کریں گے۔ اس گفتگو کے بعد مال جمع ہونا شروع ہوا اور ابوسفیان کے

اکڑتے ہوئے لوگوں کی طرف جا رہے تھے○ آج غلامان مصطفیٰ خود آگے بڑھ کر تمہاری بستیوں میں آ پہنچے ہیں اور تیزی سے قتل کرنے والوں کی تلواروں سے تمہارے سر قلم کر دیے○ یہ لوگ اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محبت میں سرشار تھے۔ وہ اپنے نبی کے دین کی خاطر کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے وہ اپنی جان و مال کو قربان کرنے والے تھے۔ ان کے سامنے ہر قسم کے خطرات حقیر تھے○

حضرات محیصہ و حویصہ کا واقعہ

یہ دونوں حضرات آپس میں بھائی تھے۔ پہلے محیصہ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے لیکن حویصہ کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ جب نبی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق کعب بن اشرف کا قتل ہوا تو آپ نے حکم دیا اب جو یہودی بھی معاہدہ شکنی کا مرتکب ہو' اس کو قتل کر دیا جائے' چنانچہ صحابہ نے جس یہودی کو معاہدہ شکنی کرتے پایا اس کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ ان یہودیوں میں ایک شخص ایسا بھی تھا جس کے بہت سے لوگ رہین منت تھے۔ وہ اپنے معاشرہ میں ذی عزت بھی شمار ہوتا تھا۔ اس یہودی نے حضرات محیصہ و حویصہ پر بہت احسان کیے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہ یہ دونوں حضرات بھی یہودیوں کے اسی گروہ سے متعلق تھے جس سے کہ اس یہودی کا تعلق تھا۔ لیکن محیصہ نے اس کو عہد شکنی اور مسلمانوں کی مخالفت کی وجہ سے قتل کر دیا۔ جب یہ بات جناب حویصہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی محیصہ کو سخت سست کہا کہ تم نے ایسے شخص کو قتل کر دیا جس کے ہم ممنون احسان تھے اور تمہارے جسم پر جو یہ گوشت پوست ہے اور بدن میں جو خون دوڑ رہا ہے' وہ اسی شخص کا رہین منت ہے۔

محیصہ نے بھائی سے کہا کہ جس ذات اقدس نے مجھے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا وہ اگر یہ حکم فرماتے کہ میں تمہیں بھی قتل کر دوں تو میں اس میں بھی کوتاہی نہ کرتا۔ حویصہ نے جب اپنے بھائی کے اندر فرمان نبوی کی پابندی کا یہ جذبہ دیکھا تو انہیں بہت تعجب ہوا۔ بعد میں انہیں محیصہ کی طرف سے رات بھر کھٹکا رہا کہ کہیں وہ مجھے نقصان نہ پہنچائے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات ذہن میں راسخ ہوتی رہی کہ اس دین کی حلاوت قابل دید اور قابل رشک ہے کہ بھائی کی محبت پر غالب ہے اور یقیناً یہ دین حق کی علامت ہے۔ چنانچہ اس حقیقت نے حویصہ کو اتنا متاثر کیا (کہ رات گزارنی مشکل ہوگئی) صبح کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دامن اسلام سے وابستگی اختیار کر لی۔ جس وقت محیصہ اور حویصہ میں قتل کی بات ہوئی تھی اور محیصہ نے حویصہ کو قتل کرنے کے بارے میں کہا تھا' اس وقت محیصہ نے چند شعر کہے تھے جو ہدیہ ناظرین ہیں:

بیت

يَلُومُ ابْنُ أُمِّي لَوْ أُمِرْتُ بِقَتْلِهِ
لَطَبَّقْتُ ذِفْرَاهُ بِأَبْيَضَ قَاضِبِ
حُسَامٍ كَلَوْنِ الْمِلْحِ أُخْلِصَ صَقْلُهُ
مَتَى مَا أُصَوِّبْهُ فَلَيْسَ بِكَاذِبِ

وَمَا سَرَّنِي أَنِّي قَتَلْتُكَ طَائِعًا
وَأَنَّ لَنَا مَا بَيْنَ بُصْرَى وَمَأْرِبِ

میری ماں کا بیٹا (میرا بھائی) مجھے ملامت کرتا ہے کہ میں نے ابن سنیہ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ اگر مجھے اس کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا جاتا تو میں اپنی تلوار سے اس کے کانوں کے پیچھے کی ہڈیاں کاٹ دیتا○ میں اس کے قتل کے لیے ایسی تلوار استعمال کرتا جو نمکیں رنگ کی ہوتی اور اسے تیز کرانے کی ضرورت نہ پڑتی اور اس کا وار کبھی خطا نہیں جاتا○ اب مجھے کیا خوشی ہے کہ میں تجھے قتل کروں اور اب تو تو نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب میرے اور تیرے درمیان "بصریٰ" اور "مارب" کا فاصلہ آ گیا ہے○

میدان جنگ میں ابودجانہ کے کارنامے

جب میدان کارزار گرم ہوا تو ابودجانہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لیے ہوئے تھے' جنگ میں کود پڑے اور دشمنوں کے سروں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹنے لگے۔ حضرت زبیر بن العوام فرماتے ہیں کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے جب نبی علیہ السلام نے اپنی تلوار نکال کر فرمایا تھا کون ہے جو اس کے حق کو ادا کرے۔ اس وقت میں نے کہا تھا کہ یہ تلوار اگر مجھے مل جائے تو میں اس کا حق ادا کروں گا لیکن اس وقت نبی علیہ السلام نے تلوار مجھے نہیں دی تھی لیکن جب ابودجانہ کو یہ تلوار ملی تھی اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ میں تو نبی علیہ السلام کا پھوپھی زاد بھائی ہوں' میرا تعلق قریش سے ہے' قریش میں میری شجاعت کے ڈنکے بجتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ابودجانہ میں ایسی کونسی خوبی ہے جس کی وجہ سے شمشیر نبوی کا مستحق ابودجانہ کو بنایا گیا ہے۔

لیکن جب میں نے ابودجانہ کو میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے دیکھا تو میں اپنی رائے میں ترمیم اور اپنے ذہن کو صاف کرنے پر مجبور ہو گیا اور مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اس وقت ابودجانہ کو مجھ پر فوقیت جن وجوہ کی بنا پر دی گئی تھی' وہ درست تھیں کیونکہ ابودجانہ ہر حیثیت میں مجھ پر فوقیت رکھتے ہیں' ان میں ہیبت و

دبدبہ' وقار اور شجاعت مجھ سے زیادہ ہے اور یہ تلوار کا ابودجانہ سے بڑھ کر اور کوئی مستحق نہیں۔ جناب زبیر فرماتے ہیں وہ لشکر میں جس طرف بھی جاتے' یہ رجز پڑھتے۔

انا الذی عاهدنی خلیلی — وسخن بالسفح الذی النخیل

الا اقوم الدهرفی الکیول — اضرب بسیف اللّٰہ والرسول

اس حال میں وہ جس پر بھی حملہ کرتے اس کو زیر کر لیتے۔ دوران جنگ میں نے دیکھا کہ ایک کافر بڑھ چڑھ کر بہادری کا مظاہرہ کر رہا تھا اور اس نے بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کاش ابودجانہ اس کافر کی بہادری کو دیکھتے اور اس سے مقابلہ کرتے' ادھر میرے دل میں خیال آیا' ادھر نظر اٹھی تو دیکھا کہ ابودجانہ اس کے مقابلہ پر موجود ہیں۔ پہلے اس کافر نے جناب ابودجانہ پر تلوار سے حملہ کیا جس سے بچ کر ابودجانہ نے سخت غصہ کے عالم میں تلوار کا وار کیا اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ جب یہ کافر زمین پر گرا تو ہند زوجہ ابوسفیان وہاں آ گئی۔

جناب ابودجانہ کے جذبات

یہ اس وقت زرہ پہنے ہوئے تھی اور ہتھیار بند تھی۔ جب ابودجانہ نے اس کو اس حالت میں دیکھا تو چاہا کہ تلوار اٹھا کر اس کو بھی کیفر کردار کو پہنچا دیں لیکن فوراً ہی دل میں خیال کر کے اس پر حملہ آور نہ ہوئے تو قریب میں جو لوگ موجود تھے' انہوں نے معلوم کیا کہ دشمن کی زد پر آنے کے باوجود آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ ابو دجانہ نے کہا میں نے دیکھا کہ ایک کافر مسلمانوں پر تابڑ توڑ حملے کر رہا ہے اور اس نے کئی مسلمانوں کو شہید بھی کر دیا ہے۔ جب ہند میرے سامنے [illegible] نے چاہا کہ اس کو بھی اس دوسرے کی طرح ختم کر دوں' لیکن جب میں نے دیکھا کہ یہ تو [illegible] ہے اسی وقت میرے دل میں خیال آیا کہ پیغمبر علیہ السلام کی تلوار ایک عورت کے خون سے آلودہ کرنا مناسب نہیں لہٰذا میری حمیت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اللہ کے حبیب کی تلوار ایک عورت کے خون سے آلودہ ہو۔

جناب زبیر فرماتے ہیں کہ ابودجانہ کی شجاعت و بسالت مسلم لیکن ان کی نبی علیہ السلام کی ذات اقدس کی عقیدت و محبت ان دوسرے عوامل پر [illegible] تھی۔

سید الشہداء جناب امیر حمزہ کی بہادری اور شہادت

جب جناب حمزہ میدان جنگ میں کودے تو سب سے [illegible] آپ نے کافروں کے لشکر [illegible] پرچم بردار پر

حملہ کر کے اس کو دونیم کیا جس کے سبب کافروں کا سب سے اونچا پرچم سرنگوں ہوگیا۔ جب کافروں نے اپنے پرچم کا حشر دیکھا تو ایک کافر سباع بن عبدالعزیٰ نے بڑھ کر اس کو اٹھا لیا۔ یہ شخص بہادری و شجاعت میں جناب حمزہ کا ہم پلہ تھا۔ یہ مسلمانوں کے لشکر پر زبردست حملے کر رہا تھا۔ جناب حمزہ نے اس سے کہا اے ملعون جاتا کہاں ہے' اگر ہمت و مردانگی ہے تو آ اور مقابلہ کر۔ یہ طعنہ سن کر وہ پلٹا۔ جناب حمزہ نے اس پر تلوار کا وار کیا' وہ اس وار سے بچ نہ سکا اور اسی وقت زمین پر گر کر جان دے دی۔

جب کافروں نے اپنے دو بہادروں کی جناب حمزہ کے ہاتھوں یہ درگت دیکھی تو کسی کو ان کے سامنے آنے کی جرات نہ ہوئی' وہ مست اونٹ کی طرح جس طرف بھی جاتے' کافروں کے سروں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹتے' جس پر بھی ان کا ہاتھ لگتا وہ زمین چاٹتا نظر آتا۔ ادھر جناب حمزہ اس طرح داد شجاعت دے رہے تھے' ادھر وحشی جناب حمزہ کو شہید کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھا تھا اور وقت کا منتظر تھا۔ جناب حمزہ چند کافروں کو بھاگتا دیکھ کر ان کے پیچھے گئے' اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے وحشی نے جناب حمزہ پر برچھی کا وار کیا جو ان کے سینے سے ہوتا ہوا کمر کی طرف نکلا لیکن اس حملہ کے بعد بھی جناب حمزہ نے اس پر حملہ کیا لیکن وحشی بھاگ نکلا۔ ایک تو وحشی نہایت تیز بھاگتا تھا' دوسرے جناب حمزہ زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے اس قابل نہ رہے کہ اس کا تعاقب کر سکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کمزوری کے سبب زمین پر گر گئے اور جان جان آفریں کے سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب حمزہ کی شہادت کی کہانی وحشی کی زبانی

وحشی ملک شام کے شہر حمص میں اقامت گزیں تھے اور طویل عمر پائی۔ حضرت امیر معاویہ کے دور تک زندہ رہے لیکن گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ عمر کی زیادتی کی وجہ سے گردن ہلنے لگی تھی لیکن ہوش و حواس برقرار تھے۔ حجاز کے لوگوں کی ایک جماعت کا گزر جب حمص کی طرف ہوا تو کچھ لوگ وحشی کے پاس گئے اور ان سے جناب حمزہ کی شہادت کے بارے میں معلوم کیا۔ ان لوگوں میں ایک صاحب ایسے تھے جنھوں نے صرف ایک مرتبہ شیر خوارگی کے دور میں وحشی کو دیکھا تھا۔ اس کے بعد ملاقات کا موقع نہیں ملا تھا۔ جب یہ وحشی کے سامنے آئے اور سلام کیا تو بے ساختہ وحشی نے اسے سوال کیا' صاحبزادے آپ عبیداللہ بن عدی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا ہاں! وحشی نے کہا تم فلاں زمانے میں قبیلہ بنی سعد میں شیر خوارگی کے لیے رہ رہے تھے' تمہاری والدہ اونٹ پر سوار ہو کر کہیں جا رہی تھیں۔

جب وہ اونٹ پر بیٹھیں' اس وقت میں وہاں موجود تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ذرا اس بچہ کو اٹھا کر مجھے دے دو۔ چنانچہ میں نے تمہیں اٹھا کر دیا تھا۔ اس دن کے بعد آج تک دوبارہ دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ اب جبکہ تم نے مجھے سلام کیا تو وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے آگیا اور میں نے تمہیں پہچان لیا۔ لوگوں کو وحشی کی قوت حافظہ پر زبردست تعجب ہوا' اس کے بعد وحشی نے جناب حمزہ کی شہادت کا واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا۔

"میں جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ جب مکہ کے کافروں نے نبی علیہ السلام سے مقابلہ کے لیے لشکر ترتیب دیا تو جبیر نے مجھے بلا کر کہا' وحشی! اگر تو ہمارے لشکر کے ساتھ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا جناب حمزہ کو میرے چچا طعیمہ کے بدلے میں قتل کر دے تو میں نہ صرف تجھے آزاد کر دوں گا بلکہ تجھے خلعت دوں گا' تیری ہر طرح نگہداشت کروں گا"۔

وحشی بیان کرتے ہیں کہ حبشی ہونے کی وجہ سے مجھے برچھی چلانے میں مہارت حاصل تھی۔ میرا برچھا کبھی خطا نہ کرتا تھا۔ جبیر کے کہنے پر میں کافروں کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب میدان احد میں دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے' اس وقت میں نے دیکھا کہ جناب حمزہ مست اونٹ کی طرح کفار کے لشکر میں تباہی مچا رہے ہیں' جدھر بھی جاتے مار کاٹ مچاتے' کسی کو ان کے مقابلہ پر آنے کی جرات نہیں ہوتی تھی اور ان کے مقابلہ سے بھاگنے کی سوچتا تھا چنانچہ بہت سے کافران کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچے۔ میں بھی ایک جگہ گھات لگائے بیٹھا تھا' جب جناب حمزہ میری زد پر آئے' میں موقع غنیمت سمجھ کر اپنی کمین گاہ سے باہر نکلا اور تاک کر برچھا جناب حمزہ کے سینہ پر مارا جو ان کی کمر سے نکلا۔ جناب حمزہ نے پلٹ کر مجھ پر حملہ کرنا چاہا لیکن میں وہاں سے بھاگ نکلا اور جلد ہی ان کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ زخم کی شدت اور کثرت سے خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ میرا پیچھا نہ کر سکے اور زمین پر گر گئے۔ میں واپس ہوا اور جب یہ دیکھ کر مطمئن ہوگیا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے تو ان کے قریب جا کر ان کے سینہ سے برچھا نکالا اور میدان جنگ سے واپس چلا آیا' اس کے بعد میں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا کیونکہ میں نے جس مقصد سے جنگ میں حصہ لیا تھا' وہ پورا ہوچکا تھا۔

جنگ کے بعد میں مکہ آکر مقیم ہوگیا۔ اب میں غلامی سے آزاد ہوچکا تھا۔ میرا قیام یہاں فتح مکہ تک رہا۔ فتح مکہ کے بعد میں طائف بھاگ آیا لیکن جب اسلامی لشکر نے طائف فتح کیا تو اب میرے لیے قیام کی کوئی جگہ نہ رہی۔ اس وقت میں نے سفر شام کا ارادہ کیا' اب یہ مرحلہ تھا کہ یہ سفر بری ہو یا بحری۔

ابھی اسی شش و پنج میں تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں' حقیقت یہ ہے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان پر ایمان لے آتا ہے' اس کو وہ قتل نہیں کرتے' اگر تو فلاح کی کوئی سبیل چاہتا ہے تو اس کے علاوہ اور کوئی سبیل نہیں کہ ان کی خدمت میں حاضری دے کر اسلام لے آئے۔

چنانچہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور بلند آواز سے "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد ؐ رسول اللہ" پڑھا۔ وحشی کہتے ہیں میں اس انداز میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا کہ آپ کی پشت میری طرف تھی اور میں آپ کے سرہانے کھڑا تھا اور آپ کو معلوم تھا کہ میں یہاں موجود ہوں چنانچہ میری آواز سن کر آپ نے گردن گھما کر مجھ سے فرمایا کیا تو وحشی ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں وحشی ہی ہوں۔ اس وقت آپ نے فرمایا اگر تو نے کلمہ شہادت نہ پڑھا ہوتا تو میں تجھے بتاتا کہ اب تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ اب تو سامنے آ کر بتا کہ تو نے میرے چچا کو کس طرح شہید کیا تھا' چنانچہ جو واقعہ میں نے تمہیں سنایا وہی نبی علیہ السلام کے گوش گزار کیا۔ یہ واقعہ سن کر نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا اٹھو اور یہاں سے چلے جاؤ اور آئندہ کبھی میری نظروں کے سامنے نہ آنا۔ اس کے بعد میں نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ نبی علیہ السلام کے سامنے نہ جاؤں اور میں نے اس حکم کی اس حد تک تعمیل کی کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق نے منصب خلافت سنبھالا تو میں باہر نکلا۔ جب مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کے لیے اسلامی لشکر روانہ ہو رہا تھا' اس وقت میں نے وہی برچھا نکالا جس سے جناب حمزہ کو شہید کیا تھا۔ اور اس کو لے کر اسلامی لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب میدان جنگ میں دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو میں نے معلوم کیا کہ مسیلمہ کونسا ہے۔ اس وقت مجھے بتایا گیا کہ وہ سامنے کھڑا ہوا ہے۔ مسیلمہ کے ہاتھ میں تلوار تھی لیکن میں نے اپنا برچھا سنبھال کر اس کی سینے کا نشانہ لیکر برچھا پھینک دیا جو مسیلمہ کے سینے پر لگا اور اس کی پشت کی طرف نکل آیا۔ اس وقت اس نے چیخ ماری اور کہا "مجھے حبشی غلام نے قتل کر دیا" پھر اس نے کہا کہ میری موت حبشی غلام وحشی کے ہاتھوں آئی ہے' یہ کہتے ہوئے اس کی جان نکل گئی"۔

وحشی کہتے ہیں "مسلمانوں نے اس موقع پر مسرت کا اتنا اظہار کیا جتنا غم انہیں جناب حمزہ کی شہادت کا نہ ہوا تھا۔ یعنی میرے ہاتھوں جناب حمزہ کی شہادت کا انہیں غم نہ ہوا تھا جتنی خوشی مسیلمہ کے میرے

ہاتھوں قتل سے ہوئی۔ وحشی کہا کرتے تھے کہ جناب حمزہ کو بارگاہ نبوی میں عالم انسانیت کے دوسرے انسانوں پر فوقیت حاصل تھی اور ان کی شہادت میرے ہاتھوں ہوئی تھی۔ اسی طرح عالم اسلام کی بدترین شخصیت مسیلمہ کی تھی اور اس کو کیفر کردار تک پہنچانے کا شرف بھی مجھے ہی حاصل ہوا"۔

وحشی کے ساتھ حضرت عمر کا طرز عمل

وحشی شراب کے رسیا تھے' کثرت سے شراب نوشی کرتے۔ اسلام لانے کے بعد بھی وہ اپنی عادت بد سے نجات حاصل نہ کر سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بار بار سزا دی لیکن وحشی باز نہ آتے۔ عاجز ہو کر حضرت عمر نے ان کا وظیفہ بند کر دیا اور مالی معاونت بند کر دی' جس کی وجہ سے وحشی بہت پریشان ہوئے۔ حضرت عمر نے فرمایا تھا مجھے یقین ہے کہ رب تعالیٰ حضرت حمزہ کو شہید کرنے والے کو چین سے نہ رہنے دے گا اور اس کو ضرور سزا دے گا۔

یہ تھا حضرت سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ کی شہادت کا واقعہ' اب ہم جنگ احد کے واقعہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جنگ احد میں جناب مصعب کی شہادت

جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور ہر شخص نے اپنے مقابلہ کے لیے مبارز طلب کیا' اس وقت اسلامی لشکر کے علمبردار جناب مصعب بن عمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے دشمنوں سے جنگ کر رہے تھے۔ اس حالت میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ جس شخص کے ہاتھوں جناب مصعب نے جام شہادت نوش کیا' اس کو غلط فہمی یہ ہوئی کہ اس نے (خاکم بدہن) یہ خیال کیا کہ اس نے نبی علیہ السلام کو شہید کیا ہے چنانچہ اس نے اعلان کر دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ختم کر دیا ہے۔ اس اعلان سے کافروں کے حوصلے بڑھ گئے اور مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ کافروں نے مسلمانوں پر بڑھ چڑھ کر حملے کیے۔

حضرت علی کی کافروں سے جنگ

جناب مصعب بن عمیر کی شہادت کے بعد اسلامی پرچم حضرت علی نے سنبھالا اور وہ بھی نبی علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ جب جنگ میں تیزی آئی تو نبی علیہ السلام وہاں سے ہٹ کر انصار مدینہ کے پرچم تلے تشریف لے آئے اور حضرت علی سے فرمایا' تم اپنا پرچم آگے بڑھاؤ چنانچہ حضرت علی اسلامی پرچم لے کر آگے بڑھے اور بہت سے کافروں کو تہ تیغ کیا۔

ابو سعد بن ابی طلحہ کا قتل

جنگ میں حضرت علی کی بہادری کو دیکھ کر ایک ماہر فنون جنگ کافر ابو سعد بن ابی طلحہ نے جناب علی سے کہا' ابوطالب کے بیٹے! اگر دل چاہے تو آؤ مجھ سے دو دو ہاتھ کر کے اپنی بہادری کو آزماؤ۔ حضرت علی نے فرمایا' ہاں ہاں کیوں نہیں اور اس کے مقابلہ پر آئے۔ دونوں نے تلواریں نکالیں۔ پہلے سعد نے حملہ کیا' حضرت علی نے اس کا وار روکا اور تلوار کا ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ جب وہ گرا تو جناب علی وہاں سے ہٹ آئے اور اس کو بالکل ختم نہ کیا۔ لوگوں نے کہا یہ کیا بات کہ جب وہ مفتوح ہوگیا تو اس کو چھوڑ کر چلے آئے۔ جناب علی نے فرمایا' جب وہ گرا تو اس کا ستر کھل گیا' میری غیرت نے اس کو اس حالت میں دیکھنا گوارا نہ کیا اور اس کے لیے میرا ایک ہی وار کافی ہے۔

کافروں کے لشکر میں سے ایک اور بہادر اور نامور نے صف اعداء سے نکل کر کہا' اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیو' یہ وقت شجاعت اور مردانگی دکھانے کا ہے' کون ہے جو اس وقت آ کر مجھ سے جنگ کرے؟ اس کی یاوہ گوئی کا کسی مسلمان نے جواب نہ دیا۔ پھر اس نے لات و عزیٰ کی قسم کے ساتھ کہا' اے مسلمانو' تم جو دعویٰ کرتے ہو وہ غلط ہے' تم کہتے ہو مسلمانوں میں سے جو مارا جاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے اور جنت میں جاتا ہے اور جو کافر مرتا ہے وہ جہنم میں جاتا ہے۔ اب تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم مقابلہ کے لیے نہیں آتے تاکہ شہادت نصیب ہو اور بہشت میں جاؤ۔ اس کی بکواس سن کر حضرت علی اس کے مقابلہ کے لیے نکلے اور کہا اے ملعون کافر بے شک ہم یہی کہتے ہیں کہ ہم میں جو بھی میدان جنگ میں مارا جاتا ہے وہ منصب شہادت حاصل کرتا ہے' اب مقابلہ پر آؤ اور اپنی بہادری دکھاؤ۔ جناب علی نے اس کو اپنی کنیت سے تعارف کرایا اور دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ حضرت علی نے اس پر ایسا وار کیا کہ اس کی کھوپڑی دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اور وہ زمین پر آ رہا اور خاک و خون میں لوٹتے ہوئے جان دے دی اور مستحق دوزخ بنا۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس کی زرہ اتار لی۔ (اللہ تعالیٰ ناصر اور مبین ہے اور اس کی ذات حق اور حقانیت کو ظاہر فرمانے والی ہے)۔

جناب حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا

جناب حنظلہ کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ صحابی رسول جناب حنظلہ کا مقابلہ معرکہ احد میں ابوسفیان سے ہوگیا۔ دونوں ایک دوسرے سے بھڑ گئے۔ قریب تھا کہ جناب حنظلہ ابوسفیان کو قتل کر دیں'

اس وقت ایک کافر شداد بن اسود نے دیکھا کہ یہ ابوسفیان پر غالب آ گئے ہیں اور اس کو قتل کرنے والے ہیں' اس نے آگے بڑھ کر ابوسفیان کی مدد کی اور جناب حنظلہ کو شہید کر دیا۔ اس وقت فرشتوں نے آسمان سے اتر کر جناب حنظلہ کو غسل دیا۔ ادھر فرشتے جناب حنظلہ کو غسل دے رہے تھے' ادھر نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔ جب مجاہدین اسلام واپس مدینہ آئے تو لوگوں نے حنظلہ کی بیوی سے معلوم کیا کہ وہ کیا بات تھی جس کی وجہ سے جناب حنظلہ نے یہ مقام پایا۔ ان خاتون نے کہا' مجھے اور کوئی بات تو معلوم نہیں البتہ یہ معلوم ہے کہ جب جنگ احد کی روانگی کا اعلان حنظلہ نے سنا' اس وقت وہ حالت جنابت میں تھے۔ لشکر کی روانگی کا اعلان سنتے ہی ہتھیار لے کر گھر سے نکل گئے اور اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ غسل جنابت کر لیتے اور اسی حالت میں جام شہادت نوش کر لیا' غسل کی فرصت ہی نہ ملی۔ نبی علیہ السلام نے یہ واقعہ سن کر فرمایا' اسی لیے انہیں فرشتوں نے غسل دیا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں ہے:

"لوگوں میں بہترین فرد وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام ہاتھ میں رکھتا ہے اور جب جہاد کا اعلان سنتا ہے تو وہ پرند کی طرح اڑتا ہوا جاتا ہے (یعنی بلا تاخیر جنگ میں شریک ہونے کے لیے چل دیتا ہے)"۔

لشکر کفار کو شکست

جناب حنظلہ کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے مدد بھیجی اور کفار کے لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

لشکر اسلام نے ان کا تعاقب کیا اور بہت سوں کو قتل کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے والد جناب زبیر کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں' "جب کفار کے لشکر کو شکست ہوئی' اس وقت کافروں کے لشکر کی عورتیں مع ہند بنت عتبہ دانتوں سے اپنی اوڑھنیاں دبائے بھاگ رہی تھیں اور ان کے کپڑے زمین پر گھستے جاتے تھے"۔

نبی کے حکم کی نافرمانی کی سزا

اسلامی لشکر کے پیادہ دستہ کو عبداللہ بن جبیر کی قیادت میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے درہ پر مقرر فرمایا تاکہ کافر پیچھے سے آ کر حملہ نہ کریں لیکن اس دستہ کے لوگوں نے جب دیکھا کہ کافر میدان سے بھاگ رہے ہیں تو وہ درہ چھوڑ کر میدان جنگ میں آ گئے اور اس جگہ کو غیر محفوظ چھوڑ آئے اور اس طرف سے غافل ہو گئے۔ لشکر کفار کے کچھ لوگوں نے جب درہ کو خالی پایا تو انہوں نے جمع ہو کر اس درہ کی

طرف سے لشکر اسلام پر حملہ کر دیا۔ اس وقت شیطان نے پہاڑ پر سے اعلان کیا تھا (لوگو بھاگتے کیوں ہو) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا ہے۔ جب کافروں کے لشکر کے لوگوں نے یہ آواز سنی تو جمع ہو کر لشکر اسلام پر حملہ آور ہوئے' ان کے لشکر کا پرچم جو سرنگوں ہو چکا تھا' پھر سے بلند ہو گیا۔

کافروں کے لشکر کی پرچم بردار

کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر جس نے کافروں کے پرچم کو دوبارہ بلند کیا' اس کا نام عمرہ بنت علقمہ تھا۔ اس سے پہلے کافروں کے لشکر کا پرچم "صواب" کے پاس تھا۔ مسلمانوں نے پہلے تو "صواب" کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا' اس نے بائیں میں پرچم اٹھا لیا۔ جب بایاں ہاتھ بھی کٹا تو اس نے پرچم کو سینے سے لگا لیا لیکن مسلمانوں نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا تو کافروں کا پرچم سرنگوں ہو گیا تھا۔ اور پرچم گرتے ہی کافروں کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔

عالم اسباب میں مسبب الاسباب نے بہت سے صحابہ کو مرتبہ شہادت پر سرفراز کرنے کے لیے وہ اسباب مہیا کیے اور شیطان نے نبی علیہ السلام کے قتل کیے جانے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کو سن کر مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ منتشر ہو گئے۔ اس موقع پر نبی علیہ السلام کے محافظ بھی ادھر ادھر ہوئے اور آپ تنہا ہو گئے۔ کافروں نے آپ پر سنگباری کی۔ ایک پتھر رخسار مبارک پر لگا' دوسرا لب مبارک پر لگا جس سے ہونٹ زخمی ہوئے اور اگلا دانت بھی زخمی ہو گیا۔ اس وقت نبی علیہ السلام چہرہ مبارک سے خون صاف فرماتے ہوئے یہ جملے کہتے جاتے تھے۔

"وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے اس نبی مکرم کے چہرے کو لہولہان کر دیا جو ان لوگوں کو حق تعالیٰ کی طرف بلاتا تھا"۔

نبی علیہ السلام کے چہرے پر زخم آنے کی وجہ یہ تھی کہ میدان جنگ میں آپ کے ہاتھ میں سپر تھی جب کافروں نے آپ پر حملہ کیا تو آپ نے ان کی تلوار کے حملہ کو سپر پر روکا۔ اس وقت ابن خمثہ جو نبی علیہ السلام سے زبردست دشمنی رکھتا تھا' اس نے جب دیکھا کہ نبی علیہ السلام پر تلوار کے حملوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تو اس نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر نبی علیہ السلام کی سر مبارک پر مارا۔ اس پتھر کی ضرب سے سپر کے حلقے رخسار مبارک میں دھنس گئے۔ کافروں نے میدان جنگ میں گڑھے کھود کر ان پر گھاس پھوس ڈال کر عارضی طور پر بند کیا تھا تاکہ مسلمان جب کافروں پر حملہ آور ہوں تو ان گڑھوں میں گر جائیں۔

اس حالت میں سید عالم علیہ الصلوۃ السلام ایک گڑھے میں گر گئے۔ کافروں نے چاہا کہ اس حالت میں آپ کو مزید نقصان پہنچائیں۔ اس وقت حضرت علی وہاں پہنچے' ادھر ان سے پہلے جناب طلحہ بھی وہاں شمشیر بکف موجود تھے۔

جناب طلحہ کی قسمت عروج پر

جناب طلحہ بھی گڑھے میں اتر گئے۔ اب حضرت علی نے ادھر سے نبی علیہ السلام کا دست مبارک تھاما اور جناب طلحہ نیچے زمین پر بیٹھ گئے۔ ان کے کاندھے پر قدم ناز نبوی آئے' اوپر سے حضرت علی نے طاقت کا استعمال کیا' نیچے سے جناب طلحہ نے قوت کا مظاہرہ کیا۔ چونکہ نبی علیہ السلام نے اس دن دو زرہیں زیب تن کی ہوئی تھیں' اس لیے گڑھے سے باہر آنے میں دقت ہوئی۔ بہرحال ان دونوں جانثاروں کی معاونت سے آپ باہر تشریف لائے۔ زخم سے خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ پر نقاہت طاری تھی اور سپر کے حلقے بھی اب تک رخسار مبارک میں دھنسے ہوئے تھے۔

اس موقع پر مالک بن سنان حضرت ابو سعید خدری کے والد نے چہرہ مبارک سے خون کو صاف کیا اور زخم پر منہ رکھ کر اس خون کو چاٹ لیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا

"جس کے منہ سے میرا خون لگا' نار دوزخ اس کے قریب بھی نہ آئے گی"۔

اس دن نبی علیہ السلام نے حضرت طلحہ کے بارے میں فرمایا

"جو شخص زمین پر کسی شہید کو چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ (جناب) طلحہ کو دیکھ لے"۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ سپر کے وہ حلقے جو رخسار مبارک میں دھنس گئے تھے' انہیں جناب عبیدہ بن الجراح نے دانتوں سے پکڑ کر نکالنا چاہا لیکن وہ اتنی سختی سے دھنسے تھے کہ انہیں نکالنے میں ان کے دو دانت نکل آئے۔

زیاد بن سکن کی شہادت

جناب مصنف فرماتے ہیں جب جنگ میں کافروں کو غلبہ حاصل ہوا تو انہوں نے اجتماعی حملہ کرنا چاہا۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کون ہے؟ جو آج ہمارے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرے اور ہمارے سامنے کھڑے ہو کر دشمن کا مقابلہ کرے۔ اس موقعہ پر ایک انصاری زیاد بن سکن آگے بڑھے اور ان کے ساتھ پانچ اور انصاری صحابہ نے اپنی خدمات پیش کیں اور ان سب نے عرض کیا' یا رسول اللہ ہم اپنی جان آپ پر قربان کریں گے اور یہ سب صف بستہ نبی علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کافروں

سے لڑنے لگے۔ الغرض ان پانچ نے تو اپنی جانیں قربان کر دیں لیکن جناب زیاد بن سکن بہت زیادہ زخمی ہوگئے تھے' وہ گرنے والے تھے کہ کافروں نے ان پر بھرپور حملہ کیا۔ حسن اتفاق مسلمان مجاہدین کی ایک جماعت ادھر آ گئی اور کافروں کے حملہ کو پسپا کر کے جناب زیاد بن سکن کو ان کے ہاتھوں سے بچا لیا۔ جناب زیاد زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے۔ نبی علیہ السلام نے مسلمان مجاہدین سے فرمایا زیاد کو میرے قریب لاؤ۔ جب مسلمان مجاہدین ان کو نبی علیہ السلام کی خدمت میں لائے تو آپ نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھا اور اسی حالت میں زیاد نے جان جاں آفریں کے سپرد کی۔

بہ چہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے — کہ بوقت جاں سپردن بہ سرش رسیدہ باشی

جنگ کی کہانی ام عمارہ کی زبانی

"ام عمارہ" کا شمار ان خواتین میں ہے جو ابتدا میں مشکیزہ لے کر مسلمان مجاہدین کو پانی پلا رہی تھیں۔ وہ کہتی ہیں ابتدا میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی لیکن جب جنگ کا پانسہ پلٹا اور مسلمانوں میں انتشاری کیفیت پیدا ہوئی' اس وقت میں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام تنہا ہیں اور کوئی مسلمان مجاہد آپ کے پاس نہیں' اس وقت میں نے ہتھیار سنبھالے اور نبی علیہ السلام کے ساتھ کھڑی ہو کر مصروف جنگ ہوئی۔ تیر یا تلوار جس طرح بھی ممکن ہوسکا' دشمنوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آنے سے روکتی رہی۔ اس وقت خدا و رسول کا ایک دشمن آیا اور کہنے لگا (خاکم بدہن) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں' آج یا تو میں انہیں قتل کروں گا یا وہ مجھے ختم کر دیں گے۔

ام عمارہ کہتی ہیں ابھی میں اس کے سامنے سے پینترا بدل رہی تھی کہ اس نے میری گردن پر تلوار کا وار کیا لیکن اس کا وار اوچھا پڑا اور میری گردن سے گوشت کا ایک ٹکڑا جدا ہوگیا۔ جب میں نے پلٹ کر اس پر تلوار کا وار کیا تو اس پر اس وار کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ وہ اس حملہ میں اس وجہ سے بچ گیا کہ اس نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ اس وقت چند اور کافر بھی آ گئے اور انہوں نے تیروں سے نبی علیہ السلام پر حملہ کیا۔ کافروں کی شامت اعمال اس وقت ابودجانہ اور سعد بن ابی وقاص پہنچے اور نبی علیہ السلام کی سپر بن گئے۔ ابودجانہ تو نبی علیہ السلام کے ایسے قریب کھڑے ہوئے کہ جو تیر آتا وہ ابودجانہ کے لگتا اور نبی علیہ السلام محفوظ رہتے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حملہ کرنے کی ذمہ داری سنبھالی۔ نبی علیہ السلام ترکش سے تیر نکال کر سعد کو دیتے اور وہ اس کو کافروں پر چھوڑتے۔

سعد بن ابی وقاص کا ستارہ عروج پر آیا جب بھی سعد کو تیر ملتا' نبی علیہ السلام یہ جملہ فرماتے **فداک ابی وامی** (میرے ماں باپ تم پر قربان)

جناب سعد نے اس دن اتنے تیر چلائے تھے کہ ان کی کمان ٹوٹ گئی' جب کمان ٹوٹی تو اس کو پھینک کر انہوں نے تلوار سنبھال لی اور جنگ میں مصروف رہے۔

جناب قتادہ کی عقیدت مندی

جناب قتادہ بن نعمان نے اس کمان کو محفوظ کر لیا تھا اور جب تک وہ زندہ رہے' اس کمان کی حفاظت کرتے رہے۔ یہ جناب قتادہ ان خوش قسمت افراد میں سے ہیں کہ جب جنگ احد میں ان کی ایک آنکھ حلقہ چشم سے باہر آ گئی تو وہ اس کو لیے ہوئے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے اس کو حلقہ چشم میں رکھ کر دست مبارک پھیرا تو وہ پھر بینا ہوگئی اور دست نبوی لگنے کی برکت سے اس کی بینائی میں اضافہ ہوگیا۔

جناب انس بن نضر کی تقریر اور ان کی شہادت

صحابہ میں سے ایک صاحب کا بیان ہے کہ حضرت انس بن مالک کے چچا جناب انس بن نضر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ جب انہوں نے ابلیس کی زبانی سرکوہ سے یہ سنا کہ (خاکم بدہن) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا ہے اور کافروں کے لشکر کو غلبہ ہوا ہے' مسلمان شکست سے ہمکنار ہوئے ہیں' تو یہ اعلان سن کر ان کی بری حالت ہوئی۔ انہوں نے حضرت عمر اور جناب طلحہ بن عبیداللہ کو دوسرے صحابہ کے ساتھ غم و اندوہ کے عالم میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان لوگوں سے معلوم کیا کہ یہاں اس حال میں کیوں بیٹھے ہو؟ ان لوگوں میں سے کسی نے جواب دیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں (یعنی آپ کے قتل ہونے کے بعد) اب ہماری زندگی بیکار ہے۔ اب ہم لڑ کر کیا کریں گے۔

جناب انس بن نضر نے ان لوگوں سے کہا بیٹھنے سے کیا فائدہ' اٹھو! تاکہ دشمنوں سے جنگ کر کے ہم بھی قتل ہو جائیں۔ ان لوگوں نے کہا ٹھیک کہتے ہو۔ چنانچہ یہ سب اٹھے اور کافروں سے جنگ میں مشغول ہوئے۔ ان لوگوں میں سب سے آگے جناب انس بن نضر تھے۔ یہ بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ بعد میں جب انہیں اٹھایا گیا تو معلوم ہوا کہ ان کے جسم پر تلوار اور تیروں کے ستر زخم لگے تھے۔

عبدالرحمٰن بن عوف میدان جنگ میں

کہا جاتا ہے کہ جناب عبدالرحمٰن بن عوف کے اس دن ایک پتھر اس زور سے لگا جس سے ان کے سب دانت ٹوٹ گئے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے جسم پر تیرو تلوار سے بیس زخم آئے تھے۔

شکست کے بعد خدمت نبوی میں حاضر ہونے والے صحابہ

احد کے معرکہ میں جب مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں افواہ پھیلی' اس موقع پر سب سے پہلے جس جانثار نے بارگاہ نبوی میں حاضری دی' وہ جناب کعب بن مالک انصاری تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ خود کے اندر آپ کی چشم ہائے مبارک ستاروں کی مانند چمک رہی ہیں۔ اس منظر سے متاثر ہو کر میں نے چاہا کہ جا کر دوسرے صحابہ کو یہ مژدہ سناؤں لیکن نبی علیہ السلام نے مجھے اشارے سے منع فرما دیا۔ جب دوسرے مسلمانوں کو نبی علیہ السلام کے بخیریت ہونے کی اطلاع ملی تو سب آپ کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہو گئے اور آپ کو لے کر دامن کوہ میں چلے گئے۔ یہاں حضرات ابوبکر' عمر' علی' طلحہ' زبیر رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور بہت سے صحابہ مہاجرین و انصار بھی آ گئے۔

ابی بن خلف کی بکواس

نبی علیہ السلام نے ان جانثاروں کی آمد کے بعد چاہا کہ اب دامن کوہ میں مناسب جگہ تلاش کی جائے۔ اسی وقت ایک کافر گھڑسوار' جس کا نام ابی بن خلف بتایا جاتا ہے' وہاں آ گیا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) کہاں جاتے ہو آج (خاکم بدہن) یا تو آپ نہیں یا میں نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اجازت دیں تو ہم اس کی گستاخی کا جواب دیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم اس سے تعرض نہ کرو اور اس کو آگے آنے دو۔ جب وہ آپ کے قریب آیا تو آپ نے ایک صحابی سے تیر لے کر اس کا چوبی حصہ اس کافر ابی بن خلف کی گردن پر مار دیا' اس لکڑی کا گھسنا تھا کہ وہ سواری سے گر کر لوٹنے لگا۔

کہا جاتا ہے کہ کافروں کے لشکر میں اس ابی جیسا کوئی دوسرا شہ سوار اور بہادر نہ تھا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کسی صحابی کو اس کے مقابلہ کی اجازت نہ دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں یہ ابی بن خلف جب بھی نبی علیہ السلام کو دیکھتا تو یہ کہا کرتا تھا اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) میں ایک گھوڑے کی پرورش کر رہا ہوں اور اس کو عمدہ اور زیادہ مقدار میں چارہ وغیرہ اس لیے دیتا ہوں کہ وہ خوب تیار ہو

جائے اور میں اس پر سوار ہو کر آپ سے مقابلہ کروں۔ نبی علیہ السلام نے اپنی بات کو پورا کرنے کے لیے خود مقابلہ فرمایا اور کسی کو اس سے مقابلہ کرنے کی اجازت نہ دی۔ تاکہ مکہ مکرمہ میں فرمائی ہوئی بات کی تصدیق ہو جائے۔

دست نبوی سے لگائے ہوئے زخم کی کیفیت

جب ابی بن خلف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے زخم کھا کر پلٹا تو اس کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہ ہوسکے گا۔ جب وہ قریش مکہ کے پاس آیا تو وہ اپنی گردن پر ہاتھ رکھے رہتا تھا۔ زخم سے خون رواں تھا اور ابی بن خلف تکلیف سے چلا رہا تھا۔ ان لوگوں نے جب اس کے زخم کو دیکھا تو انہوں نے کہا پریشانی کی بات نہیں ہے' یہ مہلک زخم نہیں ہے لیکن ابی نے کہا میں اس زخم سے ہلاک ہو جاؤں گا۔ یہ مجھے یقین ہے۔

فرمان نبوی پر ابی بن خلف کا یقین

اور اس یقین کی وجہ یہ ہے کہ مکہ میں جب بھی نبی علیہ السلام سے میری ملاقات ہوتی تو میں ان سے یہ کہا کرتا تھا کہ وہ کونسا دن ہوگا جب میں آپ کو قتل کروں گا۔ میرے جواب میں نبی علیہ السلام فرمایا کرتے کہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) غلط بات نہیں فرماتے۔ اگر وہ اس لکڑی کی بجائے مجھ پر پانی بھی پھینک دیتے تو میں مرجاتا اور میں تو اس لکڑی کے زخم سے زمین پر سات مرتبہ لوٹا ہوں اور معلوم ہوتا ہے کہ میرا جسم سکڑنے لگا ہے۔ الغرض یہ بدبخت اسی دن مرگیا۔

جناب حسان ثابت انصاری نے اس واقعہ کی منظرکشی اپنے ان اشعار میں فرمائی ہے۔

قصیدہ

أَلا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّي أُبَيًّا
لَقَدْ أُلْقِيتَ فِي سُحْقِ[1] السَّعِيرِ
تَمَنَّى بِالضَّلَالَةِ[2] مِنْ بَعِيدٍ
وَتُقْسِمُ أَنْ قَدَرْتَ مَعَ النُّذُورِ[3]
تَمَنِّيكَ الْأَمَانِيَ مِنْ بَعِيدٍ[4]
وَقَوْلُ الْكُفْرِ يَرْجِعُ فِي غُرُورٍ[5]
فَقَدْ لَاقَتْكَ طَعْنَةُ ذِي حِفَاظٍ[6]
كَرِيمِ الْبَيْتِ لَيْسَ بِذِي فُجُورٍ

لَهُ فَضْلٌ [7] عَلَى اَلْأَحْيَاءِ طُرًّا
إِذَا نَابَتْ مُلِمَّاتُ اَلْأُمُورِ

کیا کوئی ایسا شخص ہے جو ابن ابی تک میرا یہ پیغام پہنچا دے اور اسے کہہ دے کہ تم جہنم کی گہرائیوں میں پھینک دیے گئے ہو○ تم ایک عرصہ سے گمراہی کی تمنا کر رہے تھے اور قسمیں کھاتے تھے۔ آج تمہیں اس گمراہی کی سزا مل رہی ہے○ تو وہ فضول ایسی تمنائیں کرتا ہے حالانکہ کفریہ باتوں کا نتیجہ خود فریبی ہوا کرتا ہے○ یہی وجہ ہے کہ تجھے ایسے انسان کا نیزہ چیرتا گیا جو باحمیت، شریف اور بلند رتبہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ خواہش سے ہمیشہ دور رہا اور بڑے بڑے معرکوں میں تمام انسانوں پر فضیلت رکھتا تھا○

شعر

نَحْنُ جَزَيْنَاكُمْ بِيَوْمِ بَدْرِ
وَاَلْحَرْبُ بَعْدَ اَلْحَرْبِ ذَاتُ سُعْرِ [1]
مَا كَانَ عَنْ عُتْبَةَ لِي مِنْ صَبْرِ [2]
وَلَا أَخِي وَعَمِّهِ وَبَكْرِي
شَفَيْتُ نَفْسِي، وَقَضَيْتُ نَذْرِي
شَفَيْتَ وَحْشِيُّ غَلِيلَ صَدْرِي [3]
فَشُكْرُ [وَحْشِيٍّ] عَلَيَّ عُمْرِي
حَتَّى تَرِمَّ أَعْظُمِي فِي قَبْرِي

شَفَيْتُ مِنْ حَمْزَةَ نَفْسِي بِأُحُد
حِينَ [4] بَقَرْتُ [5] بَطْنَهُ عَنِ اَلْكَبِدْ
أَذْهَبَ عَنِّي ذَاكَ [6] مَا كُنْتُ أَجِد
مِنْ لَذْعَةِ اَلْحُزْنِ [7] اَلشَّدِيدِ اَلْمُعْتَمِدِ
وَاَلْحَرْبُ تَعْلُوكُمْ بِشُؤْبُوبٍ بَرِدٍ [8]
تُقْدِمُ [9] إِقْدَامًا عَلَيْكُمْ كَالْأَسَدِ

آج جنگ احد میں ہم نے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔ پہلی لڑائی کے بعد دوسری لڑائی ہمیشہ سخت

اور شعلہ بار ہوتی ہے○ میں عتبہ کے غم کو برداشت نہیں کر سکی تھی۔ نہ ہی میرا بھائی اسے برداشت کر سکا نہ عتبہ کا چچا اسے برداشت کر سکا نہ خاندان کے دوسرے افراد○ میں ساری عمر وحشی کی شکر گزار ہوں گی جب تک میری ہڈیاں قبر میں گل نہیں جاتیں میں اس کے احسان کو یاد کروں گی۔

صفوان اور ابو عزہ کی گفتگو

مکہ سے روانگی کے وقت ابوعزہ شاعر مکہ میں ہی رہ گیا تھا۔ صفوان بن امیہ ابوعزہ شاعر کے پاس گیا اور اس سے کہا تو بھی ہمارے ساتھ چل تاکہ تیری چرب زبانی اور ولولہ انگیز شعروں سے لشکر والوں کے جذبات برانگیختہ ہوں۔ یہ ابوعزہ وہ شخص تھا جو جنگ بدر میں اسیر ہوگیا تھا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان کرتے ہوئے اس کو آزاد کر دیا لیکن اس سے وعدہ و وعید بھی کیے تھے۔ یہ تذکرہ بدر کے قیدیوں کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ ابوعزہ نے کہا ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ پر احسان کر کے آزادی دی تھی اور مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں آئندہ کفار کے ساتھ جنگ میں حصہ نہ لوں گا۔ اب میرے لیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں تمہارا ساتھ دوں؟

صفوان نے ابوعزہ سے کہا اگر تو ہمارا ساتھ دے تو میں تجھ کو اتنی دولت دوں گا کہ تو مستغنی ہو جائے گا اور فقر کا منہ نہ دیکھے گا اور اگر تو اس جنگ میں قتل ہوگیا تو تیری اولاد کو اپنی اولاد کی طرح سمجھوں گا، اس طرح اس کو لالچ دے کر اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ ابوعزہ راستہ میں لشکر قریش کو رجزیہ اشعار سنا کر ان کے جذبات کو برانگیختہ کرتا رہا۔

وحشی قاتل کا واقعہ

جبیر بن مطعم کا شمار شرفاء قریش میں ہوتا تھا۔ اس کا چچا طعیمہ جنگ بدر میں قتل ہوا تھا۔ اس کا ایک حبشی غلام وحشی تھا۔ نیزہ زنی حبشیوں کا طرہ امتیاز تھا۔ یہ وحشی بھی اپنے فن میں ماہر تھا۔ اس کا نشانہ خطا نہ کرتا تھا۔ لشکر کی روانگی کے وقت جبیر نے وحشی کو بلا کر کہا اگر تو میرے چچا طعیمہ کے بدلہ میں جناب حمزہ کو قتل کر دے تو میں تجھ کو اپنی رقم سے آزادی دلا دوں گا اور مال و اسباب بھی تیری ضروریات کے مطابق دوں گا۔ چنانچہ وحشی اس کی باتوں سے مطمئن ہو کر جنگ میں شریک ہونے کے لیے لشکر کے ساتھ روانہ ہونے کے لیے نیزہ لے کر ساتھ ہوگیا۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ کا باپ عتبہ بھی جنگ بدر میں مارا گیا تھا، اس لیے راستہ میں اس کو جب بھی موقع ملتا وہ وحشی کو بھڑکاتی اور اس سے کہتی اگر تو محمد (صلی اللہ

علیہ وسلم) کے چچا جناب حمزہ کو قتل کر دے تو ہم سب تیرے ممنون احسان ہوں گے اور جتنا مال تو طلب کرے گا' دیں گے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

جب قریش کا لشکر مدینہ کے قریب پہنچا اور نبی علیہ السلام کو ان کی آمد کی اطلاع ملی۔ اسی رات کو نبی علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا کہ چند سفید گایوں نے مسلمانوں کو جان سے مارا ہے اور اپنی تلوار میں چند نشانات بھی دیکھے اور خود کو اس حال میں دیکھا کہ ہاتھوں سے زرہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑا ہوا ہے۔ جب نبی علیہ السلام کو قریش کے لشکر کی آمد اور مدینہ کے قریب قیام کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ کو جمع کر کے فرمایا' میں نے رات خواب میں دیکھا ہے انشاء اللہ انجام بخیر ہوگا۔ صحابہ نے معلوم کیا کہ آپ نے خواب میں کیا دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ چند موٹی سفید گائیں مسلمانوں کو مار رہی ہیں اور میری تلوار میں بھی چند نشانات پڑے ہیں اور میں نے اپنی زرہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑا ہوا ہے۔

اب اس خواب کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ میرے سربر آوردہ صحابہ میں سے کچھ لوگ شہید ہوں گے اور میری تلوار کے نشانات اس بات کے غماز ہیں کہ میرے اہل بیت میں کسی سربر آوردہ شخصیت بھی جام شہادت نوش کرے گی اور زرہ میں مضبوطی کے ساتھ ہاتھ کا ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ مدینہ کا وہ حصار ہے جس کو ہم نے اختیار کیا ہے۔

جنگی مجلس مشاورت

اب اس جنگ کے سلسلہ میں میری رائے یہ ہے کہ ہم مدینہ سے باہر نہ جائیں تاکہ قریش کا لشکر مدینہ سے باہر ہی رہے۔ اگر وہ مدینہ میں گھس آئیں تو ہم ان سے لڑائی کریں ورنہ وہ مدینہ سے باہر پڑے پڑے وہ سب کچھ جو ان کے پاس ہے کھا لیں گے اور جب غذائی سامان اور پانی ختم ہو جائے گا تو مجبوراً واپس چلے جائیں گے۔ اس موقعہ پر بعض صحابہ نے کہا آپ کی رائے صائب ہے۔ مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ جب کبھی بھی مدینہ پر حملہ ہوا ہے' اور مدینہ والوں نے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا ہے تو فریق مخالف کو فتح ہوئی ہے اور اگر مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا ہے تو مدینہ والے فاتح رہے ہیں۔

لیکن ان صحابہ نے جو جنگ بدر میں شریک نہ تھے اور شہادت ان کے لیے مقدر ہو چکی تھی' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مصلحت اسی میں ہے کہ ہم باہر نکل کر مقابلہ کریں تاکہ کفار کو ہماری کمزوری کا خیال نہ ہو یا وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم ان سے ڈر گئے ہیں' اس لیے مدینہ سے باہر نہیں آئے۔ اس مجلس

مشاورت کے بعد جب بھی صحابہ خدمت نبوی میں حاضر ہوتے تو آپ سے عرض کرتے یا رسول اللہ جنگ کی تیاری کریں اور مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کریں۔ اس طرح نبی علیہ السلام کو اندازہ ہوا کہ اکثریت کی رائے مدینہ سے باہر جنگ لڑنے کی ہے۔ اس اندازہ کے بعد نبی علیہ السلام اکثریت کی رائے کا احترام کرتے ہوئے مکان میں تشریف لائے' ہتھیار لگائے' زرہ پہنی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے مکان سے باہر تشریف لائے۔

جنگ کی تیاری اور صحابہ کا ردعمل

جب صحابہ نے یہ دیکھا کہ نبی علیہ السلام مکان سے مسلح ہو کر تشریف لے آئے ہیں تو یہ بہت نادم ہوئے۔ کہنے لگے ہمارے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام کے لیے مجبور کریں جو ان کی مرضی کے مطابق نہ ہو کیونکہ آپ کافروں سے جنگ کے لیے مدینہ سے باہر روانگی کے حق میں نہ تھے۔ یہ سب لوگ اسی وقت خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ہمارے لیے آپ کی رائے کی مخالفت اور زبردستی اپنی بات منوانے کی کوشش کسی طرح مناسب نہیں' اگر آپ مناسب خیال فرماتے ہیں تو یہیں مدینہ میں رہ کر ان کا مقابلہ کریں اور جنگ کے لیے مدینہ سے باہر نہ جائیں اور اس وقت تک انتظار فرمائیں جب تک کہ کافر مدینہ آ کر جنگ نہ کریں اور یہیں ہم ان کا مقابلہ کریں۔ ان کی یہ باتیں سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا' کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ ہتھیار پہن کر بغیر جنگ کیے انہیں اتار دے۔

اسلامی لشکر کی مدینہ سے روانگی

صحابہ نے جب دیکھا کہ نبی علیہ السلام نے جنگ کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو صحابہ نے بھی ہتھیار باندھے اور مدینہ سے باہر نکلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ یہ لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا جس میں سوار بھی تھے اور پیادے بھی۔ نبی علیہ السلام نے مدینہ میں نیابت کے لیے ابن ام مکتوم کو منتخب فرمایا۔

منافقوں کی ایک سازش

ابھی یہ لشکر تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول نے اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا اور ایک تہائی لشکر کو' جو تمام کا تمام منافقوں پر مشتمل تھا' لے کر مدینہ واپس آ گیا۔

راستہ میں نبی علیہ السلام نے فرمایا' ہمیں ایسے شخص کی ضرورت ہے جو ہمیں ایسے راستہ سے لے چلے کو کفار کے لشکر کے قریب نہ ہو۔ ایک انصاری صحابی نے اپنی خدمات پیش کیں اور ان کی قیادت میں

سارا لشکر روانہ ہوگیا۔ راستہ میں ایک نابینا یہودی کے باغ سے اسلامی لشکر گزرا۔ یہ اندھا اللہ اور اس کے رسول کا بدترین دشمن تھا۔ اس کو جب یہ معلوم ہوا کہ میرے باغ سے اسلامی لشکر گزر رہا ہے تو اس نے اٹھ کر مسلمانوں پر خاک اڑانی شروع کی اور چلانے لگا' اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) اگر آپ یہ درست کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ میری اجازت کے بغیر میرے باغ سے کیوں گزر رہے ہیں' میں آپ سے قصاص لوں گا۔ اس کی بکواس سن کر صحابہ آگے بڑھے تاکہ اس کی گستاخی کی پاداش میں اس کو قتل کریں لیکن نبی علیہ السلام نے فرمایا'

"اس اندھے کو قتل نہ کرو کیونکہ یہ آنکھوں کا ہی اندھا نہیں بلکہ دل کا بھی اندھا ہے"۔

اس طرح اسلامی لشکر وہاں سے گزر کر "مقام احد" میں آیا اور یہاں فروکش ہوا۔ یہاں آکر نبی علیہ السلام نے فرمایا خبردار کوئی مسلمان اس وقت تک جنگ کے لیے نہ جائے جب تک کہ میں حکم نہ دوں۔

درہ پر مجاہدین کا تقرر

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس مجاہدین کے دستہ کو جناب عبداللہ بن جبیر کی سرکردگی میں اسلامی لشکر کے عقب میں ایک درہ پر متعین فرمایا اور انہیں ہدایات دیں کہ یہ دستہ یہاں ٹھہرے اور کفار کے لشکر پر نظر رکھے تاکہ وہ دھوکہ سے ادھر سے آکر اسلامی لشکر پر حملہ نہ کر سکیں البتہ انہیں یہ ہدایات نہیں دیں کہ وہ کسی حال میں بھی اس جگہ کو نہ چھوڑیں۔ انہیں صرف یہی فرمایا تھا کہ اس درہ پر نگاہ رکھیں اور یہاں سے نہ جائیں۔

اس کے بعد آپ نے اسلامی لشکر کے افراد سے فرمایا کہ کفار قریش کے لشکر کے ساتھ خیمہ لگائیں۔
اس غزوہ میں عبداللہ بن ابی کے ساتھیوں کے جانے کے بعد مسلمان مجاہدین کی تعداد سات سو تھی' جن میں سوار بھی پیادے بھی تھے۔

کفار قریش کے لشکر کی تعداد

جنگ احد میں کفار قریش کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی جن میں دو سو سوار اور بقیہ پیادے تھے۔ ان سواروں کے گھوڑے چتکبرے تھے۔ کافروں کے لشکر کے دائیں بازو کی قیادت خالد بن ولید کر رہے تھے جبکہ بائیں بازو کے قائد عکرمہ بن ابوجہل تھے۔ اس وقت تک یہ دونوں حضرات مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ جن خواتین کو یہ کافر اپنے ساتھ لائے تھے' وہ سب بھی زرہ پوش اور ہتھیار بند تھیں اور

اپنے مردوں کے ساتھ میدان جنگ میں آئی تھیں۔ ان کے ساتھ ابوسفیان کی بیوی اور عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہندہ بھی تھی۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جنگ احد کے دن ضرورتاً" دو زرہیں پہنی تھیں' اس دن آپ نے اسلامی لشکر کا پرچم جناب مصعب بن زبیر کو عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ لشکر اسلامی کی پیدل نفری جو پیچھے رہ گئی تھی' اس کے بارے میں حکم دیا تھا کہ جب کفار کا لشکر حملہ آور ہو تو یہ لوگ کافروں پر تیروں سے حملہ کریں۔

نبوی تلوار اور جناب ابو دجانہ (رضی اللہ عنہ)

جب دونوں جانب کے لشکر صف بستہ ہوئے اور دونوں طرف سے مبارزوں کے مقابلہ کا وقت آیا۔ اس وقت نبی علیہ السلام نے اپنی تلوار نیام سے نکال کر فرمایا کون ہے جو یہ تلوار مجھ سے لے کر کافروں سے اس کا حق وصول کرے' جو اس کی شان کے لائق ہو؟ یہ سن کر بہت سے صحابہ اٹھ کھڑے ہوئے اور سب نے اپنی خدمات پیش کیں اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ خدمت ہمارے سپرد فرمائیں' ہم اس کا حق ادا کریں گے لیکن آپ نے کسی کے سپرد یہ خدمت نہ کی لیکن انصار میں سے ایک شخص جو بہادر ترین بھی تھے اور جنگی چالوں کے ماہر بھی' انہوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔ ان کا نام سیماک بن فرشہ تھا اور یہ ابودجانہ کی کنیت سے مشہور تھے' عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ اس تلوار کا حق کس طرح ادا کیا جائے گا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس کا حق اس طرح ادا ہوگا کہ اس کو ہاتھ میں لو اور کافروں پر حملہ آور ہو' یہاں تک کہ یہ دو ٹکڑے ہو جائے۔

ابودجانہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کا حق ادا کروں گا چنانچہ نبی علیہ السلام نے تلوار ابودجانہ کو عطا فرما دی۔ ابودجانہ کا معمول یہ تھا کہ جب محاذ جنگ پر جاتے تو سرخ عمامہ باندھتے۔ اس سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ اب یہ عازم میدان جنگ ہیں' چنانچہ تلوار نبوی لا کر انہوں نے عمامہ طلب کیا اور اس کو سر پر باندھ کر صفوں کے درمیان سے گرجتے شیر کی طرح نکلے۔ اس وقت جناب ابودجانہ انتہائی پرزور الفاظ میں تبختر کا اظہار کر رہے تھے اور صف اعداء سے مبارز طلب فرما رہے تھے۔ اس موقعہ پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تبختر و تعلی کو ایسے مقامات کے علاوہ ناپسند فرماتا ہے"۔

ابو عامر راہب کا واقعہ

ابو عامر راہب جس کا قصہ ماسبق میں بیان ہوچکا ہے' یہ نبی علیہ السلام کی دشمنی میں اپنے ساتھ پچاس افراد کو لے کر مکہ گیا تھا۔ ہجرت نبوی سے پہلے قبیلہ اوس سے تعلق رکھنے والے انصار مدینہ کا رویہ

بہت اچھا تھا اور ہر معاملہ میں یہ مطیع و منقاد تھے لیکن بعد میں ان کے رویہ میں تبدیلی آنی شروع ہوئی اور خصوصیت کے ساتھ جب سے ابو عامر پچاس افراد کے ساتھ قریش مکہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور انہیں اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ چنانچہ اس نے مکہ آکر کفار قریش سے کہا تم دلجمعی کے ساتھ لشکر اکٹھا کرو تاکہ ہم اس لشکر کے ساتھ مدینہ جائیں اور یاد رکھو مدینہ کے لوگ جب مجھے دیکھیں گے تو وہ میرے گرد پروانہ وار جمع ہو جائیں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ نہ دیں گے۔ اور جب مدینہ والے ان کا ساتھ نہ دیں گے تو مہاجروں کی ایک چھوٹی سی جماعت ان کے ساتھ رہ جائے گی۔ اس طرح یہ مسلمان ہمارے لیے ایک لقمہ تر ثابت ہوں گے۔ یہ ابو عامر اس قسم کی گفتگو سے ان کفار قریش کے جذبات کو بھڑکاتا رہا یہاں تک کہ کافر ایک لشکر ترتیب دے کر مسلمانوں سے مقابل ہونے کے لیے نکلے۔ ابو عامر اور اس کے پچاس ساتھی ان کے ساتھ تھے۔ جب یہ لشکر کفار میدان احد میں صف بستہ ہوا تو ابو عامر نے اپنے قول کی صداقت کو ثابت کرنا چاہا اور اس کا گمان یہ تھا کہ دیرینہ تعلقات کی وجہ سے لوگ اس کا لحاظ کریں گے اور اس کی شکل دیکھتے ہی اس کی معاونت پر کمربستہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ کافروں کی طرف سے سب سے پہلے ابو عامر اور اس کے ساتھی میدان جنگ میں مقابلہ کے لیے نکلے اور انصار مدینہ کو اپنی ہمنوائی کے لیے بلایا لیکن اس کی بات کے جواب میں انصار مدینہ نے اس کو برا بھلا کہا اور اس سے کہا تو خاموشی سے کفار مکہ کی مدد سے کنارہ کش ہو جا ورنہ ہم تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ یہ سن کر ابو عامر بہت شرمندہ ہوا' اب اس کو مجبوراً میدان جنگ میں مقابلہ کے لیے تیار ہونا پڑا اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ انصار کا مقابلہ کرنے لگا۔ ابتداء میں تیروں سے مقابلہ ہوا۔ جب فریقین کے پاس تیر ختم ہوگئے تو تلواریں نکل آئیں۔ جب تلواروں سے مقابلہ کرتے کرتے تھک گئے تو اپنے لشکروں میں واپس ہوگئے۔

میدان جنگ میں ابو سفیان کی علمبردار لشکر کو نصیحت

کفار کے لشکر صف بندی کے بعد ابو سفیان نے اپنے لشکر کے پرچم برداروں سے کہا' یاد رکھو یہ پرچم جنگوں کی فتح و شکست میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ پرچم کا بلند ہونا فتح و ظفر کا غماز ہوتا ہے۔ جب تک پرچم بلند ہے' لشکریوں کے حوصلے بلند رہتے ہیں اور جب پرچم سرنگوں ہوتا ہے تو شکست کا منہ دیکھنا پڑ جاتا

ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان نے ماضی کے حوالہ سے سرزنش کرتے ہوئے کہا' بدر کے معرکہ میں تم نے پرچم کی عظمت کو برقرار نہ رکھا' قریش کو زبردست سانحے کا سامنا کرنا پڑا اور تم لوگوں کو میدان جنگ سے بھاگنا پڑا' قتل بھی ہوئے اور اسیر بھی۔ پرچم کی حیثیت بہت نزاکت کی حامل ہے۔

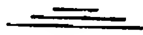
اس مرتبہ تمہیں اس کے تقدس کو ہر حال میں برقرار رکھنا ہے' اس کے تقدس کے لیے جان کی بازی لگانی ہے۔ اگر جنگ میں ہمیں فتح حاصل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ہم تمہارے ساتھ کیسا فیاضانہ رویہ اختیار کریں گے۔ ابوسفیان سے کہا سردار! آپ اطمینان رکھیں اور دیکھیں گے کہ جب تک جاں میں جان ہے' ہم اس کے تقدس کو برقرار رکھیں گے۔ اس پند و نصیحت کے بعد ابوسفیان نے پورے لشکر کا گشت کیا اور لوگوں کو سمجھاتا اور نصیحتیں کرتا رہا۔ ادھر ابوسفیان لشکر والوں کے حوصلے بڑھا رہا تھا ادھر اس کی بیوی ہندہ زرہ پہنے لشکر میں گھومتی پھر رہی تھی اور لوگوں کے حوصلے بلند کر رہی تھی۔ اس وقت جو رجزیہ اشعار ہندہ کی زبان پر تھے' ان کو مصنف نے نقل کیا ہے۔

بیت

إنْ تُقْبِلوا نُعانِق   وَ نَفرُشُ ٱلنَّمارِق[1]

أوْ تُدْبِرُوا نُفارِق   فِراقَ غَيْرِ وامِقِ[2]

اگر آج آگے بڑھ کر مقابلہ کرو گے تو ہم تمہیں اپنے سینے سے لگا لیں گی اور تمہارے لیے نرم بستروں اور سرہانوں کا بندوبست کریں گی اگر تم میدان جنگ سے پیٹھ دکھا کر بھاگو گے تو ہم تمہیں اپنے پاس کبھی نہ آنے دیں گی اور اس طرح چھوڑ دیں گی جس طرح محنت نہ کرنے والے نکموں کو چھوڑ دیا جاتا ہے○



دامن کوہ میں نبی علیہ السلام کا قیام اور کافروں کی واپسی

جب نبی علیہ السلام نے دامن کوہ میں مناسب جگہ قیام فرمایا' اس وقت پیاس کی وجہ سے پانی طلب فرمایا۔ حضرت علی گئے اور اپنے ایک برتن میں پانی لائے لیکن نبی علیہ السلام نے اس پانی کو پینے میں کراہت محسوس کی اور یہ فرمایا کہ اس پانی کو میرے سر پر ڈالو چنانچہ سر مبارک پر پانی ڈالا گیا اور وہ چہرہ مبارک پر آیا تو آپ چہرہ مبارک کو دھوتے جاتے اور زبان مبارک سے یہ کلمات ادا فرما رہے تھے۔

"ان پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کیا ہے"۔

نبی علیہ السلام کے چہرہ مبارک کو زخمی کرنے والا شخص عقبہ تھا۔ یہ جناب سعد بن ابی وقاص کا بھائی تھا۔ جناب سعد فرماتے تھے کہ میری زبردست خواہش تھی کہ میں اپنے بھائی کو اس کی اس حرکت کی وجہ سے قتل کروں۔ جب نبی علیہ السلام مذکورہ بالا کلمات (بددعا) فرماتے تو مجھے یہ یقین ہوگیا کہ میرا بھائی بدترین خلق ہے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے نبی مکرم سے دشمنی رکھتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کے رسول ناراض ہوں' وہ بدترین مخلوق ہوتا ہے۔

حضور دامن کوہ پر

جب نبی علیہ السلام پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے گئے اور وہاں ایک سائبان جیسی جگہ پر رونق افروز ہوئے تو کافروں نے آپ کو وہاں دیکھ لیا۔ اب ان کافروں کی کوشش یہ تھی کہ وہ وہاں پہنچ کر آپ کو نقصان پہنچائیں۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے دست دعا اٹھائے اور بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی۔

"خداوندا! ان کافروں کو یہ صلاحیت عطا نہ فرما کہ یہ پہاڑ پر چڑھ سکیں"۔

اس موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ جا کر ان بڑھتے ہوئے کافروں کا مقابلہ کیا اور انہیں اتنی دور دھکیل دیا کہ وہ دوبارہ اوپر آنے کی جرات نہ کر سکیں۔

جناب طلحہ کی خدمت گزاری

نبی علیہ السلام جب پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے جا رہے تھے' راستہ میں ایک پتھر حائل تھا اور آپ کو اس بڑے پتھر پر چڑھنا مشکل محسوس ہوا کیونکہ زخموں سے اتنا خون بہا تھا جس کی وجہ سے جسمانی نقاہت کافی ہوگئی تھی اور دو زرہیں بھی پہنی تھیں' اس وقت طلحہ آگے بڑھے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں جھکتا ہوں' آپ میری کمر پر قدم ناز رکھیں اور پتھر پر چڑھ جائیں۔ چنانچہ آپ نے جناب طلحہ کی کمر پر پیر رکھے اور پتھر پر چڑھ گئے اور جناب طلحہ کے حق میں دعاگو ہوئے اور یہ کلمات فرمائے

"طلحہ نے اللہ کے رسول کی خدمت کر کے اپنے لیے جنت کو واجب کر لیا"۔

کہا جاتا ہے کہ اس دن نبی علیہ السلام کو زخموں سے خون بہہ جانے کی وجہ سے ایسی کمزوری لاحق ہوئی کہ دو نمازیں بھی بیٹھ کر ادا فرمائیںؐ اور صحابہ نے بھی اس طرح آپ کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں۔

صرف جہاد جنت کی ضمانت بن گیا

مدینہ کے ایک رہنے والے اصیرم بن عبدالاشہل' جو جنگ احد تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے اور اسلام دشمنی میں شہرت رکھتے تھے' جب جنگ احد کے لیے لشکر اسلام روانہ ہو رہا تھا' اس وقت انہوں نے مدینہ میں یہ اعلان سنا کہ اسلامی لشکر کافروں سے مقابلہ کے لیے روانہ ہو رہا ہے تو اس وقت انہوں نے ہتھیار سنبھالے اور اسلامی لشکرگاہ میں آ کر مسلمانوں کے ساتھ میدان جنگ میں آ گئے اور داد شجاعت دی اور شدید زخمی ہوئے۔ جب جنگ ختم ہوئی اور مسلمان اپنے شہیدوں کی لاشوں کو مدینہ لے جانے لگے تو ان میں جناب اصیرم بھی تھے لیکن ان میں ابھی سانس کی رمق باقی تھی اور زبان سے کچھ کہہ رہے ہیں۔

مسلمانوں نے ان سے معلوم کیا کہ اصیرم تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا۔ تمہاری اسلامی دشمنی تو مشہور تھی' تم مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع فروگزاشت نہ کرتے تھے' تم میدان جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ کس طرح آئے' کیا قومی جذبہ (مدینہ کا ساکن ہونے کی وجہ سے) تمہیں یہاں کھینچ لایا؟

جناب "اصریم" نے کہا' خدا کی قسم ایسی بات نہیں بلکہ جب میں نے منادی سے لشکر اسلام کی روانگی کی خبر سنی تو میرے دل میں اسلام کا جذبہ ابھر آیا۔ میں نے اللہ کی وحدانیت اور نبی علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا اقرار کیا' ہتھیار اٹھائے اور میدان جنگ میں آ گیا اور جنگ کرتا رہا' یہاں تک کہ کافروں سے لڑتا ہوا زمین پر آ گیا۔ یہ الفاظ ابھی زبان پر تھے کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

جب صحابہ نے یہ واقعہ نبی علیہ السلام سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا "یہ جنتیوں میں سے ہے"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ احباب کی نشست میں یہ فرماتے تھے' بتلاؤ ایسا کون مسلمان ہے جس نے ایک بھی نماز نہیں پڑھی اور اس کو جنت کی بشارت مل گئی۔ لوگ کہتے کہ ہمیں کیا معلوم' آپ بتائیں' تو آپ اصیرم بن عبدالاشہل کا نام لے کر سارا واقعہ سنایا کرتے تھے۔

ہندہ نے سید الشہداء کا جگر چبالیا

جنگ احد کے اختتام پر ابوسفیان کی بیوی ہندہ کافر عورتوں کے ساتھ مسلمان شہداء کی لاشوں کے درمیان گھوم رہی تھی جو مسلمان مقتولین کا مثلہ کر رہی تھیں، کسی کی گردن اور ہاتھ باند ھتیں، کسی کے ساتھ اور کوئی ایسی ہی قبیح حرکت کرتیں۔ جب حمزہ کی لاش پر آئیں تو ان کا نہ صرف مثلہ کیا بلکہ ہندہ نے آگے بڑھ کر جناب حمزہ کا پیٹ چاک کر کے ان کا جگر نکالا اور ایک ٹکڑا منہ میں ڈال کر اس کو چبایا لیکن اس کو نگل نہ سکی اور اس کو تھوک دیا۔ جنگ احد کے دن ہندہ کے جسم پر جو زیور تھا، اس کو اتار کر وحشی کو دے دیا اور اس موقع پر اپنی تسلی اور جذبات کے اظہار اور مسلمانوں کے جوش انتقام میں یہ اشعار پڑھے۔

ابوسفیان کا نعرہ

معرکہ احد سے واپسی کے موقع پر ابوسفیان نے ٹیلے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے اپنے بڑے معبود "ہبل" کی برتری کا نعرہ لگایا اور کہا آج ہم نے بدر کی شکست کا بدلہ لے لیا ہے اور آج دین اسلام پر "ہبل" کی برتری ظاہر ہوگئی ہے۔ آج "ہبل" کو عزت و رفعت حاصل ہوگئی ہے اور میری قوم سرخرو ہوگئی ہے۔ ابوسفیان کی بکواس کا جواب دینے کے لیے نبی علیہ السلام نے حضرت عمر کو حکم دیا اور یہ الفاظ تعلیم فرمائے۔

حضرت عمر کا جوابی نعرہ

"ہمارا معبود حقیقی اللہ رب العالمین اعلیٰ و اجل ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہمارے مقتولین جنتی اور تمہارے مقتول دوزخی ہیں"۔

جناب عمر کی زبان سے یہ کلمات سن کر ابوسفیان نے کہا اے عمر قریب یا سامنے آؤ، میں تم سے کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے حضرت عمر سے فرمایا، جاؤ اور اس سے بات کرو چنانچہ جب حضرت عمر ابوسفیان کے سامنے ہوئے تو ابوسفیان نے کہا عمر! تمہیں اس خدا کی قسم بتلاؤ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حیات ہیں، حضرت عمر نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کی قسم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور اس وقت تیری آواز بھی سن رہے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا مجھ سے "ابن قمئہ" نے کہا ہے کہ میں نے (یعنی ابن قمئہ نے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا ہے لیکن میں تمہیں صادق القول سمجھتا ہوں، اس لیے تمہاری بات کا یقین کر رہا ہوں۔ یہ

کہہ کر جب ابوسفیان چلنے لگا تو اس وقت اس نے کہا کہ آئندہ سال کے لیے پھر جنگ کا چیلنج دے رہا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا جواب دے دو کہ ایسا ہی ہوگا یعنی تمہارا چیلنج منظور ہے۔ اس گفتگو کے بعد کافروں کا لشکر واپس چلا گیا۔

ان کافروں کے جانے کے بعد حضرت علی سے نبی علیہ السلام نے فرمایا' اٹھو اور جا کر دیکھو کہ اب یہ کافر کیا کر رہے ہیں۔ اگر کافر خالی بیٹھے ہیں اور اپنے اونٹوں کو محافظوں کے سپرد کر دیا ہے تو ممکن ہے کہ انہوں نے کوئی سازش کی ہو یا اس کا ارادہ کر رہے ہوں یا وہ مدینہ کی جانب جانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

اگر انہوں نے اپنا سامان اونٹوں پر بار کر دیا ہے اور ان پر سوار ہونے کے لیے تیاریوں میں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ مکہ واپس جا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت علی نے جا کر کافروں کے لشکر کا جائزہ لیا اور آکر ساری کیفیت نبی علیہ السلام سے عرض کی اور بتایا یہ لوگ واپس ہوگئے ہیں۔

شہداء کی تدفین اور سعد بن ربیع کی تلاش

جب کافروں کا لشکر واپس ہوگیا اور مسلمانوں نے اپنے شہداء کی تدفین کا ارادہ کیا' اس موقع پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ سعد بن ربیع کو تلاش کیا جائے اور دیکھا جائے کہ وہ زندہ ہیں یا شہید ہوگئے ہیں۔

اسلامی معاشرہ میں سعد بن ربیع کا مقام

سعد بن ربیع رؤسا انصار میں سے تھے اور اہل عقبہ کے نقباء میں شمار ہوتے تھے۔ بدری صحابہ میں شمار ہوتے تھے اور شہداء احد میں بھی شامل تھے۔ اس موقع پر ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ میں جا کر انہیں تلاش کرتا ہوں۔

چنانچہ جب اس نے انہیں تلاش کرنا شروع کیا تو انتہائی زخمی حالت میں پایا۔ ابھی ایک رمق سانس باقی تھا۔ اس انصاری نے ان سے کہا مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تلاش کے لیے بھیجا ہے' وہ یہ معلوم فرمانا چاہتے تھے کہ آپ ابھی زندہ ہیں یا زمرہ شہداء میں شامل ہوگئے۔ یہ کلمات سن کر جناب سعد نے فرمایا تم جا کر نبی علیہ السلام سے میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بہتر جزا عطا فرمائے جو اس نے انبیاء سابقین کو عطا فرمائی۔

اپنی قوم کو جناب سعد کی وصیت

اس کے بعد کہا میری قوم کے لوگوں کو میرا سلام پہنچا کر کہنا کہ سعد نے کہا ہے ہرگز ہرگز نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی مدد سے محروم نہ رہنا۔ جان و مال سے آپ کی مدد کرتے رہنا' چاہے تم سب کی جان ہی

کیوں نہ چلی جائے اور اگر ایک بھی بچ جائے تو وہ جان سپاری میں کوتاہی نہ کرے اور اگر تم میری وصیت پر عمل نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی نہ ہو۔ یہ وصیت کرنے کے بعد انہوں نے اپنی جاں جان آفریں کے سپرد کی۔ اس شخص نے آکر سارا واقعہ نبی علیہ السلام سے عرض کیا تو آپ نے ان کی تعریف کی اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ جناب سعد بن ربیع کی چند لڑکیاں تھیں' ان میں چھوٹی لڑکی کو جناب صدیق اکبر کاندھے پر بٹھائے پیار کے کلمات فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا اے ابوبکر یہ کس کی بیٹی ہے جس سے آپ اتنی شفقت فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ایسے شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بہتر تھا۔ اس شخص نے معلوم کیا' وہ کون تھے؟ آپ نے فرمایا وہ شخصیت جناب سعد بن ربیع کی تھی جو نقباء عقبہ اصحاب بدر اور شہداء احد میں سے تھے۔

جناب حمزہ کے بارے میں ارشاد نبوی

شہداء کی لاشوں میں سے جناب حمزہ کی لاش نبی علیہ السلام نے اپنے سامنے منگوائی۔ جب آپ نے جناب حمزہ کی لاش کو دیکھا کہ آپ کے ناک اور کان کٹے ہوئے' پیٹ چاک کیا ہوا اور جگر نکلا ہوا تھا' اس وقت آپ نے فرمایا

"اگر مجھے سیدہ صفیہ (ہمشیرہ جناب حمزہ) کی اذیت کا خیال نہ ہوتا اور مستقبل میں اس طریق کار کے اعادہ کا خیال نہ ہوتا تو میں جناب کی لاش کو اس حالت میں چھوڑ دیتا اور دفن نہ کرتا تاکہ کل قیامت کے دن وہ درندوں اور پرندوں کے جسم سے دوبارہ زندہ ہوتے۔ بعد میں آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے قریش پر فتح عطا فرمائی تو تیس افراد کا اسی طرح مثلہ کروں گا اور جناب حمزہ کی لاش کی طرف منہ کر کے فرمایا مجھے اس سے پہلے کبھی اتنی اذیت نہیں ہوئی اور نہ ایسی غیرت آئی جو منظر اس وقت ہے اور یہ سب آپ کی حالت دیکھ کر ہے"۔

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ وحی الٰہی آئی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ابھی جبریل میرے پاس وحی لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہفت آسمان میں جناب حمزہ کا نام "اسد اللہ" اور "اسد الرسول اللہ" کے القاب کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

مثلہ کی ممانعت کے احکام

جیسا کہ ماقبل سطور میں گزرا کہ جناب حمزہ کی لاش کی بے حرمتی دیکھ کر شدت جذبات میں نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ اگر مجھے قریش پر غلبہ حاصل ہوا تو میں تیس افراد کا مثلہ کروں گا۔ اس موقعہ پر

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے تزکیہ و تسلیہ کے لیے یہ آیت نازل فرمائی ہے

"اگر تم ان کافروں سے بدلہ لینا چاہتے ہو تو ان کے ظلم کے مطابق بدلہ لو اور اگر ان کے مظالم پر صبر کرو تو اللہ تعالیٰ صبر کی بہترین جزا دینے والا ہے اور اب آپ صبر کریں جس کی جزا اللہ عطا فرمائے گا"۔ (آخر آیت تک)

ان آیات کے نزول کے بعد نبی علیہ السلام نے حضرت حمزہ کی شہادت پر صبر کیا اور مثلہ کرنے سے منع فرما دیا۔ اس کے بعد ہر موقعہ پر نبی علیہ السلام صحابہ کو صدقہ دینے (ایصال ثواب کرنے) اور مثلہ نہ کرنے کا حکم فرماتے۔

سید الشہداء کی تکفین اور نماز جنازہ

ان مراحل سے گزرنے کے بعد نبی علیہ السلام نے جناب حمزہ کو برد یمانی (یمن کی بنی ہوئی چادر) میں کفن دلوایا اور جنازہ سامنے رکھ کر نماز جنازہ پڑھائی اور اس نماز میں سات تکبیریں کہیں۔ جناب حمزہ کی نماز جنازہ کے بعد ایک ایک جنازہ لایا جاتا اور اس کو جناب حمزہ کے برابر رکھ دیا جاتا اور اس پر نبی علیہ السلام نماز جنازہ ادا فرماتے۔ اس طرح بہتر بار نماز جنازہ ادا فرمائی اور ہر بار جناب حمزہ کا جسد مبارک بھی سامنے ہوتا تھا۔

جنازہ گاہ میں سیدہ صفیہ کی آمد

جب جناب حمزہ کی نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو اس وقت ان کی بہن جناب زبیر کی والدہ سیدہ صفیہ وہاں آگئیں۔ انہیں دیکھ کر نبی علیہ السلام نے فرمایا' زبیر اپنی والدہ کو روکو اور انہیں یہاں نہ آنے دو۔ اگر وہ اپنے بھائی کو اس حال میں دیکھیں گی تو ضبط نہ کر سکیں گی چنانچہ جناب زبیر نے بڑھ کر سیدہ صفیہ سے کہا آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا' تمہارے پاس۔ جناب زبیر نے کہا نبی علیہ السلام کا حکم یہ ہے کہ آپ یہاں سے واپس چلی جائیں۔ کہنے لگیں کیوں؟ جناب زبیر نے فرمایا کہ جناب حمزہ کی لاش کی کافروں نے بے حرمتی کی ہے' مثلہ کیا ہے اور پیٹ چاک کر دیا ہے' اگر آپ انہیں اس حالت میں دیکھیں گی تو ضبط نہ کر سکیں گی اور آپ کا دل قابو میں نہ رہے گا۔ یہ سن کر سیدہ صفیہ نے فرمایا جو کچھ تم کہتے ہو وہ میرے بھائی پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوا ہے اور اگر ہماری ہزار جانیں بھی ہوں تو وہ بھی راہ خدا میں نذر ہیں۔ میں اپنے دل کو قابو میں رکھوں گی اور اس مصیبت پر صبر کروں گی تاکہ میں بھی رحمت الٰہی کی سزاوار بن جاؤں۔ والدہ کی باتیں سن کر وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ

گوش گزار کر دیا۔ اب نبی علیہ السلام نے انہیں میت کے سرہانے آنے کی اجازت دیدی۔ وہ جناب حمزہ کے سرہانے آئیں' "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا (ایصال ثواب کیا) اور واپس ہو گئیں۔

جناب حمزہ کی تدفین

اس کے بعد جناب حمزہ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ نبی علیہ السلام نے حکم دیا کہ جناب عبداللہ بن جحش کو جناب حمزہ کے ساتھ دفن کیا جائے اور انہیں اس لیے وہاں دفن کیا گیا کہ کافروں نے ان کی لاش کی بھی بے حرمتی کی تھی اور ان کا بھی مثلہ کیا گیا تھا۔ اس موقعہ پر بعض صحابہ کی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنے شہداء کو مدینہ لے جا کر دفنائیں لیکن نبی علیہ السلام نے فرمایا' جہاں یہ لوگ شہید ہوئے ہیں انہیں وہیں دفنایا جائے' چنانچہ جب سب شہداء کو دفنا دیا گیا تو ان کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا۔

"میں ان لوگوں کی شہادت (قتل ہونے) پر گواہ ہوں کہ انہیں اللہ کی راہ میں زخمی کیا گیا۔
اس ذات اقدس کی قسم' جس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے' جب یہ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے تو ان کے زخموں سے خون ٹپکتا ہوگا اور اس سے مشک و عنبر کی خوشبو آئے گی"۔

ان شہداء کو دو دو اور تین تین کر کے اجتماعی قبروں میں دفنایا گیا تھا۔

جناب حمنہ بنت جحش کا کردار

جب اسلامی لشکر احد سے مدینہ واپس آ رہا تھا' اس وقت جناب حمنہ آبادی سے باہر آ گئیں تاکہ اپنے بھائی جناب عبداللہ بن جحش ماموں جناب حمزہ اور اپنے شوہر لشکر اسلامی کے علمبردار جناب مصعب بن عمیر کے بارے میں معلوم کریں۔ چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے اپنے بھائی کے بارے میں معلوم کیا۔ جب انہیں بتایا گیا کہ وہ شہید ہو گئے تو انہوں نے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا اور ان کے لیے مغفرت کے کلمات کہے۔ بعد میں جب اپنے شوہر کے بارے میں معلوم کیا اور ان کی شہادت کی خبر ملی تو زارو قطار رونے لگیں' اس وقت نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

"عورت کے لیے کوئی شخص شوہر کا قائم مقام نہیں ہوتا"۔

مردوں پر رونے کا شرعی حکم

جب نبی علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو ہر گھر سے رونے کی آوازیں سنتے جو اپنے شہداء کے غم میں ہوتیں۔ ایک دن آپ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا ہر شخص کے لیے کوئی نہ کوئی رونے والا ہے لیکن میرے چچا حمزہ کی ذات ایسی ہے جن کے لیے کوئی رونے والا نہیں۔ اس موقعہ پر جناب سعد بن معاذ اور اسید بن

حضیر نے اپنے قبیلہ کی خواتین سے کہا کہ وہ اپنے اقرباء کے لیے روتے وقت جناب حمزہ کے لیے بھی رو لیا کریں۔ چونکہ یہ دونوں اپنے قبیلوں کے رئیس تھے' اس لیے خواتین نے ان کے کہنے پر جناب حمزہ کے لیے بھی آہ و زاری کی۔

ایک دن انصاری خواتین نوحہ و بین کرتی مسجد نبوی کے دروازہ پر آئیں۔ جب نبی علیہ السلام نے ان کی آوازیں سنیں تو حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا تم پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے' تم اب اپنے گھروں کو واپس جاؤ' صبر کرو اور اس دن سے آپ نے نوحہ خوانی کو حرام قرار دے دیا۔

ایک انصاری خاتون کا واقعہ

جب نبی علیہ السلام معرکہ احد سے واپس تشریف لا رہے تھے' اس وقت ایک انصاری خاتون نے آگے بڑھ کر اپنے والد' بھائی' شوہر کے بارے میں معلوم کیا تو انہیں بتایا گیا کہ یہ تینوں شہید ہوگئے ہیں۔ اس خاتون نے یہ خبر سن کر کہا مجھے یہ بتاؤ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو بخیریت ہیں؟ جب اس کو نبی علیہ السلام کی بابت بتایا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے آپ کی زیارت کرا دو۔ صحابہ نے کہا کہ وہ ابھی تشریف لانے والے ہیں۔ جب نبی علیہ السلام وہاں تشریف لائے اور اس خاتون نے جمال نبوی کو دیکھا تو فوراً سجدہ میں گر گئی۔ سجدہ سے سر اٹھا کر کہا یا رسول اللہ جو افتاد مجھ پر پڑی ہے' آپ کے جمال کو دیکھ کر یہ مصیبت مجھ پر آسان ہوگئی اور آپ کو سلامت دیکھ کر شکر الٰہی مجھ پر واجب ہوگیا۔ اس لیے میں نے بارگاہ الٰہی میں سجدہ شکر ادا کیا ہے۔

نبی و علی کی تلواریں

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو اپنی تلوار سیدہ فاطمہ کو دے کر فرمایا اس کو دھو ڈالو' اس نے کوئی کوتاہی نہیں کی اور اپنا حق کافروں سے وصول کیا ہے۔ جناب علی نے بھی اپنی تلوار سیدہ فاطمہ کو دھونے کے لیے دے دی اور کہا اس تلوار نے ہمارے ساتھ وفاداری کی ہے اور اسلام کی داد کفار سے وصول کی ہے۔

اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے اعلان فرمایا' جوانوں میں جوان "علی" اور تلواروں میں تلوار "ذوالفقار"۔ "**لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار**"۔ یاد رہے کہ نبی علیہ السلام کی تلوار "ذوالفقار" کے نام سے موسوم تھی' اس دن نبی علیہ السلام نے حضرت علی سے فرمایا' اس جنگ کے بعد کافر مسلمانوں پر

غالب نہ آ سکیں گے۔ ہم مکہ فتح کریں گے اور ان کافروں کو اپنا مطیع بنائیں گے۔

"غزوہ احد" ہفتہ پندرہ شوال کو پیش آیا۔ غزوہ احد کا حال مکمل ہوا۔ واللہ اعلم۔

(۱۱)

غزوہ حمراء الاسد

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق اس غزوہ کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جب نبی علیہ السلام غزوہ احد سے مدینہ تشریف لائے اور دوسرے دن ۱۶ر شوال کو منادی کرنے کا حکم دیا کہ جو لشکر احد سے واپس آیا ہے' وہ دوبارہ تیار ہو کر آ جائے۔ جب صحابہ مجتمع ہوئے تو انہیں دشمن کے تعاقب کا حکم دیا اور کسی کے لیے یہ اجازت نہ تھی کہ وہ کسی اور کام میں مشغول ہو۔ باوجودیکہ تمام صحابہ زخموں سے چور تھے' لیکن فرمان نبوی کی تعمیل میں سب گھروں سے نکل کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوگئے۔

اس غزوہ کی غرض و غایت

اس موقع پر اسلامی لشکر کی ترتیب اور ان کو مجتمع کرنے کی غرض و غایت یہ تھی کہ کافر کہیں اپنی طاقت و قوت اور ظاہری فتح کے نشے میں یہ خیال نہ کرنے لگیں کہ مسلمان کمزور ہوگئے اور ان کی طاقت منتشر ہوگئی لہٰذا نبی علیہ السلام اسلامی لشکر کے ساتھ مدینہ سے آٹھ فرسخ مسافت پر تشریف لائے اور قریش مکہ کا تعاقب کیا اور "حمراء الاسد" نامی مقام پر تین دن قیام کیا۔

ابوسفیان اور معبد بن معبد کی گفتگو

قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص معبد بن معبد مکہ جا رہا تھا۔ یہ شخص ابھی تک مشرف بہ اسلام نہ ہوا تھا۔ قبیلہ خزاعہ کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ قبیلہ مسلمانوں کا وفادار تھا اور کسی موقع پر اس قبیلہ کے کسی فرد نے اپنی وفاداریوں میں خیانت نہیں کی تھی' خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ معبد نے راستہ میں قطع مسافت کر کے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی۔ سلام و تحیات کے بعد معبد نے شہداء احد کی تعزیت کی اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) سانحہ احد سے مجھے سخت تکلیف ہوئی ہے۔ میری تمنا یہ تھی کہ یہ سانحہ جو لشکر اسلام کو پیش آیا ہے' وہ دشمنان اسلام کو پیش آتا لیکن مجھے امید ہے کہ مسلمانوں کا پرچم بلند

ہوگا اور دشمنان اسلام مقہور و ذلیل ہوں گے۔ یہ کہہ کر معبد بارگاہ نبوی سے اٹھا اور اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔

ادھر قریش مکہ کا لشکر مقام "روحاء" میں مقیم تھا اور قریش کے لوگ کچھ سوچ رہے تھے اور آپس میں مشورے ہو رہے تھے کہ اس وقت ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مسلمانوں پر فتح حاصل ہوگئی ہے۔ ہم نے حمزہ جیسے بہادر کو قتل کر کے ان کا مثلہ کیا اور بہت سے مسلمانوں کو بھی قتل کیا ہے اور ان کا بھی مثلہ کیا ہے اور اس زبردست کارنامے سے مسلمانوں کو سخت صدمے اور اذیت سے ہمکنار کیا ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ قبل ازیں کہ وہ خود مقابلہ پر آئیں یا دوسروں سے مدد طلب کریں، ہم دوبارہ لوٹیں اور مسلمانوں کو اپنے راستہ سے ہٹا کر اس قصہ کو ہی ختم کر دیں تاکہ آئندہ کے لیے اس طرف سے یکسوئی ہو جائے اور اس کام کے لیے اس سے بہتر موقع اور کوئی نہ ہوگا۔ یہ مشورے جاری تھے کہ معبد بن معبد وہاں پہنچ گیا۔ اس کو دیکھ کر ابوسفیان نے کہا معبد آؤ! تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا خبر رکھتے ہو؟ ہمارا مشورہ یہ ہو رہا ہے کہ ہم واپس مدینہ جا کر مسلمانوں کو ختم کر دیں۔ معبد نے کہا تم کیا سوچ رہے ہو اور ابوسفیان تو کیا کہتا ہے تجھے معلوم نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک لشکر جرار لے کر مدینہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور "حمراء الاسد" میں قیام کیے ہوئے ہیں اور تمہارے تعاقب کا ارادہ رکھتے ہیں اور میرے تجزیہ کے مطابق یہ لشکر جرار اگر پہاڑ پر حملہ آور ہو تو اس کو بھی جگہ سے ہلا دے۔ ابوسفیان نے معبد کی بات پر تعجب کا اظہار کیا اور کہا کیا ہم مرغ ان کے سامنے سے نہیں اٹھا لائے۔ ان کے ساتھ میدان احد کے لشکر کے علاوہ اور افرادی طاقت نہ تھی اور ان کے ساتھ جو لوگ رہ گئے تھے، ان میں تو اتنی طاقت بھی نہ رہی تھی کہ وہ اونٹ کی گردن بھی کاٹ سکیں۔

معبد نے کہا ابوسفیان تو غلط فہمی کا شکار ہے۔ مسلمانوں کا لشکر تو اس خیال سے مدینہ سے باہر ہی نہ آیا تھا کہ یہ جنگ ہوگی ہی نہیں، اب جبکہ اس جنگ کا نتیجہ مسلمانوں کے خلاف ہوا ہے تو وہ جمع ہو کر سامنے آنے کے لیے تیار ہوگئے اور انہوں نے اطراف مدینہ سے اپنے مددگاروں کو بلا لیا ہے اور یہ سب لوگ "حمراء الاسد" میں مقیم ہیں۔ وہ اس قدر غصہ میں ہیں کہ ان کے منہوں سے آگ نکل رہی ہے اور رنج و افسوس میں وہ انگلیاں کاٹ رہے ہیں اور یہ فقرہ زبان پر ہے کہ ہمارے نہ جانے کی وجہ سے ہمارے ساتھیوں کو یہ روز بد دیکھنا پڑا ہے۔ ابوسفیان سوچ لو اگر تم اس وقت یہاں سے کوچ نہ کرو گے اور مکہ کی جانب روانہ نہ ہوگے تو تم دیکھ لو گے کہ تم پر کیا گزرے گی اور اس وقت تم میری بات کی صداقت کو

محسوس کر لو گے۔

معبد نے اس موقعہ پر مبالغہ آمیز گفتگو کی اور عرب کی روایات کے مطابق کہ 'اشعار میں غایت درجہ کی مبالغہ آرائی کیا کرتے تھے' معبد نے بھی نبی علیہ السلام کی شان میں قصیدہ کہا اور اسلامی لشکر کے بارے میں تعریف و تحسین کے کلمات کو غایت درجہ مبالغہ آرائی کی تھی۔ کفار قریش کو سناتے ہوئے کہا کہ یہ اشعار اسلامی لشکر کو دیکھ کر موزوں ہوگئے ہیں۔

اشعار قصیدہ از صفحہ ۶۸۹ تا ۶۹۰

جب ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے معبد کی گفتگو اور اس قصیدہ کو سنا تو مدینہ واپسی کا ارادہ ترک کر کے مکہ واپسی کا پروگرام بنانے لگے۔ اس وقت ایک قافلہ مکہ کی طرف سے آگیا۔ اس قافلہ کے لوگوں سے ابوسفیان نے کہا میں تمہارے سپرد ایک سفارتی خدمات کرتا ہوں۔ اس کے بدلہ میں تمہیں معتد بہ رقم دوں گا۔ جب تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کرو تو ان سے کہہ دینا کہ اس وقت تو ابوسفیان اور اس کا لشکر مکہ واپس چلا گیا ہے لیکن وہ پھر واپس آئیں گے اور تمہیں راہ سے ہٹائیں گے۔

اس گفتگو سے ابوسفیان کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح وہ خود معبد کی گفتگو سے ڈر گیا ہے' اسی طرح مسلمانوں کو بھی اپنے دوبارہ حملے کی اطلاع سے مرعوب کرے تاکہ مسلمان مدینہ واپس چلے جائیں اور کافروں کا لشکر سکون کے ساتھ مکہ واپس چلا جائے۔

جب اس قافلہ کے لوگ مقام "حمراء الاسد" پہنچے تو انہوں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابوسفیان اپنے لشکر کے ساتھ مقام "روحاء" میں مقیم ہے اور یہ سوچ رہا ہے کہ واپس مدینہ آکر مسلمانوں کی طاقت کو ملیا میٹ کر دے۔ اس قافلہ والوں کی باتیں سن کر نبی علیہ السلام نے **حسبنا اللہ و نعم الوکیل** پڑھا' یعنی ذات باری ہماری پشت پناہ ہے اور اسی کی ذات بہترین وکیل ہے۔ اس موقعہ پر رب کریم نے یہ آیت نازل فرمائی۔

الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم فزادهم ایمانا وقالوا حسبنا الله و نعم الوکیل

وہ لوگ جن سے دوسرے لوگوں نے کہا کہ غنیم تمہارے گرد جمع ہوئے ہیں' ان سے ڈرو' اس گفتگو سے ان (مسلمانوں) کے ایمان کو تقویت ہوئی اور انہوں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور کہا کہ وہ ذات (باری) ہماری بہترین وکیل ہے۔

اس موقع پر نبی علیہ السلام نے اسلامی لشکر کو مختلف ٹکڑیوں میں تقسیم کر کے ہدایات دیں کہ یہ لوگ جا کر کفار کا تعاقب کریں لیکن جب مسلمان مقام "روحاء" کے آس پاس پہنچے تو دیکھا کہ کافروں کا لشکر وہاں سے روانہ ہوچکا ہے لیکن دو افراد اب بھی وہاں موجود تھے لہٰذا مسلمانوں نے انہیں گرفتار کرلیا اور انہیں لا کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ان میں سے ایک کا نام معاویہ بن مغیر بن ابی العاص بن امیہ تھا۔ یہ عبدالملک بن مروان اموی خلیفہ کا دادا تھا' دوسرا شخص عرب کا مشہور مسخرہ شاعر ابوغرہ تھا۔ یہ وہ بدطینت تھا جو جنگ بدر کے موقع پر اسیر ہوا تھا اور بہت وعدے وعید کے بعد بغیر فدیہ کے رہا ہوا تھا۔ اس کو اس کے ایک فدائی صفوان بن امیہ خدمت نبوی میں لائے تھے۔

جیسے ہی کہ ابوغرہ خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو اس نے کہا یا رسول اللہ آپ نے تو مجھے امان عطا فرمائی تھی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا "مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا" اور اس کے قتل کیے جانے کا حکم دیا۔ ایک اور روایت کے مطابق اس موقع پر ابوعزہ نے پناہ کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم اس مرتبہ میں تجھے اس بات کا موقع نہیں دوں گا کہ تو مکہ جا کر داڑھی پر ہاتھ پھیر کر یہ کہہ سکے کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دو مرتبہ دھوکہ دیا ہے۔ پھر جناب زبیر بن العوام کو حکم دیا کہ وہ اس کو کیفر کردار کو پہنچائیں' چنانچہ انہوں نے اس کی گردن مار دی۔

دوسرا قیدی معاویہ بن مغیرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رشتہ دار تھا' اس لیے وہ اس کو اپنی پناہ میں لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تاکہ اس کو امان دلائیں۔ انہیں دیکھ کر نبی علیہ السلام نے فرمایا عثمان! تمہاری خوشنودی کی خاطر میں اس شرط پر اس کو امن دیتا ہوں کہ اگر تین دن بعد اس کو مدینہ میں دیکھا گیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا' چنانچہ یہ بدبخت تین روز کے بعد بھی مدینہ سے نہ گیا اور چھپتا پھرا۔ اس غیب داں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب زید بن حارثہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو اس کی تلاش پر مامور کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو فلاں جگہ تلاش کرنا' وہ وہیں چھپا ہوا ہے' چنانچہ یہ دونوں حضرات وہاں گئے اور حسب فرمان رسول علیہ السلام اس کو وہاں پایا اور اس کی گردن مار دی۔

عبداللہ بن ابی کی منافقت

جناب مصنف محمد ابن اسحاق ان ضمنی واقعات کے بعد فرماتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام "حمراء الاسد" سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس منافق کا نفاق ظاہر ہوگیا۔ اور اس کا سبب اس طرح رونما ہوا کہ یہ شخص قبیلہ انصار کے معززین میں شمار ہوتا تھا۔ جمعہ کے دن مسجد نبوی میں اس کے لیے ایک جگہ

مخصوص تھی' وہاں دوسرا کوئی نہیں بیٹھتا تھا۔ جب نبی علیہ السلام جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے تو یہ کھڑا ہو جاتا اور تقریر شروع کر دیتا۔ مسلمانوں کو اتباع نبوی کا درس دیتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کرتا تھا اور یہ سارا عمل دکھاوے اور نفاق پر مبنی ہوتا تھا چونکہ اس کا نفاق اس وقت تک ظاہر نہ ہوا تھا' اس لیے مسلمان اس سے تعرض نہ کرتے اور چشم پوشی کرتے تھے۔ لیکن جنگ احد کے موقع پر جب اس کا نفاق آشکارا ہوگیا' جب جمعہ کے دن نبی علیہ السلام خطبہ کے لیے مسجد میں تشریف لائے تو یہ عادت کے مطابق اٹھ کھڑا ہوا تاکہ نبی علیہ السلام کی تعریف و توصیف کے بعد مسلمانوں کو اتباع نبوی کا درس دے۔ اس موقعہ پر مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کا دامن پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا' اے دشمن خدا' اب تیرا نفاق ظاہر ہوچکا ہے' تو اس قابل نہیں کہ ایسی مقدس جگہ کھڑے ہو کر کچھ کہے۔ مسلمانوں کے جذبات کا اندازہ کر کے وہ نہایت شرمندہ ہوا اور مسجد میں نماز کے لیے بیٹھنے کی بجائے وہ مسجد سے باہر نکل آیا۔

جس وقت عبداللہ بن ابی مسجد سے باہر آیا' اسی وقت ایک صحابی مسجد جا رہے تھے۔ انہوں نے کہا عبداللہ دنیا تو نماز کے لیے مسجد جا رہی ہے لیکن تو مسجد سے باہر آیا ہے' کیا بات ہے؟ کہنے لگا میں حسب معمول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف و توصیف اور لوگوں کو ان کی اتباع کرنے کی تبلیغ کے لیے اٹھا تھا لیکن مسلمانوں کی ایک جماعت نے اٹھ کر میرا دامن کھینچ کر مجھے تبلیغ سے روک دیا اور کہا کہ تم اس لائق نہیں کہ اس مقدس جگہ کھڑے ہو کر کچھ کہنے کی جسارت کرو۔ میں ایسی کونسی بات کہہ رہا تھا جو انہوں نے میرے ساتھ ایسا برا سلوک کیا۔ مجھے بھی غصہ آگیا اور میں مسجد سے نکل آیا۔

انصاری صحابی نے کہا' عبداللہ تم میرے ساتھ مسجد واپس چلو' ہم نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دیں۔ میں عرض کروں گا کہ نبی علیہ السلام تیرے حق میں دعائے مغفرت (خیر) کریں اور اللہ تعالیٰ تیری توبہ کو قبول فرمائے لیکن اس بدبخت منافق نے کہا' مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے استغفار کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر چل دیا اور مسجد کا رخ نہ کیا۔

احد کے معرکہ کے موقع پر ایک خاص بات یہ ہوئی کہ منافقوں کا نفاق کھل کر سامنے آگیا۔ مخلصین اور صادقین کا خلوص اور حقانیت ظاہر ہوئی اور یہ سب معرکہ احد کی فضیلت و کرامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین اور متبعین کے فرق کو واضح فرما دیا اور یہی کیفیت امتیاز حق و باطل کی قیامت میں ظاہر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **لیمیز اللہ الخبیث من الطیب** (انفال۔ ۳۷) تاکہ اللہ تعالیٰ خبیث کو طیب سے ممتاز کر

دے۔

غزوہ احد کے سلسلہ میں ساٹھ آیات کا نزول

رب کریم نے غزوہ احد کے حالات کی منظر کشی سورہ آل عمران کی ساٹھ آیات میں فرمائی۔ پہلی آیت یہ ہے

واذ غدوت من اھلک تبوی المومنین مقاعد للقتال واللہ سمیع علیم (آل عمران۔ ۱۲۱)

اور اے محبوب آپ یاد کریں اس واقعہ کو جب آپ صبح کے وقت گھر سے نکل کر مومنوں کو میدان جنگ میں مورچوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سمیع و علیم ہے۔

(اور انہیں آیتوں میں سے ایک آیت میں شہداء کے بارے میں ارشاد ربانی ہے جس میں شہیدوں کو مردہ سوچنے پر بھی پابندی لگائی گئی ہے۔ سورہ بقر میں شہیدوں کو مردہ کہنے کی ممانعت فرمائی گئی تھی لیکن "آل عمران" میں فرمایا جا رہا ہے کہ تم ان شہداء کے بارے میں یہ سوچنا بھی نہیں کہ خدا کی راہ میں جان دینے والے مردہ ہیں)

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ○ فرحین بما اتھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں جان دی' ان کو ہرگز مردہ خیال نہ کرو' درحقیقت وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور انہیں رزق عطا ہوتا ہے اور وہاں نعمتوں سے شادکام ہیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائی ہیں اور وہ اپنے ان پسماندگان سے خوش ہیں جو ان سے اب تک نہیں آ ملے ہیں کہ نہیں ہے انہیں کوئی خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اور آخر آیت میں اس انداز کو اختیار فرمایا گیا۔

فامنوا باللہ ورسولہ وان تومنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم (آل عمران۔ ۱۷۹)

بس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر' اگر تم ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لیے اجر عظیم ہے۔

ان آیات کی شرح تفسیر کی کتابوں سے معلوم ہوگی۔

آیات کا شان نزول

ان آخری آیات کا شان نزول خصوصیت کے ساتھ یہ تھا کہ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

"نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تمہارے بھائیوں کے ساتھ احد کے واقعات پیش آئے (یعنی وہ شہید ہوگئے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے اجسام میں منتقل فرمایا جو جنت کی نہروں کے کنارے مصروف پرواز رہتے اور جنت کے پھلوں کو کھاتے اور ان سنہری قندیلوں میں جو عرش کے نیچے لٹکے ہوتے تھے شب بسری کرتے تھے۔ جب ان شہداء نے اپنے کھانے پینے کی خوشبوؤں اور لطافت کا احساس کیا اور اپنے شب بسری کے انداز کو دیکھا تو انہوں نے خیال کیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہمارے پسماندگان کو ہمارے آرام و آسائش کا علم ہو جاتا تاکہ وہ بھی جہاد میں کوشش کرتے اور جنگ سے پہلو تہی نہ کرتے (ان کی اس خواہش پر رب کریم نے فرمایا) اس عیش و آرام کا حال ہم تمہارے پسماندگان تک پہنچائیں گے اور رب تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل فرمائیں"۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو اس طرح نقل کیا ہے۔

"شہداء جنت کے دروازہ پر ایک سبز روشن قبہ میں مقیم ہیں جنہیں صبح و شام جنت سے رزق ملتا ہے"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی تفسیر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں جب کثیر صحابہ جنگ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز جنتی پرندوں کے اجسام میں منتقل فرما دیا' جو جنت کی نہروں سے پانی پیتے اور جنت کے درختوں سے غذا حاصل کرتے اور عرش کے نیچے سنہری قندیلوں پر آرام کرتے۔ رب کریم نے ان پر نظر رحمت فرمائی اور فرمایا تمہاری کیا آرزو ہے؟ اس پر ان شہداء کی ارواح نے عرض کیا' یا الٰہی یہ تیرا انعام ہے جو تو نے ہم پر فرمایا اور ہمیں ان اعزازات سے نوازا۔ اور اس سے بڑھ کر اور کیا انعام ہو سکتا ہے' اب ہمیں اور کیا آرزو ہو سکتی ہے لیکن رب تعالیٰ نے ان سے دوبارہ یہی سوال کیا تو ان شہداء نے رب کریم کی نعمتوں کا پھر تذکرہ کیا تو تیسری مرتبہ رب کریم نے فرمایا' میرے

بندو! شرم نہ کرو اور اپنی خواہش کا اظہار کرو تاکہ میں اس کو پورا کروں۔ اس پر ان شہدا نے کہا "خداوندا! یہ نعمتیں جو تو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں' ہمارے لیے بہت ہیں۔ البتہ اتنی خواہش ہے کہ تو ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دے تاکہ تیرے دشمنوں سے جنگ کر کے دوبارہ شہادت کا شرف حاصل کریں"۔

جناب جابر کے لیے بشارت

حضرت جابر کے والد جناب عبداللہ انصاری جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔ ایک دن نبی علیہ السلام نے جناب جابر سے فرمایا' جابر میں تمہیں بشارت دوں۔ جناب جابر نے کہا یا رسول اللہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا' تمہارے والد نے جس جگہ جان جان آفریں کے سپرد کی' اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات نو عطا فرمائی اور کرامت و بزرگی کا صلہ ان کے زیب تن کرایا اور ان سے فرمایا' اے عبداللہ تمہاری کوئی آرزو ہے جس کو میں پورا کروں؟ عبداللہ نے عرض کیا' خداوندا یہ تیرے انعامات ہی بہت ہیں جو تو نے فرمائے ہیں اور تو نے فضل و کرم فرمایا ہے' اب کوئی تمنا اور آرزو باقی نہیں ہے' اب تو صرف ایک ہی تمنا کی جا سکتی ہے کہ تو دنیا میں دوبارہ بھیج دے تاکہ تیرے دشمنوں سے جنگ کر کے دوبارہ شہادت کا شرف حاصل کیا جا سکے۔

جناب مصنف محمد بن اسحاق نے نبی علیہ السلام کی ایک حدیث ان الفاظ میں نقل فرمائی ہے:

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' شہید کے علاوہ خطہ زمین پر اور کوئی مومن ایسا نہیں جو دنیا سے جانے کے لیے یہاں دن کے تھوڑے وقفہ کے لیے بھی واپس دنیا اور جو کچھ نعمتیں یہاں ہیں' ان کے حصول کی تمنا کرے لیکن شہید کا حال یہ ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں جائے' اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور ایک بار دوبارہ جام شہادت نوش کرے۔

معرکہ احد کے بارے میں بہت سے شاعروں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے اور جناب حمزہ کا مرثیہ لکھا ہے' یہاں صرف دو شاعروں کے قصائد نقل کیے جاتے ہیں' ان میں سے ایک حضرت حسان بن ثابت اور دوسرے جناب کعب بن مالک رضی اللہ عنہما ہیں۔

أَتَعْرِفُ الدَّارَ عَفَا رَسْمُهَا
بَعْدَكَ صَوْبُ الْمُسْبِلِ الْهَاطِلِ

بَيْنَ السَّرَادِيحِ فَأُدْمَانَةٍ [1]
فَمَدْفَعِ الرَّوْحَاءِ فِي حَائِلِ [2]

سَاءَ لَتْهَا عَنْ ذَاكَ فَاسْتَعْجَمَتْ

[لَمْ تَدْرِ مَا مَرْجُوعَةُ السَّائِلِ ؟]

دَعْ عَنْكَ دَارًا قَدْ عَفَا رَسْمُهَا

وَابْكِ عَلَى حَمْزَةَ ذِى النَّائِلِ

اَلْمَالِىءِ الشِّيزَى ، إِذَا[4] أَعْصَفَتْ

غَبْرَاءُ فِى ذِى الشَّبِمِ[5] الْمَاحِلِ

وَالتَّارِكِ الْقِرْنَ لَدَى[6] لِبْدَةٍ

يَعْثُرُ فِى ذِى الْخُرُصِ[7] الذَّابِلِ

وَاللَّابِسِ[8] الْخَيْلَ إِذَا أَجْحَمَتْ

كَاللَّيْثِ[9] فِى غَابَتِهِ الْبَاسِلِ

أَبْيَضُ فِى الذِّرْوَةِ[10] مِنْ هَاشِمٍ

لَمْ يَمْرِدُونَ[11] الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

مَالَ شَهِيدًا بَيْنَ أَسْيَافِكُمْ

شُلَّتْ يَدًا وَحْشِيٍّ[12] مِنْ قَاتِلِ

أَىَّ امْرِىءٍ غَادَرَ فِى أَلَّةٍ

[مَطْرُورَةٍ مَارِنَةِ الْعَامِلِ

أَظْلَمَتِ الْأَرْضُ لِفِقْدَانِهِ

وَاسْوَدَّ نُورُ الْقَمَرِ النَّاصِلِ]

صَلَّى عَلَيْهِ [اَللّٰهُ] فِى جَنَّةٍ

عَالِيَةٍ مُكْرَمَةِ الدَّاخِلِ

كُنَّا نَرَى حَمْزَةَ حِرْزًا لَنَا

فِى كُلِّ أَمْرٍ نَابَنَا[1] نَازِلِ

وَكَانَ فِى الْإِسْلَامِ ذَا تُدْرَإٍ

يَكْفِيكَ فَقْدَ الْقَاعِدِ الْخَاذِلِ[2]

لَا تَفْرَحِى يَا هِنْدُ ، وَاسْتَحْلِبِى

دَمْعًا ، وَأَذْرِى عَبْرَةَ الثَّاكِلِ

وَابْكِى عَلَى عُتْبَةَ ، إِذْ قَطَّهُ

بِالسَّيْفِ تَحْتَ الرَّهَجِ الْجَائِلِ

إذْ خَـرَّ فِي مَشْيَخَةٍ مِنْـكُمُ
مِنْ كُلِّ عَاتٍ قَلْبُهُ جَاهِلِ

أَرْدَاهُمُ حَـمْزَةُ فِي أُسْرَةٍ
يَمْشُونَ تَحْتَ الْحَلَقِ الْفَاضِلِ

غَـدَاةَ جِبْرِيلُ وَزِيرٌ لَـهُ
نِعْمَ وَزِيرُ الْفَارِسِ الْحَامِلِ

کیا تم حبیب کا گھر پہچان سکتے ہو؟ تمہارے جانے کے بعد لگاتار اور مسلسل موسلادھار بارشوں نے ان کے راستوں کے نشانات مٹا ڈالے ہیں○ یہ گھر' یہ وادیاں' یہ مقامات خصوصاً "اومانہ" اور "طئی" پہاڑ کی وادی جو "حائل" میں رؤسائے قریش کے پانی کے جمع ہونے کی جگہ کے درمیان واقع ہے○ میں نے اس گھر سے اس کا سبب پوچھا تو گھر والا گونگا بن گیا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ سوال کرنے کے لیے کیا جواب تھا○ اچھا' گھر کا ذکر چھوڑو اس کا تو نشان بھی مٹ گیا ہے۔ اب حضرت حمزہ جو صاحب عطاء اور بخشش تھے' کا ذکر کرو۔ اس حمزہ پر آنسو بہاؤ جو ضرورت مندوں اور غریبوں کی لکڑی کے پیالوں کو اس وقت بھر دیا کرتے تھے جب موسم سرما کی قحط سالی کے وقت غبار آلود ہوائیں تیز اور سخت ہو جاتی تھیں۔ حمزہ وہ شخص تھے جو میدان جنگ میں اپنے مدمقابل کو اپنے نیزے سے ٹھوکریں مار کر قلابازیاں کھاتے ہوئے یوں چھوڑ دیا کرتے تھے جس طرح ایک بڑے بڑے بالوں والا ببر شیر اپنے شکار کو پھینک دیتا ہے○ وہ ایسا شخص تھا جس کے رعب سے شیر اپنی کچھار سے باہر نہیں نکلتا تھا○ وہ بنو ہاشم کے سارے خاندان میں ایک سربر آوردہ شخصیت کے مالک تھے اور حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف نہیں جاتے تھے○ خدا کرے وحشی کے دونوں ہاتھ شل ہوجائیں جس کی وجہ سے حضرت حمزہ کفار کی تلواروں کے سایہ میں آ گئے○ وحشی نے یہ نہ سوچا کہ وہ کس شخص کو اپنے خنجر کا نشانہ بنا رہا ہے۔ اس نے اپنے خنجر کو بہت تیز کیا تھا اور اس کی نوک بھی سخت تیز تھی○ حمزہ کی موت سے ساری دنیا تاریک ہوگئی اور بادلوں سے نکلنے والا چاند بھی سیاہ نظر آنے لگا○ اللہ تعالیٰ حمزہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے' انہیں اپنی جنت میں جگہ دے اور اکرام و اعزاز سے نوازے○ حضرت حمزہ ہم پر مصائب نازل ہونے کے وقت ایک ڈھال کا کام دیتے تھے○ وہ اسلام کے زبردست حامی تھے۔ اس کا دفاع کرتے تھے۔ وہ میدان جنگ میں تھک جانے والوں اور بے بس ہونے والوں کی کمی پوری کرتے تھے○ اے ہندا! تم خوشی نہ مناؤ بلکہ آنسوؤں کا دودھ تیار کرو اور اس

ماں کی طرح بڑے بڑے آنسو گراؤ جس کے بچے مرجاتے ہیں○ تو عتبہ پر رو جسے حضرت حمزہ نے اپنی تلوار سے غبار بنا دیا تھا○ جب تمہارا عتبہ دھڑام سے زمین پر گرا تو اس کے سرکش اور جاہل بڑے بڑے سردار ساتھی دم بخود رہ گئے تھے○ مکہ کے کفار کو حضرت حمزہ نے اس وقت قتل کیا جب کہ ان کے جسم لوہے کے لباس میں ڈوبے ہوئے تھے○ اس دن حضرت جرائیل علیہ السلام حضرت حمزہ کی امداد فرما رہے تھے اور دیکھا جائے تو اس سوار کے کتنے اعلیٰ مددگار تھے○

قصیدہ کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

* طَرَقَتْ هُمُومُكَ فَالرُّقَادُ مُسَهَّدُ
وَ جَزِعْتَ أَنْ سُلِخَ الشَّبَابُ الْأَغْيَدُ

وَدَعَتْ فُؤَادَكَ لِلْهَوَىٰ ضَمْرِيَّةٌ
فَهَوَاكَ غَوْرِيٌّ وَ صَحْوُكَ[1] مُنْجِدُ

فَدَعِ التَّمَادِيَ[2] فِي الْغَوَايَةِ سَادِرًا
قَدْ كُنْتَ فِي طَلَبِ الْغَوَايَةِ تُفْنَدُ

وَ لَقَدْ أَنَىٰ لَكَ أَنْ تَنَاهَىٰ طَائِعًا[3]
أَوْ تَسْتَفِيقَ إِذَا نَهَاكَ الْمُرْشِدُ

وَ لَقَدْ هُدِدْتُ لِفَقْدِ حَمْزَةَ هَدَّةً
ظَلَّتْ بَنَاتُ الْجَوْفِ[4] مِنْهَا تَرْعَدُ

وَ لَوَ انَّهُ فُجِعَتْ حِرَاءُ بِمِثْلِهِ
لَرَأَيْتُ رَاسِيَ صَخْرِهَا يَتَبَدَّدُ

قَرْمٌ تَمَكَّنَ فِي ذُؤَابَةِ هَاشِمٍ
حَيْثُ النُّبُوَّةُ [وَ] النَّدَىٰ وَ السُّؤْدَدُ

وَ الْعَاقِرُ الْكُومَ الْجِلَادَ إِذَا غَدَتْ
رِيحٌ يَكَادُ الْمَاءُ مِنْهَا يَجْمُدُ

وَ التَّارِكُ الْقِرْنَ الْكَمِيَّ مُجَدَّلًا
يَوْمَ الْكَرِيهَةِ وَ الْقَنَا يَتَقَصَّدُ

وَ تَرَاهُ يَرْفُلُ فِي الْحَدِيدِ كَأَنَّهُ
ذُو لِبْدَةٍ شَثْنُ الْبَرَاثِنِ أَرْبَدُ

عَمُّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ وَ صَفِیُّهُ
وَرَدَ الْحِمامَ فَطابَ ذاکَ الْمَوْرِدُ
وَ أَتَی الْمَنِیَّةَ مُعْلِماً فِی أُسْرَةٍ
نَصَرُوا النَّبِیَّ وَ مِنْهُمُ الْمُسْتَشْهَدُ

وَ لَقَدْ إِخالُ بِذاکَ هِنْداً بُشِّرَتْ
لِتُمِیتَ داخِلَ غُصَّةٍ لا تَبْرُدُ
مِمَّا صَبَحْنا[1] بِالْعَقَنْقَلِ قَوْمَها
یَوْماً تَغَیَّبَ فِیهِ عَنْها[2] الْأَسْعَدُ
وَ بِبِئْرِ بَدْرٍ [إِذْ] یَرُدُّ وُجُوهَهُمْ
[جِبْرِیلُ تَحْتَ لِوائِنا وَ مُحَمَّدُ]
[حَتَّیٰ رَأَیْتُ لَدَی النَّبِیِّ سَراتَهُمْ]
قِسْمَیْنِ: یَقْتُلُ مَنْ نَشاءُ وَ یَطْرُدُ
[فَأَقامَ بِالْعَطَنِ الْمُعَطَّنِ مِنْهُمُ
سَبْعُونَ، عُتْبَةُ مِنْهُمُ وَ الْأَسْوَدُ]
وَ ابْنُ الْمُغِیرَةِ[3] قَدْ ضَرَبْنا ضَرْبَةً
فَوْقَ الْوَرِیدِ لَها رَشاشٌ مُزْبِدُ
وَ أُمَیَّةُ الْجُمَحِیُّ[4] قَوَّمَ مَیْلَهُ
عَضْبٌ بِأَیْدِی الْمُؤْمِنِینَ مُهَنَّدُ
فَأَتاکَ فَلُّ[5] الْمُشْرِکِینَ کَأَنَّهُمْ
وَ الْخَیْلُ تَثْفِنُهُمْ نَعامٌ[6] شُرَّدُ
شَتَّانَ مَنْ هُوَ فِی جَهَنَّمَ ثاوِیاً
أَبَداً وَ [مَنْ] هُوَ فِی الْجِنانَ مُخَلَّدُ

تیری یادوں نے مجھے آدھی رات آ کر بے آرام کر دیا اور میری نیند اچاٹ ہوگئی۔ پھر تم نے اپنے زخم دکھائے تو میری راحت اور پر کیف زندگی ویران ہوگئی○ "خمریہ" نے تیرے دل کو محبت اور الفت کی دعوت دی تھی۔ تیرا یہ عشق مجازی تھا اور پست تھا۔ مگر اب تیری پرواز بلندیوں کو پیچھے چھوڑ رہی ہے○ اے گمراہی اور بے راہ روی میں بھٹکنے والے! یہ تساہل اور تغافل چھوڑ دے تو بے راہ روی کے پیچھے پڑ کر بہت بے وقوف ہو رہا ہے○ اب تیرے لیے وقت آ گیا ہے کہ اللہ کی اطاعت کر کے باز آ جاؤ۔ جب

تمہیں تمہارا ہادی و مرشد منع کرے تو ہوش میں آ جاؤ○ اب حمزہ کو کھو کر میں شکستہ دل اور بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میرے باطنی اعضاء دل اور جگر کانپنے لگے ہیں○ حمزہ کی قیادت کا صدمہ اگر "کوہ حرا" کو محسوس ہوتا تو اس کے پتھر ریزہ ریزہ ہو جاتے○ حمزہ ایک ایسے سردار تھے جس پر بنو ہاشم کو ناز تھا۔ ان میں نبوت' عطاء اور بخشش کی علامتیں پائی جاتی تھیں○ وہ ایسی سردی میں جب اونٹوں کی کوہانیں جم جاتی تھیں اور جاڑوں کی برفانی ہوائیں چلتی تھیں تو وہ بڑے بڑے طاقتور اونٹوں کو ذبح کر کے مہمانوں کی تواضع کیا کرتے تھے○ میدان جنگ میں جب بڑے بڑے جنگجو بہادروں کے نیزوں پر نیزے ٹوٹ رہے ہوتے تھے تو وہ انہیں زمین پر پچھاڑ دیا کرتے تھے○ اگر تم انہیں میدان جنگ میں تلوار لہراتے ہوئے دیکھ لیتے تو تمہیں گماں ہوتا کہ ایک بورے رنگ کا لمبے لمبے بالوں والا شیر اپنے مضبوط پنجوں سے آگے بڑھ رہا ہے○ وہ نبی پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا تھے اور ان کے منتخب سپہ سالار تھے۔ انہوں نے موت کے چشمہ سے پانی پیا اور یہ چشمہ ان کے لیے شہادت کا سامان بن گیا○ انہوں نے اس گروہ کی موجودگی میں موت کو لبیک کہا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جان قربان کیا کرتے تھے اور ان میں ہر ایک شہادت کی موت کا متمنی تھا○ میرا خیال ہے کہ اگر ہندہ کو اس بات کی اطلاع دی جاتی کہ ہم نے مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کو ریت کے ٹیلے پر جنگ کا مزہ چکھاتا ہے تو وہ دم بخود رہ جاتی○ ان میں اسعد بھی تھا جو غائب ہو گیا اور اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ میدان جنگ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت حمزہ کے خون آلود چہرے کو صاف کر رہے تھے تو ہندہ کا غصہ جو کبھی ٹھنڈا نہیں ہوتا سرد پڑ جائے○ میں نے رسول اللہ کو میدان جنگ میں ایسے لوگوں کے درمیان کھڑے دیکھا۔ ایک وہ لوگ تھے جنہیں ہم چاہتے تھے ہمارے رشتہ دار تھے۔ حضور نے انہیں قتل کر دیا۔ ایک وہ لوگ تھے جنہیں رسول اللہ نے خود دفع کر دیا تھا○ ان میں سے ستر آدمی اس اونٹ کی طرح ڈھیر ہو گئے تھے جو پانی کے قریب اپنی عادت سے بیٹھ جاتا ہے۔ ان ستر آدمیوں میں عتبہ بھی تھا اور اس کے بڑے بڑے شیر بھی تھے○ ہم نے ابن مغیرہ کی شہ رگ پر ایسی تلوار ماری کہ اس کا خون بہنے لگا اور اس خون سے جھاگ نکلنے لگی تھی○ امیہ جمی کہ ہرہ اس ہندی تلوار نے سیدھا کر دیا تھا جو ارباب ایمان کے ہاتھ میں تھی○ تمہارے پاس صرف ایسے مشرک جان بچا کر پہنچے تھے جو بدکے ہوئے شتر مرغوں کی طرح بھاگ رہے تھے اور ہمارے گھوڑے ان کا پیچھا کر رہے تھے○ ایک وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا ہمیشہ جہنم ہو گا دوسرے وہ لوگ جو ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ ان دونوں لوگوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے○

اصحاب رجیع کے واقعات

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ ۳ ھ میں غزوہ احد کے بعد قبیلہ عضل وقارہ کے کچھ لوگ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے قبیلوں میں اسلام کی روشنی تو پہنچ گئی ہے لیکن اب کوئی ایسا شخص نہیں جو ہمیں دین کے احکام سے آگاہ کرے۔ اگر آپ اپنے صحابہ میں سے چند افراد کو اس خدمت کے لیے منتخب فرما دیں تاکہ وہ ہمیں احکام اسلامی اور قرآن کریم کی تعلیم دیں اور بہت سے لوگ دینی تعلیم حاصل کریں اور اسلام قبول کریں اور یہ سلسلہ جاری رہے۔

نبی علیہ السلام نے ان کی باتوں کو مان لیا اور چھ افراد کو ان کے ساتھ جانے کے لیے منتخب فرما کر ان کے ساتھ بھیج دیا۔ جب قبیلہ "عضل وقارہ" کے لوگ ان چھ صحابہ کو لے کر حجاز کے "قبیلہ ہذیل" کے علاقہ میں مقام "رجیع" پر پہنچے تو انہوں نے ان صحابہ کے ساتھ غداری کی اور انہیں چھوڑ کر چلے گئے اور قبیلہ "ہذیل" کے لوگوں کو جا کر بتا دیا (چونکہ یہ صحابہ غفلت میں تھے اور انہیں ان کی غداری کا علم نہ تھا) انہیں حالات کا احساس اس وقت ہوا جب دشمن (قبیلہ ہذیل کے لوگ) ننگی تلواریں لے کر ان کے سروں پر آ گئے اور مسلمانوں سے کہا کہ "اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو اور ہم قسم کھاتے ہیں کہ تم کو قتل نہ کریں گے اور اگر گرفتاری کے لیے تیار نہ ہو تو قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔ ان مسلمانوں میں سے تین نے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا اور تین نے کہا' ہمیں کافروں کے وعدہ کا اعتبار نہیں اور تلواریں لے کر مقابلہ پر آ گئے۔ ان میں جو صاحب سب سے پہلے تلوار لے کر رجز پڑھتے ہوئے مقابلہ پر آئے' وہ جناب عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔

شعر

مَا عِلَّتِي وَ أَنَا جَلْدٌ نَابِلُ
وَ الْقَوْسُ فِيهَا وَتَرٌ عُنَابِلُ
تَزِلُّ عَنْ صَفْحَتِهَا الْمَعَابِلُ
الْمَوْتُ حَقٌّ وَ الْحَيَاةُ بَاطِلُ

میں ایک بہادر مضبوط اور اچھا تیر انداز ہوں اور میری کمان میں سخت قسم کی تانت لگی ہوئی ہے۔ جس سے تیز اور طویل و عریض تیر بجلی کی طرح نکلتے ہیں۔ پھر میرے اندر کس بات کی کمی ہے' موت برحق ہے' ایک دن آ کر رہے گی اور زندگی ایک ناپائیدار چیز ہے○ پر وہ چیز جو اللہ نے مقدر میں لکھ دی ہے

مل کر رہتی ہے' انسان نے ہر صورت اللہ کی طرف لوٹنا ہے اگر میں تم سے مقابلہ کر کے بدلہ نہ لوں تو میری ماں میرے گم ہونے یا مرنے کا صدمہ اٹھائے○ میں ابوسلیمان ہوں میں "مقعد" کے بنائے ہوئے تیر کی نوک ہوں۔ میں وہ کمان ہوں جو ضالہ (درخت کی ٹہنی) سے بنائی جاتی ہے۔ یہ کمان بھڑکتے ہوئے جہنم کی طرح ہے۔ جس میدان جنگ میں تیز رو اونٹ بھی گر جاتے ہیں' میں وہاں بھی ثابت قدم رہتا ہوں۔ میں بیل کی چکنی کھال کی بنی ہوئی ڈھال ہوں۔ میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں وحی پر یقین رکھتا ہوں○ میں ابوسلیمان ہوں مجھ جیسا تیر انداز سارے عرب میں کون ہے؟ یاد رکھو! میری قوم شریف انسانوں کی قوم ہے○

جناب عاصم اور ساتھیوں کی شہادت

کافروں سے جنگ کرتے ہوئے یہ تینوں ساتھی شہید ہوگئے۔ اب قبیلہ ہذیل کے لوگوں کی کوشش یہ تھی کہ وہ کسی طرح جناب عاصم کے سر کو کاٹیں اور اس کو مکہ جا کر بیچ ڈالیں۔

جناب عاصم نے جنگ احد کے موقع پر مکہ کی ایک سربر آوردہ خاتون سلافہ بنت مالک کے دو بیٹوں کو قتل کیا تھا۔ جب سلافہ کو اپنے بیٹوں کے قتل کی اطلاع ملی تھی تو اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس کا بس چلا تو وہ عاصم کے کاسہ سر میں شراب پیئے گی اور یہ اطلاع قبیلہ ہذیل کے لوگوں کو تھی' اس لیے وہ کوشاں تھے کہ کسی طرح عاصم کا سر کاٹیں لیکن ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا اور اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کا ایک جھنڈ جناب عاصم کی نعش کی حفاظت پر متعین کر دیا۔ کافروں نے جب اس جھنڈ کو دیکھا تو اپنے مقصد کے حصول سے قاصر رہے اور کہنے لگے' رات تک انتظار کرو تاکہ یہ جھنڈ چھٹ جائے اور اس وقت مقصد حاصل کیا جا سکے لیکن قدرت الٰہی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اب ایک کرشمہ قدرت اور نظر آیا۔ رب کریم نے بارش کا سیلاب بھیجا اور وہ جناب عاصم کی لاش کو بہا کر لے گیا۔ اور کافروں کی نظروں سے جناب عاصم کی لاش کو دور کر دیا۔

جناب عاصم کا عہد

جناب عاصم نے اسلام لانے کے بعد عہد کیا تھا کہ زندگی میں نہ تو اپنے جسم کو کسی کافر کا ہاتھ لگنے دیں گے' نہ خود کسی کافر کے جسم کو ہاتھ لگائیں گے اور زندگی بھر انہوں نے اس عہد کو نبھایا۔ اس عہد کی عظمت کو رب کریم نے بھی قبولیت سے نوازا اور شہادت کے بعد بھی ان کی لاش کو کافروں کی دستبرد سے

محفوظ فرما دیا اور بھڑوں کو ان کے محافظ کے طور پر مقرر فرما دیا۔ اور بارش کے سیلاب سے لاش کو ان کے ہاتھوں سے دور کر دیا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عہد کے بارے میں سنا تو آپ نے فرمایا

"اللہ تعالیٰ بندہ مومن کی حفاظتِ فرماتا ہے۔ عاصم نے عہد کیا تھا کہ وہ نہ تو کافر کو چھوئیں گے' نہ خود کو کسی کافر کو زندگی بھر چھونے دیں گے تو جس طرح ان کی زندگی میں پیش آیا' اللہ تعالیٰ نے ان کے مرنے کے بعد بھی ویسا ہی کر دیا"۔

تین صحابہ کی گرفتاری

ان تین صحابہ کو گرفتار کر کے قبیلہ ہذیل کے لوگ مکہ کی جانب روانہ ہوئے تاکہ انہیں وہاں جا کر فروخت کر دیں۔ جب مکہ کے قریب پہنچے تو ان تینوں میں سے ایک نے کسی طرح اپنے ہاتھ آزاد کر لیے اور تلوار کھینچ کر ان محافظوں کے ساتھ جنگ کی لیکن مقابلہ میں شہادت پائی۔ بقیہ دو مسلمانوں کو انہوں نے مکہ جا کر فروخت کر دیا۔ جناب زید بن دثنہ کو صفوان بن امیہ نے خریدا تاکہ وہ اپنے باپ کے بدلے میں' جو جنگ بدر میں ان کے ہاتھوں مارا گیا تھا' شہید کرے۔ دوسرے اسیر صحابی کا نام خبیب بن عدی تھا' انہیں بھی کسی کافر نے اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیے' جو جناب خبیب کے ہاتھوں مارا گیا تھا' خرید لیا۔

صفوان نے جناب زید کو اپنے غلام کے سپرد کیا تاکہ وہ انہیں حرم کی حدود سے باہر لے جائے وہاں انہیں قتل کیا جائے۔ اس منظر کو دیکھنے کے لیے بہت تماش بین بھی ساتھ ہو لیے۔ ان میں ابوسفیان بھی شامل تھا۔ جب صفوان کے غلام نے جناب زید بن دثنہ کو میدان میں گردن مارنے کے لیے زمین پر بٹھایا تو ابوسفیان نے آگے بڑھ کر جناب زید سے کہا' میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری بات کا درست جواب دینا۔ جناب زید نے کہا' معلوم کرو' کیا چاہتے ہو تو ابوسفیان نے کہا' خدا کے واسطے سچ بتانا اگر اس وقت تمہاری جگہ (خاکم بدہن) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے اور تم خیرو عافیت کے ساتھ اپنے اہل و عیال کے ساتھ بیٹھے ہوتے' وہ بات اچھی تھی یا یہ کہ تم اس حالت میں یہاں موجود ہو کہ ابھی تھوڑی دیر میں تمہیں قتل کیا جائے گا۔

جناب زید نے فرمایا' خدا کی قسم مجھے یہ بات محبوب ہے کہ میں یہاں موجود ہوں اور میری ایک جان کیا' اگر ہزار جانیں بھی ہوتیں اور وہ قربان ہو جاتیں تو مجھے گوارا تھا اور یہ گوارا نہیں کہ نبی علیہ السلام کو ذرہ برابر بھی تکلیف پہنچے۔ زید کا یہ جواب سن کر ابوسفیان نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا' میں نے ایسے

مخلص اور وفادار ساتھی دنیا میں کہیں نہیں دیکھے جیسے کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں' اس کے بعد جناب زید کو شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتوں کی بارش فرمائے۔

جناب خبیب پر انعام خداوندی

جناب خبیب کو ایک کافر نے خرید کر کوٹھڑی میں قید کر دیا تھا تاکہ جس دن چاہے انہیں سولی پر چڑھا دے۔ اس کافر کی باندی مشرف بہ اسلام ہو چکی تھی۔ اس کا بیان ہے کہ جناب خبیب کی اسیری کے دوران ان کے ہاتھوں میں انگور کے خوشے ہوتے تھے جن کو وہ کھاتے رہتے تھے اس موسم میں مکہ میں انگور دیکھا ہی نہیں جاتا تھا' اس کے علاوہ جناب خبیب کو اسیری کے دوران کوئی غذا نہیں دی جاتی تھی لیکن انہیں بھوک پیاس کی اذیت سے دوچار ہونا نہیں پڑا (کیونکہ ان کے لیے عالم غیب سے غذائیں آتی تھیں)

آخر کار ایک دن اس کوٹھڑی سے نکال کر جناب خبیب کو مقتل لایا گیا اور جب انہیں سولی پر چڑھایا جانے لگا تو جناب خبیب نے کہا' مجھے دو رکعت نماز تو ادا کر لینے دو۔ چنانچہ جناب خبیب نے دو رکعت نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر کافروں سے کہا' اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم یہ سوچو گے کہ میں موت کے ڈر سے وقت کو طول دینا چاہتا ہوں تو میں طویل سجدوں سے یہ نماز عاشقاں ادا کرتا یا اور رکعات پڑھتا۔ اس کے بعد جناب خیبب کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ سولی پر چڑھائے جانے سے پہلے ان کافروں کے حق میں جناب خیبب نے دعائے بد کی جس کو رب کریم نے قبول فرمایا اور جو بھی ان کو سولی چڑھائے جاتے وقت موجود تھا' وہ کسی نہ کسی اذیت سے دوچار اور مصیبت میں مبتلا ہوا۔

جب جناب عاصم اور خیبب کی شہادت کی اطلاع مدینہ پہنچی تو منافقوں نے حسب عادت زبان طعن دراز کی اور اگر یہ دونوں اپنے جذبات کا اظہار نہ کرتے اور اپنے گھر آرام سے پڑے رہتے اور یہ واقعہ ہائلہ رونما نہ ہوتا۔ منافقوں کی یہ ادا رب تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور اس نے ان "اصحاب رجیع" کے بارے میں' جو کافروں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے' یہ چند آیات (۲۰۴ تا ۲۰۷) نازل فرمائیں۔

ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیاۃ الدنیا ویشھد اللہ علی ما فی قلبہ وھوا لخصام (الی قولہ واللہ رؤف بالعباد) اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جن کی دنیاوی زندگی کے بارے میں گفتگو تم کو پسند آتی ہے اور وہ گواہ بناتا ہے اللہ کو اس بات پر جو اس کے دل میں ہے' حالانکہ وہ حق کا بدترین دشمن ہے۔ آیات۔

لَقَدْ جَمَّعَ ٱلْأَحْزابُ حَوْلِی وَأَلَّبُوا[1]
قَبائِلَهُمْ وَٱسْتَجْمَعُوا[2] كُلَّ مَجْمَعِ
وَكُلُّهُمُ مُبْدِی الْعَداوَةَ جاهِدٌ
عَلَیَّ لِأَنِّی فِی وِثاقٍ بِمَضْیَعِ[3]
وَقَدْ جَمَّعُوا أَبْناءَهُمْ وَنِساءَهُمْ
وَقُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِیلٍ مُمَنَّعِ
إِلَی اللهِ أَشْكُو غُرْبَتِی ثُمَّ كُرْبَتِی[4]
وَما أَرْصَدَ ٱلْأَحْزابُ لِی عِنْدَ مَصْرَعِی
فَذَا ٱلْعَرْشِ ، صَبِّرْنِی[5] عَلَیٰ مایُرادُ بِی
فَقَدْ بَضَّعُوا لَحْمِی وَقَدْ یاسَ مَطْمَعِی
وَذٰلِكَ فِی ذاتِ ٱلْإِلٰهِ وَإِنْ یَشَأْ
یُبارِكْ عَلَیٰ أَوْصالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ
وَقَدْ خَیَّرُونِی الْكُفْرَ وَالْمَوْتُ دُونَهُ
وَقَدْ هَمَلَتْ عَیْنایَ مِنْ غَیْرِ مَجْزَعِ
وَما بِی حِذارُ ٱلْمَوْتِ ، إِنِّی لَمَیِّتٌ
وَلٰكِنْ حِذارِی جَحْمُ نارٍ مُلَفَّعِ
فَوَاللهِ ما أَرْجُو إِذا مِتُّ مُسْلِمًا
عَلَیٰ أَیِّ جَنْبٍ كانَ فِی اللهِ مَصْرَعِی[6]

فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا
وَلا جَزَعًا إِنِّی إِلَی اللهِ مَرْجِعِی

جناب حسان بن ثابت نے بھی "واقعہ رجیع" کے شہداء کے بارے میں چند شعر کہے، جس میں ان شہداء کے ناموں کو منظوم کیا (رضی اللہ عنہم اجمعین)

دیکھو تو ان قبائل نے میرے اردگرد چاروں طرف اپنے آدمی جمع کر دیے ہیں اور انہیں دعوت دے کر بلا لیا ہے○ یہ سب کے سب میرے سامنے اپنی دشمنی کا اظہار کر رہے ہیں اور تمام کے تمام مجھ پر زور آزمائی کرنا چاہتے ہیں کیونکہ میں رسیوں میں جکڑا تختہ دار پر کھڑا ہوں○ انہوں نے اپنے بیٹوں' عورتوں اور تمام رشتہ داروں کو بلا کر جمع کیا ہے اور مجھے تختہ دار پر کھڑا کیا ہے○ میں اپنی غریب الوطنی' جاندہی اور موت کے سامنے تختہ دار پر کھڑا ہو کر شکایت صرف اللہ سے کر رہا ہوں○ اے عرش والے! ان لوگوں نے میرے لیے جو منصوبہ تیار کیا ہے اس پر ثابت قدم رہنے اور صبر کی توفیق عطا فرما۔ آج یہ ظالم میرے گوشت کے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں۔ اب میری زندگی کی امیدیں مایوسی سے بدل گئی ہیں۔ یہ تمام واقع مجھے اللہ کی راہ میں پیش آیا ہے۔ وہ چاہے تو ان لوگوں کو ہدایت دے کر ان کے عقائد کو بدل سکتا ہے○ ان لوگوں نے مجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو کفر اختیار کر لوں یا موت قبول کر لوں۔ میری آنکھوں سے اللہ کی محبت اور اس کی خشیت پر آنسو جاری ہیں۔ میں موت کو لبیک کہتا ہوں○ آج مجھے موت سے کوئی ڈر نہیں۔ میں موت کو اپنی کامیابی کی منزل سمجھتا ہوں۔ ہاں میں صرف جہنم کے شعلوں کی لپیٹ سے محفوظ رہنا چاہتا ہوں○ اللہ کے راستے میں مجھے قتل کیا جا رہا ہے۔ خدا کی قسم مجھے کسی قسم کا خوف اور غم نہیں ہے۔ میں صرف اور صرف مسلمان کی حیثیت سے مرنا چاہتا ہوں○ میں اپنے دشمنوں کے سامنے کسی قسم کی گھبراہٹ یا پشیمانی کا اظہار نہیں کروں گا کیونکہ میں تو اپنے اللہ کی طرف جا رہا ہوں○

شعر

صَلَّى ٱلإِلٰهُ عَلَى ٱلَّذِينَ تَتَابَعُوا
يَوْمَ ٱلرَّجِيعِ فَأُكْرِمُوا وَأُثِيبُوا
رَأْسُ ٱلسَّرِيَّةِ[1] مَرْثَدٌ وَأَمِيرُهُمْ
وَٱبْنُ ٱلْبُكَيْرِ إِمَامُهُمْ وَخُبَيْبُ[2]
وَٱبْنٌ لِطَارِقَ وَٱبْنُ دَثْنَةَ[3] مِنْهُمُ
وافاهُ[4] ثَمَّ حِمَامُهُ ٱلْمَكْتُوبُ
وَٱلْعَاصِمُ ٱلْمَقْتُولُ عِنْدَ رَجِيعِهِمْ
كَسَبَ ٱلْمَعَالِيَ إِنَّهُ[5] لَكَسُوبُ
* مَنَعَ ٱلْمَقَادَةَ أَنْ يَنَالُوا ظَهْرَهُ
حَتَّىٰ يُجَالِدَ إِنَّهُ لَنَجِيبُ

اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر اپنی رحمت فرمائے جو یکے بعد دیگرے "میدان رجیع" میں قتل ہو گئے تھے۔ وہ اس قربانی پر معزز اور مکرم ہوگئے اور بہت بڑے ثواب کے مستحق بن گئے ہیں○ ان قتل ہونے والوں میں اس جماعت کے سردار اور امیر "مرشد" بھی ہیں اور ان کے امام اور قائد حضرت بکیر اور خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تھے○ ان میں "ابن طارق" اور "ابن دثنہ" بھی تھے۔ ان دونوں نے بھی دوسروں کی طرح پوری وفاداری اور جانبازی کا مظاہرہ کیا تھا اور اس طرح تقدیری موت کا شکار ہوگئے○ اس گروہ میں "حضرت عاصم" (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تھے۔ جنہیں رجیع کے موقع پر قتل کیا گیا۔ انہوں نے مراتب عالیہ حاصل کیے اور ان مراتب اور مناصب کو حاصل کرنے میں صف اول میں تھے○ حضرت عاصم نے ذلت اور رسوائی کو اپنے نزدیک نہیں پھٹکنے دیا اور یہ بات پسند نہ کی کہ مقابلہ کے بغیر ہی دشمن ان پر قابو پالیں۔ وہ خوب لڑے واقعی وہ نجیب اور شریف آدمی تھے○

واقعہ بیر معونہ

غزوہ احد کے بعد شوال کے بقیہ مہینہ اور ذی القعدہ ذی الحجہ ۳ ھ اور محرم ۴ ھ تک نبی علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ طیبہ میں مقیم رہے۔ صفر کے مہینہ میں صحابہ کو "بیر معونہ" کی طرف روانہ فرمایا۔

ملاعب الاسنہ کا قصہ

یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ نجد کے علاقہ کا ایک رئیس ابوبراء عامر بن مالک' جو ملاعب الاسنہ کے لقب سے مشہور تھا' باوجود مسلمان نہ ہونے کے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستانہ کے تعلقات رکھتا تھا۔ اس نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) نجد کے رہنے والے اسلام کی دسترس سے خارج نہیں' اگر آپ ایک جماعت کو اس علاقہ میں تبلیغ اسلام کے لیے روانہ کریں تو ظاہر ہے کہ وہ اس تعلیم سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیں گے اور آپ کے مطیع ہو جائیں گے۔

اس کی بات سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے خوف ہے کہ اہل نجد غداری کریں گے اور میرے صحابہ کو قتل کر دیں گے۔ ملاعب الاسنہ نے کہا' میں ذمہ داری لیتا ہوں کہ اہل نجد غداری نہیں کریں گے۔ اس کی ضمانت پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ رؤسائے نجد کو خطوط لکھے جائیں اور بیالیس افراد کو نجد کی طرف تبلیغی مشن پر روانہ کیا گیا۔ جب یہ حضرات موضع "بیر معونہ" پہنچے تو ایک صحابی نے

وہاں کے رئیس کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک دیا' اس رئیس کا نام عامر بن طفیل تھا' یہ شخص بڑا جتھہ بند تھا' بہت سے قبائل اس سے متعلق تھے' اس بدبخت کو جب مکتوب نبوی دیا گیا تو اس نے نبوی قاصد کو فوراً قتل کرا دیا اور مکتوب کو نہ پڑھا۔

مبلغین اسلام کی شہادت

اور ایک لشکر لے کر مسلمان مبلغین پر اچانک حملہ آور ہوا اور اس اچانک حملہ اور کافروں کی تعداد کی زیادتی کے نتیجہ میں چالیس مسلمان مبلغ شہید ہوگئے۔

دو مسلمان صحابی جو سامان اور اونٹوں کی نگرانی کے لیے جنگل میں رک گئے تھے' انہیں اس معرکہ آرائی کی خبر نہ ہوئی۔ جب انہوں نے اس علاقہ میں' جہاں کے بقیہ صحابہ مقیم تھے' گرد اڑتی دیکھی اور آسمان سے سبز پرندوں کو اترتے دیکھا تو انہیں خیال ہوا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رسول کو شہید کر دیا گیا ہے۔ ان دونوں صحابہ میں سے ایک کا نام عمرو بن امیہ ضمری تھا' دوسرے صحابی کا تعلق انصار مدینہ سے تھا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ عمرو بن امیہ نے کہا کہ ہم واپس چلیں اور تمام حالات سے نبی علیہ السلام کو مطلع کریں لیکن انصاری صحابی نے کہا' نہیں خدا کی قسم ہم بھی جنگ کریں گے یہاں تک کہ دوسرے بھائیوں کی طرح شہید ہو جائیں۔ چنانچہ یہ دونوں بھی میدان جنگ میں آ گئے اور انصاری تو لڑتے لڑتے شہید ہوگئے اور عمرو بن امیہ اسیر ہوگئے' بعد میں عمرو بن امیہ نے کافروں سے کہا کہ میرا تعلق تو تمہارے دوست قبیلہ مضر سے ہے' اس لیے ان کا سر مونڈ کر چھوڑ دیا۔ انہوں نے مدینہ آ کر نبی علیہ السلام کو سارا واقعہ سنایا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا' یہ ساری حرکت ابوبراء ملاعب الاسنہ کی ہے' اسی نے آ کر اس کام کی تحریک کی تھی ورنہ میں تو ان صحابہ کو بھیجنا نہیں چاہتا تھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اس واقعہ پر شدید صدمہ ہوا۔

عامر بن فہیرہ کا واقعہ

جب ابوبراء ملاعب الاسنہ نے یہ واقعات سنے اور نجد والوں کی غداری اپنی ضمانت کو توڑنے اور نبی علیہ السلام کی ناراضگی کا علم ہوا تو عامر بن طفیل کی غداری سے دل گرفتہ ہو کر اس سے بدلہ کا منتظر رہا کہ کب وہ شکار کے لیے نکلے اور میں بدلہ لوں۔ جب عامر بن طفیل شکار کے لیے صحرا کی جانب روانہ ہوا تو ابوبراء کا بیٹا بھی اس کی تاک میں جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ جب ابوبراء کو عامر بن طفیل صحرا میں ملا تو اس پر نیزے سے حملہ کیا اور اس کی ٹانگ کو زخمی کر کے اس کو سواری سے کھینچ کر قتل کر دیا۔ اور

اصحاب بیر معونہ کی کرامت تھی کہ یہ کافر بھی کافر ہی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

اس عامر بن طفیل کے ساتھ ایک واقعہ اس طرح پیش آیا کہ جب اس کے حکم پر ایک مسلمان کو قتل کیا جا رہا تھا' اس وقت آسمان سے ایک جماعت اتری اور اس شہید کو اٹھا کر آسمان کی طرف لے گئے۔ عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کی لاش کو آسمان کی طرف لے جاتے ہوئے دیکھا۔ جب میں نے معلوم کیا کہ یہ کون تھا تو بتایا گیا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ جناب عامر بن فہیرہ تھے۔

بیر معونہ کے سانحہ میں شہید ہونے والے شہداء کے بہت سے مرثیے لکھے گئے ہیں' جو سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ یہاں جناب حسان بن ثابت انصاری کے مرثیہ کے چند شعر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

عَلیٰ قَتْلیٰ[3] مَعُونَةَ، فَاسْتَهِلّی
بِدَمْعِ الْعَیْنِ سَحًّا غَیْرَ نَزْرِ[4]

عَلیٰ خَیْلِ الرَّسُولِ غَداةَ[5] لاقَوا
مَنایاهُمْ، وَلاقَتْهُمْ[6] بِقَدْرِ[7]

أصابَهُمُ الْفَناءُ بِعَقْدِ قَوْمٍ
تُخُوِّنَ عَقْدُ حَبْلِهِمِ بِغَدْرِ

فَیالَهْفی[8] لِمُنْذِرٍ إذْ تَوَلّیٰ
وَأعْنَقَ[9] فی مَنِیَّتِهِ بِصَبْرِ

وَکائِنْ قَدْ أُصِیبَ غَداةَ ذاکُمْ
مِنْ أبْیَضَ ماجِدٍ مِنْ سِرِّ عَمْرِو[10]

آج دل کھول کر اپنی آنکھوں سے آنسو بہاؤ۔ رسول اللہ کے ان مجاہدوں پر آنسو بہاؤ! جس دن "بیر معونہ" کے میدان میں وہ اپنی موت کا مقابلہ کر رہے تھے اور موت ان کے مقابل کھڑی تھی○ رسول اللہ کے ان جانثار دوستوں کو دشمن کی بدعہدی نے قتل کیا۔ کفار آج غداری کی رسی باندھے ہوئے تھے۔ میں حضرت "منذر" پر اظہار افسوس کرتا ہوں۔ وہ ہم سے منہ موڑ کر چلے گئے اور موت کو لبیک کہا۔ وہ نہایت صبر و تحمل سے موت کی وادی میں بڑھتے گئے○ اسے صبح کے وقت قتل کر دیا گیا۔ یہ خوبصورت نوجوان تھا۔ صاحب مجد و شرف انسان تھا۔ اور "عمرو" کا سب سے اچھا بیٹا تھا○

(۱۲)

غزوہ بنو نضیر

اس غزوہ کا پس منظر

"بیر معونہ" میں چالیس سے زیادہ صحابہ شہید ہو چکے تھے اور جناب عمرو بن امیہ نجد کے علاقہ سے واپس آ رہے تھے تو راستہ میں انہیں "بنو عامر" کے دو افراد ملے جنہیں انہوں نے اس غلط فہمی کی بنا پر کہ یہ عمرو بن طفیل کے رشتہ دار یا اس سے تعلق رکھنے والے ہیں اور اس نے مسلمانوں سے غداری کی تھی' قتل کر دیا جبکہ حقیقت اس کے خلاف تھی اور بنو عامر نے نبی علیہ السلام سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ جب انہوں نے آ کر تمام واقعات نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے گوش گزار کیے تو آپ نے ان کے اس عمل پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا' تمہیں ایسا نہ کرنا چاہیے تھا۔ بنو عامر سے ہمارا معاہدہ ہے' اب جبکہ تم نے ان کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے تو ہم اس کا خوں بہا دے دیں گے۔

چنانچہ چند دن کے بعد نبی علیہ السلام نے حضرات ابوبکر و عمر اور چند صحابہ کو ساتھ لیا اور قبیلہ بنو نضیر کے لوگوں کے پاس تشریف لے گئے۔ یہ سارا قبیلہ مذہبا" یہودی تھا لیکن انہوں نے نبی علیہ السلام سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ نبی علیہ السلام نے ان لوگوں کے پاس جا کر بنو عامر کے ان دونوں افراد کے قتل کا' جو عمرو بن امیہ کے ہاتھوں ہوا تھا' تذکرہ کر کے تعاون کے لیے فرمایا تاکہ بنو عامر کے لوگوں کو دیت کی رقم کا معاملہ طے کر دیا جائے۔ بنو نضیر کے لوگوں نے بظاہر تو تعاون کا وعدہ کیا' کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) جس طرح آپ فرمائیں گے' ہم ویسا ہی کریں گے۔ یہ کہہ کر وہاں سے اٹھے اور آپس میں مشورہ کیا اور یہ کہنے لگے' ہم اس معاملہ میں نبی علیہ السلام کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس معاملہ میں شریک ہیں۔

نبی علیہ السلام کے قتل کی سازش

انہوں نے سازش کی کہ اب ایک شخص اٹھے اور مکان کی چھت پر جا کر ایک پتھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر گرا دے تاکہ یکبارگی ہم ان کے ہاتھوں سے محفوظ ہو جائیں اور آئندہ کے لیے ان کا خدشہ ہمارے لیے باقی نہ رہے۔ چنانچہ ایک بدبخت نے کہا کہ میں یہ کام انجام دوں گا چنانچہ اس شقی نے اٹھ کر ایک بڑا پتھر اٹھایا اور اس مکان کی چھت پر گیا جس کی دیوار کے سایہ میں نبی علیہ السلام صحابہ کے ساتھ

بیٹھے تھے' جب اس نے پتھر کو گرانے کا ارادہ کیا' اس وقت جناب جبریل نے بارگاہ نبوی میں آکر عرض کیا کہ یہودی غداری پر اتر آئے ہیں' آپ یہاں سے اٹھ کر مدینہ کی جانب روانہ ہو جائیں' چنانچہ نبی علیہ السلام صحابہ سے وحی الٰہی کا ذکر کیے بغیر اس یہودی کے پتھر لڑھکانے سے پہلے اٹھ آئے۔ جب حضرات ابوبکر و عمر اور دوسرے صحابہ نے نبی علیہ السلام کو اس جگہ نہ پایا تو پریشان ہو کر تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ راستہ میں ایک شخص مدینہ سے آتا ہوا ملا تو ان حضرات نے اس سے نبی علیہ السلام کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے بتایا' میں نے آپ کو مدینہ کی جانب جاتے دیکھا ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے تیزی سے چل کر نبی علیہ السلام کو راستہ میں پا لیا تو آپ سے معلوم کیا کہ وہ کونسی وجوہ تھیں جو آپ بغیر ہمیں بتائے تنہا وہاں سے تشریف لے آئے۔ نبی علیہ السلام نے انہیں یہودیوں کی غداری اور جبریل امین کی آمد اور اس اطلاع کی بابت بتایا۔

بنو نضیر پر لشکر کشی اور محاصرہ

اس کے بعد نبی علیہ السلام نے صحابہ کو جمع ہو کر ان کے مقابلہ کا حکم دیا۔ چنانچہ مناسب تعداد میں صحابہ جمع ہوئے اور بنو نضیر سے جنگ کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے اور ان کی آبادی میں آئے۔ بنو نضیر کے لوگوں نے ایک قلعہ میں محصور ہو کر پناہ حاصل کی۔ یہ محفوظ قلعہ چاروں طرف سے کھجور کے درختوں سے گھرا ہوا تھا۔ نبی علیہ السلام نے کھجور کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دے دیا۔ جب قلعہ کے مکینوں نے مسلمانوں کو درخت کاٹتے دیکھا تو اوپر سے شور مچانے لگے' اے محمد آپ دوسروں کو تو فساد سے منع کرتے ہیں لیکن خود کیوں ہمارا نقصان کرا رہے ہیں اور درخت کاٹنے کا حکم دیا ہے' ان درختوں نے کیا تقصیر کی ہے؟

محاصرہ کے دوران منافقین کی شرارت

مسلمانوں نے چھ دن تک اس قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ اسلامی لشکر میں منافقین بھی شامل تھے۔ یہ درپردہ یہودیوں سے سازش کیے ہوئے تھے اور انہیں پیغام دے رہے تھے کہ مسلمانوں کے مقابلہ پر ڈٹے رہو اور کسی قیمت پر قلعہ مسلمانوں کے حوالہ نہ کرنا' وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ ہم تمہارے دوست ہیں' اگر وہ تمہیں قلعہ سے نکالیں گے تو ہم تمہاری مدد کے لیے آ جائیں گے۔ یہود ان منافقین کے کہنے میں آ گئے اور یہ سمجھ لیا کہ یہ سچ کہتے ہیں' اس لیے انہوں نے ان کی مدد کے بھروسہ پر مزید چند دن انتظار کیا اور جنگ کرتے رہے اور ٹال مٹول کر کے قلعہ کو مسلمانوں کو سپرد کرنے میں تاخیر کی۔

نصرت الٰہی اور یہود کی شکست

جب یہودی ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے' اس اثناء میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے دل میں نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کی ہیبت پیدا کر دی اور انہوں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں قاصد روانہ کیا تاکہ وہ پناہ طلب کرے اور یہ قلعہ سے باہر آ کر قلعہ مسلمانوں کو سپرد کر دیں اور نبی علیہ السلام صرف اتنی اجازت دیں کہ ان کی جان بخشی کی جائے گی اور انہیں مرضی کے مطابق سامان لے جانے کی اجازت ہوگی۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے انہیں امان دی اور سامان لے جانے کی اجازت بھی دے دی لیکن ان بدبختوں نے یہ حرکت کی کہ اپنے مکانوں کو توڑا' ان کے دروازے نکالے اور ان میں دراڑیں ڈال دیں تاکہ مسلمان ان مکانوں کو استعمال نہ کر سکیں۔

یہ شرارت کرنے کے بعد وہ اپنے چارپایوں کو ساتھ لے کر اپنے زن و فرزند کو آگے رکھ کر قلعے سے اترے اور بعض خیبر کی طرف چلے گئے' بعض نے شام میں قیام کو ترجیح دی۔ اس مرحلہ پر ان میں سے صرف دو افراد نے اسلام قبول کیا۔

قلعہ میں یہ لوگ جو مال و اسباب چھوڑ گئے تھے' اس پر نبی علیہ السلام نے قبضہ کیا اور یہ مال مسلمان مہاجرین میں تقسیم کیا۔ انصار میں سے صرف ابودجانہ اور سہل بن حنیف کو حصہ ملا۔

وہ دو یہودی جو مشرف بہ اسلام ہوئے تھے' ان میں ایک کا نام ابو سعد بن وہب تھا' دوسرے شخص وہ تھے جن کے چچا زاد بھائی نے نبی علیہ السلام پر پتھر گرانے کی ذمہ داری قبول کی تھی' ان کا نام یامین بن عمیر تھا۔ بعد میں یامین جب بھی نبی علیہ السلام کے سامنے آتے تو آپ فرمایا کرتے' یامین! تم نے دیکھا کہ تمہارے عم زاد نے کیا کرنا چاہا تھا' اس بات پر جناب یامین کو سخت ندامت ہوتی تھی۔

رب کریم نے غزوہ بنی نضیر کے سلسلہ میں سورہ حشر کی آیات نازل فرمائیں' اس غزوہ کے سلسلہ میں بہت سے شاعروں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے جن کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں بیان کی گئی ہے۔

یہاں ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے ابن لقیم عبسی کے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں۔

ابن لقیم العبسی نے غزوہ بنی نضیر کے شہداء پر مرثیہ کہا

شعر

أَهْلِي فِدَاءٌ لِامْرِئٍ غَيْرِ هَالِكٍ

أَحَلَّ الْيَهُودَ بِالْحَسِيِّ الْمُزَنَّمِ

يَقِيلُونَ[1] فِى جَمْرِ الْغَضَاةِ وَبُدِّلُوا
أُهَيْضِبَ عُودَىٰ بِالْوَدِىِّ الْمُكَمَّمِ
فَإِنْ يَكُ ظَنِّى صَادِقًا[2] بِمُحَمَّدٍ
تَرَوْا خَيْلَهُ بَيْنَ الصَّلَا وَيَرَمْرَمِ[3]
يَؤُمُّ بِهَا عَمْرُو بْنُ بُهْثَةَ إِنَّهُمْ
عَدُوٌّ وَمَا حَيٌّ[4] صَدِيقٌ كَمُجْرِمِ
عَلَيْهِنَّ أَبْطَالٌ مَسَاعِيرُ فِى الْوَغَىٰ
يَهُزُّونَ أَطْرَافَ الْوَشِيجِ الْمُقَوَّمِ[5]
وَكُلُّ رَقِيقِ الشَّفْرَتَيْنِ[6] مُهَنَّدٌ
تُوُورِثْنَ مِنْ أَزْمَانِ عَادٍ وَجُرْهُمِ
فَمَنْ مُبْلِغٌ عَنِّى قُرَيْشًا رِسَالَةً[7]
فَهَلْ بَعْدَهُمْ فِى الْمَجْدِ مِنْ مُتَكَرَّمِ[8]
بِأَنَّ أَخَاكُمْ فَاعْلَمُنَّ مُحَمَّدًا[9]
تَلِيدُ النَّدَىٰ بَيْنَ الْحَجُونِ وَزَمْزَمِ
فَدِينُوا لَهُ[10] بِالْحَقِّ تَجْسُمْ أُمُورُكُمْ
وَتَسْمُوا[11] مِنَ الدُّنْيَا إِلَىٰ كُلِّ مُعْظَمِ

میرے گھر کے تمام لوگ اس ہستی پر فدا ہیں جس کے کارنامے غیر فانی ہیں۔ جس نے یہود کو غریب الدیار بنا دیا تھا۔ یہ یہودی اب "شجر عضاء" کی آگ کے شعلوں پر تڑپتے ہیں۔ مقام عودی کی بلند وادیاں چھین کر انہیں ایک پست اور تنگی زمین پر جہاں چھوٹی چھوٹی کھجوریں ہیں دھکیل دیا تھا○ اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کامیابی کے متعلق میرا خیال صحیح ہے تو ایک دن آئے گا جب محمد کے لشکروں کے گھوڑے اس زمین کو روند کر رکھ دیں گے۔ "صلا" اور "امیر مرمرم" کے خطے عمر بن بہثہ سے خالی کرا لیے جائیں گے۔ یہی لوگ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں○ ان گھوڑوں پر بڑے بڑے بہادر اور میدان جنگ میں آگ برسا دینے والے نوجوان سوار ہوں گے جو اپنے سیدھے تیز نیزوں کے ساتھ ساتھ ہندی تلواروں کو بھی کام میں لائیں گے۔ یہ تیز تلواریں انہیں "عاد و جرہم" سے ورثہ میں ملی تھیں○ کوئی ہے جو آج قریش کو میرا یہ پیغام پہنچا دے۔ کیا ان قریش کے بعد بھی عرب میں کوئی مجد و شرف کا مالک ہے○ قریش کو بتا دو۔ وہ اچھی طرح جان لیں کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمہارے

کعب بن مالک انصاری کے یہ اشعار ابوزید انصاری نے سنائے تھے

شعر

وَعَدْنا أباسُفْيانَ بَدْرًا فَلَمْ نَجِدْ[1]
لِميعادِهِ[2] صِدْقًا وَما كانَ وافيا[3]

فَأُقْسِمُ لَو وافَيْتَنا فَلَقيتَنا[4]
لَأُبْتَ ذَميمًا وَ افْتَقَدْتَ الْمَواليا

تَرَكْنا بِهِ أوْصالَ عُتْبَةَ[5] وَ ابْنَهُ
وَعَمْرًا أباجَهْلٍ تَرَكْناهُ ثاوِيا

*عَصَيْتُمْ رَسولَ اللهِ أُفٍّ لِدينِكُمْ
وَأمْرُكُمُ السَّيِّءِ الَّذى كانَ غاوِيا

فَإنّي وَإنْ عَنَّفْتُمُونی لَقائِلٌ
فِدًى لِرَسُولِ اللهِ أهْلی وَمالِيا[6]

ہم نے ابوسفیان سے "بدر" میں لڑنے کا وعدہ کیا تھا مگر ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے عہد سے پھر گیا اور اسے پورا نہ کر سکا○ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ اپنا وعدہ پورا کرتا' ہمارے ہاتھ آ جاتا تو اپنے تمام رشتہ داروں کو کھو کر روتا روتا لوٹتا○ "بدر" میں ہم نے عتبہ اور اس کے بیٹے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ قریش! تم نے رسول اللہ کے احکام کو ٹھکرایا۔ تف ہے تم پر اور تف ہے تمہارے دین پر۔ تمہارے معاملات مذموم اور گمراہ کن ہیں○ سن لو! خواہ تم مجھے کیسی ہی ملامت کرو میں تو یہی کہوں گا کہ میرا مال و متاع اور جان سب' رسول اللہ پر قربان ہے○ ہم نے رسول اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ وہ رات کی تاریکیوں میں ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ وہ اندھیروں میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ ہم اپنے میں سے کوئی بھی اس کی مثال نہیں لا سکتے○

حضرت حسان بن ثابت نے یہ اشعار کہے

دَعُوا فَلَجاتِ الشّأمِ ، قَدْ حالَ دونَها
جِلادٌ كَأفْواهِ الْمَخاضِ الأوارِكِ

بِأيْدی رِجالٍ هاجَرُوا نَحْوَ رَبِّهِم[10]
وَأنْصارِهِ حَقًّا وَأيْدِی الْمَلائِكِ

إذا سَلَكْتَ لِلْغَوْرِ[2] مِنْ بَطْنِ عالِجٍ
فَقُولا لَها : لَيْسَ الطَّرِيقُ هُنالِكِ
أَقَمْنا عَلَى الرَّسِّ[3] النَّزُوعِ ثَمانِيًا
بِأَرْعَنَ[4] جَرّارٍ عَرِيضِ الْمَبارِكِ
بِكُلِّ كُمَيْتٍ ، جَوْزُهُ نِصْفُ خَلْقِهِ
وَقُبٍّ طِوالٍ مُشْرِفاتِ الْحَوارِكِ
تَرَى الْعَرْفَجَ الْعامِيَّ تَذْرِي أُصولَهُ
مَناسِمُ أَخْفافِ[5] الْمَطِيِّ الرَّواتِكِ[6]
فَأَبْلِغْ أَبا سُفْيانَ عَنِّي رِسالَةً[7]
فَإِنَّكَ مِنْ غُرِّ الرِّجالِ الصَّعالِكِ

قریشیو! اب شام کی نہوں کی طرف جانے کا خیال دل سے نکال دو۔ تمہارے راستے میں وہ تلواریں لہرا رہی ہیں جو جوان حاملہ اونٹیوں کی طرح منہ کھولے کھڑی ہی۔ یہ تلواریں ان لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جو اللہ کے راستہ میں گھربار چھوڑ کر نکل آئے ہیں۔ انہیں اب کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ ان کی امداد کے لیے فرشتے آتے ہیں○ اے قاصد! جب ریتلی زمین کے نشیبی علاقہ میں سے گزرو تو قریش کو برملا کہہ دو کہ اب ان کے راستے بند ہو چکے ہیں○ ایک ایسے لشکر جرار کے ساتھ جو طویل و عریض جگہ پر پھیلا ہوا ہے۔ ایسے گھوڑوں کے ساتھ جن کے صرف پیٹ ہی ان کا نصف حصہ ہے۔ جو دراز قدم' پتلی کمر والے اور اونچے شانوں والے ہیں۔ یہ کمیت گھوڑے ہیں۔ ہم آٹھ دن تک میدان بدر میں ڈیرے ڈالے رہے اور کنوئیں سے خوب پانی نکالتے رہے○ اس میدان میں ایک سال کی اگی ہوئی عرفج گھاس کو دیکھو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ ان تیز رو اونٹوں کے پاؤں سے ان کی جڑیں کس طرح اڑ گئی ہیں○ اگر ہمارے چکروں اور دوڑ دھوپ سے "فرات ابن حیان" ہمارے ہاتھ آ گیا تو وہ مرنے والوں کے پاس بطور رہن رکھ دیا جائے گا○ اگر قیس ابن امراء القیس ہمیں مل گیا تو اس کے کالے رنگ میں مزید اضافہ ہو جائے گا○ اے قاصد! ابوسفیان کو میرا پیغام پہنچا دو کہ تم بے مایہ خوش رنگ لوگوں میں سے ایک ہو۔ اب تمہاری حقیقت اور حیثیت کچھ نہیں○

بھائی ہیں۔ اور "حجون" اور "زمزم" کے درمیان کے علاقہ میں ان جیسا فیاض اور کریم نہیں ملتا۔ وہ اس

نعمت غیر مترقبہ سے فائدہ اٹھائیں○ حق قبول کر کے رسول اللہ کی اطاعت قبول کریں۔ اس سے ان کی اہمیت بڑھ جائے گی۔ پھر قریش دنیا کے بلند سے بلند مقام پر پہنچ جائیں گے○ وہ ایسے نبی ہیں جن پر اللہ کی طرف سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ ہم اور تم لوگ ان سے غیوب کے تمام سوالات کے جوابات حاصل کر سکتے ہیں○ اے قریش! سن لو! بدر کے مقام کے اس گھڑے میں جہاں تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا گیا تھا تمہارے لیے سامان عبرت ہے۔ تم جانتے ہو کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبیلہ "بنو خزرج" کے نوجوانوں کو لے کر تمہارے مقابلہ میں آئے تھے۔ وہ خدا کے حکم پر وہاں پہنچے تھے۔ انہیں حضرت جرائیل علیہ السلام (روح القدس) کی حمایت حاصل تھی جو دشمنوں پر حملہ آور تھے۔ وہ رسول برحق کی حیثیت سے اس میدان میں پہنچے تھے○ وہ اللہ کے ایسے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہوئے آگے بڑھے تھے۔ جب اللہ کی نصرت اور روشنی آ پہنچی تو ان کے سامنے کوئی طاقت نہ ٹھہر سکی تھی○ میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ کا قدم آگے بڑھ رہا ہے۔ کیونکہ اللہ نے فتح و نصرت ان کے مقدر میں لکھ دی ہے○

(۱۶)

غزوہ ذات الرقاع

غزوہ بنی نضیر سے واپس تشریف لانے کے بعد ربیع الاخر جمادی الاول ۴ ھ میں نبی علیہ السلام نے مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا' اس کے بعد لشکر ترتیب دے کر نجد والوں (کی ریشہ دوانیوں) کو ختم کرنے کے لیے مدینہ سے نکلے اور اپنی عدم موجودگی میں انتظامی سربراہ جناب ابوذر غفاری کو مقرر فرمایا اور اسلامی لشکر کے ساتھ نخلہ کے علاقہ میں "ذات الرقاع" نامی جگہ پر پڑاؤ کیا۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام کی زیادہ توجہ قبیلہ غطفان کی جانب تھی۔ جب یہاں اسلامی لشکر کا قیام ہوا تو قبیلہ غطفان کے لشکر بھی جمع ہونے شروع ہوئے لیکن وہ اسلامی لشکر کو دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گئے' گو اسلامی لشکر کو بھی ان کی طرف سے اندیشہ ہوا تھا' دونوں طرف کے لشکری اسلحہ سے آراستہ ہو کر تیار ہوئے تاکہ مقابلہ کے وقت نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

نماز خوف

اس حالت میں نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ نبی علیہ السلام نے اس موقعہ پر نماز خوف ادا فرمائی۔ اس نماز

کی ادائیگی کا انداز حدیث و فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ جب مسلمان نماز سے فارغ ہوئے تو کافر مقابلہ سے ہٹ گئے اور جنگ کا موقعہ نہ آیا۔

ایک کافر کی مکاری کا توڑ

جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے سے ہٹے اور اپنی اپنی جگہوں پر آئے تو ایک کافر نے کہا یہ تو جو ہونا تھا ہوچکا' اب ایک کام میں کر سکتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر سکتا ہوں۔ لوگوں نے معلوم کیا یہ کام تم کس طرح انجام دو گے؟ تو اس نے کہا کہ میں ان کے پاس جاؤں گا اور موقع تلاش کر کے مقصد حاصل کرلوں گا۔ لوگوں نے کہا اگر تم نے یہ کارنامہ انجام دے لیا تو ہم تمہیں اتنے اونٹ دیں گے۔ اس گفتگو کے بعد وہ کافر اسلامی لشکر میں داخل ہو کر ادھر ادھر گھومنے لگا۔ کیونکہ مسلمان اس کو پہچانتے نہ تھے' اس لیے اس سے کسی نے تعرض نہ کیا۔ اتفاق سے اس کو بارگاہ نبوی میں حاضری کا موقع مل گیا۔ وہ جا کر وہاں بیٹھ گیا۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تلوار رکھی ہوئی تھی۔ اس کافر نے موقعہ نکال کر نبی علیہ السلام سے کہا' یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) ذرا آپ اپنی تلوار مجھے دکھائیں۔ آپ نے تلوار اس کو دیدی تو اس نے اس کو نیام سے نکالا اور اٹھ کر نبی علیہ السلام پر حملہ کا ارادہ کیا لیکن (مرضی الٰہی سے) منہ کے بل زمین پر گر گیا۔ زمین سے اٹھ کر اس نے دوبارہ تلوار سنبھال کر حملہ کرنا چاہا اور کہنے لگا' اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) آپ مجھ سے نہیں ڈر رہے۔ آپ نے فرمایا' نہیں۔ کہنے لگا کیوں؟ حالانکہ آپ کی تلوار تو میرے پاس ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' اللہ تعالیٰ تجھے ایسا نہ کرنے دے گا۔ یہ بات سن کر اس نے ایک مرتبہ اور حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ پھر گر پڑا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اب تو شرمندگی سے اس کا ایسا خراب حال ہوا کہ وہاں سے اٹھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور انہیں روداد سنائی۔ اس موقع پر اس کافر کے مکر کی پردہ دری کر کے اللہ تعالیٰ نے اس سے نبی علیہ السلام کو محفوظ رکھا اور اس آیت کو نازل فرمایا۔

"اے ایمان والو' اپنے اوپر نازل ہونے والی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ وہ تمہارے اوپر دست درازی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مومن اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں"۔ (مائدہ۔ آیت ۱۱)

جناب جابر کا اونٹ

جناب جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ "ذات الرقاع" سے واپسی پر میرا اونٹ کمزوری کی

وجہ سے تیز نہیں چل سکتا تھا اور سب سے پیچھے رہ جاتا تھا اور میں اس وجہ سے سب سے پیچھے ہو جاتا تھا۔ ایک دن جب نبی علیہ السلام نے مجھے سب سے پیچھے دیکھا تو مجھ سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا' تم سب سے پیچھے رہ گئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میرا اونٹ انتہائی کمزور ہوچکا ہے' وہ سب کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' اپنے اونٹ کو بٹھاؤ' میں نے اونٹ کو بٹھا دیا۔ اس وقت آپ نے میرے ہاتھ سے وہ لکڑی' جو اونٹ کو ہنکانے کے کام آتی تھی' لی اور اس کو چند مرتبہ اونٹ کے مارا اور مجھ سے فرمایا اب اس پر سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے اس پر سوار ہو کر اس کو اٹھا کر چلایا۔ اب وہ اتنا تیز ہوگیا تھا کہ وہ "ناقہ نبوی" کے برابر چل رہا تھا۔ اس طرح ہم اسلامی لشکر کے ساتھ ہو لیے۔ تھوڑی دیر بعد نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا' جابر! تم اپنے اونٹ کو ہمارے ہاتھ فروخت کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا' فروخت کی کیا ضرورت' ویسے ہی پیش کرتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' نہیں بیچ ڈالو۔ میں نے کہا کتنے میں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' ایک درہم میں۔ میں نے کہا' نہیں۔ آپ نے فرمایا' دو درہم میں۔ میں نے پھر منع کیا' اس طرح آپ ایک ایک درہم بڑھاتے رہے اور میں انکار کرتا رہا' اس طرح بات چالیس درہم تک آگئی تو میں نے کہا' چالیس درہم میں بیچتا ہوں۔

جناب جابر سے نبی علیہ السلام کی خوش طبعی

نبی علیہ السلام نے جناب جابر سے معلوم فرمایا' کیا تم نے شادی کرلی ہے۔ عرض کیا' کرلی ہے۔ آپ نے معلوم کیا' کنواری خاتون سے شادی کی یا ایسی خاتون سے شادی کی ہے جس کی پہلے ہی شادی ہوچکی تھی۔ عرض کیا' ایسی ہی (شادی شدہ) خاتون سے شادی کی ہے۔ اس وقت آپ نے فرمایا:

افلا جاریۃ تلاعبها و تلاعبک

"ایسی عورت سے کیوں نہیں کی جس کے ساتھ تم اپنے جذبات کی تسکین کرتے اور وہ تمہارے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کرتی"۔

جناب جابر فرماتے ہیں' میں نے عرض کیا کہ میرے والد "غزوہ احد" میں شہید ہوئے اور سات لڑکیوں کی کفالت میرے ذمہ آئی ہے۔ اس لیے میں نے ایسی خاتون سے نکاح کیا ہے جو ان لڑکیوں کی نگہداشت کر سکے۔ میرا جواب سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا' تم نے ایسی خاتون سے شادی کر کے اچھا کیا۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا' جب ہم مدینہ کے قریب پہنچیں گے تو فلاں منزل پر ایک شب قیام کریں گے اور جب تمہاری بیوی کو تمہاری آمد کی اطلاع ملے گی تو وہ تیاریاں کرے گی اور عمدہ لباس پہنے گی (بعض گھیراؤ کرلیں گے اور یہ محاصرہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ ہم مدینہ کو تاراج کر کے (خاکم

حضرات نے یہاں شبینہ لباس "نائٹ گون" ترجمہ کیا ہے اور یہی ترجمہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ آگے آنے والی عبارت بھی اس کی تائید کرتی ہے) جابر کہتے ہیں' میں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس شبینہ لباس کہاں سے آیا۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا ہوگا (یعنی یہ برا وقت ہمیشہ نہ رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ رفع الحالی عطا فرمائے گا) اس کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تم گھر جاؤ اور شب بسری کرو تو دانشمندی سے کام لینا۔ جناب جابر فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام راستہ میں اسی قسم کی گفتگو فرماتے رہے۔ جب اس مقام پر پہنچے جہاں کہ آپ نے رات گزارنے کا ارادہ فرمایا تھا تو یہیں قیام فرمایا۔ مدینہ پہنچ کر پہلے اپنی بیوی کو نبی علیہ السلام سے ہونے والی گفتگو کا تذکرہ کیا تو اس نے مجھ سے کہا' **وطاعتہ** یعنی میرا فریضہ اس گفتگو کو سن کر گردن اطاعت خم کرنا ہے اور آپ بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمودات پر عمل کریں۔

دوسرے دن صبح کو اٹھ کر میں نے اس اونٹ کی نکیل پکڑی جس کو میں نے نبی علیہ السلام کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور مسجد نبوی کی جانب چل دیا۔ مسجد کے دروازے پر پہنچ کر اونٹ کو بٹھایا اور خود مسجد نبوی میں چلا آیا۔ جب نبی علیہ السلام حجرہ شریفہ سے باہر آئے تو دروازہ مسجد پر اونٹ کو بیٹھا دیکھ کر فرمایا' یہ کس کا اونٹ ہے۔ صحابہ نے بتایا کہ جابر بن عبداللہ نے لا کر بٹھایا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' جابر کہاں ہے! چنانچہ مجھے بلایا گیا۔ جب میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا جابر! اونٹ ہم نے تمہیں بخش دیا۔ اس کے بعد جناب بلال سے فرمایا کہ جابر کو چالیس درہم دے دیے جائیں چنانچہ جناب بلال نے مجھے چالیس درہم کے علاوہ بھی نبی علیہ السلام کے فرمانے کے مطابق عطا کیا۔

اس اونٹ کی قیمت اور اس پر اضافہ کی رقم میں اللہ تعالیٰ نے بہت برکت عطا فرمائی اور میرا مال بڑھتا ہی رہا۔

ایک صحابی کی نماز میں محویت

غزوہ ذات الرقاع کے موقعہ پر ایک کافر عورت مر گئی۔ اس دوران اس کا شوہر موجود نہ تھا' جب وہ واپس آیا اور اس کو بیوی کے مرنے کا علم ہوا تو اس نے قسم کھائی کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا تعاقب کروں گا اور اس وقت تک واپس نہ آؤں گا جب تک کہ ان میں سے کسی کو قتل نہ کر لوں۔ چنانچہ وہ وہاں سے اٹھا' سفر کی تیاری کی اور مسلمانوں کے لشکر کے تعاقب میں روانہ ہوا' یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچا جہاں کہ اسلامی لشکر مقیم تھا۔ یہاں پہنچ کر یہ کافر ایک جگہ چھپ گیا۔

کا احساس ہوا تو اس نے سمجھ لیا کہ یہ تو اسلامی لشکر کا کوئی فرد معلوم ہوتا ہے' چنانچہ اس نے ایک تیر کمان میں لگا کر انصاری صحابی پر مارا۔ انہوں نے بھی خطرہ کا احساس کر کے ہاتھ بڑھا کر اس تیر کو اپنے جسم سے نکال لیا اور مصروف نماز رہے۔ انہوں نے نماز کو توڑ کر اپنے ساتھی کو نہ بتایا۔ کافر نے جب یہ دیکھا کہ میرے تیر کا کوئی اثر نہیں ہوا اور یہ مسلمان گرا نہیں تو اس نے دوسرا تیر چلایا۔ اس کا بھی انصاری صحابی نے یہی حشر کیا تو اس کافر نے تیسرا تیر چلایا لیکن ان انصاری نے رکوع و سجود مکمل کیے اور نماز مکمل کی' اس کے بعد اپنے ساتھی کو جگایا اور کہا' اٹھو دشمن آ گیا ہے۔ جب اس کافر کو یہ احساس ہوا کہ اس مسلمان کے ساتھ کوئی اور بھی ہے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ مہاجر صحابی نے ہتھیار اٹھائے اور دائیں بائیں دیکھتے ہوئے اس دشمن کا تعاقب کیا لیکن دور تک کوئی نظر نہ آیا تو واپس اپنی جگہ آئے تو دیکھا کہ ساتھی کے تیر کے تین زخم لگے ہیں تو اس نے کہا' سبحان اللہ آپ نے شروع ہی مجھے کیوں نہ جگا دیا' تو انصاری نے کہا' میں اس وقت نماز میں ایک سورت کی تلاوت کر رہا تھا۔ میں نے گوارا نہ کیا کہ اس سورت کو درمیان سے چھوڑ دوں اور جب اس نے مجھ پر تیسرا تیر چلایا' اس وقت میں اس سورت کی تلاوت مکمل کر چکا تھا' اس لیے رکوع و سجود مکمل کیے۔ نماز مکمل کر کے میرے دل میں یہ خیال آیا' اس خدائے بزرگ و برتر کا واسطہ جس نے مخلوق کی ہدایت کے لیے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے' اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پہرہ داری کا فرض تفویض کیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑیوں میں ایک درہ میں محفوظ جگہ قیام فرمایا۔ جب رات ہوئی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا' کون ہے جو آج کی شب درہ پر ہماری قیام گاہ کی حفاظت کرے۔ اس موقعہ پر ایک انصاری اور ایک مہاجر صحابی اٹھے اور عرض کیا' یہ فریضہ ہم انجام دیں گے۔ چنانچہ ان دونوں نے عرض کیا' جاگ کر اور درہ پر جا کر حفاظت کریں گے۔ یہ کہہ کر یہ دونوں اس جگہ پہنچے جہاں کہ انہیں فرائض انجام دینا تھے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے آپس میں کہا' پہلے تم ڈیوٹی انجام دو گے یا میں یہ ذمہ داری سنبھالوں۔ انصاری نے کہا کہ پہلے میں جاگوں گا لہٰذا وہ مصروف نماز ہوئے اور مہاجر صحابی سو گئے تاکہ پہلے انصاری نصف رات جاگیں' بعد میں وہ سو جائیں تو یہ جاگیں۔

اب اس کافر نے موقع غنیمت جانا اور اپنی کمین گاہ سے نکل کر آیا تاکہ اپنی قسم کے مطابق لشکر اسلام سے کسی کو قتل کرے۔ جب وہ درہ کے قریب آیا تو انصاری صحابی کو نماز میں مصروف تلاوت ہوتے

ہے' اگر میرے جسم پر ہزار تیر بھی چلائے جاتے اور میری جان بھی چلی جاتی لیکن میں نماز ختم نہ کرتا۔

غزوہ "ذات الرقاع" کی وجہ تسمیہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ "ذات الرقاع" سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے اور ماہ جمادی الاول' جمادی الاخر اور رجب کے مہینوں میں مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد غزوہ بدر ثانی کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اس غزوہ کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ جب اس غزوہ کے لیے مدینہ سے روانہ ہو کر "مقام نخلہ" میں پہنچے تو ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا' جس کو "ذات الرقاع" کہا جاتا تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق اس غزوہ کا نام اس وجہ سے ہوا کہ اس سفر کے موقع پر جو اسلامی پرچم تیار ہوئے تھے' وہ تمام کے تمام "مرقع" تھے۔

(۱۴)

غزوہ بدر ثانی

اس غزوہ کی وجوہ

جناب مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہ غزوہ ماہ شعبان میں پیش آیا اور نبی علیہ السلام مدینہ سے کفار قریش سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابوسفیان نے جنگ احد سے واپسی پر مسلمانوں کو جنگ کا چیلنج دیا تھا کہ آئندہ سال پھر ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے اس مقابلہ کا جواب دیتے ہوئے تیاری کی اور بدر کے میدان میں تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ ادھر جب ابوسفیان کو نبی علیہ السلام کی تیاری اور بدر میں آمد کی اطلاع ملی تو اس نے راستہ میں جہاں قیام کیا' وہیں سے واپس مکہ کی طرف لوٹ گیا۔ اور جنگ نہ ہوئی۔ جب نبی علیہ السلام کو ابوسفیان کی روانگی کی اطلاع ملی تو چند دن بدر میں قیام کر کے مدینہ واپس ہوئے۔ اس واقعہ کی منظر کشی جناب کعب بن مالک انصاری نے اپنے اشعار میں کی ہے' جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

(۱۵)

غزوہ ---- دومتہ الجندل

غزوہ بدر ثانی سے واپسی پر نبی علیہ السلام نے سال کے بقیہ مہینوں میں مدینہ میں قیام فرمایا۔ جب ماہ ذی الحجہ ختم ہوا تو غزوہ "دومتہ الجندل" کے لیے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے۔ یہ ہجرت نبوی کے چوتھے سال کا واقعہ ہے۔ جب ان لوگوں کو (جن سے نبی علیہ السلام جنگ کے لیے روانہ ہوئے تھی) اطلاع ملی تو وہ اپنی آبادی کو چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے گئے۔ جب نبی علیہ السلام کو ان کے پہاڑوں پر جانے کی اطلاع ملی تو مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے اور جنگ سے واسطہ نہ ہوا۔

(۱۶)

غزوہ ---- غزوہ خندق

قبائل عرب کو یہود کی دعوت

جناب مصنف محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوہ بدر ثانی سے واپسی کے بعد یہود کے سربرآوردہ افراد مثلاً سلام بن ابی الحقیق' حیّی بن اخطب' کنانہ بن ابی الحقیق' ہوذہ بن قیس وائل یہود بنی نضیر کے چند لوگوں نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ عرب کے قبائل اور خصوصاً" قریش مکہ کے پاس جا کر ان سے مسلمانوں سے جنگ کے بارے میں معاونت کی گفتگو کی جائے۔

چنانچہ یہ لوگ سب سے پہلے مکہ گئے اور مکہ کے سربرآوردہ لوگوں سے کہا کہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہاری دشمنی پر کمر باندھی ہے اور ان کی شب و روز کوشش یہ ہے کہ کسی طرح تمہارے کاموں میں رخنہ اندازی کریں۔ انہوں نے تمہارے بہت سے سرداروں کو قتل بھی کیا ہے اور ان کی دشمنی کا جو انداز تمہارے ساتھ ہے' ویسا ہی سلوک وہ ہم سے کرتے ہیں۔ انہوں نے تمہارا اور ہمارا سکون تباہ کر دیا ہے۔ ہم سب سے پہلے تمہارے پاس آئے ہیں تاکہ تم مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے لشکر تیار کرو۔ ہم عرب کے دوسرے قبائل کے پاس جا کر انہیں بھی اس کام پر آمادہ کریں گے۔ جب سارے لشکر تیار ہو جائیں گے تو ہم مدینہ کا رخ کریں گے۔ اطراف مدینہ کے یہودی ہمارے زیر اثر ہیں' وہ بھی تیار ہو کر ہماری آواز پر لبیک کہیں گے اور ہم سب مل کر مدینہ کا رخ کریں گے اور ہم سب مل کر مدینہ کا

بدہن) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کر دیں گے۔

مکہ کے کافر سرداروں نے جب یہ بات سنی تو ان میں ولولہ اور جذبہ انتقام پیدا ہوا اور ان یہودی سرداروں کی باتوں سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کمال اطمینان سے ان کی معاونت کی حامی بھری کیونکہ یہ سب صنادید یہود میں سے تھے' مدینہ کے حالات سے باخبر اور اہل مدینہ کے ظاہر و پوشیدہ حالات سے بھی واقف تھے۔ دوسری بات یہ کہ یہ اہل کتاب (یہودی توراۃ کے ماننے والے) تھے اور ان کے دماغ میں بھی یہ تصور تھا کہ ہم ہی اہل زبان ہونے کی وجہ سے معزز ہیں (اور دوسرے عجمی ہمارے برابر نہیں)

سرداران قریش نے یہودیوں کے اس وفد سے کہا تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا لایا ہوا دین بہتر ہے اور ہم (قریش) سے کہتے ہیں کہ اپنا دین چھوڑ کر میرے دین کو اختیار کرو' ان کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہمارا دین حق ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لایا ہوا دین؟

یہودی سرداروں نے کہا تمہارا دین حق ہے اور تم حق کے ماننے والے ہو۔ تمہارا دین ان سے بہتر ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (نعوذ باللہ) باطل پر ہیں' تم ہرگز ان کا دین قبول کر کے ان کا اتباع نہ کرنا۔ یہ جواب سن کر قریش بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے یہودیوں سے معاہدہ کیا اور لشکر جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔

یہودی سازش پر آیات کا نزول

یہودیوں کے اس کہنے پر کہ قریش مکہ کا دین بہتر ہے' اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

"کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں کتاب (الٰہی) سے حصہ عطا ہوا لیکن اب وہ جبت و طاغوت پر اعتقاد رکھنے لگے ہیں اور ان کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ایمان والوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اور جن پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ کیا ان کا حکومت میں کوئی حصہ ہے؟ اور اگر ایسا ہوتا تو وہ لوگوں کو تل برابر بھی کچھ نہ دیتے۔ کیا حسد کرتے ہیں ان لوگوں سے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے رحمتوں کی بارش فرمائی (کافر حسد کی آگ میں جلتے رہیں رب کریم تو فرما رہا ہے) ہم نے تو ابراہیم (علیہ السلام) کے گھرانے کو کتاب و حکمت عطا فرمائی اور انہیں عظیم مملکت سے نوازا۔ تو ان میں کچھ تو ایمان لائے اور کچھ ان سے رک گئے اور ان سے منہ

پھیر لیا اور ان کے یعنی نافرمانوں کو جلانے کے لیے جہنم کی آگ کافی ہے"۔ (آیات ۵۱ تا ۵۵)

یہودی سازشی سرداران مکہ کی گفتگو سے مطمئن ہو کر عازم نجد ہوئے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے مخالف قبیلہ غطفان کے لوگوں سے رابطہ کیا اور ان سے بھی اسی انداز میں گفتگو کی جس طرح کہ قریش مکہ سے کی تھی۔ ان کے اسلام دشمن جذبات کو ابھارا۔ غطفان کے لوگوں نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور لشکر ترتیب دے کر ان یہودیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستہ میں ذہنی ہم آہنگی رکھنے والے قبائل سے رابطہ کر کے ان کو بھی ساتھ لیا' اس طرح ایک اچھا خاصا لشکر جمع ہو گیا۔

کافروں کے لشکر میں قریش کی جماعت کی قیادت ابوسفیان کے سپرد تھی جبکہ قبیلہ غطفان اور دوسرے قبائل عرب کا قائد عیینہ بن حصن بن حذیفہ تھا۔ اس لشکر نے جمع ہو کر مکہ کا قصد کیا اور اطراف مکہ میں چند دن قیام کر کے دوسروں کی آمد کا انتظار کیا۔ جب سب دستے اکٹھے ہوئے تو یہودی سرداروں کی قیادت میں مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو یہاں یہودی لشکر بھی آ ملا۔ اب یہ سب اکٹھے ہو کر مدینہ کے باہر مقیم ہوئے۔

مدینہ منورہ کے باہر اسلام دشمن فوج کا اجتماع

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبیلہ غطفان' قریش اور یہودیوں کے گٹھ جوڑ کا علم ہوا تو آپ نے مدینہ کے اطراف میں خندق کھودنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے نہایت تندہی کے ساتھ خندق کی کھدائی شروع کر دی۔ اس کام میں نبی علیہ السلام بہ نفس نفیس شریک رہے۔ آپ کی شرکت سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ نہایت ذوق و شوق کے ساتھ کام کرتے اور اس کام میں شب و روز لگے رہتے۔ اگر کوئی ضرورت ہوتی تو نبی علیہ السلام سے اجازت لے کر جاتے لیکن ان کے برخلاف منافقین کا طرز عمل مختلف تھا' وہ کام میں جان چراتے اور بغیر اجازت کام چھوڑ کر چلے جاتے اور جھوٹے بہانے کرتے۔

منافقین کی اس روش پر حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

"بیشک سچے مومن تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور جب وہ آپ (نبی علیہ السلام) کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ وہاں سے آپ کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔ اور جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔ پس (اے نبی علیہ السلام) جب وہ آپ سے کسی کام کے لیے

اجازت طلب کریں تو آپ ان کو (ان کی ضرورت کے مطابق) اجازت دے دیں اور ان کے لیے رب کریم سے طلب مغفرت فرمائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ مغفرت فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔ (آیت ۶۲)

اور ان منافقین کے حق میں جو کام چوری کرتے ہیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر خندق کی کھدائی چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے کو تم آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی طرح نہ سمجھو بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے خوب واقف ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لے کر کام سے کھسک جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ڈرنا چاہیے کہ انہیں کوئی مصیبت آ لے یا ان پر کوئی عذاب نہ آ جائے"۔

پہلا معجزہ

جناب جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت پتھر آگیا مسلمان مجاہد کوشش کے باوجود اس کو توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے تو ان مجاہدین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم امکانی کوشش کے باوجود اس پتھر کو توڑنے میں ناکام رہے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا تھوڑا سا پانی لایا جائے۔ جب آپ کی خدمت میں پانی لایا گیا تو آپ نے اس پر دم فرمایا اور حکم دیا کہ اس پانی کو پتھر پر ڈالا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور پانی پڑتے ہی پتھر موم کی طرح نرم ہوگیا اور مسلمانوں نے اس کو وہاں سے نکال لیا۔

دوسرا معجزہ

حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی ہمشیرہ بیان کرتی ہیں میں نے اپنی بیٹی کو تھوڑی کھجوریں دیں کہ وہ انہیں لے جا کر اپنے ماموں جناب عبد اللہ بن رواحہ کو ناشتے کے لیے پہنچا دے۔ جب یہ بچی خندق کے قریب پہنچی تو خندق کے کنارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اس بچی سے فرمایا بیٹا! کیا لے کر آئی ہو۔ بچی نے کہا تھوڑی سی کھجوریں جناب عبد اللہ بن رواحہ کے ناشتے کے لیے لائی ہوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ اس بچی نے ان کھجوروں کو جو اس کی دونوں مٹھیوں میں تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں جو اتنی کم تعداد میں تھیں کہ آپ کی دونوں مٹھیاں نہ بھریں۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دسترخوان منگایا اور ان کھجوروں کو اس پر پھیلا دیا اور اپنی خدمت میں موجود صحابی سے فرمایا کہ جاؤ اور اعلان کر دو کہ خندق میں کام کرنے والے تمام صحابہ آکر ناشتہ کرلیں۔ چنانچہ انہوں نے جاکر اعلان کر دیا اور مجاہدین کی ایک جماعت دسترخوان کے گرد بیٹھ گئی اور اس میں سے کھجوریں اٹھا اٹھا کر کھانی شروع کیں۔ یہ لوگ جتنی کھجوریں کھاتے اسی تعداد سے دسترخوان کی کھجوروں میں اضافہ ہوتا جاتا' اس طرح تمام مجاہدین نے پیٹ بھر کر ان کھجوروں کو کھایا اور اپنے اپنے کام پر چلے گئے بعد میں جب دیکھا گیا تو دسترخوان پر اتنی کھجوریں موجود تھیں جو اس دسترخوان پر نہ سماتی تھیں اور جب دسترخوان کو سمیٹا گیا تو اس کے کناروں سے گر رہی تھیں۔

تیسرا معجزہ

جناب جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں جس دوران ہم خندق کی کھدائی کر رہے تھے ان دنوں مجھے خیال ہوا کہ ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعوت کی جائے۔ میرے گھر میں ان دنوں ایک بکری پلی ہوئی تھی جو خاصی فربہ تھی اس کے علاوہ گھر میں دوسری اشیاء خورد و نوش بھی موجود تھیں چنانچہ میں نے بکری کو ذبح کیا اور بیوی سے کہا کہ وہ جو پیس کر روٹیاں تیار کرلیں۔

شام کو خندق سے واپسی پر میں نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری خواہش یہ ہے کہ آپ آج رات کا کھانا میرے گھر تناول فرمائیں' میں نے اس تقریب کے لیے بکری ذبح کی ہے' اگر آپ میرے گھر قدم رنجہ فرمائیں تو میری سعادت ہوگی۔ میرا خیال یہ تھا کہ آپ تنہا ہی میرے غریب خانہ کو اعزاز بخشیں گے۔ آپ نے میری دعوت قبول فرمائی اور اعلان کر کے سارے خندق والوں کو جمع کر کے فرمایا آج رات کو جابر بن عبد اللہ کے گھر میں ہم سب کی دعوت ہے۔

جناب جابر کہتے ہیں اس اعلان کو سن کر میری جان نکل گئی اور میری زبان پر بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہوگیا اور میں سوچنے لگا کہ یہ کیا ہوا گھر میں جو کھانا تیار ہوا ہے وہ دو تین افراد سے زیادہ کو کافی نہ ہوگا۔ اب جب سب لوگ میرے گھر جمع ہوں گے تو میں کیا کروں گا۔ راستہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کے ساتھ چلتا تو رہا لیکن دماغ میں یہی رہا کہ گھر پہنچ کر کیا کروں گا اور اس ندامت سے کس طرح بچوں گا۔

جب گھر پر آیا تو میں نے سارا کھانا لا کر نبی علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا آپ نے دست مبارک بڑھایا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر ایک لقمہ تناول کیا اور فرمایا کہ ایک گروہ آتا جائے اور کھاتا

جائے۔ اس طرح خندق میں تمام کام کرنے والوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور اپنے گھروں کو چلے گئے۔ بعد میں ہم سب گھر والوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور بہت سا کھانا باقی بچ گیا۔

چوتھا معجزہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

خندق کھودتے وقت ایک پتھر میرے سامنے آیا باوجود کوشش کے یہ پتھر مجھ سے نہ ٹوٹ سکا میں نے گینتی اور کدال بھی چلایا لیکن یہ پتھر ٹس سے مس نہ ہوا تو میں عاجز آکر بیٹھ گیا۔ نبی علیہ السلام میرے قریب موجود تھے جب آپ نے یہ کیفیت ملاحظہ کی تو کدال میرے ہاتھ سے لے کر تین بار اس پتھر پر ماری اور اس کو توڑ دیا۔ پہلے مرتبہ جب آپ نے پتھر پر ضرب لگائی تو اس سے ایسی روشنی نکلی جس سے سورج کی روشنی ماند پڑ گئی۔ دوسری ضرب پر جو چمک پتھر سے پھوٹی وہ پہلی چمک سے زیادہ تیز تھی اور تیسری ضرب کی روشنی پہلی دونوں سے زیادہ تھی۔ میں نے ان چمکوں کو دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ چمک کیسی تھی جو آپ کے کدال مارنے سے ظاہر ہوئی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا سلمان! تم نے ان روشنیوں کو دیکھا؟ میں نے عرض کیا بے شک میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ تو آپ نے فرمایا پہلی مرتبہ جو روشنی ظاہر ہوئی تو اس سے معلوم ہوا کہ یمن کے علاقہ ہمارے لیے مفتوح ہوں گے اور دوسری مرتبہ شام کی فتوحات کی بشارت ملی اور تیسری مرتبہ کی روشنی سے مشرق کی فتوحات کی نوید ملی ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں یہ فتوحات ہوئیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ وہ فتوحات ہیں جن کے بارے میں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کی کھدائی کے موقع پر بشارت دی تھی۔ اور ان فتوحات کی کنجیاں عطا فرمائی تھیں جناب سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ ان کے علاوہ اور بہت سے معجزات اس موقع پر ظاہر ہوئے تھے۔

مسلمانوں کے خلاف ایک سازش

ادھر نبی علیہ السلام خندق کی کھدائی سے فارغ ہوئے ادھر قریش' قبیلہ غطفان اور دوسرے قبائل عرب کا لشکر' جو بیس ہزار (۲۰۰۰۰) سوار اور پیادوں پر مشتمل تھا' مدینہ کے گرد جمع ہوگیا۔ نبی اکرم صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم تین ہزار فرزندان اسلام کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لائے اور خندق کے کنارے کفار کے مقابل قیام فرمایا۔ اب مسلمانوں اور کفار کے درمیان خندق حائل تھی' ادھر حی بن اخطب نے سازش کی اور یہود بنی قریظہ کو ورغلایا۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے نبی علیہ السلام سے معاہدہ کر رکھا تھا اور یہ لوگ ایک مضبوط قلعہ میں مقیم تھے۔ حی بن اخطب قلعہ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا کعب نے یہ اندازہ کر لیا کہ یہ حی بن اخطب ہوگا تو اپنے گھر کے دروازے کو بند کر لیا کیونکہ کعب مسلمانوں سے کئے ہوئے معاہدے کو توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ جب حی بن اخطب نے دروازے پر دستک دی تو کعب بن اسد نے جواب دیا کہ تو منحوس ہے میں کسی قیمت پر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ نقض عہد نہیں کروں گا۔ یہ سن کر حی بن اخطب نے کعب سے کہا تو نے دروازہ اس لیے بند کیا ہے کہ تو دو روٹیوں سے میری تواضع نہ کر سکے۔ یہ بات سن کر کعب بن اسد کو ندامت ہوئی اور اس نے دروازہ کھول دیا اور حی گھر میں آگیا اور کعب سے کہا میں نے تمہارے لیے ایک کام کیا ہے' جس کی وجہ سے تمہیں شہرت دوام حاصل ہوگی۔ کعب نے کہا وہ کون سا کام ہے تو اس نے کہا کہ میں نے قریش کے دس ہزار افراد سے معاہدہ کیا ہے۔ قریش کے لوگوں کو ساتھ لے کر آیا ہوں' وہ لوگ مدینہ کی شہرپناہ پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ طے کر کے آئے ہیں کہ جب تک (خاکم بدہن) محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو نیست و نابود نہ کریں گے۔ یہاں سے نہ جائیں گے اب تم بھی اس معاہدہ میں شریک ہو جاؤ اور اپنے لشکر کو بھیج دو۔ کعب نے کہا کہ خدا کی قسم جو کچھ تو کہتا ہے وہ ابدی ذلت کا سبب ہوگا میں کسی قیمت پر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کئے ہوئے معاہدہ کو نہیں توڑوں گا۔ میں نے ان کے لطف و کرم اور ان کے احسانات کو دیکھا ہے اور کوئی بات ایسی نہیں ہوئی جو نقض عہد کا سبب بنے' اور یہ لشکر کہ جو تو لایا ہے وہ ایسا ابر ہے جس سے بارش کی توقع نہیں' یہ ابر آج یہاں ہے کل کہیں اور ہوگا اور یہ ہمیں ایسی منزل پر چھوڑ جائے گا جہاں ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے مقابلہ کی طاقت نہ ہوگی اور ہمیں تو یہیں ان کے ساتھ رہنا ہے۔

بنو قریظہ کی عہد شکنی

حی بن اخطب ایسا شیطان تھا جو اپنے مکر و فریب سے سانپ کو بھی اس کے سوراخ سے باہر نکال سکتا تھا۔ وہ کعب بن اسد کے سر پر مسلط رہا اور اس کو ورغلاتا رہا اور ہزار طریقوں سے اس کو ہموار

کرنے کی کوشش کی یہاں تک کہ کعب کو نبی علیہ السلام سے نقض عہد اور قریش غطفان سے معاہدہ پر راضی کر لیا۔ جب نبی علیہ السلام کو بنو قریظہ کے نقض عہد اور ان کے بنو غطفان و قریش سے معاہدہ کی اطلاع ملی تو آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو جن کا شمار سرداران انصار میں ہوتا تھا بنو قریظہ سے گفتگو کے لیے بھیجا۔ جب یہ حضرات اس قبیلہ میں پہنچے تو ان لوگوں کا رنگ ہی دوسرا دیکھا۔ انہوں نے نہ صرف مسلمانوں سے کیئے جانے والے معاہدے سے انکار کر دیا بلکہ نبی علیہ السلام سے واقفیت سے منکر ہو گئے۔

جناب سعد بن معاذ جو نہایت جری اور مغلوب الغضب تھے انہیں بنو قریظہ کے لوگوں کی اس حرکت پر سخت غصہ آیا اور انہوں نے انہیں بہت برا بھلا کہا۔ جس کے جواب میں بنو قریظہ نے بھی سخت سخت باتیں کیں تو جناب سعد بن معاذ نے اپنے ساتھی سعد بن عبادہ سے کہا کہ چلو ان سے گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں اب ہمارا ان کا فیصلہ تلوار ہی سے ہوگا۔

نبی علیہ السلام نے جب ان دونوں کو گفتگو کے لیے بھیجا تھا تو ان دونوں سے فرما دیا تھا کہ اگر بنو قریظہ کے لوگ معاہدہ شکنی پر باقی رہیں تو تفصیلات کے بتانے کی بجائے صرف نتیجہ سے آگاہ کر دینا۔ چنانچہ جب یہ دونوں وہاں سے واپس ہوئے تو انہوں نے یہ اصطلاحی جملہ استعمال کیا عضل و قارہ۔

عضل و قارہ کی اصطلاح

عضل و قارہ دو گروہ تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مخالفت میں پیش پیش تھے' اور انہیں لوگوں نے اصحاب رجیع کے ساتھ غداری کر کے انہیں شہید کیا تھا۔ اس لیے ان دونوں حضرات نے بھی انہیں کی مثال دی کہ جس طرح عضل و قارہ کے لوگوں نے غداری کی تھی اسی طرح بنو قریظہ نے غداری کی ہے۔

اس کے بعد ان دونوں نے اپنی روداد سنائی تو نبی علیہ السلام نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے فرمایا' مسلمانو! مطمئن رہو جب ہر طرف بلائیں اور مصیبتیں آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ بھلائی بھیجتا ہے اور بلاؤں کو دور کرتا ہے۔ مسلمانوں کو جب بنو قریظہ کی معاہدہ شکنی کی خبر ہوئی تو وہ بہت دل برداشتہ ہوئے اور امید چھوڑ بیٹھے۔ کیونکہ کافروں کے لشکر نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور مسلمانوں کو مشکلات سے دوچار کر دیا ہے۔ اس موقع پر منافقوں نے زبان طعن دراز کی کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تو یہ کہتے ہیں

کہ قیصرو کسریٰ کے ملک مسلمانوں کے لیے مفتوح ہوں گے' اور اب یہ عالم ہے کہ مسلمان دشمن کے ہاتھ سے پانی بھی نہیں چھین سکتے وہ قیصرو کسریٰ کے ملک کس طرح فتح کریں گے۔ بعض منافقین نے یہ حرکت کی کہ انہوں نے آکر بارگاہ نبوی میں عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے گھر حدود مدینہ سے باہر ہیں ہمیں اجازت ہو تو ہم اپنے گھروں کو چلے جائیں بعد میں پھر حاضر ہو جائیں گے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت یہاں سے چلے جائیں تاکہ جنگ میں شرکت سے بچ جائیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"اس وقت منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں روگ تھا کہنے لگے کہ نہیں وعدہ کیا ہوتا ہم سے اللہ اور رسول نے فتح مکہ کا صرف دھوکہ دہی کے لیے اور یاد کرو اس وقت کو جبکہ ایک جماعت کہتی پھرتی تھی کہ اے اہل یثرب تمہارے لیے اب یہاں قیام ممکن نہیں اگر جان عزیز ہے تو واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ نے نبی علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس تھی وہ یہ عذر کر کے (میدان جنگ سے) فرار حاصل کرنا چاہتے تھے"۔ (احزاب۔ آیت ۱۲-۱۳)

غزوہ خندق میں جنگ اور صلح نامہ

نبی علیہ السلام نے یہاں تیئیس (۲۳) دن قیام فرمایا دونوں (یعنی کافر اور مسلمان) مقابلہ پر آتے جنگ ہوتی۔ جب محاصرہ کی مدت بڑھی اور یہ امکان ہوا کہ کافروں کو غلبہ حاصل ہو جائے گا اور مدینہ کی ناکہ بندی سے مسلمانوں کو نقصان پہنچ جائے گا تو نبی علیہ السلام نے قریش سے پوشیدہ دو اصحاب کو قبیلہ غطفان کے لوگوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان سے اس امر پر صلح کی بات کریں کہ وہ مدینہ کے درختوں کے ایک تہائی پھلوں کے حقدار ہوں گے اگر یہ شرط منظور ہو تو وہ قریش کا ساتھ چھوڑ دیں اور ان سے علیحدہ ہو کر اپنے علاقہ میں واپس چلے جائیں بعد میں مسلمان قریش مکہ سے نبٹ لیں گے۔ چنانچہ ان صحابہ نے عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف نے سرداران غطفان سے بات کی اور اس بات پر مصالحت ہوگئی تو نبی علیہ السلام نے صلح نامہ تحریر کرنے کا حکم دیا۔ قبل ازیں کہ صلح نامہ پر فریقین اور گواہوں کے دستخط ہوں' نبی علیہ السلام نے جناب سعد معاذ اور سعد بن عبادہ کو بلایا اور ان سے مشورہ کیا تو جناب سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صلح آپ ہماری وجہ سے کر رہے ہیں یا یہ حکم الٰہی ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا حکم الٰہی نہیں ہے بلکہ تمہاری سہولت کی وجہ سے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں لوگ پریشان ہوگئے ہیں

اور سارا عرب مدینہ والوں کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر مقابلہ پر آگیا ہے۔ مدینہ کا محاصرہ ہوگیا ہے مسلمان عاجز آگئے ہیں۔ میں نے یہ اس لیے کیا کہ جب قبیلہ غطفان کے لوگ واپس ہو جائیں گے تو مخالفین اسلام کے لشکر کی وہ طاقت نہ رہے گی تو وہ بھی واپسی کے لیے سوچنے لگیں گے۔ یہ بات سن کر جناب سعد بن معاذ نے کہا' یا رسول اللہ! ہم نے تو حالت کفر میں بھی ایک دانہ کھجور ان مخالفین کو نہیں دیا اور یہ ذلت برداشت نہیں کی تھی' اب تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی وجہ سے عزت دی ہے اور ہمیں آپ کی سرپرستی کے اعزاز سے سرفراز کیا ہے اب ہم کیوں ذلت گوارا کریں اور انہیں اپنی کھجوریں دباؤ کے تحت دیں۔ اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جس نے آپ کو حقانیت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ہم مدینہ کی کھجوروں کا ایک دانہ بھی انہیں نہ دیں گے ہم تو انہیں مارتے رہیں گے اور یہ کھجوریں خود کھاتے رہیں گے اور تقدیر الٰہی پر شاکر رہیں گے۔ نبی علیہ السلام نے جناب سعد بن معاذ کی بات پر فرمایا تم سمجھو! (یعنی اگر یہ معاہدہ تمہاری مرضی کے مطابق نہیں تو ضروری نہیں کہ اس سلسلہ میں مزید اقدام کیا جائے)

جناب سعد بن معاذ نے اس کے بعد وہ صلح نامہ لے کر چاک کر دیا اب اسی طرح روزانہ جنگ ہوتی رہی (یعنی ایک ایک دو دو آدمی نکلتے مقابلہ کرتے) جب عرب کا لشکر آگے بڑھا تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں تو گہری خندق کھدی ہوئی ہے تو یہ کہنے لگے یہ تو وہ جنگی چال ہے جس سے عرب والوں کو کبھی واسطہ نہیں پڑا ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے ایسی خندق نہیں دیکھی تھی۔

جناب سلمان کے مشورہ سے خندق کھودی جانے کی وجہ

جب نبی کریم اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قریش اور دیگر قبائل عرب کے مدینہ پر اجتماعی حملہ کی اطلاع موصول ہوئی تو آپ نے صحابہ کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا جناب سلمان فارسی چونکہ عجمی جنگ کے طریقوں سے واقف تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مناسب یہ ہے کہ اطراف مدینہ میں خندق کھودی جائے تاکہ دشمن یکبارگی حملہ نہ کر سکیں اور عجم میں بھی ہر شہر کے اطراف میں خندق کھودی جاتی ہے۔ اور کوئی شہر ایسا نہیں جس کے اطراف میں خندق نہ ہو۔ چنانچہ ان کے مشورہ پر نبی علیہ السلام نے خندق کی تجویز کو منظور فرمایا اور یہ کام انہیں کو سپرد فرمایا اور ان کی نگرانی میں کھدائی شروع ہوئی اس موقع پر مہاجر صحابہ نے کہا "سلمان ہم میں سے ہیں" انصار صحابہ نے ان سے رشتہ اخوت استوار کرتے ہوئے کہا "سلمان ہم میں سے ہیں" دونوں سلمان کے ساتھ اپنے تعلق کی بات کر رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے

جو اعزاز جناب سلمان کو عطا فرمایا اس سے ان کی قسمت کا ستارہ عروج پر پہنچا نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا سلمان منا اھل البیت "سلمان کا شمار تو ہمارے اہل بیت میں سے ہے"۔

عمرو بن عبدود کا قتل

کافروں کے لشکر نے جب اطراف مدینہ میں خندق دیکھی تو ان میں سے بعض نے چاروں طرف خندق کا جائزہ لیا کہ کوئی جگہ ایسی ملے جہاں سے اس خندق کو عبور کیا جا سکے چنانچہ کافروں کے لشکر کے چند سرپھروں نے ایسی جگہ تلاش کر لی کہ وہاں سے ان کے گھوڑے زقند لگا کر خندق کو پار کر سکتے تھے۔ موقعہ دیکھ کر کافروں کا ایک دستہ خندق پر گیا۔ ان میں قریش کا بہادر ترین فرد عمرو بن عبدو بھی تھا۔ جب یہ کافر نظر آئے تو حضرت علی نے' جو خندق کی حفاظت کے لیے گھوم رہے تھے' اپنے گھوڑے کی لگام پھیری اور مقابلہ پر آکر عمرو سے کہا۔ اے عمرو! کیا قریش نے تجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ جو تو کہے گا' وہ اس پر عمل کریں گے؟ اس نے کہا ہاں ہمارا یہ وعدہ ہے۔ جناب علی نے فرمایا' اب میں تجھے دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا حق دیتا ہوں۔ عمرو نے کہا بتاؤ وہ باتیں کیا ہیں۔ حضرت علی نے کہا پہلی بات تو یہ کہ تو اسلام قبول کر لے۔ کہنے لگا اسلام میرے کس کام آئے گا؟ حضرت علی نے کہا' دوسری بات یہ کہ تو چاہتا ہو گا کہ مجھے قتل کرے اور میری خواہش بھی یہی ہے کہ میں تجھ کو قتل کروں۔ یہ بات سن کر عمرو کو غصہ آگیا' کہنے لگا۔ علی! تم اپنی جان سے عاجز آگئے ہو' اس لیے ایسی دلیری سے باتیں کر رہے ہو۔ یہ کہتے ہوئے اس نے پینترا بدل کر حضرت علی پر حملہ کیا۔ حضرت علی نے اپنا بچاؤ کیا اور دونوں میں جنگ شروع ہو گئی اور مقابلہ ہوتا رہا۔ حضرت علی نے اس پر ایسا وار کیا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ جیسے ہی وہ گھوڑے سے گرا' حضرت علی نے اس کو قتل کر دیا۔ جب دوسرے کافروں نے عمرو بن عبدود کا یہ حشر دیکھا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے بعض کے گھوڑے خندق میں گر پڑے اور بعض کے گھوڑے سواروں کو لے کر بھاگ گئے۔ اس موقع کی منظر کشی کرتے ہوئے کسی نے یہ چند اشعار کہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اشعار

شعر

نَصَرَ الْحِجَارَةَ مِنْ سَفَاهَةِ رَأْيِهِ
وَ نَصَرْتُ رَبَّ مُحَمَّدٍ بِصَوَابِي

فَصَدَدْتُ حِينَ تَرَكْتُهُ مُتَجَدِّلاً
كَالْجِذْعِ بَيْنَ دَكَادِكٍ وَرَوَابِي
[وَ] عَفَفْتُ عَنْ أَثْوَابِهِ وَلَوْ أَنَّنِي
كُنْتُ الْمُقَطَّرَ بَزَّنِي أَثْوَابِي
لَا تَحْسَبُنَّ اللّٰهَ خَاذِلَ دِينِهِ
وَنَبِيِّهِ يَا مَعْشَرَ الْأَحْزَابِ

وہ اپنی بیوقوفانہ رائے سے پتھر کے بتوں کی امداد کرتا رہا ہے۔ میں نے اپنی اصابت رائے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رب کی نصرت کی ہے۔ وہ معبودان باطلہ کے لیے لڑا۔ میں اللہ کے لیے لڑا○ میں نے اسے ریتلی اور پتھریلی زمین کے درمیان کھجور کے تنے کے نیچے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ وہ اپنے بتوں کی پرستش میں اسلام کے سامنے روڑہ بن گیا تھا○ میرا مقصد اللہ کا کلمہ بلند کرنا اور اسلام کی سربلندی تھا۔ میں ان بتوں کو نیست و نابود کرنا چاہتا تھا۔ میری تیغ زنی کا مقصد لوٹ مار کرنا نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ان کے کپڑوں تک کو ہاتھ نہیں لگایا۔ حالانکہ اگر میں ان کے ہاتھوں مارا جاتا تو وہ میرے جسم کے کپڑوں تک کو اتار کر لے جاتے○ اے احزاب والو! یاد رکھو یہ خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسول کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا اور اس کا دین (اسلام) دنیا میں پھیلنے سے رک جائے گا○

جناب سعد بن معاذ کا زخمی ہونا

مدینہ منورہ میں بہت سے قلعے تھے لیکن ایک قلعہ بہت مضبوط تھا جو قلعہ بنی حارثہ کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت عائشہ اور جناب سعد بن معاذ کی والدہ اسی قلعہ میں مقیم تھیں یہ دونوں کسی وقت قلعہ کی چھت پر گئیں حسن اتفاق اس وقت جناب سعد بن معاذ میدان جنگ کی جانب جا رہے اس وقت ان کے جسم پر جو زرہ تھی وہ بغیر آستین تھی یہ دیکھ کر سیدہ عائشہ نے جناب سعد کی والدہ سے کہا اگر سعد پوری (یعنی آستین والی) زرہ پہنتے تو بہتر ہوتا (یاد رہے کہ اس وقت تک پردہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے' اس لیے حضرت عائشہ نے جناب سعد کو دیکھ کر اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا تھا) یہ بات سن کر جناب سعد کی والدہ نے کہا اے سیدہ عائشہ آپ کو یہ خوف ہے کہ کوئی تیر آکر سعد کو لگ جائے گا۔ جناب عائشہ نے فرمایا بے شک یہی خیال ہے جناب سعد کی والدہ نے کہا اگر آج کے سے موقع پر اس کے تیر لگ بھی

جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔

چنانچہ جناب سعد میدان جنگ کی طرف گئے اتفاق سے ایک تیر ان کے ہاتھ میں اکحل نس پر لگا جس سے خون بہنے لگا تو جناب سعد نے دعا کی خداوندا! اگر ابھی مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہونی ہے تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا کہ میں اس کا نتیجہ دیکھ لوں یا مجھے اس وقت تک کی زندگی عطا فرما دے کہ میں یہود بنی قریظہ کی نبی علیہ السلام کے ساتھ عہد شکنی کا انجام دیکھوں۔ رب کریم نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور انہیں اس وقت تک زندگی دی کہ انہوں نے عہد شکنی کی سزا میں بنو قریظہ کے لوگوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھا۔ نبی علیہ السلام نے ان کے قلعہ پر قبضہ کیا اور ان کے سامان پر بھی تصرف حاصل کیا۔ بعد میں جناب سعد بن معاذ کی رگ میں جو زخم آیا تھا اس سے دوبارہ خون رواں ہوا اور اس زخم کی وجہ سے انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔

سیدہ صفیہ کے ہاتھوں ایک یہودی کا قتل

جنگ خندق کے دن سیدہ صفیہ نے جناب حسان بن ثابت کے مکان کی چھت سے بنو قریظہ کے ایک جاسوس کو دیکھا جو عمارت کے گرد پھر کر اس کا جائزہ لے رہا ہے۔ اس موقعہ پر انہوں نے جناب حسان بن ثابت کو آواز دے کر اس یہودی کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا اور بتایا کہ یہ یہودی جاسوسی کر رہا ہے۔ کیونکہ یہودیوں کو معلوم ہے کہ تمام مسلمان جنگ میں مشغول ہیں اب یہودی اس موقعہ کی تلاش میں ہیں کہ موقع غنیمت جان کر اندرون شہر حملہ کریں اور نقصان پہنچائیں۔ حسان آپ جا کر اس یہودی کو قتل کر دیں' چونکہ حسان بن ثابت طبعاً" سپاہی نہ تھے اور شعری ذوق رکھتے تھے' اس لیے انہوں نے جواب دیا کہ عبدالمطلب کی بیٹی! یہ میرا کام نہیں۔ ان کا جواب سن کر جناب صفیہ نے ایک عمارتی لکڑی لی نیچے آئیں اور جلدی سے بھاگ کر اس یہودی کے سر پر دے ماری اور یہ وار ایسا زبردست تھا کہ وہ یہودی حملہ کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ اور چھت پر جا کر جناب صفیہ نے حضرت حسان سے کہا' میں نے اس کافر کو ختم کر دیا ہے' اب آپ جا کر اس کے کپڑے وغیرہ تو لے لیں۔ جناب حسان نے کہا' مجھ میں تو نیچے جانے کا حوصلہ نہیں القصہ اس یہودی کو اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا۔

جناب نعیم بن مسعود کی حکمت عملی

جناب مصنف محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ ان ضمنی واقعات کے بعد اب ہم خندق کے گردو پیش

آنے والے واقعات کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

نبی علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ خندق کے کنارے منتظر تھے اور مدینہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا البتہ مسلمان اس محاصرہ سے تنگ آچکے تھے۔ لیکن اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اس موقعہ پر قوم غطفان کے ایک صاحب جن کا نام نعیم بن مسعود تھا آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور نبی علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے اسلام لانے کی اطلاع ابھی میرے قبیلہ والوں کو نہیں ہے' اور میں غطفان والوں کے ساتھ جنگی چالیں چل سکتا ہوں' اور جنگی سیاست پر عمل کر سکتا ہوں۔ اب آپ فرمائیں مجھے کچھ کرنے کی اجازت ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا "جنگ میں حکمت عملی کی ضرورت ہوتی ہے" جاؤ تمہیں اجازت ہے جس طرح مناسب سمجھو حکمت عملی اختیار کرو۔ اس اجازت کے ملنے پر نعیم نے کہا بسرو چشم وہی ہوگا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔

نعیم مجلس نبوی سے اٹھے اور یہودیوں کے پاس گئے ان کے ساتھ ان کے دیرینہ تعلقات تھے اور ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ نعیم نے ان سے جا کر کہا تمہیں معلوم ہے میں نے ہمیشہ تمہیں دوسروں پر ترجیح دی ہے اور تمہارے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ ان لوگوں نے کہا آپ درست کہتے ہیں' آپ کی دوستی ہمیشہ قابل قدر رہی ہے اور ہمیں ہمیشہ آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد رہا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ معاملہ کیا ہے اور آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ نعیم نے کہا تم جانتے ہو کہ قبیلہ غطفان کے لوگ جنگ کے لیے آئے ہیں اور اس موقع کی تلاش میں ہیں اگر موقع حاصل ہو تو مسلمانوں کے لشکر کو شکست دیں اور عرب میں اپنا نام روشن کریں کہ ہم نے ہی محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اور ان کے لشکر کو شکست دی ہے۔ لیکن تمہاری شرکت کے باوجود بھی اس فتح میں تمہارا نام نہ آئے گا۔ اور اگر انہیں موقع نہ مل سکا اور فتح حاصل نہ کر سکے تو وہ اپنے علاقے میں لوٹ جائیں گے اس وقت تم میں محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے مقابلہ کی نہ تو طاقت ہوگی نہ حوصلہ ہوگا اور محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تمہیں نیست و نابود کر دیں گے۔ بنو قریظہ کے لوگوں نے کہا خدا کی قسم نعیم درست کہتے ہیں۔ انہوں نے نعیم سے کہا ہمیں مشورہ دو کہ اس مرحلہ پر کیا کرنا چاہیے نعیم نے کہا اب کرنا یہ چاہیے کہ تم قریش اور بنو غطفان کے پاس اپنے آدمی بھیجو اور ان سے کہو اگر تم ہماری ہمدردیاں حاصل کرنا اور اسلامی لشکر کے مقابلہ ہم سے مدد چاہتے ہو تو اپنے چند سردار ہمارے پاس بطور ضمانت بھیج دیں تاکہ ہمیں اطمینان حاصل رہے کہ تم اس معرکہ کو

بالکل چھوڑ کر اپنے علاقوں کو نہ چلے جاؤ گے' تا۔ ہم مسلمانوں سے جنگ کرتے رہیں اور یا ان کے رحم و کرم پر رہ جائیں یا ہمیں ان سے مقابلہ کی اہلیت نہ رہے۔ بنو قریظہ کے عہد شکن لوگوں نے جناب نعیم کی رائے سے اتفاق کیا۔ یہ گفتگو کر کے جناب نعیم وہاں سے اٹھ کر قریش مکہ کے لشکر میں آئے اور ان کے سربر آوردہ لوگوں سے ملاقات کی خواہش کر کے ابوسفیان اور دوسرے سرداران کے ساتھ تخلیہ میں گفتگو کی' کہا قریش کے لوگو تم جانتے ہو میں ہمیشہ تمہارا ہی خواہ اور دوست رہا ہوں اور محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا مخالف رہا ہوں۔ قریش کے سرداران نے کہا درست ہے تم ہمیشہ ہمارے دوست اور ہی خواہ رہے ہو۔ نعیم نے کہا میں اس وقت تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں تمہیں ایک بات کی خبر دوں جو تمہارے فائدہ میں ہوگی' لیکن اس کی اطلاع کسی کو نہیں ہونی چاہیے اور وہ یہ کہ بنو قریظہ کے لوگ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے معاہدہ توڑنے پر پشیمان ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کو پیغام بھیجا ہے کہ ہم قریش اور غطفان کے چند سربر آوردہ لوگوں کو تمہارے سپرد کریں گے تاکہ تم ان کو قتل کر کے ہماری وفاداری کا یقین کر لو۔ اور تجدید معاہدہ کر لو۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان سے کہلوا دیا ہے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو ہم معاہدہ کی تجدید کر لیں گے۔ اب وہ یہ چاہتے ہیں کہ چند سربر آوردہ قریشی و غطفانی افراد کو مسلمانوں کے حوالہ کردیں اگر وہ تم سے ضمانت کے طور پر چند لوگوں کا مطالبہ کریں تو تم ان کے مطالبہ کو ہرگز قبول نہ کرنا اور ایک آدمی کو بھی بطور ضمانت نہ بھیجنا۔ اب جب تم بنو قریظہ کو اپنے ساتھ اسلامی لشکر سے مقابلہ کی دعوت دو گے تو ان کا یہی مطالبہ ہوگا۔ القصہ قریش کو تردد میں مبتلا کر کے جناب نعیم وہاں سے اٹھ کر بنو غطفان کے سرداروں کے پاس آئے اور ان سے کہا تم تو میرے اپنے قبیلے کے سردار ہو اور تمہاری برابری تو کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ یہ باتیں سن کر لوگوں نے کہا بات تو درست ہے اب نعیم نے ان سے کہا کہ یہود و بنو قریظہ اس سازش میں مصروف ہیں اور اس انداز میں ان سے گفتگو کی جس طرح کہ قریش اور مکہ کے سرداروں سے کی تھی۔ اس بات کو ان کے ذہن نشین کر کے وہاں سے آ گئے۔

اسلام دشمن لشکر میں پھوٹ

جناب نعیم کی گفتگو کے نتیجے میں سرداران قریش و غطفان نے بنو قریظہ سے کہلوایا کہ اس جگہ ہم

رہنے کے لیے آئے تھے۔ ہمیں یہاں پڑے ہوئے کافی دن ہو گئے ہیں کھانے پینے کی چیزوں کی رسد میں دشواری پیش آنے لگی' جانوروں کا چارہ ختم ہو گیا ہے' اور بہت سے جانور بھوک سے مر گئے ہیں۔ اب اگر تم مدد پر آمادہ ہو تو کل قلعہ سے باہر آکر ہمارے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرو۔ یہ واقعہ ہفتہ کی شب ہے۔ بنو قریظہ والوں نے کہلا دیا کہ کل ہمارا مقدس دن ہفتہ ہے اس لیے ہم کل تو کسی قیمت پر جنگ کے لیے نہیں اتریں گے' البتہ ایک بات اور بھی ہے کہ ہمارا قلعہ سے اترنا اس یقین دہانی پر منحصر ہے کہ آپ لوگ اپنے چند سردار ہمارے پاس بھیج دو کیونکہ ہمیں یہ خوف ہے کہ جنگ میں دونوں طرف سے لوگ قتل ہوں گے اور جب جنگ ختم ہو جائے گی تو تم چند دن ٹھہر کر اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ گے اور ہمیں مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دو گے' ایسی حالت میں ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے مقابلہ کی طاقت نہ ہوگی اور ہمارا سارا مال و اسباب ان کی دستبرد سے محفوظ نہ ہوگا۔ اور مصائب و آلام کے علاوہ محنت و مشقت ہمارا مقدر ہوگا۔ بنو قریظہ کا یہ پیغام لے کر قریش و غطفان کے نمائندے واپس آئے تو ان دونوں لشکروں کے سرداروں نے کہا نعیم سچ کہتا تھا۔ دوسرے دن انہوں نے بنو قریظہ کو کہلا دیا کہ ہم اپنا ایک آدمی بھی بطور ضمانت نہیں بھیجیں گے اگر تم جنگ میں ہمارے ساتھ شرکت کرتے ہو فبہا ورنہ ہم واپس چلے جائیں گے' اور اب مزید یہاں نہیں ٹھہریں گے۔ بنو قریظہ نے بھی کہلوا دیا کہ ہم بغیر ضمانت کے کسی قیمت پر تمہارا ساتھ نہیں دیں گے۔ جناب نعیم کی اس حکمت عملی سے ان میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔

ادھر قدرت الٰہی نے ایک کرشمہ دکھایا رات میں زبردست آندھی اور بجلی کا طوفان آیا کہ خیمے اکھڑ گئے' چولھوں سے دیگچے الٹ گئے' ایسی زبردست آندھی تھی کہ آنکھ نہ کھلتی اور ایک دوسرے کو دیکھنے سے مجبور ہو گئے اور ایسی افراتفری پھیلی کہ ہر شخص کی کوشش یہ رہی کہ سامان کو چھوڑ کر اونٹ کی رسی پکڑے اور یہاں سے بھاگ لے۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے جناب حذیفہ بن یمان کو کافروں کی حالت دیکھنے کے لیے بھیجا۔ تو انہوں نے آکر ان کی حالت زار بتائی کہ ہر شخص شکست خوردہ کے سے انداز میں بھاگ رہا ہے کسی کو کسی کی خبر نہیں۔ یہ حالات سن کر نبی علیہ السلام نے شکر الٰہی ادا کیا اور دوسرے دن بھگوڑے کافروں کا تمام سامان اٹھوا کر مدینہ لے آئے۔

کوفہ والوں کا جناب حذیفہ سے استفسار

جناب مصنف محمد بن اسحاق فرماتے ہیں: کوفہ کے لوگوں نے جناب حذیفہ سے معلوم کیا کہ نبی علیہ

السلام کی حیات ظاہری میں آپ کس طرح زندگی گزارتے تھے اور کس طرح حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دیتے تھے؟

جناب حذیفہ نے فرمایا جو وقت و پریشانی ہمیں لاحق ہوتی ہم اس کو برداشت کرتے اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کلمہ شکایت زبان پر نہ لاتے تھے۔ کوفہ والے کہنے لگے اگر ہمیں یہ شرف حاصل ہوتا تو ہم انہیں (نبی علیہ السلام) کو عزت و شرف سے اپنے کاندھوں پر لیتے اور زمین پر نہ بیٹھنے دیتے۔

جناب حذیفہ نے فرمایا اگر تم نبی علیہ السلام کے ساتھ ہماری اطاعت و فرمانبرداری کو دیکھتے تو تمہیں اندازہ ہوتا۔ خصوصیت کے ساتھ غزوہ خندق کے موقعہ پر اطاعت و فرمانبرداری کا جو مظاہرہ ہوا وہ لائق دید تھا کہ ہم نے کس طرح جان نثاری کا حق ادا کیا تھا۔ جناب حذیفہ نے کہا غزوہ خندق کے موقعہ پر جس شب' طوفان باد و باراں آیا تو نبی علیہ السلام نے کفار کے لشکر کے حالات معلوم کرنے کے لیے مجھے بھیجا تاکہ میں وہاں جاکر دیکھوں کہ ان کے ساتھ کیا پیش آیا ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے فرمایا تھا کون ہے جو قریش و غطفان کے لشکر میں جاکر وہاں کی خبر لائے؟ اس وقت سب خاموش رہے اور کسی نے ہمت نہ کی۔ آپ نے فرمایا جو بھی جاکر وہاں کے خبر لائے گا وہ کل قیامت میں میرے ساتھ بہشت میں ہوگا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ خدمت میں انجام دوں گا اور قبیلہ قریش و غطفان کی خبر لاؤں گا۔ اس رات سخت اندھیرا تھا اور سردی بھی شدید تھی کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ باہر نکلے اور باد و باراں کا مقابلہ کرے۔ میری درخواست پر نبی علیہ السلام نے اجازت عطا فرمائی تو میں نے ہتھیار سنبھالے جب قریش کے لشکر میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ شکست خوردہ سی حالت میں مبتلا ہیں۔ طوفان باد و باراں نے انہیں پریشان کر دیا تھا خیمے اکھڑ گئے تھے۔ ابوسفیان اونٹ کی نکیل پکڑ کر اتنی عجلت میں اونٹ پر سوار ہوا کہ بدحواسی میں اس نے اونٹ کی ٹانگ کی رسی تک نہ کھولی تھی۔ اب اونٹ پر بیٹھ کر لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ کوئی اس کے اونٹ کی رسی تو کھول دے' پھر اس نے کہا قریش کے لوگو اب یہاں رکنے کا موقع نہیں ہے اٹھو اور روانہ ہو جاؤ۔ القصہ سب لوگ روانہ ہوگئے اور سامان وہیں پڑا چھوڑ دیا۔

جناب حذیفہ فرماتے ہیں اگر نبی علیہ السلام نے مجھے صرف کفار کے لشکر کا حال معلوم کرنے کے لیے روانہ نہ کیا ہوتا' اور مجھے یہ ہدایت نہ کی ہوتی کہ کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہونا تو میں ابوسفیان کو ضرور قتل کر دیتا۔ میں نے وہاں کے حالات کا جائزہ لیا اور یہ دیکھا کہ یہ سب حوصلہ ہار چکے ہیں اور تاب

مقابلہ نہیں رہی اور شکست خوردہ لشکر کی طرح سے ہیں' میں فوراً واپس اسلامی لشکر میں آیا اور نبی علیہ السلام کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ اس وقت نبی علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے' جب آپ نے سلام پھیرا اور آپ کو احساس ہوا کہ میں سرد موسمی ہواؤں سے متاثر ہوا ہوں' تو آپ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور جس یمنی چادر کا آپ نے مصلے بنایا ہوا تھا اس کا ایک حصہ مجھے اڑھا دیا تاکہ سردی کا اثر زائل ہو جائے اور مجھے اپنے قریب لٹا دیا۔

(۱۷)

غزوہ بنو قریظہ

جناب جبریل کی آمد

قریش و غطفان کی شکست کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے اسلحہ اتارنے کے بعد بیٹھے تو اسلامی لشکر کے مجاہدین نے بھی ہتھیار اتار دیے۔ جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو اس وقت جناب جبریل اس انداز میں کہ چندری عمامہ سر پر تھا اور چتکبرے گھوڑے پر سوار دیباج کی چادر اوڑھے تشریف لائے۔ نبی علیہ السلام کی خدمت سلام عرض کیا اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے تو ہتھیار کھول دیے جبکہ فرشتوں کی جماعت دشمنان اسلام سے مقابلہ کے لیے ابھی تک ہتھیار بند ہے اور میں اس وقت یہی عرض کرنے آیا ہوں کہ آپ نے ہتھیار کیوں کھول دیے۔

اٹھئے حکم ربی یہ ہے کہ آپ تیار ہو کر یہود بنو قریظہ سے جنگ کریں کیونکہ انہوں نے عہد شکنی کی ہے' آپ کے مقابلہ پر نہ صرف خود آئے بلکہ دشمنان اسلام کا لشکر بھی ساتھ لائے۔ جناب جبریل نے کہا کہ آپ تیاری کر کے روانہ ہوں میں آپ سے پہلے چل کر قلعہ میں زلزلہ ڈال دوں اور قلعہ کی کھڑکیاں ہلا دوں۔ چنانچہ آپ نے جبریل علیہ السلام کے جانے کے بعد ہتھیار اٹھائے اور اعلان کرا دیا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی علیہ السلام کا مطیع و فرمانبردار ہے وہ مسلح ہو کر نماز عصر تک بنو قریظہ کے قلعے کے دروازے پر پہنچ جائے۔

بعد میں نبی علیہ السلام نے حضرت علی کو بلا کر ہتھیار دیے اور انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ اسلامی لشکر سے پہلے چلے جائیں۔ صحابہ نے جب نبی علیہ السلام کی جانب سے اعلان سنا تو فوری طور پر ہتھیار لے کر

بنو قریظہ کے قلعہ کی جانب روانہ ہوئے تاکہ نماز عصر وہیں جا کر ادا کریں۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے یہ معذرت کی کہ وہ نماز عشاء سے پہلے نہیں پہنچ سکتے۔ حالانکہ نبی علیہ السلام نے انہیں نماز عصر کے وقت پہنچنے کا حکم دیا اور انہوں نے عصر سے نماز عشاء تک تاخیر کی (حکم نبوی کی تعمیل نہ کرنے کے باوجود رب تعالیٰ نے انہیں معافی دی) اور جن لوگوں نے بنو قریظہ کے علاقہ میں نماز عشاء ادا کی حق تعالیٰ نے ان کے عذر کو قبول فرما لیا۔

حضرت علی کا رنجیدہ ہونا

حضرت علی فرمان نبوی کے مطابق پہلے سے جا کر ان عہد شکن یہودیوں کے قلعے کے پاس پہنچے تو ان نافرمانوں کے ایک گروہ نے قلعہ کے اوپر سے بدتمیزی کی اور گالیاں نکالیں۔ بارگاہ نبوی میں گستاخی کے کلمات کہے تو حضرت علی کو بہت رنج ہوا اور وہ وہاں سے پلٹے۔ دور سے نبی علیہ السلام تشریف لا رہے تھے' جب حضرت علی اور نبی علیہ السلام کی ایک جگہ ملاقات ہوئی تو حضرت علی نے کہا' یا رسول اللہ اگر آپ قلعہ سے دور ٹھہریں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا علی! تم ان کی کمینگی اور میرے بارے میں گستاخی سے رنجیدہ ہوگئے ہو۔ حضرت علی نے کہا' یا رسول اللہ بے شک ایسا ہی ہوا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' خاطر جمع رکھو جب وہ مجھے دیکھیں گے تو ایسا نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے قلعہ کے قریب قیام کیا اور ان نافرمان اور سفلوں سے فرمایا۔

"اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیو! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسوا نہیں کیا اور تم پر مصیبت مسلط نہیں فرمائی"۔

یہ کلمات سن کر ان لوگوں نے کہا' یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے ایسا ہوتے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کی زبان سے کسی کے بارے میں کوئی ایسا کلمہ نکلا ہو۔ ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہے اور یہ تو آپ کی عادت کے خلاف ہے۔

جناب جبریل دحیہ کلبی کی شکل میں

جب نبی علیہ السلام بنو قریظہ کی جانب جا رہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت راستہ میں ٹھہری ہوئی تھی آپ نے ان سے دریافت فرمایا تم نے ادھر سے کسی کو جاتے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہم نے دحیہ بن خلیفہ کلبی کو چتکبرے گھوڑے پر سوار سبز عمامہ باندھے اور دیباج اوڑھے ہوئے بنو قریظہ کی جانب جاتے دیکھا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ جبریل امین تھے' جو بنو قریظہ

کے قلعہ میں زلزلہ ڈالنے اور ان کے مکانوں کو ویران کرنے گئے ہیں۔

کعب بن اسد کی تین تجویزیں

اس غزوہ کے دوران جب کہ نبی علیہ السلام مدینہ سے باہر رہے جناب ابن ام مکتوم کو مدینہ کے امور کا نگران بنایا تھا۔ نبی علیہ السلام نے پچیس روز بنو قریظہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ قبل ازیں کہ یہ یہود بنو قریظہ کسی طرح طاقت حاصل کریں حق تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت ڈال دی اور انہوں نے یقین کر لیا کہ پیغمبر اسلام کو ان پر فتح ہوگی۔ چنانچہ بنو قریظہ کے عہد شکنوں کے سردار کعب بن اسد نے اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کر کے بطور مشورہ کہا حالات تم سب کے سامنے ہیں اب ہمارے لیے کوئی چارہ کار نہیں' میں تمہارے سامنے تین تجویزیں پیش کرتا ہوں ان میں سے ایک تجویز کو قبول کر لو۔ لوگوں نے کہا اپنی تجویزیں پیش کرو تو اس نے یہ تجویزیں ان کے سامنے پیش کیں۔

(۱) یہ منظور کرو کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی متابعت کریں اور ان کے دین کو قبول کر لیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور حقانیت کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ ہم نے ان کی تعریف و توصیف تورات میں دیکھی ہے اور اپنے علماء سے بھی سنی ہے اگر ہم نے ان کی متابعت کی تو ہم اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیں گے۔

اس تجویز کو سن کر منکرین نے کہا خدا کی قسم ہم دین موسوی کو ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ اس جواب پر کعب نے کہا دوسری تجویز یہ ہے کہ

(۲) آؤ بیوی بچوں کو قتل کر کے ان کی ذمہ داریوں سے آزاد ہو جائیں تو یکسو ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا مقابلہ کریں' اگر ہم شکست کھا کر ختم ہو جائیں تو ہمیں بیوی بچوں کا غم نہ ہوگا اور اگر جنگ میں ہمیں فتح ہوئی تو ہم دوبارہ شادیاں کر لیں گے اور سلسلہ توالد و تناسل شروع ہو جائے گا۔

کعب بن اسد کی یہ تجویز بھی منظور نہ ہوئی۔ لوگوں نے کہا' بیوی بچوں کے ختم ہونے کے بعد زندگی کا کیا فائدہ اور ان کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ اس تجویز کے رد ہونے کے بعد کعب نے تیسری تجویز پیش کی۔

(۳) اگر تمہیں پہلی دونوں تجویزیں منظور نہیں تو تیسری تجویز یہ ہے کہ آج ہفتہ کی رات ہے اگر تم چاہو تو ہم سب باہر نکل کر محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے لشکر پر چھاپہ ماریں وہ تو یہ سمجھ کر سوئے ہوں گے کہ ہم اس رات حملہ نہ کریں گے۔ اس طرح ہم کامیابی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں

گے۔

بنو قریظہ کے یہودیوں نے کہا یہ تجویز بھی قابل عمل نہیں کیونکہ اس طرح ہم ہفتہ کے تقدس کو پامال کریں گے اور جب بھی ہفتہ (سینچر کے دن) کے تقدس کو پامال کیا گیا ہے تو ہم پر بلاؤں اور مصیبتوں کی یلغار ہوئی ہے۔

کعب نے دیکھا کہ اس کی تینوں تجویزیں منظور نہیں ہوئی تو اس نے کہا اگر تم میری تینوں تجویزوں میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کرتے تو زمانہ میں تم سے بڑا احمق اور کوئی نہ ہوگا۔ اس کے بعد ان یہودیوں نے ایک شخص کو اس درخواست کے ساتھ نبی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا کہ مصالحت کی گفتگو کے لیے جناب ابولبابہ کو ان کے پاس بھیجا جائے اور وہ آکر حالات کا جائزہ لیں۔ نبی علیہ السلام نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور جناب ابولبابہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔

جناب ابولبابہ کا کردار

جب ابولبابہ یہودیوں کے پاس قلعہ میں پہنچے تو مرد عورتیں اور بچے ان کے گرد جمع ہوگئے اور رونا شروع کر دیا۔ جناب ابولبابہ پر بھی ان کی حالت دیکھ کر رقت طاری ہوئی۔ جب ان سے اس معاملہ میں مشورہ کیا گیا اور دریافت کیا گیا کہ ہمارے معاملہ میں آپ کا مشورہ کیا ہے' کیا ہم محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے فرمان کے مطابق قلعہ سے اتریں اور قلعہ ان کی سپرد کر دیں' بعد میں نبی علیہ السلام کا طرز عمل ہمارے ساتھ کیا ہوگا۔ جناب ابولبابہ نے زبان سے کچھ نہ کہا البتہ گردن پر انگلی رکھ دی یعنی سب کو قتل کر دیں گے۔ گردن پر انگلی پھیرنے کے بعد جناب ابولبابہ کو احساس ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی ہے۔ وہ وہاں سے اٹھے اور خدمت نبوی میں حاضری کی بجائے مسجد نبوی میں آئے اور خود کو مسجد کے ستون سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ جب تک اللہ تعالٰی میری توبہ قبول نہ فرمائے گا' خود کو ستون سے نہ کھولیں گے۔ اللہ تعالٰی نے ان کے حق میں آیت نازل فرمائی۔

"اے ایمان والو' اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (اس بات کو) جانتے ہو"۔ (انفال۔ آیت ۲۷)

ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی

جب ابولبابہ کی بابت نبی علیہ السلام کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا اگر ابولبابہ آکر مجھے بتاتے تو اللہ تعالٰی سے ان کے لیے شفاعت کرتا اور ان کی توبہ قبول ہو جاتی' اب چونکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا لہٰذا حکم الٰہی

آنے تک انہیں صبر کرنا چاہیے۔ ابولبابہ چھ دن تک ستون کے ساتھ بندھے رہے۔ نماز کے وقت ان کی بیوی آتیں اور انہیں کھول دیتیں' یہ نماز ادا کرتے اور وہ بعد میں پھر انہیں باندھ دیتیں۔ چھ دن بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کے سلسلہ میں آیت نازل فرمائی۔

"کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے اچھے اور برے اعمال کو ملا جلا دیا ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔ (توبہ۔ آیت ۱۰۱)

ابولبابہ کی توبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جس شب یہ آیت نازل ہوئی اس شب سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے حجرہ میں مقیم تھے۔ سحری کے وقت میں نے نبی علیہ السلام کو مسکراتے دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رب کریم آپ کو ہمیشہ فرحان و شاداں رکھے اس وقت کون سی ایسی بات ہے جس کی وجہ سے فرح و مسرت کا اظہار فرمایا جا رہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابولبابہ کی توبہ کے سلسلہ میں آیت نازل فرمائی ہے۔ ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا مجھے اجازت ہے کہ میں جا کر انہیں خوشخبری دوں؟ آپ نے فرمایا تمہاری مرضی! (یہاں یہ بات لائق توجہ ہے) اس وقت تک پردہ کے سلسلہ میں احکام خداوندی نہیں آئے تھے۔ چنانچہ میں اٹھی اور حجرہ کے دروازہ پر آکر مسجد کی جانب منہ کر کے آواز دی ابولبابہ تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ کو قبول فرمالیا ہے اور آیت نازل فرمائی ہے۔ مسجد میں اس وقت جو لوگ جمع تھے انہوں نے اٹھ کر جناب ابولبابہ کو کھولنا چاہا تو انہوں نے منع کر دیا اور کہا مجھے تو سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کھولیں گے۔ چنانچہ جب آپ فجر کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے ابولبابہ کو ستون سے کھولا۔

بنو قریظہ کے بارے میں قبیلہ کے لوگوں کی سفارش

ان ضمنی واقعات کے بعد جناب مصنف فرماتے ہیں جب محاصرہ کی مدت طویل ہوگئی اور بنو قریظہ کے لوگوں نے کوئی چارہ کار نہ پایا تو شکست قبول کر کے نبی علیہ السلام کے حکم کے مطابق قلعہ سے اترے اور قلعہ مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔ جب بنو قریظہ کے لوگ قلعہ سے اتر آئے تو انصار کے قبیلہ اوس کے لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض گداز ہوئے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بنو قریظہ کے لوگ ہمارے دوست ہیں' ان کا معاملہ ہمارے سپرد فرما دیں۔ ان کی درخواست پر نبی علیہ السلام نے

صرف اللہ کی رضا کے لیے شہید ہوا تھا۔ وہ دوسرے شہداء کے ساتھ مل کر جنت کا مالک بن گیا ہے۔ ان کا وفد اللہ کی بارگاہ میں ایک بہترین وفد ہے○ سعد! اگرچہ تم ہم سے جدا ہو گئے ہو اور ہمیں چھوڑ کر ایک تیرہ و تار قبر میں جا کر سو گئے ہو لیکن یاد رکھو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا○ سعد! تم وہ جوانمرد ہو جو ایمان' شرافت اور کرامت کے لباس میں ملبوس ہو کر اللہ کی حمد و ثناء کرتے ہوئے رخصت ہوئے ہو اور ایک بلند مرتبہ مقام حاصل کر چکے ہو○ تم نے بنو قریظہ کے متعلق ایک فیصلہ کیا تھا اور یہ فیصلہ تمہاری اپنی مرضی سے تھا لیکن تمہارے اس ذاتی فیصلے کو اللہ تعالیٰ نے برقرار رکھا۔ تمہارا فیصلہ اللہ کی رضا کے عین مطابق تھا۔ اپنے فیصلے کے بعد تم نے ان لوگوں کو معاف نہیں کیا حالانکہ وہ تمہیں کئی وعدے یاد دلاتے رہے○ جو لوگ تمہیں دائمی جنت کو چھوڑ کر دنیا کے عیش و آرام کی دعوت دیتے تھے وہ تمہارے فیصلے کی زد میں آئے مگر تم نے اپنا فیصلہ نہ بدلا۔ زمانے کی گردش نے تمہیں ہلاک کر دیا مگر تم نے اپنے فیصلہ میں تبدیلی نہ کی۔ قیامت کے دن تمہیں اللہ اپنے حضور طلب کرے گا۔ اعزاز و اکرام سے نوازے گا۔ اس وقت تم حق پسندوں اور صداقت پسندوں کے ساتھ کھڑے ہو گے○

بیت

تَفَاقَدَ مَعْشَرٌ نَصَرُوا قُرَيْشًا
وَلَيْسَ لَهُمْ بِبَلْدَتِهِمْ نَصِيرُ
هُمُ أُوتُوا الْكِتَابَ فَضَيَّعُوهُ
وَهُمْ عُمْيٌ، مِنَ التَّوْرَاةِ، بُورُ
كَفَرْتُمْ بِالْقُرَانِ وَقَدْ أُتِيتُمْ
بِتَصْدِيقِ الَّذِي قَالَ النَّذِيرُ
فَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ
حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ

حضرت حسان بن ثابت نے بنو قریظہ کے مقابلہ میں اشعار کہے تھے

جن لوگوں نے قریش کی امداد کی تھی وہ تتر بتر ہو کر رہ گئے ہیں اور ایک دوسرے کو گم کر بیٹھے ہیں○ انہیں اپنے ہی شہر میں کوئی پناہ گاہ نہیں مل رہی○ انہیں اللہ کی طرف سے کتاب (توریت) دی گئی تھی

فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ میں ان کے معاملہ کو تم میں سے ایک شخص کے سپرد کر دوں یا اس بات پر راضی نہیں ہو؟ تو ان سب نے یک زبان ہو کر کہا' ہم اس سے متفق ہیں اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا میں ان کے معاملہ کو تمہارے قبیلہ کے سردار جناب سعد بن معاذ کے سپرد کرتا ہوں اور وہ اس معاملہ میں جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہو گا۔ قبیلہ اوس والوں نے بھی جناب سعد کو حکم مقرر کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ غزوہ خندق کے موقعہ پر جناب سعد کے ایک تیر لگا تھا' مدینہ منورہ میں جراح ان کے زخم کا علاج کر رہے تھے۔

جب نبی علیہ السلام نے بنو قریظہ کا فیصلہ جناب معاذ کی سپرد فرمایا تو قبیلہ اوس کے لوگ مدینہ گئے اور جناب معاذ کو لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ جناب سعد بن معاذ دیرینہ تعلقات کی بنا پر بنو قریظہ کے مفادات کا تحفظ فرمائیں گے اور ان کے قتل کا حکم نہ دیں گے۔ انہوں نے راستہ میں جناب سعد سے کہا نبی علیہ السلام نے بنو قریظہ کا معاملہ آپ کی سپرد کر دیا۔ اس قبیلہ کے لوگوں سے آپ کے دیرینہ تعلقات ہیں وہ لوگ عرصہ سے آپ کے دوست اور بہی خواہ رہے ہیں۔ مناسب یہ ہو گا کہ ان تعلقات کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور ان کے حق میں فیصلہ کریں۔ اس گفتگو کے جواب میں جناب سعد نے فرمایا "یہ وہ وقت ہے کہ کسی کی ملامت اور طعنے کے خوف کے بغیر وہ بات کہے جو حق ہے"۔ جب قوم کے لوگوں نے یہ بات سنی تو یقین کر لیا کہ جناب سعد لاگ لپیٹ کی بات کے بغیر حق کے مطابق فیصلہ کریں گے' لہٰذا مطمئن ہو کر ان کے پاس سے چلے گئے۔ چنانچہ جب جناب سعد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو موجود صحابہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا "**قوموا الیٰ سید کم**" اپنے سردار کا کھڑے ہو کر استقبال کرو! چنانچہ سب لوگوں نے کھڑے ہو کر جناب سعد کا استقبال کیا۔ بعد میں مہاجرین نے کہا یہ حکم انصار کے لیے تھا کیونکہ جناب سعد انصار کے سردار تھے۔ انصاری صحابہ نے کہا یہ حکم عمومی تھا جس میں انصار و مہاجر سب ہی شامل تھے۔ چنانچہ جب جناب سعد آکر بیٹھ گئے تو تمام موجود صحابہ نے کہا اے سعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کو اس معاملہ کا حکم بنایا ہے اب آپ ان کے بارے میں کیا حکم کرتے ہیں۔ جناب سعد نے انصاری صحابہ کو مخاطب فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کو درمیان میں لا کر عہد کرتے ہو کہ میں ان کے حق میں جو فیصلہ کروں گا اس پر عمل درآمد کرو گے۔ انصار نے وعدہ کیا تو جناب سعد نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا جب آپ نے فیصلہ مجھ پر چھوڑا ہے تو بنو قریظہ کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے

مردوں کو قتل کیا جائے ان کے بیوی بچوں کو باندیاں اور غلام بنایا جائے اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ جب جناب سعد نے اس فیصلہ کا اعلان کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اے سعد! تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ سنایا جو ان کے (بنو قریظہ) بارے میں ساتویں آسمان کے اوپر ہوا ہے۔

بنو قریظہ کے لوگوں کی سزا

اس اعلان سزا کے بعد نبی علیہ السلام کے حکم کے مطابق مدینہ کے بازار میں ایک بڑا گڑھا کھودا گیا اور بنو قریظہ کے ایک ایک آدمی کو لایا جاتا اور اس کی گردن مار کر اس گڑھے میں ڈالا جاتا تھا۔ اس طرح نو سو افراد کو قتل کیا گیا۔ آخر میں بنو قریظہ کے معزز ترین فرد حی بن اخطب کو لایا گیا یہ نبی علیہ السلام کا بد ترین دشمن تھا غزوہ خندق کے موقع پر اس نے اسلام دشمنی میں بڑا کردار ادا کیا تھا۔ جب اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے لایا گیا اور اس کے ہاتھوں کو کھولا گیا تو اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) مجھے تو یاد نہیں آرہا کہ میں نے آپ کے ساتھ دشمنی میں کمی کی ہو میں آپ کی مخالفت میں پیش پیش رہا ہوں اور آپ کی دشمنی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا ہے لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جس پر ذلت و رسوائی مسلط کرتا ہے وہ یقیناً ذلیل ہوتا ہے۔ مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ آپ مجھے قتل کریں گے مجھے احساس ہے کہ بنی اسرائیل بھی اس راستہ پر چلے تھے اور ان میں سے کوئی بھی اپنی طبعی موت نہیں مرا تھا (بلکہ ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا تھا)۔ حی بن اخطب کے الفاظ کو جناب مصنف نے اس طرح نقل کیا ہے۔

"اما واللہ مالمت نفسی فی عداوتک و لکنہ من یخذل اللہ یخذل"

اس کے بعد اس (حی بن اخطب) کو بھی قتل کیا گیا۔ اس موقع پر ایک شاعر نے اس کے منظر کو ان دو شعروں میں نقل کیا ہے۔

لعمرک ما لام ابن اخطب نفسہ ولکنہ من یخذل اللہ یخذل
لجاھد حتی ابلغ النفس عذرھا وقلقل یبغی العز کل مقلقل

بنو قریظہ کی شکست کے بارے میں ایک اور روایت

جناب مصنف نے اسی واقعہ کو ایک اور روایت کے مطابق اس طرح نقل کیا ہے کہ جب جناب ابولبابہ نے ان سے کہا کہ اگر میری تجویز کے مطابق تم لوگ قلعہ سے اتر آؤ گے تو انگلی سے گردن کی

طرف اشارہ کیا یعنی تمہاری گردن اتار لی جائے گی۔ اسی اشارہ پر ان میں خوف و ہراس بڑھ گیا اور وہ قلعہ مسلمانوں کے سپرد کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ محاصرہ طول پکڑتا رہا یہاں تک کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کے ساتھ کہا میں آج یہاں سے اس وقت تک واپس نہ ہوں گا جب تک کہ اس قلعہ کو فتح نہ کر لوں یا جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح شہید ہو جاؤں۔ یہ کہتے ہوئے قلعہ کے دروازہ پر آئے اور آواز دی "اے بنو قریظہ کے لوگو! آج یا تو تم مجھے قتل کر دو ورنہ میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہارے قلعہ کو تاراج کروں گا ان دونوں میں سے ایک کام ہونا ہے"۔ جب بنو قریظہ کے لوگوں نے حضرت علی کی یہ للکار سنی تو ڈر گئے اور ایک قاصد نبی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا اس قاصد کے ذریعہ معافی طلب کی اور درخواست کی کہ جناب سعد بن معاذ کو ہمارے معاملہ میں حکم بنایا جائے' ان کے فیصلے کے مطابق قلعہ سے اتر آئیں گے اور یہ قلعہ آپ کی تحویل میں دے دیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مناسب ہے۔ اس کے بعد بنو قریظہ کے لوگ قلعہ سے اتر آئے اور قلعہ سپرد کرنے کے بارے میں بات کرنی چاہی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا سعد بن معاذ کے آنے تک انتظار کرو۔ اس کے بعد وہی واقعات پیش آئے جن کا تذکرہ ماسبق میں گزرا۔ جب بنو قریظہ کے سرداروں کو قتل کر دیا گیا تو نبی علیہ السلام نے ان کی عورتوں اور بچوں کی گرفتاری کا حکم دیا اور ان کو باندی و غلام بنایا گیا اور ان کے اموال کو مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا اس مال غنیمت سے پانچواں حصہ نبی علیہ السلام نے اپنے لیے مخصوص فرمایا۔ اور اس دن سے مال غنیمت اور خراج سے پانچواں حصہ ذات نبوی کے لیے مخصوص ہوا۔

ریحانہ بنت عمرو کا واقعہ

بنو قریظہ کی عورتوں میں سے ریحانہ بنت عمرو حضور علیہ السلام کے حصہ میں آئی یہ خاتون کاشانہ نبوت میں رہتیں نبی علیہ السلام ان سے فرماتے تم اسلام لے آؤ میں تمہیں آزاد کر کے نکاح کر لوں گا۔ لیکن یہ جواب دیتیں آپ مجھے رہا کر دیں تاکہ اسی طرح آپ کے ملک میں رہوں اور یہ آپ کے لیے آسان بھی ہوگا کہ میں آپ کے ملک میں رہوں اور میرے لیے بھی مناسب رہے گا۔ اس طرح ایک مدت تک وہ کاشانہ نبوت میں ہی رہیں اور جب بھی نبی علیہ السلام ان سے مسلمان ہونے کے لیے کہتے تو وہ یہی جواب دیتیں۔ نبی علیہ السلام کو ان کے اسلام کی بہت خواہش تھی' آخرکار انہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کے اسلام سے آپ کو بہت خوشی ہوئی۔

غزوہ خندق کے سلسلہ میں آیت قرآنی کا نزول

غزوہ خندق اور بنو قریظہ کے سلسلہ میں رب کریم نے سورہ احزاب کی جو آیات نازل فرمائیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے

"اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا انہیں کے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے کو قیدی بنا رہے ہو اور اس (قادر مطلق) نے تمہیں ان کی زمینوں' مکانوں اور مال و متاع کا وارث بنا دیا اور وہ ملک بھی تمہیں عطا فرمائے جہاں تمہارے قدم اب تک نہیں پہنچے تھے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔ (بعض حصہ آیت ۲۶ آیت ۲۷)

جناب سعد بن معاذ کی وفات

جناب مصنف محمد بن اسحاق فرماتے ہیں جب جناب سعد بن معاذ نے اس دنیا سے رحلت کی تو آدھی رات کو جناب جبریل کاشانہ نبوی کے دروازہ پر آئے اور کہا یارسول اللہ آج دنیا سے کس ہستی نے رحلت کی ہے جس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھل گئے ہیں' اور ان کی موت کی سختی وجہ سے عرش الٰہی جنبش میں آگیا ہے' اور عالم بالا کے مکین ان کے دیدار کے مشتاق ہو رہے ہیں۔ جناب جبریل سے یہ کلمات سنتے ہی آپ جناب سعد کے گھر آئے تو دیکھا انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا ہے۔

جناب سعد بن معاذ تن توش والے شخص تھے جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا اور قبرستان کی جانب چلے تو وہ بہت ہلکا تھا اس وقت منافقوں نے پھر اپنی فطرت کا مظاہرہ کیا کہنے لگے کہ سعد تو موٹے شخص تھے یہ جنازہ کیسے ہلکا ہوگیا۔ جب یہ طعنوں والی گفتگو نبی علیہ السلام کو سنائی گئی تو آپ نے فرمایا ان کا جنازہ ہلکا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس جنازے کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر آپ نے قسم کے ساتھ یہ کلمات فرمائے۔

والذی نفسی بیدہ لقد استبشرت الملائکہ بروح سعد و اھتزلہ العرش ترجمہ۔ اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے ساتوں آسمانوں کے ملا ئکہ جناب سعد بن معاذ کی روح کے منتظر تھے اور عرش الٰہی ان کے استقبال کے لیے جنبان تھا۔

جناب سعد کی قبر پر نبی علیہ السلام کی تسبیح و تکبیر

جناب جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب جناب سعد بن معاذ کو دفن کیا گیا تو ان کی قبر پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے تسبیح الٰہی کی اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھ کر صحابہ بھی

تسبیح میں مشغول ہوگئے اس کے بعد نبی علیہ السلام نے ان کی قبر پر تکبیر الٰہی بلند کی اور حضور کو دیکھ کر صحابہ بھی اس عمل میں مشغول ہوئے۔ ان اعمال کے بعد صحابہ نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کی قبر پر آپ نے تسبیح و تکبیر کیوں بلند کی' نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

"اس بندہ صالح پر اس کی قبر تنگ ہوگئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں فراخی فرما دی"۔

مصنف کتاب فرماتے ہیں' نبی علیہ السلام کا فرمان ان الفاظ میں بھی ملتا ہے کہ اس بندہ صالح پر قبر تنگ ہوگئی تھی لیکن میری تسبیح و تکبیر سے اللہ تعالیٰ نے اس میں وسعت و فراخی عطا فرما دی۔

اس سلسلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث اس طرح منقول ہے **ان للقبر لضمۃ لو کان احد منھا ناجیا لکان سعد ابن معاذ** سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا قبر سب لوگوں پر تنگ کی گئی اور اگر کسی نے اس مرحلہ سے دستگیری حاصل کی تو وہ ذات جناب سعد بن معاذ کی ہے۔

جناب سعد بن معاذ کی روح کے استقبال کے لیے عرش الٰہی کے جنبش میں آنے کے سلسلہ میں ایک انصاری نے اپنے جذبات کو اس شعر میں پیش کیا ہے۔

وما اھتز عرش اللہ من موت ھالک سمعنا بہ الالسعد ابی عمرو

جناب سعد کی وفات پر ان کی والدہ نے مرثیہ کہا' اس کے دو اشعار حسب ذیل ہیں۔

ویل ام سعد سعدا صرامۃ وحدا"

وسوددا" و مجدا" وفارسا معدا"

سد بہ مسدا

جناب سعد کی وفات کے موقع پر سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا

کل نائحۃ تکذب الا نائحۃ سعد بن معاذ

ہر نوحہ خواں اپنے ممدوح کے بارے میں مبالغہ آرائی کرتا ہے مگر جناب سعد کے لیے نوحہ کرنے والی (ان کی والدہ) درست کہتی ہیں۔

نوفل کی لاش کی قیمت

غزوہ خندق میں چھ مسلمان شہید ہوئے جن کے نام سیرت کی کتابوں میں مذکور ہوتے ہیں۔ اس معرکہ میں تین کافر قتل ہوئے' ان تین میں سے ایک شخص نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ تھا' یہ خندق میں گر

گیا تھا جس کو بعد میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کی لاش کے حصول کے لیے کافروں نے دس ہزار درہم بھیجے لیکن نبی علیہ السلام نے اس رقم کو قبول نہ فرمایا اور یہ کہلوا دیا کہ ہمیں اس کی لاش کی ضرورت نہیں۔ اس کی لاش کو کافر لے گئے۔

اب قریش کبھی حملہ نہ کر سکیں گے

غزوہ خندق سے فراغت کے بعد نبی علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا اب قریش مکہ کبھی مسلمانوں پر حملہ نہ کر سکیں گے اب تم ان سے جنگ کرو گے یعنی مکہ والے اب حملہ آور کی حیثیت میں نہ ہوں گے بلکہ انہیں اس کا موقع اور فرصت ہی ملے گی۔ البتہ مسلمان ان کے مقابلے کے لیے نکلیں گے اور حق تعالیٰ نے فتح مکہ کا موقع مسلمانوں کو عطا فرمایا اور مکہ والوں کو نبی علیہ السلام کا مطیع بنایا اور کافر مسلمانوں کے ہاتھوں مسخر ہوئے۔

غزوہ خندق کی منظر کشی بہت سے شعراء نے کی ہے جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قصیدہ کے چند اشعار، جو انہوں نے عبد اللہ ابن ز.عری سہمی کے جواب میں کہے تھے، نقل کیے جاتے ہیں۔

ز.عری کے اشعار کے جواب میں حضرت حسان کے اشعار

فَدَعِ ٱلدِّيَارَ وَ ذِكْرَ كُلِّ[1] خَرِيدَةٍ
بَيْضَاءَ ، آنِسَةِ ٱلْحَدِيثِ ، كَعَابِ

وَٱشْكُ ٱلْهُمُومَ إِلَى ٱلْإِلَٰهِ وَمَاتَرَىٰ
مِنْ مَعْشَرٍ ظَلَمُوا ٱلرَّسُولَ غِضَابِ

سَارُوا بِأَجْمَعِهِمْ[2] إِلَيْهِ ، وَأَلَّبُوا
أَهْلَ ٱلْقُرَىٰ ، وَ بَوَادِيَ ٱلْأَعْرَابِ

جَيْشٌ، عُيَيْنَةُ وَٱبْنُ حَرْبٍ فِيهِمُ
مُتَخَمِّطُونَ بِحَلْبَةِ ٱلْأَحْــزَابِ

حَتَّىٰ إِذَا وَرَدُوا ٱلْمَدِينَةَ وَٱرْتَجَوْا
قَتْلَى ٱلرَّسُولِ وَمَغْنَمَ ٱلْأَسْلَابِ

وَغَدَوْا عَلَيْنَا قَادِرِينَ بِأَيْدِهِمْ
رُدُّوا بِغَيْظِهِمُ عَلَى ٱلْأَعْقَابِ

بِهُبُوبِ مُعْصِفَةٍ تُفَرِّقُ جَمْعَهُمْ
وَ جُنُودِ رَبِّكَ سَيِّدِ ٱلْأَرْبَابِ

فَكَفَى ٣ ٱلْإِلٰهُ ٱلْمُؤْمِنِينَ قِتَالَهُمْ
وَأَثَابَهُمْ فِي ٱلْأَجْرِ ٤ خَيْرَ ثَوَابِ
مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا، فَفَرَّقَ جَمْعَهُمْ ٥
تَنْزِيلُ نَصْرِ مَلِيكِنَا ٦ ٱلْوَهَّابِ

کیا ان شہروں کے نشانات جو اب چٹیل میدان بن چکے ہیں اور جہاں سکونت کے آثار نظر نہیں آتے میں ایسے شخص کے سوالات کا جواب دوں جو جواب دینے کے قابل نہیں ہے○ یہ وہ چٹیل میدان ہیں جہاں کبھی بستیاں تھیں مگر بادلوں اور طوفانوں نے انہیں نیست و نابود کر دیا ہے اور ان بستیوں پر بجلیاں گرتی رہی ہیں اور اب وہ کھنڈرات بن گئے ہیں○ میں نے ان میدانوں میں وہ گھر دیکھے ہیں جہاں کے رہنے والے خوبصورت چہرے اور روشن آنکھوں والے لوگ رہا کرتے تھے۔ ان کے اخلاق دنیا بھر میں مانے ہوئے تھے○ اب اس دیار کے ذکر کو چھوڑ دو۔ ان ابھرتی ہوئی جواں لڑکیوں کے ذکر کو بھول جاؤ جو خوش شکل بھی تھیں اور خوش گفتار بھی تھیں○ اب اللہ تعالیٰ سے ان رنج وہ چیزوں کا شکوہ کرو جنہیں تم نے اس خشمگیں لوگوں میں دیکھا ہے اور جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سختیاں کی تھیں○ اس بستی کے ظالم لوگ' علاقہ اور وادی کے تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑے تھے○ یہ ایک ایسا لشکر تھا جس کی قیادت "عینیہ" اور "ابوسفیان بن حرب" کر رہے تھے۔ اور جس لشکر میں عرب کے تمام قبائل اپنے گھوڑوں سوار لشکروں کو لے کر آئے تھے○ جب یہ زبردست لشکر مدینہ پہنچا اور یہ رسول اللہ کے قتل اور مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے لیے آگے بڑھے تھے اور اپنی طاقت اور قوت سے حملہ آور ہوئے تھے تو اللہ نے انہیں زبردست لشکروں اور ان کے غصے کے ساتھ لوٹنے پر مجبور کر دیا تھا اور طوفانی ہواؤں کے زور اور فرشتوں کے نظر نہ آنے والے لشکروں نے انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا اور وہ تتر بتر ہو کر بھاگ نکلے○ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور اس لڑائی میں کافروں کو شکست ہوئی۔ پھر مسلمانوں کو بہترین ثواب اور کامیابی کا مستحق بھی بنا دیا گیا۔ جب مسلمان مایوس ہوئے جا رہے تھے تو اللہ کی امداد نے ان کی مایوسیوں کو فتح و نصرت میں بدل دیا اور کفار کی جمعیت کے پاؤں اکھڑ گئے○ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا اور تکذیب کرنے والے کفار اور شک و شبہ کرنے والے منافقین اور یہودیوں کو ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا جس کا دل شقی تھا وہ ہیبت میں پڑا کانپ رہا تھا۔ وہ تذبذب اور مایوسی

مگر انہوں نے اسے ضائع کر دیا اور تورات کو سمجھنے سے پہلے ہی ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ وہ اس طرح گمراہ ہوتے گئے اور ہلاک ہوتے گئے○ اے اہل کتاب یہودیو! تمہیں قرآن پیش کیا گیا مگر تم نے اسے لینے اور ماننے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہاری کتابوں کی تصدیق کی تھی○ بویرہ کے مقام پر ایک ایسی آگ پھیلی کہ بنولوئی کے سرداروں کو جلاتی چلی گئی○

سلام بن ابی الحقیق کا قتل

قبیلہ اوس کے لوگوں کو کعب بن اشرف کے قتل کا اعزاز نصیب ہوا تو قبیلہ خزرج کے لوگوں کو شدت سے احساس ہوا کہ وہ بھی ایسا ہی کوئی کارنامہ سرانجام دے کر نیک نامی اور اجر حاصل کریں۔ چنانچہ اس قبیلہ کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے اس وقت نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا شدید ترین دشمن کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا اس وقت نبی علیہ السلام کا سب سے بڑا دشمن سلام بن ابی الحقیق ہے۔ یہ شخص یہود کی سب سے بڑی اور سربر آوردہ شخصیت تھا نہایت عقلمند ہونے کی وجہ سے یہود کا قاضی (جج) بھی تھا۔ یہ وہ شخص تھا جو مکہ کے لوگوں کو مدینہ منورہ پر لشکر کشی کے لیے آمادہ کرنے کے لیے گیا تھا۔ یہ نبی علیہ السلام کے خلاف یہودیوں کو بھڑکاتا رہتا تھا۔ اس کا قیام خیبر میں تھا۔

خزرج کے قبیلہ کے لوگوں نے اس کے قتل کا فیصلہ کیا اور اس کے قتل کا پانچ آدمیوں نے بیڑہ اٹھایا اور یہ طے کیا کہ خیبر جا کر اس کو قتل کریں ان پانچ جان نثاروں کے نام یہ تھے۔

(۱) عبد اللہ بن عتیک

(۲) مسعود بن سنان

(۳) عبد اللہ بن انیس

(۴) ابو قتادہ حارث بن ربعی

(۵) خزاعی بن اسود

چنانچہ یہ حضرات تہیہ کر کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس کام کی انجام دہی کی اجازت طلب کی اور خیبر کا رخ کیا۔ خیبر پہنچ کر یہ لوگ ایک جگہ چھپ گئے اور رات تک چھپے رہے۔ جب خوب اندھیرا پھیل گیا تو یہ اپنی کمین گاہ سے نکل کر سلام بن ابی الحقیق کے گھر آئے' اور گھر میں گھس کر دروازے بند کرتے ہوئے اوپر کی منزل پر پہنچے' اور ابی الحقیق کو قتل کیا' اور

وہاں سے نکل کر پھر آکر ایک جگہ چھپ گئے۔ جب خیبر کے لوگوں کو ابی الحقیق کے قتل کی اطلاع ملی تو وہ مشعلیں لے کر قاتلوں کی تلاش میں نکلے لیکن قاتلوں کا سراغ نہ ملا۔ یہ پانچوں صبح کو خیبر کے علاقہ سے نکل کر مدینہ آگئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام بن ابی الحقیق کے قتل کے واقعہ کی پوری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ کی تفصیلات سن کران حضرات کی تعریف و توصیف کی۔ جناب حسان بن ثابت ان حضرات کے کارنامہ کو شعر کی زبان میں ڈھالا۔

لِلّٰهِ دَرُّ عِصَابَةٍ لاقَيْتَهُمْ
يَا ابْنَ الْحُقَيْقِ، وَأَنْتَ يَا ابْنَ الْأَشْرَفِ
يَسْرُونَ بِالْبِيضِ الْخِفَافِ إِلَيْكُمُ
مَرَحًا، كَأُسْدٍ فِي عَرِينٍ مُغْرِفِ
حَتّٰى أَتَوْكُمْ فِي مَحَلِّ بِلَادِكُمْ
فَسَقَوْكُمُ حَتْفًا بِبِيضٍ ذُفَّفِ
مُسْتَبْصِرِينَ[1] لِنَصْرِ دِينِ نَبِيِّهِمْ
مُسْتَصْغِرِينَ لِكُلِّ أَمْرٍ مُجْحِفِ[2]

کعب بن اشرف کا قتل

مصنف جناب محمد بن اسحاق فرماتے ہیں' جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوات خندق غزوہ بنو قریظہ سے فارغ ہوئے تو انصار کے قبیلہ خزرج کے لوگوں نے کہا ہم لوگ یہ چاہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کوئی کارنامہ انجام دیں۔ چنانچہ انہوں نے دشمن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب بن اشرف کو قتل کر کے یہ کارنامہ انجام دیا' جس کا تذکرہ پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔

یاد رہے کہ اسلام لانے سے قبل قبائل اوس و خزرج آپس میں دشمنی رکھتے تھے لیکن جب ان دونوں قبائل کے لوگوں نے اسلام قبول کیا' تو یہ دشمنی ختم ہوگئی لیکن ان دونوں قبائل کے لوگ کارہائے خیر میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ کعب بن اشرف کے قتل کا اعزاز قبیلہ اوس کے لوگوں کو حاصل ہوا اور ان کے اس کارنامے پر نبی علیہ السلام نے نہایت خوشی کا اظہار فرمایا اور انصار کے قبیلہ اوس کا شکریہ ادا کیا۔

جناب عمرو بن العاص اسلام لاتے ہیں

جناب عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ جب قریش اور غطفان کے لشکر واپس ہوئے وہ نہ مدینہ کے لشکر پر فتح حاصل کر سکے' نہ انہیں کسی قسم کی بالا دستی حاصل ہوئی۔ جناب عمرو بن العاص فرماتے ہیں اس سے قبل عرب کے لوگوں نے اجتماعی طور پر ایسا مظاہرہ نہیں کیا تھا' اور نہ اتنا بڑا لشکر اس سے پہلے جمع ہوا تھا۔ ان حالات کو دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کام اونچا جائے گا۔ چنانچہ میں مکہ واپس آیا اور اپنے رشتہ داروں سے کہا عزیزو! حالات کا جائزہ لو میرے اندازہ کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کام بلندی پر جائے گا' اور عرب میں ان کا کوئی مقابل نہ ہوگا۔ اب اپنے لیے کوئی لائحہ عمل مرتب کر لو۔

ان لوگوں نے مجھ سے کہا آپ ہی بتائیں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ میں نے جواب دیا میری رائے یہ ہے کہ ہم تحائف اکٹھے کریں اور انہیں لے جا کر نجاشی شاہ حبشہ کو پیش کریں' اور اس کی ہمدردیاں حاصل کر کے یہ انتظار کریں کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا کام کہاں تک بڑھتا ہے۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) قریش پر غالب آ جائیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبردستی کی بجائے نجاشی کی زبردستی کو ترجیح دیں' اور اگر قریش کو غلبہ حاصل ہو جائے تو ہم سابقہ حیثیت پر برقرار رہیں گے اور حبشہ کے قیام کی بجائے ہم مکہ میں رہیں گے۔

میری تجویز کو لوگوں نے منظور کیا چنانچہ تحفہ و تحائف اکٹھے کر کے ہم حبشہ میں نجاشی کے دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ ہم سے پہلے عمرو بن امیہ ضمری نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے سفیر کی حیثیت سے نجاشی کے دربار میں موجود ہیں۔ یہ جناب جعفر بن ابی طالب اور دوسرے مسلمانوں کی واپسی کے لیے جو حبشہ کی پہلی ہجرت سے وہاں موجود تھے آئے تھے۔ جناب عمرو بن العاص فرماتے ہیں جب میں نے عمرو بن امیہ کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے کہا مجھے فوری طور پر نجاشی سے درخواست کرنی چاہیے تاکہ وہ عمرو بن امیہ ضمری کو ہمارے حوالے کر دے تاکہ ہم ان کو قتل کر کے خوشی حاصل کریں اور نجاشی کا ہم پر یہ احسان ہو۔

جناب عمرو بن العاص فرماتے ہیں میری شاہ نجاشی سے اچھی ملاقات تھی میں جب بھی حبشہ جاتا تو بادشاہ کے لیے تحفہ و تحائف لے کر جاتا تھا۔ اس لیے مجھے یہ یقین تھا کہ میں بادشاہ سے جو درخواست کروں گا' وہ اس کو قبول کر لے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے تحائف لیے اور دربار شاہی میں حاضری کے لیے

حاجب سے رجوع کیا۔ اسی دوران میں نے عمرو بن امیہ کو دربار شاہی سے واپس آتے دیکھا۔ جب مجھے باریابی کی اجازت ملی تو میں اپنے تحائف لے کر بادشاہ کے سامنے اور اس کو تحائف پیش کئے تحائف وصول کر کے بادشاہ بہت خوش ہوا کہنے لگا خوش آمدید میرے عزیز دوست میں نے دربار میں داخل ہوتے ہی آداب دربار کے مطابق بادشاہ کے سامنے سجدہ کیا تھا۔ تحائف پیش کر کے میں نے یہ دیکھا کہ بادشاہ اس وقت بہت خوش ہے تو میں نے اس سے معلوم کیا کہ یہ جو شخص ابھی آپ کے دربار سے گیا ہے' میری معلومات کے مطابق یہ ایسی شخصیت کا نمائندہ ہے' جس نے اپنی قوم کی مخالفت مول لی ہے۔ ان سے عداوت کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا ہے (یعنی وہ ذات جو پیغمبر اسلام ہے) انہوں نے یہ سب کیا ہے۔ میری درخواست یہ ہے کہ آپ اجازت دیں اور اس شخص کو میرے سپرد کر دیں تو میں اس کو قتل کر کے اپنے دل کو ٹھنڈا کروں کیونکہ انہوں نے ہماری قوم کے بہت سے شرفاء کو قتل کیا ہے۔ اس طرح ہم ان سے کینہ کا بدلہ لے سکیں گے' جس کا اظہار وہ ہم سے کرتے رہتے ہیں۔

نجاشی کا اظہار ناراضگی

میری باتیں سن کر نجاشی کو سخت غصہ آیا اور غصہ کی زیادتی کی وجہ سے اس نے اپنی ناک پر مکہ مارا اس وقت مجھے خیال یہ ہوا کہ فرط غضب میں اس نے اپنی ناک توڑلی ہے۔ نجاشی نے حکم دیا کہ ہم لوگوں کے لائے ہوئے تحائف کو واپس کر دیا جائے۔ بادشاہ کو اس حالت میں دیکھ کر میں شرم سے زمین میں گڑ گیا اس وقت میں نے یہ چاہا کہ بادشاہ کے غصہ کو کافور کروں۔ لہٰذا میں نے بادشاہ سے کہا اگر مجھے یہ احساس ہوتا کہ میری بات آپ کو ناگوار ہوگی تو میں ہرگز ایسی گفتگو نہ کرتا اب میں اس گفتگو پر نادم ہوں اور معذرت طلب کرتا ہوں۔ میری معذرت پر بادشاہ نے کہا۔

بارگاہ نبوی میں نجاشی کا خراج عقیدت

"عمرو بن العاص تم مجھ سے ایسی شخصیت کے سفیر کو طلب کر رہے ہو جس شخصیت کی خدمت میں ناموس اکبر یعنی جبریل امین آتے ہیں' جو جناب موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ تمہیں مجھ سے یہ درخواست کرتے ہوئے شرم نہ آئی"۔

جناب عمرو بن العاص نے فرمایا اے بادشاہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ محمد اللہ کے رسول نہیں ہیں اور ان کا دین حق نہیں بلکہ باطل ہے۔ اے بادشاہ آپ مجھے سچ بتائیں کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو دعویٰ کرتے ہیں وہ درست ہے یا نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یا نہیں؟

نجاشی نے کہا اے عمرو تجھ پر افسوس! میری نصیحت کو قبول کرو جاؤ اور ان کی متابعت کرو کیونکہ وہ پیغمبر برحق ہیں۔ اور جان لو کہ ان کا کام بہت بڑھے گا اور وہ اپنے دشمنوں پر اس طرح غلبہ حاصل کریں گے جس طرح کہ حضرت موسیٰ کو فرعون پر غلبہ حاصل ہوا تھا۔ اس گفتگو کے بعد میں نے بادشاہ نجاشی سے کہا میں نے غلطی کی۔

جناب عمرو بن العاص کی نجاشی سے بیعت اسلام

اس کے بعد میں نے اس سے کہا اے بادشاہ! آپ ہاتھ بڑھائیں اور مجھ سے اسلام کی بیعت کریں تاکہ میں یہاں سے جاکر اسلام کی تجدید بیعت کروں نبی علیہ السلام کا اتباع کروں اور ان کے دین کو قبول کروں۔ شاہ نجاشی نے ہاتھ بڑھا کر مجھ سے بیعت اسلام لی' چنانچہ میں وہاں سے مدینہ کے سفر کے ارادے سے اٹھا اور مدینہ کی راہ پر گامزن ہوگیا۔ راستہ میں میں نے جناب خالد بن ولید کو دیکھا جو مکہ سے مدینہ جا رہے تھے۔ میں نے ان سے معلوم کیا' خالد کدھر کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے صحیح جائزہ لیا ہے اور اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رسول برحق ہیں' اب میں اس لیے مدینہ جا رہا ہوں تاکہ اسلام قبول کرلوں۔ جناب عمرو بن العاص نے کہا' میں بھی اسلام قبول کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ اس طرح دونوں ایک ساتھ مدینہ پہنچے۔

جناب خالد بن ولید مجھ سے پہلے خدمت نبوی میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے اسلام لانے کے بعد میں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ میں آپ سے بیعت کر کے اسلام قبول کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری گزشتہ کوتاہیوں کو درگزر فرما دے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم بیعت کرلو کیونکہ اسلام ماضی کی نفرتوں سے درگزر فرماتا ہے۔ اس طرح جناب عمرو بن العاص مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(۱۸)

غزوہ بنی لحیان

جناب مصنف محمد بن اسحاق فرماتے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنو قریظہ کی فتح کے بعد ذوالحجہ' محرم' صفر' ربیع الاول اور ربیع الاخر کے مہینوں میں مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا۔ جمادی الاول کے مہینہ میں غزوہ بنی لحیان کے لیے احکام صادر فرمائے' اس غزوہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ان بنو لحیان کا

تعلق ان لوگوں سے تھا' جنہوں نے رجیع کے موقع پر صحابہ کو شہید کیا تھا' جس کا تذکرہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان صحابہ کا جو واقعہ رجیع کے موقع پر شہید ہوئے تھے بدلہ لینے کے لیے اس غزوہ کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ لیکن روانگی سے قبل یہ اعلان نہیں فرمایا کہ وہ کس مقصد کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں بلکہ اعلان فرمایا کہ شام کے سفر کا ارادہ ہے۔ تاکہ بنو لحیان والوں کو پتہ نہ چلے اور وہ مقابلہ کے لیے تیار نہ ہوں۔ لیکن جب نبی علیہ السلام اس علاقہ میں پہنچے تو پتہ چلا کہ ان لوگوں کو پہلے سے اطلاع مل چکی ہے اور وہ اپنے علاقے سے باہر آچکے ہیں۔ جب نبی علیہ السلام کو اس کی تصدیق ہوگئی تو آپ نے صحابہ سے فرمایا اس علاقہ میں قیام کی بجائے یہاں سے ایک منزل دور "عفان" میں قیام کیا جائے تاکہ قریش کے لوگوں کو جب یہ اطلاع ملے کہ مسلمانوں نے "عفان" میں قیام کیا تو وہ یہ سمجھیں کہ مسلمان ہم سے مقابلہ کے لیے آئے ہیں۔ لیکن نبی علیہ السلام نے "عفان" میں بھی قیام نہ کیا بلکہ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ جب مدینہ کے قریب تشریف لائے تو یہ کلمات دعائیہ ارشاد فرمائے۔

ائبون تائبون ان شاء اللہ لربنا حامدون اعوذ باللہ من و عثاء السفر و کابۃ المنقلب وسوء المنظر فی الاھل والمال ○

(۱۹)

غزوہ ذی قرد

جناب سلمہ کی بہادری

سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی غزوہ بنی لحیان سے واپسی پر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ فزاری نے بنو غطفان کے لشکر کے ایک دستہ کے ساتھ چھاپہ مارا اور مدینہ والوں کے اونٹوں کے گلے ہنکا کر لے گیا اور راستہ میں انہوں نے ایک مرد اور ایک خاتون کو اٹھایا۔ مرد کو قتل کر دیا لیکن اس عورت کو اپنے ساتھ لے گئے۔ جناب سلمہ بن اکوع کسی کام کے لیے مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ بنو غطفان کے لوگ نبی علیہ السلام اور دوسرے صحابہ کے اونٹوں کو ہنکا کر

لے جا رہے ہیں تو انہوں نے وہیں سے پکارا کہ یہ کافر ہمارے اونٹ لے جا رہے ہیں۔ ان کی آواز کو مدینہ والوں نے سنا یہ بغیر کسی کا انتظار کیے ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور اتنا تیز دوڑتے ہوئے ان کافروں کا تعاقب کیا کہ تیز گھوڑا بھی اتنی تیز نہ دوڑ سکتا تھا اور تعریف کی بات یہ کہ دوڑتے میں تیر بھی چلاتے رہے اور ہر تیر چلاتے وقت' وہ یہ رجز پڑھتے تھے۔

خذھا وانا ابن الاکوع الیوم یوم الرضع

جب مدینہ والوں کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو مسلمان تیزی کے ساتھ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے سب سے پہلے جو شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوئے وہ جناب مقداد بن اسود تھے۔ ان کے بعد عباد بن بشر آئے ان کے بعد آنے والے حضرات کے نام ترتیب کے ساتھ اس طرح منقول ہیں۔ سعد بن زید' اسید بن ظہیر' عکاشہ بن محصن' محرز بن نضلہ' ابو قتادہ بن حارث' ابو عیاس عبید بن زیدین صامت رضی اللہ عنہم۔

جب یہ چند سرداران قوم خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے جناب سعد بن زید کو ان کا سردار مقرر فرما کر تعاقب میں مقدمتہ الجیش کے طور پر روانہ فرمایا اور خود بقیہ لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے سب سے پہلے جس مسلمان مجاہد نے ان بھگوڑوں کو جا پکڑا وہ محرز بن نضلہ تھے۔ ان کے بعد جناب ابو قتادہ بن حارث اور دوسرے مسلمان مجاہد تھے جنہوں نے جاکر کافروں کو جاپکڑا اور جنگ شروع کی لیکن انہیں شہید کر دیا گیا۔ بعد میں دوسرے لوگ بھی وہاں پہنچ گئے جناب ابو قتادہ کا مقابلہ سب سے پہلے عیینہ بن حصن کے بھائی سے ہوا اور انہوں نے اس کو قتل کیا۔ جناب عکاشہ بن محصن نے دو کافروں کو دیکھا ان میں ایک باپ اور دوسرا بیٹا تھا۔ یہ دونوں اونٹ پر بیٹھے تھے عکاشہ نے انہیں نیزہ مار کر ہلاک کیا اور اونٹ سے گرا دیا۔

عیینہ بن حصن نے جب دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اسلامی لشکر آگیا ہے تو وہ مقابلہ پر نہ ٹھہرے کچھ اونٹ چھوڑ گئے اور کچھ کو بھگا کر لے گئے اور مقابلہ سے بھاگ گئے۔

کفار کی شکست

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہاں پہنچے تو جناب سلمہ بن عمرو بن اکوع نے آکر کہا یارسول اللہ اگر سو سواروں پر مشتمل دستہ آپ میرے ساتھ کر دیں تو میں ان کا تعاقب کر کے ایک کو زندہ نہ چھوڑوں اور اونٹوں کا پورا گلہ چھڑا لاؤں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا' اب وہ غطفان

کا شکار ہو گیا تھا۔ یہ لوگ کفر کی وجہ سے اپنے لباس اور جسم کو پاک رکھنے سے بھی معذور تھے۔ ان کے دلوں میں شقاوت اور نحوست بھری ہوئی تھی۔ مگر یہ آخری دل تھے جن میں کفر کی سیاہیاں چھائی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد لوگ اسلام کی روشنیوں میں آنے لگیں گے اور کفر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی ○

شعر

لَقَدْ سَجَمَتْ[1] مِنْ دَمْعِ عَيْنِي عَبْرَةٌ
وَحُقَّ لِعَيْنِي أَنْ تَفِيضَ عَلَى سَعْدِ[2]
قَتِيلٍ ثَوَى فِي مَعْرَكٍ فُجِعَتْ بِهِ
عُيُونٌ ذَوَارِي الدَّمْعِ دَائِمَةُ[3] الْوَجْدِ
* عَلَى مِلَّةِ الرَّحْمٰنِ وَارِثَ جَنَّةٍ
مَعَ الشُّهَدَاءِ وَفْدُهَا أَكْرَمُ الْوَفْدِ
فَإِنْ تَكُ قَدْ وَدَّعْتَنَا وَتَرَكْتَنَا
[وَأَمْسَيْتَ] فِي غَبْرَاءَ مُظْلِمَةِ اللَّحْدِ[4]
فَأَنْتَ الَّذِي يَا سَعْدُ أُبْتَ بِمَشْهَدٍ[5]
كَرِيمٍ وَأَثْوَابِ الْمَكَارِمِ وَالْحَمْدِ
بِحُكْمِكَ[6] فِي حَيَّيْ قُرَيْظَةَ بِالَّذِي
قَضَى اللّٰهُ فِيهِمْ مَا قَضَيْتَ عَلَى عَمْدِ[7]
فَوَافَقَ[8] حُكْمَ [اللّٰهِ] حُكْمُكَ فِيهِمُ
وَلَمْ تَعْفُ إِذْ ذُكِّرْتَ مَا كَانَ مِنْ عَهْدِ
فَإِنْ كَانَ رَيْبُ[9] الدَّهْرِ أَمْضَاكَ فِي الْأُلَى
شَرَوْا هٰذِهِ الدُّنْيَا بِجَنَّاتِهَا الْخُلْدِ
فَنِعْمَ مَصِيرُ[10] الصَّادِقِينَ إِذَا دُعُوا
إِلَى اللّٰهِ يَوْمًا لِلْوَجَاهَةِ وَالْقَصْدِ

سعد بن وقاص کی موت کی خبر سنی تو میری آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو ٹپکنے لگے۔ اب ان آنکھوں نے سعد کی موت پر آنسو بہانا اپنا مشغلہ بنا لیا ہے۔ سعد میدان کارزار میں شہید ہوا اور اس کی شہادت پر تمام آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ وہ حزن و ملال کے آنسو بہاتی رہتی ہیں ○ وہ میدان جنگ میں

کے علاقہ میں پہنچ گئے ہوں گے اب جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ نبی علیہ السلام نے ایک شب و روز وہاں قیام کیا اور بعد میں مدینہ واپس تشریف لے آئے' جہاں آپ نے قیام فرمایا تھا' اس کو ذی قرد کہا جاتا تھا۔

جب ایک عورت کو یہ کافر اٹھا کر لے گئے اور جنگ میں مصروف ہو گئے اور اس کی طرف پھر کوئی توجہ نہ کی' اس عورت نے موقع غنیمت جانا اور ایک اونٹ پر بیٹھ کر مدینہ آگئی اور اس نے آکر نبی علیہ السلام سے عرض کیا یارسول اللہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر یہ اونٹ مجھے مدینہ پہنچا دے گا تو میں اس کو قربان کروں گی۔ نبی علیہ السلام نے اس کی بات پر تبسم فرمایا اے خاتون! تو نے بڑا صلہ دیا کہ تو اس اونٹ کو ذبح کرنا چاہتی ہے جس پر سوار ہو کر تو یہاں آئی ہے۔ تیری یہ نذر درست نہیں کیونکہ جو نذر مصیبت کے طور پر کی جائے' اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہوتا' دوسری بات یہ کہ یہ اونٹ تیری ملک ہی نہیں ہے۔

"غزوہ قرد" کے سلسلہ میں جن شعراء نے اشعار کہے' وہ سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں۔

(۲۰)

غزوہ بنی مصطلق

جناب مصنف فرماتے ہیں۔ غزوہ بنی قرد سے واپسی کے بعد چند ماہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور شعبان ۶ھ میں "بنو مصطلق" سے جنگ کا ارادہ فرمایا۔ یہ قبیلہ بنی خزاعہ کی شاخ تھا انہوں نے نبی علیہ السلام سے جنگ کے لیے بہت تیاری کی تھی اور بہت سا مال جمع کیا تھا۔ جب آپ کو ان کی سرگرمیوں کی اطلاع ملی تو آپ ان کی سرکوبی کے ارادے سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں نگرانی کے فرائض جناب ابوذر غفاری کے سپرد فرمائے۔ اسلامی لشکر ابھی چند منزل ہی پہنچا تھا کہ اس قبیلے والوں کو جنگ کے ارادے سے ایک چشمے پر مقیم پایا۔ جب ان لوگوں نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو انہیں سخت تعجب ہوا کیونکہ انہیں اسلامی لشکر کی تیاریوں کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ جب ان کافروں نے اسلامی لشکر سے مقابلہ کے لیے ہلکے ہتھیار اٹھائے اور مقابلہ پر آگئے اسلامی لشکر سے ان کا مقابلہ ہوا لیکن تھوڑی دیر ہی جنگ ہوئی تھی کہ وہ پسپا ہو کر عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا بہت سے مردوں کو قتل کیا' بعد میں ان کے بچوں اور عورتوں کو اسیر کر کے

مال پر قبضہ کیا اور وہیں سے مدینہ واپس ہو گئے۔

آیت اذا جائک المنافقون کا نزول

جب سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس غزوہ سے مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں ایک جگہ قیام کیا جہاں پانی کا ایک چشمہ تھا۔ یہاں ایک انصاری اور مہاجر میں تلخ کلامی ہوئی انصاری نے شور مچا کر اپنے ساتھیوں کو بلا لیا اسی طرح مہاجر نے بھی اپنے ساتھیوں کو بلایا دونوں گروہوں میں خاصی کشیدگی پیدا ہو گئی۔

منافقوں کا سردار عبد اللہ بن ابی بن مسلول ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا اس کو دیکھ رہا تھا۔ جب اس واقعہ کی تفصیلات کا علم ہوا تو اس کو سخت غصہ آیا اور نفاق کی آگ بھڑک اٹھی کہنے لگا۔

جب مہاجر ہمارے یہاں (مدینہ میں) آئے تھے اس وقت وہ ضرورت مند اور محتاج تھے ہم نے انہیں مال و اسباب دیا' وہ مجبور و لاچار تھے ہماری وجہ سے انہیں شان و شوکت حاصل ہوئی' انہیں اپنی اوقات کا احساس نہیں وہ ہم سے مزاحم ہوتے ہیں اور ہم پر ظلم کرتے ہیں اور عرب کی یہ ضرب المثل ان پر صادق آتی ہے **سمن کلبک یاکلک** اپنے کتے کو تنومند کرو تو وہ تمہیں پر حملہ کر کے کھانے کی کوشش کرے گا۔ کل ہم مدینہ پہنچ کر جب ان کو وہاں سے نکال دیں گے اس وقت انہیں ذلت کا احساس ہو گا۔ پھر عزت و ذلت کا فرق معلوم ہو گا' پھر اپنی قوم کے لوگوں سے کہا یہ سب تمہارا کیا ہوا ہے یہ غریب الوطن تھے' تم نے ان کو رہنے کی جگہ دی وہ فقیر تھے تم نے ان کو مالدار بنا دیا اگر تم ان سے اب بھی ہاتھ کھینچ لو اور ان کے ساتھ لطف و کرم اور احسان نہ کرو رعایتیں نہ دو اور ان کی خاطر داری نہ کرو تو یہ لوگ مدینہ میں نہ رہ سکیں گے' اور خود ہی مدینہ سے بھاگ پائیں گے۔

اسلامی لشکر کے علمبردار جناب زید بن ارقم جو وہاں موجود تھے انہوں نے یہ سب باتیں سنیں تو آکر ساری باتیں نبی علیہ السلام سے نقل کیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ جناب عباد بن بشر سے فرمائیں تاکہ وہ اس منافق کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ کریں۔ یاد رہے جناب عباد بن بشیر کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا جس سے عبد اللہ بن ابی بن مسلول تعلق رکھتا تھا۔ جناب عباد بن بشر نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ جناب عمر کی بات سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا "اے عمر! ایسا کس طرح ممکن ہے لوگ لاعلمی سے کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے اپنے ساتھیوں کو قتل کرانا شروع کر دیا"۔

جناب عمر سے نبی علیہ السلام نے فرمایا اب لشکر کی روانگی کا اعلان کرا دو حالانکہ یہ اعلان لشکر کی روانگی کے مقررہ وقت کے مطابق نہ تھا۔ لیکن جب لشکر اسلام نے حکم نبوی سنا تو فوراً بغیر سبب معلوم کیے روانہ ہوگئے۔ ادہر عبد اللہ بن ابی بن مسلول کو جب یہ احساس ہوا کہ جناب زید بن ارقم نے اس کی ساری گفتگو سن لی ہے اور جاکر نبی علیہ السلام کو سنادی ہوگی تو وہ فوراً اٹھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ زید بن ارقم نے جو باتیں آپ سے نقل کی ہیں وہ قطعاً" غلط ہیں میں نے ہرگز ایسی گفتگو نہیں کی۔ اس وقت وہ لوگ جن کا تعلق عبد اللہ بن ابی کے قبیلے سے تھا انہوں نے اپنے سردار کی طرفداری کرتے ہوئے کہا کہ جناب زید بن ارقم نے عبد اللہ کی باتیں ٹھیک طور پر نہیں سنیں نہ ان کو پوری طرح سمجھ پائے اور آکر وہ باتیں آپ سے نقل کر دی ہیں۔ عبد اللہ بن ابی نے جو گفتگو کی ہے اس سے اس کا یہ مطلب ہوگا۔

جناب اسید بن حضیر کے جذبات اخلاص

جب نبی علیہ السلام نے وہاں سے روانگی کا ارادہ کیا اس وقت جناب اسید بن حضیر حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ نے اس وقت روانگی کا حکم دے کر نہایت مناسب اقدام کیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم نے سنا ہے کہ تمہارے سردار نے کیا کہا ہے؟ اسید نے نبی علیہ السلام سے کہا یارسول اللہ ہمارا سردار کون ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا' عبداللہ بن ابی۔ (جو سرداری کا دعوٰی کرتا ہے) اسید نے کہا' اس نے کیا کہا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا' اس نے کہا ہے کہ مدینہ جا کر مہاجروں کو وہاں سے نکال دیا جائے گا' اس وقت انہیں عزت و ذلت کا فرق معلوم ہوگا۔ اسید کہنے لگے' یارسول اللہ اس نے بالکل غلط کہا اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر آپ چاہیں تو اس کو مدینہ سے نکال سکتے ہیں' اور وہ تو ذلیل ہے' اللہ تعالٰی نے آپ کو عزت عطا فرمائی ہے' یارسول اللہ آپ اس کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ آپ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے قبل عبداللہ بن ابی کی قوم نے زر و جواہر سے مزین سنہری تاج تیار کیا تھا تاکہ اس کی تخت نشینی پر یہ تاج اس (عبداللہ) کو پہنایا جائے اور اس کو اپنا حاکم تسلیم کرلیا جائے۔ لیکن آپ کی مدینہ تشریف آوری پر یہ سارا پروگرام ختم کر دیا گیا۔ اب اس کے ذہن میں یہ بات سما چکی ہے کہ آپ کی مدینہ تشریف آوری کی وجہ سے وہ اقتدار سے محروم ہوا ہے۔ اس جملہ معترضہ کے بعد اب اصل واقعہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے جناب مصنف فرماتے ہیں' سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان صحابہ کو جو اس وقت لشکر میں شریک تھے' اس لیے روانگی کا حکم دیا تھا تاکہ

دوسرے لوگوں کے کانوں میں عبداللہ بن ابی کی باتیں نہ پڑیں اور مزید انتشار پیدا نہ ہو۔

مفسدین پر قہر خداوندی

جب اسلامی لشکر مدینہ کے قریب پہنچا تو سخت آندھی آئی جس سے مسلمانوں میں بھی خوف و ہراس پیدا ہوا۔ لیکن اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے مسلمانوں سے فرمایا تم لوگ پریشان نہ ہو یہ طوفان باد اس وجہ سے آیا ہے کہ اس وقت مدینہ میں منافقین کا ایک سردار مرگیا ہے جب یہ کلمات نبی علیہ السلام فرما رہے تھے وہ طوفان ختم ہوگیا تھا او روہ منافقوں کا سردار جو یہودیوں کی سربر آوردہ شخصیت بھی تھا۔ اس کا نام رفاعہ بن زید بن تابوت تھا مرچکا تھا۔

منافقوں کی پردہ دری

اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آیت **اذا جاءک المنافقون** نازل فرمائی اور یہ بات ظاہر ہوگئی کہ عبد اللہ بن ابی نے جو کچھ کہا تھا وہ جھوٹ کا پلندہ تھا اور جناب زید بن ارقم نے جو باتیں نقل کی تھیں وہ حق و درست تھیں اس واقعہ کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اکثر شفقت سے جناب زید بن ارقم کا کان پکڑ کر فرمایا کرتے تھے **ھذا الذی اوفی للّٰہ باذنہ** یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ کی راہ میں وفاداری کا ثبوت دیا اور جو باتیں سنی تھیں ان کو پوشیدہ نہ رکھا اور ان کا برملا اظہار کیا۔

عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے کے تاثرات

مصنف فرماتے ہیں جب آیت **اذا جاءک المنافقون** نازل ہوئی تو عبد اللہ بن ابی کے صاحبزادے' جن کا نام بھی عبداللہ ہی تھا اور نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھے' خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے حکم دیا ہے کہ میرے والد کو قتل کر دیا جائے۔ اگر یہ بات درست ہے تو میں جا کر یہ کام سرانجام دے سکتا ہوں اور ان کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر آپ کسی اور کو یہ خدمت تفویض کریں تو ممکن ہے کہ میں قاتل کو قتل کر دوں۔ اس وقت میں دائرہ اسلام سے خارج ہو جاؤں گا اور اپنے دینی جذبے کو تباہ کروں گا۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا' عبداللہ تم مطمئن ہو کر جاؤ' میں نے تمہارے والد کے قتل کا حکم نہیں دیا ہے اور جب تک وہ زندہ رہیں گے' ان کے ساتھ نیک سلوک کروں گا۔ یہ سن کر عبداللہ خوشی خوشی بارگاہ نبوی سے اٹھے اور اپنی قوم کو آکر تمام تفصیلات سے آگاہ کیا۔

جب اس قبیلہ کے لوگوں کو نبی علیہ السلام کے طرز عمل سے واقفیت ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئے۔

اس طرح حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت ان کے دلوں میں بڑھ گئی۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی کو بہت برا بھلا کہا اور جب بھی عبداللہ بن ابی کی زبان سے نفاق کی کوئی بات سنتے تو اسے ملامت کرتے اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے اور اس کو مارتے مارتے چھوڑ دیتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن ابی نے قوم کے ڈر سے اس قسم کی گفتگو ترک کر دی۔ جب عبداللہ بن ابی کی قوم کا ردعمل نبی علیہ السلام کے علم میں آیا تو آپ نے جناب عمر سے فرمایا' عمر! اس دن جو تم نے عبداللہ بن ابی کو قتل کرا دینے کے لیے کہا تھا اگر میں ایسا کرتا تو خوف یہ تھا کہ اس کی قوم جوش و تعصب میں دین سے برگشتہ ہو جاتی' اس کو معاف کرنے کا آج یہ فائدہ ہوا ہے کہ اس کی قوم نے اس کے حق میں زبان ملامت دراز کی ہے اور اس کی زبان بند ہوگئی ہے۔ آج اگر ان لوگوں کو میں حکم دوں کہ عبداللہ بن ابی کو قتل کر دیں تو اس حکم کی تعمیل میں کوئی کوتاہی نہ ہوگی اور وہ دین اسلام سے شدید محبت کی وجہ سے عبداللہ بن ابی کو قتل کر دیں گے۔ ان کلمات کو سن کر جناب عمر نے عرض کیا' یا رسول اللہ خیر و برکت اسی بات میں ہوتی ہے جو آپ فرماتے ہیں۔

ایک مرتد کا واقعہ

نبی علیہ السلام کی غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے بعد مقیس بن صبابہ مکہ سے آیا اور خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اسلام لانے کی درخواست کی' اور اسلام لانے کے بعد نبی علیہ السلام سے کہا کہ میرے بھائی کو مسلمانوں نے غلطی سے قتل کر دیا تھا اب مجھے اس کی دیت دلوائی جائے۔ چنانچہ اس خاندان نے فرمان نبوی کے مطابق اس کی دیت ادا کر دی۔ رقم لینے کے چند دن بعد اس بدبخت نے موقع غنیمت جان کر جس مسلمان کے ہاتھ سے وہ کافر مرا تھا' اس کے بھائی کو قتل کیا اور مکہ جا کر مرتد ہوگیا اور ان چند اشعار میں اس نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

بیت

شَفَى ٱلنَّفْسَ ٢ أنْ [قَدْ]ماتَ ٣ بِٱلْقاعِ مُسْنَدًا
تُضَرِّجُ ثَوْبَيْهِ دِماءُ ٱلْأَخادِعِ ٤
وَكانَتْ هُمُومُ ٱلنَّفْسِ مِنْ قَبْلِ قَتْلِهِ
تُلِمُّ ٥ فَتَحْمِينِي وِطاءَ ٱلْمَضاجِعِ
حَلَلْتُ بِهِ وِتْرِي وَ أَدْرَكْتُ ثُؤْرَتِي ٦
وَكُنْتُ إِلَى ٱلْأَوْثانِ ٧ أَوَّلَ راجِعِ ٨

لوگ (مسلمان مجاہد) اپنی ہلکی پھلکی تلواریں لے کر ان شیروں کی طرح نکلے جو جھاڑیوں میں ہوتے ہوئے اپنے شکار کو جا لیتے ہیں○ وہ رات کے وقت چلتے گئے اور تمہاری قیام گاہوں تک جا پہنچے اور تیز تلواروں سے تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیا○ یہ وہ لوگ تھے جو اپنے نبی کے مقابلہ میں اپنی جان اور مال کو کچھ حیثیت نہ دیتے تھے۔ ان کے سامنے اپنے نبی کی محبت اور اس کا ہی دین تھا○

ابن صبابہ کے اشعار کا ترجمہ

میری جان کو اس بات سے شفا مل گئی وہ مر کر زمین پر گرا۔ اس کا خون اس کے کپڑوں کو رنگین کرتا ہوا زمین کو بھی خون آلود کرتا گیا○ اس کے قتل سے پہلے میری رگوں میں انتقام کی آگ بھڑکتی رہتی تھی اور میرا خون کھولتا رہتا تھا۔ میرے دل پر ایک بوجھ تھا جو مجھے سونے بھی نہ دیتا تھا○ اس کے قتل سے میں نے اپنا خون بہا حاصل کر لیا اور مدینہ سے پھر اپنے بتوں کے شہر کی طرف لوٹ آیا○ آج میں نے فہر کا بدلہ لے لیا اور اس کی دیت کا بوجھ "بنو نجار" پر ڈال دیا۔ جو "قلعہ فارع" کے مالک ہیں○ میں تلوار لے کر اس پر چھا گیا۔ مجھے خون کا بدلہ مل گیا۔ اس ضرب سے اس کے جسم کے خون کے قطرے گر رہے تھے اور اس کے جسم کا خون ختم ہو رہا تھا○ جس وقت اسے موت دبا رہی تھی میں نے دیکھا کہ ظلم کو کس طرح ختم کیا جاتا ہے○

ام المومنین حضرت جویریہ کی وجہ سے غلاموں کو آزادی مل گئی

اس غزوہ سے واپس آنے کے بعد عورتوں او رغلاموں کو صحابہ میں تقسیم کیا رئیس بنی مصطلق کی بیٹی سیدہ جویریہ جناب ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں انہوں نے اسے مکاتب کر دیا (مکاتب کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ کسی غلام یا باندی کو یہ اختیار دیا جائے کہ مقررہ رقم دے کر آزادی حاصل کر لے)۔ سیدہ جویریہ کو حسن و جمال سے بہت حصہ ملا تھا اور غضب کی ملاحت عطا ہوئی تھی' انہیں جو دیکھتا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ یہ ایک دن خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنے قبیلہ کے سردار کی بیٹی ہوں اور جو مصیبتیں ہم پر آئیں ان سے بھی واقف ہیں۔ میں اس لیے آپ کے پاس آئی ہوں کہ آپ میری مدد فرمائیں اور مجھے کوئی طریق کار بتائیں (تاکہ میں اس حالت سے رہائی حاصل کروں) نبی علیہ السلام نے فرمایا میں تمہارے مقصد کے حصول میں جو کچھ بتاؤں گا وہ

تمہاری توقعات سے بڑھ کر ہوگا۔ سیدہ جویریہ نے کہا فرمائیں! آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہاری طرف سے بدل مکاتب (رقم) ادا کر کے تمہیں اپنے نکاح میں لے آؤں سیدہ جویریہ نے فرمایا مناسب ہے۔ چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کی طرف سے رقم ادا کر کے انہیں آزادی دلائی اور اپنے نکاح میں لے آئے۔

نکاح کے بعد سیدہ جویریہ نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا یارسول اللہ یہ مناسب نہیں کہ میرے میکے والے اور آپ کے سسرال والے عزیز غلامی کی زندگی بسر کریں چنانچہ فرمان نبوی کے مطابق اس خاندان کے جتنے افراد باندی یا غلام بنائے گئے تھے سب کو آزادی مل گئی۔

سیدہ جویریہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ جویریہ کی وجہ سے بنی مصطلق کے سو افراد کو آزادی ملی اور میری نظر سے اور کوئی خاتون ایسی نہیں گزری جس کی وجہ سے اس کے خاندان کے سو افراد کو آزادی کی دولت نصیب ہوئی ہو۔ اس کے بعد بنی مصطلق کے بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

نبی علیہ السلام نے ولید بن عتبہ کو اس قبیلہ کے لوگوں سے زکوۃ کی وصولیابی کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ اس علاقہ میں پہنچے اور وہاں کے رہنے والوں کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو یہ سب لوگ مجتمع ہو کر ان کے استقبال کے لیے آبادی سے باہر آئے جناب ولید نے یہ خیال کیا کہ یہ سب مجھے گھیر کر قتل کرنے آئے ہیں تو یہ وہاں سے واپس ہوئے اور مدینہ آکر نبی علیہ السلام سے عرض کیا یارسول اللہ بنی مصطلق کے لوگوں نے زکوۃ دینی نہ چاہی اور سب لوگ میرے قتل کے درپے ہوئے۔ ولید کی باتیں سن کر وہاں موجود مسلمانوں نے کہا کہ یہ سب لوگ مرتد ہوگئے ہیں ان سے جہاد کیا جائے۔

بعد میں مسلمانوں نے نبی علیہ السلام سے بار بار کہا کہ اس قبیلہ کے لوگوں پر لشکر کشی کی جائے ان کے اصرار پر نبی علیہ السلام نے بنی مصطلق پر لشکر کشی کا ارادہ فرمایا اور تیاری شروع کی۔ اسی اثناء میں بنی مصطلق کے چند نمائندے تحائف لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ہم نے جب یہ سنا کہ آپ کا مقرر کردہ عامل زکوۃ کی وصولی کے لیے ہمارے علاقہ میں آیا ہے تو ہم سب انہیں خوش آمدید کہنے اور ان کے استقبال کے لیے آبادی سے باہر آئے لیکن وہ ہمارے پاس آنے کی بجائے واپس ہوگئے اور زکوۃ وصول نہ کی۔ ہم نے سنا ہے کہ انہوں نے آپ سے آکر یہ کہہ دیا کہ ہم

نے زکوۃ ادا کرنی نہ چاہی اور ہم ان کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ وضاحت احوال کریں ہم قسم کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارا ارادہ ان کے قتل کا نہ تھا بلکہ ہم تو ان کی عزت افزائی اور استقبال کے لیے آئے تھے۔

نبی علیہ السلام ان کی وضاحت اور ولید بن عتبہ کی گفتگو میں تضاد سے متردد ہوئے اس وقت ان نمائندوں کی بات کی تائید اور ولید بن عتبہ کی غلط فہمی کی وضاحت میں آیت نازل ہوئی۔

"اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس خبر کی تحقیق کر لیا کرو' ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں تم کسی کو نقصان پہنچا دو اور بعد میں اپنے عمل پر تمہیں ندامت ہو اور خوب جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری بات کو مان لیں تو تم شک میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب کر دیا ہے اور اس سے تمہارے قلوب کو آراستہ کر دیا ہے۔ نافرمانی' کفر و فسق کو قابل نفرت بنایا ہے اور یہی لوگ (جن کے قلوب ایسے ہیں) راہ حق پر ہیں"۔ (حجرات۔ آیت ٦' ٧)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی علیہ السلام نے ان نمائندوں کی خاطر تواضع کی ایک اور شخص کو متعین فرمایا تاکہ وہ جا کر ان لوگوں سے زکوۃ وصول کرے۔

واقعہ افک

افک کا واقعہ یعنی حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ بھی اس غزوہ میں پیش آیا' جس کی تفصیلات کو جناب مصنف نے حضرت عائشہ ہی کے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے۔ نبی علیہ السلام کا معمول یہ تھا کہ جب آپ کسی سفر پر تشریف لے جاتے تو ازواج مطہرات کے ناموں کی قرعہ اندازی کرتے' جس کا نام قرعہ میں آتا اس کو ساتھ رکھتے۔ اس غزوہ میں قرعہ میں میرا نام نکلا اور میں شریک سفر رہی۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں' اس دور میں رواج یہ تھا کہ عرب کی عورتیں جسم کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے کم غذا کھاتی تھیں۔ (جس کو آج کل کی اصطلاح میں ڈائٹنگ (Diting) کہا جاتا ہے)

(جب نبی علیہ السلام غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہو رہے تھے اور قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا تو رات کے وقت قیام کیا اور سحر کے وقت کوچ کیا۔ جب روانگی کی تیاری ہو رہی تھی' میں اس وقت ضروریات کی فراغت کے لیے قافلہ سے باہر گئی۔ اس وقت میں گلے میں ہار پہنے ہوئے تھی' اتفاقاً" وہ ٹوٹ کر میری

گردن سے گر گیا اور اس کی کڑیاں بکھر گئیں لیکن ہار ٹوٹنے اور اس کے گرنے کا مجھے احساس نہ ہوا۔ جب میں قافلہ میں واپس آئی تو مجھے ہار کی گمشدگی کا احساس ہوا۔ اس وقت لشکر کے بہت سے آدمی روانہ ہو رہے تھے۔ لیکن میں واپس اس جگہ گئی اور ہار کی کڑیوں کو جمع کیا اور لشکر میں واپس آئی تو دیکھا کہ لشکر روانہ ہوچکا ہے۔ میرے خدمتگاروں نے میرا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھا اور انہیں ہودج کے خالی ہونے کا احساس نہ ہوا اور یہ سمجھتے رہے کہ میں ہودج میں موجود ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سیدہ عائشہ بہت ہلکی پھلکی تھیں)۔

جب مجھے حالات کا احساس ہوا تو میں یہ سوچ کر کہ جب مجھے ہودج میں نہ پایا جائے گا تو واپس آکر مجھے لے لیا جائے گا۔ اس لیے میں چادر اوڑھ کر وہیں زمین پر لیٹ کر سو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب صفوان بن معطل سلمی جو لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے (ان کی سپرد یہ خدمت تھی کہ یہ لشکر کی روانگی کے بعد روانہ ہوں اور اگر کسی کا کچھ سامان رہ گیا ہو تو اس کو لے لیں) وہاں پہنچے جہاں میں سوئی ہوئی تھی تو انہوں نے میری جسامت کو دیکھ کر مجھے پہچانا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ خود ان کی زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہوا کہنے لگے ضنیعہ (ہودج میں بیٹھنے والے مسافر کو ضنیعہ کہا جاتا ہے) رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

انہوں نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور میں اس پر سوار ہوگئی۔ صفوان نے اونٹ کی مہار پکڑی اور روانہ ہوگئے۔ وہ اس وقت تک پیدل چلتے رہے جب تک کہ اسلامی لشکر تک نہ پہنچ گئے' اس وقت سورج نکل آیا تھا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ صفوان اس اونٹ کی مہار پکڑے آ رہے ہیں' جس پر میں سوار تھی۔ اس موقعہ پر معاندین اور منافقین نے ہرزہ سرائی کی اور میری کردار کشی کی لیکن ان واقعات کا مجھے پتہ نہ ہوا اور مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ کوئی شخص میری کردار کشی کرے گا۔ جب اسلامی لشکر مدینہ آگیا تو میں بیمار ہوگئی۔ میرے بارے میں منافقین کی ہرزہ سرائی کو نبی علیہ السلام اور میرے والدین نے سنا لیکن کسی نے مجھے کچھ بھی نہ بتایا۔ نبی علیہ السلام کا رویہ میرے ساتھ بدل گیا تھا۔ حالانکہ ماضی میں اگر میں بیمار ہوتی یا درد سر ہو جاتا تو نبی علیہ السلام میری بیمار پرسی فرماتے' تسلی دیتے لیکن اس مرتبہ تو بات ہی اور تھی۔ میری والدہ میرے سرہانے ہوتیں تو نبی علیہ السلام صرف اتنا دریافت فرماتے "آپ کی بیٹی کی کیا حالت ہے؟" اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہتے۔ میں نبی علیہ السلام کے اس رویہ سے سخت پریشان تھی لیکن کچھ نہ کر سکتی

تھی۔ جب مجھے کچھ افاقہ ہوا تو میں نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا' یارسول اللہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں' جہاں میری والدہ میری تیمارداری کریں گی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا بہتر ہے۔ چنانچہ میں اپنی والدہ کے ساتھ چلی آئی۔ اس طرح میرے ساتھ نبی علیہ السلام کی بے التفاتی جاری رہی اور میں پچیس روز والدین کے گھر رہی لیکن اس واقعہ کی تفصیلات معلوم نہ ہوئیں۔ جب میرے اندر قدرے توانائی آئی تو عرب کی روایات کے مطابق قضائے حاجت سے باہر نکلی۔ میرے ساتھ والد کے غلام مسطح کی والدہ تھیں' اتفاق سے ان کے سر سے چادر اتری اور وہ اس سے الجھ کر گر گئیں اور اپنے بیٹے مسطح کو برا بھلا کہنے لگیں۔ میں نے انہیں جناب مسطح کو برا بھلا کہنے پر ملامت کی اور کہا' آپ انہیں برا کیوں کہتی ہیں' ان کا تعلق طبقہ مہاجرین سے ہے' وہ زمرہ صحابہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسطح کی والدہ نے کہا' عائشہ آپ کو معلوم نہیں لوگوں نے آپ کے بارے میں کیا کیا کہا ہے اور مسطح نے اس جماعت کا ساتھ دیا ہے؟ مسطح کی والدہ کی بات سن کر میں نے کہا' مجھے اس سلسلہ میں کچھ معلوم نہیں؟ کیا انہوں نے میرے بارے میں کچھ کہا ہے؟ کہنے لگیں' ہاں یہی بات ہے' لوگوں نے ایسا کہا ہے۔ یہ باتیں سن کر میرے سر میں شدید درد اٹھا' جس کی شدت سے میں بے ہوش ہو کر گر پڑی اور مجھے اٹھا کر گھر میں لایا گیا"۔

سیدہ عائشہ کو واقعہ افک کی اطلاع

"گھر آ کر میں اتنا روئی کہ اندیشہ ہونے لگا کہ میرا جگر پھٹ جائے گا۔ جب ذرا افاقہ ہوا تو میں نے اپنی والدہ سے کہا' جو کچھ میرے بارے میں کہا گیا ہے چند دن بعد مجھے اس کی کچھ خبر نہ رہے گی۔ میری والدہ نے کہا' بیٹی! تم ذرہ برابر رنج نہ کرو' لوگوں کی تو یہ عادت رہی ہے کہ جو خاتون اپنے شوہر کی چہیتی بیوی ہو اور شوہر اس کے ساتھ خصوصی توجہ رکھتا ہو تو دوسری عورتوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس خاتون کو شوہر کی نظروں سے گرا دیں' غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں اور اس عورت کے خلاف جھوٹ کے پلندے باندھے جاتے ہیں۔ اب تم صبر کرو اور انتظار کرو اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے"۔

سیدہ عائشہ کی عفت اور خطبہ نبوی

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جب لوگوں کی بڑھتی ہرزہ سرائیاں سنیں' تو آپ ایک منبر پر تشریف لائے۔ خطبہ شروع کیا' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد نصائح فرمائیں' اس کے بعد فرمایا۔

"لوگو! ان لوگوں کا کیا حال ہے جو مجھے میرے اہل کے بارے میں ہرزہ سرائی کر کے اذیت پہنچاتے ہیں اور ناروا باتیں کہتے ہیں۔ خدا کی قسم میں اپنے اہل بیت کے بارے میں سوا بھلائی کے اور کچھ نہیں جانتا۔ اور یہ لوگ جس شخصیت کے بارے میں الزام تراشی کرتے ہیں' خدا کی قسم میں اس کے بارے میں جو جانتا ہوں وہ بہتر ہی ہے۔ وہ (اشارہ کسی جانب تھا) میرے گھروں میں سے کسی گھر میں جب داخل ہوتا ہے تو میں ساتھ ہوتا ہوں"۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا' ان منافقوں کو کیا ہوا ہے اور یہ مجھے کیوں ستاتے ہیں اور میرے اہل بیت پر بہتان لگاتے ہیں اور ان کے حق میں جھوٹے الزامات گھڑتے ہیں۔ خدا کی قسم میں اپنے اہل بیت میں پاکبازی اور بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا اور اس شخص صفوان بن معطل میں بھی نیکی کے سوا اور کچھ نہیں پاتا۔ اور نہ اس میں برائی کی صلاحیت دیکھتا ہوں۔ یہ کیا ہرزہ سرائی ہے جس کا ارتکاب کر کے مجھے تکلیف پہنچا کر اللہ سے نہیں ڈرتے۔

واقعہ افک اور قبائل اوس و خزرج

اس واقعہ کو ہوا دینے میں عبد اللہ بن ابی بن مسلول نے اہم کردار پیش کیا۔ انصار کے قبیلہ خزرج کی ایک جماعت بھی اس جھوٹ اور افتراء میں شریک تھی۔ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن حمنہ بنت جحش اس فتنہ پردازی میں شریک رہیں لیکن سیدہ زینب نے بالکل خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ مہاجرین میں جن لوگوں نے اس واقعہ افک میں شرکت کی' ان میں ایک مرد اور ایک خاتون شامل تھے۔ خواتین میں حمنہ اور مردوں میں مسطح بن اثاثہ شریک تھے۔ یہ مسطح جناب ابوبکر کے رشتہ دار اور شاگرد بھی تھے۔ جناب حسان بن ثابت کو اگرچہ اس واقعہ کا یقین نہ تھا لیکن شاعروں کی عادت کے مطابق زبانی طور پر وہ بھی اس الزام تراشی میں شریک ہوگئے تھے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خطبہ کے دوران قبیلہ اوس کے سردار اسید بن حضیر نے اٹھ کر کہا اگر اس افتراء پردازی میں میرے قبیلے اوس کے لوگ شریک ہیں تو میں ان کو مناسب سزا دوں گا اور اگر یہ شرارت قبیلہ خزرج کی ہے تو آپ حکم فرمائیں' میں ان کی گردن اڑا دوں۔

اسید بن حضیر کی باتیں سن کر قبیلہ خزرج کے سردار جناب سعد بن عبادہ نے اٹھ کر کہا' اسید تم نے غلط کہا ہے' تم خزرج کے لوگوں کی گردن نہیں اڑا سکتے اور یہ بات تم اس لیے کہتے ہو کہ اس واقعہ میں خزرج کے لوگ شریک ہیں اگر اوس کے لوگ شریک ہوتے تو تم ایسا نہ کہتے۔ سعد بن عبادہ راسخ العقیدہ

مسلمان تھے (ان میں قبائلی تعصب نہ تھا) لیکن اس وقت اسید بن حضیر کی اس گفتگو کے جواب میں جوش میں یہ کلمات زبان پر آ گئے۔ اسید بن حضیر نے جناب سعد کی گفتگو کے جواب میں کہا' آپ غلط کہہ رہے ہیں اور تعصب کی وجہ سے یہ بات کہی ہے اور منافقوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس طرح ان دونوں کی گفتگو طویل ہونے لگی اور دونوں قبیلوں' اوس و خزرج کے لوگ ایک دوسرے کی معاونت پر کمربستہ ہوگئے اور یہ امکان تھا کہ آپس میں خون ریزی ہو جائے اور فتنہ بڑھ جائے لٰہذا نبی علیہ السلام منبر سے اتر کر ان لوگوں کے پاس آئے' دونوں کو بٹھا کر یہ موقع نہ دیا کہ یہ آپس میں مزاحم ہوں۔

اس واقعہ کے بعد نبی علیہ السلام گھر آ گئے' جناب علی اور اسامہ بن زید کو بلایا اور ان سے حضرت عائشہ کے بارے میں معلومات چاہیں۔ جناب اسامہ نے حضرت عائشہ کی تعریف و توصیف کے کلمات کہے اور یہ بھی کہا کہ وہ آپ کی زوجہ محترمہ ہیں اور ہم آپ کے اہل بیت کے بارے میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے اور یہ واقعہ سراسر جھوٹ پر مبنی ہے۔ حضرت علی نے نبی علیہ السلام کے استفسار پر کہا' یارسول اللہ عورتیں تو بہت ہیں' کیا آپ اور نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں مناسب یہ ہے کہ سیدہ عائشہ کی کنیز بریرہ کو بلا کر ان کے بارے میں دریافت کریں۔ لٰہذا نبی علیہ السلام نے بریرہ کو بلایا۔ اس وقت حضرت علی اٹھے اور بریرہ کو زجرو توبیخ کے بعد اس سے کہا' اے کالی عورت نبی علیہ السلام سے صحیح صحیح بات کرنا! بریرہ نے کہا "یا رسول اللہ میں ان (عائشہ) کے عیب سے واقف نہیں ہوں اور میں نے ان کی کوئی بری بات نہیں دیکھی (ان کے بھولے پن کا عالم یہ ہے) کہ میں آٹا گوندھ رکھتی اور ان سے کہتی کہ اس کا خیال رکھیں اور میں دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتی' جب واپس آ کر دیکھتی تو انہیں آٹے کی حفاظت سے غافل پاتی۔ اس دوران بکری آ کر آٹے کو کھا جاتی اور عائشہ کو پتہ بھی نہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے ان میں اور کوئی برائی نہیں دیکھی"۔

سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی سیدہ عائشہ کے گھر تشریف آوری

"اس استفسار کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم جناب صدیق اکبر کے گھر آئے۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں' اس وقت میں رو رہی تھی اور انصار کی ایک عورت بھی میرے غم میں شریک میرے ساتھ رو رہی تھی۔ نبی علیہ السلام آ کر میرے پاس زمین پر ہی بیٹھ گئے' میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا' یہ باتیں جو تمہارے بارے میں کہی جا رہی ہیں تم نے بھی سنی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو' وہ بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ یہ کلمات سن کر مجھ پر سکتہ کی کیفیت ہوگئی'

آنکھ کے آنسو رک گئے۔ تھوڑی دیر میں نے انتظار کیا شاید میرے والدین جواب دیں گے کیونکہ میں نے بزرگوں کی موجودگی میں جواب دینا مناسب نہ خیال کیا"۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں' مجھے یہ تو امید نہ تھی کہ رب کریم میرے حق میں قرآن کریم میں آیت نازل فرمائے گا اور یہ آیت قیامت تک محراب و منبر میں میری برات کے لیے پڑھی جائے گی۔ لیکن امید یہ تھی کہ قلب نبوی پر میری برآت القاء کردی جائے گی۔

"جب میرے والدین نے جواب نہ دیا تو میں نے ان سے کہا' آپ لوگ میری طرف سے اس بات کا جواب کیوں نہیں دیتے تو انہوں نے کہا ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دیں۔ یہ جواب سن کر مجھ پر سکتہ طاری ہوا' میں نے روتے ہوئے نبی علیہ السلام سے کہا' خدا کی قسم جس سلسلہ میں آپ مجھ سے توبہ چاہتے ہیں نہ کروں گی۔ اگر میں یہ اقرار کرلوں اور یہ کہوں کہ لوگ جو کچھ میرے بارے میں کہتے ہیں درست ہے تو میں یہ کہوں گی کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس کی مرتکب نہیں ہوئی ہوں اور لوگوں نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اگر میں انکار کردوں اور یہ کہوں کہ جو کچھ میرے بارے میں کہتے ہیں جھوٹ ہے اور میں اس کی مرتکب نہیں ہوئی ہوں تو لوگ میری بات کی تصدیق نہ کریں گے' میرے پاس اس کا ایک ہی جواب ہے کہ میں صبر کروں اور وہی کلمات کہوں جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہے تھے"۔

"میں تو اپنی مصیبتوں اور اپنے دکھوں کا اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہا ہوں"۔ (سورہ یوسف۔ آیت ۸۶)

"اور جو باتیں تم بیان کرتے ہو اس پر صبر جمیل کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگوں گا"۔ (سورہ یوسف۔ آیت ۱۸)

سیدہ فرماتی ہیں "اس وقت میں نے کہا کہ میں بھی حضرت یعقوب کی طرح کہتی ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے۔ ابھی میری بات ختم ہوئے ایک لمحہ ہوا تھا کہ نبی علیہ السلام کے چہرہ انور سے وحی کی آمد کے آثار ظاہر ہوئے (یہاں یہ بات مدنظر رہے کہ جب وحی الٰہی آتی تو حاضرین کو پتہ چل جاتا تھا کہ اب وحی الٰہی آ رہی ہے) اس لیے فوراً تکیہ لا کر نبی علیہ السلام کے سر مبارک کے نیچے رکھ کر آپ کو بردیمانی (یمن کی بنی ہوئی چادر) اوڑھا دی گئی۔ ادھر مجھے جب احساس ہوا کہ آپ پر وحی آ رہی ہے تو میں مطمئن ہوگئی اور مجھے یہ تو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ میری مخالفت میں کچھ بھی نازل نہ کرے گا۔ اب میں مطمئن تھی اور میرے والدین دل شکستہ تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بات ایسی ہو جائے جس سے قیامت تک کے

لیے ذلت و رسوائی کے سامان ہوں"۔

"وحی الٰہی آنے کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اٹھے' اس وقت آپ کی پیشانی پر پسینہ سچے موتیوں کی طرح چمک رہا تھا۔ آپ نے پیشانی سے پسینہ نچوڑا اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا' عائشہ مبارک ہو' اللہ تعالیٰ نے تمہاری برآت میں آیت نازل فرمائی ہے۔ اس وقت میں نے کہا' اس خدائے عزوجل کا شکر ہے جس نے طعنہ زنوں اور منافقوں کی زبانوں سے محفوظ کر دیا۔ میری بے گناہی صحابہ اور دوسرے مسلمانوں پر ظاہر کی"۔

اس کے بعد نبی علیہ السلام مسجد تشریف لائے۔ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد سورہ نور کی وہ آیات' جو میرے حق میں نازل ہوئی تھیں' تلاوت فرمائیں۔

"جن لوگوں نے جھوٹی تہمت لگائی وہ تم میں کا ایک گروہ ہے' تم اس کو اپنے لیے برا خیال نہ کرو بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اس (فسادی) گروہ میں سے ہر شخص کے لیے اتنا ہی گناہ ہے جتنا کہ اس نے کمایا ہے اور جس نے اس واقعہ میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لیے عذاب عظیم ہے"۔

"پاک دامن عورتیں پاک دامن مردوں کے لیے اور پاک دامن مرد پاک دامن عورتوں کے لیے ہیں اور یہ ناپاک لوگوں کی لگائی ہوئی تہمتوں سے مبرا ہیں۔ ان کے لیے اللہ کی طرف سے عزت والی روزی اور بخشش ہے"۔

خطبہ کے اختتام پر نبی علیہ السلام نے حکم دیا کہ مسطح بن اثاثہ' حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش تینوں پر حد جاری کی جائے۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک کے اسی (۸۰) کوڑے لگائے گئے کیونکہ ان تینوں نے واقعہ افک میں حصہ لیا تھا۔

"مسطح" جناب صدیق اکبر کے رشتہ دار اور شاگرد تھے ان کی کفالت جناب صدیق اکبر کیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے اس واقعہ افک میں حصہ لیا اور سیدہ عائشہ کی برآت قرآن کریم نے ثابت کی تو سیدہ نے حضرت ابوبکر سے عہد لیا کہ آئندہ وہ ان کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لیں گے اور مزید ان کی کفالت نہ کریں گے۔ اس موقع پر سورہ نور کی یہ آیت نازل ہوئی۔

"اور نہ قسم کھائیں تم میں سے برگزیدہ اور خوش حال لوگ اس بات کی کہ وہ (آئندہ) اپنے رشتہ داروں' مسکینوں اور مہاجرین کی معاونت نہ کریں گے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ ان (رشتہ داروں وغیرہ) کو معاف کر دیں' کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور

رحم کرنے والا ہے"۔

اس آیت کو سن کر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ہاں خدا کی قسم میں رب تعالیٰ سے اپنی مغفرت کا طلبگار ہوں۔

مصنف فرماتے ہیں' یہ آیت خصوصیت کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کہ اے ابوبکر کیا تم یہ بات پسند نہیں کرتے کہ تم اپنے غصہ کو ختم کر دو اور ان لوگوں کی مدد کو بحال کر دو' جن کی مدد کیا کرتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرما دے اور تم پر رحمتیں نازل فرمائے۔ اس کے بعد جناب صدیق اکبر نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا' جب تک زندہ ہوں جناب "مسطح" کی مدد کرتا رہوں گا۔ چنانچہ زندگی بھر جناب صدیق مسطح کی نگہداشت کرتے رہے۔

جناب صفوان کا حضرت حسان پر حملہ

ایک دن جناب صفوان کے ہاتھ میں تلوار تھی' اس وقت حضرت حسان ان کے سامنے آ گئے' انہیں دیکھ کر صفوان نے حملہ کیا اور یہ اس بات کا ردعمل تھا جو حضرت حسان نے کی تھی۔ انہوں نے اپنے اشعار میں واقعہ افک کا ذکر کرتے ہوئے جناب صفوان کی ہجو کی تھی۔ اس حملہ کے نتیجے میں ثابت بن قیس بن شماس نے ان کو پکڑ لیا اور اپنے گھر کی طرف لے چلے تاکہ صفوان سے جناب حسان پر حملہ کا بدلہ لیں۔ راستہ میں جناب عبداللہ بن رواحہ ملے تو انہوں نے ثابت سے معلوم کیا کہ تم صفوان کو کیوں پکڑے لے جا رہے ہو۔ تو ثابت نے کہا' انہوں نے جناب حسان پر تلوار سے حملہ کیا ہے اور میں انہیں بدلہ لینے کے لیے لے جا رہا ہوں۔ عبداللہ بن رواحہ نے کہا' کیا نبی علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہے یا نہیں؟ ثابت نے کہا' نہیں۔ ابن رواحہ نے کہا' ابھی ٹھہرو اور بدلہ نہ لو بلکہ نبی علیہ السلام کے پاس لے جاؤ' دیکھو وہ کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔

جناب ثابت بن قیس نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر ساری کیفیات بیان کیں اور جناب صفوان اور حسان بھی خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو نبی علیہ السلام نے جناب حسان سے فرمایا "حسان نے رب کریم کی جانب سے ہدایت ملنے کے بعد بھی میری قوم کے ساتھ برا طرز عمل اختیار کیا" اس کے بعد جناب حسان سے کہا' تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا اس پر حسن سلوک کا مظاہرہ کرو۔ حسان نے جواب میں کہا' یارسول اللہ میں نے معاملہ آپ کے سپرد کر دیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس تلوار کے زخم کے بدلہ میں مدینہ کی ایک کوٹھڑی اور ایک قبطی کنیز عطا فرمائی' یہ کوٹھری طلحہ بن سہیل نے نبی علیہ السلام کو دی تھی۔

قبائل مجھ پر سبقت حاصل کرلیں تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا اور اگر میں ان پر غالب ہو جاؤں تو انہیں اپنے حلقہ اطاعت میں لے آؤں گا اور انہیں اسلام کی دعوت دوں گا اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو وہ مجھ سے جنگ کریں گے میں خلاق عالم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان سے جنگ سے باز نہ آؤں گا یا مفتوح ہوں گا یا فتح حاصل کر کے ان کے ساتھ جو مناسب سمجھوں گا کروں گا"۔

ان کلمات کے بعد آپ نے بلند آواز سے فرمایا کون ہے جو ہمیں معروف راستہ کے علاوہ کسی دوسرے راستے سے مکہ پہنچائے تاکہ قریش کو ہماری تگ و دو کی اطلاع نہ ہو۔

لشکر اسلام کی دوسرے راستے سے روانگی

یہ سن کر قبیلہ بنی اسلم کے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ میں یہ خدمت انجام دوں گا اور آپ کو ایسے راستہ سے لے چلوں گا تاکہ قریش کو پتہ نہ چلے۔ چنانچہ اس شخص نے اسلامی لشکر کو ایسے خراب راستہ پر ڈالا جس سے سب کو تکلیف و اذیت ہوئی۔ آخرکار ایک صحرا میں پہنچے تو نبی علیہ السلام نے لشکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم سب اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو' "نستغفر اللہ ونتوب الیہ"۔ نبی علیہ السلام نے مسلمان مجاہدین سے فرمایا یہ وہ کلمات ہیں جو کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہلانا چاہیے لیکن انہوں نے ان کلمات کو نہ کہا اور ہلاکت میں پڑ گئے۔ چنانچہ ان مسلمانوں نے یہ کلمات کہے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ان کلمات کو کہنے کے بعد تم دنیا اور آخرت کی پریشانیوں سے بچ گئے ہو۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا اب تم لوگ داہنے طرف کے راستہ سے مکہ کے اطراف سے "حدیبیہ" پہنچو گے چنانچہ اسلامی لشکر اسی راستہ سے روانہ ہوا۔ ابھی لشکر نے تھوڑی مسافت طے کی تھی کہ قریش کے لشکر کے چند سوار غرور و تکبر کے نشے میں چور ادھر سے گزرے ان قریشیوں کو جب راستہ میں گرد و غبار نظر آیا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ اسلامی لشکر دوسرے راستہ سے نکل گیا۔ لہٰذا وہ فوراً واپس ہوئے اور سرداران قریش کو یہ اطلاع دی کہ اسلامی لشکر کسی دوسرے راستہ سے گزر گیا۔

ادھر نبی علیہ السلام نے جو جنگی حکمت عملی اختیار فرمائی تھی وہ پوری ہوئی کیونکہ آپ یہ چاہتے تھے کہ قریش کا لشکر مکہ سے باہر نہ آنے پائے اور مسلمان مکہ کے قریب پہنچ جائیں۔ چنانچہ اسلامی لشکر اسی راستہ سے حدیبیہ آگیا۔

بعد میں جناب حسان نے ماضی کے طرز عمل پر اظہار ندامت کرتے ہوئے سیدہ عائشہ کی تعریف میں چند اشعار کہے' جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

شعر

حَصانٌ رَزانٌ ما تُزَنُّ بِرِیبَۃٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثَی مِنْ لُحُومِ الْغَوافِلِ

عَقِیلَۃُ [حَیٍّ] مِنْ لُؤَیِّ بْنِ غالِبٍ
کِرامِ الْمَساعِی، مَجْدُھُمْ غَیْرُ زائِلِ

مُھَذَّبَۃٌ قَدْ طَیَّبَ اللّٰہُ خِیمَھا
وَطَھَّرَھا مِنْ کُلِّ سُوءٍ وَباطِلِ

فَإِنْ کُنْتُ قَدْ قُلْتُ الَّذِی قَدْ زَعَمْتُمُ
فَلا رَفَعَتْ سَوْطِی إِلَیَّ أَنامِلِی

وَکَیْفَ وَوُدِّی ما حَیِیتُ وَنُصْرَتِی
لِآلِ رَسُولِ اللّٰہِ زَیْنِ الْمَحافِلِ

لَہُ رَتَبٌ عالٍ [عَلَی] النّاسِ کُلِّھِمْ
تَقاصَرُ عَنْہُ سَوْرَۃُ الْمُتَطاوِلِ

فَإِنَّ الَّذِی قَدْ قِیلَ لَیْسَ بِلائِطٍ
وَلٰکِنَّہُ قَوْلُ امْرِیءٍ بِیَ ماحِلِ

حضرت حسان بن ثابت کے معذراتی اشعار کا ترجمہ

وہ (حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پاک باز ہیں۔ بھاری بھر کم نہیں۔ انہیں کسی شک و شبہ کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ ان کی صبح اتنی پاکیزہ ہوتی ہے جس پر کوئی بدگمان عورت زبان پر لفظ شکایت نہیں لا سکتی○ وہ "لوئی بن غالب" قبیلہ کی ایک عقلمند خاتون ہیں۔ یہ قبیلہ ہمیشہ مجد و شرف میں کوشاں رہا ہے○ ان کا مجد و شرف کبھی زوال پذیر نہیں ہوا۔ وہ ایک ایسی تہذیب یافتہ خاتون ہیں جن کی فطرت اللہ نے پاکیزہ بنائی ہے اور انہیں ہر شر اور باطل سے پاک رکھا ہے○ اگر میرے منہ سے کچھ الفاظ نکلے تھے جس کا تم ایسے تذکرہ کرتے ہو تو میں واضح کر دینا چاہتا ہوں ان کا مطلب یہ نہیں تھا جو تم

نے بنا لیا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں اپنا کوڑا اپنے ہی جسم پر مارتا جاؤں۔ (میں سیدہ عائشہ کے متعلق کسی قسم کی بدگمانی کا شکار نہیں ہوسکتا) میری محبت اور مودت تو آل رسول کے لیے ہے۔ رسول اللہ کے اہل بیت کی محبت ہی تو میری زندگی کا سرمایہ ہے۔ اسی ذکر سے میری تمام مجلسیں پر رونق ہیں○

آیت برآت کے نزول کے بعد جناب صفوان بن معطل نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اس کیفیت کا اظہار کیا کہ وہ جنسی طور پر عورت کی قربت کے لائق ہی نہ تھے اور آج تک انہوں نے کسی عورت سے قربت ہی نہیں کی تھی کیونکہ انہیں اس کی طاقت ہی نہ تھی۔

(۲۱)

غزوہ حدیبیہ

نبی علیہ السلام کی مکہ روانگی

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غزوہ بنی مصطلق سے جب واپس تشریف لائے تو یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ رمضان کے بقیہ دنوں اور ماہ شوال میں آپ نے مدینہ طیبہ میں قیام کیا' ذی القعدہ میں حج و عمرہ کے ارادہ سے مدینہ روانہ ہوئے اور نمیلہ بن عبداللیثیؓ کو مدینہ طیبہ کے امور کا نگران بنایا۔

باوجود یہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جنگ کے ارادے سے مکہ کا سفر نہیں کیا تھا لیکن یہ خیال تھا کہ جب قریش مکہ کو پتہ چلے گا تو وہ جنگ کے ارادے سے مقابلہ کے لیے مکہ سے باہر آ جائیں گے۔ اسی لیے نبی علیہ السلام نے مدینہ اور اطراف مدینہ قبائل کے مجاہدین کو ساتھ لے لیا تھا۔ جب مسلمان مجاہدین مقام عسفان پہنچے تو مکہ سے آنے والے ایک مسافر نے بتایا یارسول اللہ قریش مکہ کو معلوم ہوگیا ہے کہ آپ ایک بڑے لشکر کے ساتھ مکہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ اپنے اہل و عیال کو لے کر مکہ سے باہر آگئے ہیں اور وادی ذی طویٰ میں مقیم ہیں۔ اور انہوں نے یہ عہد کیا ہے کہ ہم کسی قیمت پر محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو مکہ آنے کا موقع نہ دیں گے۔ کافروں کے لشکر کی قیادت خالد بن ولید کر رہے ہیں۔ اس شخص کی بات سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

"اے شوخ چشم قریشیو! جنگ نے تمہیں اکھاڑ پھینکا ہے اور تم اس جنگ (بدر) سے اب تک مطمئن نہیں ہوئے ہو۔ تمہارے لیے مناسب یہ ہے کہ تم مجھے اور قبائل عرب کو اپنے حال پر چھوڑ دو اگر وہ

ناقہ نبوی کا حدیبیہ میں رکنا

جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور اسلامی لشکر حدیبیہ آگئے تو ناقہ نبوی یہاں آکر بیٹھ کر سوگئی ہر چند لوگوں نے اس کو اٹھانا چاہا لیکن وہ نہ اٹھی تو سب مسلمانوں کو تعجب ہوا اور انہوں نے نبی علیہ السلام سے اس بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا **ماھو لھا بخلق** اس کی ایسی عادت تو نہیں ہے۔ **ولکن حبسہا حابس الفیل** اور جس ذات نے اصحاب فیل کے ہاتھیوں کو روکا تھا اس ذات نے اس کو بھی بٹھا دیا ہے۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے فرمایا آج قریش کے لوگ مجھ سے جو رعایت طلب کریں گے میں انہیں دوں گا۔ پھر صحابہ سے فرمایا کہ سب لوگ یہیں پر قیام کریں صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہاں تو پانی نہیں ہے۔ لیکن آپ نے حکم دے دیا کہ یہیں قیام کیا جائے۔ تعمیل ارشاد میں سب نے یہیں قیام کیا۔

نبوی تیر سے پانی کی فراہمی

یہاں قیام کے بعد آپ نے ترکش سے تیر نکال کر ایک صحابی سے فرمایا جاؤ اور فلاں خشک کنویں میں اس تیر کو ڈال دو یہ کنواں چند سال سے خشک پڑا تھا لیکن جیسے ہی ان صحابی نے کنویں میں تیر ڈالا تو اس کنویں سے صاف ستھرا میٹھا پانی ابلنے اور جوش مارنے لگا۔ تمام صحابہ نے اس سے ضرورت کے مطابق پانی لیا لیکن ایک قطرہ بھی اس سے کم ہوتا معلوم نہ ہوا جب اسلامی لشکر کے قیام کی اطلاع کفار قریش کو ہوئی تو انہوں نے سفارت بھیجی۔

بدیل بن ورقاء بارگاہ نبوی میں

چنانچہ بدیل بن ورقاء نے چند آدمیوں کے ساتھ بارگاہ نبوی میں آکر کہا' یا محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) آپ یہاں کس مقصد سے تشریف لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا "میں اس لیے آیا ہوں کہ خانہ کعبہ کی زیارت کر کے واپس چلا جاؤں' میرا ارادہ جنگ و جدل کا نہیں ہے۔ اگر قریش مکہ جنگ نہ کریں اور مجھے عرب کے دوسرے لوگوں سے جنگ کے لیے چھوڑ دیں تو میں ان سے نمٹ لوں گا۔ اگر مجھے ان پر غلبہ ہو جائے تو قریش اسلام لے آئیں اور میری اطاعت کریں اور اگر عرب کے دوسرے قبائل مسلمانوں پر فتح حاصل کرلیں تو قریش کا مقصد پورا ہو جائے گا اور مسلمانوں کا خون ان کی گردن پر نہ ہوگا"۔

یہ گفتگو سن کر بدیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے اٹھا اور مکہ جا کر قریش کے رؤسا سے کہا' تم

لوگ تو محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے جنگ کے لیے بے چین ہو لیکن محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تو جنگ کے ارادے سے آئے ہی نہیں' وہ تو صرف خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ لیکن قریش مکہ نے بدیل کی گفتگو کا یقین اس لیے نہیں کیا کہ وہ یہ جانتے تھے کہ بدیل اور ان کے ساتھیوں کا تعلق قبیلہ خزاعہ سے ہے' جو اسلام کے بہی خواہ ہیں اور مکہ میں ہونے والی سرگرمیوں سے نبی علیہ السلام کو آگاہ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ اس گفتگو کے بعد ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے تاکہ یہ تاثر پیدا نہ ہونے پائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) طاقت کے بل پر مکہ میں داخل ہوئے اور قریش مکہ مقاومت نہ لا سکے۔

قریش مکہ کی دوسری سفارت

بدیل کی سفارت فیل ہو جانے کے بعد کفار قریش نے مکرز بن حفص کو تفتیش احوال کے لیے نبی علیہ السلام کے پاس بھیجا کہ آپ کس مقصد سے تشریف لائے ہیں چنانچہ مکرز جب نبی علیہ السلام کے پاس آرہا تھا اس وقت آپ نے فرمایا یہ شخص جو ہمارے پاس آ رہا ہے غدار ہے چنانچہ مکرز نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر حالات دریافت کئے تو آپ نے وہی جواب دیے جو اس سے پہلے بدیل کو دیے تھے۔ چنانچہ یہ جوابات سن کر مکرز واپس چلا گیا اور جا کر قریش کو صورت حال سے آگاہ کیا لیکن اس کی بات کا بھی یقین نہ آیا تو انہوں نے تیسری سفارت بھیجی۔

تیسری سفارت

حلیس بن علقمہ کو سفیر بنا کر بھیجا یہ شخص اپنی قوم کا سردار اور قریش کا حلیف تھا اور اطراف مکہ میں رہتا تھا۔ یہ قریش کے پاس سے اٹھ کر جب خدمت نبوی میں حاضری کے لیے روانہ ہوا اور نبی علیہ السلام نے اس کو دور ہی سے دیکھا تو فرمایا یہ شخص خدا ترس ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اس کے دل میں موجزن رہتی ہے۔ آپ نے صحابہ کو مزید ہدایت فرمائی کہ جن اونٹوں کو ہم قربانی کے لیے لائے ہیں ان کی گردن میں ان لوگوں کی آمد سے قبل قلاوے ڈال دو تاکہ ان کو یہ یقین ہو جائے کہ ہم زیارت کے ارادے سے آئے ہیں جنگ کے ارادے سے نہیں اس سفر میں نبی علیہ السلام ستر (۷۰) اونٹ قربانی کے لیے ساتھ لائے تھے اور مدینہ سے روانگی پر راستہ میں عمرہ کے لیے احرام بھی باندھ لیے تھے تاکہ دیکھنے والوں کو یہ یقین ہو جائے کہ مسلمان عمرہ کے لیے مکہ جا رہے ہیں' جنگ کے لیے نہیں۔

نبی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں صحابہ نے ان قربانی کے اونٹوں کے گلے میں قلاوے ڈال دیے تھے اور یہ ظاہر ہونے لگا تھا کہ یہ اونٹ ہدی کے ہیں۔ جب حلیس نے یہ منظر دیکھا اور ہدی کے اونٹ

نظر پڑے تو اس پر رقت طاری ہوگئی اور آبدیدہ ہوگیا اور اس کو یقین ہوگیا کہ نبی علیہ السلام زیارت ہی کے ارادے سے آئے ہیں' ان کا مقصد جنگ کرنا نہیں ہے۔ لہٰذا اس نے رقت بھرے انداز میں آکر قریش کو ساری کیفیت سے آگاہ کیا اور اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے کہا کہ میں نے ہدی کے اونٹوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو زیارت سے منع نہ کرو ورنہ وہ اونٹ واپس لے جائیں گے۔ جب قریش نے اس کے رقت بھرے انداز کو دیکھا اور اس کی باتیں سنیں تو اس کی باتوں پر افسوس کا اظہار کیا اور اس پر طعن کرنے لگے حلیس تم دیہات کے رہنے والے سادہ لوح شخص ہو' تم ایسے کاموں کی باریکیوں سے واقف نہیں ہو۔ اب تم خاموش بیٹھو ہم اپنے کام خود ہی نمٹا لیں گے۔

حلیس کی تلخ گفتگو

حلیس کو قریش کی گفتگو سن کر غصہ آگیا کہنے لگا "قریش کے لوگو! سنو ہم قبائل عرب نے تمہارے ساتھ جو معاہدہ کر رکھا ہے' اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم تمام معاملات میں تمہارا ساتھ دیں' اور تم خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے آنے والوں پر بھی پابندی لگاؤ اور وہ لوگ جو اونٹ قربانی کے لیے لائیں ان کو واپس لے جائیں۔ اب اگر تم اپنے موقف پر قائم رہو گے تو میں معاہدہ کا پابند نہ ہوں گا' اپنا سارا لشکر واپس لے جاؤں گا اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساتھ دوں گا"۔ قریش نے جب حلیس کا غصہ دیکھا تو کہنے لگے غصہ نہ کرو ہم تمہاری مرضی کے مطابق عمل کریں گے اور ہم نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس لیے روکا ہے کہ ان سے اپنی مرضی کے مطابق معاہدہ کریں۔

عروہ بن مسعود کی سفارت

حلیس کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے بعد قریش مکہ نے چوتھی سفارت کے لیے عروہ بن مسعود کو منتخب کیا۔ سفارت پر روانہ ہونے سے پہلے اس نے قریش مکہ سے کہا تم نے مجھ سے پہلے جن لوگوں کو سفارت پر روانہ کیا اور انہوں نے آکر صحیح منظر کشی کی تو تمہیں ان کی باتوں کا یقین نہ آیا اور انہیں جھوٹا سمجھا اب تم میرے ساتھ بھی یہی رویہ اختیار کرو گے لہٰذا میں اس کام کی ذمہ داری نہیں لیتا' میں اس وقت جاؤں گا جب تم میری باتوں کا یقین کرو اور میری باتوں پر رنجیدہ نہ ہو۔ اس کی باتیں سن کر قریش کے لوگوں نے کہا تم تو ہم میں سے ہی ہو تمہاری باتوں پر ہم یقین کریں گے۔ اور ایسی گفتگو قریش نے اس لیے کی کہ وہ قبیلہ ثقیف کا سردار تھا' اس کا تعلق طائف سے تھا اور قبیلہ قریش کا حلیف بھی تھا۔

قریش مکہ سے وعدہ لینے کے بعد عروہ خدمت نبوی میں آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ عرب کے مختلف قبائل کے لوگوں کو جمع کر کے لائے ہیں تاکہ مکہ آکر یہاں کے امن کو تباہ کریں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ عرب کے لوگوں نے چیتے کی کھال پہن کر مقابلہ کی ٹھان لی ہے اور شہر سے باہر آگئے ہیں انہوں نے قسم کھا لی ہے کہ جب تک آپ ان سب کو قتل نہ کرلیں اس وقت تک وہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ صرف ایک ہی چارہ کار ہے کہ آپ ان قریش کے لوگوں سے صلح کرلیں ورنہ یہ لوگ جو آپ کے ساتھ آئے ہیں یہ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور آپ قریش کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

جناب صدیق اکبر کے جذبات اخلاص

اس موقعہ پر جناب صدیق اکبر نبی علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہوئے تھے' انہیں عروہ کی بات سن کر سخت غصہ آگیا۔ آپ نے عروہ سے کہا "عروہ یہاں سے چلا جا اور اپنا مذاق اڑانے کا موقع نہ دے اور اپنے بتوں کے قدموں میں گر کر کہو کہ یہ لشکر جس کو تم دیکھ رہے ہو یہ آگ اور پانی سے بھی نہیں گھبراتا' یہ قریش کو کہاں نظر میں لائیں گے"۔ عروہ نے جناب صدیق اکبر کی باتیں سن کر نبی علیہ السلام سے کہا' یہ کون صاحب ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا' یہ ابو قحافہ کے فرزند ابوبکر ہیں۔ عروہ کہنے لگے اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ انہوں نے یہ گفتگو مجھ سے بدنیتی کے ساتھ کی ہے تو میں انہیں جواب دیتا لیکن اب میں ان پر احسان کرتے ہوئے کچھ نہیں کہتا۔ اس کے بعد وہ نبی علیہ السلام سے گفتگو کرتا رہا لیکن اس طرح بے تکلفی سے باتیں کر رہا تھا کہ اس کا ہاتھ بار بار نبی علیہ السلام کی ریش مبارک کو لگتا تھا۔ جناب مغیرہ بن شعبہ بھی ہتھیار بند نبی علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہوئے تھے۔ جب بھی عروہ کا ہاتھ نبی علیہ السلام کے لگتا' مغیرہ اس کے ہاتھ پر تازیانہ لگاتے اور یہ کہتے کہ نبی علیہ السلام سے گفتگو میں آداب کو ملحوظ رکھو۔ جناب مغیرہ کی عروہ سے رشتہ داری تھی لیکن وہ انہیں پہچانتا نہ تھا' اس نے نبی علیہ السلام سے معلوم کیا' یہ کون صاحب ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا' یہ تمہارے بھتیجے ہیں' مغیرہ نام ہے' یہ شعبہ کے بیٹے ہیں۔ کہنے لگا' "یہ مرغا جو اس وقت بانگ دے رہا ہے' اس وقت اپنی ناک بھی صاف نہ کر سکتا تھا' آج اس مقام پر ہے کہ مجھ سے اس درشتی سے بات کر رہا ہے"۔

عروہ نے مغیرہ کے بارے میں اس قسم کی گفتگو اس لیے کی تھی کہ دور جاہلیت میں اس نے جناب مغیرہ پر بہت احسان کیے تھے۔ انہوں نے تیرہ افراد کو قتل کیا تھا اور عروہ نے تیرہ مرتبہ اپنی طرف سے ان

کے لیے دیت ادا کی تھی۔ عروہ نے جب یہ دیکھا کہ صحابہ اپنے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس جان نثاری کا ثبوت دیتے ہیں اور آپ کی ایسی عزت کرتے ہیں کہ جب آپ وضو کرتے ہیں تو وہ غسالہ لے کر پی لیتے ہیں اور کلی کے پانی کو سرمہ چشم بنا لیتے ہیں۔ اگر آپ کے سر مبارک یا ریش مبارک سے کوئی بال گرتا نظر آتا ہے تو اس کے حصول کے لیے آپس میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر عروہ کو سخت تعجب ہوا۔ اسی تحیر کے عالم میں وہ گفتگو مکمل کر کے وہاں سے اٹھ کر قریش کے پاس آیا اور ان سے کہا قریش کے لوگو! سنو میں نے بہت سے سفر کر کے تجربات حاصل کئے ہیں بہت سے بادشاہوں سے ملا ہوں۔ میں نے عجم کے کسریٰ' روم کے قیصر' حبش کے نجاشی سے ملاقاتیں کی ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے کوئی ایسی شخصیت نہیں دیکھی جس کا لوگ اتنا احترام کرتے ہوں جتنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کرتے ہیں۔ جب کفار قریش نے عروہ کی باتیں سنیں تو کہنے لگے یہ کس طرح ممکن ہے؟ تو عروہ نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وضو کرتے ہیں تو وہ غسالہ کو تبرک کے طور پر لینے میں سبقت کرتے ہیں اور اس کو اس طرح رغبت سے پیتے ہیں کہ ہم گلاب کا شربت نہیں پیتے۔ اور جب وہ کلی کا پانی منہ سے نکالتے تو مسلمان اس پانی کو اس طرح آنکھوں سے لگاتے ہیں کہ ہم آنکھوں پر سرمہ بھی نہیں لگاتے۔ اور جب ان کے سر یا ریش مبارک کا بال جدا ہوتا ہے تو مسلمان اس کو اس طرح لیتے ہیں جس طرح ہم دیباج و اطلس کو بڑھ کر نہیں لیتے۔ دوسری بات یہ کہ میں نے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا ہے اگر وہ تمہارے مقابلہ پر آئیں گے تو پشت نہ دکھائیں گے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اس وقت جنگ سے درگزر کرو اور مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ مسلمان زیارت کے لیے آئے ہیں' جنگ کے ارادے سے نہیں۔

خراش بن امیہ ناقہ رسول پر

عروہ بن مسعود کے جانے کے بعد نبی علیہ السلام نے خراش بن امیہ کو بلا کر اپنی اونٹنی پر بٹھا کر مکہ بھیج دیا تاکہ مکہ کے سردار یہ دیکھ لیں اور انہیں یہ پتہ چل جائے کہ مسلمان زیارت کے لیے آئے ہیں' جنگ و جدل کے لیے نہیں۔ جب خراش مکہ پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے انہیں ناقہ نبوی پر سوار دیکھا تو جمع ہو کر اس کو گھیر لیا اور قبل اس کے کہ وہ خراش سے حقیقت معلوم کریں' ان کے قتل کے درپے ہوگئے۔ اس موقعہ پر خراش کے رشتہ دار آگئے' جن کی مزاحمت سے ان کی جان بچی اور رہائی نصیب ہوئی تو یہ واپس خدمت نبوی میں آئے اور آکر ساری کیفیت سے آپ کو آگاہ کیا۔

قریش نے پچاس سواروں کو اس کام کے لیے متعین کیا کہ جاکر اسلامی لشکر کا جائزہ لیں اور اگر موقع مل جائے تو مسلمانوں کو قتل کرنے میں تامل نہ کریں لیکن یہ اسلامی لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور انہیں نبی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے انہیں رہائی دے دی اور ان سے باز پرس نہ کی۔

حضرت عثمان اسلامی سفیر کی حیثیت میں

نبی علیہ السلام نے حضرت عمر کو بلا کر فرمایا' تمہیں مکہ جا کر سرداران قریش کو بتانا ہے کہ ہم زیارت کے لیے آئے ہیں' جنگ کے لیے نہیں۔ حضرت عمر نے درخواست کی' یارسول اللہ آپ جانتے ہیں میری مکہ والوں سے کیسی زبردست مخالفت ہے' مجھے یقین ہے کہ اگر میں مکہ جاؤں گا تو لوگ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے اور میرے قبیلہ بنی عدی میں اتنا دم خم نہیں کہ وہ میری معاونت کر سکیں اگر آپ میری بجائے جناب عثمان بن عفان کو بھیج دیں تو وہ یہ کام مجھ سے بہتر طور پر انجام دے سکیں گے کیونکہ قریش کے لوگ اب بھی ان کی عزت کرتے ہیں اور ان کو دوست رکھتے ہیں' اس لیے ان کے نام میں وہ قریش مزاحمت نہ کریں گے۔

حضرت عمر کے مشورے کے مطابق سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عثمان کو بلا کر قریش کے پاس مکہ روانہ کیا۔ یہاں آکر حضرت عثمان نے قریش سے گفتگو کی اور انہیں نبی علیہ السلام کا پیغام پہنچایا۔ جب حضرت عثمان واپس ہونے لگے تو قریش نے انہیں پیشکش کی کہ وہ چاہیں تو خانہ کعبہ کا طواف کر لیں لیکن حضرت عثمان نے انہیں صاف طور پر بتایا کہ پہلے نبی علیہ السلام طواف کریں گے' اس کے بعد کسی کے طواف کرنے کا سوال پیدا ہوگا۔ حضرت عثمان کا یہ صاف جواب سن کر قریش طیش میں آ گئے اور انہیں محبوس کر کے اسلامی لشکر میں اطلاع کرا دی کہ قریش نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا۔

واقعہ بیعت رضوان

حضرت عثمان کی شہادت کی خبر

جب حضرت عثمان غنی کی شہادت کی خبر نبی علیہ السلام کو ہوئی تو آپ سخت شکستہ خاطر ہوئے اور فرمایا' اب یہاں سے میری روانگی اس وقت ہوگی جب کہ قریش مکہ کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار نہ کیا جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔ چنانچہ وہاں سے اٹھ کر آپ ایک درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گئے اور تمام

صحابہ کو وہاں جمع ہونے کا حکم دیا تاکہ ان صحابہ سے قریش مکہ سے جنگ کے لیے تجدید بیعت کی جائے۔ تاریخ میں اس بیعت کو "بیعت رضوان" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کی منظر کشی قرآن کریم کی سورہ فتح میں اس طرح فرمائی گئی۔

"بے شک رب تعالیٰ ان (مسلمانوں) سے راضی ہوا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی"۔ اس موقع پر تمام صحابہ نے' خواہ ان کا تعلق انصار سے تھا یا مہاجرین سے' تجدید بیعت اسلام کی۔ ابھی بیعت مکمل ہوئی تھی کہ اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت عثمان کی شہادت کی خبر غلط تھی۔ اس موقع پر حضرت عثمان کو اعزاز عطا ہوا۔ کرم نبوی برسر کرم ہوا اور آپ نے اپنا داہنا دست مبارک بائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا' یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے اور حضرت عثمان غنی کو جو فضائل و مناقب عطا ہوئے' ان میں سے ایک اعزاز یہ انداز بیعت بھی ہے۔ بیعت رضوان کے موقعہ پر جس شخصیت نے سب سے پہلے سید عالم علیہ السلام سے بیعت کی' ان کا نام "ابوسنان اسدی" ہے۔

جب قریش مکہ کو بیعت رضوان کی اطلاع ملی تو انہیں یہ احساس ہوا کہ اب مسلمان مکہ سے واپس نہ ہوں گے اور جنگ کے لیے بالکل تیار ہیں تو ان پر خوف مسلط ہوگیا' تو انہوں نے سہیل بن عمرو کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس شرط پر صلح کرا دو کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لیے آ جائیں تاکہ عرب کے لوگوں پر یہ تاثر نہ ہو کہ مسلمان زبردستی مکہ میں عمرہ کے لیے چلے آئے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کفار قریش نے سہیل کو بہت سی باتیں بتائیں چنانچہ سہیل قریش کے پاس سے اٹھ کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف آنے کے لیے روانہ ہوا' تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ سہیل بن عمرو صلح کی بات چیت کرنے کے لیے آ رہا ہے۔

سہیل نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر طویل گفتگو کی اور گفتگو کا اختتام صلح پر ہوا اور صرف صلح نامہ لکھنا باقی رہ گیا' باقی سارے امور طے پا گئے۔

صلح حدیبیہ اور حضرت عمر کے جذبات

اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ مصالحانہ گفتگو مناسب معلوم نہ ہوئی' وہ فرط جذبات میں اٹھے اور حضرت ابوبکر کے سامنے آئے اور ان سے کہا'

"اے ابوبکر! کیا محمد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں؟"

جناب ابوبکر نے فرمایا "بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں"۔

جناب عمر نے دوسرا سوال یہ کیا۔ "کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟"
جناب ابوبکر نے جواب دیا "بے شک ہم مسلمان ہیں"۔
جناب عمر نے ایک اور سوال کیا۔ "کیا قریش کافر نہیں ہیں؟"
جناب ابوبکر نے جواب دیا "بے شک قریش کافر ہیں"۔

ان سوال و جواب کے بعد حضرت عمر نے جناب ابوبکر سے کہا "جب یہ بات ہے تو ہم کافروں کے ہاتھوں ذلت و رسوائی کیوں مول لیں اور ان کی مرضی کے مطابق صلح پر آمادہ ہو جائیں"۔ یہ بات سن کر جناب ابوبکر نے فرمایا۔

"عمر جا کر نبی علیہ السلام کی سواری کی رکاب تھامو! میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ (نبی علیہ الصلوۃ والسلام) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں' اس پر اعتراض نہ کرو۔ وہ وہی کام کرتے ہیں جو وحی الٰہی ہوتی ہے اور وہی کام قرین مصلحت بھی ہوتا ہے"۔

ان باتوں سے جناب عمر کو تسلی نہ ہوئی تو آ کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کیا' "یارسول اللہ کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟" نبی علیہ السلام نے فرمایا' "بے شک میں اللہ کا رسول ہوں"۔ جناب عمر نے عرض کیا' "یارسول اللہ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟" نبی علیہ السلام نے فرمایا "بے شک تم مسلمان ہو"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اور سوال کیا "یارسول اللہ کیا قریش کافر نہیں ہیں؟" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "بے شک قریش کافر ہیں"۔

اس گفتگو کے بعد حضرت عمر نے کہا "یارسول اللہ جب یہ حقیقت ہے تو ہم ذلت و رسوائی خود پر کیوں مسلط کریں اور کفار کی شرائط پر صلح کریں؟"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' تمام کام اس کی مرضی کے مطابق کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے مایوس نہ فرمائے گا"۔

حضرت عمر فرماتے ہیں' اس گفتگو کے بعد میں بہت نادم ہوا اور اس ندامت کی پاداش میں نمازیں ادا کرتا' روزے رکھتا' صدقہ دیتا' غلاموں کو آزاد کرتا تاکہ اس جسارت پر مجھے اللہ تعالیٰ معاف فرما دے۔

صلح نامہ کی تحریر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بلا کر فرمایا کہ وہ صلح نامہ تحریر کریں اور صلح نامے کے الفاظ املا کرائے۔ صلح نامہ کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

صلح نامه

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ .
بعدازان سُهَيْل گفت : من این ندانم ، چنین بنویس :
بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ .
پیغمبر ، عَلَيْهِ السَّلام ، گفت : یاعلی ، بنویس چنانکه وی می‌گوید .
بعدازان مرتضیٰ علی بنوشت :
بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ . پس سیّد ، عَلَيْهِ السَّلام ، دیگر بار گفت
بنویس :
هٰذا ماصالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ [سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو] .
سُهیل گفت : اگر من دانستمی که تو پیغمبر خدائی ، چرا باتو جنگ
* کردمی ؟ این چنین منویس[1] ، لٰکن نام خود و نام پدرت بنویس . سیّد ،
عَلَيْهِ السَّلام ، گفت : یاعلی بنویس :
هٰذا ما صالَحَ [عَلَيْهِ] مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ[2]
سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو ، اِصْطَلَحا عَلىٰ وَضْعِ الْحَرْبِ [عَنِ النّاسِ] عَشْرَ
سِنِينَ يَأْمَنُ فِيهِنَّ النّاسُ وَيَكُفُّ[3] بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ ، عَلىٰ
أَنَّهُ مَنْ أَتىٰ مُحَمَّدًا مِنْ قُرَيْشٍ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهِ رَدَّهُ عَلَيْهِمْ[4] ،
وَمَنْ جاءَ قُرَيْشًا مِمَّنْ مَعَ مُحَمَّدٍ لَمْ يَرُدُّوهُ[5] عَلَيْهِ ، وَإِنَّ بَيْنَنا
عَيْبَةً مَكْفُوفَةً ، وَأَنَّهُ لا إِسْلالَ وَلاإِغْلالَ ، وَأَنَّهُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ
يَدْخُلَ فی عَقْدِ مُحَمَّدٍ وَعَهْدِهِ دَخَلَ فِيهِ[1] ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَدْخُلَ
فی عَقْدِ قُرَيْشٍ وَعَهْدِهِمْ دَخَلَ فِيهِ .

اس موقع پر سہیل نے کہا' ہم تو اس انداز سے واقف نہیں' آپ اس طرح لکھیں۔
باسمک اللھم نبی علیہ السلام نے حضرت علی سے فرمایا' اسی طرح لکھو جس طرح سہیل کہتا ہے چنانچہ حضرت علی نے وہی الفاظ لکھے اس کے بعد نبی علیہ السلام نے اگلے جملے اس طرح لکھوائے۔
ھذا ما صلح علی محمد رسول اللہ و سہیل بن عمرو' یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا ہے۔
اس موقع پر سہیل نے پھر مداخلت کرتے ہوئے کہا اگر ہم آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار کرتے تو

اس صلح نامہ کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی آپ اس طرح لکھوائیں جس میں آپ کے نام کے ساتھ ولدیت ہو چنانچہ نبی علیہ السلام نے حضرت علی سے کہا اس طرح لکھو۔ یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا ہے اور یہ اس بات پر رضامند ہوئے ہیں کہ دس سال تک آپس میں (یعنی مسلمان اور کافر) جنگ نہ کریں گے لوگ آپس میں امن سے رہیں گے اور ایک دوسرے سے نبرد آزما نہ ہوں گے۔ معاہدہ صلح میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر قریش کا کوئی شخص اپنے متعلقین کی مرضی و اجازت کے بغیر (مسلمان ہو کر) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلا جائے گا تو اس کو مکہ واپس کر دیا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان (مرتد ہو کر) قریش کے پاس چلا آئے تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت نہ کی جائے گی اور نہ کسی کو قیدی بنایا جائے گا نہ کسی کو غلام۔

جو چاہے محمد (نبی علیہ السلام) کے ساتھ معاہدہ کرے تو ان کا حلیف ہوگا اور جو قریش کا ساتھ دینا چاہے وہ قریش کا حلیف ہوگا۔

قبیلہ خزاعہ کا اسلام سے عہد وفاداری

اس موقع پر قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے کہا ہم تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاہد اور حلیف ہیں جبکہ بنو بکر کے لوگوں نے کہا ہم تو قریش کے حلیف بنیں گے اور اس معاہدہ کی خصوصیت یہ رہی کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر خانہ کعبہ میں حاضری دیں لیکن ان کا قیام تین دن سے زیادہ نہ ہونا چاہیے اور مسلمان نہتے ہو کر آئیں' صرف ایک تلوار ہر ایک کے پاس ہو سکتی ہے لیکن وہ بھی نیام میں ہونی چاہیے۔

ابوجندل بن سہیل پابجولاں

اس معاہدہ کی تحریر کے بعد ابوجندل زنجیروں میں جکڑے ہتھکڑی لگائے بیڑیاں پہنے کافروں کی قید سے نکل کر لشکر اسلام تک آ گئے۔ سہیل نے جب بیٹے کو وہاں آتے دیکھا تو اس کو خیال ہوا کہ میری تو محنت ہی اکارت ہو جائے گی اور مسلمان ابوجندل کو دیکھ کر جوش جذبات میں کچھ کر نہ بیٹھیں اور معاہدہ رکھا ہی رہ جائے گا کیونکہ اس معاہدہ میں ایک شرط یہ تھی کہ اگر مکہ کا کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ بھاگ جائے گا تو مسلمانوں کو اس کو واپس کرنا ضروری ہوگا اور اگر کوئی مسلمان بھاگ کر مکہ آ جائے گا تو کفار مکہ پر اس کی واپسی کی ذمہ داری نہ ہوگی۔ لیکن بیٹے کو دیکھتے ہی اٹھا اور اس کے سینے پر دو ہتڑ مار کر کہا' جاؤ اور قریش کے پاس بیٹھو' یہ سن کر ابوجندل چلانے لگے اور مسلمانوں سے فریادی ہوئے کہ مجھے کیوں واپس کرتے ہو اور کافروں کی تحویل میں دیتے ہو۔

لیکن مسلمان خود رنجیدہ تھے' وہ تو یہ چاہتے تھے کہ اس سفر میں حرم مکہ کی حاضری کی سعادت حاصل کریں۔ وہ نہ تو صلح نامہ سے خوش تھے' نہ اس کی شرائط سے مطمئن۔ اب ابوجندل کے معاملے نے انہیں اور دل برداشتہ کر دیا۔ اور اس دل برداشتگی کی وجہ یہ تھی کہ نبی علیہ السلام نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو اپنے اس خواب سے آگاہ فرمایا تھا جس میں کہ آپ کو فتح مکہ کی بشارت دی گئی تھی اور صحابہ کو یہ یقین واثق تھا کہ فتح مکہ کا واقعہ اس موقع پر ظہور پذیر ہو جائے گا۔

لیکن جب ان مسلمانوں نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام نے کفار کی شرائط پر صلح کی ہے تو بعض ضعیف الاعتقاد تو شک میں پڑ گئے کہ قریب تھا کہ شیطان انہیں ورغلا کر اسلام سے برگشتہ کر دے ابوجندل کے واقعہ نے اس دل تنگی میں اور اضافہ کر دیا کیونکہ ابوجندل مسلمان ہو جانے کی وجہ سے مکہ والوں کے ہاتھوں اذیتیں برداشت کر رہے تھے۔ انہیں پابجولاں کر کے رکھا گیا تھا لیکن حدیبیہ کے واقعہ کے موقع پر وہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے قیدخانہ سے نکل آئے تھے لیکن صلح حدیبیہ کے موقع پر معاہدہ کی رو سے ابوجندل مسلمانوں کے ساتھ نہیں رہ سکتے تھے اور معاہدہ کی رو سے انہیں مکہ والوں میں واپس کرنا ضروری تھا' حالانکہ سہیل نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ مسلمانوں کے سامنے نہ آئیں اور قریش مکہ کے پاس واپس چلے جائیں لیکن ابوجندل نے مسلمانوں سے فریاد کی کہ مجھ مسلمان کو کافروں میں واپس نہ بھیجو۔

بعد میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل کو اپنے پاس بلا کر فرمایا **"اصبر! واحتسب!"** (صبر کرو اور اپنا محاسبہ کرو)۔ جلد ہی اللہ تعالیٰ تمہیں اور دوسرے محبوس مسلمانوں کو آسانیاں عطا فرمائے اور رہائی سے ہمکنار کرے گا۔ اس وقت ہم نے قریش سے معاہدہ کیا ہے اور ہم معاہدہ شکنی مناسب نہیں سمجھتے تاکہ کل کہنے والوں کو یہ موقع نہ ملے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عہد شکنی کی۔ اب تم خوشی کے ساتھ واپس جاؤ۔

اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منظر کو دیکھا کہ جب ابوجندل مسلمانوں سے فریاد کر رہے تھے اور ان کا باپ سہیل انہیں زد و کوب کر کے قریش کے پاس جانے کے لیے دھکیل رہا تھا' اس وقت حضرت عمر شمشیربدست ابوجندل کے پاس گئے اور ان سے کہا' ابوجندل شور مت مچاؤ اور یہ سمجھ لو کہ یہ لوگ زمرہ کفار سے ہیں' اگر تم ان میں سے کسی کو قتل کر دو تو ایسا ہی ہے جس طرح کہ ایک کتے کو مار دیا ہو۔ اس گفتگو کے دوران حضرت عمر کا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر تھا اور وہ ابوجندل سے اس قسم کی بھڑکانے والی گفتگو اس لیے کر رہے تھے کہ وہ ان کے ہاتھ سے تلوار لے کر اپنے باپ سہیل کو قتل کر

دیں اور یہ صلح نامہ کالعدم ہو جائے لیکن ابوجندل نے رشتہ پدری کی وجہ سے ایسا نہ کیا اور ان کی غیرت نے باپ کو قتل کرنا گوارا نہ کیا۔ نبی علیہ السلام نے ابوجندل کو پھر اپنے پاس بلایا اور انہیں خوشخبریاں سنائیں، جس کے بعد ابوجندل بارگاہ نبوی سے اٹھ کر مکہ چلے گئے۔

اس واقعہ کے بعد صلح نامہ کی تکمیل کی گئی اور اس پر کچھ مسلمانوں اور کچھ کافروں نے دستخط کیے۔

صلح نامہ کی تکمیل کے بعد نبی علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے اور جن اونٹوں کو ہدی کے طور پر مدینہ منورہ سے ساتھ لائے تھے انہیں قربان کیا اور اس کے بعد سر کے بال منڈائے۔ صحابہ نے جب یہ دیکھا کہ نبی علیہ السلام نے بال منڈا لیے ہیں تو بعض نے بال کترائے اور البتہ اکثر نے بال منڈائے اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔

عمرہ کے بعد حلق کی فضیلت

"خداوندا بال منڈانے والوں پر رحم فرما" جن لوگوں نے بال کترائے تھے انہوں نے کہا یارسول اللہ بال کترانے والوں کے لیے بھی دعا فرمائیں لیکن دوبارہ نبی علیہ السلام نے بال منڈانے کے لیے دعا فرمائی تو کترانے والوں نے عرض کیا یارسول اللہ کترانے والوں کے لیے بھی دعا فرمائیں لیکن تیسری مرتبہ جب بال منڈانے والوں کے لیے دعا فرمائی تو بال کترانے والوں نے پھر درخواست کی کہ یارسول اللہ بال کترانے والوں کے لیے بھی دعا فرمائیں تو تیسری درخواست پر نبی علیہ السلام نے فرمایا "اور بال کترانے والوں پر بھی رحم فرما"۔

جب صحابہ نے نبی علیہ السلام سے دریافت کیا یارسول اللہ آپ نے تین بار تو "محلقین" یعنی سرمنڈانے والوں کے لیے دعا فرمائی اور بال کترانے والوں کو صرف ایک مرتبہ دعا میں شامل کیا تو آپ نے فرمایا کہ بال منڈانے والوں نے عمرہ کے مناسک کی تکمیل میں کوئی تردد نہیں کیا اور بال منڈا لیے اور بال کترانے والوں کو اس سلسلہ میں شک باقی رہا تھا اس لیے بال منڈانے والے ان کترانے والوں سے دو درجہ زیادہ دعا کے مستحق قرار پائے۔

اس گفتگو سے قبل چونکہ نبی علیہ السلام قربانی اور حلق سے فارغ ہو چکے تھے لہذا اس گفتگو سے فارغ ہو کر عازم مدینہ ہوئے۔

فتح کی بشارت

مکہ مکرمہ سے روانگی کے بعد ابھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم راستہ ہی میں تھے کہ "سورہ فتح" نازل

ہوئی' جس میں اعلان ہوا کہ

"بیشک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی تاکہ آپ کے سبب آپ کے اگلے اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمائے۔ آپ پر اور اپنے انعامات کو مکمل فرمائے آپ کو سیدھی راہ چلائے اور آپ کو زبردست فتح سے ہمکنار فرمائے"۔ (آخر سورہ تک)

یہ سورہ فتح وہ زبردست بشارت ہے جس سے رب کریم نے اپنے نبی مکرم کو سرفراز فرمایا۔ اس سورت میں ان لوگوں کا ذکر بھی ہوا جنہوں نے غزوہ حدیبیہ سے پہلو تہی کی تھی اور نبی علیہ السلام کے ساتھ نہ آئے تھے اس طرح اس سورۃ میں بیعت رضوان' فتح مکہ اور اس خواب کو بھی بیان کیا گیا جو نبی علیہ السلام نے فتح مکہ کے سلسلے میں دیکھا تھا اس خواب کی تفصیل تفسیر کی کتابوں سے معلوم ہوگی۔

صلح حدیبیہ اور امام زہری

(نوٹ) امام زہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کا واقعہ اگرچہ مسلمانوں کے عجز اور ان کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے جس کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے قبول کر لیا تھا۔ لیکن حقیقت میں یہ وہ فتح عظیم تھی جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی کیونکہ ان دو سالوں میں اتنے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے جو اس سے قبل نبی علیہ السلام کی دعوت پر برسوں میں اسلام نہ لائے تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر مسلمان چودہ سو سوار اور پیادوں پر مشتمل تھے لیکن تیسرے سال فتح مکہ کے موقعہ پر ان مسلمانوں کی تعداد دس ہزار سوار اور پیادوں پر مشتمل تھی۔ اور ان اسباب و علل میں یہ بات بھی شامل تھی کہ نبی علیہ السلام کے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران پہلے تو تبلیغ اسلام پوشیدہ طور پر ہوتی رہی تھی' بعد میں جب علانیہ تبلیغ شروع ہوئی تو بھی مسلمان کمزور اور ناطاقت تھے اور برملا تبلیغ اسلام ممکن نہ تھی' علاوہ ازیں جہاد کا حکم بھی اس وقت تک نہیں آیا تھا۔ لیکن آپ کے مدینہ میں قیام کے دوران جب آیت قتال نازل ہوئی اور مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی تو وہ دور جنگ و قتال رہا اس وقت (اسلام دشمن) لوگوں کو اتنی فرصت ہی نہ تھی کہ آپس میں بیٹھ کر اسلام کے سلسلہ میں گفتگو کریں لیکن "صلح نامہ حدیبیہ" کے بعد جب سکون میسر آیا اور جنگ کا خطرہ ٹل گیا تو لوگ جب آپس میں بیٹھتے تو اسلام کے بارے میں گفتگو کرتے اور سنتے تھے اور شاید ہی کوئی صاحب عقل و شعور ایسا ہوتا جو ان باتوں کو سن کر اسلام کی جانب رغبت نہ کرتا اور اسلام قبول نہ کر لیتا۔ یہی وجہ تھی کہ ان دو سال میں شرکاء کی تعداد ہزار (چودہ سو) سے بڑھ کر دس ہزار ہوگئی۔ اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے صلح حدیبیہ فتح کا سبب بن گئی اور حق تعالیٰ نے صلح

حدیبیہ کو فتح سے تعبیر فرمایا۔ اور سورہ فتح کی ستائیسویں آیت میں رب کریم نے فرمایا "تو اس نے عطا فرما دی آپ کو اس نے پہلے ایسی فتح جو قریب ہے" یعنی فتح مکہ سے پہلے ہی صلح حدیبیہ کی شکل میں فتح سے ہمکنار فرمایا)۔

فتح مکہ کے سلسلہ میں صحابہ کا استفسار

جب صحابہ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو مسلمانوں کی ایک جماعت نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ نے ہم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ ہم بے خوف ہو کر مکہ جائیں اور حرم کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں میں نے کہا تھا لیکن وقت کا تعین نہ تھا میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ واقعہ اس سال رونما ہوگا اور جیسا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ ہم بے خوف ہو کر سکون و اطمینان کے ساتھ مکہ جائیں گے اور حرم کی زیارت سے مشرف ہوں گے' چنانچہ ایسا ہی ہوگا۔

مسلمانوں کی ایک جماعت اور ابوبصیر کا واقعہ

جناب محمد بن اسحاق مصنف کتاب فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ طیبہ آئے تو ان مسلمانوں میں سے جو مکہ مکرمہ میں اسیری کی زندگی گزار رہے تھے ابوبصیر اور منبہ بن اسید کچھ ہی دن بعد مکہ سے بھاگ کر مدینہ آگئے۔ چونکہ ابوبصیر مسلمان ہونے کی پاداش میں اسیری برداشت کر رہے تھے' اس لیے مکہ کے کافروں نے قاصد کو خط دے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ بھیجا اور درخواست کی کہ معاہدہ کی رو سے ابوبصیر کو واپس مکہ بھیجا جائے۔ جب یہ خط نبی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے ابوبصیر کو بلا کر فرمایا' ہم نے قریش مکہ سے معاہدہ کیا ہے اور ان سے قول و قرار کیا ہے' اس لیے ہم یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ نقض عہد ہماری طرف سے ہو لہٰذا تم مکہ واپس چلے جاؤ' اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے دوسرے ساتھیوں کو' جو مکہ میں محبوس ہیں' آزادی کی دولت سے ہمکنار فرمائے۔ اس موقعہ پر ابوبصیر نے فریاد کی' یارسول اللہ مجھے کافروں میں نہ بھیجیں لیکن نبی علیہ السلام نے ان کی درخواست و فریاد پر فرمایا' تم اطمینان رکھو۔ چنانچہ ابوبصیر فرمان نبوی کی تعمیل میں مدینہ سے روانہ ہوگئے۔

راستہ میں جب "ذوالحلیفہ" کے قریب آئے تو ابوبصیر ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ مکہ سے آنے والے وہ دونوں شخص' جو انہیں لینے کے لیے آئے تھے' ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک شخص کے پاس تلوار تھی' اس سے ابوبصیر نے کہا' تمہاری تلوار کیسی ہے؟ تو اس نے اپنی تلوار کی تعریف کی۔ ابوبصیر نے اس سے کہا' کیا تم اس کو مجھے نہ دکھاؤ گے' چنانچہ اس نے تلوار ابوبصیر کو دے دی' تو

ابوبصیر نے اس کو نیام سے نکالا اور اس کے سر پر ماری' اس کو قتل کر دیا۔ دوسرا شخص یہ منظر دیکھ کر بھاگ لیا اور افتاں خیزاں مدینہ منورہ آیا اور مجلس نبوی میں حاضر ہوا۔ جب نبی علیہ السلام نے اس کو پریشان حال' شوریدہ بال' ڈرا اور سہا ہوا دیکھا تو اس سے معلوم کیا کہ تیری پریشانی اور واپسی کی وجہ کیا ہے' تو اس نے کہا کہ میرے ساتھی کو ابوبصیر نے قتل کر دیا اور میں جان بچا کر آپ کے پاس بھاگ آیا ہوں۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ابوبصیر بھی آ گئے اور آ کر عرض گزار ہوئے' یارسول اللہ آپ نے اپنے عہد کو پورا کر دیا اور مجھے کافروں میں دھکیل دیا۔ لیکن میرا دل وہاں جانے پر راضی نہ ہوا' میں ایک شخص کو قتل کر کے آ گیا اور خود کو آزاد کرا لیا۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ "ابوبصیر کی ماں پر افسوس کہ اس کا بیٹا بہادر اور جنگجو تو ہے لیکن جنگ کو بھڑکانے والا بھی ہے' اگر اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہوتے تو وہ کارہائے نمایاں انجام دیتا۔ اور یہ وہ برا نگیختہ کرنے والے جملے تھے جو زبان نبوی سے ادا ہوئے اور (بقول مصنف) ایسے کلمات تھے جن میں اجازت کا پہلو تھا کہ اٹھو اور اپنا کام انجام دو اور قریش کے پاس نہ جاؤ۔

ابوبصیر نے ان کلمات کو سنا اور ان کلمات کو اجازت تصور کیا اور یہ بھی سمجھ لیا کہ اب مدینہ میں قیام نہیں کرنا کیونکہ "صلح نامہ حدیبیہ" کی روشنی میں نبی علیہ السلام یہاں قیام کی اجازت نہ دیں گے' چنانچہ مدینہ سے روانہ ہو کر سمندر کے کنارے ایسی جگہ آ کر قیام کیا' جس طرف سے کہ کفار قریش کے قافلے گزرتے تھے۔

مکہ مکرمہ میں اس پر مسلمانوں کو جب یہ اطلاع ملی کہ ابوبصیر نے ساحل سمندر پر ایسی جگہ پر قیام کیا ہے اور نبی علیہ السلام کی طرف سے انہیں اشارتاً" اجازت بھی مل گئی ہے تو ان لوگوں نے بھی ایک ایک دو دو کر کے بھاگنا شروع کیا اور یہ سب ابوبصیر کے پاس آ کر مقیم ہوئے' اس طرح تھوڑی مدت میں ان کی تعداد تقریباً ستر کے قریب پہنچ گئی۔ اب اگر قریش کا کوئی شخص ادھر سے گزرتا تو اس کو قتل کر دیتے اور اگر قریش کا کوئی قافلہ گزرتا تو اس کو لوٹ لیتے۔ جب قریش مکہ کو ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں نے سخت نقصان پہنچایا اور وہ اپنے اس جانی و مالی نقصان کو برداشت نہ کر سکے تو انہوں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور درخواست کی کہ خدا کے واسطے' صلہ رحمی کے طور پر ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں کو اپنے پاس بلا لیں' ہمیں اس سے اور اس کے ساتھیوں سے کوئی سروکار نہیں' ہم تو ان کی وجہ سے عاجز آ چکے ہیں۔ اس درخواست پر نبی علیہ السلام نے ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ بلا لیا۔

ام کلثوم مدینہ کو ہجرت کرتی ہیں

اسی دوران عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی ام کلثوم ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو ان کے بھائی مکہ سے مدینہ طیبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور اپنی بہن کی مکہ واپسی کے بارے میں درخواست کی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی' جس میں فرمایا گیا' جو خواتین خالصتاً" اسلام کے لیے ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آئی ہیں' انہیں مکہ واپس نہ بھیجا جائے کیونکہ ہجرت کے سبب وہ اپنے شوہروں کے لیے حرام ہوگئی ہیں اور اسلامی احکام کے مطابق ان کے اور ان کے شوہروں کے درمیان مفارقت ہو چکی ہے لہٰذا ان کو کافروں کے پاس بھیج دینا مناسب نہ ہوگا لہٰذا نبی علیہ السلام نے انہیں مکہ واپس کرنے سے منع فرما دیا اور وہ آیت جس کی رو سے ہجرت کرنے والی خواتین کے بارے میں احکام نازل ہوئے' وہ سورہ ممتحنہ کی آیت نمبر ۱۰ ہے۔

"اے ایمان والو! جب تمہارے یہاں مومن مہاجر خواتین ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ پڑتال کر لو۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے' پس اگر تمہیں ان کے ایمان کے بارے میں (تحقیق سے) معلوم ہو جائے تو انہیں کفار کے پاس واپس نہ کرو (کیونکہ) وہ (خواتین) نہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) مومنات کے لیے حلال ہیں"۔

(۲۲)

غزوہ خیبر

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق فرماتے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد نبی علیہ السلام نے ذی الحجہ کا مہینہ اور محرم کا تقریباً پورا مہینہ مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ آخر محرم (سنہ ۷ھ) میں غزوہ خیبر کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے اور غیلہ بن عبداللہ لیثی کو مدینہ کے امور کا نگران مقرر فرمایا۔ اسلامی لشکر کا سفید پرچم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمایا۔ خیبر کے راستہ میں نبی علیہ السلام نے جناب سلمہؓ بن اکوع سے فرمایا "اے ابن اکوع' سواری سے اترو اور اس کلام سے جو تمہیں آتا ہے ہمیں کچھ سناؤ"۔ چنانچہ جناب سلمہ سواری سے اترے اور نبی علیہ السلام کی سواری کے آگے یہ رجز پڑھتے ہوئے چلنے لگے۔

شعر

وَ اللهِ لَوْ لا اللهُ مَا اهْتَدَيْنا وَ لا تَصَدَّقْنا وَ لا صَلَّيْنا[2]
إنّا إذا[3] قَوْمٌ بَغَوْا عَلَيْنا [وَ إنْ أرادوا فِتْنَةً أبَيْنا]
فَأنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنا وَثَبِّتِ الأقْدامَ [إنْ] لاقَيْنا

عامر بن اکوع کے اشعار کا ترجمہ

خدا کی قسم! اگر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ نہ زکوٰۃ دیتے نہ نماز پڑھتے۔ جب کوئی قوم ہمارے خلاف بغاوت کرتی ہے یا فتنہ برپا کرتی ہے تو ہم اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اے اللہ! ہم پر وقار اور طمانیت نازل فرما۔ ہمیں ثابت قدم رکھ' ہمارے دلوں کو مطمئن فرما دے۔ اگر دشمن مقابلہ میں آ جائے تو ہمیں مضبوط بنا دے۔

یہ اشعار سن کر نبی علیہ السلام نے انہیں دعائے خیر سے نوازا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یارسول اللہ آپ نے ان کلمات دعا میں ہمیں یاد نہ فرمایا اور صرف سلمہ بن اکوع کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ اس کے بعد ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا اور جناب عامر اس غزوہ میں شہید ہوئے تھے' جب نبی علیہ السلام خیبر کے قریب پہنچے تو صحابہ کو یہاں رکنے کا حکم فرمایا۔ جب سب لوگ یہاں ٹھہرے تو آپ نے اجتماعی دعا فرمائی۔

بعدازان پیغمبر ، عَلَيهِ السَّلام ، گفت : يَرْحَمُكَ اللهُ[4] ، خدای برتو رحمت کُناد . عُمَر گفت ، رَضِيَ اللهُ عَنْه : يارسولَ الله چرا ما[را] ازان نَصيبه‌ای ندادی و رحمت از بهر عامِر تنها خواستی ؟ بعدازان ، آن بود که عامِر ، رَضِيَ اللهُ عَنْه ، در غَزوِ خَيبر شهيد شد . پس چون سيِّد ، عَلَيهِ السَّلام ، نزديكِ خيبر رسيد ، أصحاب‌را گفت : باز ايستيد . أصحاب باز ايستادند ، پس سيِّد ، عَلَيهِ السَّلام ، دست بدعا برداشت‌وگفت :

اَللّٰهُمَّ رَبَّ اَلسَّمٰوٰاتِ وَما أظْلَلْنَ ، وَرَبَّ اَلأرَضِينَ وَما أقْلَلْنَ ، وَرَبَّ اَلشَّياطِينِ وَما أضْلَلْنَ ، وَرَبَّ اَلرِّياحِ وَما أذْرَيْنَ ، فَإنّا نَسْألُكَ خَيْرَ هٰذِهِ اَلقَرْيَةِ وَخَيْرَ أهْلِها وَخَيْرَ مافِيها ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّها [وَشَرِّ] أهْلِها [وَشَرِّ مافِيها] .

دعا کا ترجمہ

اے اللہ! اے زمین و آسمان کے پروردگار! اے شیاطین اور گمراہ کرنے والوں کے خالق! اے

ہواؤں اور اڑنے والوں کے پروردگار! ہم تجھ سے اس بستی اور یہاں کے باشندوں کی خیریت اور بھلائی طلب کرتے ہیں۔ پھر یہاں کی تمام مخلوق کے لیے امن کی درخواست کرتے ہیں۔ اے اللہ! اس بستی اور اس کے رہنے والوں کو ہر قسم کے شر سے محفوظ فرما۔

خیبر کے قریب مسلمانوں کی اجتماعی دعا

یہاں ٹھہرنے نے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی جس کے کلمات اس طرح منقول ہیں۔ **اللھم رب السموت وما اظللن و رب الارضین وما اقللن و رب الشیاطین وما اضللن و رب الریاح وما اذرین فانا نسئلک خیر ھذہ القریۃ وخیر اھلھا وخیر مافیھا ونعوذ بک من شرھا وشر اھلھا وشرما فیھا۔** ان دعائیہ کلمات کو ادا کرنے کے بعد نبی علیہ السلام نے صحابہ کو روانگی کا حکم دیا اس کے علاوہ اس سفر میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ رہا کہ جس گاؤں یا منزل پر قیام فرماتے تو انہی دعائیہ کلمات کا اعادہ فرمائے۔ علاوہ ازیں نبی علیہ السلام کا معمول یہ بھی تھا کہ جب کافروں کی کسی بستی پر رات کے وقت گزر ہوتا یا جب کسی بستی کے قریب ہوتے تو رات سے صبح تک وہاں قیام فرماتے اور اگر صبح کے وقت کسی بستی سے اذان کی آواز سنائی دے جاتی تو اس بستی کے لوگوں سے تعرض نہ فرماتے اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے تھے۔

جب خیبر کی بستی کے قریب رات کے وقت قیام فرمایا اور صبح کو اذان کی آواز نہ سنی تو خود بھی نشست گاہ سے اٹھے اور صحابہ کو بھی روانگی کا حکم دیا جب آپ مسلمانوں کے ساتھ خیبر کے قلعہ کے قریب آئے تو کسانوں کو اپنے کھیتوں میں کام کے لیے آتے دیکھا جن کے پاس تھیلے وغیرہ تھے۔ ان کسانوں نے جب اسلامی لشکر کو دیکھا تو چلانے لگے' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کا لشکر آگیا ہے اور یہ کہتے ہوئے بھاگے اور قلعہ میں پناہ حاصل کی۔

جب نبی علیہ السلام خیبر کے قلعہ کے سامنے پہنچے تھے تو آپ نے فرمایا تھا "اللہ اکبر' خیبر تباہ ہوا اور ہم کفار کی جس قوم کے مقابلہ کے لیے آئے ہیں ان پر افسوس ہے"۔

خیبر کے مختلف قلعے

خیبر کے علاقہ میں پانچ قلعے تھے ناعم' قموص' قلعہ صعب بن معاذ' وطیح' سلالم' پہلا قلعہ جو فتح ہوا' وہ

قائم تھا۔ اس دن جناب محمود بن سلمہ شہید ہوئے۔ کافروں نے ایک بڑا پتھر فصیل سے پھینکا جو ان پر گرا اور شہید ہوگئے۔ دوسرا قلعہ جو مفتوح ہوا' وہ قلعہ قموص تھا' یہاں مسلمانوں کو بہت سے باندی غلام ملے۔

سیدہ صفیہ پر انگاہ کرم

اس قلعہ کی فتح میں جہاں دوسری عورتیں قید ہوئیں' ان میں ام المومنین صفیہ بن حی بن اخطب بھی شامل تھیں' جن کو نبی علیہ السلام نے اپنے لیے مخصوص فرما لیا۔ سیدہ صفیہ کے ساتھ ان کی دو عم زاد بھی تھیں۔ جناب دحیہ کلبی نے سیدہ صفیہ کو اپنے لیے نبی علیہ السلام سے طلب فرمایا' اس وقت ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ نے سیدہ صفیہ کو اپنے لیے منتخب فرما لیا ہے۔ ان کی اس طلب پر نبی علیہ السلام نے سیدہ صفیہ کی عم زادیوں کو جناب دحیہ کو عطا فرما دیا۔

جنگ خیبر کے موقع پر مسلمانوں کو چار چیزوں سے اجتناب کا حکم

اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ چار کاموں سے احتیاط برتیں۔

(۱) حاملہ باندیوں سے وضع حمل تک قربت نہ کریں۔

(۲) اس سے پہلے گورخر کا گوشت حلال تھا' یہاں اس کو کھانے کی ممانعت فرمائی۔

(۳) درندہ جانوروں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

(۴) تقسیم سے پہلے مال غنیمت کی تجارت کو بھی ممنوع فرمایا۔

مدینہ کے درویشوں پر عطیات نبوی

ان دونوں قلعوں کی فتح حاصل ہونے کے بعد مسلمانوں نے دوسرے قلعوں کا محاصرہ کر رکھا تھا' اسی دوران مدینہ کے درویشوں (غریب صحابہ) کی ایک جماعت نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا' یارسول اللہ ہم بری حالت میں ہیں' خرچ کے لیے کچھ بھی نہیں ہے' کچھ بخشش فرمائیں۔ اس وقت آپ کے پاس ان غریبوں کو دینے کے لیے کچھ بھی نہ تھا' اس لیے آپ نے بارگاہ الٰہی میں دست دعا بلند فرمائے اور یہ کلمات دعائیہ ارشاد فرمائے۔

"خداوندا تو واقف ہے کہ اس وقت میرے پاس ان غریبوں کو دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے' تو ان قلعوں میں سے جن میں انواع و اقسام کی نعمتیں موجود ہیں' ایک قلعہ کو مفتوح فرما دے تاکہ اس میں سے ان غریبوں کو بھی کچھ مل جائے"۔

اس دعا کے بعد ان غرباء کو آپ نے تسلی دی اور قبولیت دعا کے اثر کا انتظار کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد آپ وہاں سے اٹھے' صحابہ کو بھی روانگی کا حکم فرمایا اور قلعہ صعب بن معاذ کے سخت حصار کا حکم دے کر اس قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے جنگ کا حکم دیا اور یہ قلعہ مفتوح ہوگیا۔ جناب مصنف کہتے ہیں کہ اس قلعہ میں اتنی دولت تھی جس کی تعداد اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے (یعنی محاورتا" لاتعداد) اس قلعہ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کو مسلمان مجاہدین میں تقسیم فرمایا اور وعدہ کے مطابق ان غریبوں کو اتنا دیا کہ آئندہ کے لیے انہیں غربت کی شکایت نہ رہی۔

ان تینوں قلعوں کے فتح کرنے پر مسلمانوں کو شوق ہوا کہ بقیہ دونوں قلعے وطیع اور سلالم کو فتح کیا جائے لیکن یہ دونوں قلعے پہلے مفتوح ہونے والے قلعوں سے زیادہ مستحکم تھے اور یہاں نفری بھی پہلے قلعوں سے زیادہ تھی۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کئی دن تک ان کے حصار میں سختی کی اور شب و روز مسلمان ان کے حصول کے لیے جنگ میں مشغول رہے۔ ان دونوں قلعوں میں سے ایک میں ایک یہودی جنگجو "مرحب" نامی تھا۔ یہ شخص شجاعت و بسالت میں مشہور تھا اور کوئی شخص اس سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ وہ یہ رجز پڑھتا اور مقابل طلب کرتا ہوا قلعہ سے باہر آیا۔

شعر

* قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي كَعْبُ
مُفَرِّجُ ٱلْغُمَّىٰ جَرِيءٌ صُلْبُ

مرحب کے اشعار کا ترجمہ

خیبر جانتا ہے کہ میرا نام مرحب ہے۔ میں ایک تجربہ کار' ہتھیار چلانے میں ماہر' جنگ جو اور بہادر ہوں۔ جب میدان جنگ میں لڑاکے شیر آگے بڑھتے ہیں تو میں کبھی انہیں نیزوں سے گراتا ہوں اور کبھی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہوں۔ میرے مخصوص میدان میں کوئی نہیں آ سکتا۔

شعر

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ[1] أَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي ٱلسِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
أَطْعَنُ أَحْيَانًا وَحِينًا أَضْرِبُ
إِذَا ٱللُّيُوثُ أَقْبَلَتْ تَحَرَّبُ
إِنَّ حِمَايَ لَلْحِمَىٰ[2] لَا يُقْرَبُ

کعب کے جوابی اشعار کا ترجمہ

خیبر کو معلوم ہے کہ میں کعب ابن مالک ہوں۔ بہادر ہوں' مضبوط ہوں اور اپنے سامنے کی تمام رکاوٹوں کو دور کرنے والا ہوں۔ جب جنگ کے شعلے بھڑکتے ہیں تو پھر میں میدان میں کودتا ہوں۔ میرے پاس کاٹنے والی تلوار ہے جو بجلی کی طرح چمکتی اور کاٹتی جاتی ہے○ ہم تمہیں روند کر رکھ دیں گے تاکہ ہمارے سامنے کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ ہم ایسا بدلہ لیں گے کہ کوئی نام لینے والا نہیں رہے گا۔ میرے تیز رو ہاتھوں میں کوئی کجی نہیں ہے۔

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کے رجزیہ اشعار کا جواب دیا۔

چنانچہ نبی علیہ السلام نے محمد بن مسلمہ کو اجازت مرحمت فرما کر ان کے حق دعا فرمائی' "خداوندا دشمن کے مقابلہ میں ان کی مدد فرما"۔

چنانچہ محمد بن مسلمہ نے جا کر "مرحب" سے مقابلہ کیا اور دونوں آپس میں بھڑ گئے۔ کبھی ان کو غلبہ حاصل ہوتا اور کبھی "مرحب" غالب رہتا۔ گھمسان کی جنگ ہوتی رہی لیکن دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے پر غالب نہ آ سکا۔ میدان جنگ میں ایک کانٹوں بھرا درخت تھا' کبھی ابن مسلمہ اس کی آڑ میں چلے جاتے تو "مرحب" ان پر حملہ آور ہوتا لیکن اس کی تلوار درخت پر پڑتی اور اس کی شاخیں کٹ جاتیں اور کبھی "مرحب" اس کی آڑ میں آتا تو ابن مسلمہ اس پر حملہ آور ہوتے' اس طرح اس خاردار درخت کی ساری شاخیں کٹ گئیں اور صرف درخت کا تنا باقی رہ گیا۔ اب دونوں میں سے کوئی بھی اس کی آڑ نہ لے سکتا تھا لہٰذا مرحب نے براہ راست محمد بن مسلمہ پر حملہ کیا اور محمد بن مسلمہ کے سر پر وار کرنا چاہا' محمد بن مسلمہ نے سر سامنے کیا اور "مرحب" کی تلوار ان کے سر میں دھنس گئی' جس کو وہ نکال نہ سکا۔ اب جناب ابن مسلمہ نے مرحب کے اوپر تلوار کے کئی وار کر کے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا' اس طرح وہ کیفر کردار کو پہنچا۔

مرحب کے بھائی یاسر کا قتل

"مرحب" کے قتل کے بعد اس کا بھائی یاسر مقابلہ پر آیا اور یہ بھی شجاعت و بسالت میں "مرحب" سے کم نہ تھا اس نے آ کر لشکر اسلام سے مبارز طلب کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کون ہے جو یاسر سے مقابلہ کرے؟ اس موقع پر جناب زبیر بن العوام نے اپنی خدمات پیش کیں اور مقابلہ کے لیے نکلے ان کی

والدہ جناب صفیہ بنت عبدالمطلب' جو نبی علیہ السلام کی پھوپھی بھی ہوتی ہیں' وہ بھی اس موقع پر موجود تھیں۔ انہوں نے جب اپنے بیٹے کو یاسر کے مقابلہ پر جاتے دیکھا تو ڈر گئیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یاسر زبیر پر غالب آ کر انہیں شہید کر دے۔ فرط محبت میں انیس بیکسان صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض گزار ہوئیں' یارسول اللہ یہودی میرے بیٹے کو قتل نہ کر دے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا بلکہ تمہارا بیٹا اس یہودی کو قتل کرے گا۔ (انبیاء کو مستقبل کے حالات کا علم ہوتا ہے' دونوں کے درمیان جنگ ہونے سے پہلے ہی یہ بتا دیا کہ جناب زبیر یاسر کو قتل کریں گے۔ مترجم۔ محمد اطہر نعیمی) جب دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو پہلے ہی حملہ میں جناب زبیر نے اس کو زمین پر گرا دیا' پھر خود بھی نیچے آئے اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

خیبر کے قلعوں کا محاصرہ

دس دن تک مسلسل مسلمانوں نے ان قلعوں کا بھرپور محاصرہ جاری رکھا اور جنگ ہوتی رہی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ایک دن صبح کو سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے جناب صدیق اکبر کو پرچم اسلامی عطا فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق کی قیادت میں تمام دن جنگ ہوتی رہی لیکن نتیجہ جنگ نہ نکلا اور لشکر میدان سے واپس آ گیا۔ دوسرے دن اسلامی پرچم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا' ان کی قیادت میں اسلامی لشکر جنگ میں مصروف رہا لیکن رات تک کوئی نتیجہ نہ نکلا اور اسلامی لشکر واپس آ گیا۔

اس شب نبی علیہ السلام نے فرمایا' "کل ایسے شخص کو پرچم عطا ہوگا' جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اس کے ہاتھ پر اللہ فتح عطا کرائے گا اور وہ میدان جنگ سے پشت دکھانے والا نہیں ہے"۔ یہ تمام رات صحابہ نے اضطراب و انتظار میں گزاری کہ کل وہ کونسا خوش قسمت ہوگا' جس کے بارے میں نبی علیہ السلام نے یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔

دوسرے دن آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت علی آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ نبی علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر دم فرمایا' اسی وقت ان کی آنکھوں سے تکلیف رفع ہو گئی' پھر نبی علیہ السلام نے اسلامی پرچم حضرت علی کو دے کر فرمایا "یہ پرچم لے کر میدان جنگ جاؤ اور اس وقت تک مصروف جنگ رہو جب تک اللہ تعالیٰ فتح سے ہمکنار فرمائے"۔

خیبر کی فتح اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علی اسلامی پرچم لیے اسلامی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے قلعہ پر آئے' جہاں ایک ایک شخص

آتا اور جنگ کرتا رہا۔ حضرت علی اس کو پہلی ہی ضرب سے ہلاک کرتے رہے' جب یہودیوں نے یہ منظر دیکھا تو گروہ در گروہ آنے لگے' کوئی ضرب حیدری سے ہلاک ہوتا اور کوئی قلعہ کی جانب بھاگ جاتا۔ جب کافروں کی یہ حکمت عملی بھی کارگر نہ ہوئی تو انہوں نے اجتماعی حملہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھیراؤ کر لیا۔ حضرت علی نے دائیں بائیں حملے کیے اور خود کو اس گھیراؤ سے نکالا۔ لیکن ان گھیراؤ کرنے والوں میں ایک نہایت ہی بہادر اور شجاع کافر بھی تھا۔ اس کے ہاتھ میں آہنی گرز تھا۔ اس نے وہ گرز حضرت علی کی سپر پر مارا جس کی وجہ سے حضرت علی کے ہاتھ سے سپر گر گئی۔ اب حضرت علی کو دفاع کے لیے کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو آپ نے قلعہ کے دروازہ کو ہاتھ سے اکھاڑ کر بطور سپر استعمال کرنا شروع کر دیا اور یہ دروازہ آپ کے ہاتھ میں فتح حاصل ہونے تک رہا۔ فتح کے بعد آپ نے دروازہ کو پھینک دیا۔ بعد میں آٹھ صحابہ نے اس کو اٹھانا چاہا لیکن وہ اس کو ہلا بھی نہ سکے۔

صحابہ کی معمر ترین شخصیت ابو الیسر

صحابہ میں سب سے زیادہ عمر پانے والی شخصیت جناب ابوالیسر کی بیان کی جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ غزوہ خیبر کے دوران یہودیوں کی بکریاں جنگل سے قلعہ میں جا رہی تھیں' جب یہ قلعہ کے قریب پہنچیں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا' کون ہے جو اس وقت جا کر چند بکریاں لائے تاکہ آج شب کے کھانے کے لیے انہیں پکایا جائے۔ یہ سن کر ابوالیسر نے اپنی خدمات پیش کیں اور کہا' یارسول اللہ میں یہ خدمت انجام دوں گا۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے انہیں ان دعائیہ کلمات سے نوازا "خداوندا ہمیں اس شخص سے زیادہ سے زیادہ فائدہ عطا فرما اور اس کی عمر میں اضافہ فرما"۔

جناب ابوالیسر کو تیز دوڑنے میں مہارت حاصل تھی چنانچہ انہوں نے اپنے پیرہن کے کنارے دانتوں میں دبائے اور ہرن کی طرح قلانچیں بھرتے قلعہ تک آئے۔ دو بکریوں کو دونوں ہاتھوں میں دبایا اور بھاگتے ہوئے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور بکریوں کو بارگاہ نبوی میں پیش کر کے انہیں ذبح کیا۔ نبی علیہ السلام نے ان بکریوں کا گوشت ملاحظہ فرمایا۔ اللہ تعالٰی نے نبی علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے ابوالیسر کی عمر میں برکت عطا فرمائی اور یہ صحابہ میں سب سے زیادہ عمر پانے والے شخص تھے۔ انہوں نے بہت سے کار خیر انجام دیے۔ مسلمانوں کو ان کی کوششوں سے بہت سی راحتیں نصیب ہوئیں۔

بڑھاپے کے زمانہ میں جب ابوالیسر آپ بیتی بیان کرتے تو بہت روتے اور کہتے کہ نبی علیہ السلام کے تمام صحابہ راہی ملک بقاء ہوگئے' صرف میں تنہا باقی رہ گیا ہوں۔ ابوالیسر کا نام کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا۔

ام المومنین صفیہ کا ایک خواب

یہ خاتون واقعہ خیبر سے پہلے یہودی سردار کنانہ بن ربیع کی زوجیت میں تھیں۔ فتح خیبر کے بعد جو کافر قید ہوئے یا باندی و غلام بنائے گئے' ان میں یہ بھی شامل تھیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے منتخب فرمالیا۔

اس واقعہ سے پہلے ایک شب سیدہ صفیہ نے خواب دیکھا تھا کہ چاند اتر کر ان کے پہلو میں آگیا ہے۔ صبح کو جب اپنے اس خواب کا تذکرہ اپنے شوہر سے کیا تو اس کو غصہ آگیا' کہنے لگا کہ "تو جھوٹ کہتی ہے' تیری خواہش یہ ہے کہ حجاز کے بادشاہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آغوش میں جائے"۔ یہ کہہ کر کنانہ نے ایک طمانچہ سیدہ صفیہ کے چہرہ پر مارا جو ان کی آنکھ پر لگا اور آنکھ سرخ ہوگئی (کتاب میں لفظ سبز استعمال ہوا ہے لیکن میرے مشاہدہ میں چوٹ لگنے سے آنکھ سرخ ہوتی ہے نہ کہ سبز' اس لیے میں نے لفظ سرخ استعمال کیا جبکہ اصلی کتاب کے حاشیہ میں سفید کا لفظ لکھا ہے جو میرے نزدیک درست نہیں۔ مترجم۔ محمد اطہر نعیمی) اور اس ضرب کا اثر واقعہ خیبر تک سیدہ صفیہ کی آنکھ پر موجود تھا۔

جب سیدہ صفیہ کو نبی علیہ السلام کی زوجیت کا اعزاز نصیب ہوا تو آپ نے ان سے آنکھ کی سرخی کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے سارا واقعہ سنایا۔

کنانہ کی دولت اور اس کا قتل

کنانہ بن ربیع بھی اسیران خیبر میں شامل تھا۔ اس کے پاس اپنی دولت کے علاوہ لوگوں کی کثیر امانتیں محفوظ تھیں۔ نبی علیہ السلام نے اس کو بلا کر دریافت کیا کہ بنی نضیر کے لوگوں کی امانتیں جو تیری تحویل میں تھیں وہ کہاں ہیں' تو اس نے بتانے سے انکار کر دیا اور کہہ دیا مجھے معلوم نہیں۔ اس سے جتنا اصرار کیا گیا' اس کا انکار بڑھتا گیا۔

بعد میں خیبر کا ایک یہودی خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو اس سے آپ نے ان امانتوں کے بارے میں معلوم فرمایا' تو اس نے کہا مجھے ٹھیک بات تو معلوم نہیں البتہ اتنا جانتا ہوں کہ کنانہ اکثر اور کبھی کبھی روزانہ ایک ویرانہ کی طرف جایا کرتا تھا اور وہاں سے کچھ لاتا بھی تھا' میرا خیال یہ ہے کہ اس نے یہ تمام امانتیں وہیں دفن کی ہیں۔ اس نشاندہی کے بعد نبی علیہ السلام نے کنانہ کو ایک مرتبہ اور بلایا اور اس سے فرمایا' جس دفینہ کی موجودگی سے تو انکار کر رہا ہے اگر میں ان کو نکال کر تیرے سامنے رکھ دوں' تو اس کی سزا میں تو قتل ہونے کے لیے تیار ہے' کہنے لگا' ہاں!

چنانچہ نبی علیہ السلام نے کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ وہاں جا کر کھدائی کریں اور جو مال ہے' اس کو مل کر پیش کریں۔ صحابہ نے وہاں جا کر کھدائی کی تو وہاں سے کچھ مال ملا۔ نبی علیہ السلام نے کنانہ کو بلا کر ایک بار اور اس سے کہا' دیکھ یہ تو وہاں سے ملا ہے بقیہ کہاں ہے لیکن اس بدبخت نے اب بھی نشاندہی نہ کی اور انکار کر دیا تو نبی علیہ السلام نے جناب زبیر بن العوام سے فرمایا' اسے اس وقت تک سزا دیں جب تک یہ اقرار نہ کرے۔ چنانچہ جناب زبیر نے بہت کوشش کی لیکن ان کی سعی رائیگاں گئی اور کنانہ نے زبان نہ کھولی۔ جب اس پر کوئی حربہ کارگر نہ ہوا تو نبی علیہ السلام نے جناب محمد بن سلمہ سے فرمایا کہ یہ اب تمہارے سپرد ہے' تم اس کو اپنے بھائی محمود بن مسلمہ کے عوض قتل کرو۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ نے اٹھ کر اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔ (محمود بن مسلمہ کی شہادت کا واقعہ ماسبق صفحات میں گزر چکا ہے۔ محمد اطہر نعیمی)

واقعہ فدک

جناب مصنف فرماتے ہیں۔ جب فدک کے لوگوں کو خیبر میں مسلمانوں کی فتح کی اطلاع ملی اور یہ معلوم ہوا کہ خیبر کے جن لوگوں نے مسلمانوں سے پناہ کی درخواست کی' ان کو امان مل گئی اور جنہوں نے پناہ کی درخواست نہ کی' ان کو قتل کر دیا گیا' تو انہوں نے ایک قاصد کو بھیج کر جانوں کی امان طلب کی اور یہ کہلایا کہ تمام مال و اسباب ہم خدمت نبوی میں پیش کر دیں گے۔ نبی علیہ السلام نے اس پیشکش کے جواب میں کہلا دیا کہ وہ فدک چھوڑ کر چلے جائیں۔ ادھر خیبر کے لوگوں نے یہ کہا کہ عمارتوں کی نگہداشت اور اس کی مرمت کا کام کریں گے اور باغوں میں خدمات انجام دیں گے' جس کے معاوضہ میں ہم خیبر کے آدھے پھل لیں گے۔ انہیں خدمات کے عوض فدک کے لوگوں نے بھی اپنی خدمات پیش کر دیں۔ خیبر کے اموال کی تقسیم تو ہوئی کیونکہ وہ جنگ سے حاصل ہوئے تھے لیکن فدک اور اس کے اموال تقسیم نہ ہوئے اور یہ نبی علیہ السلام کا حصہ قرار پائے کیونکہ فدک والوں نے انہیں خدمت نبوی میں پیش کرنے کو کہا تھا۔

خیبر والوں کو مراعات

جیسا کہ اوپر کی سطور میں بیان ہوا کہ خیبر کے جن لوگوں کو امان ملی تھی' ان میں سے بعض لوگوں نے درخواست کی کہ ہم یہاں کی زراعت اور عمارتوں کی بہتر طور پر دیکھ بھال کر سکتے ہیں' اگر ہمیں آزادی کے ساتھ اس خدمت کو انجام دینے دیا جائے تو ہم خیبر کی آدھی فصل کے عوض یہ کام کر سکیں گے۔ نبی

علیہ السلام نے ان کی درخواست کو قبول فرما کر انہیں تحریر دے دی کہ تمہاری درخواست منظور کی جاتی ہے۔ لیکن یہ سلسلہ دائمی نہیں بلکہ جب بھی ضرورت ہوگی، تمہیں یہاں سے بے دخل کیا جا سکے گا۔

زہر آلود گوشت خدمت نبوی میں

خیبر کی فتح کے بعد علاقہ کے لوگوں کے ساتھ صلح نامے کی تیاریوں تک نبی علیہ السلام نے یہاں قیام رکھا تھا۔ اسی دوران سلام بن مشکم کی بیوی، حارث کی بیٹی، جس کے باپ اور شوہر کے قتل کا تذکرہ سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے، بکری کا ایک بچہ بھون کر اس گوشت کو زہر آلود کر کے حاضر ہوئی۔ اس نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ نبی علیہ السلام کو بکری کے کون سے حصہ کا گوشت پسند ہے۔ جب اس کو یہ معلوم ہوگیا کہ آپ دستی کا گوشت پسند فرماتے ہیں تو اس حصہ میں زہر کی تعداد کچھ زیادہ ہی کر دی تھی۔ اس نے جب یہ گوشت نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے ہاتھ بڑھا کر ایک لقمہ لیا، منہ میں رکھ کر چبایا لیکن اس کو نگلا نہیں بلکہ اس کو تھوک کر فرمایا

"اس گوشت نے مجھے یہ بتایا ہے کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے"۔

جس وقت نبی علیہ السلام نے ایک لقمہ منہ میں رکھا تھا، اسی وقت جناب بشر بن براء بن معرور نے ایک لقمہ کھا لیا تھا لیکن نبی علیہ السلام نے اس کو تھوک دیا تھا۔ نبی علیہ السلام کے یہ فرمانے سے پہلے کہ گوشت مجھے اپنے زہر آلود ہونے کی خبر دے رہا ہے، جناب براء لقمہ کو نگل چکے تھے۔ جس کے اثر سے وہ راہی ملک بقا ہوئے۔

نبی علیہ السلام نے اس عورت کو بلا کر معلوم فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا، تو اس عورت نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کو معلوم ہے کہ اس جنگ میں میرا باپ اور شوہر مارے گئے اور آپ کی وجہ سے ہماری قوم پر کیسی مصیبتیں آئی ہیں، میں نے یہ خیال کیا کہ بکری کے بچہ کو زہر آلود کر کے آپ کے پاس بھیج دوں، اگر آپ پیغمبر برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے گا اور آپ کو اطلاع دے دے گا اور اگر آپ پیغمبر برحق نہ ہوں گے تو اس گوشت کو کھا کر ہلاک ہوں گے، اس طرح لوگ محفوظ ہو جائیں گے۔

نبی علیہ السلام نے اس عورت کی باتوں کو سن کر اس سے کوئی تعرض نہ کیا اور اس کو معاف کر دیا۔

اس وقت گوشت کا ایک لقمہ کھا کر جناب بشر نے تو جان جان آفریں کے سپرد کر دی لیکن اس زہر کا اثر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت پر بھی ہوا اور ہر سال اس زہر کا اثر جسم مبارک پر ظاہر ہوتا

تھا اور اسی تکلیف میں آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

جناب بشر کا شمار کبار صحابہ میں تھا۔ نبی علیہ السلام کی وفات سے قبل جب بشر کی بہن عیادت کے لیے آئیں تو نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا' بشر کی بہن یہ وہ وقت ہے کہ میری پشت کی رگیں کٹ رہی ہیں اور یہ اس لقمہ کا اثر ہے جو میں نے تمہارے بھائی بشر کے ساتھ خیبر میں کھایا تھا اور اس وقت جبکہ یہ گفتگو ہو رہی تھی' اس وقت حضور علیہ السلام کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی اور زہر کے اثرات نے شدت اختیار کی اور آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور آپ کی ذات اقدس میں منصب نبوت و شہادت مجتمع ہو گئے۔

(۲۳)

غزوہ وادی القریٰ

غزوہ خیبر سے واپسی پر جب سید عالم صلی اللہ علیہ سلم "وادی القریٰ" تشریف لائے تو چند دن اس بستی کا محاصرہ فرمایا' اس کے بعد مدینہ واپس ہوئے۔ رات کو جب یہاں قیام کیا تو نبی علیہ السلام کے ایک غلام' جو اونٹ سے سامان اتارنے کی خدمت انجام دیا کرتے' وہ کافروں کے ایک تیر سے زخمی ہوئے اور فوراً جان دے دی۔ صحابہ نے اس کے بارے میں کہا کہ یہ شخص جنتی تھا۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا ایسا نہیں ہے' اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' اس نے خیبر کے اموال غنیمت میں سے ایک چادر بغیر اجازت چھپا کر لے لی تھی' آج اس کی وجہ سے اس پر عذاب ہو رہا ہے۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا' یارسول اللہ میں نے بھی خیبر کی غنیمت سے جوتی کے دو تسمے اٹھائے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ان کی واپسی کا اقرار نہ کرتے تو کل قیامت کے دن تمہارے بھی دو آتشیں تسمے باندھ دیے جاتے۔

ام المومنین سیدہ صفیہ کے لیے اعزاز

خیبر سے واپسی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ کو خلوت کا اعزاز عطا فرمانا چاہا تو صحابہ کو حکم دیا کہ آپ کے لیے چمڑے کا خیمہ نصب کیا جائے۔ چنانچہ اس خیمہ میں سیدہ صفیہ کو قربت کا اعزاز نصیب ہوا۔ اس موقع پر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے رات بھر خیمہ نبوی کے گرد پہرہ دیا۔ جب صبح کو نبی علیہ السلام خیمہ سے باہر تشریف لائے تو جناب ابو ایوب کو پہرہ دیتے دیکھ کر ان سے معلوم کیا کہ تم رات بھر پہرہ دیتے رہے' سوئے کیوں نہیں' تو انہوں نے کہا' یا رسول اللہ' آپ ایسی خاتون کے

ساتھ مصروف استراحت تھے' جس کے والد اور شوہر دونوں جنگ میں مارے گئے اور میں اب تک کافروں سے کیے گئے معاہدہ سے مطمئن نہیں ہوں' اس لیے میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا' ممکن ہے آپ کے ساتھ کوئی غداری کی جائے' اس خوف نے میری آنکھوں کی نیند اڑا دی اور میں رات بھر پہرہ داری کرتا رہا۔ یہ جواب نبی علیہ السلام کو پسند آیا' آپ نے جناب ابو ایوب کے حق میں دعا فرمائی۔

"خداوندا! ابو ایوب کی اسی طرح حفاظت کرنا جس طرح کہ انہوں نے پوری رات ہماری پہرہ داری کی"۔

اسلامی لشکر کی نماز فجر قضا ہو گئی

خیبر سے واپسی میں جب ایک شب ایک منزل پر اسلامی لشکر نے قیام کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا' کون ہے جو رات کو جاگتا رہے اور صبح سب کو بیدار کرے؟ جناب بلال نے اس کام کے لیے اپنی خدمات پیش کیں اور عرض کیا' یا رسول اللہ یہ خدمت میں انجام دوں گا۔ جناب بلال کے اس کہنے پر لشکر کے لوگ اطمینان سے سو گئے اور جناب بلال نے پوری رات جاگنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ وہ نماز کے لیے کھڑے ہوئے کہ تمام رات نوافل پڑھتے گزاریں گے۔ ابھی چند رکعات پڑھی تھیں کہ ان پر نیند کا غلبہ ہوا تو انہوں نے تھوڑی دیر آرام کے لیے اونٹ سے تکیہ لگایا اور سو گئے۔

جب سورج نکل آیا' تب بھی کسی کی آنکھ نہ کھلی۔ سب سے پہلے نبی علیہ السلام بیدار ہوئے تو آپ نے سب کو جگایا اور کہا' بلال سے معلوم کیا تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو جناب بلال نے عرض کیا' یا رسول اللہ جس طرح کہ آپ سب پر نیند نے غلبہ کیا' میں بھی نیند سے مغلوب ہوا۔ یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا' بلال تم نے درست جواب دیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر تھوڑی دور کے بعد قیام فرمایا' یہاں سب نے وضو کیا اور جناب بلال کو حکم دیا کہ وہ اقامت کہیں' اس کے بعد نبی علیہ السلام نے باجماعت نماز ادا کی اور فرمایا' جب تم نماز کی ادائیگی بھول جاؤ' جب یاد آئے اس کو ادا کرو کیونکہ رب کریم کا فرمان ہے "میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو"۔ (سورہ طہٰ۔ آیت ۱۴)

جناب بلال فرماتے ہیں مجھ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا' ایسے حالات میں جب بھی نماز یاد آئے اس کو ادا کرو۔ واقعہ خیبر ۷ھ میں پیش آیا' ان مسلمانوں کے نام جو جنگ خیبر میں شہید ہوئے' سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں (اس غزوہ میں پندرہ مسلمان شہید ہوئے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: جناب اسلم حبشی' ربیعہ بن اکثم' سلیم بن ثابت انصاری' طلحہ' اوس' اوس انصاری' اوس بن قتادہ انصاری' عبداللہ

شی کنانی' عدی' عمارہ غفاری' عروہ انصاری' فضیل' محمود بن مسلمہ' عامر بن اکوع' مسعود انصاری رضی اللہ عنہم۔ تفصیلات کے لیے مولوی رحمان علی کی کتاب المشاہد یا راقم الحروف کی نظرثانی شدہ کتاب "اصحابی" مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور کا مطالعہ کریں۔ مترجم۔ محمد اطہر نعیمی) واقعہ خیبر کے سلسلہ میں بہت سے شعراء نے اپنے اشعار میں اس جنگ کی منظر کشی کی۔ یہ اشعار بھی سیرت کی کتابوں سے دیکھے جائیں۔

اسود راعی کا واقعہ

شہداء خیبر میں ایک صحابی اسود نامی بھی تھے' یہ گلہ بانی کرتے تھے۔ یہ اتفاقی طور پر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ مجھے مسلمان کرلیں۔ نبی علیہ السلام نے انہیں مشرف بہ اسلام کیا تو کہنے لگے' یارسول اللہ میں اجرت پر یہودیوں کی بکریاں چراتا ہوں' اب یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں' میں ان کا کیا کروں' بہتر یہ ہے یہ اپنے مالکوں کے پاس پہنچ جائیں۔ آپ نے فرمایا' تھو اور ایک مٹھی ریت یا مٹی لے کر ان بکریوں پر پھینک دو' وہ خود اپنے مالکوں کے پاس پہنچ جائیں گی۔ چنانچہ جناب اسود نے ایسا ہی کیا اور ایک مٹھی ریت ان کی جانب پھینک کر کہا' اپنے مالکوں کے گھر چلی جاؤ' میں اب تمہیں چرانا نہیں چاہتا۔

قدرت خداوندی سے یہ بکریاں اس طرح روانہ ہوئیں جیسا کہ انہیں حصار میں کر دیا ہو۔ وہ سب اپنے اپنے مالکوں کے گھر پہنچ گئیں۔ اس وقت یہ محسوس ہوتا تھا کہ ہر بکری پر ایک غیبی موکل متعین ہے' جو ہر بکری کو اس کے مالک کے پاس پہنچا رہا ہے۔

جب جنگ شروع ہوئی تو اسود بھی جنگ میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔ ان کے جنازہ کو لا کر نبی علیہ السلام کی نشست گاہ کے عقب میں رکھ کر اس پر چادر ڈال دی گئی۔ جب ان کا جنازہ لایا گیا تو سید عالم علیہ السلام اس کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر چہرہ مبارک دوسری جانب کرلیا۔ صحابہ نے عرض کیا' یارسول اللہ کیا وجہ ہے کہ پہلے تو آپ نے اس شہید کی جانب دیکھا اور بعد میں ادھر سے منہ پھیرلیا۔ آپ نے فرمایا' جب میں نے پہلی مرتبہ ادھر نظر کی تو دیکھا کہ آسمان سے نقاب پوش حوریں اتریں اور انہوں نے اپنے چہروں سے نقاب اٹھائی اور اسود کے جنازے کے گرد بیٹھ گئیں۔ چونکہ یہ حوریں اسود کی بیویاں اور ان کی محرم تھیں' اس لیے میں نے ان کی جانب نظر کرنی نامناسب خیال کرتے ہوئے ادھر سے نظریں پھیرلیں۔ اس واقعہ سے ملتی جلتی ایک حدیث' جو جناب عبداللہ بن نجیح سے مروی ہے' اس طرح منقول ہے: شہید کو جب درجہ شہادت ملتا ہے تو جنت سے دو حوریں' جو اس کی حریم ہوتی ہیں' نازل ہوتی

ہیں اور اس شہید کے سرہانے بیٹھ کر اس کے سر اور چہرہ سے خاک صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو خاک آلود کرے جس نے تیرے چہرے کو خاک آلود کیا ہے اور اس کو قتل کرے' جس نے تجھ کو شہید کیا ہے۔

حجاج بن علاط سلمی کا واقعہ

ان کا شمار مکہ کی مشہور شخصیات میں ہوتا تھا۔ ماضی قریب میں یہ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے لیکن مکہ والے اس سے باخبر نہ تھے۔ حجاج نے غزوہ خیبر میں شرکت کی تھی۔ جب نبی علیہ السلام غزوہ خیبر سے واپس آئے تو انہوں نے جا کر بارگاہ نبوی میں عرض کیا' یارسول اللہ اگر اجازت ہو تو میں مکہ جا کر اپنی رقوم لوگوں سے وصول کر لاؤں اور میرا زر نقد جو میری بیوی کے پاس ہے' وہ بھی لے لوں۔ جب انہیں مکہ جانے کی اجازت مل گئی تو نبی علیہ السلام سے عرض کیا' یا رسول اللہ مکہ والے ابھی تک میرے مسلمان ہونے سے واقف نہیں ہیں' اگر اپنے مال کی وصولیابی میں مجھے غلط بیانی سے کام لینا پڑے تو اس کی اجازت عطا فرمائیں۔ ان کی درخواست پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جاؤ اور جس طرح بھی ممکن ہو اپنی رقوم وصول کرو۔

چنانچہ حجاج بن علاط جب عازم مکہ ہوئے اور قطع مسافت کرتے ہوئے مکہ کے قریب آئے تو مکہ کے لوگ کسی ایسے مسافر کی تلاش میں تھے' جس سے اسلامی لشکر کی خیبر کی فتوحات کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ ان کو خیبر کی زیادہ فکر تھی' کیونکہ مکہ کے کافروں کے مفادات خیبر کے معاملات سے وابستہ تھے۔ خیبر کے قلعے مستحکم اور یہاں کے مرد جیالے بھی تھے' اس لیے بھی مکہ والوں کی ہمدردیاں کفار خیبر کے ساتھ تھیں۔ انہیں کسی قیمت پر یہ گوارا نہ تھا کہ مسلمانوں کو جنگ خیبر میں برتری حاصل ہو۔

جب ان کافروں نے حجاج بن علاط کو مدینہ کی جانب سے آتے دیکھا تو ان کو گھیر لیا اور ان سے معلوم کیا' حجاج تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا اطلاع ہے؟ وہ یہی سمجھتے تھے کہ حجاج اب تک مسلمان نہیں ہوئے ہیں۔ ان کے سوالات کے جواب میں حجاج نے مبہم جواب دیا اور کہہ دیا کہ اس جنگ کا نتیجہ تمہاری مرضی کے مطابق نکلا ہے۔ اسلامی لشکر نے ایسی ہزیمت اٹھائی ہے کہ کسی لشکر نے شاید ہی ایسی شکست دیکھی ہو اور خیبر والوں نے اتنے مسلمانوں کو قتل کیا ہے کہ شاید کسی اور لشکر کے اتنے آدمی قتل ہوئے ہوں۔ انہوں نے (خاکم بدہن) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر لیا ہے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم انہیں قریش کے پاس تحفہ کے طور پر روانہ کریں گے تاکہ وہ انہیں قتل کر کے قصاص (بدلہ) لیں۔

جب مکہ کے کافروں نے یہ باتیں سنیں تو فرط مسرت سے پھولے نہ سمائے اور اپنے سروں کی پگڑیاں ہوا میں لہرا دیں اور سب حجاج کے گرد جمع ہوگئے اور انہیں اعزاز و اکرام کے ساتھ مکہ لائے۔ اب قریش کے لوگ ایک دوسرے کو سنانے لگے کہ اطمینان رکھو' اسلامی لشکر کو شکست ہوگئی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ساتھی قتل ہوئے ہیں اور عنقریب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ لایا جا رہا ہے تاکہ ہم ان کو مکہ میں قتل کریں۔

مکہ آ کر حجاج بن علاط نے لوگوں سے کہا' دوستو اب میری مدد کرو اور جس جس کے پاس میرا مال ہے' اس کو واپس کرو تاکہ میں جلد از جلد خیبر جا کر اس مال کو خریدوں جو خیبر والوں نے مسلمانوں سے چھینا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ مجھ سے پہلے جا کر یہ مال خرید لیں اور میں منافع سے محروم ہو جاؤں۔ چونکہ حجاج نے مسلمانوں کی شکست کی خبر سنائی تھی' اس لیے مکہ والوں کو ان کی باتوں کا یقین آ گیا اور ان سب لوگوں نے حجاج کا مال نہایت آسانی کے ساتھ واپس کر دیا اور یہ سب کچھ تین دن میں جمع ہوگیا۔ اب حجاج نے اپنی بیوی سے بھی جمع شدہ رقم واپس لی اور سفر کی تیاریوں میں مشغول ہوگئے تاکہ جلد از جلد عازم مدینہ ہوں۔ ایک دن جناب عباس بن عبدالمطلب چھپ کر حجاج کے پاس آئے اور ان سے کہا' حجاج یہ کیا خبر ہے جو تم دوسروں کو سنا رہے ہو؟ اب تم مجھے سچ بتاؤ کہ حقیقت کیا ہے' تو حجاج نے ان کے کان میں کہا' اگر رازداری کا وعدہ کرو تو حقیقت حال سے آپ کو آگاہ کروں۔ جناب عباس نے رازداری کا یقین دلایا تو حجاج نے کہا اس وقت آپ چلے جائیں اور میرے پاس اس وقت آئیں جبکہ میں روانگی کے لیے گھر سے نکل کر راستہ پر آ جاؤں۔ میں آپ کو حقیقت سے آگاہ کروں گا۔ اس یقین دہانی پر جناب عباس وہاں سے آ گئے اور بعد میں جب انہیں یہ یقین ہوگیا کہ اب حجاج نے گھر سے نکل کر مدینہ کی راہ پکڑی ہوگی تو چھپتے چھپاتے گھر سے نکلے اور اس جگہ پہنچ گئے جہاں حجاج سے ملاقات ہوسکتی تھی۔ قصہ مختصر یہاں حجاج سے ملاقات ہوئی تو اس نے جناب عباس سے کہا کہ جو بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں' اس کے لیے شرط یہ ہے کہ تین دن تک آپ اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کریں گے اور اس معاملہ میں اپنی زبان بند رکھیں گے' اس کے بعد آپ مجاز ہیں۔ جب جناب عباس نے تین دن تک رازداری کا وعدہ کر لیا تو جناب حجاج نے کہا' عباس! سنئے آپ کے برادر زادے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کر کے وہاں کے اموال پر قبضہ کر لیا ہے۔ خیبر کے رہنے والوں کو مطیع و فرمانبردار بنا لیا ہے اور خیبر کے یہودیوں کے سردار کی بیٹی سیدہ صفیہ کو حرم میں داخل کر لیا ہے۔ اور بات ویسی ہی ہوتی جیسا کہ ان کے

دوستوں (مسلمانوں) کی خواہش تھی' دوسری بات کہ میں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔ میں مکہ صرف اپنی دولت لینے کے لیے آیا تھا اور جو کچھ کہ میں نے یہاں آ کر کہا' وہ قریش مکہ کو خوش کرنے (بے وقوف بنانے) کے لیے کہا تھا۔ اس گفتگو کے بعد حجاج روانہ ہو گئے اور جناب عباس بھی خوش خوش اپنے گھر واپس آ گئے۔

حجاج سے گفتگو کے بعد جناب عباس کا رد عمل

حجاج بن علاط کی مکہ سے روانگی کے تین دن بعد جناب عباس نے عمدہ لباس پہنا' اس کو خوشبو سے معطر کیا اور عصا ہاتھ میں لے کر گھر سے خانہ کعبہ آئے اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ قریش کے لوگوں نے جب آپ کو معمول سے بہتر لباس پہنے' خوش خوش طواف کرتے دیکھا تو ان سے آ کر کہا' اے عباس! ہم جانتے ہیں کہ آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کی آگ میں جل رہے ہیں اور وہ مصیبت جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر پڑی ہے' اس سے آپ پریشان ہیں لیکن آپ کی ظاہری حالت عمدہ لباس' خوشبو سے معطر پیرہن کے ساتھ مسرت و شادمانی کے عالم میں طواف کعبہ کرنے کی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ جناب عباس نے فرمایا' خدا کی قسم ایسا نہیں ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پریشان ہوں بلکہ میں تو بہت خوش ہوں اور اس خدائے ذوالجلال کا شکر ادا کر رہا ہوں جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح سے ہمکنار کیا اور خیبر والوں کو ان کا مطیع و فرمانبردار کر دیا۔ ان کے مالوں پر قبضہ اور ان کے سردار کی بیٹی کو حرم نبوی میں داخل کیا۔ قریش کو جناب عباس کی باتیں سن کر تعجب ہوا اور انہوں نے جناب عباس سے معلوم کیا کہ یہ باتیں آپ کو کس نے بتائی ہیں۔ ابھی چند دن پہلے تو ہمیں ایک شخص نے یہ اطلاع دی تھی کہ (خاکم بدہن) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر لیا ہے اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ جناب عباس نے فرمایا' یہ خبر مجھے بھی اسی شخص نے سنائی ہے جس کے بارے میں تم کہتے ہو۔ وہ شخص مسلمان ہو گیا ہے' وہ تو مکہ اس لیے آیا تھا کہ اپنا مال لے کر واپس مدینہ جائے اور خدمت نبوی میں حاضر ہو۔ اس نے تو اپنا مال و اسباب مدینہ لے جانے کے لیے تم سے حیلہ کیا اور تمہیں خوش کر کے اپنا مال وصول کیا اور حقیقت یہی ہے جو میں نے تمہیں بتائی ہے۔

قریش نے جب حضرت عباس سے یہ باتیں سنیں تو حیرت زدہ رہ گئے۔ حسرت و افسوس سے سر پیٹ لیے اور کہنے لگے' دیکھو اس شخص نے کیسی دھوکہ بازی کی اور اپنا مال نکال کر لے گیا۔ اگر ہمیں احساس ہو جاتا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے تو اس کو زندہ نہ چھوڑتے۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک اور شخص

نے وہاں آ کر مسلمانوں کے ہاتھوں فتح خیبر کے واقعات بیان کیے۔ اس اطلاع پر قریش کے کافروں پر اوس پڑ گئی۔ اب انہیں یقین ہو گیا کہ جناب عباس نے جو کچھ کہا' وہی درست تھا۔

ابو زیدہ انصاری نے فتح خیبر کے موقع پر چند اشعار کہے جو ہدیہ ناظرین ہیں۔ دوسرے لوگوں کے تاثرات سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں۔

وَنَحْنُ وَرَدْنَا خَيْبَرًا [1] وَفُرُوضَهُ
بِكُلِّ [2] فَتًى عَارِي الْأَشَاجِعِ مِذْوَدِ
جَوَادٍ لَدَى الْغَايَاتِ لَا وَاهِنِ الْقُوَى [3]
جَرِيءٍ عَلَى الْأَعْدَاءِ فِي كُلِّ مَشْهَدِ [4]
[عَظِيمِ رَمَادِ الْقِدْرِ فِي كُلِّ شَتْوَةٍ
ضَرُوبٍ بِنَصْلِ الْمَشْرَفِيِّ الْمُهَنَّدِ]
يَرَى الْقَتْلَ مَدْحًا إِنْ أَصَابَ شَهَادَةً [5]
مِنَ اللهِ يَرْجُوهَا وَفَوْزًا [6] بِأَحْمَدِ
يَذُودُ وَيَحْمِي عَنْ ذِمَارِ مُحَمَّدٍ
وَيَدْفَعُ [7] عَنْهُ بِاللِّسَانِ وَبِالْيَدِ [8]
وَيَنْصُرُهُ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ يَرِيبُهُ [9]
يَجُودُ بِنَفْسٍ دُونَ نَفْسِ مُحَمَّدٍ [10]
يُصَدِّقُ بِالْأَنْبَاءِ [11] بِالْغَيْبِ مُخْلِصًا
يُرِيدُ بِذَاكَ [12] الْفَوْزَ وَالْعِزَّ فِي غَدِ [13]

خیبر کی زمینوں کی تقسیم

فتح خیبر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال کی تقسیم اس طرح فرمائی کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ اپنے تصرف میں رکھا بقیہ اموال مجاہدین اسلام میں اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم کیا اور طریق تقسیم اس طرح تھا کہ اسلامی لشکر اٹھارہ دستوں پر مشتمل تھا اور ہر دستہ کے امیر کے ماتحت سو سوار اور پیادے تھے۔

مہاجرین میں سے جناب عمر' علی' طلحہ' زبیر' عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اپنے اپنے دستوں کی قیادت کر رہے تھے' بقیہ دستوں کی قیادت انصاری صحابہ کے سپرد تھی۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ جو نبی علیہ السلام نے اپنے تصرف کے لیے رکھا تھا' اس کو ازواج مطہرات' اعزہ و اقرباء اور دوسرے گھر والوں میں تقسیم فرمایا۔ خیبر کے اموال غنیمت کی مقدار اور اس کی کیفیات سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفیق اعلیٰ سے ملنے سے پہلے تین کاموں کی انجام دہی کا حکم فرمایا تھا۔

(۱) تمیم دارانی' اشعریان' سبائیاں اور تیسری قوم رہاویاں کے بارے میں فرمایا کہ یہ ہر سال سو وسق کھجوریں دیں گے۔

(۲) جناب اسامہ بن زید کے لشکر کی تیاریاں جاری رکھی جائیں جنہیں شام کے علاقہ میں جہاد کے لیے متعین کیا گیا تھا۔

(۳) تیسرا حکم یہ تھا کہ عرب کی مملکت میں اسلام کے سوا کسی دین کو پنپنے کا موقع نہ دیا جائے اور کسی کو یہ موقع نہ مل سکے کہ وہ اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرے۔

خیبر سے یہودیوں کے اخراج کا سبب

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں یہودیوں کو باوجود اس کے کہ انہیں نبی علیہ السلام نے خیبر کی زمین بٹائی پر دے کر وہاں رہنے کی اجازت دے دی تھی' خیبر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خلافت فاروقی تک یہود خیبر نصف حصہ پر کاشتکاری کرتے رہے۔ ہر سال جناب عبداللہ بن رواحہ جاتے اور فصل کا تخمینہ لگاتے اور ان یہودیوں سے کہتے' یہ تقسیم میری ہے اگر تم اس پر راضی ہو تو ٹھیک ورنہ تم جو حصہ چاہو' اپنے پاس روک لو اور جو حصہ چاہو ہمیں دے دو تو یہودی کہا کرتے کہ یہ تو انتہائے عدل ہے جو حضرت عمر کے عامل کرتے ہیں اور اس عدل کی وجہ سے آسمان قائم ہے لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم میں یہود کی دھوکہ دہی اور فریب کے واقعات آئے تو ان کی نظر میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام موجود تھے کہ ان کی غداری پر ان کے ساتھ کوئی رعایت نہ برتی جائے اور انہیں خیبر سے نکال دیا جائے۔ **لا یترک فی جزیرۃ العرب دینان**۔ جزیرہ عرب پر دو دینوں کے ماننے والے نہ چھوڑے جائیں (یہود و نصاریٰ)

یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا۔ (علاوہ ازیں حضور علیہ السلام نے ان سے یہ فرما دیا تھا' یہ سلسلہ دائمی نہیں بلکہ جب بھی ضرورت ہوگی' انہیں نکال دیا جائے گا' اسی لیے جناب عمر نے انہیں نکالا)۔

جناب جعفر کی خیبر میں آمد

جس دن خیبر فتح ہوا' اسی دن جناب جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ سے ہجرت ثانی کر کے خدمت نبوی میں پہنچے۔ انہیں دیکھ کر آپ بہت مسرور ہوئے۔ ان سے معانقہ کر کے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا' "میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ مجھے جعفر کی آمد سے زیادہ مسرت ہوئی ہے یا فتح خیبر سے' کیونکہ جعفر سے بہت عرصہ کی جدائی کے بعد ملاقات ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بہت آسانی سے خیبر پر فتح عطا فرمائی ہے"۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی غنیمت سے جناب جعفر کو بھی حصہ عطا فرمایا۔ جناب جعفر کے ساتھ سولہ وہ مسلمان بھی واپس آئے جو مہاجرین کے پہلے دستہ میں ہجرت حبشہ میں شامل تھے۔ اور اس واپسی کا سبب یہ ہوا کہ نبی علیہ السلام نے نجاشی شاہ حبشہ کو جناب عمرو بن امیہ حضرمی کے ہاتھ ایک مکتوب روانہ کیا تھا جس کے مطابق ان تمام مسلمانوں کی واپسی کے انتظامات کے لیے کہا گیا تھا جو مہاجرین کے پہلے دستہ میں شامل تھے اور اب تک حبشہ میں مقیم تھے۔ نبی علیہ السلام کے مکتوب کی روشنی میں شاہ حبشہ نے دو کشتیاں مہیا کر کے ان مہاجرین کو اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ حسن اتفاق مہاجرین کا یہ قافلہ خدمت نبوی میں اسی دن پہنچا' جس دن مسلمان فتح خیبر کا جشن منا رہے تھے۔

جناب جعفر کے ساتھ حبشہ سے آنے والوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنو عدی کے ایک مسلمان بھی تھے۔ ان کے صاحبزادے کا نام نعمان بن عدی تھا۔ حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں نعمان کو بصرہ کے علاقہ "مبان" کا حاکم مقرر کر دیا۔ یہ آزاد منش شخص تھے۔ موزوں طبیعت پائی تھی۔ شعر کہنے کا اچھا سلیقہ تھا۔ ایک دن طبیعت موزوں تھی' شاعروں کے انداز کے مطابق شراب کے سلسلہ میں

غزوہ عمرۃ القضاء

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر سے واپس آ کر ربیع الاول ۷ھ سے ماہ شوال ۷ھ تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ اس دوران کفار کے مقابلہ کے لیے مسلمانوں کے لشکر روانہ فرمائے لیکن ان کی قیادت خود نہ فرمائی۔ ماہ ذی القعدہ میں عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے ارادے سے مکہ کا ارادہ فرمایا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی اس مہینہ میں مکہ تشریف لے گئے تھے لیکن اس موقعہ پر کافروں نے عمرہ ادا نہ کرنے دیا تھا اور یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال مسلمانوں کو عمرہ ادا کرنے میں کوئی مزاحمت نہ کی جائے گی۔ یہ واقعہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔

عمرة القصاص

اس سفر عمرہ کو عمرۃ القصاص بھی کہا جاتا ہے کیونکہ گزشتہ سال کافروں نے مسلمانوں کو عمرہ ادا نہ کرنے دیا تھا لہٰذا اس سال وہ تلافی مافات کے لیے مکہ آئے تھے اور اس مرتبہ مسلمانوں نے عمرہ کی سعادت حاصل کی تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا' حرمات میں قصاص ہے۔

طواف میں رمل کا حکم

جب مسلمان سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مکہ کے قریب پہنچے اور مکہ والوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ گزشتہ معاہدہ کے مطابق مزاحمت نہ کرنے پر مجبور تھے۔ مکہ کے لوگ (نگرانی یا پیشوائی کے لیے) شہر سے باہر آ گئے تھے۔ حسب معاہدہ مسلمان نبی علیہ السلام کی قیادت میں مکہ آئے۔ مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کا یہ سال نہایت عسرت اور پریشانیوں میں گزرا تھا اور جسمانی طور پر کمزور ہو گئے تھے۔ اس کو باندازِ دگر یوں کہیں کہ کمزوری اور ناطاقتی کی وجہ سے نشست و برخواست میں بھی دشواری محسوس کرنے لگے تھے۔ مکہ کے لوگ احاطہ خانہ کعبہ میں دارالندوہ کے قریب اس لیے جمع ہوئے تاکہ یہ دیکھیں کہ مسلمان کمزوری کے باوجود طواف کعبہ کس طرح کرتے ہیں' اگر دوران طواف کمزوری اور ناطاقتی کا اظہار کریں تو ان پر طعن و تشنیع کی بارش کی جائے اور مذاق اڑایا جائے۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ بات تھی کہ کافر یہاں کس لیے جمع ہوئے ہیں۔ جب آپ کی قیادت میں مسلمانوں نے طواف شروع کیا تو آپ نے طواف کے پہلے تین پھیروں میں اصطباع (اصطباع میں احرام کی چادر کو اس طرح اوڑھا جاتا ہے کہ داہنا کندھا کھلا رہتا ہے۔ داہنی بغل سے چادر نکال کر بائیں کاندھے پر ڈالی جاتی ہے) فرمایا اور رمل (رمل اس عمل کو کہا جاتا ہے کہ اکڑتے ہوئے اور کاندھے ہلاتے ہوئے چلا جائے۔ مترجم۔ محمد اطہر نعیمی) کیا اور نہایت مستعدی کا اظہار کیا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں نازل فرمائے جو طاقت اور چستی کا مظاہرہ کرے"۔ اس موقع پر کافروں کو جلانے اور چڑانے کے لیے مسلمانوں نے اصطباع اور رمل کیا۔

طواف کی ابتدا نبی علیہ السلام نے حجر اسود کے استلام سے کی اور پہلے تین پھیروں میں نہایت مستعدی سے اکڑتے اور دوڑتے ہوئے اس طرح مکمل کیے' چوتھے چکر میں چونکہ نبی علیہ السلام نے رمل نہ کیا اور معمولی رفتار سے چلتے رہے' اس لیے مسلمانوں نے بھی آپ کا اتباع کیا۔ اور معمولی رفتار سے چار پھیرے کر کے طواف مکمل کیا۔

جب کافروں نے مسلمانوں کو رمل کرتے دیکھا تو متعجب ہو کر کہنے لگے' یہاں تو معاملہ ہی دوسرا ہے' ہمیں مسلمانوں کی کمزوری اور ناطاقتی کی اطلاعیں غلط ملی تھیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تو مسلمان بھرپور قوت میں ہیں اور انہوں نے اپنی قوت کا مظاہرہ بھی کیا ہے' اس طرح حجاج کرام پر طواف میں تین پھیروں میں رمل لازم قرار دیا گیا ہے۔ (دوران طواف ابتدائی تین چکروں میں جس طرح سینہ تان کر چلنے کا عملی مظاہرہ ہوتا ہے' اس کو اصطلاح شریعت میں "رمل" کہا جاتا ہے جس کو جناب مصنف یا فارسی مترجم نے "دویدن" لکھا ہے۔ میں نے اردو ترجمہ کرتے ہوئے اسلامی اصطلاحی لفظ رمل استعمال کیا ہے) جس وقت نبی علیہ السلام مکہ میں داخل ہو رہے تھے' جناب عبداللہ ابن رواحہ نے آپ کے ناقہ کی مہار تھامی ہوئی تھی اور وہ یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ
خَلُّوا فَكُلُّ الْخَيْرِ فِي رَسُولِهِ[1]

يَا رَبِّ إِنِّي مُؤْمِنٌ بِقِيلِهِ[2]
أَعْرِفُ حَقَّ اللهِ فِي قَبُولِهِ

نَحْنُ قَتَلْنَاكُمْ[3] عَلَىٰ تَأْوِيلِهِ
كَمَا قَتَلْنَاكُمْ عَلَىٰ تَنْزِيلِهِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن مکہ میں قیام فرمایا' تیسرے دن قریش نے اپنا ایک ہرکارہ آپ کی خدمت میں بھیجا کہ معاہدہ کی رو سے صرف تین دن آپ مکہ میں قیام کر سکتے تھے' اس سے زیادہ مدت کی ہم اجازت نہیں دے سکتے۔ اب مدت پوری ہو گئی لہٰذا آپ مکہ سے چلے جائیں۔

ام المومنین میمونہ بنت حارث کے لیے اعزاز

مکہ کے قیام کے دوران سیدہ میمونہ بنت حارث کو یہ اعزاز نصیب ہوا کہ آپ نبی علیہ السلام کے حبالہ عقد میں آئیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا خیال یہ تھا کہ رخصتی کی تقریب قیام مکہ کے دوران ہو جائے لہٰذا آپ نے قریش مکہ کے پاس پیغام بھجوایا کہ مکہ میں میرے قیام کی مدت میں اضافہ ہو جائے تو سیدہ میمونہ کی رخصتی کی تقریب یہیں منعقد کروں اور یہیں تم لوگوں کی دعوت ولیمہ کروں۔ اس میں تم لوگوں کا کوئی نقصان بھی نہیں ہے لیکن مکہ والوں نے اس تجویز کو منظور نہ کیا اور کہلوا دیا کہ ہمیں آپ کی دعوت کی احتیاج نہیں ہے' آپ مکہ سے تشریف لے جائیں چنانچہ آپ مکہ سے روانہ ہوئے اور سیدہ میمونہ کو خلوت کا اعزاز مدینہ کے راستہ میں دوران سفر نصیب ہوا۔

واقعہ اصحاب موتہ

جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم "عمرۃ القضاء" سے واپس مدینہ تشریف لائے تو قرآن پاک کی یہ آیات نازل ہوئیں (سورہ فتح کا آخری رکوع)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے خواب کی حقانیت کو ظاہر فرمایا۔ مشیت الٰہی کے مطابق تم مکہ میں مسجد حرام میں امن و امان کے ساتھ اپنے سروں کو منڈائے یا کترائے ہوئے ضرور داخل ہوگے اور (اس وقت) تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتا ہے جس کا تمہیں علم نہیں تو اس نے تمہیں اس سے پہلے ایسی فتح کی بشارت عطا فرما دی جو قریب ہے۔ (یعنی فتح خیبر)"

مستقبل کے واقعات کی اطلاع

"عمرۃ القضاء" کے بعد نبی علیہ السلام نے ذی الحجہ کے بقیہ ایام سے ماہ ربیع الثانی ۸ھ تک مدینہ میں قیام فرمایا۔ جمادی الاول کے مہینہ میں آپ نے تین ہزار فرزندان توحید پر مشتمل ایک لشکر رومی کافروں کی سرکوبی کے لیے حضرت زید بن حارثہ کی قیادت میں روانہ فرمایا اور ہدایات جاری کیں کہ اگر اس معرکہ میں زید شہید ہو جائیں تو اسلامی لشکر کی قیادت جعفر بن ابی طالب سنبھالیں اور ان کی شہادت واقع ہونے کے بعد عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہوں۔ اس لشکر کی روانگی پر مدینہ کے بہت سے افراد نے انہیں الوداع کہا اور اس موقعہ پر جناب عبداللہ ابن رواحہ بہت روئے۔ لوگوں نے کہا عبداللہ اس وقت رونے کا کیا سبب ہے' کہنے لگے خدا کی قسم' نہ تو رشتہ داروں سے جدائی کا غم ہے' نہ دوستوں کو چھوڑنے کی تکلیف' نہ دنیا کی محبت رلا رہی ہے بلکہ زبان نبوی سے سنی ہوئی اس آیت میں دوزخ کا خوف رلا رہا ہے۔

"تم میں ہر شخص کو دوزخ سے گزرنا ہوگا اور یہ آپ کے رب پر لازم ہے اور اس کا فیصلہ ہوچکا ہے"۔ (سورہ مریم' آیت۔ ۷۱)

مجھے خوف یہ ہے جب دوزخ سے گزر ہوگا تو وہاں سے نکلنے کا طریقہ کیا ہوگا۔ یہی خوف دامن گیر ہے جس کی وجہ سے رونا آ رہا ہے۔ یہ بات سن کر حاضرین بھی رونے لگے۔ اور جناب ابن رواحہ کو آنسوؤں کی جھڑیوں اور دعائیہ کلمات کے ساتھ' کہ آپ سلامتی کے ساتھ واپس ہوں' رخصت کیا۔ اس موقعہ پر ان دعائیہ کلمات کے جواب میں جناب عبداللہ ابن رواحہ نے فرمایا' میری خواہش واپسی کی نہیں

بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ جہاں جا رہا ہوں' وہاں کافروں کے ہاتھوں زخمی ہو کر جان جان آفریں کے سپرد کر دوں۔ یہ کہہ کر رخ بدلا اور عازم سفر ہوئے۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ اشعار تھے۔ ص ۸۵۳ سے نقل کیے جائیں)

جب عبداللہ بن رواحہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوئے تھے تو یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

خلف السلام علی امرء ودعته   فی النخل خیر مشیع وخلیل

اسلامی لشکر روانہ ہو کر جب شام کے قریب مقام "معان" پر پہنچا تو وہاں ایک شخص نے آکر بتایا کہ ہرقل شاہ روم ایک لاکھ سواروں اور پیادوں کے لشکر کے ساتھ "بلقاء" کے قریب پہنچ گیا ہے اور شام سے متصل علاقوں کے افراد پر مشتمل ایک لاکھ سوار اور پیادوں کا ایک اور لشکر زیر ترتیب ہے۔ جب صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سنی تو "معان" میں قیام پذیر ہوگئے اور دو شب و روز یہاں ٹھہرے۔ دوران قیام آپس میں مشورے ہونے لگے کہ اس صورت حال سے کس طرح نمٹا جائے۔ ایک تجویز یہ سامنے آئی کہ کسی شخص کو خدمت نبوی میں روانہ کیا جائے تاکہ وہ جا کر تمام کیفیات بتائے اور حضور علیہ السلام سے ہدایات حاصل کرے۔ ابھی کسی کو بھیجنے کے انتظامات زیر غور تھے کہ جناب عبداللہ ابن رواحہ نے فرمایا' ہم اسلامی لشکر کے فرد ہیں' ہم افرادی قوت اور دشمن کی شان و شوکت سے مرعوب ہوئے بغیر ایمانی قوت کا مظاہرہ کر کے جنگ کرتے ہیں' اس وقت اس قدر تردد کی وجہ کیا ہے؟

اٹھیں اور دشمن سے جنگ کرتے ہوئے یا تو جام شہادت نوش کریں یا ان پر فتح حاصل کریں اور انہیں مغلوب و مقہور کریں اور ان دونوں باتوں میں جو بھی پیش آئے' وہی ہمارا مقصود ہے۔ یہ بات سنتے ہی سب نے یک زبان ہو کر کہا' عبداللہ ابن رواحہ ٹھیک کہتے ہیں لہٰذا سب نے اٹھ کر سامان سفر درست کیا اور "بلقاء" پہنچ گئے۔ "بلقاء" کے علاقہ میں "موتہ" کے مقام پر پہنچے تو رومیوں کا لشکر ان سے پہلے پہنچ چکا تھا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو میمنہ اور میسرہ مرتب کیے گئے۔ اسلامی لشکر کے قائد اور پرچم بردار جناب زید بن حارثہ نے جنگ شروع کی اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا۔ اس دوران اسلامی لشکر کا میمنہ اور میسرہ انتشار کا شکار ہوگیا۔ اب جناب جعفر طیار نے لشکر اسلامی کی قیادت سنبھالی اور اسلامی لشکر کی پسپائی کے تصور کو ختم کرنے کے لیے اپنے گھوڑے کے پیر کاٹ دیے اور دشمن پر حملہ آور ہوئے اور شہید ہونے تک جنگ کرتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ میدان جنگ میں گھوڑے کو بیکار کرنے'

یعنی پیر کاٹنے کی رسم جاری کرنے والی پہلی شخصیت جناب جعفر رضی اللہ عنہ کی ہے۔

جناب جعفر کی شہادت کا واقعہ

جناب زبیر بن عوام کی مجلس میں بیٹھنے والے ایک شخص نے ان کے حوالہ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ میدان جنگ میں جب جناب جعفر پہنچے' اس وقت وہ ایک کمیت (سیاہی مائل سرخ گھوڑا' جس کے ایال اور دم سیاہ ہوتے ہیں۔ محمد اطہر نعیمی) گھوڑے پر سوار تھے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

جب کافروں نے ان پر حملہ کیا اور تلواروں کی زد پر رکھا تو اس حملہ میں ان کا داہنا ہاتھ کٹ گیا تو آپ نے پرچم بائیں ہاتھ میں لے لیا لیکن جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو پرچم سینے سے لگا لیا اور اس حالت میں شہید ہوئے۔ بعد میں کسی نے انہیں خواب میں دیکھا کہ دنیا میں دونوں ہاتھ کٹ جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں دو پر عطا فرمائے ہیں جن سے آپ جہاں چاہتے ہیں جنت میں مرغان جنت کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ اور اسی سبب سے ان کا لقب "طیار" پڑا ہے۔

جناب جعفر کی شہادت کے بعد جناب عبداللہ بن رواحہ نے اسلامی پرچم سنبھالا تاکہ وہ اب میدان جنگ میں اسلامی لشکر کی قیادت کریں لیکن انہیں اس فرض کو پورا کرنے میں کچھ تردد ہو رہا تھا اور ان کا نفس کاہلی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ لیکن جناب عبداللہ نے اپنے نفس پر جبر کیا' رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں کود پڑے اور جام شہادت نوش کیا۔

ان کی شہادت کے بعد جناب ثابت بن اقرم عجلانی نے اسلامی پرچم سنبھالا اور مجاہدین اسلام سے کہا' اب اپنا کوئی امیر مقرر کر لو تاکہ وہ لشکر کی قیادت کرے۔ لوگوں نے کہا تم ہی اس ذمہ داری کو سنبھالو تو انہوں نے کہا میں خود کو اس کا اہل نہیں پاتا۔ لہٰذا اتفاق رائے سے جناب خالد بن ولید کو قائد لشکر منتخب کیا گیا۔

خالد بن ولید امیر لشکر بنائے گئے

جب جناب خالد نے اسلامی لشکر کی قیادت سنبھالی' اس وقت میدان جنگ کی حالت یہ تھی کہ رومیوں نے اسلامی لشکر کا محاصرہ کر لیا تھا اور اسلامی لشکر پر چاروں طرف سے حملہ کر کے ختم کرنا چاہتے تھے۔ جناب خالد نے صورت حال کا جائزہ لیا اور چاروں طرف حملے شروع کیے۔ ان حملوں میں کشتوں کے پشتے لگا دیے اور حصار توڑ کر مسلمانوں کو اس سے نکالنے میں کامیاب ہوئے۔

معرکہ موتہ اور مجلس نبوی

ادھر معرکہ موتہ میں قیادتیں تبدیل ہو رہی تھیں' ادھر مدینہ منورہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو جنگ کے چشم دید حالات سے واقف فرما رہے تھے۔ اب جنگ شروع ہوئی ہے' زید بن حارثہ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوچکے ہیں اور جناب جعفر نے پرچم سنبھالا ہے اور مصروف جنگ ہیں' اب وہ بھی شہید ہوگئے۔ یہ کہہ کر فرط غم اور جذبات کی وجہ سے حضور علیہ السلام تھوڑی دیر خاموش ہوئے۔ اس کے بعد فرمایا اب عبداللہ بن رواحہ نے پرچم سنبھالا ہے اور وہ بھی جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا' میں نے ان تینوں کو دیکھا کہ تینوں کے لیے جنت میں سنہری تخت رکھے گئے ہیں اور یہ تینوں ان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ البتہ عبداللہ بن رواحہ کا تخت زید بن حارثہ اور جعفر کے تخت سے نیا ہے۔ میں نے عبداللہ بن رواحہ کے تخت کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ تخت ان دونوں کے تخت سے نیچے کیوں ہے تو بتایا گیا کہ یہ تفاوت اس لیے ہے کہ جب عبداللہ جنگ کے لیے جا رہے تھے تو ان کے دل میں تردد پیدا ہو رہا تھا۔

جناب جعفر کے اہل خانہ سے تعزیت

اس گفتگو کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جناب جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور ان کی بیوی سے کہا کہ جعفر کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ جناب جعفر کی بیوہ ان کے تینوں بیٹوں کے سروں میں کنگھی کر کے نبی علیہ السلام کے پاس لائیں تو حضور علیہ السلام نے ان کی پیشانیوں کو بوسہ دیا' انہیں قریب بٹھایا' اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ جب جناب جعفر کی بیوہ نے یہ منظر دیکھا تو سمجھ لیا کہ جناب جعفر کو کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا' یارسول اللہ کیا جعفر کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے؟ آپ نے فرمایا' ہاں جعفر شہید ہوگئے اور ان کے ساتھی بھی شہید ہوئے ہیں۔ جناب جعفر کی بیوہ نے جب یہ اطلاع پائی تو گریہ و زاری کرنے لگیں۔ ان کی گریہ و زاری سن کر آس پاس کی عورتیں جمع ہوگئیں تو آپ وہاں سے تشریف لے آئے اور امہات المومنین سے فرمایا' جعفر کے اہل خانہ کی طرف سے غفلت نہ کرنا' ان کے گھر والوں کے لیے کھانا بھیجو کیونکہ وہ سب دل گرفتہ ہیں۔

خالد بن ولید کی واپسی

جب جنگ کے بعد خالد بن ولید مدینہ واپس آئے تو اہل مدینہ ان کی پیشوائی کے لیے مدینہ سے باہر

آئے۔ جب مجاہدین اسلام سے جنگی حالات معلوم ہوئے تو واقعات کی تفصیل اسی طرح بتائی گئی جس طرح کہ اس دن نبی علیہ السلام نے بیان کی تھی۔ ان پیشوائی کرنے والوں میں مدینہ کے دوسرے بچوں کے ساتھ جناب جعفر رضی اللہ عنہ کے فرزندان بھی تھے۔ نبی علیہ السلام نے لوگوں سے کہا' جناب جعفر کے بچوں کو دیکھو اور انہیں میرے پاس لاؤ' چنانچہ ان بچوں کو نبی علیہ السلام اپنے ساتھ مدینہ لائے۔

شہداء "غزوہ موتہ" کے سوگ میں شعراء نے مرثئے کہے لیکن یہاں جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جناب جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر جو مرثیہ کہا' وہ درج ذیل ہے:

(اشعار ص ۸۰۹ سے نقل کیے جائیں)

جناب جعفر رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کے علاوہ دوسرے شہداء کے بارے میں جناب حسان نے ایک اور مرثیہ کہا' وہ اشعار بھی ہدیہ ناظرین ہیں۔

بیت

لٰكِنَّنِي أَسْأَلُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَةً
وَضَرْبَةً ذاتَ فَرْغٍ تَقْذِفُ الزَّبَدا
أَوْ طَعْنَةً بِيَدَيْ حَرّانَ مُجْهِزَةً
بِحَرْبَةٍ تُنْفِذُ الْأَحْشاءَ وَالْكَبِدا
حَتّىٰ يُقالَ إذا مَرُّوا عَلىٰ جَدَثي
أَرْشَدَهُ اللهُ مِنْ غازٍ وَقَدْ رَشَدا

وچون سیّد، عَلَیهِ السَّلام، بیامدو وداع عَبدالله بن رَواحَه می‌کرد، این چند بیت بگفت درمدحِ سیّد، عَلَیهِ السَّلام، و در دعای وی :

شعر

فَثَبَّتَ[1] اللهُ ما آتاكَ مِنْ حَسَنٍ
تَثْبِيتَ مُوسىٰ وَنَصْرًا كَالَّذِي نُصِرُوا
إنّي تَفَرَّسْتُ فِيكَ الْخَيْرَ نافِلَةً
فِراسَةً خالَفَتْ فِيكَ الَّذِي نَظَرُوا[2]
أَنْتَ الرَّسُولُ[3] فَمَنْ يُحْرَمْ نَوافِلَهُ
وَالْوَجْهَ مِنْهُ فَقَدْ أَزْرىٰ بِهِ الْقَدَرُ[4]

و چون وداع سیّد، عَلَیهِ السَّلام، بکرده بود و پُشت بداده بود، این دو مِصرَع بگفت :

تَأَوَّبَنِی لَیْلٌ بِیَثْرِبَ أَعْسَرُ
وَهَمٌّ، إذا مانَوَّمَ النَّاسُ، مُسْهِرُ
لِذِکْرٰی حَبِیبٍ هَیَّجَتْ لِیَ عَبْرَةً[1]
سَفُوحًا، وَأَسْبَابُ الْبُکَاءِ التَّذَکُّرُ
بَلٰی، إنَّ فِقْدَانَ الحَبِیبِ بَلِیَّةٌ
وَکَمْ مِنْ کَرِیمٍ یُبْتَلٰی، ثُمَّ یَصْبِرُ
رَأَیْتُ خِیَارَ الْمُؤْمِنِینَ تَوَارَدُوا
شَعُوبَ[2] وَخَلْفًا بَعْدَهُمْ یَتَأَخَّرُ
فَلا یُبْعِدَنَّ اللهُ قَتْلٰی[3] تَتَابَعُوا
بِمُؤْتَةَ، مِنْهُمْ ذُوالْجَنَاحَیْنِ جَعْفَرُ
وَزَیْدٌ، وَعَبْدُاللهِ، حِینَ تَتَابَعُوا
جَمِیعًا، وَأَسْبَابُ الْمَنِیَّةِ تَخْطِرُ
غَدَاةَ مَضَوْا بِالْمُؤْمِنِینَ یَقُودُهُمْ
إلَی الْمَوْتِ مَیْمُونُ النَّقِیبَةِ أَزْهَرُ
أَغَرُّ کَضَوْءِ[4] الْبَدْرِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
أَبِیٌّ إذا سِیمَ الظُّلَامَةَ مِجْسَرُ
فَطَاعَنَ حَتّٰی مَالَ غَیْرَ مُوَسَّدٍ
بِمُعْتَرَکٍ، فِیهِ قَنًا[6] مُتَکَسِّرُ
فَصَارَ مَعَ الْمُسْتَشْهَدِینَ ثَوَابُهُ
جِنَانٌ، وَمُلْتَفُّ الحَدَائِقِ، أَخْضَرُ

عبداللہ بن رواحہ کے اشعار کا ترجمہ

میں اللہ سے مغفرت اور رحم مانگتا ہوں اور تلوار کا ایک ایسا زخم کھانے کی آرزو کرتا ہوں جو خون کی جھاگ سے بھرا ہوا ہو۔ میں ایسے نیزے کا زخم کھانے کا آرزومند ہوں جسے کوئی کافر اپنے زور سے میرے سینے میں مارے اور میں تیری راہ میں شہید ہوجاؤں۔ میرا جگر چاک ہوجائے' میری انتڑیاں باہر آ جائیں۔ جب میری قبر سے لوگ گزریں تو کہیں کہ یہ اس مجاہد کی قبر ہے جو اللہ کے صحیح راستے پر چلتا رہا اور اسی کی راہ میں قربان ہوگیا۔

یارسول اللہ! اللہ نے آپ کو جو خوبیاں دی ہیں وہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہیں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں پایۂ تکمیل کو پہنچے تھے اسی طرح تیرے محبوب کے اخلاق' بلندیوں تک پہنچے ہیں۔ حضور نے تیری نصرت اور امداد کا معاملہ بھی پورا کر دکھایا۔ میں یہ بات اپنی فراست سے جان چکا ہوں کہ حضور کا راستہ ہی فلاح کا راستہ ہے۔ یااللہ! تو جانتا ہے کہ میں یہ بات علی وجہ البصیرت کہہ رہا ہوں۔ حضور' خدا کے سچے پیغمبر ہیں اور اللہ کے دیے ہوئے انعامات کو تقسیم کرتے جاتے ہیں۔ جو شخص ان انعامات سے محروم رہے گا وہ بدقسمت' کوتاہ قسمت اور خوار ہو جائے گا○

حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار کا ترجمہ

اے میری جان! میں نے تو قسم کھائی تھی کہ تو معرکہ جنگ میں کفار کا بھرپور مقابلہ کرے گی۔ سن لو! تمہیں آج سرتوڑ مقابلہ کرنا ہوگا ورنہ میں تمہیں مجبور کر دوں گا کہ مقابلہ کرو۔ اگر لوگ تمہیں اس معرکہ میں قتل ہونے پر واویلا کرتے ہیں یا روتے ہیں تو انہیں رونے دو' مگر تو نے جنت میں جانا ہے لوز قدم نہیں روکنا۔ یہ وہ مقام ہے جس کی تمنا ایک عرصہ سے تجھے بے تاب کرتی رہی ہے۔ پھر ایک قطرہ کی کیا حقیقت ہے کہ وہ ایک پرانے تالاب میں پڑا ہو○

اگر تم قتل نہ کیے گئے تو تم اپنی موت مرو گے۔ شہادت کی موت' وہ موت ہے جس کی آنچ تجھے چھو کر رہی ہے۔ اب اس سے بھاگنے کی ضرورت نہیں○ جس چیز کی تمہیں ایک عرصہ سے تمنا تھی آج وہ تمہارے سامنے ہے۔ اگر آج زید بن حارث اور جعفر بن ابی طالب کی طرح میدان جنگ میں شہید ہو جاؤ گے تو اس سے بڑھ کر اور خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے؟○

حضرت حسان بن ثابت کا مرثیہ

آج حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) شہید ہو گئے ہیں۔ یہ شہادت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ گراں گزری ہے۔ جعفر' حضور کے محبوب صحابی تھے اس لیے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اے جعفر! جب تمہاری شہادت کی خبر ملی تو میں دھاڑیں مارنے لگا۔ جب تلواریں نیاموں سے نکلیں گی' جس وقت نیزے لہرائیں گے اور اپنی پیاس بجھانے کے لیے آگے بڑھیں گے تو ان نیزوں کو اٹھا کر کون رسول اللہ کے جھنڈے "عقاب" کے سایہ میں کھڑا ہوگا۔ جعفر کے بعد یہ مقام کون لے گا؟ جعفر وہ ہیں جو فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کے لخت جگر تھے اور ساری دنیا میں بہترین انسان تھے

إنْ أجْلَبَ ٱلنّاسُ وَشَدّوا ٱلرَّنَّهْ[2]
ما لي أراكِ تَكْرَهينَ[3] ٱلْجَنَّهْ
قَدْ طالَ ما [قَدْ] كُنْتِ مُطْمَئِنَّهْ
هَلْ أنْتِ إلّا نُطْفَةٌ في شَنَّهْ

و این بیت دیگر می‌گفت:

بیت

يا نَفْسُ إلّا تُقْتَلي[4] تَمُوتي
هٰذا حِمامُ ٱلْمَوْتِ قَدْ صَلِيتِ
وَما تَمَنَّيْتِ فَقَدْ أُعْطِيتِ
إنْ تَفْعَلي فِعْلَهُما هُدِيتِ

وَلَقَدْ بَكَيْتُ، وَعَزَّ مُهْلَكُ جَعْفَرٍ
حِبِّ ٱلنَّبِيِّ، عَلَى ٱلْبَرِيَّةِ كُلِّها
وَلَقَدْ جَزِعْتُ، وَقُلْتُ حينَ [نُعِيتَ] لي
مَنْ لِلْجِلادِ لَدَى[1] ٱلْعُقابِ وَظِلِّها
بِالْبِيضِ، حِينَ تُسَلُّ مِنْ أغْمادِها[2]
ضَرْبًا، وَإنْهالِ ٱلرِّماحِ وَعَلِّها
بَعْدَ ٱبْنِ فاطِمَةَ[3] ٱلْمُبارَكِ جَعْفَرٍ
خَيْرِ ٱلْبَرِيَّةِ كُلِّها وَأجَلِّها
رُزْءًا، وَأكْرَمِها جَمِيعًا مَحْتِدًا
وَأعَزِّها مُتَظَلِّمًا، وَأذَلِّها
لِلْحَقِّ حِينَ يَنُوبُ غَيْرَ تَنَحُّلٍ
كَذِبًا، وَأنْداها يَدًا، وَأقَلِّها
فُحْشًا، وَأكْثَرِها، إذا ما يُجْتَدَى
فَضْلًا، وَأبْذَلِها نَدًى، وَأبَلِّها[4]
بِالْعُرْفِ غَيْرَ مُحَمَّدٍ لا مِثْلُهُ
حَيٌّ مِنَ أحْياءِ ٱلْبَرِيَّةِ[5] كُلِّها

و این نیز هم حسّان گفته‌است در حقّ أصحاب مؤته، رِضْوانُ اللهِ عَلَيْهِمْ أجْمَعين:

○ ان کی شہادت دنیا میں سب سے اہم' سب سے اکرم اور اشرف ہے۔ وہ ظلم کو قبول نہیں کرتے تھے' وہ ظلم کے سامنے مضبوط اور غالب تھے۔ اگر حق کی بات آ جاتی تو جعفر سب سے زیادہ عاجز اور منکسر نظر آتے تھے۔ وہ فیاضی میں سب سے زیادہ تھے۔ وہ فحش اور لغویت سے دور رہتے تھے○ وہ سخاوت کے وقت سب سے بڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ خرچ اور داد و دہش میں سب سے آگے ہوتے۔ وہ نیکی میں سب سے کشادہ دل اور کشادہ دست تھے○ ہاں صرف رسول اللہ ایک ایسی ہستی ہے جو ساری دنیا میں اپنے اخلاق و عادات میں اعلیٰ اور برتر ہے○

حضرت حسان کا جنگ موتہ کے شہداء پر مرثیہ

مدینہ میں ایک رات مجھ پر بڑی گراں گزری۔ اس رات ساری دنیا نیند کا لطف اٹھا رہی تھی لیکن میں اپنے ایک دوست کی یاد میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا۔ میری آہ و بکا کا سبب اس حبیب کی یاد کے بغیر کیا ہوسکتا ہے جو میدان جنگ میں شہید ہوگیا تھا○ اس میں کیا شک کیا جاسکتا ہے کہ دوست کا فراق ایک بہت بڑی مصیبت ہے لیکن دنیا میں کتنے ایسے عالی ظرف اور اشراف لوگ ہیں جو اس امتحان سے گزرے ہیں اور انہیں یہ مصیبت برداشت کرنا پڑی○ میں نے چیدہ چیدہ عاشقان رسول کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔ ان لوگوں کا جواب نہیں ملتا اور ان کے جانشین آئے دن نہیں ملتے○ اللہ تعالیٰ ہمیں ان شہداء سے دور نہ رکھے جو جنگ موتہ میں کام آئے۔ جن میں حضرت جعفر (ذوالجناحین) زید بن حارث اور عبداللہ بن رواحہ تھے۔ جو ایک ایک کر کے میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ ان کے سامنے موت کے کئی ذرائع تھے مگر انہوں نے شہادت کی موت کو ہی قبول کیا○ اے اللہ! ان شہداء کو ہم سے دور نہ کرنا جو جنگ موتہ میں شہید ہوئے ہیں○ مجھے اس دن کی بات یاد ہے جب یہ شہداء مسلمانوں کے ایک لشکر کے ساتھ میدان کارزار کی طرف بڑھ رہے تھے اور ان کی قیادت ایک ہاشمی کر رہا تھا جو خوش بخت بھی تھا' سفید چہرہ لیے ہوئے اور چودہویں کے چاند کی طرح روشن' ہر برائی سے اور رسوائی سے پاک تھا' دلیر بھی تھا اور شجاع بھی○ یہ ہاشمی معرکۂ جنگ میں بڑی بے جگری سے نیزہ بازی کا مقابلہ کرتا رہا۔ وہ اپنے بدن پر زخم برداشت کرتا گیا اور میدان جنگ میں ہی گر گیا اور اس کے جسم پر نیزوں پر نیزے ٹوٹتے گئے○ آخرکار یہ ہاشمی نوجوان ان شہداء کی صف میں جا لیٹا اور اس کے سامنے جنت کے باغات اور سرسبز وادیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ جب جعفر کسی بات کا اعلان کرتے تو ہمیں محسوس ہوتا کہ سیدالانبیاء کی روح اس سے بول رہی ہے۔ وہ حضور کا عاشق تھا' وفادار تھا اور ان سے

اس شکست کے بعد بنو خزاعہ کا سردار بدیل بن ورقاء قبیلہ خزاعہ کے لوگوں کے ساتھ خدمت نبوی میں آیا اور اس واقعہ کی تفصیلات سے نبی علیہ السلام کو آگاہ کیا اور مدد کا طالب ہوا۔ اسی دوران ایک واقعہ اس طرح رونما ہوا کہ اس وفد کی روانگی سے قبل ایک شخص کو مدینہ بھیجا گیا تاکہ وہ حضور علیہ السلام کو وفد کی آمد کی غرض و غایت سے آگاہ کرے۔ جس وقت یہ شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا' اس وقت آپ صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ قبل ازیں کہ یہ شخص مسجد میں آ کر بیٹھتا' یہ رجزیہ قصیدہ پڑھا جس سے نبی علیہ السلام کو قریش کی بدعہدی کی اطلاع مل گئی۔

(رجزیہ اشعار ص ۸۶۲ سے ۸۶۳ تک سے نقل کیے جائیں)

جب اس شخص نے' جس کا نام عمرو بن سالم تھا' قصیدہ مکمل کیا تو نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا' اے عمرو بن سالم بیٹھ جاؤ' تمہاری مدد کی جائے گی۔ بعد میں بدیل بن ورقاء اپنے وفد کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور ان لوگوں نے نبی علیہ السلام سے فتح مکہ اور قریش سے جنگ کی بابت گفتگو کی۔ چنانچہ قریش مکہ کی یہ بدعہدی اس جنگ کا پیش خیمہ بنی۔

ابوسفیان کی مدینہ روانگی

جب نبی علیہ السلام نے قریش مکہ کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی پر جنگ کا ارادہ کر لیا اور بنو خزاعہ کے وفد کو مکہ واپس روانہ کیا تو لشکر کی ترتیب اور جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ ادھر قریش مکہ کو جب اپنی غلطی کا احساس ہوا اور یہ پتہ چلا کہ بنو خزاعہ کا وفد مدینہ طیبہ مدد حاصل کرنے کے لیے گیا تھا تو بہت سٹپٹائے اور پریشان ہوئے۔ باہمی مشورے کے بعد ابوسفیان کو مدینہ طیبہ روانہ کیا تاکہ وہ مدینہ جا کر نہ صرف تجدید معاہدہ کریں بلکہ مدت صلح میں بھی اضافہ کرائیں۔

ابھی ابوسفیان مکہ سے روانہ ہوئے تھے کہ غیب داں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا' ابوسفیان معاہدہ صلح کی تجدید اور مدت میں اضافہ کے لیے مدینہ آ رہے ہیں۔ چنانچہ دو دن کے بعد ابوسفیان مدینہ آئے اور سیدھے اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ کے گھر پہنچے۔ بیٹی نے جب اپنے باپ کو دیکھا تو آمد کا سبب معلوم کیا۔ جس وقت ابوسفیان گھر میں داخل ہوئے' اس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک بچھا ہوا تھا۔ ام المومنین ام حبیبہ نے اس بستر کو لپیٹ دیا تاکہ ابوسفیان اس بستر پر نہ بیٹھ سکیں۔ ابوسفیان نے بیٹی کو بستر لپیٹتے دیکھ کر کہا' یہ کیا بات ہے' باپ کے لیے بستر بچھانے کی بجائے اس کو لپیٹ رہی ہو۔ ام المومنین نے فرمایا' یہ بستر سید الطاہرین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے' جبکہ تم ابھی کفر

کی نجاست میں آلودہ ہو' اس لیے یہ مناسب نہیں کہ تم اس بستر پر بیٹھو۔ ابوسفیان کو یہ بات سن کر سخت تعجب ہوا۔ بیٹی سے کہا' باپ سے بڑھ کر تو کوئی نہیں ہوتا۔ تم باپ کے گھر سے کیا آئیں' تمہاری تو عادتیں بدل گئیں۔ یہ کہہ کر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے وہاں سے چلے آئے۔

جب ابوسفیان خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ سے تجدید صلح نامہ اور اس کی مدت میں اضافہ کی درخواست کی لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور ابوسفیان کی درخواست پر کوئی توجہ نہ کی۔ وہاں سے دل برداشتہ ہو کر ابوسفیان جناب صدیق اکبر کی خدمت میں آئے اور اپنا مقصد بیان کیا۔ ابوسفیان نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح جناب صدیق اکبر کو راضی کرا کے خدمت نبوی میں لے جائے تاکہ وہ اس کی سفارش کر دیں لیکن جناب صدیق نے اس کی بات پر توجہ نہ دی اور اس کی سفارش کے لیے نہ گئے۔

یہاں سے مایوس ہو کر ابوسفیان حضرت عمر کے پاس گئے اور ان سے مطلب کی بات کی تو جناب عمر اس پر بہت غصہ ہوئے اور فرمایا' "اس خالق کی قسم جس نے مجھے پیدا فرمایا اگر بفرض محال دنیا کے سب لوگ میرا ساتھ چھوڑ دیں اور ایک چیونٹی بھی میرے ساتھ ہو تو میں جہاد فی سبیل اللہ سے کوتاہی نہ کروں گا اور اب جبکہ اسلام کی شان و شوکت ظاہر ہے اور دین حق کو نصرت حاصل ہے' تمہاری اس درخواست کی کیا حیثیت ہے"۔

یہاں سے مایوس ہونے کے بعد ابوسفیان نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر کا رخ کیا اور یہاں آ کر حضرت علی سے گفتگو کی تاکہ وہ جا کر نبی علیہ السلام سے اس کی سفارش کر دیں تاکہ تجدید صلح نامہ اور مدت معاہدہ میں اضافہ ہو سکے لیکن حضرت علی نے اس سے کہا' ابوسفیان تم پر افسوس! اب معاملہ ہاتھ سے نکل گیا' اب سفارش کرنے یا نہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ اب کسی بات کا موقعہ ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے لشکرکشی کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور اللہ کے نبی علیہم السلام جب کسی کام کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں تو پھر ان کو اس ارادے سے باز نہیں رکھا جا سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس گفتگو کے دوران سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں موجود تھیں اور امام حسن بھی وہیں بیٹھے تھے۔ جب ابوسفیان نے دیکھا کہ حضرت علی سے گفتگو بھی ناکامیاب رہی تو اس نے سیدہ فاطمہ سے کہا (پردہ کے احکام اس وقت تک نازل نہیں ہوئے تھے) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی' اگر تم اپنے بیٹے سے کہہ دو کہ وہ باہر جا کر لوگوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے اس شخص (ابوسفیان) کو امان دے دی ہے اور اس کو اپنی ذمہ داری میں لے لیا ہے تو تمہارا کچھ بھی نہ بگڑے گا اور اگر ان صاحبزادے نے یہ کام کر دیا تو رہتی دنیا تک ان کا نام روشن ہو جائے گا اور اس کارنامے پر انہیں دنیائے عرب پر فضیلت و فوقیت حاصل ہو گی۔

پختہ کاری سیکھی تھی○ آج آل ہاشم کے قابل فخر اور باوقار نوجوان اسلام کے عظیم ستون بن کر میدان جنگ میں کھڑے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ اسلام کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ بنو ہاشم اسلام کا پہاڑ ہیں' دوسرے مسلمان ان کے اردگرد یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے چھوٹے چھوٹے پتھر ہوں۔ وہ ہر جگہ اپنی بلندیوں کی وجہ سے سربلند ہیں○ بنوہاشم روشن چہرے والے سردار ہیں۔ ان میں حضرت جعفر ہیں' ان میں علی ہیں۔ سب سے بڑھ کر ان کے بھائی احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ وہ احمد جو ان ہاشمیوں میں سب سے بڑی شخصیت ہیں۔ پھر حضرت حمزہ ہیں' حضرت عباس ہیں' حضرت عقیل ہیں۔ الغرض ایسی ایسی جلیل القدر ہستیاں ہیں جن کی مثال دنیا بھر میں نہیں ملتی○ بنوہاشم ایک تر لکڑی کی طرح ہیں۔ ان کے فیض اور شرف کی نہریں ہر جگہ جاری ہیں اور اس درخت کی طراوت ہر ایک کو میسر ہے○ ان ہاشمیوں نے جنگ کی تنگ و تاریک راہوں کو ہموار کر کے رکھ دیا۔ جس دشوار گزار راہ سے کوئی نہ نکل سکتا تھا' اس سے یہ ہاشمی نکلے اور لوگوں کو لے کر آگے بڑھے۔ یہ اولیاء اللہ ہیں۔ اللہ نے ان پر اپنی ہدایت اتاری تھی۔ پھر یہ کتاب (قرآن کریم) بھی انہی کی بدولت اتاری گئی تھی○

غزوہ فتح مکہ

اسلامی لشکر کی "غزوہ موتہ" سے واپسی کے بعد جمادی الاخریٰ رجب شعبان کے مہینوں میں نبی علیہ السلام کا قیام مدینہ میں رہا البتہ ماہ رمضان ۸ھ فتح مکہ کے ارادے سے مدینہ سے اسلامی لشکر روانہ ہوا۔

قریش مکہ کی بدعہدی

فتح مکہ کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر یہ معاہدہ ہوا تھا کہ مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان دس سال تک جنگ نہ ہوگی اور کوئی ایک دوسرے کے کام میں مزاحمت نہ کرے گا۔ لیکن قریش مکہ نے ۸ھ میں عہد شکنی کی اور جن شرائط پر صلح ہوئی تھی' ان کو پورا نہ کیا۔ اور عہد شکنی کی ایک مثال یہ ہے کہ بنوبکر قریش کے حلیف تھے۔ یہ بنوبکر قبیلہ خزاعہ (جو مسلمانوں کا حلیف تھا) کے سخت ترین دشمن تھے اور بنو خزاعہ کے ایک شخص کو بنوبکر نے قتل کر دیا۔ بنو خزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ کرلیا تھا اور ان کے حلیف بن گئے تھے۔ جب بنوبکر اور بنو خزاعہ میں جنگ ہوئی تو قریش مکہ نے بنو بکر کے ساتھ مل کر بنو خزاعہ سے جنگ کی۔ اس جنگ میں بنو خزاعہ کو شکست ہو گئی۔ قریش نے بنو خزاعہ کے لوگوں کو اسیر کر کے حرم مکہ میں لا کر ڈال دیا۔

اس دور میں عرب کا وطیرہ یہ تھا کہ اگر کوئی بزرگ یا بزرگ زادہ کسی کو امان دے دیتا یا اس کی حمایت کا اعلان کر دیتا اور یہ کہہ دیتا کہ فلاں شخص کا میں حمایتی ہوں یا یہ میری امان میں ہے تو باوجود اس کے کہ ساری دنیا اس کی دشمن ہوتی' اس سے کوئی تعرض نہ کیا جاتا۔

سیدہ فاطمہ سے التجا

ابوسفیان نے سب جگہ سے مایوس ہو کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ سے یہ درخواست اس لیے کی تھی کہ اگر امام حسن اس کو اپنی امان میں لینے اور اس کی حمایت کا اعلان کر دیتے تو نبی علیہ السلام اس امان کی وجہ سے اپنے اعلان پر عمل نہ فرماتے اور "معاہدہ صلح" اپنی جگہ قائم رہتا۔

ابوسفیان کی بات سن کر سیدہ فاطمہ نے فرمایا' حسن ابھی نابالغ بچے ہیں' وہ کسی کو اپنی حمایت میں نہیں لے سکتے جب تک ان کے والد اس کی تائید و توثیق نہ کریں۔ ان کی بات قابل قبول نہ ہوگی۔ الغرض ابوسفیان نے اپنی جیسی سب طرح کی کوشش کر لی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا تو اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا' "میری ذمہ داری بہت ہے اور میں سخت مشکل میں پڑ گیا ہوں' کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آ رہا' کیا کروں"۔

حضرت علی چاہتے تھے کہ کسی طرح ابوسفیان وہاں سے بغیر ناراض ہوئے چلے جائیں لہٰذا انہوں نے کہا' ابوسفیان اب کسی بات کا کوئی فائدہ نہ ہوگا لیکن میں تمہیں ایک مشورہ دیتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا' فرمایئے! حضرت علی نے کہا تم قبیلہ کنانہ کے معزز فرد اور قریش کے سرداروں میں سے ہو۔ تمہاری امان لوگوں میں موثر ہوگی۔ جاؤ اور لوگوں میں کھڑے ہو کر امان دینے کا اعلان کر دو اور یہ کہو کہ میں نے دونوں فریقوں کو اپنی امان اور حمایت میں لے لیا ہے' یہ بات کہہ کر مسجد سے باہر آؤ اور سیدھے مکہ روانہ ہو جاؤ' اس وقت کوئی کسی سے مزاحمت نہ کرے گا۔

چنانچہ ابوسفیان نے حضرت علی کے مشورہ کے مطابق عمل کیا اور جو الفاظ کہ حضرت علی نے بتائے تھے' ان کو کہا اور مسجد سے نکل کر عازم مکہ ہوئے۔

قریش مکہ اور ابوسفیان کا مشن

جب ابوسفیان مکہ واپس آئے تو قریش نے ان سے سفر کی روداد معلوم کی تو ابوسفیان نے بتایا کہ میں پہلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس گیا لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ کی تو میں جناب ابوبکر کے پاس گیا لیکن انہوں نے کوئی مدد نہ کی تو میں جناب عمر کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے برا بھلا کہا تو میں حضرت علی

کے پاس آیا اور ان سے مدد کی درخواست کی تو انہوں نے بھی مدد نہ کی البتہ انہوں نے مجھے ایک بات بتائی جس پر میں نے عمل تو کیا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس سے مقصد براریٰ ہوگی بھی یا نہیں' البتہ میں نے امکانی کوشش کے بعد یہ کام کیا ہے۔

قریش نے معلوم کیا وہ کیا بات تھی تو ابوسفیان نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہونے والی گفتگو اور اپنی جانب سے فریقین کی حمایت اور اس اعلان کی بابت بتایا تو قریش نے یہ اعلان سن کر کہا' حضرت علی نے تمہارے ساتھ مذاق کیا ہے کیونکہ یہ اعلان تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے نہیں کیا ہے' یہ اعلان تمہیں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ابوسفیان نے کہا' اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی ترتیب کے بعد مجاہدین اسلام سے فرما دیا تھا کہ وہ پرچم تیار رکھیں اور سامان جنگ بھی اکٹھا کر لیں لیکن روانگی کی تاریخ سے مطلع نہیں فرمایا تھا۔ لیکن ان حضرات کو ہمہ وقت تیار رہنے کا حکم دے دیا تھا چنانچہ ایک دن بغیر کسی پیشگی اطلاع کے اعلان سفر فرمایا اور مدینہ سے مکہ کے ارادے سے باہر تشریف لائے اور یہاں آ کر یہ دعا فرمائی' "خداوندا! ہماری روانگی کو قریش سے پوشیدہ رکھ تاکہ ہم اچانک ان کے سروں پر پہنچ جائیں"۔

اسلامی لشکر کی روانگی

جب اسلامی لشکر روانہ ہو رہا تھا' اس وقت جناب حاطب بن بلتعہ نے کسی کو بتائے بغیر قریش مکہ کو ایک خط کے ذریعہ لشکر کی روانگی کی اطلاع دے دی اور یہ خط ایک عورت کو دے کر کہا کہ وہ جلد از جلد اسلامی لشکر سے آگے نکل کر قریش کو اطلاع پہنچا دے۔ اس عورت نے خط کو اپنی چوٹی کے بالوں میں چھپا لیا اور لشکر سے آگے نکل گئی۔

جبریل امین وحی الٰہی لے کر آئے اور نبی علیہ السلام کو اس خط کی بابت بتایا تو نبی علیہ السلام نے جناب علی اور جناب زبیر رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا' حاطب نے اس طرح خط کے ذریعہ قریش کو لشکر کی روانگی کی اطلاع دی ہے' وہ خط ایک عورت لے کر جا رہی ہے' تم دونوں جاؤ اور جس طرح ممکن ہو' اس سے خط واپس لو اور اس کو لے کر آؤ۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات روانہ ہوئے' راستہ میں اس عورت کو ایک اونٹ پر سوار بہت اطمینان سے جاتے دیکھا۔ جب اس عورت کے قریب پہنچے تو اس سے کہا کہ اونٹ سے اتر آؤ اور وہ خط جو تمہیں حاطب نے دیا ہے' ہمیں دے دو لیکن اس نے انکار کیا۔ تلاشی پر

بھی خط اس کے پاس سے نہ ملا تو ان حضرات نے اس سے سختی کے ساتھ معلوم کیا تو بھی وہ انکار کرتی رہی۔ تو حضرت علی نے تلوار نکالی اور قسم کے ساتھ کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا غلط نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ خط تیرے پاس ہے اور ہم بغیر خط لیے تجھے چھوڑنے والے نہیں۔ جب اس عورت کو یہ احساس ہوگیا کہ حضرت علی سے اب کسی طرح خلاصی ممکن نہیں تو نہایت مجبور ہو کر اس نے اپنی چوٹی کے بالوں کے درمیان سے خط نکال کر ان دونوں حضرات کے سامنے ڈال دیا۔

ان دونوں حضرات نے خط کو قبضہ میں کیا اور اس عورت کو ساتھ لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوگئے اور وہ خط بھی پیش کر دیا۔ نبی علیہ السلام نے خط دیکھ کر حاطب کو بلایا اور اس سے فرمایا' تم نے یہ حرکت کیوں کی؟

حاطب نے عرض کیا' اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم' جس نے آپ کو حق کے ساتھ مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے' اس خط کے بھیجنے سے میرا مسلمانوں کے ساتھ کسی قسم کی غداری کا ارادہ نہ تھا۔ میں نے تو صرف اپنے اہل و عیال کی حفاظت کی خاطر یہ خط بھیجا تھا کیونکہ مکہ میں نہ تو میرا قبیلہ ہے' نہ میرے رشتہ دار جن کے ذریعہ میں قوت و سرپرستی حاصل کرتا بلکہ میں نے تو قریش مکہ پر احسان کرنے کے لیے اور اپنی اہمیت کے اظہار کے طور پر لکھا (تاکہ وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں) اس موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا' یا رسول اللہ مجھے اجازت ہو تو اس منافق کی گردن اڑا دوں لیکن رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اے عمر! تمہیں اس موقع پر کس بات نے برا گیختہ کیا' تمہیں یہ خیال نہیں کہ بدری صحابہ کے بارے میں رب کریم نے کیا فرمایا ہے۔ "تم جو چاہو کرو' ہم نے تمہاری مغفرت فرما دی ہے"۔

حاطب کے بارے میں اللہ کا فیصلہ

حاطبؓ بلتعہ بدری صحابہ میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حاطب کے حق میں یہ آیات نازل فرمائیں "ایمان والو' اپنے اور اللہ رب العالمین کے دشمنوں کو اپنا دوست مت بناؤ' تم ان کے ساتھ اظہار محبت کرتے ہو باوجودیکہ وہ اس دین حق کا انکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے (آخر آیت تک) بے شک تمہارے لیے حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کی ذاتیں بہترین نمونہ ہیں (آخر سورہ تک۔ سورہ ممتحنہ' آیات ۱ تا ۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس رمضان کو دس ہزار سوار اور پیادوں پر مشتمل لشکر کے ساتھ مدینہ طیبہ سے عازم مکہ ہوئے۔ مدینہ طیبہ کے امور کی نگرانی کے لیے ابو رہم کلثوم بن حصین غفاری کو متعین فرمایا۔ چند دن دوران سفر نہ صرف نبی علیہ السلام نے روزے رکھے بلکہ مجاہدین اسلام نے بھی روزے رکھے۔ بعد میں نبی علیہ السلام نے رخصت سفر کی بنا پر روزہ نہ رکھا تو صحابہ نے بھی آپ کا اتباع کیا۔ دوسران سفر جس منزل پر قیام ہوتا' آس پاس کے قبائل کے لوگ ساتھ ہو جاتے اور لشکر اسلامی کی ممکنہ معاونت کرتے۔ اس کے علاوہ بھی تمام علاقوں سے ممکنہ امداد ملتی رہی۔ سفر مسلسل جاری رہا' یہاں تک کہ لشکر اسلامی "مرالظہران" (جو مکہ سے چند منزل کے فاصلہ پر ہے) میں آ پہنچا۔

مدینہ سے روانگی کے وقت چونکہ حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی' خداوندا ہماری نقل و حرکت قریش پر ظاہر نہ ہو' یہی وجہ تھی کہ مکہ والوں کو پتہ نہ چل سکا کہ نبی علیہ السلام کی قیادت میں اسلامی لشکر' جو مدینہ سے روانہ ہوا تھا' کہاں پہنچا لیکن ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء تجسس کی بنا پر مکہ سے باہر نکلے اور "مرالظہران" تک آ گئے' جہاں کہ اسلامی لشکر مقیم تھا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب کا سفر ہجرت

انہیں ایام میں حضرت عباس اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے تھے اور راستہ میں نبی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی اور یہ خاندان نبی علیہ السلام کے ساتھ مکہ کی جانب واپس ہوا تھا۔

ابوسفیان بن حارث اور امیہ دامن اسلام میں

جناب عباس کے علاوہ نبی علیہ السلام کے عم زاد ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ' جو حضور علیہ السلام کے پھوپھی زاد بھائی تھے' یہ بھی مدینہ جا رہے تھے تاکہ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر امان حاصل کریں لیکن ان دونوں سے آپ سخت ناراض تھے کیونکہ انہوں نے بہت بری حرکات کی تھیں اور زبان سے بہت ہی نازیبا کلمات کہے تھے۔ یہ دونوں جب اسلامی لشکر کے قریب پہنچے تو طلب امان کے لیے خدمت نبوی میں حاضری کے طلبگار ہوئے تاکہ اپنا مدعا بیان کریں لیکن انہیں باریابی کی اجازت نہ ملی' تو یہ دونوں ام المومنین حضرت ام سلمہ کی خدمت میں گئے تاکہ وہ ان کی سفارش کر دیں۔ عبداللہ بن ابی امیہ حضرت ام سلمہ کا بھائی تھا' اس لیے اس نے ام المومنین سے مدد کی درخواست کی۔ سیدہ ام سلمہ نے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی سفارش کی اور کہا کہ یہ

دونوں آپ کے رشتہ دار ہیں' ایک چچا زاد اور دوسرا پھوپھی زاد ہے' مناسب ہوگا کہ آپ انہیں شرف باریابی عطا فرما دیں۔ آپ نے جواب میں فرما دیا' ہاں یہ دونوں میرے رشتہ دار ہیں لیکن تمہیں یہ معلوم ہے کہ ان دونوں نے میری مخالفت میں کیا کارنامے انجام دیے اور میرے متعلق کیا کیا کہا ہے' اب وہ کس رعایت کے مستحق ہیں!

جب ابوسفیان بن حارث کو یہ معلوم ہوا کہ میرے بارے میں ام المومنین کی سفارش بھی کارگر نہیں ہوتی ہے تو بہت بددل ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک کم عمر بیٹا بھی تھا۔ ابوسفیان نے کہا اگر نبی علیہ السلام مجھے اپنی خدمت میں حاضری کی اجازت نہ دے کر' میری عرضداشت نہ سنیں گے تو میں اس بچے کے ساتھ جنگلوں میں نکل جاؤں گا اور بھوک پیاس سے خود کو ہلاک کرلوں گا اور اس بچے کو بھی ہلاک کر دوں گا۔ جب آپ کو ابوسفیان کی دھمکی کی اطلاع ملی تو آپ نے اس کو معاف فرما دیا۔ اسی طرح عبداللہ بن امیہ کو بھی معافی نصیب ہوئی۔ جب ان دونوں پر یہ انعام ہوا تو یہ دونوں مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ اس موقعہ پر ابو سیفان نے سابقہ کوتاہیوں پر معذرت کرتے ہوئے بارگاہ نبوی میں عقیدت و محبت کا شعری نذرانہ پیش کیا۔

وَ كُنَّا نَرٰى فِى جَعْفَرٍ مِنْ مُحَمَّدٍ
وَفاءً ، وَأَمْرًا حازِمًا حِينَ يَأْمُرُ

فَما زالَ فِى الْإِسْلامِ مِنْ آلِ هاشِمٍ
دَعائِمُ عِزٍّ لا يَزُلْنَ وَ مَفْخَرُ

*هُمُ جَبَلُ الْإِسْلامِ ، وَالنَّاسُ حَوْلَهُمْ
رِضامٌ إِلى طَوْدٍ[1] يَرُوقُ وَ يَقْهَرُ

بِهاليلُ[2] مِنْهُمْ جَعْفَرٌ وَابْنُ أُمِّهِ
عَلِيٌّ ، وَمِنْهُمْ أَحْمَدُ الْمُتَخَيَّرُ

وَحَمْزَةُ ، وَالعَبَّاسُ مِنْهُمْ ، وَمِنْهُمْ
عَقِيلٌ ، وَماءُ الْعُودِ مِنْ حَيْثُ يُعْصَرُ

بِهِمْ تُفْرَجُ اللَّأْواءُ فِى كُلِّ[3] مَأْزِقٍ
عَماسٍ ، إِذا ماضاقَ[4] بِالنَّاسِ مَصْدَرُ

هُمُ أَوْلِياءُ اللهِ أَنْزَلَ حُكْمَهُ
عَلَيْهِمْ ، وَفِيهِمْ ذا الْكِتابُ الْمُطَهَّرُ

[قَدْ كُنْتُمْ وُلْدًا وَ كُنَّا والِـدا
ثُمَّتَ أَسْلَمْنا فَلَمْ نَنْزِعْ يَدا]
فَانْصُرْ هَداكَ اللهُ نَصْرًا أَعْتَدا
وَ ادْعُ عِبادَ اللهِ يَأْتُوا مَدَدا [1]
فِيهِمْ رَسُولُ اللهِ قَدْ تَجَرَّدا
إِنْ سِيمَ خَسْفًا وَجْهُهُ تَرَبَّدا
فِى فَيْلَقٍ كَالْبَحْرِ يَجْرِى مُزْبِدا [2]
إِنَّ قُرَيْشًا أَخْلَفُوكَ الْمَوْعِدا
وَ نَقَضُوا مِيثاقَكَ الْمُؤَكَّدا
وَ جَعَلُوا لِى فى كَداءٍ رُصَّدا
وَ زَعَمُوا أَنْ لَسْتُ أَدْعُو أَحَدا [3]
وَ هُمْ أَذَلُّ وَ أَقَلُّ عَدَدا [4]
هُمْ بَيَّتُونا بِالْوَتِيرِ هُجَّدا
وَ قَتَلُونا رُكَّعًا وَ سُجَّدا

اسلامی لشکر اور جناب عباس کے تاثرات

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے "مرالظہران" کے دوران قیام حضرت عباس کے دل میں خیال آیا کہ قریش کے لوگوں پر افسوس ہے' ان کے لیے مناسب یہ تھا کہ وہ نبی علیہ السلام کی مکہ آمد سے قبل ہی آ کر معافی کے طلبگار ہوتے اور امان حاصل کر لیتے۔ اس خیال کے بعد کی منظرکشی خود انہیں کے الفاظ میں مصنف نے اس طرح بیان کی ہے۔

میرے دل میں قریش کے بارے میں نرم گوشہ رونما ہوا۔ جب رات ہوئی تو میں نبی علیہ السلام کے خچر پر سوار ہو کر لشکر اسلامی سے باہر آیا تاکہ اگر مکہ کا کوئی شخص راستہ میں مل جائے تو وہ قریش کو جا کر معافی کے حصول اور امن کی طلب کے بارے میں متوجہ کرے اور وہ یہ کام حضور علیہ السلام کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی کر لیں' مبادا کہ حضور علیہ السلام ناراضگی کی حالت میں مکہ میں داخل ہوں۔ جناب عباس فرماتے ہیں' ابھی میں تھوڑی دور ہی چلا تھا کہ میرے کانوں میں ابوسفیان کی آواز آئی جو بدیل سے کہہ رہے تھے' میں نے عرب کے لوگوں کے لشکر میں اتنی آگ جلتی نہیں دیکھی اور نہ اتنا کسی

لشکر کا پھیلاؤ دیکھا جو نظر آ رہا ہے۔ پتہ نہیں کہ یہ کونسا لشکر ہے؟ شاید یہ بنو خزاعہ کے لوگ ہیں جو بنو بکر سے جنگ کے لیے آ رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ بنو خزاعہ کے لشکر کا پھیلاؤ اتنا نہیں ہو سکتا۔ بدیل نے کہا' میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ بنو خزاعہ کے لوگ ہیں جو بنو بکر سے جنگ کے لیے نکلے ہیں لیکن ابوسفیان نے کہا' میرے خیال میں یہ بنو خزاعہ کے لوگ نہیں ہیں۔ ان کا لشکر اتنا بڑا نہیں ہو سکتا' نہ ان کے لشکر میں اتنی روشنی نظر آ سکتی ہے۔

حضرت عباس فرماتے ہیں' میں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی اور آگے بڑھ کر ابوسفیان کو پکارا اور ابوسفیان نے بھی میری آواز پہچانی تو کہنے لگے' عباس تم پر میرے ماں باپ قربان' اس وقت کہاں سے آ رہے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے۔ یہ بے تکلفی کی گفتگو اس بنا پر تھی کہ ہم دونوں کے درمیان گہری دوستی تھی۔ جناب عباس نے فرمایا' ابوسفیان! تم پر افسوس ہے' تمہیں اب تک حالات کا علم نہیں۔ ابوسفیان نے کہا مجھے تو کوئی خاص خبر نہیں ملی ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار فرزندان اسلام کا لشکر جرار لے کر "مرالظہران" میں مقیم ہیں اور مکہ کا ارادہ رکھتے ہیں اور قریش کے لوگوں پر افسوس ہے' ان کو چاہیے کہ وہ حضور علیہ السلام کے مکہ پہنچنے سے پہلے آ کر امان طلب کریں اور معافی کے خواستگار ہوں۔ ابوسفیان اب تمہیں بھی یہ چاہیے کہ اپنے معاملہ کی طرف توجہ دو کیونکہ تمہیں تو دیکھتے ہی گردن زدنی کا حکم ہوگا۔ ابوسفیان نے جناب حضرت عباس کی باتیں سن کر کہا' میرے ماں باپ تم پر قربان' مجھے بتاؤ میں کیا کروں تاکہ میں مطمئن ہو جاؤں' اس کے بعد میں جا کر قریش کو اطلاع دوں گا۔

ابوسفیان بارگاہ نبوی میں

جناب عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے کہا آؤ اور میرے ساتھ اس سواری پر بیٹھو' میں تمہیں نبی علیہ السلام کے پاس لے چلوں اور تمہارے لیے امان طلب کروں۔ بدیل یہاں سے براہ راست جا کر مکہ والوں کو اطلاع دے دے گا۔ چنانچہ ابوسفیان جناب عباس کے ساتھ نبی علیہ السلام کے خچر پر بیٹھ گئے اور بدیل مکہ واپس چلے گئے۔ جناب عباس فرماتے ہیں' رات کے وقت ہم الاؤ کے گرد جس مجمع پر گزرتے' اس وقت لوگ اٹھ کر کہتے کہ کون لوگ ہیں جو اس وقت یہاں سے گزر رہے ہیں۔ لیکن جب نبی علیہ السلام کی سواری پر مجھے سوار دیکھتے تو آپس میں کہتے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اور حضور ہی کی خچر پر سوار ہیں۔ اس طرح مجھ سے کسی نے تعرض نہ کیا لیکن مجھ سے کسی نے یہ بھی معلوم نہ کیا کہ آپ کے ساتھ یہ دوسرا شخص کون ہے؟

لیکن جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دستہ کے علاقہ میں پہنچا تو یہاں زبردست الاؤ تھا اور تیز جلتی آگ کے گرد لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ہم وہاں سے گزرے تو جناب عمر نے اٹھ کر دیکھا اور مجھے دیکھ کر خاموش ہوئے لیکن جب انہوں نے ابوسفیان کو پہچانا تو شور مچانے لگے کہ عباس کے ساتھ ابوسفیان! اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ موقع عطا فرمایا ہے کہ میں اس کو کسی معاہدہ سے پہلے ہی قتل کر دوں! یہ کہتے ہوئے اپنی جگہ سے دامن سمیٹتے ہوئے اٹھے اور تیزی سے روانہ ہوئے تاکہ ہم دونوں سے پہلے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر ابوسفیان کے قتل کی اجازت حاصل کر لیں۔ جناب عباس فرماتے ہیں میں نے جب جناب عمر کو تیزی کے ساتھ جاتے دیکھا تو میں نے بھی سواری کو ایڑ دی اور خدمت نبوی میں ان سے پہلے پہنچ گیا۔ ابھی میں نے کوئی بات نہ کی تھی کہ جناب عمر بھی پہنچ گئے اور فوراً ہی کہا' یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا دشمن بغیر امان حاصل کیے یہاں آگیا ہے' آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس کو قتل کر دوں۔ جناب عباس فرماتے ہیں جناب عمر کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی میں نے کہنا شروع کیا' یارسول اللہ میں نے ابوسفیان کو امان دی ہے اور میں انہیں آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔ ادھر میں ضمانت دینے کی بات کر رہا تھا' ادھر جناب عمر رضی اللہ عنہ ابوسفیان کے قتل کی اجازت طلب کر رہے تھے اور مسلسل بولے جا رہے تھے تاکہ کسی طرح انہیں اجازت مل جائے۔ جب میں نے یہ حالات دیکھے تو میں نے جناب عمر رضی اللہ عنہ سے کہا' عمر خاموش ہو جاؤ' خدا کی قسم اگر ابوسفیان کی بجائے تمہارے قبیلہ بنوعدی کا کوئی شخص ہوتا تو تم اس کے قتل کے لیے اتنی تگ و دو نہ کرتے لیکن ابوسفیان ہمارے رشتہ دار ہیں' ان کا تعلق بنو عبد مناف سے ہے' اس لیے تم ان کے قتل کی اجازت کے لیے کوشاں ہو۔

میری بات سن کر جناب عمر کو طیش آگیا' کہنے لگے' عباس خاموش ہو جاؤ' جس دن تم اسلام لائے تھے' اس دن مجھے اتنی مسرت ہوئی تھی جتنی کہ اپنے والد کے اسلام لانے سے نہ ہوتی کیونکہ میرے والد کے اسلام سے نبی علیہ السلام کو اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی کہ تمہارے اسلام لانے سے ہوئی تھی۔

اس طرح جب گفتگو کا سلسلہ دراز ہوا اور ہم دونوں آپس میں ایک دوسرے کو قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا' عباس! ابوسفیان کو اس وقت اپنے خیمہ میں پہنچا دو اور علی الصبح انہیں میرے پاس لانا' چنانچہ میں ابوسفیان کو اپنی ذمہ داری پر خیمہ میں لے آیا۔ صبح کو میں نے ابوسفیان سے کہا' اٹھو اب حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دیں' چنانچہ ہم دونوں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے ابوسفیان سے فرمایا' ابوسفیان افسوس کی بات ہے اب تک تمہیں کلمہ

اسلام پڑھنے کی توفیق نہیں ہوئی ہے؟ یہ کلمات سن کر ابوسفیان نے کہا' میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' آپ کا علم و کرم میری توقعات سے بڑھ کر ہے' میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود ہوتا تو مجھ پر مصائب و آلام کا ہجوم نہ ہوتا۔

نبی علیہ السلام نے میری بات کے جواب میں فرمایا' تجھ پر افسوس ہے کہ اب تک تو نے میرے نبی برحق ہونے کا اقرار نہیں کیا۔ ابوسفیان نے کہا' میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' اس بارے میں اب تک شک تھا' لیکن اب یہ شک رفع ہوگیا۔ میری باتیں سن کر جناب عباس نے فرمایا' ابوسفیان اپنی باتوں کو اتنا طویل نہ کرو کہ لوگ آ کر تمہاری گردن اتار دیں' اب تو تم کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا" رسول اللہ پڑھ لو' چنانچہ ابوسفیان نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

جب ابوسفیان اسلام لے آئے تو جناب عباس نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا' یا رسول اللہ ابوسفیان کو معاشرہ میں بلند مقام حاصل ہے' یہ معزز شخصیات میں شمار ہوتے ہیں' اس لیے انہیں کوئی خصوصی اعزاز عطا کیا جائے' چنانچہ جناب عباس کی درخواست پر نبی علیہ السلام نے فرمایا' "جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے' جو اپنے دروازے کو بند کر کے بیٹھ جائے اور جو خانہ کعبہ میں پناہ حاصل کرے' اس کے لیے امان ہے"۔

یہ فرمان سن کر ابوسفیان نے چاہا کہ اب وہ مکہ جا کر قریش کو ان مراعات سے آگاہ کریں جو نبی علیہ السلام نے عطا فرمائی ہیں لیکن نبی علیہ السلام نے جناب عباس سے فرمایا' آپ ابوسفیان کو لے کر وادی میں جائیں تاکہ یہ اسلامی لشکر کی روانگی کے منظر کو دیکھیں' چنانچہ جناب عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو لے کر وادی کی ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہوئے۔ جب اسلامی لشکر گزرنے لگا تو ہر دستہ کو دیکھ کر ابوسفیان جناب عباس سے اس کے بارے میں معلوم کرتے اور جناب عباس بتاتے جاتے کہ یہ فلاں قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ مہاجرین و انصار کے دستوں کی حلقے میں نبی علیہ السلام موجود تھے۔ ان دستوں کے ساتھ جو پرچم تھا' وہ سبز ہلالی تھا۔ یہ دستہ زین پوش تھا اور بڑھنے والوں کے جسم پر سوائے ہتھیاروں کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اس لشکر کی ساخت اور کثرت نظروں کو خیرہ کر رہی تھی اور اس لشکر کے قدموں سے اڑنے والی دھول فضائے آسمانی کو گرد آلود کر رہی تھی۔ اس لشکر کی سواریاں اور سوار ناظرین کو محو حیرت کر رہے تھے۔ اس لشکر کا شکوہ اور انبوہ کوہ قاف کی شوکت سے ارفع و اعلیٰ تھا' جس کو دیکھ کر ابوسفیان کی زبان سے بے ساختہ نکلا' سبحان اللہ' ایسا پروقار اور پرہیبت لشکر میری نظروں نے آج تک نہیں دیکھا اور عرب

کی تاریخ میں کسی ایسے لشکر کی بابت نہیں سنا گیا۔

ابوسفیان کے ستائشی کلمات

ابوسفیان کی زبان سے یہ کلمات سن کر جناب عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ابوسفیان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں جن کے ساتھ مہاجر و انصار جمع ہوئے ہیں۔ اس لشکر سے مقابلہ کی تاب کس میں ہوگی اور کوئی ان سے جیت نہ سکے گا۔ ابوسفیان سے جناب عباس نے کہا' ابوسفیان یہ بادشاہت نہیں نبوت کا اعزاز ہے۔ اس بات کا ابوسفیان نے اقرار کیا۔ جناب عباس نے ابوسفیان سے کہا لشکر گزر گیا ہے' اب تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو' جلد جاؤ اور اپنی قوم کو حالات سے آگاہ کرو۔

چنانچہ ابوسفیان مکہ آئے اور ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر اعلان کیا' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں۔ اس لشکر سے مقابلہ کی تاب کسی میں نہیں۔ اپنی اپنی فکر کرو اور ان کی اطاعت قبول کرلو ورنہ میرے گھر میں پناہ حاصل کر لو' مجھے یہ رعایت مل گئی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ سارے مکہ کی آبادی تمہارے گھر میں کس طرح سما سکتی ہے تو ابوسفیان نے کہا کہ ایک رعایت اور بھی ہے' جو شخص اپنے گھر میں پناہ لے اور دروازہ بند کر لے یا مسجد حرام میں پناہ لے لے' اس کو بھی امان مل جائے گی۔ چنانچہ بہت سوں نے تو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لی' بعض گھروں کے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے' بعض مسجد حرام کی طرف بھاگے اور وہاں پناہ گزیں ہوئے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم کعبہ میں تشریف آوری

جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے' اس وقت ربانی انعامات کی نوازش' روحانی الطاف و اکرام کی بارش اور فتح مکہ کے خواب کی تعبیر کو سامنے دیکھا۔ انوار ربانی سے مستفیض ہوئے تو سواری پر ہی ازراہ تواضع و انکسار بارگاہ خداوندی میں گردن خم کر دی اور اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں کلمات تشکر ادا کیے اور مکہ میں نہایت عجز سے داخل ہوئے۔ اس وقت آپ نے احرام باندھا ہوا تھا اور سرخ یمنی چادر زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ مکہ آ کر سب سے پہلے آپ نے مسجد حرام جا کر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔

جناب ابو قحافہ دامن اسلام میں

جب نبی علیہ السلام خانہ کعبہ کے طواف کے لیے تشریف لے گئے تو جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے

گھر گئے۔ اپنے والد کا ہاتھ پکڑ کر خدمت نبوی میں لے کر حاضر ہوئے۔ جب نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ جناب ابوبکر اپنے ضعیف والد کا ہاتھ پکڑے آ رہے ہیں اور ان کے والد بڑھاپے کی وجہ سے ٹھیک طرح چلتے ہوئے نہیں بلکہ گھسٹتے ہوئے آ رہے ہیں اور طویل العمری کے سبب بینائی بھی متاثر ہوچکی ہے' جس کی وجہ سے چلنے میں مزید دقت ہو رہی ہے' یہ دیکھ کر نبی علیہ السلام نے صدیق اکبر سے فرمایا "تم نے شیخ (ضعیف العمر) کو گھر میں رکھا ہوتا' میں خود ان کے پاس آتا"۔ جناب ابوبکر نے عرض کیا' یارسول اللہ مناسب یہی تھا کہ یہ آپ کی خدمت میں آتے' نہ کہ آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے۔ جناب ابو قحافہ اب تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے' جب وہ حضور علیہ السلام کے پاس آ کر بیٹھے تو نبی علیہ السلام نے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا' مسلمان ہو جائیے! جناب ابو قحافہ نے فرمایا' میں اسلام لے آیا اور اسی وقت انہوں نے کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ پڑھا۔

طویل العمری کی وجہ سے جناب ابو قحافہ کی پلکیں اور بھنویں تک سفید ہوچکی تھیں۔ نبی علیہ السلام نے اس سفیدی کو دیکھ کر فرمایا' اس سفیدی کو کسی رنگ سے تبدیل کر دو۔ (بعض حضرات اس واقعہ سے بالوں کو رنگنے اور خضاب کے بارے میں دلیل پکڑتے ہیں' دل چاہتا تھا کہ اس موضوع پر کچھ لکھا جائے لیکن تاریخ کی کتاب میں اس بحث کو چھیڑنا مناسب نہیں معلوم ہوا۔ مترجم۔ محمد اطہر نعیمی)

اسلامی لشکر مکہ میں

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہونے والے تھے' تو اسلامی لشکر کے پرچم برداروں سے فرمایا کہ وہ مختلف راستوں سے مکہ میں داخل ہوں۔ جناب زبیر بن العوام سے فرمایا کہ وہ بائیں ہاتھ کے راستہ سے جائیں اور جناب سعد بن عبادہ انصار کے دستہ کے ساتھ دائیں راستہ سے داخل ہوں' اس طرح تمام پرچم برداروں کے لیے راستے مقرر فرمائے۔

جب جناب سعد بن عبادہ اپنے متعین راستے پر روانہ ہوئے تو اس وقت ان کی زبان پر یہ رجز تھا۔

اليوم يوم الملحمه   اليوم تستحل الحرمه

آج تو جنگ و کارزار کا دن ہے' آج حرم کی حرمت کے خیال کے بغیر قریش کو قتل کیا جائے گا۔ جب جناب عمر کے کانوں میں اس رجز کی آواز پڑی تو وہ فوراً خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ سعد بن عبادہ تو آج یہ رجز پڑھتے ہوئے جا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج قریش پر بالادستی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے اس وقت حضرت علی کو بلا کر فرمایا' فوراً جاؤ اور سعد

سے پرچم لے کر اس دستے کی قیادت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہو۔ ایک جگہ آ کر مہاجرین و انصار کے دستوں کو تقسیم کر کے ایک دستہ جناب خالد بن ولید کی قیادت میں دے کر فرمایا' تم مکہ کے زیریں حصہ سے شہر میں داخل ہونا' اس طرح مختلف راستوں سے اسلامی لشکر مکہ شہر پہنچا۔ خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کے ایک دستہ کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ اس دستہ کی پیشوائی جناب ابوعبیدہ بن الجراح فرما رہے تھے۔ یہ دستہ مکہ کے بالائی علاقہ میں پہنچا۔ یہاں نبی علیہ السلام کے لیے خیمہ لگایا گیا اور سارا لشکر یہاں جمع ہوا۔

جناب خالد کی کافروں سے جھڑپ

صفوان بن امیہ' عکرمہ بن ابی جہل' سہیل بن عمرو کے علاوہ چند سرداران قریش نے ایک لشکر ترتیب دے کر مکہ کے آس پاس کی پہاڑیوں میں پناہ حاصل کی تھی۔ یہی پہاڑیاں جناب خالد کی گزرگاہ تھیں۔ جب جناب خالد اوپر سے گزرے تو یہ کافر اپنی پناہ گاہوں سے باہر نکل آئے اور جناب خالد سے مصروف پیکار ہوئے۔ اس جنگ میں فریقین کے بہت سے آدمی کام آئے۔ انجام کار کافر جناب خالد کے ہاتھوں شکست سے ہمکنار ہو کر بھاگ گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس وقت تک جنگ نہ کرنے کی ہدایت کی تھی جب تک کہ ان پر کوئی حملہ آور نہ ہو۔ اس ہدایت پر کسی نے استفسار بھی کیا تھا' اس پر آپ نے مزید تاکید فرمائی تھی کہ اگر تم سے کوئی جنگ کرے تو دفاعی جنگ لڑنا۔ قریش کی ایک جماعت کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا' اگر وہ لوگ مل جائیں تو انہیں امان نہ دی جائے اور انہیں قتل کر دیا جائے خواہ وہ لوگ خانہ کعبہ کے پردوں میں بھی چھپ جائیں یا کعبہ مقدسہ میں نصب کنڈوں کو پکڑ کر کھڑے ہو جائیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے سنگین جرائم کا ارتکاب کیا تھا اور ان سے حضور علیہ السلام سخت ناراض تھے۔ (ان کے بارے میں یہ حکم تھا کہ عام معافی کے باوجود یہ جہاں بھی ملیں' ان کو قتل کر دیا جائے۔ ان کا خون حدر (معاف) کر دیا گیا تھا۔ مترجم۔ محمد اطہر نعیمی)

مکہ مکرمہ کے سنگین مجرم

ان سنگین مجرموں میں ایک شخص کاتب وحی تھے اور بارگاہ نبوی میں محرری کے فرائض انجام دیا کرتے تھے لیکن شامت اعمال مرتد ہو کر مدینہ سے مکہ بھاگ آئے۔ ان کا تعلق بنو امیہ سے تھا۔ جب ان کی تلاش ہوئی تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پناہ حاصل کی اور چند دن ان کے پاس

چھپے رہے۔ لوگ انہیں تلاش کرتے رہے۔ انہیں جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں لائے اور ان کی سفارش کی تو نبی علیہ السلام نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا لیکن بعد میں انہیں حضرت عثمان کی تحویل میں دے دیا۔ جب حضرت عثمان انہیں لے کر چلے گئے تو نبی علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا' میری خاموشی کے درمیان تم نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا' یا رسول اللہ آپ اشارہ فرما دیتے' ہم خود تو نہ سمجھ سکے تھے۔ یہ بات سن کر آپ نے ارشاد فرمایا' "نبی کسی کو اشارہ سے قتل نہیں کراتے"۔ بعد میں یہ صاحب مشرف بہ اسلام ہوئے۔ خلافت فاروقی و عثمانی میں انہیں کسی علاقہ پر عامل مقرر کیا گیا تھا۔ ان کا تعلق بنو عامر کے خاندان سے تھا اور ان کا نام عبداللہ بن سعد (بن ابی سرح) تھا۔

دوسرا مجرم عبداللہ بن خطل تھا' اس کے بارے میں بھی یہ حکم تھا کہ اعلان امن کے باوجود یہ جہاں بھی ملے' اس کو قتل کیا جائے۔ اس شخص کو نبی علیہ السلام نے ملحقہ علاقوں میں جا کر زکوۃ کی رقوم جمع کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اس نے ایک مسلمان کو شہید کیا اور مکہ بھاگ آیا۔ اس کی دو کنیزیں بہترین گانے والی تھیں' ان سے قریش کی مجالس میں نبی علیہ السلام کے بارے میں ہجویہ اشعار گوایا کرتا تھا' اس لیے حکم نبوی یہ تھا کہ عبداللہ بن خطل کے علاوہ ان دونوں کنیزوں کو بھی قتل کیا جائے۔ عبداللہ بن خطل اور اس کی ایک کنیز تو ہاتھ آ گئے اور قتل ہوئے لیکن ایک کنیز نے بھاگ کر جان بچائی۔

تیسرا شخص' جس کے بارے میں قتل کا حکم ہوا' وہ عکرمہ بن ابوجہل تھے۔ یہ مکہ سے یمن بھاگ گئے تھے لیکن ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث' جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ دار تھیں' انہوں نے عکرمہ کے لیے نبی علیہ السلام سے امان حاصل کی اور یمن جا کر انہیں واپس لائیں۔ عکرمہ نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ تھے' جن کے نام اور ان کی تفصیلات سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں۔ (مفتی حبیب احمد صاحب نے اپنی کتاب "تاریخ حبیب الٰہ" میں ارقام فرمایا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کا خون حدر کیا گیا تھا' جن کے نام یہ ہیں۔ عکرمہ بن ابی جہل' صفوان بن امیہ' وحشی' عبداللہ بن سعد بن ابی سرح' کعب بن زہیر' ہبار بن اسود' عبداللہ بن زبعری' عبدالعزیٰ بن خطل' یقین بن خبابہ' حارث بن طلاطلہ' حویرث بن نقیدیہ' ابتدائی سات اشخاص تو اسلام لے آئے' آخری چار قتل ہوئے۔ چار خواتین میں ہند زوجہ ابوسفیان' قرتنا' قریبہ' ارنب' سارہ' ام سعد' ان میں آخری چار قتل ہوئیں۔ مترجم۔ محمد اطہر نعیمی)

ام ہانی کے لیے اعزاز

ابوجہل کے بھائی حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ نے رشتہ داری کی وجہ سے حضرت علی کی بہن جناب ام ہانی بنت ابوطالب کے گھر میں بھاگ کر پناہ حاصل کی تھی۔ جب جناب علی ام ہانی کے گھر گئے تو انہیں ان دونوں کی موجودگی کا احساس ہوا تو انہوں نے تلوار لے کر ان دونوں کو قتل کرنا چاہا لیکن ام ہانی نے ان دونوں کو ان کے سامنے سے ہٹا کر کوٹھڑی میں بند کر دیا اور خود فوراً اس جگہ پہنچیں جہاں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقیم تھے۔ ام ہانی اس واقعہ کی بابت کہتی ہیں' جب میں وہاں پہنچی تو نبی علیہ السلام غسل فرما رہے تھے اور سیدہ فاطمہ آپ کا لباس لیے منتظر تھیں۔ غسل سے فارغ ہو کر آپ نے لباس پہنا اور آٹھ رکعت نماز چاشت ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے مجھے خوش آمدید کہا اور آمد کی وجہ معلوم کی تو میں نے کہا' میں نے حارث اور زہیر کو اپنے گھر میں پناہ دی ہے لیکن جناب علی کرم اللہ وجہہ انہیں قتل کرنے کے درپے ہیں۔ حالانکہ وہ اب میری امان میں ہے۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا' "ام ہانی تم نے جس کو پناہ دی' وہ ہماری پناہ میں ہے اور جس کو تم نے امان دی' وہ ہماری امان میں ہے"۔ جاؤ اور جناب علی کرم اللہ وجہہ کو یہ بات بتا دو' چنانچہ میں نے فوراً آ کر حضرت علی کو فرمان نبوی سنایا تو جناب علی نے ان سے تعرض نہ کیا۔

خانۂ کعبہ کی کنجیاں

مکہ مکرمہ میں چند دن قیام کے بعد ایک صبح آپ سواری پر بیٹھے' طواف خانہ کعبہ کیا۔ اس وقت آپ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی' طواف کے دوران جب آپ حجر اسود کے سامنے آتے تو اس کو حجر اسود سے مس کرتے تھے۔

جب طواف سے فارغ ہوئے تو خانہ کعبہ کے کلید بردار جناب عثمان بن طلحہ کو بلوا کر خانہ کعبہ کو کھلوایا اور خانہ کعبہ سے کبوتر کی طرح کی چند چوبی نورتیاں اتار کر باہر پھینک دیں اور وہاں نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر خانہ کعبہ کے دروازے پر آئے۔ قریش مکہ کے علاوہ اور بہت سے لوگ دروازہ کعبہ کے سامنے اس بات کے منتظر تھے کہ اس وقت آپ کیا فرمانے والے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے عمارت کعبہ کے کنڈے کو پکڑ کر یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

عمارت خانۂ کعبہ سے خطبہ نبوی

ترجمہ: خالق کائنات جو تنہا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' وہ ذات جس نے (اپنے بندے کے) وعدہ

کو پورا فرمایا اور اپنے بندے (نبی علیہ السلام) کی اور ان کافروں کے مقابلہ میں جو اس مقدس ذات اور ان کے متعین کا گھیراؤ کرنے کے لیے آ گئے تھے تاکہ مسلمانوں کو نیست و نابود اور مدینہ کو تاراج کر دیں' بغیر جنگ کیے مدد فرمائی اور فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' حق تعالیٰ نے مجھ پر کرم فرمایا اور اسلام کو سربلندی فرمائی اور حقانیت کے پرچم کو بلند فرمایا۔ سنو! تمام مسلمان ملت واحدہ ہیں' کسی کو کسی پر رنگ و نسل' علاقائی و خاندانی بنیاد پر فوقیت و فضیلت حاصل نہیں ہے۔ ایک کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ دور جاہلیت کے مال اور خون کے دعوے باطل کیے جاتے ہیں اور میں دور جاہلیت کے تمام دعوؤں کو اپنے قدم کے نیچے روندتا ہوں۔ اسلامی احکام کے مطابق ان دعووں کی کوئی حیثیت نہیں رہی ہے۔ (اس خطبہ کے یہ جملے حجۃ الوداع میں بھی منقول ہیں۔ مترجم۔ محمد اطہر نعیمی)

قریش کے لوگو! سنو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے۔ تمہیں ہمارا مطیع و فرمانبردار کیا ہے' اب تمہیں چاہیے کہ ایک دوسرے پر حسب و نسب کی بنا پر تفاخر نہ کرو اور دور جاہلیت کی طرح تکبر کا مظاہرہ نہ کرو۔ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی۔ اب بزرگی کا معیار تقویٰ و پرہیزگاریٰ' خشیت الٰہی اور دین داری پر ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے "اے لوگو' ہم نے تمہیں مرد و عورت سے پیدا کیا ہے"۔

اس خطبہ میں قریش سے خصوصی خطاب کے طور پر فرمایا' اب جبکہ مجھے تم پر اقتدار و اختیار حاصل ہے اور میں تمہارے قتل کا حکم دے سکتا ہوں' میرے بارے میں تمہارے تاثرات کیا ہیں اور تم نے کیا توقعات وابستہ کی ہیں؟

قریش کے لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا' آپ جیسا حلیم و کریم تو آج تک دیکھا ہی نہیں گیا ہے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ بھی وہ طرز عمل اختیار نہیں کرتا جو آپ نے ہمارے ساتھ روا رکھا ہے۔ آپ نے جو برتاؤ ہمارے ساتھ کیا ہے' کیا وہ ایک رشتہ دار دوسرے کے ساتھ روا نہیں رکھتا۔ اس موقعہ پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تم نے ماضی میں میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا' میں اس سے درگزر کرتا ہوں اور عام معافی کا اعلان کرتا ہوں۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے قصاص کے احکام کا اعلان فرمایا کہ قتل عمد کی دیت و سزا کیا ہے اور قتل اتفاقی میں کتنی دیت لازم ہوگی۔

عثمان بن طلحہ کو خانہ کعبہ کی کنجیاں مل گئیں

اس خطبہ کے بعد سید عالم علیہ السلام خانہ کعبہ سے اتر کر نیچے تشریف لائے اور صحن کعبہ میں بیٹھے۔ اس موقعہ پر جناب علی کرم اللہ وجہہ خانہ کعبہ کی کنجیاں ہاتھ میں لے کر اٹھے اور عرض کیا' یا رسول اللہ جس طرح حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری ہمارے خاندان میں ہے' اسی طرح خانہ کعبہ کی کلید برداری اور حاجب کا منصب بھی ہمیں عطا کیا جائے۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا' عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟ انہیں بلایا جائے۔ (عثمان قبیلہ بنو عبدالدار کے سرداروں میں سے تھے' حاجب کعبہ اور کلید برداری کا منصب ان کے خاندان میں چلا آ رہا تھا) جب عثمان آئے' تو نبی علیہ السلام نے فرمایا "اے عثمان' یہ تمہاری چابیاں ہیں' آؤ اور انہیں اٹھا لو' آج رحمت و شفقت اور عام معافی کا دن ہے" اس کے بعد جناب علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا "تمہیں ایسی چیز ملے گی جس سے نہ تو کسی کا حق ختم ہوگا' نہ اس کی معاش پر اثر پڑے گا"۔ یہ بات سن کر جناب علی خوش ہوگئے۔ حضور علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی چابیاں ان سے لے کر جناب عثمان بن طلحہ کے سپرد فرما دیں۔ اس کے بعد پھر خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر جناب بلال آپ کے ساتھ خانہ کعبہ میں گئے تھے۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو جناب عبداللہ بن عمر نے حضرت بلال سے معلوم کیا کہ نبی علیہ السلام نے خانہ کعبہ میں جا کر کس جگہ نماز پڑھی ہے تو جناب بلال نے بتایا کہ دونوں ستونوں کے درمیان۔ (صحابہ کی عقیدت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ انہیں یہ معلوم کرنا تھا کہ حضور علیہ السلام نے خانہ کعبہ میں کیا عمل کیا تاکہ وہ بھی آپ کی اقتداء میں وہی کام اسی جگہ کریں جہاں کہ آپ نے کیا تھا۔ مترجم۔ محمد اطہر نعیمی)

خانہ کعبہ میں بلال کی اذان گونجی

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے تو جناب بلال سے فرمایا کہ وہ خانہ کعبہ میں اذان کہیں۔ جب جناب بلال نے اللہ کے مقدس گھر میں اذان کہی' اس وقت حرم کعبہ کے احاطہ میں دیوار کعبہ کے نیچے سرداران قریش' ابوسفیان بن حرب' عتاب بن اسید' ابوجہل کا بھائی حارث بن ہشام بیٹھے ہوئے تھے۔ (عتاب اور حارث اب تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے) جب ان دونوں کے کانوں میں اذان کی آواز آئی تو یہ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ اس موقعہ پر عتاب نے کہا' اللہ کا شکر ہے کہ میرا باپ ان کلمات (اذان) کو سننے سے پہلے ہی مر گیا۔ حارث نے کہا' اگر میں یہ جان لیتا کہ یہ (نبی علیہ السلام) حق پر ہیں تو میں ان کا اتباع کر لیتا۔ ان دونوں نے ابو سفیان سے کہا' تم کیوں خاموش ہو اور

نہیں بول رہے ہو۔ ابوسفیان نے کہا اگر میں کچھ کہوں گا تو مجھے یہ یقین ہے کہ یہ ذرے جو احاطہ مسجد حرام میں ہیں' یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب کچھ بتا دیں گے۔ عتاب اور حارث نے کہا یہ کیونکر ممکن ہے؟ جب یہ تینوں آپس میں باتیں کر رہے تھے' اس وقت کوئی شخص آس پاس نہ تھا جو ان کی باتیں سنتا۔ جب نبی علیہ السلام خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائے اور ان تینوں کو ایک جگہ بیٹھے دیکھا تو ان کے قریب تشریف لائے اور فرمایا' مجھے یہ معلوم ہے کہ تم آپس میں کیا باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا' بتائیں ہم کیا گفتگو کر رہے تھے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا' عتاب نے یہ کہا تھا' حارث نے یہ کہا اور ابوسفیان نے یہ کہا تھا۔ یہ سنتے ہی عتاب اور حارث اٹھے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قدموں میں گر گئے' پھر قدموں سے سر اٹھا کر دونوں نے کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ پڑھا۔ بعد میں ان تینوں نے کہا' یا رسول اللہ جب ہم تینوں آپس میں باتیں کر رہے تھے' اس وقت ہماری گفتگو کو سوائے خداوند تعالیٰ کے اور کوئی سننے والا نہ تھا' جب آپ نے ہماری گفتگو کی اطلاع دے دی ہے تو ہمیں یہ یقین ہوگیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول ہیں۔

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں پہلی مرتبہ داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا تھا کہ وہاں فرشتوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویریں آویزاں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شبیہ کے ہاتھ میں چند قرعے دیے گئے تھے' جو گھومتے تھے۔ جب نبی علیہ السلام نے انہیں دوبارہ دیکھا تو فرمایا' اللہ تعالیٰ ان کا محافظ ہو' کیا ابراہیم علیہ السلام ایسی شخصیت تھے جو قرعہ (فال) نکالتے۔ اس موقعہ پر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ سچے مسلمان تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے (سورہ آل عمران۔ ٦٧)

اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ نے ان تمام تصاویر کو صاف کرا دیا۔

کوہ صفا پر نبی علیہ السلام کی دعا

جب نبی علیہ السلام مسجد حرام کے احاطہ سے باہر تشریف لائے تو کوہ صفا پر آئے اور بارگاہ الٰہی میں دست دعا اٹھائے اور دعا فرمائی' انصار و مدینہ نے جب آپ کو یہاں آتے دیکھا تو آپ کے گرد جمع ہو کر آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ اب تو نبی علیہ السلام اپنے شہر میں آ گئے اور شہر والے آپ کے مطیع و فرمانبردار بھی ہوگئے ہیں' اب آپ مدینہ واپسی کی کیونکر خواہش رکھیں گے۔ جب نبی علیہ السلام دعا سے فارغ ہوئے تو آپ نے انصار مدینہ سے معلوم فرمایا' تم آپس میں کیا باتیں کر رہے تھے۔ انصار نے عرض

کیا' کوئی خاص بات تو نہیں تھی' لیکن نبی علیہ السلام نے فرمایا' تمہیں دل کی بات کا اظہار کرنا چاہیے' تم کیا کہہ رہے تھے۔ جب آپ نے اصرار کے ساتھ فرمایا تو انہوں نے کہا' یارسول اللہ ہم آپس میں اس موضوع پر بحث کر رہے تھے اور ساری گفتگو نقل کر دی۔ یہ جذبات اخلاص سن کر نبی علیہ السلام نے انہیں یہ بشارت دی۔

"معاذ اللہ! اب تو ہماری (حیات ظاہری) زندگی بھی تمہارے ساتھ ہے اور (حیات باطنی) موت بھی تمہارے ساتھ"۔ یہ سنتے ہی انصار مدینہ کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہا۔

فتح مکہ اور خطبہ نبوی

فتح مکہ کے دوسرے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لا کر خطبہ دیا

"لوگو! جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق فرمائی' اسی دن اس نے مکہ کو تقدس عطا کیا اور حرم مکہ قیامت تک کے لیے محترم قرار دیا گیا ہے۔ اب کسی شخص کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اس خطہ زمین پر خون بہائے اور یہاں کا کوئی درخت اکھاڑے۔ اولین و آخرین کے لیے یہ لازم ہے کہ اس شہر مقدس کی حرمت کا لحاظ رکھیں اور میرے لیے بھی مناسب یہ ہے کہ اس شہر مقدس کی حرمت کو ملحوظ رکھوں اور یہ اس وقت تک ہے جب تک کہ اس شہر کے لوگ اسلام قبول نہ کرلیں اور جب یہ مشرف بہ اسلام ہو جائیں تو اس شہر کی حرمت لوٹ آئے گی۔ اگر آج کوئی کسی کو قتل کر دے تو قصاص و دیت لازم آئے گی اور اس کا اعلان عام کر دیا جائے۔ اور اگر کوئی شخص آج کے واقعات سے استدلال کرے اور یہ کہے کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں قتل کی اجازت دی تھی تو اس کو یہ بتا دیا جائے کہ وہ عمل خصوصیات نبوی میں سے تھا' کسی اور کے لیے اجازت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت عطا فرمائی تھی' قبیلہ بنو خزاعہ کے لوگو' اب قتل و غارت گری سے باز آ جاؤ' خون ریزی بہت ہو چکی"۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فتح مکہ کے دن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے' اس وقت خانہ کعبہ کے گرد بہت سے بت رکھے ہوئے تھے۔ دوران طواف نبی علیہ السلام سواری پر تھے اور آپ کے دست مبارک میں تازیانہ تھا (چھڑی تھی) آپ اس سے بت کی جانب اشارہ کرتے اور قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرماتے' **جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا** "حق آیا اور باطل نابود ہوا' بے شک باطل نابود ہونے کے لیے ہی تھا"۔

يا أيُّهَا ٱلنَّاسُ ، إنَّ ٱللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ ٱلسَّمٰوٰاتِ وَٱلْأَرْضَ ، فَهِيَ حَرَامٌ مِنْ حَرَامٍ إلىٰ يَوْمِ ٱلْقِيامَةِ ، فَلا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِٱللهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلآخِرِ أن يَسْفِكَ فِيهِ دَمًا ، وَلا يَعْضِدَ فِيها شَجَراً ، لَمْ تَحْلِلْ لِأحَدٍ كانَ قَبْلِي ، وَلا [تَحِلُّ] لِأحَدٍ يَكُونُ بَعْدِي ، وَلَمْ تُحْلَلْ[2] لِي إلا[3] هٰذِهِ ٱلسَّاعَةَ ، غَضَباً عَلَىٰ أهْلِها . ألا ؛ ثُمَّ [قَدْ] رَجَعَتْ كَحُرْمَتِها بِالأمْسِ ، فَلْيُبَلِّغِ ٱلشَّاهِدُ مِنْكُمُ ٱلْغائِبَ ، فَمَنْ قالَ لَكُمْ : إنَّ رَسُولَ ٱللهِ [قَدْ] قاتَلَ فِيها ، فَقُولُوا : إنَّ ٱللهَ قَدْ أحَلَّها لِرَسُولِهِ ، وَلَمْ يُحْلِلْها [لَكُمْ] ؛ يا مَعْشَرَ خُزاعَةَ ؛ إرْفَعُوا أيْدِيَكُمْ عَنِ ٱلْقَتْلِ ، فَلَقَدْ كَثُرَ [ٱلْقَتْلُ] إنْ نَفَعَ ؛ لَقَدْ قَتَلْتُمْ قَتِيلاً لَأدِيَنَّهُ ؛ فَمَنْ قُتِلَ بَعْدَ مَقامِي هٰذا فَأهْلُهُ بِخَيْرِ ٱلنَّظَرَيْنِ : إنْ شاءُوا فَدَمُ قَاتِلِهِ ؛ وَإنْ شاءُوا فَعَقْلُهُ .

تمیم بن اسد خزاعی نے اس واقعہ کی منظر کشی اپنے اشعار میں کی ہے' ان میں سے ایک شعر ہدیہ ناظرین ہے۔

وفي الاصنام معتبر وعلم لمن يرجوا الثواب او العقابا

فضالہ بن عمیر لیثی کا اسلام

مکہ کے ایک کافر اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت ترین دشمن فضالہ بن عمیر نے جب نبی علیہ السلام کو طواف کرتے دیکھا تو یہ سوچا کہ اس وقت (خاکم بدہن) آپ کو قتل کر دے۔ جب وہ نبی علیہ السلام کے قریب آیا تو آپ نے فرمایا تم فضالہ ہو' اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا' کس ارادے سے آئے ہو؟ فضالہ نے کہا' کسی ارادے سے بھی نہیں۔ فضالہ کا جواب سن کر نبی علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور اس سے کہا' استغفراللہ کہو یعنی اپنی غلط بیانی پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو' پھر فضالہ کے سینے پر اس طرح ہاتھ رکھا جس سے اس کو آرام ملا' پھر جیسے ہی آپ نے فضالہ کے سینہ سے ہاتھ ہٹایا' فضالہ آپ کے قدموں میں گر گئے۔ جب انہوں نے قدم ہائے نبوی سے سر اٹھایا' اس وقت ان کی زبان پر اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ جاری تھا۔

فضالہ جب اپنے اسلام لانے کا واقعہ نقل کرتے تو کہا کرتے تھے کہ نبی علیہ السلام کا دست اقدس میرے سینے پر آنے سے پہلے میری یہ حالت تھی کہ آپ سے زیادہ بدترین دشمن میرے لیے اور کوئی نہ تھا۔ لیکن جب دست نبوی میرے سینے پر آیا تو آپ سے زیادہ مجھے اور کوئی محبوب نہ تھا۔ فضالہ جب مشرف بہ اسلام ہو کر اپنے گھر واپس جا رہے تھے تو راستہ میں ان کی ملاقات اس خاتون سے ہوئی جس سے فضالہ کو عشق تھا۔ جب بھی انہیں موقع میسر ہوتا تو اس سے دو باتیں کر لیتے تھے۔ ان کے اس عشق کی داستانیں مکہ میں مشہور تھیں۔ لیکن آج انہوں نے اپنی محبوب کی جانب کوئی توجہ نہ کی اور بغیر بات کیے جانے لگے تو اس عورت نے جناب فضالہ کو آواز دی اور کہا' کیا بات ہے آج بغیر بات کیے گزرے جا رہے ہیں۔ فضالہ نے کہا' اب نامحرم خواتین سے گفتگو نہیں کرنی' اس خاتون نے وجہ دریافت کی تو جناب فضالہ نے کہا اسلام کی محبت و عقیدت نے مجھے ایسا گرویدہ کیا ہے کہ اب مجھے بات کرنے کی فرصت ہی نہیں۔

"میری محبوبہ نے مجھے باتیں کرنے کے لیے بلایا تو میں نے اس کو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اس بات کو روا نہیں رکھتا کہ میں نامحرم خواتین کے ساتھ ہم نشینی اور باتیں کروں۔ میری بات سن کر وہ مجھے اسلام قبول کرنے پر ملامت کرنے لگی تو میں نے اس سے کہا کہ اسلام لانے کی وجہ سے تم مجھے ملامت نہ کرو' اگر فتح مکہ کے دن تم نبی علیہ السلام کے اشارے پر بتوں کو سرنگوں ہوتے اور سرداران قریش کو اضطرار و اضطراب کے عالم میں گردن اطاعت خم کرتے دیکھتیں تو تم پر اسلام کی حقانیت اور قریش کے دین کا باطل ہونا منکشف ہو جاتا۔ اور جو کوئی اسلام کو اختیار کرتا ہے' گویا وہ روز روشن میں سیدھے راستہ پر جاتا ہے اور جو قریش کے دین پر باقی رہتا ہے' وہ مشرک ہے اور ایسا ہے کہ جیسے کوئی بے سروسامانی کے عالم اور تاریک رات میں گھنے جنگل میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہو"۔ یہ کہہ کر فضالہ اپنے گھر چلے گئے لیکن اپنی محبوبہ کے دل میں اسلام کی محبت کی چنگاری لگا گئے' چنانچہ بعد میں اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

صفوان مکہ سے بھاگ گیا

فتح مکہ کے موقع پر گرفتاری کے خوف سے صفوان بن امیہ مکہ سے فرار ہو کر جدہ آ گئے تھے۔ ان کے قبیلہ کے ایک صحابی جناب عمیر بن وھب نے نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا'

یارسول اللہ صفوان ہمارے قبیلہ کے معزز افراد میں سے ہے اور آپ کے ڈر سے بھاگ کر جدہ چلا گیا ہے تاکہ کسی کشتی کے ذریعہ یمن چلا جائے۔ آپ اس کو امان دے دیں تاکہ میں جا کر اس کو لے آؤں۔ ان کی درخواست پر نبی علیہ السلام نے صفوان کو امان دے دی۔ اس امان کے سلسلہ میں عمیر نے نبی علیہ السلام سے ایک درخواست اور کی کہ اس امان کی کوئی نشانی عطا فرما دیں' چنانچہ نشانی کے طور پر نبی علیہ السلام نے اپنا عمامہ عمیر کو عطا فرمایا اور یہ وہی عمامہ تھا' جس کو آپ فتح مکہ کے دن زیب سر فرمائے ہوئے تھے۔

عمیر یہ عمامہ لے کر تیزی کے ساتھ مکہ سے جدہ روانہ ہوئے۔ جب یہ ساحل جدہ پر پہنچے تو صفوان ایک کشتی میں بیٹھ چکے تھے اور روانگی کے لیے تیار تھے۔ اس وقت انہوں نے پکار کر صفوان سے کہا' اللہ اللہ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں امان عطا فرما دی ہے اور نبی علیہ السلام کا عمامہ میں نشانی کے طور پر لایا ہوں۔ یہ سن کر صفوان نے کہا' واپس جاؤ' میں تمہاری باتوں سے غلط فہمی کا شکار نہ ہوں گا' نہ تمہاری بات سن کر مجھے کوئی مسرت ہوئی ہے اور مجھے تمہاری بات کا یقین بھی نہیں آیا ہے۔

صفوان کو اس بات کا یقین اس لیے نہیں آیا تھا کہ جب صفوان کے باپ جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے تو صفوان نے عمیر کو بہت کافی رقم دینے اور ان کے اہل و عیال کی ذمہ داری قبول کر کے عمیر کو (خاکم بدہن) نبی علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے مدینہ بھیجا تھا اور جناب جبریل علیہ السلام نے اس سازش کی نبی علیہ السلام کو اطلاع دے دی تھی اور جب نبی علیہ السلام نے عمیر کو اس سازش سے آگاہ فرمایا تھا' تو وہ مسلمان ہو گئے تھے' جس کی تفصیلات گزشتہ صفحات میں غزوہ بدر کے ذیل میں ذکر کی جا چکی ہیں۔

اب عمیر نے امکانی کوشش کی کہ یہ بات صفوان کے ذہن نشین کرائیں لیکن دشواری ہو رہی تھی۔ عمیر نے صفوان سے کہا تم اپنے دل سے غلط فہمیوں کو دور کر دو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی حاضری سے نہ گھبراؤ' وہ تو تمہارے چچازاد ہیں اور جو اعزاز و اکرام انہیں حاصل ہے' اس پر تو خوش ہونا چاہیے کیونکہ ان کے اعزاز و اکرام سے تو تمہیں بھی حصہ ملے گا۔ ان کی ذات تو بڑی کریم ہے' ان سے زیادہ نہ تو کوئی صادق القول ہے اور نہ کوئی حلیم۔ جب کہ انہوں نے تمہیں امان دے دی ہے تو وہ نہ تو وعدہ خلافی کریں گے اور نہ اپنے دل میں کوئی منفی خیال لائیں گے۔ تم مطمئن ہو کر بغیر کسی اندیشے کے اٹھو تاکہ ہم نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دیں۔ اس گفتگو کو سن کر جناب صفوان کو اطمینان ہوا

اور وہاں سے جناب عمیر کے ساتھ روانہ ہو کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عمیر نے بتایا ہے کہ آپ نے مجھے امان دے دی ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' ہاں! میں نے تمہیں امان دے دی ہے۔ صفوان نے امان کی بابت سن کر کہا اگر ایسی بات ہے تو مجھے ایمان لانے کے لیے دو ماہ کی مہلت دے دیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' دو ماہ کی نہیں' میں نے تمہیں چار ماہ کی مہلت دی۔ ابھی مہلت کی مدت پوری نہ ہوئی تھی کہ صفوان معجزات نبوی کو دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان کے اسلام لانے کا تذکرہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

عبداللہ بن ز٠عری دامن اسلام میں

مکہ کے شاعروں میں سے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ ایک عبداللہ بن ز٠عری بھی تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر مکہ سے بھاگ کر نجد کے علاقہ نجران چلے گئے تھے۔ جناب حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک شعر کہہ کر انہیں بھیج دیا۔ جب ابن ز٠عری نے یہ شعر پڑھا تو ان کا سکون و اطمینان غارت ہو گیا۔ وہ شعر ہدیہ ناظرین ہے۔

لا تعد من رجلا احلک بغضہ نجران فی عیش احذ لئیم

تم ایسی ذات اقدس کے حکم سے کیوں انحراف کرتے ہو (یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی ناراضی کے ڈر سے نجران بھاگ گئے ہو۔ تمہارا ذہنی سکون تباہ ہو گیا ہے' ذلت و رسوائی کے راستہ پر پڑ گئے ہو' اب اپنی اصلاح کرو اور ان کی بارگاہ میں حاضری دو' وہ تمہیں معاف کر دیں گے اور تمہاری سابقہ غلطیوں کو بھی معاف کر دیں گے۔ اس شعر سے جو کیفیات جناب عبداللہ بن ز٠عری پر طاری ہوئیں' ان پر وہ قابو نہ پا سکے' بے تابانہ مکہ آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور ماضی کی غلطیوں کی تلافی کے طور پر نبی علیہ السلام کی نعت میں چند شعر کہے' جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

آمَنَ اَللَّحْمُ وَ اَلعِظَامُ لِرَبِّی [1]
ثُمَّ قَلْبِی اَلشَّهِیدُ أَنْتَ اَلنَّذِیرُ
إِنَّنِی عَنْکَ زَاجِرٌ ثُمَّ حَیًّا
مِنْ لُؤَیٍّ وَ کُلُّهُمْ [2] مَغْرُورُ

قصیدہ

مَنَعَ اَلرُّقَادَ [4] بَلَابِلٌ وَ هُمُومُ
وَ اَللَّیْلُ مُعْتَلِجُ اَلرِّوَاقِ [5] بَهِیمُ

مِمَّا أَتَانِي أَنَّ أَحْمَدَ لَامَنِي
فِيهِ فَبِتُّ كَأَنَّنِي مَحْمُومُ

"اے اللہ کے رسول اگر میری زبان سے آپ کی شان میں گستاخی سرزد ہوئی ہے' اب اس برائی کے بجائے میں سو بار آپ کی مدح و ثناء کرتا ہوں' جس دور میں میری زبان سے آپ کی شان میں برے کلمات نکلے ہیں' اس وقت میں شیطان کا ہم نشین اور حالت کفر میں تھا' اس دور میں جو کچھ کہا' وہ خواہشات نفسانی اور شیطان کے اتباع کی وجہ سے تھا اور جو شخص شیطان کا ندیم ہوتا ہے' وہ جو کچھ کہتا ہے وہ ہوائے نفس اور شیطانی کے اثر و نفوذ کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایسا شخص بدبخت اور ہلاکت میں پڑنے والوں میں سے ہوتا ہے۔ اب جبکہ میں جسم و روح سے اللہ رب العالمین اور آپ کی (نبی علیہ السلام) ذات پر ایمان لایا ہوں' میں اس لائق ہوں کہ آپ کی نعت و منقبت پیش کر سکوں اور ماضی پر معذرت بھی طلب کروں"۔

يَا خَيْرَ مَنْ حَمَلَتْ[1] عَلَىٰ أَوْصَالِهَا
عَيْرَانَةٌ[2] سُرُحُ الْيَدَيْنِ غَشُومُ

إِنِّي لَمُعْتَذِرٌ[3] إِلَيْكَ مِنَ الَّذِي
أَسْدَيْتُ إِذْ أَنَا فِي الضَّلَالِ أَهِيمُ

أَيَّامَ تَأْمُرُنِي بِأَغْوَىٰ خُطَّةٍ[4]
سَهْمٌ . وَتَأْمُرُنِي بِهَا مَخْزُومُ

وَأَمُدُّ أَسْبَابَ الرَّدَىٰ وَيَقُودُنِي
أَمْرُ الْغُوَاةِ وَأَمْرُهُمْ مَشْئُومُ

فَالْيَوْمَ آمَنَ بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
قَلْبِي وَمُخْطِيءُ هٰذِهِ مَحْرُومُ

مَضَتِ الْعَدَاوَةُ وَانْقَضَتْ أَسْبَابُهَا
وَدَعَتْ أَوَاصِرُ[5] بَيْنَنَا وَحُلُومُ

فَاغْفِرْ فِدًى لَكَ وَالِدَايَ كِلَاهُمَا
زَلَلِي[6] ، فَإِنَّكَ رَاحِمٌ مَرْحُومُ

*وَعَلَيْكَ مِنْ[7] عِلْمِ الْمَلِيكِ عَلَامَةٌ
نُورٌ أَغَرُّ وَخَاتَمٌ مَخْتُومُ

أَعْطَاكَ بَعْدَ مَحَبَّةٍ بُرْهَانَهُ
شَرَفًا وَبُرْهَانُ الْإِلٰهِ عَظِيمُ

وَ لَقَدْ شَهِدْتُ بِأَنَّ دِينَكَ صادِقٌ
حَقٌ وَ أَنَّكَ فِي الْعِبادِ جَسِيمُ
وَ اللهُ يَشْهَدُ أَنَّ أَحْمَدَ مُصْطَفَى
مُسْتَقْبِلٌ فِي الصَّالِحِينَ كَرِيمُ
قَرْمٌ عَلا بُنْيانُهُ مِنْ هاشِمٍ[1]
فَرْعٌ تَمَكَّنَ فِي الذُّرا وَ أُرُومُ

و از شعرای دیگر، هُبَیْرَة بن أبي وَهْب اَلْمَخْزومی بود، و او نیز از بیم به نَجران گریخته بود، و أمّ هانی دختر أبوطالب بخانهٔ وی بود، چون بشنید که أمّ هانی به إسلام آمد، دانست که میان ایشان مُفارقت افتاد، ازسر شوق این چند بیت بگفت. ونام أمّ هانی هِند[2] بود.

بیت

أشاقَتْكَ هِنْدٌ أَمْ أتاكَ سُؤالُها[3]
كَذاكَ[4] النَّوى أَسْبابُها وَ انْفِتالُها
وَ قَدْ أرَّقَتْ فى رَأْسِ حِصْنٍ مُمَنَّعٍ
بِنَجْرانَ يَسْرِى بَعْدَ لَيْلٍ[5] خَيالُها
وَ عاذِلَةٍ هَبَّتْ بِلَيْلٍ تَلُومُنِى[6]
وَتَعْذِلُنِى بِاللَّيْلِ ضَلَّ ضَلالُها[7]
وَتَزْعُمُ أَنِّى إِنْ أَطَعْتُ عَشِيرَتِى[1]
سَأُرْدَى وَهَلْ يُرْدِينِ إلّا زِيالُها
فَإِنِّى لَمِنْ قَوْمٍ إذا جَدَّ جِدُّهُمْ
عَلَى أَىِّ حالٍ أَصْبَحَ الْيَوْمَ حالُها
وَ إِنِّى لَحامٍ مِنْ وَراءِ عَشِيرَتِى
[إذا كانَ مِنْ تَحْتِ الْعَوالِى مَجالُها]
[وَصارَتْ بِأَيْدِيها السُّيُوفُ كَأَنَّها
مَخارِيقُ وِلْدانٍ وَ مِنْها ظِلالُها]
وَ إِنِّى لَأَقْلَى الْحاسِدِينَ [وَ] فِعْلَهُمْ
عَلَى اللهِ رِزْقِى نَفْسُها وَ عِيالُها[2]

وَإِنَّ كَلامَ ٱلْمَرْءِ فِي غَيْرِ كُنْهِهِ ٣
لَكَالنَّبْلِ تَهْوِي لَيْسَ فِيها نِصالُها ٤
فَإِنْ كُنْتِ قَدْ تابَعْتِ دِينَ مُحَمَّدٍ
وَعَطَّفَتِ ٱلْأَرْحامَ مِنْكِ حِبالُها
فَكُونِي عَلَىٰ أَعْلَىٰ سَحِيقٍ بِهَضْبَةٍ
مُلَمْلَمَةٍ غَبْراءَ يَبْسٍ بِلالُها

حضور کے گستاخ شعراء

ان شعراء میں جو بارگاہ رسالت میں گستاخی کا ارتکاب کرتے تھے' ایک فرد ہبیرہ بن ابی وھب مخزومی' جو جناب ہند المعروف و مشہور بہ ام ہانی کا شوہر تھا' یہ بھی فتح مکہ کے موقع پر بھاگ کر نجران چلا گیا تھا' جب اس کو جناب ام ہانی کے اسلام کی اطلاع ملی تو یہ سمجھ گیا کہ اختلاف دین کی وجہ سے اب زن و شوہر میں مفارقت ہو جائے گی' اس کیفیت کے مدنظر اس نے اپنے خیالات کو اشعار کے قالب میں ڈھالا۔ یہ ہبیرہ نجران میں مقیم ہوگیا اور حالت کفر میں وہیں مرگیا۔

فتح مکہ کے موضوع پر بہت سے شعراء نے قصاید لکھے' ان میں سے جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قصیدہ درج ذیل ہے۔

عَفَتْ ذاتُ ٱلْأَصابِعِ فَٱلْجِواءُ
إِلَىٰ عَذْراءَ مَنْزِلُها خَلاءُ ١
[دِيارٌ مِنْ بَنِي ٱلْحَسْحاسِ قَفْرٌ
تُعَفِّيها ٱلرَّوامِسُ وَٱلسَّماءُ
وَكانَتْ لا يَزالُ بِها أَنِيسٌ]
خِلالَ مُرُوجِها نَعَمٌ وَشاءُ
فَدَعْ ٢ هٰذا، وَلٰكِنْ مَنْ لِطَيْفٍ
يُؤَرِّقُنِي إِذا ذَهَبَ ٱلْعِشاءُ
لِشَعْثاءَ ٱلَّتِي ٣ قَدْ تَيَّمَتْهُ
فَلَيْسَ لِقَلْبِهِ ٤ مِنْها شِفاءُ
*كَأَنَّ خَبِيئَةً مِنْ بَيْتِ رَأْسٍ
يَكُونُ مِزاجَها عَسَلٌ ٥ وَماءُ
إِذا ما ٱلْأَشْرِباتُ ذُكِرْنَ يَوْمًا
فَهُنَّ لِطَيِّبِ ٱلرّاحِ ٦ ٱلْفِداءُ

نُوَلِّيهَا ٱلمَلامَةَ ٧ ، إنْ ألَمْنا
إذا [ما] كانَ مَغْثٌ أوْ لِحاءُ
وَنَشْرَبُها فَتَتْرُكُنا ١ مُلُوكًا
وَأُسْدًا ما يُنَهْنِهُنَا ٱللِّقاءُ ٢
عَدِمْنا خَيْلَنا ، إنْ لَمْ تَرَوْها ٣
تُثِيرُ ٱلنَّقْعَ ، مَوْعِدُها كَداءُ
يُنازِعْنَ ٱلأعِنَّةَ مُصْغِياتٍ
عَلَى أكْتافِهَا ٱلأسَلُ ٤ ٱلظِّماءُ
تَظَلُّ جِيادُنا مُتَمَطِّراتٍ ٥
يُلَطِّمُهُنَّ ٦ بِٱلْخُمُرِ ٱلنِّساءُ
فَإمّا تُعْرِضُوا عَنّا ٱعْتَمَرْنا
وَكانَ ٱلْفَتْحُ ، وَٱنْكَشَفَ ٦ ٱلْغِطاءُ
وَإلّا ، فَٱصْبِرُوا لِجِلادِ يَوْمٍ ٧
يُعِينُ ٱللهُ فِيهِ مَنْ يَشاءُ
وَجِبْرِيلٌ رَسُولُ اللهِ فِينا
وَرُوحُ ٱلْقُدْسِ لَيْسَ لَهُ كِفاءُ ٨
وَقالَ ٱللهُ : قَدْ أرْسَلْتُ عَبْدًا
يَقُولُ ٱلحَقَّ إنْ نَفَعَ ٱلبَلاءُ
شَهِدْتُ بِهِ ، فَقُومُوا صَدِّقُوهُ
فَقُلْتُمْ : لا نَقُومُ وَلا نَشاءُ
وَقالَ ٱللهُ : قَدْ سَيَّرْتُ جُنْدًا ١
هُمُ ٱلأنْصارُ ، عُرْضَتُها ٱللِّقاءُ ٢
لَنا فى كُلِّ يَوْمٍ [مِنْ] مَعَدٍّ
سِبابٌ ٣ ، أوْ قِتالٌ ، أوْ هِجاءُ
فَنُحْكِمُ بِٱلقَوافى مَنْ هَجانا ٤
وَنَضْرِبُ حِينَ تَخْتَلِطُ ٥ ٱلدِّماءُ
ألا أبْلِغْ أبا سُفْيانَ عَنِّى
مُغَلْغَلَةً فَقَدْ بَرِحَ ٱلْخَفاءُ

بِأَنَّ سُيُوفَنَا تَرَكَتْكَ عَبْدًا
وَعَبْدَ الدَّارِ سَادَتُهَا الْإِمَاءُ [6]
هَجَوْتَ مُحَمَّدًا، وَأَجَبْتُ عَنْهُ [7]
وَعِنْدَ اللهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ
أَتَهْجُوهُ، وَلَسْتَ لَهُ بِكُفْءٍ
فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِكُمَا الْفِدَاءُ [8]
هَجَوْتَ مُبَارَكًا، بَرًّا، حَنِيفًا
أَمِينَ اللهِ، شِيمَتُهُ الْوَفَاءُ
أَمَنْ يَهْجُو رَسُولَ اللهِ مِنْكُمْ
وَيَمْدَحُهُ، وَيَنْصُرُهُ سَوَاءُ؟

عباس بن مرداس کے اسلام لانے کا واقعہ

جناب عباس بن مرداس کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح منقول ہے کہ ان کے والد کے پاس ایک بت تھا' جس کا نام ضمار تھا۔ عباس بھی اس بت کی پرستش کرتے تھے۔ مرتے وقت عباس کے والد نے انہیں اپنے پاس بلا کر کہا میرے مرنے کے بعد بھی تم اسی طرح اس بت ضمار کو پوجتے رہنا' یہ تمہیں فائدہ بھی پہنچا سکتا ہے اور نقصان بھی۔ چنانچہ جناب عباس ضمار نامی بت کی پرستش کرتے رہے۔ ایک دن وہ بت کے سامنے بیٹھے اس کی پرستش کر رہے تھے کہ اس بت کے اندر سے آواز آئی اور یہ اشعار سمجھ میں آئے۔

"اے عباس بن مرداس تم بنو سلیم کے سردار ہو' اس لیے اپنی قوم کے لوگوں سے کہو کہ وہ ضمار نامی بت کی پرستش اسی طرح ترک کر دیں' جس طرح مسجد میں عبادت کرنے والے مسلمان بتوں کی پرستش ترک کر چکے ہیں اور خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں خیرو برکت اور بتوں کی پرستش میں ہر قسم کی تباہی اور مضرت ہے۔ اسلام کو قبول کرنے میں ابدی سعادت اور بتوں کی پرستش میں ذلت و رسوائی ہے"۔

اس غیبی آواز نے جناب عباس بن مرداس سے کہا' اپنی قوم بنو سلیم کے لوگوں سے کہو' سنو! عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبوت' ہدایت اور سربلندی نبی قرشی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہے اور جو شخص ان کے ساتھ رہتا ہے' اس کے لیے عزت و سربلندی ہے اور جو ان کا اتباع کرتا ہے' وہ کفرو شرک کی آلودگی سے پاک ہو جاتا ہے۔ اگر تم بعثت محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے ضمار کی پرستش کرتے تھے تو

جان لو کہ اب ان کی بعثت کے بعد بت پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ سن کر جناب عباس بن مرداس نے ضمار نامی بت کو اٹھا کر آگ میں ڈال دیا' مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے' بعد میں ان کی قوم بھی مسلمان ہو گئی۔

اطراف مکہ میں اسلامی وفود

فتح مکہ کے چند دن بعد جب قریش کے معاملات سے فراغت ہوئی تو مکہ کے اطراف کے قبائل میں تبلیغ اسلام کے وفود روانہ کرنے کا اعلان فرمایا اور ان وفود کے سربراہوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ اس موقعہ پر صبر و سکون سے کام لیں' سختی سے اجتناب کریں' قتل و غارت گری اختیار نہ کریں' صرف تبلیغ دین کے مقصد کو اپنائیں۔ اگر کوئی شخص بطیب خاطر اسلام قبول کر لے تو بہت بہتر اور اگر قبول نہ کرے تو اس کے بارے میں بعد میں سوچا جائے گا۔ جناب خالد بن ولید کو قبیلہ بنو جذیمہ کے وفد کی سربراہی عطا کر کے انہیں خصوصی ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ اس موقعہ پر جنگ سے احتراز کریں لیکن جب جناب خالد اپنے دستہ کے ساتھ اس علاقہ میں پہنچے تو وہاں کے تمام باشندے ہتھیار لگا کر جناب خالد کے سامنے آ گئے تاکہ اگر جنگ کا موقع آئے تو جنگ کر سکیں لیکن جب جناب خالد نے ان لوگوں کو مسلح آتے دیکھا تو بلند آواز سے کہا' ہم اس موقع پر تمہارے ساتھ جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہیں اور جنگ نہیں کریں گے' تم ہتھیار رکھ دو' چنانچہ یہ لوگ ہتھیار رکھنے پر آمادہ ہو گئے لیکن کافروں کی جماعت میں ایک شخص جحدم نامی تھا' وہ جناب خالد بن ولید کو پہچانتا تھا' اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا' تم خالد کی بات کا یقین نہ کرو اور ان کی بات پر مطمئن نہ ہو جاؤ' خدا کی قسم! جب تم ہتھیار رکھ دو گے تو یہ تمہارے ہاتھ باندھ کر تمہاری گردنیں اتار لیں گے۔ اتمام حجت کے طور پر جناب خالد نے ان کے پاس قاصد بھیجا اور ان کو یقین دہانی کرائی کہ ہم ہرگز جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہیں۔ اگر تم لوگ ہتھیار نہ رکھو گے تو ہم مکہ مکرمہ قاصد بھیج کر لشکر طلب کریں گے' بعد میں تمہارے بارے میں جو سزا تجویز ہو گی' وہ دی جائے گی۔

بنو جذیمہ کے لوگوں کو جب جناب خالد بن ولید کے کلمات کی اطلاع ہوئی تو سب کے سب جحدم سے جھگڑنے لگے اور اس سے کہا تو چاہتا ہے کہ خالد مکہ سے لشکر منگوا کر ہم کو نیست و نابود کروا دیں۔ اب تو ان کا کہنا یہ ہے کہ وہ جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہیں لہٰذا ہم بھی ان کے ساتھ کیوں جنگ کریں۔ جحدم نے جب اپنی قوم کے لوگوں کے یہ تاثرات سنے تو کہنے لگا' تم جانو (اب نتائج کے ذمہ دار تم خود ہو گے) چنانچہ بنو جذیمہ کے لوگوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور جناب خالد کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ لیکن اس موقع پر جناب خالد نے ان سب لوگوں کے ہاتھ بندھوا دیئے اور بعض کو قتل بھی کرایا' جب نبی علیہ

السلام کو اس طرز عمل کی اطلاع ہوئی تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور قبلہ کی جانب منہ کر کے فرمایا "خداوندا' میں خالد کے طرز عمل سے برات کا اظہار کرتا ہوں"۔

بنو جذیمہ کی دلجوئی کے لیے حضرت علی کی نامزدگی

ان کلمات برات کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا' میں نے رات خواب دیکھا کہ میں نے ایک بہترین شیریں لقمہ منہ میں رکھا ہے اور میں اس کو نگلنا چاہتا ہوں لیکن کوئی چیز میرے حلق میں اٹک گئی ہے جو اس لقمہ کو نگلنے میں مزاحمت کر رہی ہے۔ اس وقت جناب علی نے آ کر میرے حلق میں انگلی ڈال کر اس چیز کو نکال پھینکا ہے اور میں نے اس لقمہ کو نگل لیا ہے اور اس لقمہ کے پھنس جانے کی وجہ سے جو غصہ مجھ پر طاری تھا' وہ دور ہو گیا ہے۔

اس موقع پر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا (جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خواب کی تعبیر کے فن میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ مترجم۔ محمد اطہر نعیمی) یا رسول اللہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ عرب کے لوگوں میں دعوت اسلام کے لیے آپ نے چند لوگوں کو وفود کا سربراہ بنا کر مختلف علاقوں میں بھیجا اور ان وفود کے سربراہوں کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ نہایت شفقت و نرمی کے ساتھ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہ کریں' جنگ و جدل کی نوبت نہ آنے دیں اور اس وجہ سے آپ خوش و خرم تھے لیکن خالد بن ولید کی زیادتی کی وجہ سے آپ کی طبع مبارک منغض ہوئی اور خالد کی یہ حرکت آپ کو گوارا نہ ہوئی اور بنو جذیمہ پر ہونے والے ظلم نے آپ کو دل برداشتہ کر دیا۔ اب آپ جناب علی کرم اللہ وجہہ کو بنو جذیمہ کے پاس روانہ فرمائیں تاکہ وہ وہاں جا کر ان پر ہونے والے ظلم کا مداوا کریں اور ان کی تالیف قلب کر کے آپ کے قلب مبارک پر جو خلش ہے' وہ رفع کریں' چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بلا کر بہت سا مال عطا فرمایا اور حکم دیا کہ وہ جائیں اور بنو جذیمہ پر جو ظلم ہوا' اس کا مداوا کریں اور وہاں کے لوگوں کو تسلی و تشفی دیں اور ان پر ہونے والے ظلم کا انصاف کے ساتھ تدارک کریں۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مال لیا اور بنو جذیمہ کی بستی میں گئے۔ پہلے تو انہوں نے جا کر قبیلہ کے لوگوں کو جناب خالد سے رہائی دلائی' ان کی تالیف قلب کے لیے داد و دہش کی اور جو لوگ جناب خالد کے حکم سے قتل کیے گئے تھے' ان کے اعزہ کو خون بہا ادا کیا اور جن لوگوں کا مالی نقصان ہوا تھا' اس کی تلافی کی اور اعلان عام کر دیا کہ اس واقعہ میں جس کا جانی و مالی نقصان ہوا ہے اور اس کو معاوضہ نہیں

ملا ہے' وہ آکر اپنے نقصان کی تلافی کر لے' غرضیکہ جناب علی نے اس قبیلہ کے لوگوں کو ہر طرح سے مطمئن کیا اور ان لوگوں نے مطمئن ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ یقین دہانی کرائی کہ ہمارے نقصانات کی تلافی ہوگئی ہے' اب ہم مطمئن ہیں' اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس تمام مال و اسباب کو' جو ان کے پاس بچ گیا تھا' ان لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر سارا واقعہ بارگاہ نبوی میں عرض کر دیا۔ نبی علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور جناب علی کو داد و تحسین فرمائی۔

جناب خالد و عبدالرحمٰن بن عوف کے درمیان مکالمہ

جناب عبدالرحمٰن بن عوف نے جناب خالد سے کہا' یہ تم نے کیا کیا اور ایسا کیوں کیا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ جناب خالد نے کہا کہ میں نے کوئی برا کام تو نہیں کیا تھا' میں نے تو تمہاری بجائے تمہارے والد کے خون کا بدلہ لیا۔ (جناب عبدالرحمٰن بن عوف کے والد کو اسی قبیلہ کے لوگوں نے قتل کیا تھا) جناب خالد کا جواب سن کر جناب عبدالرحمٰن نے کہا' آپ غلط کہتے ہیں' آپ نے میری وجہ سے ایسا نہیں کیا کیونکہ میں تو اپنے والد کے بدلہ میں اس قاتل کو پہلے ہی قتل کر چکا تھا' حقیقت یہ ہے کہ یہ کام تم نے اپنے چچا فاکہ بن مغیرہ کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے کیا (جناب خالد بن ولید کے چچا فاکہ بن مغیرہ کو بھی اسی قبیلہ کے لوگوں نے قتل کیا تھا) اس طرح یہ گفتگو طویل ہوگئی اور آپس میں تلخی بڑھ گئی۔ جب اس تلخی کی اطلاع نبی علیہ السلام کو ہوئی تو نبی علیہ السلام نے جناب خالد کو بلایا اور ان سے فرمایا

"خالد تم میرے صحابہ کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرو' خدا کی قسم اگر تمہارے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تم اس کو راہ خدا میں خیرات کرو تو میرے اس صحابی کی برابری نہ کر سکو گے جو صبح و شام ایک قدم راہ خدا میں اٹھاتا ہے"۔

جناب خالد بن ولید اگرچہ اس سے پہلے مسلمان ہو کر زمرہ صحابہ میں داخل ہو چکے تھے لیکن نہ تو وہ زمرہ مہاجرین میں شامل تھے' نہ بدر و احد کے غزووں اور دوسرے غزوات میں نبی علیہ السلام کی ساتھ شرکت کی تھی اور وہ تکلیفیں جو مہاجرین و انصار نے مدینہ طیبہ کی ہجرت نبوی کے بعد برداشت کی تھیں' نہ ان سے انہیں واسطہ ہوا تھا۔ کیونکہ انہوں نے تو فتح مکہ سے تھوڑے دن قبل اسلام قبول کیا تھا' ان کے اسلام لانے کا واقعہ پیچھے بیان ہوا ہے۔ (ان کے اسلام لانے کا واقعہ سترہویں غزوہ بنو قریظہ کے ذیل میں بیان ہوا ہے۔ محمد اطہر نعیمی)

دو محبت کرنے والوں کا واقعہ

خالد بن ولید کے دستہ کے ایک مجاہد کا بیان ہے کہ جب ہم بنو جذیمہ کے علاقہ میں پہنچے اور اس قبیلہ کے لوگوں نے ہتھیار رکھ دیے تو جناب خالد بن ولید نے ان لوگوں کے ہاتھ باندھے اور انہیں قتل کرنے کا حکم دیا تو میں نے ایک جوان کو پکڑا' اس کے ہاتھ باندھے اور اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت اس جوان نے مجھ سے کہا' تمہارا کوئی نقصان نہ ہوگا اگر مارنے سے پہلے میری ایک تمنا اور درخواست پوری کر دو' بعد میں تم جس طرح چاہو مجھے قتل کر دینا۔ میں نے کہا بتاؤ کیا چاہتے ہو' اس نے کہا یہ سامنے جو خواتین جمع ہیں' مجھے ان کے پاس لے چلو اور مجھے ان سے دو باتیں کرنے کی مہلت دے دو' چنانچہ میں نے اس کی درخواست قبول کر لی اور اسے ان عورتوں کے پاس لے گیا' وہاں جا کر اس نے اپنی محبوبہ (جس کا نام جیش تھا) سے کہا' جیش تم سدا خوش رہنا' میری زندگی چند لمحات کی رہ گئی ہے یا یہ کہا میری زندگی کے لمحات ختم ہو رہے ہیں' یہ کہہ کر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

بیت

أَرَيْتُكِ إِذْ[2] طَالَبْتُكُمْ فَوَجَدْتُكُمْ
بِحَلْيَةَ[3] أَوْ أَلْفَيْتُكُمْ بِالْخَوَانِقِ
أَلَمْ يَكُ أَهْلاً أَنْ يُنَوَّلَ عَاشِقٌ[4]
تَكَلَّفَ إِدْلاجَ[5] السُّرٰى وَالْوَدَائِقِ
فَلا ذَنْبَ لِى قَدْ قُلْتُ إِذْ أَهْلُنَا مَعًا
أَثِيبِي[6] بِوُدٍّ قَبْلَ إِحْدَى الصَّفَائِقِ
أَثِيبِي بِوُدٍّ قَبْلَ أَنْ تَشْحَطَ النَّوٰى
وَيَنْأَى الْأَمِيرُ بِالْحَبِيبِ الْمُفَارِقِ[7]

اس نوجوان نے یہ اشعار اپنی محبوبہ کو سنا کر مجھ سے کہا' اب آپ کا جو دل چاہے کر لیں' چنانچہ میں نے وہیں اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے قتل ہوتے ہی وہ خاتون وہاں آئی اور اس کی لاش کے سرہانے بیٹھی اور کٹی گردن پر اپنا چہرہ رکھا اور روتے ہوئے جان دے دی۔

مشہور بت عزیٰ کی تباہی کا واقعہ

فتح مکہ کے بعد مکہ کے دوران قیام نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جناب خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ نخلہ جا کر عزیٰ کو نیست و نابود کر دیں۔ مقام نخلہ میں کافروں نے عزیٰ کی عبادت کے لیے باقاعدہ ایک عبادت

خانہ تعمیر کیا تھا۔ قبائل مضر' کنانہ اور قریش کے بعض لوگ اس کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اس عبادت گاہ میں پر تکلف انتظامات تھے۔ عمارت میں پردے وغیرہ ڈالے ہوئے تھے۔ نخلہ کے سردار کو جب جناب خالد کی آمد اور ان کے مقصد کا پتہ چلا تو اس کو یقین ہوگیا کہ اس کو مسلمانوں سے مقابلہ کی طاقت حاصل نہیں لہٰذا اس نے اپنی تلوار لی اور اس کمرے کے دروازے پر لٹکا دی اور یہ دو شعر پڑھ کر نخلہ کو چھوڑ کر پہاڑ پر جا کر پناہ حاصل کی۔

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے' "اے عزیٰ تو ہمارا معبود ہے' ہم تیری پرستش کرتے تھے' تجھے معلوم ہے کہ مسلمانوں کی تجھ پر نظر ہے اور وہ تجھے تباہ و برباد کرنے آ رہے ہیں' ہم میں مسلمانوں کے مقابلہ کی طاقت نہیں کہ کھڑے ہو کر تیری حفاظت کے لیے مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔ میں نے اپنی تلوار تیرے دروازہ پر لٹکا دی ہے تاکہ جب خالد آئیں تو ان پر زبردست حملہ کر کے ان کو اپنے پاس آنے سے روک دے۔ اگر تو ان کو قتل نہ کر سکے اور انہیں یہ موقعہ فراہم کرے کہ وہ تجھے تباہ کر دیں تو یہ تیری کمزوری اور کوتاہی ہوگی کہ تو نے مسلمانوں کو خود کو تباہ کرنے کا موقع فراہم کیا' اگر ایسا ہوگیا اور مسلمانوں نے تجھے تباہ کر دیا تو ہم تجھ سے بیزار ہوں گے' پھر ہم کس کی عبادت کریں گے۔ اس وقت ہم یا تو نصرانی ہو جائیں گے یا آتش پرستی اختیار کر لیں گے"۔ وہ یہ اشعار کہہ کر چلا گیا' اس کے بعد جناب خالد بن ولید نخلہ پہنچے اور عزیٰ کو تباہ و برباد کر دیا اور اس مکان کو آگ لگا دی۔

فتح مکہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ دن مکہ مکرمہ میں قیام کیا' اس عرصہ میں آپ نماز قصر ادا فرماتے رہے۔ فتح مکہ کا واقعہ بیس رمضان ۸ھ میں پیش آیا۔

(۲۶)

غزوہ "حنین"

فتح مکہ کے بعد جب قریش مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع و فرمانبردار ہوگئے' اب عرب کا مشہور' بڑا اور منظم قبیلہ "ہوازن" ایسا رہ گیا جو اب تک تابع اسلام نہیں ہوا تھا۔ یہ قبیلہ اپنی مردانگی اور بہادری کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا اس کا سردار مالک بن عوف نصری تھا۔ اس کو جب یہ پتہ چلا کہ نبی علیہ السلام نے مکہ کو فتح کر لیا' اہل مکہ اور اطراف مکہ کے رہنے والوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا ہے تو اس کو اپنی جان اور قبیلہ کی سلامتی کا خوف ہوا۔ سوچنے لگا قبل ازیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری

طرف توجہ کریں اور ہمارے ساتھ وہی کریں جو دوسرے قبائل اور قریش کے ساتھ کیا ہے' میں پہلے سے لشکر جمع کر کے ان سے جنگ کر کے انہیں اپنے علاقہ میں آنے سے روک دوں لہٰذا اس نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے علاوہ ملک یمن کے ملحقہ علاقوں کے ان لوگوں کو جمع کیا جو قبیلہ ہوازن کے حلیف اور معاہد تھے۔ ان سے مدد کی درخواست کر کے انہیں اپنے ساتھ ملایا' اس طرح اس نے ایک لشکر جرار جمع کیا' جن کے لیے اس نے سازو سامان اکٹھا کیا اور نبی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کی تیاری کی۔ اس موقعہ پر اس نے اپنے قبیلہ کے لوگوں سے کہا کہ وہ اپنے ساتھ مال و منال لے لیں' عورتوں اور بچوں کو ساتھ رکھیں۔

درید ابن صمہ لشکر ہوازن کے ساتھ

اس لشکر کے ساتھ ایک اور قبیلہ کا سردار درید ابن صمہ بھی تھا' باوجودیکہ درید کافی ضعیف اور کمزور ہوچکا تھا لیکن جنگی امور کا ماہر تھا۔ بہت سے معرکے دیکھے تھے' اس لیے اس کے لیے اونٹ پر محافہ رکھا گیا تھا اور اس کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس کو ساتھ لیا گیا تھا۔ درید کو یہ معلوم نہ تھا کہ مالک بن عوف نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی عورتوں بچوں اور مال کو ساتھ رکھیں۔ یہ لشکر قطع مسافت کرتا ہوا وادی "اوطاس" پہنچا اور یہاں قیام پذیر ہوا۔ تو درید بن صمہ نے معلوم کیا یہ کونسی جگہ ہے۔ جب اس کو بتایا گیا کہ یہ وادی اوطاس ہے' درید نے کہا' بہت اچھی جگہ ہے جہاں کی زمین نہ تو بہت سخت ہے' جہاں گھوڑوں کو دوڑنے میں دشواری ہو اور نہ اتنی نرم کہ سواریوں کے پیر دھنسنے لگیں۔ بعد میں جب درید بن صمہ نے لشکر میں بکریوں' دوسرے جانوروں' عورتوں اور بچوں کی آوازیں سنیں تو ان سے کہا کہ یہ جاہ و حشم عورتیں اور بچے کیوں ساتھ ہیں اور کون ساتھ لایا ہے تو درید کو بتایا گیا کہ مالک بن عوف نے قبیلہ ہوازن کے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ سازو سامان کے علاوہ عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لیا جائے۔ یہ سن کر درید نے کہا' مالک بن عوف کہاں ہے؟ اس کو بلاؤ' چونکہ درید کو معاشرہ میں عزت و احترام کے ساتھ دیکھا جاتا تھا' اس کی رائے کو احترام کے ساتھ قبول کیا جاتا تھا' اس لیے اس کی بات کو اہمیت دی گئی اور لوگوں نے جا کر مالک بن عوف سے کہا کہ درید نے تمہیں بلایا ہے' چنانچہ مالک بن عوف نے درید سے آ کر کہا مجھے کیوں بلایا ہے تو درید نے کہا' مالک! تجھے یہ کیا سوجھی تھی کہ تو عورتوں' بچوں اور جانوروں کے ریوڑ تک ساتھ لے آیا ہے۔ عورتوں اور بچوں کو مصیبت میں ڈالا ہے۔

مالک بن عوف نے کہا ایسا میں نے اس لیے کیا ہے تاکہ جب جنگ کا موقعہ آئے تو میرے قبیلہ ہوازن کے لوگ اپنی عورتوں' بچوں' مال و منال کی حفاظت کی خاطر دل جمعی اور بہادری سے لڑیں۔ دوران جنگ اگر موقع پڑے تو پشت نہ دکھائیں اور منہ پھیر کر نہ بھاگیں۔ یہ سن کر درید نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا تو اس لائق ہے کہ جانوروں کا ریوڑ چرائے' نہ کہ لوگوں کی سرداری کرے۔ مالک بن عوف نے کہا کیوں؟ تو درید نے کہا' اس لیے کہ جس کام کے لیے ہم نکلے ہیں' یہ دو حال سے خالی نہیں اور ان دونوں شکلوں میں جو بھی نتیجہ نکلے وہ احتیاط و حفاظت کے نکتہ نظر سے غلط ہوگا۔ مالک بن عوف نے تشریح چاہی تو درید نے کہا' جنگ میں یا تو فتح ہوگی یا شکست' اگر فتح ہوگی تو وہ مردوں کی تلواروں کی رہین منت ہوگی' اس جم غفیر کا ساتھ لانا بے کار ہوگا اور اگر شکست ہوئی تو اس موقع پر مرد تو بھاگ کر جانیں بچالیں گے اور یہ تیرا سازو سامان دشمن کے ہاتھ لگے گا' عورتیں اور بچے ان کے رحم و کرم پر ہوں گے اور اس سے زیادہ ذلت و رسوائی اور کیا ہوگی۔

مالک بن عوف نہایت مغرور و متکبر تھا' وہ اپنی بہادری اور اصابت رائے پر نازاں بھی تھا۔ وہ اپنے مقابلہ میں کسی کی رائے درخور اعتناء نہ سمجھتا۔ کہنے لگا کہ درید نے خوفزدہ ہو کر یہ بات کہی ہے' اس پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ قبیلہ ہوازن کے لوگوں کو مالک بن عوف کی بات غلط معلوم ہوئی اور وہ درید کی اصابت رائے کے قائل ہوگئے۔ بچوں اور عورتوں کو ساتھ لانے کی غلطی کا اعتراف کرنے لگے۔ مالک بن عوف نے جب یہ محسوس کیا کہ ہوازن کے لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے اور وہ مال و اسباب' عورتوں بچوں کو واپس کرنے کی بابت سوچ رہے ہیں تاکہ وہ تنہا میدان جنگ میں جا سکیں تو اس نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بلایا' تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر کہا اگر تم میری اطاعت کرو اور میرے کہنے پر عمل کرو تو فبہا ورنہ میں تلوار اپنے سینہ میں مار لوں گا اور خود کو ہلاک کر لوں گا۔ جب ہوازن کے لوگوں نے مالک بن عوف کی یہ دھونس سنی تو مرعوب ہو کر کہنے لگے' ہم تمہارے مطیع و فرمانبردار ہیں' جیسا تمہارا حکم ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔ چنانچہ جب وہاں سے روانگی کا ارادہ کیا تو لشکر کے ساتھ مال و منال اور افراد خاندان بھی تھے۔ روانگی کے وقت لشکر کے تمام افراد کو بلا کر مالک بن عوف نے کہا' جب تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر کو دیکھو تو تلواریں نیام سے نکال کر ان کے غلاف پھاڑ دینا اور اسلامی لشکر پر یکبارگی حملہ کر دینا۔

جناب ابن ابی حدرد اسلمی جاسوسی مشن پر

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ مالک بن عوف قبیلہ ہوازن کے ساتھ جنگ کے ارادے سے نکلا ہے تو آپ نے جناب عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی سے فرمایا کہ وہ قبیلہ ہوازن کے لشکر میں جا کر حالات کا جائزہ لیں' ان کے ارادوں اور تعداد کا اندازہ لگا لیں اور آ کر ساری کیفیت بیان کریں۔ چنانچہ جناب ابن ابی حدرد نے ہوازن کے لشکر میں جا کر تمام حالات کا جائزہ لیا اور نبی علیہ السلام سے آ کر ان کو بیان کیا۔

بارہ ہزار کا لشکر اسلام

فتح مکہ کے موقع پر اسلامی لشکر کی تعداد دس ہزار تھی اور دو ہزار کا اضافہ فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔ اب اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی لہٰذا اس بارہ ہزار کی نفری کے ساتھ آپ مکہ مکرمہ سے ہوازن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں انتظامی امور کی نگرانی کے لیے جناب عتاب بن اسید کو مقرر فرمایا۔

قبیلہ ہوازن سے جنگ کے لیے سامان کی فراہمی

صفوان بن امیہ مکہ کے ساہوکاروں میں سے تھا۔ وہ مختلف چیزیں لوگوں کو ادھار دیا کرتا تھا۔ اس کے پاس بہت سا سامان جنگ تھا۔ زرہوں کا بڑا ذخیرہ تھا' چنانچہ نبی علیہ السلام نے ایک صحابی کو اس کے پاس بھیجا تاکہ اس سے چند زرہیں لے آئیں' چونکہ صفوان اب تک مشرف بہ اسلام نہ ہوا تھا' اس لیے اس نے یہ سوچا کہ یہ زرہیں واپس نہ ہوں گی' اس لیے اس نے حضور علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) یہ زرہیں بطور عاریت ہیں یا زبردستی لی جا رہی ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا عاریت اور ان کی واپسی کی ذمہ داری ہماری ہے اور اگر اس میں سے کچھ ضائع ہوئیں تو ہم اس کا تاوان بھی دیں گے۔

اس یقین دہانی پر صفوان نے سو زرہیں اور دوسرا متعلقہ سامان اونٹوں پر لاد کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب نبی علیہ السلام بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے تو اسلامی لشکر کی کثرت کو دیکھ کر صحابہ سے فرمایا۔

"آج ہم قلت افراد کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے" یعنی دشمن ہم پر غلبہ حاصل نہ کر سکے گا کیونکہ آج ہماری تعداد بہت ہے' اگر ہم کسی مشکل میں پڑے تو اس کی وجہ کوئی اور ہو گی۔

مکہ والوں کی خوش فہمی

دور جاہلیت میں قریش مکہ کا معمول یہ تھا کہ مکہ کے باہر ہر سال ایک درخت کے پاس جمع ہوتے اور بہت سے ہتھیار اس درخت پر لٹکاتے اور بہت سے اونٹ اور بکرے بکریاں قربان کرتے' یہاں چند دن قیام کرتے اور عید کا سا جشن مناتے۔ ان کا محور ایک درخت تھا جس کو "ذات انواط" کہا جاتا تھا۔ جب نبی علیہ السلام مکہ سے روانہ ہوئے اور ابھی ایک منزل ہی پہنچے تھے تو آپ کے ساتھ آنے والوں نے ایک عظیم اور خوبصورت درخت دیکھا اور یہ درخت بھی ایسا ہی تھا جس طرح کہ "ذات انواط"' جس کی پرستش کہ اہل عرب کیا کرتے تھے تو ان نومسلموں نے' جو دور جاہلیت کے اب تک خوگر تھے' چاروں طرف سے آوازیں دیں "یارسول اللہ ہمارے لیے بھی اسی طرح "ذات انواط" مقرر کر دیں جس طرح کہ کافروں کے لیے ذات انواط ہے"۔ نبی علیہ السلام کو ان نومسلموں کی بات سن کر صدمہ ہوا' اس موقع پر آپ نے فرمایا' اللہ اکبر! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' تم نے اس وقت وہی بات کہی جو موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہی تھی "اے موسیٰ! آپ ہمارے لیے بھی ایسے ہی معبود بنا دیں جیسے کہ کافروں کے لیے ہیں"۔ ان کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم جاہل اور ناسمجھ ہو جو اس قسم کی باتیں کرتے ہو' میرے اور کائنات کے خالق و مالک کی عبادت کی بجائے کسی اور معبود کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جھڑکا تو یہ لوگ اپنی گفتگو پر نادم ہوئے اور اپنی غلطی کے تدارک کے لیے توبہ استغفار میں مشغول ہو گئے۔

اسلامی لشکر کی روانگی

یہاں سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے تو شب و روز سفر کرتے ہوئے وادی حنین کے قریب پہنچے۔ وہ یہاں سے بھی آگے گزرنا چاہتے تھے لیکن واقعہ اس طرح پیش آیا۔

وادی حنین میں محفوظ پناہ گاہیں تھیں۔ ہوازن کے لوگوں کو معلوم تھا کہ اسلامی لشکر کی گزرگاہ یہی وادی ہے' اس لیے انہوں نے اپنے فوجیوں کو یہاں چھپا دیا تھا۔ نہ تو نبی علیہ السلام نے اس نکتہ کی جانب توجہ فرمائی نہ اسلامی لشکر کے لوگوں کو اس کا احساس ہوا یہ نہایت اطمینان سے وادی کی جانب چلتے رہے۔ صبح کے قریب جب وادی میں اس جگہ پہنچے جہاں یہ لوگ چھپے بیٹھے تھے تو یہ اپنی جگہوں سے باہر نکلے اور اسلامی لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ اسلامی لشکر اس ناگہانی حملہ سے گھبرا گئے اور اپنی حفاظت کی خاطر جدھر منہ آیا چلا جائے۔ جب نبی علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو دایاں ہاتھ بلند کر کے لوگوں کو متوجہ کیا اور فرمایا

"لوگو! میرے پاس آؤ میں اللہ کا رسول اور محمد بن عبد اللہ ہوں"۔ لیکن ان بدحواس مسلمان لشکریوں نے ایک نہ سنی۔ اس موقعہ پر انصار و مہاجرین میں سے چند جان نثاروں نے ثابت قدمی کا ثبوت دیا ان میں حضرت ابوبکر و عمرؓ علیؓ عباسؓ ابوسفیان بن حارثؓ ربیعہ بن حارثؓ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ اسلامی لشکر جو بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھا سب افراتفری کا شکار ہوگیا اور یہ اسلامی لشکر جب ہزیمت کا شکار ہوا تو نو مسلم سرداران قریش جو نبی علیہ السلام کے ساتھ غزوہ حنین میں شرکت کے لیے آگئے تھے اور ان کے ساتھ ایسے رؤسا بھی آگئے تھے جو اب تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں پر زبان طعن دراز کی اور جو منہ میں آیا بکنے لگے۔ اس موقعہ پر ابوسفیان بن حرب نے کہا "یہ وہ موقع ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھی ہزیمت کے بعد سمندر میں پناہ نہ پائیں گے۔ صفوان بن امیہ کے رشتہ کے بھائی کلدہ بن جنبل جو اب تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے انہوں نے کہا آج وہ وقت ہے جب کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے افسون و جادو کارگر نہ ہوں گے۔ اس کی بات سن کر صفوان نے کہا خاموش رہو ہمارے حق میں یہ بہتر ہے کہ ہوازن کے لوگوں کے بجائے قریش کا کوئی فرد ہم پر حکمرانی کرے۔ چونکہ ہوازن کے لوگ محفوظ پناہ گاہوں میں تھے اور اسلامی لشکر پراگندہ ہوچکا تھا اور مسلمان تقریباً شکست کھا چکے تھے۔ اس وقت شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ نے کہا یہ بہت مناسب وقت ہے میں اس وقت اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لے لوں اس وقت کوئی مدافعت نہ کر سکے گا یہ کہہ کر شیبہ اٹھے اور (خاکم بدہن) نبی علیہ السلام کے قتل کے ارادے سے آگے بڑھے، لیکن جب نبی علیہ السلام کے قریب پہنچے تو دل دھڑکنے لگا اور گر پڑے آگے نہ بڑھ سکے شیبہ اسلام لانے کے بعد یہ واقعہ خود بیان کیا کرتے تھے۔

وادی حنین میں جنگ

جنگ حنین کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبز گھوڑے پر سوار تھے جس کی لگام جناب عباس تھامے ہوئے تھے۔ جب نبی علیہ السلام نے مسلمان فوجیوں کو بلایا تو افراتفری کے سبب کسی نے آپ کی آواز نہ سنی اور واپس نہ ہوا تو آپ نے جناب عباس سے فرمایا آپ بلند آواز ہیں، اس لیے آپ اصحاب سمرہ اور انصار کو پکاریں (اصحاب سمرہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حدیبیہ کے موقع پر نبی علیہ السلام سے بیعت کی تھی)۔ چنانچہ جب جناب عباس نے اصحاب سمرہ اور انصار کو پکارا تو وہ لبیک لبیک کہتے ہوئے اس آواز کی طرف لپکے اور ان کی عجلت کا عالم یہ تھا کہ اگر کوئی اونٹ سے اتر رہا تھا تو اس نے اونٹ پر

بیٹھنے کی جرات نہ کی اور اس کو ایسے ہی کھلا چھوڑ کر چلایا اور اسی حالت میں ہتھیار سنبھالتا ہوا بھاگا۔ اس طرح انصار کے سو افراد نبی علیہ السلام کے گرد جمع ہو گئے اور یہ سو جانباز ان جان نثاروں میں شامل ہو گئے جو پہلے سے نبی علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے۔ اب انصار مدینہ اپنی روایتی استقامت جنگ کا ثبوت دیتے ہوئے میدان جنگ میں کود پڑے۔ نبی علیہ السلام نے ایک ٹیلے کی آڑ لے کر میدان جنگ کا حال دیکھ کر فرمایا اب جنگ گرمی پکڑ چکی ہے اور عنقریب مسلمان فتح اور کافر مغلوب ہوں گے۔

قبیلہ ہوازن کے ایک بہادر کا قتل

قبیلہ ہوازن کے کافروں میں ایک شخص بہادری میں مشہور اور یگانہ تھا اس کے ہاتھ میں سیاہ پرچم تھا جس میں وہ نیزہ چھپائے ہوئے تھا یہ شخص کافروں کے لشکر کے آگے آگے تھا۔ جو مسلمان آگے بڑھتا اس کو وہ نیزے سے روک دیتا تھا۔ مسلمانوں کو اس نے بہت نقصان پہنچایا۔ جب جناب علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی جنگی حکمت عملی دیکھی تو خود آگے بڑھے' تلوار سے حملہ کر کے اس کو گھوڑے سے گرایا اور قتل کر دیا۔ جب یہ کافر قتل ہوا تو مسلمانوں نے اجتماعی حملہ کر کے کافروں کے قدم اکھاڑ دیے۔ جب کافر مقابلہ سے بھاگ گئے تو مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ بعض مقتول ہوئے' بعض اسیر۔ ابھی تک تمام بھگوڑے مقتول و اسیر نہ ہوئے تھے۔ لیکن پھر بھی ایک ہزار مردوں کو مسلمانوں نے قیدی بنا لیا تھا اور انہیں بارگاہ رسالت میں لے آئے تھے۔ ان اسیر کرنے والوں میں ایک صاحب ابو طلحہ نامی نے بیس کافروں کو اسیر کر کے ان کے ہتھیار اتروائے تھے۔

جناب جبیر بن مطعم کا مشاہدہ

جناب جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کافروں کی ہزیمت سے قبل میں دیکھا ایسا منظر تھا کہ آسمان سے سیاہ کمبل اترے اور اور تمام فضائے آسمان پر چھا گئے۔ پوری وادی پر سیاہی چھا گئی اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ آسمان سے ملکوتی نصرت آئی ہے جس کے خوف سے کافروں کو ہزیمت اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

قبیلہ ہوازن کے لشکر کی پسپائی

جنگ میں ہزیمت سے قبل مالک بن عوف رئیس قبیلہ ہوازن نے چند لوگوں کو اسلامی لشکر میں جاسوسی کے لیے روانہ کیا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہی ان لوگوں کو واپس آتے دیکھا۔ جب یہ لوگ قریب آئے تو مالک بن عوف نے دیکھا کہ ان کے چہروں کا رنگ زرد پڑ گیا ہے اور ان کے جسم پر لرزہ طاری ہے۔ ان کی حالت دیکھ کر اس نے معلوم کیا تمہاری کیا حالت ہے پیلے کیوں پڑ گئے ہو اور جسم پر

لرزہ کس وجہ سے طاری ہے۔ کہنے لگے ابھی ہم تھوڑا ہی راستہ چلے تھے راستہ میں ہم نے بہت سے سواروں کو سفید لباس میں ملبوس ابلق گھوڑوں پر سوار دیکھا جو آسمان سے اتر رہے تھے۔ یہ دیکھتے ہی ہم پر لرزہ طاری ہوا اور ہم خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ آئے۔

جب کافر شکست سے دوچار ہوئے تو ہر قبیلہ کے لوگ جدھر منہ اٹھا بھاگنے لگے مالک بن عوف نے بھاگتے ہوئے طائف کا رخ کیا بعض نخلہ بعض اوطاس کی طرف چلے آئے۔ نبی علیہ السلام نے ان کے تعاقب میں دستوں کو روانہ کیا۔ جناب ابن و غنہ نے ورید بن صمہ کو جو کافروں کے ساتھ شامل تھا قتل کیا اور چند لوگوں کو گرفتار کیا۔

جناب ابو عامر کی شہادت

اوطاس کی جانب بھاگنے والوں کو جب مسلمانوں نے جا پکڑا تو یہ بھگوڑے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے' صفیں درست کر لیں اور جنگ دوبارہ شروع ہو گئی۔ اس جنگ میں اسلامی دستہ کے امیر جناب ابو عامر اشعری شہید ہو گئے تو جناب ابو موسیٰ اشعری نے اسلامی پرچم سنبھالا اور کافروں سے بھرپور جنگ کر کے انہیں مار بھگایا اور بہت سوں کو قتل کیا۔

جناب ابو عامر نے اس موقع پر زبردست داد شجاعت دی اور نو سگے بھائیوں کو قتل کیا اس کا واقعہ جناب مصنف نے اس طرح نقل کیا ہے۔

جناب ابو عامر میدان جنگ میں آئے تو ان کے مدمقابل دس حقیقی بھائی تھے ان میں سے ایک آگے بڑھ کر آیا تو جناب ابو عامر نے اس کو اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے اس کو قبول نہ کیا تو جناب ابو عامر نے کہا' خداوندا میں تجھے اس دعوت اسلام پر گواہ کرتا ہوں۔ میں نے اس کو اسلام پیش کیا لیکن اس نے میری دعوت اسلام کو قبول نہیں کیا ہے اس کے بعد جناب ابو عامر اور اس کے درمیان جنگ ہوئی اور وہ جناب ابو عامر کے ہاتھوں قتل ہوا۔ جب دوسروں نے اپنے بھائی کو قتل ہوتا دیکھا تو ان میں ایک آگے بڑھ کر آیا' اس کو بھی جناب عامر نے اسلام کی دعوت دی جب اس نے قبول نہ کیا تو جناب ابو عامر نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہوئے عرض کیا' **اللھم انی اشھد علیک** اور اس کو بھی کیفر کردار کو پہنچایا۔ اس طرح جناب ابو عامر کے ہاتھوں نو بھائی قتل ہوئے جب دسواں بھائی مقابلہ پر آیا تو اس کو تبلیغ اسلام کی لیکن اس نے بھی اس کو قبول نہ کیا۔ جب انہوں نے کہا **اللھم انی اشھد علیک** خداوندا تو اس پر گواہ رہنا تو اس شخص نے کہا اے خدا تو ہم پر گواہ نہ رہنا۔ جب اس کی زبان سے یہ جملہ نکلا تو جناب ابو عامر نے اس کے قتل سے ہاتھ روک لیا۔

بعد میں دسواں بھائی مسلمان ہوگیا جب بھی نبی علیہ السلام اس شخص کو دیکھتے تو آپ فرماتے "یہ وہ شخص ہے جو جناب ابو عامر کے ہاتھوں سے بچ گیا تھا"۔

جناب زبیر بن العوام کی پرہیبت شخصیت

مالک بن عوف کے تعاقب میں خصوصیت کے ساتھ ایک دستہ لے کر جانے کا جناب زبیر بن العوام کو حکم ہوا۔ مالک جنگ سے بھاگ کر ایک ٹیلے پر پناہ گزین تھا۔ اس کے ساتھ ایک جماعت تھی ایک طرف سے اس نے غبار اڑتے دیکھ کر ساتھیوں سے کہا دیکھو یہ غبار کیسا ہے۔ جب اس کے ساتھیوں نے دیکھا اور اس کو بتایا کہ چند سوار نیزے نیچے کئے ہوئے آرہے ہیں تو مالک نے کہا ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں جب یہ لوگ ہماری کثرت کو دیکھیں گے تو مرعوب ہو کر یہاں ٹھہریں گے نہیں اور یہاں سے گزر جائیں گے۔ چنانچہ جب ان لوگوں نے مالک بن عوف کے ساتھ بہت سے لوگوں کو آتے دیکھا تو وہاں رکے بغیر گزرتے چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر غبار نظر آیا تو مالک نے کہا دیکھو یہ غبار کیسا ہے۔ تو لوگوں نے کہا ایک باہیبت شکل والا سوار نہایت شان و شکوہ کے ساتھ سرخ عمامہ باندھے کندھے پر نیزہ رکھے ہماری طرف نظر رکھتے ہوئے تیز ہوا کی طرح تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سن کر مالک بن عوف نے کہا یہ جناب زبیر بن العوام ہوں گے ان سے ڈرنا چاہیے یہ کبھی دشمن کے مقابلہ میں پشت نہیں دکھاتے۔

ابھی مالک کے ساتھ سپاہیوں کی خاصی تعداد باقی تھی ان سے مالک نے کہا جب زبیر سے مقابلہ ہو تو پامردی کا ثبوت دینا اور بھاگنا نہیں ممکن ہے کہ تمہارا کام بن جائے۔ چنانچہ جناب زبیر قریب آتے ہی مالک کے ساتھیوں سے بھڑ گئے اور کافروں کو شکست دے کر بہت سوں کو قتل کیا۔

رضاعی ہمشیرہ کی قدر و منزلت

کافروں کے دستہ کے تعاقب میں جن دستوں کو نبی علیہ السلام نے روانہ کیا ان کو ہدایت فرمائی کہ اگر فلاں شخص، (جس کا نام مورخین نے بجاد بتایا ہے) جس کا تعلق بنی سعد سے ہے، ملے تو اس کو میرے پاس لایا جائے۔ قبیلہ بنی سعد کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن اس قبیلہ میں گزرا تھا اور آپ کی رضاعی والدہ سیدہ حلیمہ کا تعلق بنو سعد سے ہی تھا۔ بنو سعد کے لوگ ہوازن کے قبیلہ کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کے لیے آئے تھے۔ اس شخص (بجاد) نے تازہ بتازہ کوئی جرم کیا تھا جس سے نبی علیہ السلام کو سخت اذیت ہوئی تھی۔ قصہ مختصر جب مسلمانوں نے بجاد کو پکڑا تو اس کو معہ زن و فرزند کے نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ بنو سعد کے اسیروں میں جناب شیما جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن بھی شامل تھیں اور یہ تکلیفیں اٹھاتی پیدل سفر کر رہی تھیں تنگ آکر

انہوں نے مسلمان لشکریوں سے کہا مجھے مزید خوار نہ ہونے دو اور مزید ابتلا میں نہ ڈالو تم نے میرا اونٹ چھین کر پیدل چلنے پر مجبور کیا ہے میں تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضاعی بہن ہوں جب ان کی خدمت میں حاضر ہوں گی اور وہ مجھے اس حال میں دیکھیں گے تو تمہیں ملامت کریں گے۔ لیکن مسلمان مجاہدین کو ان کی بات کا یقین نہ آیا۔

جب یہ بارگاہ نبوی میں لائی گئیں تو انہوں نے کہا یارسول اللہ میں آپ کی رضاعی بہن ہوں نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا ثبوت ہے؟ شیما نے کہا ایک مرتبہ میں آپ کو اپنی کمر پر بٹھائے کھلا رہی تھی اس وقت آپ نے میری کمر پر کاٹ لیا تھا اور دندان مبارک میری کمر میں پیوست ہوگئے تھے جس کا نشان اب تک باقی ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا درست ہے! اس کے بعد آپ نے اپنی رداء مبارک اپنے سامنے بچھائی اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ انہیں اس پر بٹھایا ان کی خاطرداری کی اور ان کے علاج معالجہ کے ساتھ تیمارداری بھی فرمائی۔ بعد میں نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا تمہیں اختیار ہے چاہے تو تم اپنے قبیلہ میں واپس چلی جاؤ اور چاہو تو میرے پاس رہو تمہاری ہر ممکنہ خدمت کی جائے گی اور تمام سہولتیں فراہم کی جائیں گی' اور اگر تم جانا چاہو تو تمہیں سفر کی سہولتیں مہیا کردی جائیں گی۔

شیما نے مسلمانوں کی بجائے اپنے قبیلے میں جانے کو ترجیح دی اور کہا میرا دل قبیلے کے علاوہ اور کہیں نہ لگے گا۔ چنانچہ سفر کے لیے ضروری سہولتیں مہیا کر دی گئیں اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کے قبیلہ بھیج دیا گیا۔ انہیں نبی علیہ السلام نے جو کچھ دیا اس میں ایک غلام اور ایک باندی بھی تھے۔ بعد میں شیما نے اس باندی اور غلام کی شادی کرا دی تھی اور ان سے اولاد ہوئی اور ان کی نسل پھیلی۔ آج بھی عرب میں ان کی اولاد سے بہت سے قبائل منسوب ہیں۔ (واللہ اعلم)

اطراف سے لشکر اسلام کی واپسی

جن دستوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اطراف میں بھگوڑوں کے تعاقب میں روانہ کیا تھا۔ جب ان دستوں کی واپسی ہوئی تو ان کے ساتھ بہت سے قیدی اور کثیر اموال غنیمت تھے' تمام اموال اور قیدیوں کو نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ آپ نے ان سب کو مقام جعرانہ میں روکا اور ان کی نگرانی کی ذمہ داری جناب مسعود بن عمرو غفاری کی سپرد فرمائی اور خود مکہ واپس تشریف لے آئے۔

غزوہ حنین کے بارے میں آیت قرآن کا نزول

غزوہ حنین کے حالات کی منظر کشی کرتے ہوئے قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی "اللہ تعالیٰ نے

بہت سے مواقع پر خصوصاً" حنین کی جنگ کے دن اس وقت مدد فرمائی جب کہ تم اپنی کثرت پر نازاں تھے اور یہی کافروں کا بدلہ ہے"۔ (توبہ)

غزوہ حنین میں چار مسلمان شہید ہوئے جن میں سے دو کا تعلق انصار سے تھا اور دو کا مہاجرین سے۔

غزوہ حنین سے واپسی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی لاش دیکھ کر معلوم کیا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے تو آپ کو بتایا گیا کہ جناب خالد بن ولید نے اس کو قتل کیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا خالد سے کہو! "اللہ کے رسول کا حکم ہے کہ کافروں کی عورتوں' بچوں اور مزدوروں کو قتل نہ کیا جائے"۔ غزوہ حنین کے بارے میں بہت سے شعراء نے اپنے جذبات کو شعر کے قالب میں ڈھالا ہے' جو سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں۔ یہاں بجیر بن زہیر بن ابی سلمٰی کے چند اشعار ہدیہ ناظرین ہیں۔

بیت

* لَوْ لَا الْإِلٰهُ وَعَبْدُهُ وَلَّيْتُمُ •
حِينَ اسْتَخَفَّ الرُّعْبُ كُلَّ جَبَانِ
بِالْجِزْعِ يَوْمَ حَبَا لَنَا أَقْرَانُنَا
وَسَوَابِحٌ [1] يَكْبُونَ لِلْأَذْقَانِ
مِنْ بَيْنِ سَاعٍ ثَوْبُهُ فِي كَفِّهِ
وَمُقَطَّرٍ بِسَنَابِكٍ وَلَبَانِ
وَاللّٰهُ أَكْرَمَنَا وَأَظْهَرَ دِينَنَا
وَأَعَزَّنَا بِعِبَادَةِ الرَّحْمٰنِ
وَاللّٰهُ أَهْلَكَهُمْ وَفَرَّقَ جَمْعَهُمْ [1]
وَأَذَلَّهُمْ بِعِبَادَةِ الشَّيْطَانِ
إِذْ قَامَ عَمٌّ [2] نَبِيِّكُمْ وَوَلِيُّهُ
يَدْعُونَ [3] : يَا لَكَتِيبَةِ الْإِيمَانِ
أَيْنَ الَّذِينَ هُمُ أَجَابُوا [4] رَبَّهُمْ
يَوْمَ الْعُرَيْضِ وَبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ
يَا خَاتِمَ النُّبَآءِ • إِنَّكَ مُرْسَلٌ
بِالْحَقِّ كُلُّ هُدَى السَّبِيلِ هُدَاكَا

إنَّ الإلٰهَ بَنٰى[6] عَلَيْكَ مَحَبَّةً
فِي خَلْقِهِ وَمُحَمَّدًا سَمَّاكَا
ثُمَّ الَّذِينَ وَفَوْا بِمَا عَاهَدْتَهُمْ
جُنْدٌ بَعَثْتَ[7] عَلَيْهِمُ الضَّحَّاكَا

جناب عباس بن مرداس نے غزوہ حنین میں اپنے قبیلہ بنو سلیم کے کارناموں اور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نعت میں جو قصیدہ لکھا اس کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

رَجُلاً بِهِ ذَرَبُ السِّلاحِ كَأَنَّهُ
لَمَّا تَكَنَّفَهُ الْعَدُوُّ يَرَاكَا[1]
يَغْشٰى ذَوِي النَّسَبِ الْقَرِيبِ وَإِنَّمَا
يَبْغِي رِضَا الرَّحْمٰنِ ثُمَّ رِضَاكَا
أُنْبِيكَ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ مَكَرَّهُ
تَحْتَ الْعَجَاجَةِ يَدْمَغُ الإِشْرَاكَا
طَوْرًا يُعَانِقُ بِالْيَدَيْنِ وَتَارَةً
يَفْرِي الْجَمَاجِمَ صَارِمًا بَتَّاكَا[2]
وَبَنُو سُلَيْمٍ مُعْنِقُونَ أَمَامَهُ
ضَرْبًا وَطَعْنًا فِي الْعَدُوِّ دِرَاكَا
يَمْشُونَ تَحْتَ[3] لِوَائِهِ وَكَأَنَّهُمْ
أُسْدُ الْعَرِينِ [أَرَدْنَ] ثَمَّ عِرَاكَا
مَا يَرْتَجُونَ مِنَ الْقَرِيبِ قَرَابَةً
إِلَّا لِطَاعَةِ رَبِّهِمْ وَهَوَاكَا
هٰذِي مَشَاهِدُنَا الَّتِي كَانَتْ لَنَا
مَعْرُوفَةً وَوَلِيُّنَا مَوْلَاكَا

غزوہ حنین کے بارے میں نو شاعروں نے قصائد کہے ہیں صرف جناب عباس بن مرداس کے قصیدہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔

غزوہ طائف

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ حنین سے فارغ ہو کر واپس مکہ تشریف لائے تو پتہ چلا کہ بنو ثقیف کے لوگ اور طائف سے قبیلہ ہوازن مالک بن عوف کی ہمدردی میں آمادہ جنگ ہیں۔ طائف والوں نے مالک بن عوف اور اس کی قوم کے بقیہ افراد کے لیے ایک جگہ متعین کر رکھی ہے۔ طائف کی شہرپناہ کے دروازے بند کر دیے ہیں اور ایک جانب منجنیق نصب کر کے جنگ کے منتظر ہیں۔

چنانچہ ان لوگوں کی تیاریوں کی اطلاع ملنے پر نبی علیہ السلام نے اسلامی لشکر کو ترتیب دے کر بنو ثقیف کی سرکوبی کے لیے مکہ سے طائف کا سفر فرمایا راستہ میں مالک بن عوف کا قلعہ نما مکان ملا تو اس کو اسلامی لشکر نے تاراج کر دیا۔ راستہ میں ایک گاؤں پر گزر ہوا اس گاؤں کے لوگ بہت مالدار تھے اس گاؤں کے رہنے والوں اور قلعہ کے باشندوں کو نبی علیہ السلام نے پیغام بھیجا تاکہ یہ یا تو اسلام قبول کریں ورنہ جزیہ دے کر اسلامی حکومت کی ذمہ داری میں آجائیں لیکن ان لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا اور قلعہ سے اترے تو مسلمانوں نے سزا کے طور پر قلعہ کو تاراج کرا دیا اور مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ یہاں سے کوچ کر کے طائف کی شہرپناہ کے دروازے پر آئے تو طائف کی شہرپناہ بہت مضبوط تھی اور یہاں لشکر بھی کثیر تعداد میں تھا۔ شہرپناہ کے محفوظ مقامات پر منجنیقیں نصب تھیں اور جنگجو دستے وہاں متعین تھے۔ نبی علیہ السلام نے اسلامی لشکر کے ساتھ یہاں قیام فرمایا اور شہر طائف کا محاصرہ کا حکم دے دیا۔ جنگ شروع ہوئی طائف والوں نے شہرپناہ سے تیر اندازی کی جس کے نتیجہ میں چند مسلمان شہید ہوئے۔ مسلمان تیر اندازوں کے تیر کافروں تک نہ پہنچ سکے۔ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حالات کا جائزہ لیا اور منجنیق لگانے کا حکم دیا اسلامی تاریخ میں منجنیق کے ذریعہ خشت باری کرانے کی انفرادیت بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ بیس دن تک طائف کا محاصرہ جاری رہا اور جنگ ہوتی رہی اس اثناء میں اطراف کے باغ اور کھیتیاں تباہ ہو گئیں اور یہ کافروں کا بڑا نقصان تھا۔

نبی علیہ السلام کا خواب

محاصرے کے دوران نبی علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا اور دوسرے دن جناب، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وہ خواب سنایا تو جناب ابوبکر صدیق نے عرض کیا اس خواب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طائف اس سال فتح نہ ہوگا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس طرح تم کہتے ہو یہی ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے میں نے بھی اس خواب کی یہی تعبیر لی ہے۔ یہ خواب کتب سیرت میں اس طرح منقول ہے۔

"مکھن سے بھرا ہوا ایک برتن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا اس وقت ایک مرغ نے آکر اس میں چونچ ماری اور اس برتن کو گرا دیا جس کے سبب تمام مکھن گر گیا (انبیاء علیہ السلام کے خواب بمنزلہ وحی ہوتے ہیں)۔

سفر طائف میں دو امہات المومنین نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ تھیں۔ ان میں سے ایک ام المومنین جناب ام سلمہ تھیں (دوسری کا نام جناب مصنف نے نہیں لکھا لیکن واقدی اور طبری کی تحقیق کے مطابق دوسری جناب زینب بنت جحش تھیں) ان دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ رہائش کے لیے خیمہ لگایا گیا تھا۔

طائف کا محاصرہ اٹھا لیا گیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خواب کو دیکھنے کے بعد خویلہ بنت حکیم بن لعیہ زوجہ عثمان بن مظعون نے آکر نبی علیہ السلام سے عرض کیا' یارسول اللہ جب آپ طائف کو فتح کریں تو غیلاں بن سلمہ کی بیٹی کا یا نائلہ بنت عقیل کا زیور مجھے عطا فرما دیں۔ ان دونوں کے پاس چاندی اور سونے کا اتنا زیور تھا کہ طائف میں کسی کے پاس اتنا زیور نہ تھا۔ خویلہ کی درخواست پر آپ نے ارشاد فرمایا "خویلہ! میں تمہیں ان کے زیورات کس طرح دے سکتا ہوں جب کہ اس سال فتح طائف کی اجازت بارگاہ الٰہی سے نہیں ہے۔ پھر بنو ثقیف کا مال غنیمت کس طرح آسکتا ہے"۔ (یہاں یہ بات ذہن نشین کرنی ہے کہ طائف کی آبادی کی اکثریت بنو ثقیف پر مشتمل تھی)۔

خویلہ یہ سن کر بارگاہ نبوی سے اٹھ کر جناب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور سارا واقعہ ان سے نقل کیا تو جناب عمر فوراً بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ خویلہ نے آپ سے منسوب کر کے مجھ سے کہا ہے کہ اس سال (یعنی اس موقعہ پر) طائف فتح نہ ہوگا کیا یہ بات درست ہے؟ آپ نے فرمایا بیشک حکم ربی یہ ہے کہ اب محاصرہ ختم کر کے جنگ سے باز رہا جائے۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر ایسی بات ہے تو میں لشکر میں منادی کرا دوں کہ محاصرہ ختم کر دیا جائے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں اعلان کر دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کردیا اور لشکر اسلامی محاصرہ ختم کر کے (نبی علیہ السلام کے ساتھ) مکہ واپس آگیا۔

طائف کے محاصرہ میں لوگوں نے اسلام قبول کیا

محاصرہ کے دوران طائف کے چند لوگ اپنے ساتھیوں سے علیحدہ ہو کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر

مشرف بہ اسلام ہوئے نبی علیہ السلام نے انہیں پروانہ آزادی عطا فرما دیا۔ بعد میں جب طائف کے اور لوگ بھی مسلمان ہوگئے تو انہوں نے کہا یارسول اللہ ہمارے وہ ساتھی جو پہلے مسلمان ہوگئے تھے اب انہیں طائف واپس کر دیا جائے لیکن نبی علیہ السلام نے ان کی درخواست کو منظور نہ فرمایا اور اس وقت یہ جملہ ارشاد فرمایا "نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ بندے ہیں۔ اب وہ تمہاری بندی (غلامی) میں کس طرح آئیں گے"۔ طائف کے معرکے میں بارہ صحابہ نے جام شہادت نوش کیا۔ جن کے نام سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں۔ جن میں سے پانچ صحابہ کا تعلق قریش سے تھا اور بقیہ سات انصار سے تعلق رکھتے تھے۔ (طائف کے معرکے میں شہید ہونے والے حضرات عبد اللہ بن ابی امیہ' قثم بن عباس بن عبد المطلب' عبد اللہ بن حارث' سائب بن حارث' سعید بن العاص' عبد اللہ بن عامر' رقیم' عبد بن قوال بن قیس' منذر بن عمرو' منذر بن عبد اللہ' منذر بن عبد اللہ بن نوفل رضی اللہ عنہم۔ (تفصیلات کے لیے "اصحابی" مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور کا مطالعہ فرمائیں)۔

بنو ثقیف کے لیے دعا

طائف کا محاصرہ اٹھانے کے بعد ایک صحابی نے آکر عرض کی یا رسول اللہ طائف کے لوگوں اور بنو ثقیف کے حق میں بددعا فرمائیں' اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے۔ یہ سن کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعائے بد کی بجائے ان کے حق میں دعائے خیر کروں تاکہ اللہ انہیں اسلام کے شرف سے مشرف فرمائے۔ اس وقت آپ نے ان الفاظ میں ان کے حق میں دعا فرمائی "خداوندا بنو ثقیف کے لوگوں کو ہدایت فرما اور انہیں اسلام کی دولت سے مالا مال کر دے"۔ رب کریم نے اس دعا کو قبولیت عطا فرمائی۔ اہل طائف کے اسلام لانے کا واقعہ آئندہ صفحات میں بیان کیا جائے گا۔

طائف سے واپسی اور مقام جعرانہ میں قیام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے روانہ ہو کر مکہ آنے کی بجائے راستہ میں مقام جعرانہ میں قیام فرمایا۔ یہاں غزوہ حنین سے حاصل شدہ مال غنیمت رکھا ہوا تھا جس کی نگرانی جناب مسعود بن عمرو غفاری کر رہے تھے۔ جب ان اموال کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔

ہوازن کے اموال کی واپسی

حنین کی جنگ میں کثیر مال غنیمت کے علاوہ بے شمار بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے۔ اس کے علاوہ چھ ہزار افراد' جن میں عورتیں' بچے' بوڑھے شامل تھے' قیدی بنائے گئے تھے۔ جب ان کی تقسیم ہوئی تو اس وقت

قبیلہ ہوازن کے وہ لوگ جو مسلمانوں سے برسرپیکار ہوئے تھے' آکر مشرف بہ اسلام ہوگئے اور نبی علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمارے اسیروں کو رہا کر دیا جائے اور ہم پر یہ مہربانی کی جائے کہ ہمارے اموال کو واپس کر دیا جائے۔ ان کی درخواست پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل و عیال اور مال و منال میں سے ایک کو منتخب کر لو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تم مال کو ترجیح دیتے ہو یا آل اور اولاد اور اعزہ و اقارب کو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آل اولاد' اعزہ و اقارب کو ترجیح دیتے ہیں۔ آپ حکم دے دیں کہ انہیں رہا کردیا جائے البتہ اگر مال و اسباب کے سلسلہ میں آپ اور مسلمان ہم پر عنایت فرمائیں تو یہ ہم پر مزید احسان ہوگا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا مال و اسباب کی واپسی کے سلسلہ میں جہاں تک میری ذات اور میرے اہل بیت کا تعلق ہے' میں ان کی طرف سے واپسی کی ضمانت دیتا ہوں جبکہ صحابہ کرام سے میں واپسی کی سفارش کروں گا اور واپسی ان کی مرضی پر منحصر ہوگی۔

چنانچہ قبیلہ ہوازن کے لوگوں نے اس نوازش پر بے پایاں اظہار اطمینان کیا اور کھڑے ہو کر صحابہ سے درخواست کی نبی علیہ السلام نے ان کی درخواست کی تائید کرتے ہوئے فرمایا' صحابہ! میں نے اپنی ذات اور اپنے اہل بیت کی جانب سے ان کے اموال کی واپسی کا وعدہ کر لیا ہے۔ یہ سن کر مہاجر و انصار صحابہ کی اکثریت نے کہا' یا رسول اللہ جب آپ نے انہیں اموال کی واپسی کی یقین دہانی کر دی ہے تو ہم بھی آپ کی متابعت میں واپسی کی یقین دہانی کراتے ہیں لیکن بعض صحابہ نے اس ایثار پر آمادگی کا اظہار نہ کیا' ان میں بنو سلیم کے عباس بن مرداس' قبیلہ غطفان کے عینیہ بن حصن وغیرہ شامل تھے۔ اس موقعہ پر ان لوگوں سے' جنہوں نے ایثار کا ثبوت نہ دیا تھا' نبی علیہ السلام نے فرمایا' جس شخص کے پاس حنین کا کوئی قیدی ہو اور وہ اس کو واپس نہ کرنا چاہے' وہ اس قیدی کو ہمارے ہاتھ چھ اونٹ کے بدلہ میں فروخت کر دے' چنانچہ یہ لوگ اس نعم البدل پر راضی ہوگئے۔ اس طرح حنین کے لوگوں کو ان کے زن و فرزند واپس مل گئے اور یہ لوگ خوش ہوگئے' اور واپسی کے لیے تیار ہوئے۔

مالک بن عوف کا اسلام

مالک بن عوف جو کہ قبیلہ ہوازن کا سردار تھا' یہ اب تک مسلمان نہ ہوا تھا اور بنو ثقیف کے ساتھ طائف میں مقیم تھا' اس کے بارے میں ہوازن کے لوگوں سے نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر مالک بن عوف بھی آکر اسلام قبول کرلے تو میں اس کے اہل و عیال کی واپسی کی ضمانت دوں گا اور اس کو سو اونٹ بھی اپنی طرف سے عطا کروں گا اور جو کچھ اس کا مال لے لیا گیا ہے' وہ سب واپس کرا دوں گا۔ چنانچہ جب

ان لوگوں نے واپس جا کر یہ بات مالک بن عوف کو بتائی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشکش سے آگاہ کیا تو اس کے دل میں اسلام کی جانب رغبت ہوئی لیکن اس نے ان لوگوں سے کہا کہ اس بات کا ابھی کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔ مباداا یسا نہ ہو کہ بنو ثقیف کو پتہ چلے اور وہ مجھے نظربند کر لیں اور نبی علیہ السلام کے پاس نہ جانے دیں۔ مالک بن عوف کے پاس اسباب سفر میں عمدہ سواریاں تھیں' چنانچہ اس نے اپنے ایک معتمد خادم سے کہا کہ وہ ایک سواری کو چرانے کے بہانے شہر سے باہر لے جائے۔ مالک بن عوف کی سواری کا گھوڑا بہت ہی تیز دوڑنے والا تھا' چنانچہ وہ خادم اس کو لے کر اس جگہ آیا جہاں کہ مالک نے اس کو بتایا تھا۔ جب رات ہوئی تو مالک بنو ثقیف کے علاقہ سے خاموشی کے ساتھ نکلا اور مقررہ جگہ پہنچا لیکن کچھ لوگوں کو اس کی روانگی کا پتہ چل گیا اور وہ اس کے پیچھے آئے لیکن مالک تیزی کے ساتھ روانہ ہو کر جعرانہ پہنچ گیا اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حکم دیا کہ مالک بن عوف کے اموال واپس کر دیے جائیں' اس کے اہل و عیال کو آزاد کر دیا جائے اور حسب وعدہ اس کو سو اونٹ ہماری طرف سے دیے جائیں اور اس کو دوسری بہت سی مراعات بھی دلوائی گئیں۔ جب مالک بن عوف نے دیکھا کہ نبی علیہ السلام نے اس کو اعزازات سے نوازا ہے تو اس نے نبی علیہ السلام کی داد و دہش اور اعزاز و اکرام کے حصول پر بارگاہ نبوی میں یہ اشعار پیش کیے۔

مَا إنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهِ
فِي النَّاسِ كُلِّهِمِ بِمِثْلِ مُحَمَّدِ
أوفىٰ وَأعطىٰ لِلْجَزِيلِ إِذَا اجْتُدِي[1]
وَمَتىٰ تَشَأْ يُخْبِرْكَ عَمَّا فِي غَدِ
وَإِذَا الْكَتِيبَةُ عَرَّدَتْ[2] أَنيابُهَا
بِالسَّمْهَرِيِّ[3] وَضَرْبِ كُلِّ مُهَنَّدِ
فَكَأَنَّهُ لَيْثٌ[4] عَلىٰ أَشْبَالِهِ
وَسْطَ الْهَبَاءَةِ[5] خَادِرٌ فِي مَرْصَدِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن عوف کو نہ صرف قبیلہ ہوازن کا سردار مقرر فرمایا بلکہ دوسرے چند قبائل کی سرداری بھی اس کو عطا فرما دی۔ مالک بن عوف نیک سیرت شخص تھا' اب راسخ العقیدہ مسلمان بھی ہو گیا۔ اب مالک بن عوف جعرانہ سے روانہ ہو کر مکہ اور طائف کے درمیان اپنے

ساتھیوں کے ساتھ قیام پذیر ہوگیا۔ کافروں کا کوئی قافلہ، جس کا تعلق بنو ثقیف کے مخالفین سے ہوتا، لوٹ لیتا اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا اس پر قبضہ کر لیتا یہاں تک کہ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ بنو ثقیف کے وہ لوگ، جو اسلام کے ہمدرد تھے، طاقتور نہ ہوگئے۔

ہوازن کے اموال کی تقسیم

جب نبی علیہ السلام ہوازن کے اموال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہوئے اور جعرانہ سے مکہ مکرمہ جا کر طواف کعبہ کا ارادہ فرمایا۔ اس دوران نومسلموں کا ایک گروہ اور ان کافروں کی ایک جماعت جو اسلام قبول نہ کرنے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک تھے، انہوں نے آ کر بارگاہ نبوی میں عرض کیا، آپ نے ہوازن والوں کے اموال واپس کر دیے، اب آپ ہمیں ہمارا بھی حصہ دیں۔ یہ مطالبہ اس سختی اور بدتمیزی کے ساتھ کیا گیا جس سے نبی علیہ السلام کو اذیت ہوئی اور یہ مطالبہ کرنے والے فرط جذبات میں اس حالت کو پہنچے کہ انہیں یہ احساس ہی نہ ہوا کہ ان کا یہ عمل حضور علیہ السلام کی تکلیف کا سبب ہو رہا ہے۔ اس طرح حضور علیہ السلام ان سے گفتگو کرتے ہوئے ایک درخت کے نیچے تشریف لے آئے۔ درخت کی شاخوں سے الجھ کر چادر مبارک سر سے اتر گئی۔ اس وقت آپ کے مزاج میں اور تیزی آ گئی اور آپ نے حاضرین سے فرمایا۔

"میری چادر واپس لاؤ! اور لوگو کان کھول کر سن لو! اس خدائے وحدہ لاشریک کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر وادی تہامہ (مکہ اور طائف کے درمیانی علاقہ) کے درختوں کے برابر میرے پاس اموال اور نعمتیں آ جائیں تو میں ان کو تم میں تقسیم کر دیتا۔ اور تم پر یہ ظاہر ہو جاتا کہ بخل اور بددلی میری عادت نہیں اور نہ وعدہ خلافی میرا شیوہ ہے"۔ اس کے بعد آپ نے ایک طرف جھک کر اونٹ کے کوہان سے بال نوچ کر انہیں مٹھی میں لے کر فرمایا "اموال غنیمت میں میرا حصہ پانچواں ہے اور اگر وہ حصہ ان بالوں کی تعداد سے زیادہ بھی ہو، وہ سب میں تمہیں دے جانے کا وعدہ کرتا ہوں لیکن اب تمہارے لیے بھی مناسب ہے کہ تم نے اموال غنیمت میں سے جو کچھ چھپایا ہے، وہ سب واپس کر دو چاہے وہ ایک سوئی یا رسی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ بددیانتی تمہارے اور اہل و عیال کے لیے دنیا میں شرم اور آخرت میں عذاب نار کا سبب ہوگی"۔

نبی علیہ السلام کی اس گفتگو کے بعد سب نے وہ تمام سامان، جو انہوں نے لے لیا تھا، وہ سب واپس کر دیا خواہ ایک سوئی یا رسی کا ایک ٹکڑا ہی تھا۔

مؤلفتہ القلوب پر انعام و اکرام کی بارش

اس گفتگو کے بعد نبی علیہ السلام نے ان نومسلم سرداران قریش کے علاوہ وہ کافر جو کفر کے باوجود مسلمانوں کے ہمنوا ہونے کی وجہ سے غزوہ حنین و طائف میں شریک تھے' مراعات سے نوازا تاکہ نومسلم ان مراعات کو حاصل کر کے راسخ العقیدہ ہو جائیں اور جو اب تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے ہیں' وہ ان مراعات کو حاصل کر کے مشرف بہ اسلام ہو جائیں' چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ ابوسفیان بن حرب اور ان کے بیٹے معاویہ' حکیم بن حزام' حارث بن حارث کلدہ' حارث بن ہشام' سہیل بن عمرو' خویطب بن عبدالعزیٰ' علاء بن جاریہ ثقفی' عینیہ بن حصن' اقرع بن یابس تمیمی' مالک بن عوف نضری کو سو سو اونٹ دیے جائیں۔ ان کے علاوہ ایک اور جماعت کو پچاس پچاس' کچھ کو چالیس اور اس طرح ان کی معاشرتی اور سماجی حیثیت کے مطابق تیس تیس اور دس دس اونٹ دلوائے۔

عباس بن مرداس کی ہفوات اور اسیر عتاب

عباس بن مرداس کو جو اونٹ ملے وہ لاغر تھے اور عباس کو پسند نہ تھے' چنانچہ مرضی کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے اس کو غصہ آگیا اور اسی غصہ میں اس نے چند شعر کہے' جن میں نبی علیہ السلام کے ساتھ اظہار ناراضی کیا گیا تھا۔

شعر

كَانَتْ نِهَابًا تَلَافَيْتُهَا
بِكَرِّى عَلَى الْمُهْرِ[1] فِى الْأَجْرَعِ

وَ إِيقَاظِى الْقَوْمَ أَنْ يَرْقُدُوا
إِذَا هَجَعَ النَّاسُ لَمْ أَهْجَعِ

فَأَصْبَحَ نَهْبِي وَ نَهْبُ الْعُبَيْـ
ـدِ بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَ الْأَقْرَعِ

وَقَدْ كُنْتُ فِى الْحَرْبِ ذَا تُدْرَإٍ
فَلَمْ أُعْطَ شَيْئًا وَ لَمْ أُمْنَعِ

إِلَّا أَفَائِلَ أُعْطِيتُهَا
عَدِيدَ قَوَائِمِهَا الْأَرْبَعِ[2]

وَ مَا كَانَ حِصْنٌ وَ لَا حَابِسٌ
يَفُوقَانِ شَيْخِى فِى الْمَجْمَعِ

وَما کُنْتُ دُونَ امْرِئٍ مِنْھُما
وَمَنْ تَضَعِ الْیَوْمَ لا یُرْفَعِ

یہ اشعار جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آئے تو آپ نے فرمایا کچھ دے کر اس کی زبان بندی کر دو۔ جب عباس بن مرداس کو کچھ اونٹ اور مل گئے تو وہ خوش ہوگیا اور خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے فرمایا تو وہی ہے جس نے یہ شعر کہے تھے۔

جناب صدیق اکبر کے جذبات اخلاص

نبی علیہ السلام نے جب عباس بن مرداس کے کہے ہوئے شعر نقل فرمائے تو ان میں بعض الفاظ تبدیل کر دیے تاکہ حضور پر گراں نہ گزریں۔ اس موقعہ پر جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ وہ اشعار تو اس طرح ہیں "**بین عیینۃ والاقرع**" نبی علیہ السلام نے فرمایا بات ایک ہی ہے جس طرح بھی شعر کو پڑھ لیا جائے' میں اس کے معانی کو سمجھتا ہوں۔ اس موقعہ پر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی شہادت دیتا ہوں **وما علمنہ الشعر وما ینبغی لہ** ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھائے کیونکہ یہ فن آپ کے شایان شان نہیں۔

جعیل بن سراقہ کے لیے اعزاز

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس داد و دہش کے بعد عرب کے سربر آوردہ لوگوں اور سرداران قریش کی جس ایک جماعت نے بیعت اسلام کی تھی' ان میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ ملے تھے۔ سرداران عرب میں صرف ایک شخصیت ایسی تھی جس کو اس داد و دہش سے حصہ نہ ملا تھا' یہ ایک نیک سیرت مسلمان جعیل نامی تھے۔ اس موقعہ پر لوگوں نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے عیینہ بن حصن' اقرع بن حابس کو سو سو اونٹ دیے لیکن جعیل بن سراقہ کو کچھ بھی نہیں دیا' اس وقت نبی علیہ السلام نے فرمایا

"اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' تمام روئے زمین عیینہ اور اقرع بن حابس جیسی ہو جائے تو بھی جعیل بن سراقہ ان سب سے بہتر ہی ہوں گے کیونکہ جعیل مسلمان ہیں جبکہ دوسرے اب تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے ہیں اور ان لوگوں کو جو اونٹ ملے ہیں' وہ اس لیے دیے گئے ہیں تاکہ ان کی تالیف قلب ہو اور جعیل تو مشرف بہ اسلام ہوچکے ہیں۔ اسلام کی خاطر دنیا کی کوئی چیز ان کے لیے سبب طمع نہیں ہوسکتی"۔

کیا نبی انصاف نہیں کرتا؟

اموال غنیمت کی تقسیم میں بعض کو تو بہت کچھ ملا اور بعض کو بہت کم اور بعض کو کچھ بھی نہیں ملا۔ بنو تمیم کے ایک شخص خویصرہ نامی نے آ کر نبی علیہ السلام سے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے دیکھا آج آپ نے کیا کیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے دریافت فرمایا میں نے کیا کیا ہے؟ کہنے لگا آپ نے انصاف سے کام نہیں لیا ہے' کسی کو زیادہ دے دیا اور کسی کو کم اور بعض کو تو کچھ بھی نہیں دیا۔ اس کی یہ بات نبی علیہ السلام کو پسند نہ آئی۔ آپ نے فرمایا

"تم پر افسوس ہے اگر عدل میرے پاس نہیں تو پھر کس کے پاس ہوگا؟"

خویصرہ کی باتیں سن کر جناب عمر کو جلال آ گیا' کھڑے ہو گئے۔ نبی علیہ السلام سے عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو اس کا سر قلم کر دوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا

"نہیں اس سے تعرض نہ کرو۔ اس کی ذریت میں ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن تو پڑھیں گے لیکن دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کہ تیر کمان سے نکلتا ہے۔ وہ لوگ دینداری کا اظہار تو بہت مبالغہ کے ساتھ کریں گے لیکن ان کی دینداری کا کوئی اثر اور ثمرہ نہ ہوگا جس طرح کہ تیر کے نکلنے کا کمان پر کوئی اثر نہیں ہوتا"۔

انصار مدینہ کی دل شکستگی

اموال غنیمت کی تقسیم میں سرداران قریش اور عمائدین عرب کو بہت کچھ ملا لیکن مدینہ کے انصار کے کچھ بھی نہ ملا تو یہ لوگ دل گرفتہ اور دل شکستہ ہوئے اور آپس میں اس محرومی پر تبصرے کرنے لگے۔ جناب حسان بن ثابت انصاری نے اشعار میں انصار کی محرومی پر ان کی تعریف و توصیف کی اور نبی علیہ السلام کے طرز عمل پر ہلکا سا شکوہ بھی کیا۔

اشعار ص ۹۴۱' ۹۴۲ سے نقل کیے جائیں۔

بعض دوسرے لوگوں نے بھی کہا کہ نبی علیہ السلام نے اپنے لوگوں پر داد و دہش کی لیکن اس وقت ہم پر کوئی توجہ نہ کی۔

جناب سعد بن عبادہ کے تاثرات اور خطبہ نبوی

سعد بن عبادہ انصاری نے حالات کا جائزہ لیا اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ حنین کے اموال کی تقسیم سے میں قریش اور عرب کے دوسرے قبائل کو تو حصہ ملا لیکن انصار مدینہ کو اس

میں سے کچھ نہیں ملا اس طرح چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں اور انصار کو اس محرومی کا رنج بھی ہے۔ نبی علیہ السلام نے ان کی بات سن کر فرمایا تم نے یہ ساری باتیں سنیں اور کوئی جواب نہ دیا۔ سعد نے عرض کیا یارسول اللہ میرا شمار تو انصار میں ہوتا ہے کوئی میری بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا جاؤ اور ان سب کو فلاں جگہ خطیرہ میں جمع کرو جب یہ لوگ اکٹھے ہو جائیں تو آ کر مجھے بتاؤ چنانچہ جناب سعد نے سب کو اس مقررہ مقام پر جمع ہونے کے لیے کہا جب سب آ گئے تو جناب سعد نے آ کر اطلاع کی۔ نبی علیہ السلام وہاں تشریف لائے اور انصار مدینہ کے سامنے خطبہ دیا۔ حمد و صلوۃ کے بعد آپ نے فرمایا اے گروہ انصار یہ کیا بات ہے جو تمہاری طرف منسوب کر کے مجھے سنائی گئی ہے تم لوگ رنجیدہ کیوں ہو؟ اور اس سنجیدگی کا سبب کیا ہے؟ جب میں تمہارے پاس آیا تو تم سب گمراہ تھے میری وجہ سے حق تعالیٰ نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی اور تم اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ تمہاری مالی حالت کمزور تھی میری وجہ سے تمہاری غربت دور ہوئی' تم آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے تھے اور ایک جگہ مل کر بیٹھ نہیں سکتے تھے' میری وجہ سے تمہاری عداوت دور ہوئی اور آپس میں الفت و محبت پیدا ہوئی۔

ان کلمات کو سن کر انصار مدینہ نے کہا یارسول اللہ اس رب کریم کا فضل و احسان ہے اور ہر حال میں آپ کے احسانات کا بار ہم پر ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ بات تو درست ہے لیکن میں نے جو سوال کیا ہے یہ اس کا جواب نہیں ہے۔ انصار نے عرض کیا آپ کے سوال کا ہم کیا جواب دیں ہمارا یہی جواب ہے جو ہم نے کہا ہے کہ ہم ان انعامات پر اللہ رب العالمین کا شکر ادا کرتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم چاہو تو میرے سوالات کا جواب دے سکتے ہو اور اس میں کوئی بات خلاف واقعہ بھی نہ ہو اور اس جواب میں تمہاری صداقت بھی مضمر ہو۔ اس مکالمہ پر انصار خاموش رہے اور بعد میں کہا اللہ تعالیٰ کے رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس کا جواب تم مجھے اس طرح دے سکتے تھے کہ جب آپ ہمارے پاس آئے تھے تو مکہ کے لوگوں نے آپ کو ٹھیک طرح سے سکون و اطمینان سے رہنے نہیں دیا تھا' لیکن ہم نے آپ کو آرام سے رکھا۔ جب آپ ہمارے پاس آئے تھے تو دشمنوں سے عاجز آئے ہوئے تھے ہم نے آپ کی مدد کی تھی' جس وقت آپ ہمارے پاس آئے تھے تو درویش تھے' ہم نے آپ کے ساتھ ہمدردی کی تھی دشمنوں (مکہ والوں) نے آپ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تھا ہم نے آپ کو رہنے کی جگہ دی تھی۔

اے گروہ انصار سنو! دنیاوی لوازمات جو میں نے دوسروں کو دیے تم کو نہیں دیے' اس سے تم دل

برداشتہ اور افسردہ ہوگئے ہو۔ تمہیں یہ معلوم نہیں کہ میں نے دوسروں کو جو کچھ دیا ہے وہ ان کی تالیف قلب کے لیے تھا تاکہ وہ اسلام کی طرف رغبت کریں۔ تمہارے تالیف قلب کی نہ تو ضرورت تھی اور نہ ہے' کیونکہ اسلام کی حقانیت تمہارے دلوں میں موجزن ہے تمہاری قوت ایمانی متحقق اور ظاہر ہے اور تالیف قلب ان کے لیے ہوتی ہے جو اسلام میں پختہ نہ ہوں اور تمہاری صفات تو قرآن میں اس طرح بیان ہوئی ہیں۔

وینصرون اللہ و رسولہ اولئک ھم الصدقون ○ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں اور یہی سچوں میں سے ہیں۔ تمہیں تو نہ ضرورت ہے نہ تمہاری تالیف کی حاجت۔ اے گروہ انصار! تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ دوسرے تو اپنے گھروں کو اونٹ' گائے' بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول خدا کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس ہو' اور اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی جان ہے' اگر ہجرت کی فضیلت کا سلسلہ نہ ہوتا تو میں بھی تمہیں سے ہوتا اور میں قسم کے ساتھ کہتا ہوں اگر ساری دنیا ایک طرف ہو جائے اور انصار ایک طرف ہوں تو میں انصار کے ساتھ ہوں گا اور ان کو ہی ترجیح دوں گا اور ادھر ہی جاؤں گا جدھر کا رخ انصار کریں۔

اس خطبہ کے بعد نبی علیہ السلام نے انصار کو دعاؤں سے نوازا اور یہ کلمات دعا ادا فرمائے۔

"خداوندا! انصار' فرزندان انصار اور انصار کے فرزندوں کے فرزندوں پر رحمتوں کی بارش فرما"۔

نبی علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر انصار پر گریہ طاری ہوا اور اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ اس وقت ان سب نے یک زبان ہو کر کہا' یارسول اللہ ہم اس بات پر خوش اور راضی ہیں کہ دنیا کی ساری نعمتیں دوسروں کو مل جائیں اور آپ کی ذات اقدس ہمارے ساتھ ہو۔ یہ کہہ کر سب لوگ وہاں سے فرحاں و شاداں اٹھ کر گئے۔

نبی علیہ السلام کی داد و دہش کا اندازہ

اموال غنیمت کی تقسیم کے دن ایک مجلس میں نبی علیہ السلام نے اتنی داد و دہش کی جس کی نظیر ماضی میں عرب و عجم کے کسی بادشاہ کی داد و دہش میں بھی نہیں ملتی اور اس کی مثال نہ کسی نبی کے دور ملتی میں ہے اور نہ مل سکتی ہے۔ (کیونکہ اب کوئی اور نبی مبعوث ہونے والا نہیں) اس دن حاضرین کی تعداد بارہ ہزار تھی اور ہر ایک کے حصہ میں چار اونٹ آئے تھے۔ اس طرح اڑتالیس ہزار اونٹ تقسیم ہوئے تھے اور مولفۃ القلوب کو دو ہزار اونٹ ملے تھے۔ اس طرح تقسیم ہونے والے اونٹوں کی تعداد پچاس ہزار بنتی ہے۔ اس تمام داد و دہش کے باوجود اپنے لیے صرف اتنا حصہ رکھا جو بمشکل ایک شخص کے

لیے کافی ہوتا اور یہ بات بھی معجزات نبوی میں شامل ہے کہ کسی مخلوق سے یہ بات ظاہر ہو کہ وہ دوسروں کو اتنا کچھ دینے کے بعد اپنے لیے کچھ نہ رکھے۔

صفوان بن امیہ کا اسلام

صفوان بن امیہ اسلامی فتوحات کو دیکھنے اور معجزات نبوی کے مظاہروں کے بعد اب تک مشرف بہ اسلام نہ ہوا تھا اس داد و دہش کو دیکھ کر نبی علیہ السلام نے اتنا کچھ تقسیم کیا اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا اور یہ کام کسی انسان کا نہیں اگر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیغمبر خدا نہ ہوتے اور آپ کا تعلق خالق کائنات سے نہ ہوتا تو کسی بندہ و بشر کو اتنی عطا و بخشش کی ہمت نہ ہوتی اور مزید بر آں دوسروں کو دینے کے بعد اپنے لیے کچھ بھی نہ رکھا۔ یہ دیکھ کر اور سمجھ کر صفوان نے خدمت نبوی میں حاضری دی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسلام لاتے وقت صفوان نے یہ کلمات کہے تھے۔

"آپ نے اس شخص کو عطا و بخشش کی کہ جس کو تقرب کا خیال تک نہ آیا' میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے رسول ہیں"۔

ذی القعدہ ۸ھ میں نبی علیہ السلام حنین کے اموال غنیمت سے فارغ ہوئے تو جعرانہ سے روانہ ہو کر مکہ تشریف لائے' عمرہ کیا اور جناب عتاب بن اسید کو مکہ کے امور کا نگران بنایا اور جناب معاذ بن جبل کو تبلیغ و تعلیم کا نگراں مقرر فرمایا اور ذی القعدہ ہی کے مہینے میں مدینہ واپس ہوئے۔ جناب عتاب بن اسید امیر مکہ کے لیے ایک درہم روزینہ مقرر فرمایا جناب عتاب بن اسید اس روزینہ پر بہت خوش تھے اور اکثر کہا کرتے تھے۔

"اس کے پیٹ کو اللہ تعالیٰ سیر نہ کرے جو ایک درہم پر قناعت نہ کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میرا روزینہ ایک درہم مقرر کیا ہے اب مجھے کسی دوسرے کی مدد کی احتیاج نہیں"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس سفر سے جب مدینہ تشریف لائے اس دن ۲۴ر ذی القعدہ ۸ھ تھی اس سال جناب عتاب بن اسید نے حجاج کے ساتھ دوسرے ارکان حج ادا کیے اور اپنی سربراہی میں حجاج کی مہمان نوازی کی۔

کعب بن زہیر کا قبول اسلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی غزوہ طائف سے مکہ واپسی فتح مکہ اور حنین کے اموال غنیمت کی تقسیم کے بعد کعب بن زہیر کے بھائی جبیر بن زہیر نے اپنے بھائی کعب کو خط لکھا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ نبی علیہ السلام نے مکہ کے ان شاعروں کو بھی' جنھوں نے آپ کو تکلیفیں دی تھیں اور آپ کی

شان میں ہجویہ مقاصد کہے تھے' پکڑوا کر قتل کروایا جبکہ ابن زبعری اور ہبیرہ بن ابی وہب مفرور ہیں اور جگہ جگہ چھپتے پھر رہے ہیں۔ اگر تم اپنی رہائی اور آزادی کے طلب گار ہو تو آ کر نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگ لو۔ نبی علیہ السلام اس شخص کو جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کرتا ہے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہے اور اسلام قبول کرلیتا ہے معاف فرما دیتے ہیں اور اس کو امان مل جاتی ہے باوجودیکہ اس نے سخت ترین غلطیاں کیوں نہ کی ہوں۔ اگر تم ایسا نہ کرسکو تو جہاں چھپے ہو وہاں سے بھاگ جاؤ اور دنیا میں جہاں پناہ ملے حاصل کرلو۔ کعب بن زہیر نے اس خط کے ملنے سے پہلے یہ چند اشعار کہے تھے۔

شعر[۲]

زادَتْ هُمُومٌ[۳] ، فَماءُ ٱلعَيْنِ مُنْحَدِرُ[۴]
سَحًّا إذا حَفَلَتْهُ عَبْرَةٌ دِرَرُ

وَجْدًا بِشَمّاءَ ، إذْ[۵] شَمّاءُ بَهْكَنَةٌ
هَيْفاءُ لا دَنَسٌ فيها وَ لا خَوَرُ

دَعْ عَنْكَ شَمّاءَ ، إذْ[۵] كانَتْ مَوَدَّتُها
نَزْرًا ، وَ شَرُّ وِصالِ ٱلواصِلِ ٱلنَّزِرُ[۶]

وَ أْتِ ٱلرَّسُولَ فَقُلْ ياخَيْرَ مُؤْتَمَنٍ[۷]
لِلْمُؤْمِنِينَ ، إذا ما عُدِّدَ ٱلْبَشَرُ

عَلامَ ؟ تُدْعىٰ سُلَيْمٌ ، وَهْيَ نازِحَةٌ
قُدّامَ قَوْمٍ هُمُ آوَوْا ، وَهُمْ نَصَرُوا

سَمّاهُمُ ٱللهُ أَنْصارًا بِنَصْرِهِمِ
دِينَ ٱلْهُدٰى ، وَعَوانُ ٱلْحَرْبِ تَسْتَعِرُ

وَسارَعُوا فِى سَبِيلِ ٱللهِ ، وَ ٱعْتَرَفُوا
لِلنّائِباتِ[۱] وَ ما خامُوا وَ ما ضَجِرُوا

وَ ٱلنّاسُ أَلْبٌ عَلَيْنا ، فِيكَ لَيْسَ لَنا
إلّا ٱلسُّيُوفَ وَ أَطْرافَ ٱلقَنا ، وَزَرُ

نُجالِدُ[۲] ٱلنّاسَ لا نُبْقِى عَلىٰ أَحَدٍ
وَ لا نُضَيِّعُ ما تُوحِى بِهِ ٱلسُّوَرُ[۳]

وَ لا تَهِرُّ جُناةُ ٱلْحَرْبِ[۴] نادِيَنا
وَ نَحْنُ حِينَ تَلَظّىٰ نارُها[۵] سُعُرُ

كَما رَدَدْنا بِبَدْرٍ ، دُونَ ما طَلَبُوا
أَهْلَ ٱلنِّفاقِ ، وَ فِينا يُنْزَلُ ٱلظَّفَرُ

وَنَحْنُ جُنْدُكَ يَوْمَ النَّعْفِ مِنْ أُحُدٍ
إِذْ[۷] حَزَّبَتْ بَطَرًا أَحْزَابَهَا مُضَرُ

فَمَا وَنِينَا ، وَمَا خِمْنَا ، وَمَا خَبَرُوا
مِنَّا عِثَارًا ، وَكُلُّ النَّاسِ قَدْ عَثَرُوا

بیت

أَلَا أَبْلِغَا عَنِّي بُجَيْرًا رِسَالَةً
فَهَلْ لَكَ فِيمَا قُلْتُ وَيْحَكَ هَلْ لَكَا

فَبَيِّنْ لَنَا إِنْ كُنْتَ لَسْتَ بِفَاعِلٍ
عَلَىٰ أَيِّ شَيْءٍ غَيْرِ ذَالِكَ دَلَّكَا

عَلَىٰ خُلُقٍ لَمْ أُلْفِ يَوْمًا أَبًا لَهُ[۱]
عَلَيْهِ وَمَا تُلْفِي عَلَيْهِ أَبًا لَكَا[۲]

[فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَفْعَلْ فَلَسْتُ بِآسِفٍ
وَلَا قَائِلٍ إِمَّا عَثَرْتَ : لَعًا لَكَا]

سَقَاكَ بِهَا الْمَأْمُونُ كَأْسًا[۳] رَوِيَّةً
فَأَنْهَلَكَ الْمَأْمُونُ مِنْهَا وَعَلَّكَا[۴]

یہ اشعار کعب بن زہیر نے اپنے بھائی جبیر بن زہیر کو روانہ کئے تھے جب یہ اشعار جبیر کو ملے تو انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ ان کو کسی پر ظاہر نہ کریں لیکن ایسا نہ کر سکے اور لے جا کر بارگاہ نبوی میں پیش کر دیے' ان اشعار میں سے آخری شعر کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

سقاک بھا الملمون کاسا رویۃ

نبی علیہ السلام نے فرمایا' یہ بات اس نے سچ کہی لیکن وہ جھوٹا ہے۔ اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے جناب مصنف نے کہا کہ کعب نے اپنے بھائی جبیر کو کہا تھا "محمد امین نے تمہیں تمہارے راستہ سے ہٹا کر اپنی دوستی اور محبت تمہارے دل میں ڈال دی ہے اور تمہیں آباؤ اجداد کے دین سے بھٹکا دیا ہے اور اپنے دین میں شامل کر لیا ہے"۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' اس نے یہ بات درست کہی ہے کہ میں محمد اور امین ہوں' باقی باتیں اس نے غلط کہی ہیں۔ جب جناب جبیر نے یہ شعر پڑھا

علی خلق لم الف یوما ابالہ

اس شعر میں کعب بن زہیر نے اپنے بھائی جبیر کو ملامت کی ہے کہ تم نے جو دین اسلام کو اختیار کیا ہے' ہم نے اپنے والدین کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے اس دین اسلام کو اختیار کیا تھا' تم نے دین اسلام کو کیوں اختیار کیا اور آباؤ اجداد کے دین کو ترک کیا۔

اس شعر کے سلسلہ میں نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ کیا ضروری ہے کہ جس کے والدین کافر ہوں اس کی اولاد بھی کافر ہو اور اسلام قبول نہ کرے۔

جبیر بن زہیر نے ان اشعار کے جواب میں یہ چند شعر اپنے بھائی کعب کو لکھ کر بھیج دیے۔

ان اشعار میں جبیر نے بھائی کو بتایا ہے کہ دین حق کا اتباع اور اسلام کو قبول کئے بغیر نجات ممکن نہیں ہے اور وہ دین جس کا ہمارے والدین اتباع کرتے تھے وہ دین باطل تھا جس کا اتباع مناسب نہیں' اور میں نے والد اور ان کے قبیلہ بنو سلمٰی کے دین کو باطل سمجھ کر خود پر حرام کر لیا' اس سے اظہار بیزاری کر کے اسلام کو قبول کیا ہے۔ اس طرح دونوں بھائیوں میں منظوم خط و کتابت جاری رہی۔

ان خطوط کی وصول یابی پر کعب بن زہیر کی بری حالت ہوئی عیش و آرام حرام ہوگیا ذہنی سکون ختم ہوگیا اور وہ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ اب انہیں کیا کرنا چاہیے اگر نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کے بارے میں سوچتے تو یہ خیال آتا کہ حاسد طعنے دیتے دیتے برا حال کردیں گے اور کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تجھے دیکھتے ہی قتل کرا دیں گے۔ چند روز اسی تردد میں گزرے بعد میں انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب بارگاہ نبوی میں حاضری دے دینی چاہیے اور توبہ کر کے اپنی غلطیوں پر معذرت کر لی جائے اس عزم مصمم کے بعد جناب کعب نے نعت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں ایک طویل قصیدہ کہا جس میں اپنے حالات کو بھی بیان کیا تھا۔ اس قصیدہ کو کہہ کر عازم مدینہ ہوئے مدینہ پہنچ کر رات کو قیام کے لیے اپنے ایک دوست کے ہاں چھپ گئے۔ صبح کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نماز فجر سے فارغ ہوئے تو یہ اپنے دوست کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ ان کے دوست نے کعب سے کہا یہ اللہ کے رسول ہیں' اٹھو اور آپ کی امان حاصل کرو۔ چنانچہ کعب اٹھے اور حضور علیہ السلام کے سامنے آکر بیٹھ گئے اور آپ سے مصافحہ کیا چونکہ نبی علیہ السلام کا اس سے پہلے ان سے تعارف نہ تھا اس لیے کعب نے کہا یارسول اللہ اگر کعب کو آپ کے پاس لا کر اس سے توبہ کرا دوں اور وہ اسلام قبول کر لے تو کیا آپ اس کو امان عطا فرمائیں گے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں! اس کو امان مل جائے گی۔

یہ سنتے ہی کعب نے کہا یارسول اللہ میں ہی کعب ہوں جیسے ہی ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا ایک انصاری صحابی نے کھڑے ہو کر کہا' یارسول اللہ مجھے اجازت دیں میں خدا کے رسول کے اس دشمن کا سر قلم کر دوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ اپنی غلطیوں پر ندامت کا اظہار کر کے اسلام قبول کرنے حاضر ہوا ہے اب اس کی گردن کیونکر اتاری جائے۔ کعب بن زہیر کو اس انصاری کی یہ ادا نہ بھائی' انہوں نے

اپنے قصیدہ میں مہاجرین کی تو تعریف و توصیف کی اور انصار کی مذمت کی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد کعب نے اپنا قصیدہ نبی علیہ السلام کے سامنے مسجد نبوی میں پڑھا حضور علیہ السلام نے اس کو سنا اور پسند فرمایا۔ چونکہ یہ قصیدہ نعت نبوی پر مشتمل ہے اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پڑھا گیا حضور علیہ السلام نے اس کو پسند فرمایا۔ اس لیے تبرک کے طور پر ہم نے اس کو یہاں نقل کیا ہے کعب بن زہیر کے اور قصائد سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں جن کا اعادہ یہاں غیر ضروری سمجھ کر نقل نہیں کیا گیا ہے۔

قصیدہ

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتْبُولُ
مُتَيَّمٌ عِنْدَهَا لَمْ يُجْزَ مَكْبُولُ[1]

وَمَا سُعَادُ غَدَاةَ الْبَيْنِ إِذْ بَرَزَتْ[2]
إِلَّا أَغَنُّ[3] غَضِيضُ الطَّرْفِ مَكْحُولُ[4]

تَجْلُو عَوَارِضَ ذِي ظَلْمٍ إِذَا ابْتَسَمَتْ
كَأَنَّهُ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ[5] مَعْلُولُ

شُجَّتْ بِذِي شَبَمٍ مِنْ مَاءِ مَحْنِيَةٍ
صَافٍ بِأَبْطَحَ أَضْحَى وَهُوَ مَشْمُولُ

تَنْفِي الرِّيَاحُ الْقَذَى[6] عَنْهُ وَأَفْرَطَهُ
مِنْ صَوْبِ غَادِيَةٍ بِيضٌ يَعَالِيلُ

وَيْلُ امِّهَا خُلَّةٌ[7] لَوْ أَنَّهَا صَدَقَتْ
بِوَعْدِهَا أَوْ لَوَ انَّ النُّصْحَ مَقْبُولُ

لَكِنَّهَا خُلَّةٌ قَدْ سِيطَ مِنْ دَمِهَا
[فَجْعٌ وَوَلْعٌ وَإِخْلَافٌ وَتَبْدِيلُ]

[فَمَا تَدُومُ عَلَى حَالٍ تَكُونُ بِهَا]
كَمَا تَلَوَّنُ فِي أَثْوَابِهَا[1] الْغُولُ

[وَمَا تَمَسَّكُ بِالْعَهْدِ الَّذِي زَعَمَتْ]
إِلَّا كَمَا يُمْسِكُ الْمَاءَ الْغَرَابِيلُ]

كَانَتْ مَوَاعِيدُ عُرْقُوبٍ[2] لَهَا مَثَلًا
وَمَا مَوَاعِيدُهَا إِلَّا الْأَبَاطِيلُ

أَرْجُو وَآمُلُ أَنْ يَعْجَلْنَ فِي أَبَدٍ
وَمَا لَهُنَّ إِخَالُ الدَّهْرِ تَعْجِيلُ ٣

فَلَا يَغُرَّنْكَ مَا مَنَّتْ وَمَا وَعَدَتْ
إِنَّ الْأَمَانِيَّ وَالْأَحْلَامَ تَضْلِيلُ

أَمْسَتْ سُعَادُ بِأَرْضٍ لَا يُبَلِّغُهَا
إِلَّا الْعِتَاقُ النَّجِيبَاتُ الْمَرَاسِيلُ

وَلَنْ يُبَلِّغَهَا إِلَّا عُذَافِرَةٌ
فِيهَا ٤ عَلَى الْأَيْنِ إِرْقَالٌ وَتَبْغِيلُ

مِنْ كُلِّ نَضَّاخَةِ الذِّفْرَى إِذَا عَرِقَتْ
عُرْضَتُهَا طَامِسُ الْأَعْلَامِ مَجْهُولُ

تَرْمِي النِّجَادَ بِعَيْنَيْ مُفْرَدٍ لَهَقٍ
إِذَا تَوَقَّدَتِ الْحِزَّانُ وَالْمِيلُ

ضَخْمٌ مُقَلَّدُهَا فَعْمٌ مُقَيَّدُهَا
فِي خَلْقِهَا عَنْ ٥ بَنَاتِ الْفَحْلِ تَفْضِيلُ

سُمْرُ الْعُجَايَاتِ يَتْرُكْنَ الْحَصَى زِيَمًا
لَمْ يَقِهِنَّ سَوَادَ الْأُكْمِ ١ تَنْعِيلُ

يَوْمًا يَظَلُّ بِهِ الْحِرْبَاءُ مُرْتَبِئًا ٢
كَأَنَّ ضَاحِيَهُ فِي النَّارِ، مَمْلُولُ ٣

وَقَالَ لِلْقَوْمِ حَادِيهِمْ وَقَدْ جَعَلَتْ
بُقْعُ الْجَنَادِبِ ٤ يَرْكُضْنَ الْحَصَا قِيلُوا

[كَأَنَّ أَوْبَ ذِرَاعَيْهَا وَقَدْ عَرِقَتْ
وَقَدْ تَلَفَّعَ بِالْقُورِ الْعَسَاقِيلُ]

أَوْبُ يَدَيْ فَاقِدٍ شَمْطَاءَ مُعْوِلَةٍ ٥
قَامَتْ فَجَاوَبَهَا نُكْدٌ مَثَاكِيلُ

نَوَّاحَةٌ رِخْوَةُ الضَّبْعَيْنِ لَيْسَ لَهَا
لَمَّا نَعَى بِكْرَهَا النَّاعُونَ مَعْقُولُ

تَفْرِي اللَّبَانَ بِكَفَّيْهَا وَمِدْرَعُهَا
مُشَقَّقٌ عَنْ تَرَاقِيهَا رَعَابِيلُ

تَمْشِي ٱلْغُواةُ بِجَنْبَيْها[6] وَقَوْلُهُمْ
إِنَّكَ يَا ٱبْنَ أَبِي سُلْمىٰ لَمَقْتُولُ
وَقالَ كُلُّ صَدِيقٍ كُنْتُ آمُلُهُ
لا أُلْهِيَنَّكَ إِنِّي عَنْكَ مَشْغُولُ[7]
فَقُلْتُ خَلُّوا طَرِيقِي[1] لا أَبا لَكُمُ
فَكُلُّ ما قَدَّرَ ٱلرَّحْمٰنُ[2] مَفْعُولُ
كُلُّ ٱبْنِ أُنْثىٰ وَإِنْ طالَتْ [سَلامَتُهُ]
يَوْمًا عَلىٰ آلَةٍ حَدْباءَ مَحْمُولُ
نُبِّئْتُ أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ أَوْعَدَنِي
وَٱلْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ ٱللهِ مَأْمُولُ
مَهْلاً هَداكَ ٱلَّذِي أَعْطاكَ نافِلَةَ ٱلْـ
ـقُرْآنِ فِيها مَواعِيظٌ وَتَفْصِيلُ
لا تَأْخُذَنِّي بِأَقْوالِ ٱلْوُشاةِ وَلَمْ
أُذْنِبْ وَلَوْ كَثُرَتْ فِيَّ ٱلْأَقاوِيلُ
لَقَدْ أَقُومُ مَقامًا لَوْ يَقُومُ بِهِ[3]
أَرىٰ وَأَسْمَعُ ما لَوْ يَسْمَعُ ٱلْفِيلُ[4]
لَظَلَّ يَرْعَدُ مِنْ وَجْدٍ[5] بَوادِرُهُ
إِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ رَسُولِ ٱللهِ تَنْوِيلُ[6]
حَتّىٰ[7] وَضَعْتُ يَمِينِي ما أُنازِعُها[8]
فِي كَفِّ ذِي نَقِماتٍ قَوْلُهُ ٱلْقِيلُ[9]
فَلَهُوَ أَخْوَفُ عِنْدِي إِذْ أُكَلِّمُهُ[10]
وَقِيلَ إِنَّكَ مَنْسُوبٌ وَمَسْؤُلُ
مِنْ ضَيْغَمٍ بِضَراءِ ٱلْأَرْضِ مُخْدَرُهُ
فِي بَطْنِ عَثَّرَ غِيلٌ دُونَهُ غِيلُ
يَغْدُو فَيُلْحِمُ ضِرْغامَيْنِ عَيْشُهُما
لَحْمٌ مِنَ ٱلنّاسِ مَعْفُورٌ خَراذِيلُ
إِذا يُساوِرُ قِرْنًا لا يَحِلُّ لَهُ
أَنْ يَتْرُكَ ٱلْقِرْنَ إِلّا وَهْوَ مَفْلُولُ
* مِنْهُ تَظَلُّ حَمِيرُ ٱلْجَوِّ[2] نافِرَةً
وَلا تَمَشّىٰ بَوادِيهِ ٱلْأَراجِيلُ

وَ لا يَزالُ بِوادِيهِ أَخُو ثِقَةٍ[3]
مُضَرَّجُ اَلبَزِّ وَ اَلدُّرْسانِ[4] مَأْكُولُ

إِنَّ اَلرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضاءُ بِهِ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوفِ اَللهِ مَسْلُولُ

فِی عُصْبَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ قالَ قائِلُهُمْ
بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمّا أَسْلَمُوا زُولُوا

[زالُوا] فَما زالَ أَنْكاسٌ وَ لا كُشُفٌ
عِنْدَ اَللِّقاءِ وَ لا مِيلٌ مَعازِيلُ

يَمْشُونَ مَشْيَ اَلْجِمالِ اَلزُّهْرِ يَعْصِمُهُمْ
ضَرْبٌ إِذا عَرَّدَ اَلسُّودُ اَلتَّنابِيلُ

شُمُّ اَلْعَرانِينِ أَبْطالٌ لَبُوسُهُمُ
مِنْ نَسْجِ داوُدَ فِی اَلْهَيْجا سَرابِيلُ

بِيضٌ سَوابِغُ قَدْ شُكَّتْ لَها حَلَقٌ
كَأَنَّها حَلَقُ اَلْقَفْعاءِ[1] مَجْدُولُ

لَيْسُوا مَفارِيحَ إِنْ نالَتْ رِماحُهُمُ
قَوْمًا وَ لَيْسُوا مَجازِيعًا إِذا نِيلُوا

لايَقَعُ اَلطَّعْنُ إِلّا فِی نُحُورِهِمُ
لَيْسَ لَهُمْ[2] عَنْ حِياضِ اَلْمَوْتِ تَهْلِيلُ

قصیدہ

[مَنْ سَرَّهُ كَرَمُ اَلْحَياةِ فَلا يَزَلْ
فِی مِقْنَبٍ مِنْ صالِحِی اَلْأَنْصارِ]

وَرِثُوا اَلْمَكارِمَ كابِرًا عَنْ كابِرٍ[4]
إِنَّ اَلْخِيارَ هُمُ بَنُو اَلْأَخْيارِ

اَلْمُكْرِهِينَ اَلسَّمْهَرِیَّ بِأَذْرُعٍ
كَسَوالِفِ اَلْهِنْدِیِّ غَيْرِ قِصارٍ

وَ اَلنّاظِرِينَ بِأَعْيُنٍ مُحْمَرَّةٍ
كَاَلْجَمْرِ غَيْرَ كَلِيلَةِ اَلْأَبْصارِ

وَ اَلْبائِعِينَ نُفُوسَهُمْ لِنَبِيِّهِمْ
لِلْمَوْتِ يَوْمَ تَعانُقٍ وَ كِرارٍ[1]

يَتَطَهَّرُونَ يَرَوْنَهُ نُسُكًا لَهُمْ
بِدِماءِ مَنْ عَلِقُوا مِنَ الْكُفَّارِ
دَرِبُوا كَمَا دَرِبَتْ بِبَطْنِ خَفِيَّةٍ
غُلْبُ الرِّقابِ مِنَ الأُسُودِ ضَوارِي[2]
[وَ إِذا حَلَلْتَ لِيَمْنَعُوكَ إِلَيْهِمِ
أَصْبَحْتَ عِنْدَ مَعَاقِلِ الأَعْفارِ]
ضَرَبُوا عَلِيًّا يَوْمَ بَدْرٍ ضَرْبَةً
دانَتْ لِوَقْعَتِها جَمِيعُ نِزارِ
لَوْ يَعْلَمُ الأَقْوامُ عِلْمِيَ كُلَّهُ
فِيهِمْ لَصَدَّقَنِي الَّذِينَ أُمارِي
* قَوْمٌ إِذا خَوَتِ النُّجُومُ فَإِنَّهُمْ
لِلطَّارِقِينَ النَّازِلِينَ مَقارِي[3]

جب کعب بن زہیر نے قصیدہ نبی علیہ السلام کو سنایا' اس میں مہاجرین کی تعریف میں اشعار تھے البتہ انصار کی تعریف میں کوئی شعر نہ تھا۔ لہٰذا نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم اس قصیدہ میں انصار کی بھی تعریف کرتے تو مناسب تھا کیونکہ انصار تعریف و توصیف کے اہل ہیں۔ اس فہمائش کے بعد کعب نے ایک اور قصیدہ خصوصیت کے ساتھ انصار کے حق میں کہا اور وہ قصیدہ یہ ہے۔

صفحہ ۹۰۹ تا صفحہ ۹۶۰ سے اشعار نقل کئے جائیں۔

غزوہ تبوک

جناب مصنف ابن اسحاق فرماتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے حنین و طائف کے غزوات سے واپسی کے بعد ذی الحجہ ۸ھ سے رجب ۹ھ تک مدینہ منورہ میں قیام رکھا اس کے بعد غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا۔ تبوک میں رومی لشکر سے مقابلہ ہونا تھا۔ تبوک کے غزوہ کے سلسلہ میں نبی علیہ السلام نے تیاری کا حکم فرمایا۔ اس وقت لوگ مدینہ سے باہر جانے کے حق میں نہ تھے' کیونکہ ایک تو موسم نہایت سخت گرم تھا' دوسرے فصلیں تیار تھیں' تیسرے مدینہ سے باہر قحط اور تنگی کے آثار نمایاں تھے۔ ان وجوہ کی بنا پر صحابہ مدینہ سے باہر جانے سے ل برداشتہ تھے علاوہ ازیں پھلوں اور میوہ کی فصل کو چھوڑنا گوارہ نہیں کر رہے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا معمول یہ تھا کہ جب بھی کسی غزوہ یا سفر میں تشریف لے جاتے منزل کا تعین نہ فرماتے نہ یہ ظاہر کرتے کہ کس سمت سفر کرنا ہے۔ لیکن اس غزوہ کے سلسلہ میں نبی علیہ السلام نے وضاحت فرمادی تھی اور اعلان کرا دیا تھا کہ یہ سفر کس طرف کا ہے اور اس کی غرض و غایت کیا ہے اور یہ سب اس لیے تھا کہ صحابہ کی دل شکنی دور ہو جائے اور انہیں معلوم ہو جائے کہ اس مرتبہ مقابلہ زبردست دشمن سے ہے تاکہ وہ ضروری ساز و سامان اور تیاری سے عازم سفر ہوں۔ خود نبی علیہ السلام نے بھی سفر کی تیاری شروع کر دی۔

جد بن قیس کا واقعہ

ایک دن جد بن قیس جو منافقین کے سرداروں میں سے تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے سامنے سے گزرا تو اس سے نبی علیہ السلام نے فرمایا "کیا تیرا ارادہ ہے کہ رومیوں سے جنگ کے لیے ہمارے ساتھ جائے"۔ جد بن قیس نے کہا یارسول اللہ مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں البتہ مجھے اجازت دے دیں تاکہ میں اپنے گھر میں بیٹھوں کیونکہ میری قوم کے لوگ جانتے ہیں کہ عورتوں کے معاملہ میں مجھ سے زیادہ حریص اور شہوت پرست کوئی نہیں ہے' مجھے یہ خوف ہے کہ جب میں وہاں رومی عورتوں کو دیکھوں گا تو اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکوں گا اور فتنہ میں مبتلا ہو کر اسلام کو بھی چھوڑ بیٹھوں گا۔

جب نبی علیہ السلام نے اس کی یہ بکواس سنی تو آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر کر فرمایا "تیرا جہاں دل چاہے چلا جا"۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ومنهم من يقول ائذن لي ولا تفتني الا في الفتنة سقطوا وان جهنم لمحيطة بالكافرين ○ (سورہ توبہ۔ آیت ۴۹)

"اور ان (منافقین) میں ایسے لوگ ہیں جو آپ سے رومیوں سے جنگ نہ کرنے کی اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہمیں فتنہ میں مبتلا نہ کریں حقیقت یہ ہے کہ ایسے ہی لوگ فتنہ میں مبتلا ہیں بے شک جہنم کافروں کا گھیراؤ کیے ہوئے ہے"۔

مصنف کتاب نے اس آیت کی تشریح و تفسیر اس طرح کی ہے "رب تعالیٰ نے فرمایا' جد بن قیس آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ وہ رومیوں سے جنگ کے لیے نہ جائے اور اس کا سبب یہ بتاتا ہے کہ آپ مجھ کو آزمائش میں نہ ڈالیں کیونکہ جب میں رومی خواتین کو دیکھوں گا تو خود پر قابو نہ پاسکوں گا اور فتنہ میں مبتلا ہو کر اسلام سے ہٹ جاؤں گا۔ یہ جھوٹ کہتا ہے بہانہ بازی اور نفاق کر رہا ہے اور یہ آپ

کے ساتھ جنگ میں شرکت نہ کرنے کا جواز تلاش کرتا ہے۔ آپ اس جد بن قیس اور دوسرے منافقوں سے کہہ دیں فتنہ والی بات بہانہ ہے جس کا تم اظہار کر رہے ہو کہ اس فتنہ کے سبب تم اسلام سے بھی جاؤ گے۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم تو فتنہ میں مبتلا ہوچکے ہو اور اسلام سے بھی نکل چکے ہو لیکن تمہیں ابھی اس کا احساس نہیں ہے' کل قیامت کے دن پتہ چلے گا' جب کافروں کے ساتھ جہنم میں جاؤ گے اور آگ کی دیوار تمہارے گرد کھینچ دے جائے گی اور تمہارے اعمال کی سزا و جزا تمہیں دی جائے گی"۔

جن دنوں نبی علیہ السلام سفر کی تیاری میں مشغول تھے منافقین افواہیں پھیلا کر لوگوں کو جہاد میں شرکت سے روکنے کی کوشش میں مشغول تھے۔ ان سے کہتے تھے کہ اس گرم موسم میں کہاں جاتے ہو رومیوں کے لشکر کا قریش اور عرب کے دوسرے لشکر کے ساتھ کیا موازنہ۔ ہم نے ان کا جاہ و حشم اور ان کی شوکت کو دیکھا ہے ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ تم میں جو کوئی بھی اس جنگ میں جائے گا زندہ واپس نہ آئے گا۔ رب کریم نے آیت مبارکہ میں ان کی ریشہ دوانیوں کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

وقالو الا تنفروا فی الحر قل نار جہنم اشد حرا لو کانوایفقھون (توبہ آیت ۸۱)

یہ منافق (مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ اس گرم موسم میں مت جاؤ (اے حبیب) آپ انہیں بتا دیں اگر تم سمجھتے ہو تو جہنم کی گرمی اس سے زیادہ سخت اور گرم ہے۔

جناب مصنف ابن اسحاق اس آیت کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں رب کریم نے فرمایا' منافقو! تم مسلمانوں کو کار خیر سے باز رکھنے کی کوشش کر رہے ہو اور ان سے کہتے ہو کہ اس گرم موسم میں مدینہ سے نہ جاؤ اور جو کوئی گیا وہ زندہ واپس نہ آئے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ انہیں بتا دیں کہ دوزخ کی گرمی اس گرمی سے جس سے تم ڈرا رہے ہو زیادہ سخت ہے اور یہ دوزخ کی گرمی قیامت کے دن تمہارے حصہ میں آئے گی اگر تمہارے پاس عقل ہے تو اس دوزخ کی گرمی سے ڈرو نہ کہ اس گرمی سے جس سے ڈرا کر تم مسلمانوں کو میدان جنگ سے ڈرا رہے ہو۔

ان منافقین کے علاوہ ایک جماعت اور بھی تھی' جو سویلم نامی یہودی کے یہاں جمع ہوتی تھی اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مشغول رہتی تھی' یہ مسلمانوں کو راہ خیر سے روکنے کی کوششوں میں لگی رہتی۔

جب نبی علیہ السلام کو ان ریشہ دوانیوں کی اطلاع ملی تو آپ نے طلحہ بن عبید اللہ کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ جا کر سازش کے اڈے کو نیست و نابود کر دیں۔ چنانچہ جب جناب طلحہ نے اس مکان کو تاراج کیا تو کچھ لوگ مکان کی چھت پر چڑھ گئے تھے' بعض وہاں سے جب کودے تو ان کی ٹانگیں اور جسم کی ہڈیاں ٹوٹیں' بعض صحیح و سالم رہے اور وہاں سے بھاگ گئے۔

سامان جنگ کے لیے حضرت عثمان کا عطیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت اہتمام کے ساتھ اس غزوہ کے لیے تیاری فرما رہے تھے' اس نازک وقت میں غریب صحابہ کے پاس سامان جنگ کی تیاری کے لیے وسائل نہ تھے' اس لیے آپ نے متمول حضرات صحابہ سے فرمایا کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کریں اور ان کی مالی معاونت کریں تاکہ وہ سامان جنگ حاصل کر سکیں یا انہیں سامان جنگ مہیا کریں۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چار سو اونٹ مع سامان جنگ پیش کیے اور بعض صحابہ کو سامان جنگ بھی مہیا کیا' اس کے علاوہ ایک ہزار دینار بھی خدمت نبوی میں پیش کیے۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور یہ کلمات دعا ارشاد فرمائے'

"خداوندا! تو بھی عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ میں اس سے راضی ہوں"۔

حضرت عثمان کی طرح اور بہت سے مالدار صحابہ نے "War Fund" (سامان جنگ مہیا کرنے کے لیے) عطیات دیے اور لشکر اسلامی کی ضروریات کے لیے بہت کچھ وسائل مہیا کیے۔ جب یہ سب تیاریاں مکمل ہوگئیں اور روانگی کی تیاریاں ہونے لگیں' اس وقت انصار میں سے سات افراد حاضر خدمت نبوی ہوئے اور عرض گزار ہوئے' یا رسول اللہ ہم کمزور و ناطاقت ہیں' پیدل چل نہیں سکتے' ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں لیکن خدمت دین کا جذبہ اور شوق جہاد رکھتے ہیں اور اس غزوہ میں شرکت کی تمنا ہے۔

چونکہ نبی علیہ السلام کے پاس اس وقت فالتو سواریاں نہ تھیں جو ان کو دی جاتیں' اس لیے آپ نے صحابہ سے فرمایا' میرے پاس فالتو سواریاں نہیں ہیں جو میں تمہیں دوں' تمہارے لیے یہی طریق کار باقی ہے کہ اپنے گھروں کو جاؤ' مجاہدین کے لیے دعا کرو اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہو' اس طرح تمہیں وہی حیثیت حاصل ہوگی گویا کہ تم ہمارے ساتھ شریک جہاد ہو۔ ان جانثاروں کو اپنے شریک جہاد نہ ہونے کا سخت صدمہ ہوا اور ان کی آنکھوں سے اشک رواں ہوئے اور عدم شرکت جہاد اور خدمت نبوی کے

شرف سے مشرف نہ ہونے کی وجہ سے حسرت و یاس کا مجسمہ بنے وہ اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔

منافقین کی ایک جماعت کا کردار

منافقوں کی ایک اور جماعت جو صاحب استطاعت تھے اور اس کا برملا اظہار بھی کرتے تھے' وہ بھی اس غزوہ میں شرکت سے گریزاں تھے۔ انہوں نے بارگاہ نبوی میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ' ہمیں اس جنگ میں شرکت سے عذر مانع ہیں' اگر یہ عذر نہ ہوتے تو ہم ضرور شرکت کرتے۔ اس موقعہ پر ان منافقین کے نفاق اور ان کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لیے رب کریم نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

"اور بہانہ باز دیہاتی اس لیے آئے تاکہ انہیں (جنگ میں شرکت نہ کرنے کی) اجازت مل جائے اور وہ گھر بیٹھ رہے' جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا اور جنہوں نے کفر کیا انہیں عنقریب دردناک عذاب پہنچے گا۔ کمزوروں' بیماروں' نہ ان پر جن کے پاس وسائل نہیں کوئی حرج و مضائقہ (اگر یہ لوگ پیچھے رہ جائیں) نہیں اگرچہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ مخلص ہوں اور نیکوکاروں پر الزام کی کوئی وجہ نہیں اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے اور ان پر بھی کوئی الزام نہیں جو آپ کے پاس حاضر ہوئے تاکہ آپ ان کے لیے سواری مہیا کریں اور ان سے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس وسائل نہیں کہ تمہارے لیے سواری مہیا کروں اور وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اور وہ اس بات پر غمگین تھے کہ ان کے پاس وہ وسائل مہیا نہیں جن کو خرچ کر کے اپنے لیے سواری کا انتظام کرتے"۔

منافقین مدینہ واپس آ گئے

اسلامی لشکر کی ترتیب کے بعد نبی علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہوئے اور ایک دن مدینہ سے باہر مقام "ثنیۃ الوداع" میں قیام فرمایا۔ اس سفر میں مدینہ کے امور کی نگرانی کے فرائض جناب محمد بن سلمہ کے سپرد فرمائے تھے۔ یہاں "ثنیۃ الوداع" میں منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول نے اپنا خیمہ نبی علیہ السلام کے خیمہ کے قریب نصب کیا تھا۔ جب نبی علیہ السلام نے ثنیۃ الوداع سے کوچ کیا تو عبداللہ بن ابی یہیں سے اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ واپس آ گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف منافقین کی ہرزہ سرائی

اس غزوہ میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہیں لیا بلکہ اہل و عیال کی حفاظت اور ان کی ضروریات کی تکمیل کے لیے مدینہ منورہ ہی میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ جب سید عالم

صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہوئے تو ان منافقین نے زبان طعن دراز کی کہ نبی علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہیں' اس لیے انہیں اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ جب حضرت علی نے یہ بات سنی تو انہیں بہت غصہ آیا' فوراً گھر گئے' ہتھیار لگائے' سواری لی اور اسلامی لشکر کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ مدینہ طیبہ سے دو منزل پر اسلامی لشکر کو جالیا۔ نبی علیہ السلام نے جب حضرت علی کو دیکھا تو معلوم فرمایا' علی! تم کیوں آئے؟ حضرت علی نے فرمایا میری آمد کی وجہ یہ ہے کہ منافقین نے یہ پروپیگنڈہ شروع کیا ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں' اس لیے اپنے ساتھ اس سفر میں مجھے نہیں لیا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا منافق جھوٹے ہیں' میں ہرگز تم سے ناراض نہیں ہوں۔ تمہیں تو میں نے مدینہ میں اس لیے روکا تھا کہ سفر طویل ہے' کافی وقت صرف ہوگا' خانوادہ نبوت کے افراد کی ضروریات زندگی کی نگرانی تمہارے ذمہ مقرر کی تھی لہٰذا تم فوراً واپس جاؤ اور منافقوں کی ہرزہ سرائی پر کان نہ دھرو۔ حضرت علی کو ان کلمات سے تسلی نہ ہوئی اور وہ کسی طرح اس بات پر راضی نہ تھے کہ مدینہ واپس جائیں' چنانچہ اس مرحلہ پر نبی علیہ السلام نے حضرت علی سے فرمایا'

"علی کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں میرے ساتھ ویسا ہی مرتبہ حاصل ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ (علیہم السلام) کی بارگاہ میں حاصل تھا' ماسوا اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی اور مبعوث نہ ہوگا"۔

زبان رسالت سے یہ کلمات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تسلی ہوگئی اور وہ خوشی خوشی مدینہ واپس آئے اور نبی علیہ السلام نے وہاں سے تبوک کی جانب کوچ کیا۔

جناب ابو خیثمہ کا واقعہ

صحابہ میں ایک شخصیت جناب ابو خیثمہ کی تھی۔ ان کی دو بیویاں تھیں' حسن و جمال میں بے مثال۔ جب ان دونوں کو یہ معلوم ہوا کہ جناب ابو خیثمہ جنگ تبوک میں شرکت کے لیے نہیں گئے ہیں اور حضور علیہ السلام کو رخصت کر کے واپس آ گئے ہیں تو انہوں نے بناؤ سنگھار کیا' مکان کی صفائی کی' چھڑکاؤ کر کے اس کو ٹھنڈا کیا' ٹھنڈے پانی کے لیے چھینکوں میں کوزے لٹکائے' عمدہ کھانے پکائے اور ان کی منتظر رہیں۔ جب ابو خیثمہ گھر میں آئے تو یہ انتظامات دیکھے۔ بیویوں کو بناؤ سنگھار کیے خوشبوؤں میں معطر پایا' گھر کو آراستہ پیراستہ عمدہ کھانے' ٹھنڈے مشروبات سے مزین پایا تو فوراً دل میں خیال آیا کہ یہ عمل کہ میں تو اپنی بیویوں کے ساتھ ان لوازمات کے ساتھ داد عشرت دوں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ

کے ساتھ اس تند و گرم موسم میں حالت سفر میں ہوں اور میں عیش کروں' یہ خیال آتے ہی گھر میں بیٹھنے کی بجائے فوراً باہر آئے' سواری لی اور سیدھے تبوک کی جانب روانہ ہوئے اور اسلامی لشکر سے تبوک میں جا ملے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' جب گرد اڑتی دیکھی تو صحابہ نے عرض کیا' کوئی سوار آ رہا ہے جس کی وجہ سے گرد اڑ رہی ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' یہ ابو خثیمہ ہوں گے۔ جب یہ قریب آئے تو صحابہ نے دیکھا کہ یہ سوار ابو خثیمہ ہی تھے۔ انہوں نے آ کر ساری کیفیت نبی علیہ السلام سے عرض کر دی۔ حضور علیہ السلام نے ان کی سرگزشت سن کر ان کی تعریف کی اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اس موقعہ پر جناب ابو خثیمہ نے اپنی سرگزشت کو اشعار کے قالب میں ڈھالا۔

اسلامی لشکر کا اصحاب حجر کے علاقہ پر گزر

تبوک کے راستہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر جب اصحاب حجر (قوم ثمود) کے علاقہ پر ہوا تو قریب ہی میں ایک کنواں تھا' وہاں سے صحابہ نے برتنوں اور مشکیزوں میں پانی بھر لیا۔ جب منزل پر قیام ہوا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کنویں کا پانی استعمال نہ کیا جائے' نہ تو پیا جائے' نہ اس سے آٹا گوندھا جائے بلکہ اگر آٹا گوندھ لیا ہے تو اس کو جانوروں کو کھلا دیا جائے اور اس منزل پر جہاں کہ ہم نے قیام کیا ہے' کوئی شخص لشکر گاہ سے باہر نہ جائے اور اپنے اپنے خیموں میں قیام کرے' چنانچہ اس فرمان کا اعلان کرا دیا گیا اور کوئی شخص لشکر گاہ سے باہر نہ گیا البتہ دو صحابی جن کا تعلق بنو ساعدہ سے تھا' باہر نکلے۔ ایک تو قضائے حاجت کے لیے نکلے تھے' دوسرے اپنی سواری کی تلاش میں باہر آئے تھے۔ جو صاحب قضائے حاجت کے لیے نکلے' انہیں ایک عفریت (دیو) نے پکڑا اور ان کا گلا گھونٹ کر بے ہوش کر کے چھوڑ دیا۔ (یہ صاحب بقید حیات رہے) اور دوسرے صاحب جو اپنے اونٹ کی تلاش میں چلے گئے تھے' انہیں دیو طیئ پہاڑیوں کی جانب دھکیل کر لے گئے۔ پہلے صحابی کو لوگ اٹھا کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں لائے تو آپ نے کچھ پڑھ کر ان پر دم کیا اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمائی۔ دوسرے صاحب' جو طیئ کی پہاڑیوں میں پائے گئے انہیں بھی نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں لایا گیا لیکن انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا تھا۔

پیاسے سیراب ہو گئے

اصحاب حجر کے علاقے کے کنویں سے جو پانی لیا گیا تھا جب اس کو ناقابل استعمال قرار دیا گیا اور وہ

پانی نبی علیہ السلام کے حکم سے پھینک دیا گیا تو اسلامی لشکر پیاس سے بے تاب ہوا۔ کہیں پانی نہ تھا جس سے پیاس بجھائی جاتی۔ اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے دعا فرمائی' اللہ تعالیٰ نے ابر بھیجا' بارش ہوئی' صحابہ نے اپنی پیاس بجھائی اور پانی ذخیرہ کیا۔ اس علاقہ سے گزرتے ہوئے نبی علیہ السلام نے چادر مبارک سر پر اوڑھی اور چہرہ مبارک کو چھپایا۔ سواری کو سونٹی لگا کر تیز چلایا اور صحابہ سے فرمایا

"ان لوگوں کے گھروں میں' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور ظلم و ستم کا ارتکاب کیا ہے' مت جانا اور یہ نہ ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتے رہو مبادا کہ تم پر بھی کوئی بلا ایسی نازل ہو جس طرح کہ ان پر ہوئی تھی"۔

غزوہ تبوک اور معجزات نبوی کا ظہور

یوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات ظہور میں آئے لیکن بالخصوص غزوہ تبوک کے موقعہ پر بہت سے معجزات دیکھے گئے۔ ان میں سے ایک معجزہ نبی علیہ السلام کی سواری کا گم ہو جانا تھا۔ لوگوں نے اس کو بہت تلاش کیا لیکن بے سود۔ اس موقعہ پر ایک منافق نے طنزاً کہا' یوں تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ انہیں یہی معلوم نہیں کہ ان کی سواری کہاں ہے۔ جب اس منافق کی بات حضور علیہ السلام سے نقل کی گئی تو آپ نے فرمایا میں ذاتی طور پر غیب نہیں جانتا' لیکن اللہ تعالیٰ امور غیبی سے مجھے مطلع فرماتا ہے۔ اس دوران جناب جبریل بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور علیہ السلام کی سواری جہاں تھی' اس کے بارے میں اطلاع دی تو آپ نے صحابہ سے فرمایا میری سواری فلاں وادی میں موجود ہے' اس کی مہار ایک درخت کی شاخوں میں الجھ گئی ہے' اس کو چھڑا کر لے آؤ۔

چنانچہ جب صحابہ اس وادی میں پہنچے تو دیکھا کہ آپ کی سواری کا اونٹ اسی طرح موجود ہے جس طرح کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ صحابہ اس اونٹ کو لے کر اسلامی لشکرگاہ میں واپس لائے۔ چند جانثاروں اور عقیدت مند صحابہ نے ان منافقوں کو زدوکوب کیا اور ان کو بہت ذلیل و رسوا بھی کیا' جنہوں نے حضور علیہ السلام کے متعلق غیب نہ جاننے کی باتیں بنائی تھیں۔ یہ منافق چند دن کے بعد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

حضرت ابوذر غفاری کے بارے میں معجزہ کا ظہور

جناب مصنف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنگ تبوک کے موقع پر جو معجزات ظہور میں آئے' ان

میں سے ایک معجزہ جناب ابوذر غفاری سے تعلق رکھتا ہے' اس کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے۔

تبوک کے راستہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قطع منازل کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ راستہ کی دشواریوں کے سبب کوئی نہ کوئی صحابی لشکر سے بچھڑ جاتا تھا۔ جب منزل پر رکتے تو نبی علیہ السلام کو بتایا جاتا تھا کہ فلاں شخص راستہ میں بچھڑ گیا ہے۔ ایسے موقع پر نبی علیہ السلام فرمایا کرتے' اس کی فکر نہ کرو' اگر اس کا شمار صاحبان خیر میں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو آزمائش میں مبتلا نہ کرے گا اور وہ تم سے آ ملے گا اور اگر اس کا تعلق صاحبان خیر کے گروہ سے نہیں ہے تو تم اس کے شر سے محفوظ ہو گئے' اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔

ایک دن جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ ان کا اونٹ چل کر ساتھ نہیں دیتا تھا' اس لیے یہ اسلامی لشکر کا ساتھ نہ دے سکے اور پیچھے رہ گئے۔ جب اسلامی لشکر نے ایک منزل پر قیام کیا تو پتہ چلا کہ ابوذر ساتھ نہ آ سکے ہیں۔ یہ اطلاع نبی علیہ السلام کو دی گئی تو آپ نے معمول کے مطابق وہی جواب دیا جو اس سے پہلے دیتے رہے تھے کہ "تم ابوذر کی فکر نہ کرو' اگر اس کا شمار بھلے لوگوں میں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے پاس پہنچا دے گا اور اگر وہ بروں میں سے ہے تو تم اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے"۔

تھوڑی دیر کے بعد دیکھا گیا کہ جناب ابوذر غفاری سر پر سامان رکھے' اونٹ کی مہار پکڑے چلے آ رہے ہیں۔ ابتدا میں تو صحابہ انہیں دور سے دیکھ کر نہ پہچان سکے اور یہ خیال کیا کہ کوئی شخص سر پر سامان رکھے اونٹ کی مہار کو کھینچتا چلا آ رہا ہے۔ صحابہ نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا پتہ نہیں کون شخص ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ ابوذر ہیں۔ جب قریب آئے اور شکل پہچانی جانے لگی تو یہ پیادے جناب ابوذر ہی تھے۔ صحابہ نے کہا یہ مسافر ابوذر ہی ہیں۔ اس وقت زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہوئے۔

"اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحمت فرمائے' تنہا چلتا ہے' تنہائی میں موت آئے گی اور تنہا ہی قبر سے اٹھایا جائے گا"۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بعض وجوہ کی بنا پر انہیں "ربذہ" نامی مقام پر بھیج دیا گیا تھا۔ یہاں ان کے ساتھ ان کی بیوی اور ایک غلام تھا۔ جب جناب ابوذر کا وقت آخر آیا تو اپنی بیوی اور غلام کو وصیت کی' مرنے کے بعد غسل دے کر کفنا کر میری لاش کو سڑک پر رکھ دینا اور وہاں سے

ایک قافلہ گزرے گا' قافلہ والوں کو بتا دینا کہ یہ لاش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ابوذر غفاری کی ہے' آپ لوگ ہماری مدد کر دیں تاکہ انہیں دفن کیا جا سکے۔

چنانچہ ابوذر غفاری کے انتقال کے بعد انہیں غسل دے کر کفن پہنا کر لاش کو سڑک کے کنارے رکھ دیا گیا۔ عراق سے آنے والا ایک قافلہ وہاں پہنچا' اس قافلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب یہ قافلہ اس جگہ پہنچا تو جناب ابوذر کے غلام نے جناب عبداللہ بن مسعود سے کہا کہ یہ جنازہ جناب ابوذر غفاری کا ہے' آپ ہماری مدد کریں تاکہ ان کی تدفین عمل میں لائی جائے۔

غلام کی یہ بات سن کر جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سواری سے اترے' جناب ابوذر کے جنازے کے سرہانے آ کر بہت روئے۔ کہنے لگے' صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے درست فرمایا تھا' تنہا چلتے ہیں' تنہائی میں موت آئے گی اور تنہا ہی قبر سے اٹھیں گے۔ آج ابوذر کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ جناب ابن مسعود کو دیکھ کر سارا قافلہ رک گیا۔ نماز جنازہ پڑھی گئی اور سڑک کے کنارے جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کو آسودہ خاک کیا گیا۔

اسلامی لشکر کے لوگوں سے منافقین کا "اظہار ہمدردی"

تبوک کے راستے میں منافقین (جو اسلامی لشکر میں باقی رہ گئے تھے) مسلمانوں سے کہتے تھے تم یہ سمجھ رہے ہو کہ رومیوں سے مقابلہ ایسا ہوگا جس طرح کہ عرب کے لوگوں سے (یعنی عرب کے قبائل نومسلموں سے مرعوب ہو چکے تھے اور بعض شکست خوردہ بھی تھے) رومیوں سے مقابلہ آسان نہیں' وہ جنگ کے موقع پر تمہارے ہاتھ باندھ کر قیدی بنا کر روم پہنچائیں گے۔ اس موقع پر ان کی ہرزہ سرائی کی خبر جناب جبریل نے نبی علیہ السلام کو پہنچائی تو آپ نے جناب عمار بن یاسر کو بلا کر فرمایا' "عمار جاؤ اور ان منافقین کو پکڑو' وہ خود کو آگ میں (حسد) جلا رہے ہیں' ان منافقوں سے کہنا تم اس قسم کی بکواس کر رہے تھے"۔

فرمان نبوی کے مطابق جناب عمار رضی اللہ عنہ نے آ کر ان لوگوں سے معلوم کیا تو وہ یکسر انکاری ہو گئے' کہنے لگے' ہم نے تو کچھ بھی نہیں کہا ہے۔ عمار بن یاسر نے کہا تم مسلمانوں کا مذاق اڑا رہے تھے۔ ان پر چھینٹے بازی کر رہے تھے اور آپ یہ کلمات زبان سے ادا کر رہے تھے۔ جب ان فتنہ پردازوں کو یہ احساس ہوا کہ نبی علیہ السلام کو بھی اس واقعہ کی اطلاع ہو گی تو وہ اٹھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' یا رسول اللہ' ہم نے تو یہ جملے بطور مذاق کہے تھے' ہم تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتے' آپ ہمیں

معاف کر دیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

جب آپ نے ان سے سوال کیا تو کہنے لگے ہم نے تو بطور مذاق و تفریح کے یہ کلمات کہے تھے' آپ ان منافقوں کو بتا دیں کہ تم اللہ تعالیٰ' اس کی نشانیوں اور رسول کے ساتھ مذاق کرتے تھے۔

مخشن بن حمیر کا اعتراف

ان منافقین میں ایک شخص مخشن بن حمیر نامی بھی تھا' وہ جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو صداقت کو ملحوظ رکھا اور برملا کہا' "یارسول اللہ ہم نے یہ باتیں کہی ہیں اور کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ مسافرت کی حالت میں غریب الوطن بے یارومددگار رومیوں کے ہاتھوں مارے جائیں' بعد میں ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا کوئی نام لینے والا نہ ہو۔ میں نے تو اب توبہ کر لی ہے' میں نے اسلام کو صدق دل سے قبول کر لیا ہے' میری خواہش یہ ہے کہ آپ میرے نام کو بھی تبدیل فرما دیں"۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے اس کا نام مخشن سے تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھ دیا۔

یہ عبدالرحمٰن اسلام لانے کے بعد ایسے راسخ العقیدہ ہوئے' ان کی صداقت و سیرت کی مثالیں دی جاتی تھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' خداوندا! مجھے شہادت کی ایسی موت نصیب فرما کہ مجھے جنگ کے میدان میں کوئی نہ پا سکے' نہ میرا نشان ملے چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مرتدین سے جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا' جب آپ کو تلاش کیا گیا تو نہ تو آپ کو دیکھا گیا نہ کوئی نشان ملا۔

ایلہ کے حاکم کا اظہار اطاعت

جب نبی علیہ السلام تبوک پہنچے تو ایلہ کے حاکم نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں آ کر اطاعت قبول کی اور جزیہ دینا منظور کر لیا۔ اس موقع پر نبی علیہ السلام نے فرمایا' ایلہ والوں کا عہدنامہ دوسروں سے علیحدہ لکھا جائے۔

ایلہ والوں کی طرح اس علاقے کے دوسرے سرداروں نے بھی آ کر اطاعت اسلامی قبول کی اور مسلمانوں سے صلح کر لی۔ جو صلح نامہ ایلہ والوں کے لیے لکھا گیا' اس کے الفاظ مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح نقل کیے ہیں۔ ایلہ کے سردار اور حاکم کا نام یحنہ بن روبہ تھا۔

(یہاں عربی عبارت لگائیں)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ معاہدہ امن ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور نبی محمد صلی اللہ

علیہ وسلم اور یحنہ بن روبہ اور ایلہ کے لوگوں کے درمیان طے پایا۔ ایلہ والوں کی کشتیوں اور سواریوں (بحری و بری سواریوں) کا ذمہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے' ان کے علاوہ ان کے جو حلیف و ساتھی' جن کا تعلق شام' یمن اور سمندری علاقوں کے رہنے والے ہیں' وہ بھی حضور کی نگرانی اور ذمہ داری میں رہیں گے۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب خالد کو حکم

جب ایلہ اور اس کے اطراف کے لوگوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "دومتہ الجندل" کے حاکم اکیدر بن عبدالملک جو مذہبا" یہودی تھا' کی سرکوبی کے لیے جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر کے ایک دستہ کے ساتھ روانہ کیا۔ اور جناب خالد سے فرمایا' فلاں شب تم "دومتہ الجندل" پہنچو گے تو فلاں جگہ چھپ جانا' رات کے کسی حصہ میں اکیدر (نیل گائے) کے شکار کے لیے نکلے گا' اس وقت تم اس کو پکڑ لینا۔ چنانچہ جب خالد بن ولید "دومتہ الجندل" پہنچے تو اسی جگہ جہاں کی نبی علیہ السلام نے نشان دہی کی تھی' ٹھہر گئے۔ جب رات گہری ہوئی اور چودھویں کا چاند پوری آب و تاب پر آیا تو اس رات بادشاہ کے محل میں جشن کا سماں تھا۔ بادشاہ ملکہ کے ساتھ محل کے دریچہ میں ٹھہرا سیرو تفریح میں مشغول تھا۔ اسی وقت شکار محل کی فصیل کے پاس آیا' اس وقت ملکہ نے بادشاہ سے کہا' کیا اس سے پہلے تم نے کوئی ایسا دلفریب منظر دیکھا ہے' چودھویں کے چاند کی روشنی اور شکار نشانہ پر۔ کیا تم نیچے جا کر اس کو شکار نہ کرو گے اور تھوڑی دیر کے لیے شکار کے پیچھے شہ سواری کا مظاہرہ نہ کرو گے؟ یہ سن کر اکیدر کہنے لگا کیوں نہیں' میں تو ایسے موقع کی تلاش میں رہتا ہوں۔ چنانچہ بادشاہ قلعہ کی فصیل سے اتر کر نیچے آیا اور حکم دیا کہ کمانیں تیار کریں اور شکاری گھوڑے زین کس کرلائے جائیں۔ جب گھوڑے آئے تو ایک پر خود بیٹھا' دوسرے پر بھائی کو لیا اور مصاحبین کو ساتھ لے کر شکار کے لیے نکلا۔ اب گائے آگے آگے بھاگ رہی تھی اور بادشاہ اپنے شکاری دستہ کے ساتھ اس کے عقب میں رواں دواں' یہاں تک کہ یہ لوگ قلعہ کے قریب کی آبادی سے نکل کر اس جگہ آگئے جہاں کہ جناب خالد بن ولید گھات لگائے بیٹھے تھے۔ انہیں دیکھ کر جناب خالد اپنی کمین گاہ سے نکلے اور دشمنان اسلام پر یلغار کی۔ بادشاہ کے بھائی کو قتل کیا اور شاہ اکیدر کو گرفتار کر لیا۔ شکاری دستہ کے کچھ لوگ تو قتل ہوئے اور کچھ لوگ بھاگ لیے۔ بادشاہ کا بھائی ریشمی قبا پہنے ہوئے تھا' جس کے حاشئے (کنارے) پر زرد جواہر لگے ہوئے تھے۔ جناب خالد نے اس قبا کو اس کے جسم سے اتار کر اپنے روانہ ہونے سے پہلے ہی نبی علیہ السلام کی خدمت میں

روانہ کر دی۔ عرب کے لوگوں نے ایسا لباس کہاں دیکھا تھا۔ لوگ آتے اور اس قبا کو ہاتھوں سے مس کرتے اور تعجب کرتے تھے۔ جب نبی علیہ السلام نے تعجب کی اس کیفیت کو دیکھا تو آپ نے فرمایا

"تم اس لباس کو دیکھ کر تعجب کر رہے ہو' اس پروردگار کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' جنت میں سعد بن معاذ کا لباس اس سے بھی بہتر ہے"۔

جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہو کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو شاہ "دومتہ الجندل" اکیدر کو خدمت نبوی میں پیش کیا۔ نبی علیہ السلام نے اس کو قتل نہ کیا بلکہ اس کو چھوڑ دیا۔ اس کو علاقہ کی حکومت پر باقی رکھا البتہ اس پر جزیہ مقرر فرما دیا۔

غزوہ تبوک کے موقعہ پر ظاہر ہونے والے معجزات میں سے یہ واقعہ بھی ایک معجزہ ہے جس کے بارے میں نبی علیہ السلام نے تمام پیش آنے والے واقعات کی بابت پیش گوئی فرما دی تھی اور جناب خالد کو تمام حالات سے خبردار کر کے نصائح فرمائی تھیں۔

قبیلہ طیئ کے ایک شاعر نے دو شعروں میں نبی علیہ السلام کے معجزہ' جناب خالد کو دی جانے والی ہدایات اور ان پر عمل پیرا ہونے کے سلسلہ کی منظر کشی کی ہے۔

دست مبارک سے پانی کا چشمہ جاری ہونا

تبوک کے مقام پر نبی علیہ السلام نے اس دن قیام فرمایا اور علاقے کے قبائل سے تمام صلح نامے تکمیل پا گئے تو مدینہ کا ارادہ فرمایا۔ راستہ میں جب "وادی مشقق" کے قریب پہنچے' اس وقت اسلامی لشکر میں پانی ختم ہو چکا تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے حکم فرمایا کہ جب لشکر وادی میں پہنچے تو وہاں ایک جگہ اتنا پانی ہوگا جو دو ایک آدمیوں کو کافی ہوگا لیکن اس پانی کو کوئی نہ لے' چنانچہ صحابہ کرام نے تو تعمیل ارشاد کی لیکن منافقوں نے آگے بڑھ کر اس پانی کو استعمال کیا' جب نبی علیہ السلام پانی کے قریب پہنچے تو صرف اتنا باقی بچا تھا جس سے دست مبارک تر ہو سکتے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا' ممانعت کے باوجود اس پانی کو کس نے استعمال کیا ہے تو بتایا گیا کہ فلاں فلاں منافق نے احکام کی خلاف ورزی کی ہے۔ حضور علیہ السلام نے ان کے اس طرز عمل پر اظہار ناراضی فرمایا۔ ان کے حق میں دعائے بد فرمائی' اس کے بعد سواری سے اتر کر دست مبارک پانی پر رکھے جس سے دست مبارک تر ہوئے۔ آپ نے اس پانی سے وضو فرمانا شروع کیا اور کسی طرح وضو فرما لیا۔ وضو کے بعد دعا کے لیے دست مبارک اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ

نے آپ کی دعا قبول فرمائی' اسی وقت بجلی کی کڑک کی آواز زمین سے نکلی اور جس جگہ کہ نبی علیہ السلام نے اپنے دست مبارک رکھے تھے' پانی ابلنا شروع ہوگیا۔ تمام صحابہ نے پانی پیا' اپنی پیاس بجھائی اور ضرورت کے مطابق پانی بھرلیا۔ لیکن اتنا کثیرپانی پینے کے بعد بھی اس میں کمی محسوس نہ ہوئی۔ یہ "وادی مشقق" ایلہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔

مخبرصادق علیہ السلام کی بشارت

اس موقع پر نبی علیہ السلام نے فرمایا' جس کی زندگی نے وفا کی' وہ یہ دیکھے گا کہ یہاں عظیم الشان عمارتیں تعمیرہوں گی اور مدینہ سے لوگ آکر یہاں قیام کیا کریں گے اور سارے علاقہ میں اس سے بہتراور کوئی جگہ نہ ہوگی۔ جناب مصنف فرماتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد اس وادی کی وہی حالت ہوئی جیسا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس علاقہ میں بہترین عمارتیں اور انواع و اقسام کی نعمتیں دستیاب تھیں۔

عبداللہ مزنی کی وفات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جنگ کے زمانہ میں ایک شب میں آدھی رات کو جاگ گیا اور بستر سے اٹھ کر لشکرگاہ کے درمیان میں نے روشنی دیکھی تو میں اس طرف چلا گیا۔ جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ عبداللہ ذوالبجادین مزنی کا انتقال ہوچکا ہے اور ان کی قبرکھودی جا چکی ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے ہوئے ہیں اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما قبر کے کنارے کھڑے ہیں۔ نبی علیہ السلام ان حضرات سے فرما رہے ہیں "لاشہ قریب لاؤ" چنانچہ حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی لاش کو نبی علیہ السلام کو دیا اور آپ نے ہاتھوں میں لے کر انہیں قبر میں لٹایا۔ اور یہ کلمات ادا فرمائے۔ "خداوندا! میں ان سے (عبداللہ مزنی) راضی ہوں' تو بھی اس سے راضی رہ"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے جب یہ منظر دیکھا تو مجھے رشک ہوا' کاش میں عبداللہ مزنی کی جگہ ہوتا۔

ذوالبجادین کی وجہ تسمیہ

جب جناب عبداللہ مزنی کے دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا ہوا اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دے کر مسلمان ہونے کا ارادہ کیا تو ان کی قوم کے لوگوں نے شدید مزاحمت

کی اور انہیں کوئی موقعہ نہ دیا کہ وہ جا کر مسلمان ہوں۔ علاوہ ازیں ان لوگوں نے انہیں شدید اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں' لیکن ان کے ارادہ کو متزلزل نہ کر سکے تو ان کا سارا اثاثہ چھین کر ایک سیاہ کملی دے کر چھوڑ دیا۔ جناب عبداللہ مزنی اس کملی کو اوڑھ کر عازم مدینہ ہوئے۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو کملی کو دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑے کو بطور تہ بند لپیٹ لیا' دوسرے ٹکڑے کو چادر کے بطور استعمال کیا اور اسی حالت میں خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جناب عبداللہ نیک سیرت تھے' اب راسخ العقیدہ مسلمان بن گئے۔ کمبل کو دو ٹکڑے کرنے کے سبب "ذوالبجادین" کہا جانے لگا' عربی زبان میں کالی کملی کے ٹکڑے کو "بجاد" کہتے ہیں' انہوں نے چونکہ دو ٹکڑے استعمال کیے تھے' اس لیے "ذوالبجادین" کہلائے۔

منافقین کی تعمیر کردہ مسجد

مسجد ضرار کی تعمیر کا واقعہ جناب مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ منافقین کے بارہ سرداروں نے یہ فیصلہ کیا کہ مدینہ کے باہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے مقابلہ پر ایک مسجد تعمیر کی جائے اور اس کے لیے یہ بہانہ بنایا جائے کہ اجتماع کی غرض سے یہ مسجد تعمیر کی جا رہی ہے' اور مسلمانوں کی مسجد میں نماز جمعہ کے اجتماع میں شرکت نہ کی جائے اور اپنی مسجد میں مسلمانوں کے خلاف زبان طعن کو دراز کیا جائے اور جو کچھ منہ میں آئے' بکواس کی جائے۔ مسلمانوں میں آپس میں نفرت کے جذبات بیدار کیے جائیں اور انہیں کار خیر سے روکنے کے اقدامات کیے جائیں۔

ابوعامر راہب' جو حضور علیہ السلام کا بدترین دشمن تھا' جس کا واقعہ پیچھے گزر چکا ہے' یہ قیصر روم کے پاس گیا تھا تاکہ وہاں سے لشکر لے کر آئے اور نبی علیہ السلام سے جنگ لڑے۔ اس نے روم سے منافقوں کو پیغام بھیجا تھا' تم مسجد کی تعمیر شروع کر دو اور میں لشکر لے کر آؤں گا' اس وقت تک مسجد کی تعمیر مکمل ہو چکی ہو تاکہ میں جب روم سے واپس آؤں تو وہیں نماز پڑھوں۔

چنانچہ ان منافقوں نے تیزی کے ساتھ مسجد کی تعمیر شروع کر دی اور ابو عامر کی آمد سے قبل تعمیر مکمل کر لی۔ اب یہ منافق انتظار کر رہے تھے کہ ابو عامر آئے تو اس مسجد میں نماز ادا کرے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد کی تعمیر کی تفصیلات کا علم ہوا' اس دوران آپ تبوک کے سفر کی تیاریوں میں مشغول تھے۔ انہیں دنوں منافقین کی ایک جماعت نے آ کر آپ سے عرض کیا' یا رسول اللہ' ہم نے مدینہ سے باہر ضعیفوں اور کمزوروں کی خاطر ایک مسجد تعمیر کی ہے' تاکہ قریب کے لوگ موسمی اثرات بارش

وغیرہ کی وجہ سے پرانی مسجد نہ جا سکیں اور مسافر اس مسجد سے استفادہ کریں اور رات کی عبادت کریں اور آرام سے مستفید ہوں۔ ہماری آپ سے درخواست ہے کہ آپ چل کر اس مسجد میں نماز ادا فرمائیں۔ نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا' اس وقت تو میں سفر کی تیاریوں میں مشغول ہوں' سفر سے واپسی پر دیکھا جائے گا۔ نبی علیہ السلام کو اس وقت تک ان منافقین کی ریشہ دوانیوں کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں ملی تھی۔ اور آپ نے یہ نہ سوچا تھا کہ انہیں مسجد کی تعمیر کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے۔

مسجد ضرار کی شکست و ریخت

جب آپ تبوک کے سفر سے واپس آئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ کو منافقوں کے حالات اور تعمیر مسجد کی غرض و غایت معلوم ہوئی اور آپ کو اس کی تفصیلات سے آگاہ کیا گیا۔ لہٰذا آپ نے مدینہ منورہ روانگی سے قبل مالک بن دخشم انصاری اور عاصم بن عدی انصاری کو حکم فرمایا کہ وہ جا کر اس (نام نہاد) مسجد کو ختم کر دیں' چنانچہ ان دونوں حضرات نے جا کر اس کو جلا ڈالا اور ختم کر دیا۔ اس موقعہ پر جو منافق وہاں موجود تھے' وہ بھاگ گئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے "سورہ توبہ" کی آیات ۱۰۷- ۱۰۸ نازل فرمائیں۔

"اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد کی تعمیر کرنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی اور اس مسجد کو ان لوگوں کی کمین گاہ بنایا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقابلہ پر اب تک مصروف پیکار رہے' یہ (مفسدین) یقیناً قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصد تو اس تعمیر سے نیک تھا۔ (لیکن) اللہ تعالیٰ کی شہادت یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ آپ ایسی مسجد میں کبھی نہ کھڑے ہوں (یعنی نماز نہ ادا کریں) سوائے اس مسجد کے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہو"۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر تبوک میں ستر مساجد تعمیر فرمائیں' جن میں سے ایک مقام تبوک میں تعمیر فرمائی' بقیہ انہتر راستہ میں بنائی گئیں۔

تین صحابہ کی توبہ کے واقعات

تین صحابی حضرات' کعب بن مالک' مرارہ بن ربیع' اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم باوجود استطاعت کے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے اور نبی علیہ السلام کے ساتھ نہ گئے تھے۔ ان کے علاوہ اس غزوہ میں صرف غریب اور کمزور مسلمان ہی نہ جا سکے تھے۔ وہی لوگ مدینہ رہ گئے تھے اور ان کے ساتھ منافقین

نے بھی عذر و معذرت کر کے اپنے لیے نہ جانے کا جواز پیدا کر لیا تھا۔

جب نبی علیہ السلام غزوہ تبوک سے واپس آئے تو سب لوگ مبارک باد دینے کے لیے آئے اور وہ منافقین بھی مبارک باد دینے والوں میں شامل تھے' جنھوں نے جھوٹے بہانے گھڑ کر اپنے نہ جانے کا جواز پیدا کیا تھا۔ انہوں نے بھی قسمیں کھا کر عذر و معذرت کی کہ یا رسول اللہ ہم فلاں مجبوری کی وجہ سے شرکت سے قاصر رہے۔ اگر یہ موانع نہ ہوتے تو ہم اس غزوہ میں ضرور شرکت کرتے۔ آپ ہماری معذرت قبول فرمائیں۔

ان منافقوں کے عذر و معذرت کو نبی علیہ السلام قبول فرما رہے تھے۔ اس موقعہ پر رب کریم نے آیات نازل فرمائیں جس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ ان کی معذرت جھوٹ کا پلندہ ہے' ان کی قسمیں جھوٹی ہیں اور یہ منافق ہیں۔ یہ سب کافر ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

"جب آپ (غزوہ تبوک سے) واپس ہوں گے تو لوگ آپ کے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ آپ انہیں معاف کر دیں۔ آپ ایسے لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیں' بے شک یہ لوگ ناپاک ہیں اور ان کے اعمال کی وجہ سے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ لوگ آپ کی رضامندی کے حصول کے لیے قسمیں کھاتے ہیں' اگر آپ ان سے راضی بھی ہو جائیں' پھر بھی اللہ تعالیٰ نافرمانوں سے راضی نہ ہوگا"۔

مذکورہ بالا تینوں صحابی بغیر کسی وجہ کے غزوہ تبوک میں شرکت نہ کر سکے تھے لیکن ان کے دلوں میں نہ تو کوئی شک تھا اور نہ یہ منافق تھے۔ ان تینوں کو یہ خوف لاحق تھا کہ اگر انہوں نے سچ کو ترک کر کے بلاوجہ عذر و معذرت کی تو اس کو نبی علیہ السلام قبول نہ کریں گے اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ آیت نازل کر کے حقیقت کو ظاہر فرما دے گا' اس وجہ سے ان کا جھوٹ کھل جائے گا اور سخت شرمندگی ہوگی۔

لہٰذا ان حضرات نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر صاف صاف بات بتا دی۔ ان کی بات سن کر نبی علیہ السلام نے ان سے کچھ نہ فرمایا اور دوسرے صحابہ کو ان سے بات چیت کرنے سے منع کر دیا۔

جناب کعب کے بارے میں امام زہری کی تحقیق

جناب زہری فرماتے ہیں کہ جب جناب کعب بن مالک سے ان کی توبہ کی قبولیت کے بعد غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی بابت معلوم کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ اسلامی غزوات میں سوائے غزوہ بدر کے اور کوئی غزوہ ایسا نہیں جس میں میں نے شرکت نہ کی ہو۔ اور غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جب نبی علیہ السلام غزوہ بدر کے لیے تشریف لے جا رہے تھے' اس وقت کہا یہ جا رہا تھا کہ آپ

ابوسفیان کا پیچھا کرنے جا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اس موقعہ پر شرکت اختیاری تھی۔ اجتماعی شرکت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام نے حکم نہیں فرمایا تھا۔ ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق شرکت کر رہا تھا لہٰذا اختیاری امر کی وجہ سے میں نے اس غزوہ بدر میں شرکت نہیں کی تھی۔ اسلام کے ابتدائی دور میں دوسرے انصار کے ساتھ لیلتہ العقبہ کے ہاں بھی حاضر تھا کیونکہ ذات نبوی سے مجھے بہت عقیدت و محبت تھی۔ اور لیلتہ العقبہ کی حاضری کے بارے میں میرا خیال یہ تھا کہ یہ غزوہ بدر پر فوقیت رکھتی ہے۔ اگرچہ عوامی تاثر کی بنا پر غزوہ بدر کی حاضری لیلتہ العقبہ کی بیعت کے مقابلہ میں معروف اور مشہور تر ہے' اس کے بعد جناب کعب نے فرمایا کہ غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی وجہ اختیاری نہیں بلکہ اتفاقی تھی اور ہوا یوں کہ جب نبی علیہ السلام نے غزوہ تبوک کے لیے تیاری کا حکم دیا اور سفر کے لیے سامان اکٹھا کرنے کی جانب ترغیب دی' اس وقت میرے لیے کوئی ایسا سبب نہ تھا کہ میں اس سفر میں شرکت نہ کرتا' میں اس دوران کسی طرح کمزور نہ تھا' میرے پاس سفر کے لیے سارا سامان موجود تھا' البتہ یہ بات ضرور تھی کہ موسم سخت گرم تھا اور مدینہ کے باغات میں کھجوریں پک رہی تھیں اور دوسرے لوگ بھی خوشدلی کے ساتھ اس سفر میں جانے کے لیے راضی نہ تھے کہ اس گرم موسم میں سفر کریں اور مدینہ کی کھجوروں کو پکتا چھوڑ جائیں۔

مسلمانوں کا لشکر اگرچہ کثیر تھا' اس وقت اسلامی لشکریوں کے نام کسی رجسٹر میں لکھے ہوئے نہ تھے کہ اگر کوئی شخص رک جاتا تو اس کو لشکر میں بلا لیا جاتا اور جو بھی چاہتا' رک جاتا اور اس کو پوچھنے والا کوئی نہ ہوتا۔ میرے ساتھ چونکہ کوئی مجبوری نہ تھی' نہ کوئی کام' اس لیے میں نے سفر کی تیاری کے معاملہ کو کوئی اہمیت نہ دی۔ مسلمان سفر کی تیاریوں میں مشغول تھے اور میں فارغ تھا اور یہ طے کر چکا تھا کہ جس دن اسلامی لشکر روانہ ہوگا' اسی دن میں بھی سامان اٹھا کر لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔ میں کئی مرتبہ کچھ خریداری کے لیے بازار گیا لیکن ہر مرتبہ یہی خیال مستحکم رہا کہ جب چاہوں گا' تھوڑی دیر میں سامان اکٹھا کر کے چلا جاؤں گا۔ اس لیے کچھ بھی نہ خریدا حالانکہ میری عادت یہ تھی کہ کوئی کام موخر نہ کرتا تھا۔ اس موقعہ پر میرا یقین یہ تھا کہ جب چاہوں گا روانہ ہو کر اسلامی لشکر میں جا ملوں گا' یہاں تک کہ وہ دن آ گیا کہ اسلامی لشکر کی روانگی کا طبل بج گیا اور مسلمان روانگی کے لیے باہر آ گئے۔ اس موقعہ پر مجھے یہ خیال ہوا کہ دو تین دن اپنی مصروفیات میں گزاروں' بعد میں اسلامی لشکر سے جا ملوں گا لیکن ایسا نہ ہو سکا اور دو دن گزرنے کے بعد اس کی مجھے ہمت نہ ہوئی اور معاملہ ہاتھ سے نکل گیا تو مجھے سخت صدمہ ہوا اور

میں دہشت و وحشت زدہ ہوا اور مجھے اپنے نہ جانے پر حیرت بھی ہوئی۔ اب میں جب بھی گھر سے باہر آتا اور لوگوں سے ملاقات کرتا تو مجھے صدمہ اور وحشت ہوتی کیونکہ مدینہ میں منافقین کے سوا اور کوئی نظر نہ آتا تھا۔ مجھے صدمہ ہوتا کہ میں مسلمانوں کے ساتھ کیوں نہ گیا کہ آج منافقوں کی شکل دیکھنی نہ پڑتی۔

نبی علیہ السلام نے مجھے راستہ میں یاد نہ فرمایا اور تبوک پہنچ کر ایک دن آپ نے فرمایا "کعب کے ساتھ کیا ہوا اور وہ کیوں نہیں آیا؟" اس وقت ایک صاحب نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ کعب تن آسان (آرام پسند) شخص ہے' وہ گرمی سے گھبرا گیا اور نہیں آیا۔ اس موقع پر جناب معاذ بن جبل نے اس شخص کو ڈانٹ کر کہا کہ تم نے کعب کے بارے میں ایسی بات کیوں کہی اور تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو۔ پھر نبی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر کہا' یا رسول اللہ ہم نے کعب کی جانب سے کبھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی کہ اس نے کبھی احکام اسلامی سے انحراف کیا ہو' اس کو کوئی عذر پیش آیا ہو گا جس کی وجہ سے وہ آپ کی بارگاہ میں حاضری سے محروم رہا اور اس غزوہ میں شرکت کے لیے نہیں آیا۔

غزوہ تبوک سے فارغ ہو کر نبی علیہ السلام مدینہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے لیکن ابھی مدینہ نہیں پہنچے تھے کہ مجھے آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو میں سخت دل تنگ ہوا اور سوچنے لگا کہ کل جب نبی علیہ السلام تشریف لائیں گے تو میں کس طرح آپ کے سامنے جا سکوں گا اور کس طرح آپ کی ناراضگی سے بچ سکوں گا۔ اس بارے میں میرے ذہن میں بہت سی باتیں آئیں کہ یہ یہ باتیں معذرت کے طور پر عرض کروں گا' اس سلسلہ مین اپنے دوستوں کے علاوہ دوسرے صاحب الرائے لوگوں سے مشورہ کیا تو سب نے کوئی نہ کوئی تدبیر بتائی اور اپنی رائے سے نوازا اور جس دن نبی علیہ السلام مدینہ تشریف لانے والے تھے' تو میرے دل میں بہت سے خیالات آئے اور مجھے یہ یقین ہو گیا کہ میری نجات اور خلاصی ممکن نہیں' سوائے اس کے کہ میں صحیح صحیح صورت حال پیش کروں' اس لیے میں نے مستقل ارادہ کر لیا کہ سچ سچ کہوں گا اور یہ انتظار کروں گا کہ حق تعالیٰ میرے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے۔ چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے۔ نبی علیہ السلام کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب آپ مدینہ سے باہر کے سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد تشریف لا کر دو رکعت نماز نفل ادا فرماتے' تھوڑی دیر مسجد میں تشریف رکھ کر لوگوں سے ملاقات کرتے' حالات دریافت فرماتے' پھر دولت سرائے اقدس میں تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ جب آپ نے نماز سے فراغت حاصل کی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے باتیں کیں' اس وقت ان منافقوں نے' جو غزوہ تبوک میں شرکت نہ کر سکے تھے' آ کر سلام عرض کیا اور اپنے نہ

جانے پر عذر و معذرت کی' قسمیں کھائیں اور کہا' یا رسول اللہ اگر یہ عذر پیش نہ ہوتے تو ہم ضرور اس غزوہ میں شرکت کرتے اور کبھی آپ کی خدمت سے باز نہ رہتے' چنانچہ نبی علیہ السلام نے ۸۰ سے زیادہ منافقوں کو معاف فرما دیا اور ان سے کچھ نہ کہا۔

جناب کعب کہتے ہیں' سب سے آخر میں خدمت نبوی میں حاضر ہونے والا میں تھا۔ جب میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے غصہ آمیز تبسم کے ساتھ میری طرف دیکھا تو میں نے یہ چاہا کہ آپ کے قریب سے اٹھ کر دور جا بیٹھوں۔ جب اٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا یہاں قریب آؤ' چنانچہ میں آپ کے اور قریب جا کر بیٹھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا' کعب! تم نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی' تم کیوں رک گئے' کیا اسباب سفر مہیا نہ تھا؟ میں نے عرض کیا' اگر میں کسی دنیا دار شخصیت کے سامنے ہوتا تو ہزار حیلے بہانے کرتا اور جھوٹ بول کر گلوخلاصی حاصل کرتا لیکن آپ کی بارگاہ میں سوائے سچ کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر میں غلط بیانی کروں تو آپ اگر قبول فرما لیں گے لیکن اللہ تعالیٰ آیت نازل کر کے میرے جھوٹ کو ظاہر فرما دے گا۔ اس وقت مجھے زیادہ ندامت ہوگی۔ اور آپ کا غصہ بھی زیادہ ہوگا جس سے قیامت تک خلاصی نہ پا سکوں گا۔ لیکن اگر میں صحیح عرض کروں گا تو ممکن ہے کہ آپ اس وقت تو مجھ سے ناراض ہو جائیں لیکن مجھے اپنے کرم اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ امید ہے کہ کوئی سبب ایسا ہو جائے کہ آپ میری معذرت قبول فرمالیں اور مجھ سے خوش ہو جائیں۔

یا رسول اللہ سچی بات یہ ہے کہ میرے لیے کوئی بہانہ نہیں' میں نہ تو کمزور ناطاقت تھا' نہ میرے پاس سامان سفر کی کمی اور نہ اس کے حصول کی تنگی تھی لیکن میرے غلط یقین نے مجھ کو روک دیا اور بعد میں مجھ پر سستی غالب آ گئی اور میں غزوہ میں شرکت سے عاجز رہا۔ میری معروضات سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا' تم نے سچ کہا ہے اب جاؤ اور حکم الٰہی کے منتظر رہو۔

جناب کعب کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں مسجد سے اٹھ کر باہر آیا تو میرے رشتہ دار اور احباب بھی مسجد سے باہر آئے اور مجھے لعنت ملامت کی کہ تم نے غلطی کا اعتراف کیوں کیا' جس طرح دوسروں نے عذر و معذرت کی' اسی طرح تم بھی کرتے تاکہ نبی علیہ السلام تمہاری معذرت قبول فرما لیتے اور اگر تمہارا جرم ثابت ہو جاتا تو نبی علیہ السلام کے معاف کر دینے سے اس کی تلافی ہو جاتی۔ جناب کعب فرماتے ہیں کہ رشتہ داروں اور احباب کی ملامت سن کر مجھے یہ خیال ہوا کہ میں بھی خدمت نبوی میں دوبارہ حاضری دے کر غلط سلط باتیں کہہ کر معذرت کر لوں' اسی وقت مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اس مرحلہ سے کیا صرف

میں ہی گزرا ہوں یا میرے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہے۔ چنانچہ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ جناب مرادہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ وا قفی بھی میری طرح اس غلطی کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ اس وقت میں نے خود سے کہا کہ یہ دونوں حضرات صالح افراد ہیں لہٰذا مجھے خود پر قابو حاصل کرنا اور صبر کرنا چاہیے اور یہ انتظار کرنا چاہیے کہ رب کریم ہمارے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے' یہ سوچ کر میں دوبارہ مسجد نہ گیا اور اپنے گھر آ گیا۔

نبی علیہ السلام نے تمام صحابہ کو حکم دیا کہ وہ نہ تو ہم تینوں سے بات چیت کریں' نہ ہمارے ساتھ نشست و برخواست رکھیں (باندازِ دگر ہمارا سماجی مقاطعہ کر دیا گیا) اپنے بیگانے ہوگئے' سب نے ملنا جلنا چھوڑ دیا' اس حالت میں پچاس دن گزر گئے۔ ہم اپنی جان سے عاجز آ گئے' دنیا ہم پر تنگ ہوگئی۔ ان پچاس دنوں میں میرے دونوں ساتھی مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ اپنے گھروں میں بند ہوگئے اور کسی سے ملاقات نہ کی لیکن میں نے جرات کی اور ہر نماز کے لیے مسجد جاتا تھا۔ کبھی کاروبار اور ضرویات کے لیے بازار جاتا تھا لیکن اس دوران مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ جب میں نماز کے لیے جاتا' سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز کے لیے تشریف لاتے' نماز کے بعد مسجد میں تھوڑی دیر قیام فرماتے۔ میں اس وقت اٹھتا اور مسجد سے روانہ ہو جاتا' میں نبی علیہ السلام کو سلام کرتا تو آپ سلام کا جواب نہ دیتے۔ نماز کے دوران البتہ میری کوشش یہ ہوتی کہ میں نماز کے دوران آپ کے قریب کھڑا ہوں اور جب آپ نماز سے فارغ ہوں اور سلام پھیریں' ممکن ہے کہ آپ کی نظرِ التفات میری جانب پڑ جائے لیکن آپ التفات کی بجائے میری جانب سے نظریں پھیر لیتے تھے۔

اس مقاطعہ کے دوران حالت یہ تھی کہ دوست دشمن بن گئے تھے' جن کو میں سلام کرتا وہ اس کا جواب نہ دیتا تھا۔ ایک دن میں اس رویہ سے دل برداشتہ ہو کر گھر سے نکلا' اور مدینہ سے روانہ ہوگیا۔

میرا ایک چچا زاد بھائی تھا جو دنیا میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا۔ مضافات مدینہ میں وہ ایک باغ کا مالک تھا۔ میں نے اس کے پاس جانے کا ارادہ کیا تاکہ اس کے پاس جا کر اطمینان سے کچھ وقت گزار سکوں۔ جب میں اس کے باغ میں پہنچا' اس کو سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب نہ دیا۔ جب اس سے بات کرنی چاہی تو اس نے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ میں وہاں بیٹھ گیا اور اس سے کہا' ابو قتادہ' ابو قتادہ' تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں' میرے دل میں شرک اور نفاق کا شائبہ بھی نہیں ہے' پھر تم مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے اور میری طرف سے منہ کیوں پھیر لیا ہے؟ میری

اس بات کا بھی ابو قتادہ نے کوئی جواب نہ دیا' تو میں نے اس سے دوبارہ یہی سوال کیے لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا' پھر میں نے تیسری مرتبہ یہی سوالات کیے تو اس نے صرف اتنی بات کہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں' یعنی رسول پاک اور خداوند کریم کو اس بات کا زیادہ علم ہے کہ تم اپنے دعوئ دوستی میں سچے ہو۔ اس کی بات سن کر مجھے رونا آ گیا' میں بہت رویا' وہاں سے اٹھا اور مدینہ واپس آ گیا۔

شاہ غسان کا قاصد جناب کعب کے پاس

واپسی میں جب میں مدینہ آنے کے لیے بازار سے گزر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ شام سے آیا ہوا ایک مسافر میری بابت لوگوں سے معلوم کر رہا تھا اور لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ کون ہے جو مجھے کعب تک پہنچائے۔ جب لوگوں نے مجھے دیکھا تو میری طرف سے منہ پھیر لیا اور اس شخص کو اشارے سے بتایا کہ یہی شخص کعب بن مالک ہے۔ وہ قاصد میرے قریب آیا اور بادشاہ غسان کا خط مجھے دیا۔ میں نے جب اس لپٹے ہوئے کپڑے کو کھولا تو سفید حریر پر خط لکھا ہوا موجود تھا' اور اس خط میں تحریر تھا۔

"اے کعب بن مالک جیسا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے آقا یعنی تمہارے نبی تم سے ناراض ہو گئے ہیں اور تمہیں اپنے پاس سے علیحدہ کر دیا ہے' تمہیں رنجیدہ کیا ہے اور ان کے ساتھی تم پر ظلم کر رہے ہیں' تم ایسے شخص تو نہیں ہو کہ ایسی جگہ رہو جہاں تم پر ظلم و ستم ہوں اور تمہارا سماجی مقاطعہ کیا جائے۔ مناسب یہ ہو گا کہ تم اس تحریر کو دیکھ کر اٹھو اور میرے پاس آنے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں میرے پاس ہر قسم کی سہولتیں میسر ہوں گی' تم میرے یہاں قیام کرو' تمہاری تمام ضروریات کا خیال رکھا جائے اور ہر طرح خاطرداری کی جائے گی"۔

جناب کعب بن مالک فرماتے ہیں' اس خط کو پڑھ کر معاً" مجھے یہ خیال ہوا کہ جو مصیبتیں مجھ پر ہیں' ان میں ایک مصیبت کا اور اضافہ ہوا ہے کیونکہ کافروں کو میرے بارے میں ایسا خیال ہوا ہے اور مجھے بادشاہ غسان نے اپنے پاس بلا کر دنیاوی نعمتیں دینے کی پیشکش کی ہے۔ اور نبی علیہ السلام کی ناراضگی کی وجہ سے یہ نوبت آ گئی ہے کہ کافر میری ہمدردیوں کے حصول کی تمنا کرنے لگے ہیں اور مجھے ایسے خطوط آنے لگے ہیں' چنانچہ میں نے آ کر اس خط کو آگ کی سپرد کر دیا۔ اور اس قاصد کو ڈانٹ پھٹکار کر نکال دیا۔ اس واقعہ سے میں بہت پریشان اور دل برداشتہ ہوا۔ اس مقاطعہ کے چالیس روز گزرے تو نبی علیہ السلام کا ایک فرستادہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم اپنی بیوی سے

بھی علیحدہ ، ہو اور اس کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھو۔ میں نے قاصد سے معلوم کیا کہ نبی علیہ السلام نے مجھے یہ تو حکم نہیں دیا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں؟ تو اس قاصد نے بتایا کہ نبی علیہ السلام نے صرف یہ حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی سے فی الحال مخالطت نہ کرو۔ ایسا ہی حکم جناب ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کو بھی دیا گیا۔ یہ بات سن کر میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اب اپنے والدین کے یہاں چلی جاؤ' میں حکم ربی کا منتظر ہوں۔ جناب ہلال بن امیہ کی بیوی نے نبی علیہ السلام سے جا کر عرض کیا کہ ہلال بن امیہ بوڑھے آدمی ہیں اور ان کی خدمت کرنے والا اور کوئی نہیں' اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کی خدمت کرتی رہوں۔ یہ سن کر آپ نے اجازت دے دی۔ لیکن ساتھ میں یہ ہدایت فرمائی کہ آپس میں زن و شوہری کے تعلقات استوار نہ کرنا۔ یہ سن کر جناب ہلال کی بیوی نے کہا کہ ہلال کی کیفیت تو یہ ہے کہ ان میں تحریک ہی نہیں رہی' تعلقات زن و شوہری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انہیں نہ تو دن میں اس طرف توجہ ہے' نہ رات کو' ان کا وقت تو نماز اور روتے گزرتا ہے۔

جناب کعب فرماتے ہیں' اس حالت میں پچاس دن گزر گئے' اکیاونوے دن میں اپنے مکان کی چھت پر کپڑے کے سائبان کے نیچے فجر کی نماز کے بعد بیٹھا ہوا تھا' اس وقت مجھ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور میں بہت زیادہ پریشان اور رنجیدہ تھا اور میری حالت قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق تھی' **وضاقت علیھم الارض بمارحبت** کشادگی کے باوجود ان پر زمین تنگ ہوگئی' اس حال میں ایک منادی کی آواز' جو ایک ٹیلہ پر کھڑا آواز دے رہا تھا' مجھے سنائی دی "جناب کعب کی توبہ قبول ہوگئی"۔ جو کہہ رہا تھا اے کعب بن مالک تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہاری توبہ قبول ہوگئی ہے' میں نے جب یہ خوشخبری سنی تو فوراً سر بسجود ہوگیا اور رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا' سجدہ سے اٹھ کر کپڑے بدلے اور جسم سے اترے ہوئے کپڑے اس منادی کو دے دیے جس نے مجھے یہ خوشخبری سنائی تھی اور بارگاہ نبوی میں حاضری کا ارادہ کیا' جیسے ہی میں گھر سے نکلا تو بہت سے لوگ مجھے مبارکباد دینے اور حالات معلوم کرنے کے لیے آ گئے۔ لیکن میں فوراً بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ مہاجرین و انصار کا مجمع تھا' جیسے ہی میں قریب پہنچا تو جناب طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ انصاری فوراً اٹھے اور مجھے مبارک باد دی لیکن مہاجرین میں سے کسی نے مجھے مبارکباد نہ دی۔ جناب کعب فرماتے ہیں میں جناب طلحہ کے اس احسان کو جو انہوں نے مبارکباد دے کر کیا تھا' زندگی بھر فراموش نہ کروں گا۔ جب میں نے سلام عرض کیا' اس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند سے زیادہ تاباں تھا۔ جناب کعب

"آکل المرار" کون تھا؟

"بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام' انصار و مہاجرین پر نظر رحمت فرمائی جنہوں نے نبی علیہ السلام کی مشکل وقت میں پیروی کی تھی اور اس کے بعد قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جائیں' ان پر رب کریم نے نظر رحمت فرمائی۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر نہایت شفقت اور رحم فرمانے والا ہے اور ان تینوں پر نظر رحمت فرمائی جن کا فیصلہ موخر کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ ان پر زمین تنگ ہوگئی تھی' کشادگی کے باوجود ان کی جانیں ان پر بوجھ بن گئیں تھیں اور انہوں نے جان لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ اور کوئی جائے پناہ نہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر مائل بہ کرم ہوا تاکہ یہ تینوں توبہ و انابت کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول فرمانے والا اور ہمیشہ رحمت فرمانے والا ہے۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔

فرماتے ہیں' جب بھی حضور علیہ السلام مسرور و شاداں ہوتے تو آپ کے چہرہ مبارک کی تابانی کے سامنے چودھویں رات کے چاند کی تابانی ماند ہوتی اور دیکھنے والے پہچان جاتے کہ آپ اس وقت بہت مسرور و شاداں ہیں۔ نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا' **البشر بخیر یوم مر علیک منذ ولدتک امک** اے کعب تمہارے لیے آج کے دن ایسی خوشخبری ہے جو تم نے پیدائش سے آج تک نہ دیکھی اور سنی ہوگی۔ اس موقعہ پر میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ یہ تو بتائیں کہ انعام اور خوشخبری آپ کی طرف سے ہے یا بارگاہ الٰہی سے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا' یہ انعام بارگاہ خداوندی سے ہے۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا اس خوشخبری کے شکرانہ کے طور پر میں اپنا تمام مال صدقہ کرتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کل مال صدقہ کرنا مناسب نہیں' یہ بہت زیادہ ہے۔ جناب کعب فرماتے ہیں' میں نے عرض کیا' حضور میں اتنا مال روک لیتا ہوں جتنا حصہ کہ آپ نے خیبر کے اموال غنیمت سے دیا ہے تاکہ میرے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کرے اور بقیہ مال راہ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ میری نجات سچ کے سوا ممکن نہ تھی اور میں نے آج عہد کیا ہے کہ زندگی بھر سچ کے سوا اور کچھ نہ کہوں گا' چاہے میری گردن پر تلوار ہی کیوں نہ رکھی ہو۔ دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ جناب کعب نے تا زندگی کبھی کوئی غلط بات نہیں کی۔ ان تینوں صحابہ کعب بن مالک' ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کے حق میں جو آیات نازل ہوئیں' وہ یہ ہیں:

توبہ کے بارے میں جناب کعب کا تاثر!

جناب کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمتوں میں سے سب سے برتر نعمت یہ تھی کہ مجھے اسلام کی دولت سے سرفرازی نصیب ہونے کے بعد یہ توفیق عطا ہوئی کہ اس آزمائش کے موقعہ پر مجھے سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائی گئی اور منافقوں کی طرح میں نے جھوٹ کا سہارا نہیں لیا۔ حق تعالیٰ نے منافقوں کی پردہ دری فرمائی اور ان آیات کو نازل فرمایا' منافقین ذلت و رسوائی کے دریا میں غرق ہوئے اور قیامت تک اسلام دشمنی اور لعنت کے حقدار بنے۔

ثقیف کے سردار کا قبول اسلام

مصنف جناب محمد اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ اسی مہینہ میں ثقیف کا وفد طائف سے مدینہ آیا اور مسلمان ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس قبیلہ کے لوگوں کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کا محاصرہ ختم کر کے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے (جس کی تفصیلات متعلقہ واقعہ کے تحت بیان ہوئی ہیں) قبل اس کے کہ آپ مدینہ طیبہ پہنچیں' قبیلہ ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود ثقفی کے دل میں ایمان کی محبت پیدا ہوئی اور اس نے اسلام کے قبول کی جانب رغبت کی تو یہ طائف سے روانہ ہوا اور حضور علیہ السلام کو راستہ میں جا لیا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ عروہ نے اسلام لانے کے بعد نبی علیہ السلام سے طائف واپسی کی اجازت طلب کی تاکہ اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کر سکیں لیکن عروہ کو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے عروہ! تمہاری قوم اسلام کی دعوت کو قبول نہ کرے گی البتہ تمہیں شہید کر دے گی۔ عروہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ میری قوم کے لوگ مجھ سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح کہ اپنی اولاد کے ساتھ۔ ان کا دل کس طرح یہ چاہے گا کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔

حقیقت حال یہ تھی کہ قبیلہ ثقیف کے لوگ عروہ کے بہت دلدادہ تھے اور اس کے کہنے کے مطابق عمل کرتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس لیے عروہ کو اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ خاصی خوش اعتمادی تھی۔

نبی علیہ السلام نے جناب عروہ رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی' تو وہ وہاں سے طائف کے لیے روانہ ہوئے اور طائف پہنچ کر ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر اپنی قوم کے لوگوں کو اپنے اسلام لانے کی اطلاع

دی اور قوم کے لوگوں کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ ثقیف کے لوگوں کو جب عروہ کے اسلام کی اطلاع ملی تو تیروں پر تیر برسانے لگے اور عروہ کو زخمی کر دیا اور انہوں نے زخمی ہو کر اپنے رشتہ داروں کو وصیت کی کہ اگر میں مرجاؤں تو مجھے اس احاطہ میں دفن کرنا جہاں طائف کے محاصرہ کے دوران شہید ہونے والے مسلمانوں کو دفن کیا گیا تھا۔

عروہ بن مسعود کی شہادت

کہا جاتا ہے کہ جب جناب عروہ رضی اللہ عنہ کو تیروں سے چھلنی کیا جا رہا تھا' اس وقت ان کے کچھ رشتہ دار ان کے قریب موجود تھے جنہیں یہ حملہ بہت ناگوار ہوا۔ انہوں نے عروہ سے کہا' آپ کیا کہتے ہیں' کیا ہم ان لوگوں سے تمہارے خون کا بدلہ کے لیے جنگ کریں لیکن جناب عروہ نے فرمایا' یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے مجھے نصیب فرمایا ہے' اور شہادت کے منصب پر فائز ہوا ہوں اور میں بھی اسی زمرہ میں شامل ہوا ہوں جس میں کہ اس احاطہ میں مدفون افراد ہیں (برصغیر میں ایسے قبرستان کو' جس میں کہ شہداء حضرات مدفون ہوں' "گنج شہیداں" کہا جاتا ہے) چنانچہ انہیں اسی احاطہ میں دفن کیا گیا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب عروہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا' **ان مثلہ فی قومہ کمثل صاحب یلسین فی قومہ** یعنی جناب عروہ اور ان کی قوم کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ جناب یٰسین اور ان کی قوم کی ہے اور جناب یٰسین سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام ہے' جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے مشتعل ہو کر انہیں شہید کر دیا۔

جناب عروہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد طائف کے لوگ چند ماہ تک یہ سمجھتے رہے کہ نبی کریم علیہ السلام جناب عروہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے لشکر کشی فرمائیں گے اور ہمیں اسلامی لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہیں جبکہ عرب کے لوگوں اور طائف کے اطراف کے لوگ بھی یہ سوچ رہے ہیں کہ یہ لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور بعض لوگ تو ایسے بھی تھے جنہوں نے نبی علیہ السلام سے بیعت کر لی تھی۔ قبیلہ ثقیف کے لوگ یہ سوچ رہے تھے کہ اگر نبی علیہ السلام نے لشکر کشی کی تو ہمارے زن و فرزند تباہی کا شکار ہو جائیں گے اور اگر ہمارے قبیلہ نے نبی علیہ السلام کی اطاعت کر لی تو حفاظت سے رہیں گے لہٰذا قبیلہ کے سربر آوردہ حضرات سر جوڑ کر بیٹھے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے عروہ کو شہید کر کے بہت برا کام کر لیا ہے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کل اپنا لشکر بھیج دیں تو طائف کے اطراف کے لوگ ان کے مطیع ہو جائیں گے اور ان کیساتھ ہوں گے اور ہمیں مقابلہ کی طاقت نہ رہے

گی' اس طرح ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

اب مناسب یہی ہے کہ ہم باہمی مشورہ سے کسی قاصد کو نبی علیہ السلام کی خدمت میں امان طلب کرنے کے لیے روانہ کریں تاکہ ہم امان کے حصول کے بعد اطمینان سے جا کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ سب لوگوں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور کہا کسی شخص کو اس کام کے لیے مقرر کرو اور یہ کام جلد از جلد کیا جائے۔

عبد یالیل ثقیف کے قاصد کی حیثیت میں

اس مشورہ کے بعد قبیلہ کے معززین نے عروہ جیسے معزز و مقتدر فرد کو' جن کا اپنی قوم میں خاصا اثر و نفوذ تھا' منتخب کیا۔ اس کے بعد قوم کے سربر آوردہ عبد یالیل کے پاس آئے اور انہیں اس خدمت کی انجام دہی کے لیے تیار کرنا چاہا تو عبد یالیل نے کہا کہ میں اس کام کے لیے نبی علیہ السلام کے پاس نہیں جاؤں گا۔ انہیں یہ خیال تھا کہ قوم کے لوگوں نے جو حشر جناب عروہ رضی اللہ عنہ کا کیا ہے وہی سلوک میرے ساتھ بھی نہ ہو۔ لیکن قبیلہ کے لوگوں نے کسی نہ کسی طرح انہیں راضی کر لیا اور وہ سفارت کے لیے راضی ہو گئے۔ اور سفارت کی ذمہ داری قبول کر لی لیکن ساتھ ہی یہ شرط عاید کر دی کہ میرے ساتھ قبیلہ کی ہر شاخ کا ایک ایک فرد ہونا چاہیے' تاکہ واپسی پر کوئی شخص ان سے معترض نہ ہو۔

اس انتظام کے بعد عبد یالیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے اور جب مدینہ کے قریب مقام قبا پہنچے تو وہاں جناب مغیرہ بن شعبہ سے ملاقات ہوئی اور انہیں سارے حالات سے آگاہ کیا۔ حالات معلوم ہونے کے بعد جناب مغیرہ عجلت کے ساتھ مدینہ منورہ گئے تاکہ نبی علیہ السلام کو ثقیف کے وفد کی آمد کی اطلاع دیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ ثقیف کے لوگ مشرف بہ اسلام ہو جائیں۔

جب جناب مغیرہ تیزی کے ساتھ قبا سے مدینہ آئے تو قبل اس کے کہ وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوں' ان پر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی اور دیکھا کہ جناب مغیرہ دوڑتے ہوئے آ رہے ہیں تو انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ کوئی خوشخبری لے کر آ رہے ہیں۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جناب مغیرہ سے معلوم کیا' کیوں دوڑتے ہوئے آ رہے ہو' کیا بات ہے؟ تو جناب مغیرہ نے بتایا کہ قبیلہ ثقیف کی جانب سے ایک وفد امان طلب کرنے کے لیے آیا ہے تاکہ یہ لوگ مشرف بہ اسلام ہوں۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جناب مغیرہ کو قسم دے کر کہا کہ تم اس وقت تک نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضری

نہیں دو گے' جب تک میں بارگاہ نبوی میں جا کر مناسب الفاظ میں اس بات کو نہ کہوں۔ چنانچہ جناب مغیرہ ٹھہر گئے اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مناسب الفاظ میں یہ بات عرض کی۔ اس کے بعد جناب مغیرہ بن شعبہ نے آ کر تفصیلات سے آگاہ کیا۔

تفصیلات سے آگاہی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ چند لوگوں کو روانہ کیا تاکہ یہ لوگ طائف کے اس وفد کو لے کر مدینہ آئیں۔ اس کے علاوہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وفد کے قیام کے لیے مسجد کے ایک گوشہ میں شامیانہ لگایا جائے۔ جناب مغیرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قبا آئے اور وفد کے لوگوں کو ساتھ لے کر مدینہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں جناب مغیرہ نے وفد کے ممبران کو بارگاہ نبوی میں حاضری کے آداب سے آگاہ کیا اور بتایا کہ جب تم بارگاہ نبوی میں حاضری دو تو کلمات تحیت ان الفاظ میں ادا کرنا۔ لیکن وفد کے ممبران نے کہا' ہم تحیت کے اس طریقہ سے واقف نہیں' ہم اپنے طریقہ پر کلمات تحیت پیش کریں گے۔ چنانچہ وفد کے لوگوں نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اپنے رسم و رواج کے مطابق کلمات تحیت ادا کیے۔ نبی علیہ السلام نے جناب خالد بن سعید العاص کو ان کی خدمت اور نگہداشت کا نگران مقرر فرما کر حکم دیا کہ انہیں اس خیمہ میں لے جایا جائے جو ان کے آرام و قیام کے لیے لگایا گیا ہے۔ اب جناب خالد بن سعید العاص کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ ان تمام کھانوں اور مشروبات کو پہلے چکھتے جو ان لوگوں کو بھیجا جاتا' اس کے بعد وہ کھانا یا دوسری خوردنی اشیاء اور مشروبات استعمال کرتے۔ وفد اور نبی علیہ السلام کے درمیان پیغام رسانی بھی یہی کرتے رہے' یہاں تک کہ گفتگو نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور وفد کے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ثقیف کے وفد کی اسلام لانے سے قبل ایک شرط

اسلام قبول کرنے سے پہلے یہ شرط لگائی کہ ان کے اسلام لانے کے بعد تین سال تک نبی علیہ السلام انہیں "لات" نامی بت کی عبادت کی اجازت دیں اور اس کو تباہ و برباد نہ کریں لیکن نبی علیہ السلام نے ان کی اس شرط کو قبول نہ فرمایا اور یہ کہا کہ اسلام اور بت پرستی دونوں بیک وقت جمع نہیں ہوسکتے۔ اس شرط کے نامنظور ہونے پر وفد کے لوگوں نے درخواست کی کہ ہمیں ایک سال کی مہلت دے دی جائے لیکن نبی علیہ السلام نے اس کو بھی منظور نہ کیا تو وہ اس مدت میں کمی کرتے رہے' یہاں تک کہ انہوں نے ایک ماہ کی مہلت مانگی لیکن حضور علیہ السلام نے مہلت دینا منظور نہ فرمائی اور ثقیف کے وفد کے اراکین سے فرمایا' تمہاری شرائط کے علاوہ ایک شرط میری طرف سے بھی ہے کہ تمہارے اسلام قبول

کرنے کے بعد جب تم واپس جاؤ گے تو میں ایک شخص تمہارے ساتھ کر دوں گا تاکہ "لات" نامی بت کو برباد و خراب کرے۔ یہاں یہ بات توجہ کے لائق ہے کہ "لات" کو عرب کے معاشرے میں وہی حیثیت حاصل تھی جو مسلمانوں میں کعبہ مقدسہ کو حاصل تھی۔

نماز کی اہمیت اور فرمان نبوی

ثقیف کے وفد کے لوگوں نے اسلام لانے سے پہلے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ اسلام تو لے آئیں گے لیکن نماز ادا نہ کریں گے۔ نبی علیہ السلام نے ان کے اس مطالبہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی البتہ یہ کلمات ارشاد فرمائے **لا خیر فی دین لا صلوۃ فیہ** اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز ادا نہ کی جائے۔

ثقیف کے وفد کی ایک درخواست یہ بھی تھی کہ ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد انہیں بت شکنی کا حکم نہ دیا جائے' اس کے علاوہ ان کے چند مطالبات اور بھی تھے جن کا تعلق اقتصادی امور سے تھا بلکہ یہ معاشرتی تقاضوں سے متعلق تھے کہ ان کا معاشرہ میں تقدس برقرار رکھا جائے تو نبی علیہ السلام نے اس کو برقرار رکھنے کی اجازت دے دی۔

جب ثقیف کے لوگوں کو یہ یقین ہوگیا کہ نبی علیہ السلام ان کے حق میں نماز معاف نہ فرمائیں گے تو اظہار رضامندی کے طور پر کہا' اگرچہ اس مطالبہ کی نامنظوری کی وجہ ہماری سبکی اور ذلت ہے لیکن نماز ہم خود پر لازم کرلیں گے۔

اس گفتگو کے بعد جب وفد کے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا' اس گفتگو کی روشنی میں طائف کے وفد سے معاملات کو ضبط تحریر میں لایا جائے' چنانچہ جو معاہدہ لکھا جائے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"اللہ کے نام سے ابتداء جو بڑا رحمان و رحیم ہے۔ یہ عہدنامہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے (طائف کے) مسلمانوں کی جانب ہے۔ اس عہدنامہ کی رو سے یہاں کے رہنے والے بہت سی سہولتوں کے حامل ہوں گے اور انہیں کسی قسم کی اذیت نہ دی جائے گی حتیٰ کہ کانٹوں اور درختوں کو بھی نہ کاٹا جائے گا اور نہ یہاں کے جانوروں کو شکار کے لیے چھیڑا جائے گا۔ اور جو کوئی ایسے افعال کا مرتکب پایا گیا تو اس کے کوڑے لگائے جائیں گے اور اس کو برہنہ کر کے رسوا کیا جائے گا اور اس سے

مواخذہ بھی ہو گا اور یہ اعلان کر دیا جائے کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اگر کوئی اس سے تجاوز کرے گا تو وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا کیونکہ حکم نبوی کی اطاعت میں کوتاہی کرنا گناہ ہے"۔

طائف کے وفد کے لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی چند دن مدینہ طیبہ میں قیام کیا' چونکہ یہ مہینہ رمضان کا تھا اس لیے انہوں نے روزے بھی رکھے۔ جناب بلال رضی اللہ عنہ سحری و افطاری کے وقت ان کے لیے کھانے کا اہتمام کرتے تھے۔

عثمان بن ابی العاص مبلغ کی حیثیت میں

جب ثقیف کے وفد نے مدینہ سے روانگی کا ارادہ کیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو اس وفد کے ساتھ کیا اور قبیلہ ثقیف میں اسلام کا نمائندہ اور نگران مقرر فرمایا۔ گو جناب عثمان وفد کے لوگوں میں کم عمر تھے لیکن قرآن و حدیث کے علوم کا حامل ہونے اور فہم و فراست میں ان سے بڑھے ہوئے تھے۔

جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عثمان کو اس سفر کی جانب ترغیب دلائی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سفارش پر ان کا تقرر فرمایا اور انہیں قبیلہ ثقیف میں اسلام کی طرف سے امیر مقرر فرمایا اور حاکم مجاز بنایا۔ عثمان کے علاوہ نبی علیہ السلام نے جناب سفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو ان لوگون کے ساتھ روانہ فرمایا تاکہ یہ اس قبیلہ کے معزز بت "لات" کا خاتمہ کریں اور دوسرے بتوں کو توڑ دیں۔ نبی علیہ السلام نے ان کی روانگی پر حوصلہ افزائی کی اور انہیں رخصت کیا۔

قبیلہ ثقیف کے لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے

جب قبیلہ ثقیف کا وفد طائف آیا تو سارا قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ بت پرستی ترک کر کے اسلام کے قوانین کو خود پر لاگو کر لیا۔ ادھر جب یہ لوگ طائف واپس آ گئے تو جناب ابوسفیان اور جناب مغیرہ بن شعبہ نے تیر اٹھائے اور تمام بتوں کو توڑ ڈالا۔ لات کو بے عزت کر کے اوندھا ڈال دیا۔ بت خانہ سے ان حضرات کو بہت مال ملا جس کو ان دونوں حضرات نے قبضہ میں لے لیا۔

عروہ بن مسعود کے خاندان کی امداد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب سفیان و جناب مغیرہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ ان بتوں کے پاس سے جو مال حاصل ہو' اس میں سے عروہ بن مسعود کے بھائی اسود بن مسعود کو حصہ دے کر ان کی معاونت

کی جائے تاکہ وہ عروہ کا قرض ادا کریں' چنانچہ جناب سفیان و مغیرہ رضی اللہ عنہما نے تمام قرض خواہوں کو بلا کر سارا قرض ادا کر دیا اور بقیہ مال ساتھ لیا اور خدمت نبوی میں حاضر ہو گئے۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قرض کی ادائیگی کی وجہ

اس قرض کی ادائیگی کا حکم دینے کی وجہ یہ تھی کہ جب قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے جناب عروہ بن مسعود کو شہید کر دیا (جس کا واقعہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے) تو عروہ کے صاحبزادے ابو ملیح بن عروہ اور ان کے برادر زادے قارب بن اسود نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کے خوف سے مدینہ کا سفر اختیار کیا اور مدینہ آکر مشرف بہ اسلام ہوئے اور خدمت نبوی میں اس وقت تک حاضر رہے جب تک کہ ثقیف کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ نبی علیہ السلام نے ان کی بہت خاطر مدارات کی اور جب یہ لوگ مدینہ سے طائف جا رہے تھے تو نبی علیہ السلام نے حضرات ابوسفیان و مغیرہ دونوں سے فرمایا تھا کہ وہ طائف کے لوگوں کے ساتھ جائیں' لات اور دوسرے بتوں کو تباہ و برباد کر دیں۔ اس موقعہ پر جناب عروہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابو الملیح اور قارب دونوں نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اپنے اپنے والد کے قرضوں کے بارے میں عرض کیا۔ ابوالملیح نے کہا کہ جب جناب عروہ شہید ہوئے تو وہ کافی مقروض تھے۔ اگر مناسب خیال فرمائیں تو لات اور بتوں کے پاس سے حاصل ہونے والے مال سے جناب عروہ کا قرض ادا کیے جانے کا حکم فرمائیں' چنانچہ ان کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے نبی علیہ السلام نے حضرات ابوسفیان و مغیرہ کو جناب عروہ کے ادائے قرض کا حکم فرما دیا۔ یہ دیکھ کر جناب قارب نے بھی اپنے والد کے قرض ادا کیے جانے کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا' ایسا کرنا مناسب نہ ہوگا کیونکہ جب تمہارے والد اسود کا انتقال ہوا تھا' تو وہ مسلمان نہ تھے اور حالت کفر میں اس دنیا سے گئے' اس لیے مسلمانوں کے مال سے ان کے قرض کی ادائیگی مناسب نہ ہوگی۔ قارب نے درخواست کی' یا رسول اللہ یہ مجھ پر خصوصی احسان ہوگا کیونکہ انہوں نے جو ترکہ چھوڑا ہے' وہ ادائے قرض کے لیے کافی نہ ہوگا اور یہ ناقابل برداشت بوجھ میری گردن پر ہے' چنانچہ خصوصی احسان کے طور پر نبی علیہ السلام نے قارب کے سلسلہ میں بھی ہدایات جاری فرمائیں اور ان دونوں حضرات ابوسفیان اور مغیرہ کو ادائے قرض کا حکم فرمایا کہ "لات" اور دوسرے بتوں کے پاس سے حاصل ہونے والے مال سے ان کے قرضے ادا کیے جائیں۔

جناب ابوسفیان ابوالملیح کے ماموں تھے' ان کی بہن جناب عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجیت

میں تھیں' اس لیے ابوسفیان نے تعمیل ارشاد نبوی اور اپنی قرابت داری کے لحاظ سے جناب عروہ بن مسعود کا قرض ادا کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سفر حج اور سورہ برات کا نزول

جناب مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک سے واپسی اور ثقیف کے وفد کے اسلام قبول کرنے کے بعد رمضان کے بقیہ دنوں اور ماہ شوال و ذی القعدہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مدینہ طیبہ ہی میں رہا لیکن جب ذی الحجہ ۹ھ کا مہینہ شروع ہوا تو آپ نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج مقرر فرما کر موسم حج میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے امور کا نگران مقرر فرما کر انہیں دوسرے حاجیوں کے ساتھ مکہ کی جانب رخصت فرمایا۔

ابھی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے کہ سورہ برات کی آیات نازل ہوئیں۔ اس سورہ کے نزول پر صحابہ کی ایک جماعت نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر ان آیات کو جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا جائے تو وہ ان احکام کی روشنی میں عمل کریں اور ایام حج میں ان احکام پر عملدر آمد بھی کرائیں۔ اس مشورہ پر نبی علیہ السلام نے فرمایا' ان آیات کی تلاوت کا حق میرے اہل خاندان کے علاوہ اور کوئی ادا نہ کر سکے گا' چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور انہیں نبی علیہ السلام نے حکم دیا کہ تم مکہ جاؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مکہ روانگی

اور سورہ برات کی آیات زائرین کو سنا کر ان پر یہ واضح کر دو کہ کوئی کافر جنت میں نہیں جائے گا اور سال آئندہ سے کوئی مشرک حج کے لیے نہیں آئے گا' نہ خانہ کعبہ کا طواف عریاں حالت میں کیا جائے گا اور جن قبائل سے ہمارا یعنی مسلمانوں کا معاہدہ ہے' وہ اپنی مدت تک نافذ رہے گا۔

ان ہدایات کے موصول ہونے پر جناب علی نے سورۂ توبہ کی آیات کو نقل کیا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی غضباء پر سوار ہو کر حضرت ابوبکر صدیق کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ جب راستہ میں حضرت علی اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہما کی ملاقات ہوئی تو جناب ابوبکر نے سوال کیا' اے علی تم امیر مقرر ہو کر آئے ہو یا مامور کی حیثیت سے شریک سفر ہوئے ہو؟ جناب علی نے فرمایا نہیں امیر آپ ہی ہیں' میری حیثیت مامور کی ہے لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زائرین کے سامنے سورہ توبہ کی آیات کی تلاوت کا حکم فرمایا ہے۔

سورہ برات کا شان نزول

سورہ برات کی آیات کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے مابین معاہدے کی ایک شق یہ تھی کہ معاہدہ کی روشنی میں اگر کوئی مانع نہ ہوا تو مشرکین کو ان کے طریقہ کے مطابق حج و طواف کی اجازت ہوگی اور وہ اپنے طریقہ کار کے مطابق برہنہ طواف کر سکیں گے اور جاہلیت کے طریقہ کے مطابق اشہر حرم (معزز مہینوں) میں مشرکین کے ساتھ قتال حرام ہی رہے گا اور کوئی تعرض یعنی روک ٹوک نہ کی جائے گی۔ اور یہ عمومی معاہدہ تھا البتہ اس کے علاوہ ان مشرکوں اور کافروں کے ساتھ نبی علیہ السلام کا ایک خصوصی معاہدہ بھی تھا اور اس کی شرائط بھی متعین تھیں اور اس کی مدت بھی معین کر دی گئی تھی' لیکن معاہدہ میں یہ مدت ضبط تحریر میں نہیں آئی تھی' البتہ جو مدت معین کی گئی تھی' جب وہ گزر گئی تو اللہ تعالیٰ نے سورہ برات نازل فرمائی۔ چونکہ معاہدہ کی مدت گزر چکی تھی' اس لیے تمام شرائط ختم ہو چکی تھیں' اس لیے رب کریم نے یہ حکم فرمایا کہ آئندہ مشرکین حج کے لیے نہ آئیں اور برہنہ طواف پر بھی پابندی عاید کر دی گئی' اس کے علاوہ اشہر حرم میں جو رعایت دی گئی تھی' وہ بھی واپس لے لی گئی اور یہ حکم ہوا کہ اب مشرکین جہاں بھی ملیں' ان کے ساتھ رعایت نہ کی جائے اور جہاں ملیں ان کو قتل کرنے میں پس و پیش نہ کی جائے۔

منیٰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان

حضرت علی اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہما نے ارکان حج ادا کیے اور جب وقوف عرفات کے بعد منیٰ آئے تو یہ یوم النحر تھا (عیدالاضحیٰ کا دن اور ذی الحجہ کی دس تاریخ تھی) سب حاجی یہاں موجود تھے۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ احکام' جو حضور علیہ السلام نے دیے تھے' لوگوں کو سنائے۔

"لوگو! سنو جنت میں کوئی کافر داخل نہ ہوگا۔ اور اس سال کے بعد کوئی کافر حج میں شریک نہ ہوگا۔ نہ کوئی خانہ کعبہ کا برہنگی کی حالت میں طواف کرے گا۔ اور جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی معاہدہ تھا وہ اپنی مدت تک باقی رہے گا"۔

اس اعلان کے بعد حضرت علی نے چار ماہ کی مدت و مہلت دی کہ وہ ان ایام میں اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ یہ مدت گزرنے کے بعد کسی مشرک کو مہلت نہیں ملے گی اور یہ مہلت "سورہ برات" کی اس آیت کی روشنی میں تھی

"چار ماہ کی مہلت کی مدت میں خطہ زمین پر پھیل جاؤ یعنی اپنے مسکنوں کی جانب لوٹ جاؤ اور جان لو

کہ تم اللہ تعالیٰ کو نہ تھکا سکو گے"۔

سورہ برات کے مضامین کی تفصیل

سورہ برات (توبہ) کی ابتدائی آیات کفار کی عہد شکنی کے بارے میں اور درمیانی آیات منافقین کے حالات' ان کی مکاریاں اور ان کی خباثتوں کو ظاہر کرنے کے لیے نازل ہوئیں اور آخری آیات غزوہ تبوک کے بارے میں اتریں۔ جناب مصنف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تفصیلات تفسیر کی کتابوں سے معلوم کی جا سکتی ہیں۔ سورہ برات قرآن کریم کی نزول کے اعتبار سے سب سے آخری سورہ ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورہ توبہ کی ابتدائی آیات حجاج کو پڑھ کر سنائیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ اس تقریر کے بعد آپ نے حج کے بقیہ ارکان ادا فرمائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس آ گئے اور اس سال کے بعد کافروں کے ساتھ حج نہ ہوا اور برہنہ طواف پر بھی پابندی عاید کر دی گئی اور حرمت والے مہینوں میں مشرکین کے ساتھ جنگ کی اجازت دے دی گئی۔

منافقین کے بارے میں جو کچھ "سورہ برات" میں بیان ہوا' اس میں منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کی موت کا واقعہ ہے' جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

عبداللہ بن ابی کی موت

جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو نبی علیہ السلام کی خدمت میں اس کے رشتہ داروں نے ایک قاصد کو روانہ کیا تاکہ اس کی موت کی اطلاع کے ساتھ یہ درخواست کی جائے کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں' چنانچہ نبی علیہ السلام اٹھے اور اس کے جنازہ پر آئے تاکہ نماز جنازہ پڑھائیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عرض کیا' یارسول اللہ آپ منافقوں کے سردار' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمن کی نماز جنازہ پڑھائیں گے جس نے فلاں دن آپ کے بارے میں یہ گستاخانہ کلمات کہے تھے اور ایسی ایسی باتیں اس کی طرف کہی جاتی منسوب ہیں۔ حضرت عمر کی باتیں سن کر نبی علیہ السلام نے تبسم کے ساتھ حضرت عمر کی جانب دیکھا اور فرمایا' ایسے لوگوں کے لیے دعائے مغفرت کے سلسلہ میں مجھے اختیار دیا گیا ہے چاہوں تو میں ان کے لیے دعائے مغفرت (نماز جنازہ پڑھوں) کروں یا نہ کروں اور اس کی تائید میں سورہ توبہ کی آیت ۸ کا یہ حصہ تلاوت فرمایا۔ آپ ان کے لیے طلب مغفرت کریں یا نہ کریں اور اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی طلب مغفرت کریں لیکن اللہ تعالیٰ ہرگز ان کی مغفرت نہ فرمائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جذبات اخلاص

جناب عمر رضی اللہ عنہ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس گفتگو سے اطمینان نہ ہوا اور وہ حضور علیہ السلام کی سامنے کھڑے رہے تاکہ کسی طرح اصرار و درخواست کسی نہ کسی طریقہ سے حضور علیہ السلام کو نماز جنازہ نہ پڑھانے دیں۔ جب یہ سلسلہ طویل ہونے لگا تو آپ نے حضرت عمر سے فرمایا' عمر! یہاں سے ہٹو تاکہ میں نماز جنازہ پڑھاؤں کیونکہ مجھے اس سلسلہ میں اختیار دیا گیا ہے' اگر مجھے یہ احساس ہو تاکہ ستر مرتبہ سے زیادہ طلب مغفرت کرنے سے اس کی بخشش ہو جائے گی تو بھی میں ایسا کرتا۔ یہ سن کر حضرت عمر سامنے سے ہٹ گئے اور حضور علیہ السلام نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھا دی۔

بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت صدمہ ہوا اور ندامت بھی کہ میں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اصرار بھی کیا اور الحاح و زاری بھی کی تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں مگر آپ نے پڑھا دی۔ اب ممکن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے جذبات اخلاص کی قدر کرتے ہوئے آیت نازل فرما دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو منافقین کے جنازوں میں شرکت اور نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا۔

ان (منافقین) میں سے اگر کوئی مرجائے تو آپ ہرگز ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیں' نہ ان کے جنازوں میں شرکت کریں کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا تھا اور حالت کفر میں مرے' یہ لوگ راندہ درگاہ لوگوں میں سے ہیں۔

اس آیت کے نزول کے بعد نہ تو حضور علیہ السلام نے کسی کافر کی نماز جنازہ پڑھی' نہ کسی کے جنازہ میں شرکت کی اور آیت کریمہ نازل ہوئی' اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ آئندہ ہرگز منافقوں کی نماز جنازہ ادا نہ کریں اور نہ ان کے جنازہ میں شریک ہوں کیونکہ ان (منافقوں) کی موت حالت کفر میں ہوئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ راندہ درگاہ لوگوں میں سے ہیں۔

غزوہ تبوک کے واقعات اب اللہ تعالیٰ نے سورہ برات کے آخر میں نازل فرمائے۔ غزوہ تبوک وہ آخری جنگ ہے جس میں نبی علیہ السلام نے شرکت کی اور یہ آخری غزوہ تھا۔

غزوات کی تعداد اور ان کی تفصیل

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن غزوات میں اسلامی لشکر روانہ فرمائے' ان کی تعداد اٹھائیس ہے' جن کی تفصیلات گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔ ان کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) غزوہ ابواء (۲) غزوہ بواط (۳) غزوہ عشیرہ
(۴) غزوہ بدر اولیٰ (۵) غزوہ بدر کبریٰ (۶) غزوہ بنی سلیم
(۷) غزوہ سویق (۸) غزوہ غطفان (۹) غزوہ بحران
(۱۰) غزوہ احد (۱۱) غزوہ حمراء الاسد (۱۲) غزوہ بنو نضیر
(۱۳) غزوہ ذات الرقاع (۱۴) غزوہ بدر آخر (۱۵) غزوہ دومتہ الجندل
(۱۶) غزوہ خندق (۱۷) غزوہ بنو قریظہ (۱۸) غزوہ بنو لحیان
(۱۹) غزوہ ذی قرد (۲۰) غزوہ بن مصطلق (۲۱) غزوہ حدیبیہ
(۲۲) غزوہ خیبر (۲۳) غزوہ وادی القریٰ (۲۴) غزوہ عمرۃ القضاء
(۲۵) غزوہ فتح مکہ (۲۶) غزوہ حنین (۲۷) غزوہ طائف
(۲۸) غزوہ تبوک

ان غزوات میں سے نو غزوات میں خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی' ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

غزوات بدر' احد' خندق' قریظہ' مصطلق' خیبر' فتح مکہ' حنین و طائف۔ جناب حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں ان غزوات کی منظر کشی کی ہے' جن میں کہ انصار نے نبی علیہ السلام کے ساتھ شرکت کرکے داد شجاعت دی۔

شعر

أَلَسْتُ خَيْرَ مَعَدٍّ كُلِّهَا نَفَراً[2]
وَمَعْشَراً إنْ هُمُ عُمُّوا وإنْ حُصِلُوا
قَوْمٌ هُمُ شَهِدُوا بَدْراً بِأجْمَعِهِمْ
مَعَ الرَّسُولِ فَمَا ءالَوا وَمَا خَذَلُوا ١٠
وَبَايَعُوهُ فَلَمْ يَنْكُثْ[3] بِهِ أَحَدٌ
مِنْهُمْ وَلَمْ يَكُ فى إيمانِهِمْ دَخَلُ
[وَ] يَوْمَ صَبَّحَهُمْ فِي الشِّعْبِ مِنْ أُحُدٍ
ضَرْبٌ رَصِينٌ كَحَرِّ[4] النَّارِ مُشْتَعِلُ

وَيَوْمَ ذِى قَرَدٍ يَوْمَ ٱسْتَثَارَ بِهِم
عَلَى ٱلْجِيادِ فَما خامُوا وَما نَكَلُوا
وَذا ٱلعُشَيْرَةِ جاسُو[ها] بِخَيْلِهِمُ
مَعَ ٱلرَّسُولِ عَلَيْهَا ٱلْبِيضُ وَٱلْأَسَلُ
وَيَوْمَ وَدّانَ أجْلَوْا أهْلَهُ رَقَصاً
بِٱلْخَيْلِ حَتَّى نَهانَا ٱلْحَزْنُ وَٱلْجَبَلُ
وَلَيْلَةً طَلَبُوا فِيها عَدُوَّهُمُ
لِلّٰهِ وَٱللّٰهُ يَجْزِيهِمْ بِمَا عَمِلُوا
وَغَزْوَةً يَوْمَ نَجْدٍ ثُمَّ كانَ لَهُمْ
مَعَ ٱلرَّسُولِ بِهَا ٱلْأَسْلابُ وَٱلنَّفَلُ
وَلَيْلَةً بِحُنَيْنٍ جالَدُوا مَعَهُ
فِيها يَعُلُّهُمُ بِٱلْحَرْبِ إذْ نَهَلُوا
وَغَزْوَةَ ٱلْقاعِ فَرَّقْنَا ٱلْعَدُوَّ بِهِ[2]
كَمَا تُفَرِّقُ دُونَ ٱلْمَشْرَبِ ٱلرَّسَلُ[3]
وَيَوْمَ بُويِعَ كانُوا أهْلَ بَيْعَتِهِ
عَلَى ٱلْجِلادِ فَآسَوْهُ وَما عَدَلُوا
وَغَزْوَةَ ٱلْفَتْحِ كانُوا فِى سَرِيَّتِهِ
مُرابِطِينَ فَما طَاشُوا وَمَا عَجِلُوا
* وَيَوْمَ خَيْبَرَ كانُوا فِى كَتِيبَتِهِ
يَمْشُونَ كُلُّهُمُ مُسْتَبْسِلٌ بَطَلُ
بِٱلْبِيضِ تُرْعَشُ فِى ٱلْأَيْمانِ عارِيَةً
تَعْوَجُّ[4] فِى ٱلضَّرْبِ أحْياناً وَتَعْتَدِلُ
وَيَوْمَ سارَ رَسُولُ ٱللّٰهِ مُحْتَسِباً
إلىٰ تَبُوكَ وَهُمْ رايــاتُهُ ٱلْأُوَلُ
وَساسَةُ ٱلْحَرْبِ إنْ حَرْبٌ بَدَتْ لَهُمُ
حَتّٰى بَدَا لَهُمُ ٱلإقْبالُ وَٱلقَفَلُ
أُولٰئِكَ ٱلْقَوْمُ أنْصارُ ٱلنَّبِيِّ وَهُمْ
قَوْمِى أصِيرُ إلَيْهِمْ حِينَ أتَّصِلُ

اس قصیدے کے علاوہ جناب حسان نے دو اور قصیدے بھی نظم کیے جو کتب سیرت میں منقول ہیں۔ جناب مصنف نے ان کا اپنی کتاب میں تذکرہ نہیں کیا۔

جناب مصنف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتدا کتاب جلد ثانی سے یہاں تک مغازی کا تذکرہ ہوا' اب عرب کے ان وفود کا ذکر ہوگا جو وقتاً" فوقتاً" خودبخود بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور خوش دلی کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

اہل عرب کے وفود کی بارگاہ نبوی میں حاضری

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے' تبوک فتح ہوا اور عرب کا سب سے بڑا اور مضبوط قبیلہ ثقیف دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا تو عرب کے بقیہ قبائل اور اطراف کے رہنے والوں کی آنکھیں کھل گئیں اور انہیں اسلام کی سربلندی کا احساس ہوگیا لہٰذا جوق در جوق قبائل نے آکر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔

ان کے اسلام قبول کرنے کی وجہ یہ بھی ہوئی کہ یہ قبائل اس بات کے منتظر تھے کہ اسلام کی اشاعت اور لوگوں کے جوق در جوق اسلام قبول کرنے پر قریش مکہ کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔ وہ اسلام قبول کرتے ہیں اور نبی علیہ السلام کی اطاعت کرتے ہیں یا نہیں۔ اور ان قریش کے ساتھ نبی علیہ السلام کا طرزعمل کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا تعلق خطہ حرم سے تھا اور یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور سارا خطہ عرب قریش کو ان نسبتوں کی وجہ سے اپنا مقتدا اور پیشوا جانتا تھا۔ ان کی حکم عدولی کرنا گناہ تصور کرتا تھا اور ہر حالت میں' دینی اور دنیاوی' قریش کا اتباع لازم و ضروری تھا۔

اس کے علاوہ ایک بات اور بھی تھی کہ قریش کے لوگ نبی علیہ السلام کی مخالفت اور آپ سے جنگ کرنے میں پیش پیش تھے اور ہمہ وقت نبی علیہ السلام اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ اپنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے باز نہ آتے تھے۔

ان وجوہات کی بنا پر سارا عرب قریش پر نظریں لگائے بیٹھا تھا لیکن انہوں نے سنا کہ نبی علیہ السلام نے مکہ فتح کر لیا اور قریش کے لوگوں اور ملحقہ قبائل کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا تو قبائل عرب کی آنکھیں کھلیں اور انہیں احساس ہوا کہ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر نبی علیہ السلام کے احکام کا اتباع کرنا لازمی ہے اور اگر خود اسلام قبول نہ کریں گے تو بدرجہ مجبوری اسلام قبول کرنا ہوگا لہٰذا اطراف و اکناف سے لوگ وفدوں کی شکل میں مدینہ آکر اسلام قبول کرنے لگے۔ اور اس موقعہ پر

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار احسان فرماتے ہوئے سورہ نصر نازل فرمائی۔

"اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت نازل ہوئی اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ جوق در جوق اللہ کے دین کو قبول کر رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی حمد اور اس کی پاکی بیان کریں اور (امت مسلمہ کے لیے) طلب مغفرت فرمائیں' بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کا بڑا قبول کرنے والا ہے"۔

وفود کا سال

۹ھ میں عرب کے مختلف قبائل کے وفود نے آکر اسلام قبول کیا' اس لیے ۹ھ کو اسلامی تاریخ میں وفود کا سال کہا جاتا ہے۔ ان سب قبائل میں سب سے پہلے جس قبیلہ نے اسلام کے ساتھ وابستگی اختیار کی' وہ "بنو تمیم" تھے۔ یہ قبیلہ تعداد کے لحاظ سے بھی بڑا تھا اور مال و دولت کے لحاظ سے دوسرے قبائل عرب میں ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔

بنو تمیم کا قبول اسلام

عطارد بن حاجب بن زرارہ بنو تمیم کا سردار تھا۔ یہ اپنے ساتھ بنو تمیم کے سربر آوردہ لوگوں اقرع بن حابس' زبرقان بن بدر اور حجاب اور دوسرے چند لوگوں کے ساتھ مدینہ آیا۔ بنو تمیم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ تندخو اور جلدباز تھے۔ جب یہ مسجد نبوی میں آئے' اس وقت نبی علیہ السلام دولت سرائے اقدس میں تھے۔ انہیں اتنا انتظار نہ ہوا کہ آپ حجرہ اقدس سے باہر تشریف لائیں۔ انہوں نے آتے ہی آوازیں لگانی شروع کر دیں' اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) آپ ہمارے پاس باہر تشریف لائیں۔ جب نبی علیہ السلام نے ان کی آوازیں سنیں تو آپ کو سخت اذیت ہوئی اور ان کی یہ بد تہذیبی ناگوار ہوئی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے "سورہ احزاب" کی یہ آیت نازل فرمائی۔

"وہ لوگ جو آپ کو حجرہ کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں' ان میں سے بہت سوں کی عقل و شعور نہیں اور اگر وہ اس وقت تک صبر کر لیتے جب تک کہ آپ حجرہ شریفہ سے باہر تشریف لائیں تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ مغفرت فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ شریفہ سے باہر تشریف لائے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو شروع کی تو بنو تمیم کے ایک شخص نے کہا' اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ آپ سے

گفتگو کریں اور آپ کو اپنی خوبیوں اور منصب سے آگاہ کریں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' مناسب ہے جو مناسب خیال کرتے ہو بیان کرو۔ چنانچہ عطارد بن حاجب' جو وفد کا سربراہ ہونے کے علاوہ قوم کا سردار بھی تھا' اٹھا اور اپنی تعریف و توصیف میں ان الفاظ میں رطب اللسان ہوا۔

عطارد کا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی لَهُ عَلَیْنَا الْفَضْلُ ، وَهُوَ أَهْلُهُ ، الَّذِی جَعَلَنَا مُلُوکاً ، وَوَهَبَ لَنَا أَمْوالاً عِظاماً، نَفْعَلُ فِیهَا [الْمَعْرُوفَ] وَجَعَلَنَا أعزَّ أهْلِ الْمَشْرِقِ وَأَکْثَرَهُ عَدَداً ، وَأَیْسَرَهُ عُدَّةً ، فَمَنْ مِثْلُنَا فِی النَّاسِ؟ أَلَسْنَا بِرُءُوسِ النَّاسِ وَأُولِی فَضْلِهِمْ ؟ فَمَنْ فاخَرَنا فَلْیَعْدُدْ مِثْلَ ما عَدَدْنا ، وَإنَّا لَوْ نَشاءُ لأَکْثَرْنَا الْکَلامَ ، وَلٰکِنَّا نَحْیَیٰ مِنَ الإِکْثارِ فِیما أعْطانا ، وَأنَّا نُعْرَفُ [بِذٰلِکَ].
أَقُولُ هٰذا لِأَنْ تَأْتُوا بِمِثْلِ قَوْلِنا ،وَأمْرٍ أَفْضَلَ مِنْ أمْرِنا.

"تمام تعریفیں اس رب العالمین اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام تعریفوں کے لائق ہے' جس نے ہم پر فضل و کرم فرمایا' جس نے ہمیں اختیار و اقتدار عطا فرمایا' ہمیں اعمال خیر کے لیے دولت و حشمت سے نوازا۔ اس نے مشرق کے لوگوں میں سے ہمیں اعزاز و اکرام سے نوازا۔ ہمیں عددی طاقت دی' عادت آسانی دی۔ لوگوں میں ہمارا مقابل و مماثل کون ہے' کیا ہم لوگوں میں نیکی کرنے والے اور صاحب فضل و کرم نہیں ہیں' اگر کوئی ہم پر تقاضا کرنا چاہے تو وہ اپنے فضائل اسی طرح گنوائے جس طرح کہ ہم نے گنوائے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس سے زیادہ بھی کہہ سکتے ہیں لیکن جو کچھ ہمیں ملا ہے' اس کا اظہار کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے اور ہم ان تمام امور سے واقف ہیں اور صرف اتنا ہی کہتے ہیں کہ ہماری طرح اپنے فضائل کا کوئی اظہار تو کرے اور اپنی خوبیاں ہم سے زیادہ پیش کرے"۔

یہ باتیں کہہ کر عطارد بن حاجب بیٹھ گیا تو نبی علیہ السلام نے جناب ثابت بن قیس سے فرمایا' اٹھو اور عطارد کی گفتگو کا جواب دو۔ چنانچہ جناب ثابت رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

جناب ثابت بن قیس کا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی السَّمٰوٰاتُ وَالْأَرْضُ خَلْقُهُ ، قَضَیٰ فِیهِنَّ أَمْرَهُ ، وَوَسِعَ کُرْسِیَّهُ عِلْمُهُ ، وَلَمْ یَکُ شَیْءٌ [قَطُّ] إِلاَّ مِنْ فَضْلِهِ ، ثُمَّ کانَ مِنْ قُدْرَتِهِ أَنْ جَعَلَنا مُلُوکاً، وَاصْطَفَیٰ مِنْ خَیْرِ خَلْقِهِ رَسُولاً ، أَکْرَمَهُ نَسَباً ، وَأَصْدَقَهُ حَدِیثاً ، وَأَفْضَلَهُ حَسَباً ،

فَأَنْزَلَ عَلَيْهِ كِتَابَهُ وَأَتَمَنَهُ عَلَىٰ خَلْقِهِ ، فَكَانَ خِيرَةَ اللهِ مِنَ الْعَالَمِينَ ثُمَّ دَعَا النَّاسَ إِلَى الْإِيمَانِ بِهِ ، فَآمَنَ بِرَسُولِ اللهِ

الْمُهَاجِرُونَ[1] مِنْ قَوْمِهِ وَذَوِي رَحِمِهِ[2] ، أَكْرَمُ النَّاسِ أَحْسَاباً[3] ، وَأَحْسَنُ النَّاسِ وُجُوهاً ، وَخَيْرُ [النَّاسِ] فِعَالاً . ثُمَّ كَانَ ، أَوَّلَ الْخَلْقِ * إِجَابَةً ، [وَاسْتَجَابَ] لِلّٰهِ حِينَ دَعَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [نَحْنُ] فَنَحْنُ أَنْصَارُ اللهِ وَوُزَرَاءُ رَسُولِهِ[4] ، نُقَاتِلُ النَّاسَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا [بِاللهِ ، فَمَنْ] آمَنَ بِاللهِ وَرَسُولِهِ مَنَعَ [مِنَّا] مَالَهُ وَدَمَهُ ، وَمَنْ كَفَرَ جَاهَدْنَاهُ فِي اللهِ أَبَداً ، وَكَانَ قَتْلُهُ عَلَيْنَا يَسِيراً . أَقُولُ قَوْلِي هٰذَا وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ لِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ .

"تمام تعریفیں اس خالق و مالک کے لیے ہیں جس نے آسمان و زمین کو پیدا فرما کر ان میں اپنے احکام کو نافذ فرمایا۔ عرش و کرسی سے اس کا علم وسیع ہے۔ کائنات میں کوئی ایسا نہیں جس پر اس کا فضل و کرم نہ ہو۔ قدرت الٰہی کا مظاہرہ یہ ہے کہ اس نے ہمیں اختیار و اقتدار عطا فرمایا اور اپنی بہترین مخلوقات میں سے ہم میں ایسا رسول مبعوث فرمایا جو حسب و نسب میں اکرم و افضل ہیں اور صادق القول بھی۔ پھر اس نے اپنی مخلوقات پر احسان عظیم فرمایا اور اس قوم پر اپنی کتاب (ہدایت) کو نازل فرمایا' اس طرح اس امت کو عالمین پر فضیلت سے نوازا۔ پھر لوگوں کو اس کتاب پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ (ابتدا میں) ان کی قوم کے لوگوں' مہاجرین نے اسلام کی دولت کو حاصل کیا جو حسب و نسب کے اعتبار سے بلند عادت و خصلت کے اچھے' صورت و سیرت میں ممتاز اور اعمال خیر میں سب سے آگے ہیں۔ یہی لوگ اسلام کی دعوت کو سب سے پہلے قبول کرنے والے اور جب نبی علیہ السلام نے انہیں اللہ رب العالمین کی طرف دعوت دی تو اس کو قبول کرنے والے ہیں۔ ہم انصار ہی تھے' ہم اس طرح اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر کی طرح سے ہیں۔ ہم لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لے آتے' پس جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے گا' اس نے اپنی جان و مال کی حفاظت کی اور اس کو ہمارے ہاتھوں سے محفوظ کر لیا۔ اور جو کوئی اسلام قبول کرنے سے انکار کرے گا' ہم ہمیشہ اس سے جہاد کرتے رہیں گے۔ اور دشمنان اسلام کا قتل ہمارے لیے آسان ہو گا۔ مجھے یہی بتانا مقصود تھا' میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنے تمام مسلمان بھائیوں بہنوں کے لیے

طلب مغفرت کرتا ہوں۔ والسلام علیکم"۔

جب جناب ثابت قیس اس تقریر سے فارغ ہوئے تو قبیلہ بنو تمیم کے وفد کا ایک شاعر اٹھا اور اس نے یہ اشعار پڑھے۔

بیت

نَحْنُ الْكِرامُ فَلا حَيٌّ يُعادِلُنا
مِنَّا الْمُلُوكُ وَفِينا تُنْصَبُ الْبِيَعُ
وَكَمْ قَسَرْنا مِنَ الأحْياءِ كُلِّهِمِ
عِنْدَ النِّهابِ وَفَضْلُ الْعِزِّ يُتَّبَعُ
وَنَحْنُ يُطْعِمُ عِنْدَ الْقَحْطِ مُطْعِمُنا
مِنَ الشِّواءِ إذا لَمْ يُؤْنَسِ الْقَزَعُ
بِما تَرَى النّاسَ تَأْتِينا سَراتُهُمُ[1]
مِنْ كُلِّ أرْضٍ هُوِيًّا ثُمَّ نَصْطَنِعُ
فَنَنْحَرُ الْكُومَ عُبْطاً في أرُومَتِنا
لِلنّازِلِينَ إذا ما أُنْزِلُوا شَبِعُوا
فَلا تَرانا إلى حَيٍّ نُفاخِرُهُمْ
إلّا اسْتَفادُوا فَكانُوا الرَّأْسَ يُقْتَطَعُ
فَمَنْ يُفاخِرُنا في ذاكَ نَعْرِفُهُ
فَيَرْجِعُ الْقَوْمُ وَالأخْبارُ تُسْتَمَعُ
إنّا أبَيْنا وَلا يَأْبَى لَنا أحَدٌ
إنّا كَذٰلِكَ عِنْدَ الْفَخْرِ نَرْتَفِعُ

جس وقت بنو تمیم کا شاعر "زبرقان" یہ اشعار پڑھ رہا تھا' اس وقت جناب حسان بن ثابت انصاری مجلس نبوی میں موجود نہ تھے چنانچہ نبی علیہ السلام نے کسی کو بھیجا کہ وہ جا کر جناب حسان کو بلا کر لائے چنانچہ اس قاصد نے آ کر مجھ سے کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا ہے تاکہ آپ وہاں چل کر بنی تمیم کے شاعرانہ کلام کا جواب دیں۔ میں حسب طلب اٹھا اور بارگاہ نبوی میں حاضری کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں یہ چند اشعار موزوں ہوئے جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

مَنَعْنَا رَسُولَ اللهِ إِذْ حَلَّ وَسْطَنَا
عَلَىٰ أَنْفِ رَاضٍ مِنْ مَعَدٍّ وَرَاغِمِ
مَنَعْنَاهُ لَمَّا حَلَّ بَيْنَ بُيُوتِنَا
بِأَسْيَافِنَا مِنْ كُلِّ بَاغٍ وَظَالِمِ
بِبَيْتٍ حَرِيدٍ عِزُّهُ وَثَرَاؤُهُ
بِجَابِيَةِ الْجَوْلَانِ وَسْطَ الْأَعَاجِمِ
هَلِ الْمَجْدُ إِلَّا السُّودَدُ الْعَوْدُ وَالنَّدَىٰ
وَجَاهُ الْمُلُوكِ وَاحْتِمَالُ الْعَظَائِمِ

جناب حسان فرماتے ہیں جب میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو بنو تمیم کا شاعر زبرقان بن بدر نے کھڑے ہو کر اس قصیدہ کو دوبارہ پڑھا جو وہ بنو تمیم کی تعریف میں پہلے پڑھ چکا تھا۔ جب زبرقان نے قصیدہ ختم کیا تو نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا' حسان اٹھو اور بنو تمیم کے شاعر کو جواب دو۔ جناب حسان فرماتے ہیں' جتنی دیر زبرقان اپنا قصیدہ پڑھتا رہا' میں اسی قافیہ و ردیف میں اشعار موزوں کرتا رہا۔ جب حضور علیہ السلام نے مجھے حکم دیا تو میں نے اسی قافیہ و ردیف میں یہ قصیدہ پڑھا۔

قصیدہ

إِنَّ الذَّوَائِبَ مِنْ فِهْرٍ وَإِخْوَتِهِمْ
قَدْ بَيَّنُوا سُنَّةً لِلنَّاسِ تُتَّبَعُ
[يَرْضَىٰ بِهِمْ كُلُّ مَنْ كَانَتْ سَرِيرَتُهُ
تَقْوَى الْإِلٰهِ وَكُلَّ الْخَيْرِ يَصْطَنِعُ]
قَوْمٌ إِذَا حَارَبُوا ضَرُّوا عَدُوَّهُمْ
أَوْ حَاوَلُوا النَّفْعَ فِي أَشْيَاعِهِمْ نَفَعُوا
سَجِيَّةٌ تِلْكَ مِنْهُمْ غَيْرُ مُحْدَثَةٍ
إِنَّ الْخَلَائِقَ فَاعْلَمْ شَرُّهَا الْبِدَعُ
إِنْ كَانَ فِي النَّاسِ سَبَّاقُونَ بَعْدَهُمْ
فَكُلُّ سَبْقٍ لِأَدْنَىٰ سَبْقِهِمْ تَبَعُ

لایرقع الناس ما أوهت أكفهم
عند الدفاع ولا یوهون ما رقعوا
إن سابقوا الناس یوماً فاز سبقهم
أو وازنوا أهل مجد بالندی متعوا
أعفة ذكرت فی الوحی عفتهم
لایطبعون ولا یردیهم طمع
لایبخلون علی جار بفضلهم
ولا یمسهم من مطمع طبع
إذا نصبنا لحی لم ندب لهم
كما یدب إلی الوحشیة الذرع
نسمو إذا الحرب نالتنا مخالبها
إذا الزعانف من أظفارها خشعوا
لایفخرون إذا نالوا عدوهم
وإن أصیبوا فلاخور ولا هلع
كأنهم فی الوغی والموت مكتنع
أسد بحلیة فی أرساغها فدع
خذ منهم ما أتی عفواً إذا غضبوا
ولایكن همك الأمر الذی منعوا
فإن فی حربهم فاترك عداوتهم
شراً یخاض علیه السم والسلع
أكرم بقوم رسول الله شیعتهم
إذا تفاوتت الأهواء والشیع
أهدی لهم مدحتی قلب یوازره
فیما أحب لسان حائك صنع

فإنهم أفضل الأحیاء كلهم

أتیناك كیما یعلم الناس فضلنا
إذا اختلفوا[1] عند احتضار المواسم

* بِأَنَّا فُرُوعُ النَّاسِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ
وَأَنْ لَيْسَ فِي أَرْضِ الْحِجَازِ كَدَارِمِ
وَأَنَّا نَذُودُ الْمُعْلِمِينَ إِذَا انْتَخَوْا
وَنَضْرِبُ رَأْسَ الْأَصْيَدِ الْمُتَفَاقِمِ
وَأَنَّ لَنَا الْمِرْبَاعَ فِي كُلِّ غَارَةٍ
نُغِيرُ بِنَجْدٍ أَوْ بِأَرْضِ الْأَعَاجِمِ

بعدازان حسّان بن ثابت برخاست، و در مُجابات شعر وی، این بیتها برخواند:

هَلِ الْمَجْدُ[2] إِلَّا السُّؤْدَدُ الْعَوْدُ وَالنَّدٰى
وَجَاهُ الْمُلُوكِ وَاحْتِمَالُ الْعَظَائِمِ
نَصَرْنَا وَآوَيْنَا النَّبِيَّ مُحَمَّداً
عَلَىٰ أَنْفِ رَاضٍ[3] مِنْ مَعَدٍّ وَرَاغِمِ
بِحَيٍّ حَرِيدٍ أَصْلُهُ وَ ثَرَاؤُهُ
بِجَابِيَةِ الْجَوْلَانِ وَسْطَ الْأَعَاجِمِ
نَصَرْنَاهُ لَمَّا حَلَّ وَسْطَ دِيَارِنَا
بِأَسْيَافِنَا مِنْ كُلِّ بَاغٍ وَ ظَالِمِ
جَعَلْنَا بَنِينَا دُونَهُ وَبَنَاتِنَا
وَطِبْنَا لَهُ نَفْساً بِفَيْءِ الْمَغَانِمِ
وَنَحْنُ ضَرَبْنَا النَّاسَ حَتَّىٰ تَتَابَعُوا
عَلَىٰ دِينِهِ بِالْمُرْهَفَاتِ الصَّوَارِمِ
وَنَحْنُ وَلَدْنَا مِنْ قُرَيْشٍ عَظِيمَهَا
وَلَدْنَا نَبِيَّ الْخَيْرِ مِنْ آلِ هَاشِمِ
بَنِي دَارِمٍ لَا تَفْخَرُوا إِنَّ فَخْرَكُمْ
يَعُودُ وَبَالاً عِنْدَ ذِكْرِ الْمَكَارِمِ
هَبِلْتُمْ عَلَيْنَا تَفْخَرُونَ وَأَنْتُمْ
لَنَا خَوَلٌ مَا بَيْنَ ظِئْرٍ وَخَادِمِ؟
فَإِنْ كُنْتُمْ جِئْتُمْ لِحَقْنِ دِمَائِكُمْ
وَأَمْوَالِكُمْ أَنْ تُقْسَمُوا فِي الْمَقَاسِمِ
فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ نِدّاً وَأَسْلِمُوا
وَلَا تَلْبَسُوا زِيّاً كَزِيِّ الْأَعَاجِمِ

مصنف رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب حسان بن ثابت قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو بنو تمیم کے وفد کا ایک ممبر' جو سرداران قبیلہ میں سے تھا' اٹھا اور اپنے ساتھیوں سے کہا' "میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اس ذات اقدس پر کسی چیز کی کمی نہیں کی ہے اور ہر طرح نوازا ہے۔ اسی وقت دیکھو کہ ان کا خطیب ہمارے خطیب پر بھاری رہا اور ان کے شاعر کا کلام ہمارے شاعر کے مقابلہ میں فصیح و بلیغ تھا۔ انہوں نے اپنی تعریف و توصیف اور اپنی خوبیوں کو جس انداز سے ظاہر کیا' وہ ہمارے مناقب اور تعریف و توصیف سے بڑھ کر تھا۔ اب تمہارے لیے کوئی بہانہ نہیں' اٹھو اور اسلام قبول کر لو"۔ چنانچہ سب نے اسلام قبول کیا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان پر بے حد نوازشیں فرمائیں اور وفد کے ارکان کو انفرادی طور پر نوازا اور معلوم فرمایا کہ تم میں کوئی باقی تو نہیں رہ گیا ہے تو بعد میں معلوم ہوا کہ وفد کے اراکین میں سے سب سے کمر عمر فرد کو سامان کی حفاظت کی خاطر چھوڑ دیا گیا ہے۔ نبی علیہ السلام کے دوبارہ ارشاد فرمانے پر قیس بن عاصم نے بطور استہزاء بتایا کہ عمرو بن اہتم کو سامان کی حفاظت کی خاطر چھوڑ دیا ہے' اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کی حیثیت کو کمتر ظاہر کیا جائے تاکہ وہ انعام و اکرام حاصل نہ کر سکے کیونکہ ان دونوں میں آپس میں چپقلش تھی لیکن نبی علیہ السلام نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور فرمایا وہ وفد کے ساتھ ہے' اس لیے اس کو محروم کرنا مناسب نہ ہوگا۔ لیکن اس موقعہ پر قیس نے ایک کوشش اور کی کہ یہ عمرو بن اہتم محروم رہ جائے لیکن اس کو بلا کر نبی علیہ السلام نے دوسروں سے زیادہ عطا فرمایا۔ اس موقعہ پر قیس بن اہتم نے نبی علیہ السلام کے سامنے اس کی تحقیر کی جس سے عمرو کو غصہ آیا اور اس نے اپنی تعریف اور قیس کی ہجو میں

بنی عامر کے فتنہ انگیز وفد کی بارگاہ نبوی میں حاضری

مصنف کتاب جناب محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں۔ بنو عامر کے تین سردار اربد بن قیس' جبار بن سلمیٰ اور عامر بن طفیل اپنی فتنہ پروری اور شر انگیزی میں اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ شیطان بھی ان سے پناہ مانگتا تھا اور ان تینوں میں عامر بن طفیل سب سے بڑھا ہوا تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی میں سب سے پیش پیش رہتا تھا۔ اس نے اربد بن قیس اور جبار بن سلمیٰ کو اپنے ساتھ ملایا اور سازش کی کہ یہ تینوں اسلام لانے کے بہانے سے مدینہ جائیں اور تنہائی میں (خاکم بدہن) حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو قتل کر دیں۔

ادھر بنو عامر کے لوگ عامر بن طفیل پر زور دے رہے تھے کہ تمام قبائل عرب دائرہ اسلام میں داخل ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر رہے ہیں' تم کب تک انتظار کرو گے۔ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت دل سے نکال دو اور اسلام قبول کرو' لیکن عامر بن طفیل کا جواب ہوتا کہ جب تک (خاکم بدہن) میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ختم نہ کرلوں گا' ان کا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔

جب ان تینوں سرکشوں کا آپس میں معاہدہ ہوگیا تو عامر بن طفیل نے اربد بن قیس سے کہا کہ جب ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور میں انہیں باتوں میں لگاؤں تو تم اٹھ کر انہیں قتل کر دینا۔ اس کام کے لیے اربد کو اس لیے منتخب کیا گیا تھا کہ وہ اپنے وقت کا بہترین شمشیر زن اور بہادر تھا اور اس نے بہت کارنامے انجام دیے تھے۔

جب یہ تینوں مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہ نبوی میں حاضری اور تخلیہ نصیب ہوا تو عامر بن طفیل نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) آپ مجھ سے دوستی کیوں نہیں کر لیتے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا' تم سے دوستی اس وقت ہوگی جب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ گے اور مسلمان ہو جاؤ گے۔ عامر نے کہا' ایسا نہیں اور دوستی کو مشروط نہ کریں اور دوستی کرلیں۔ نبی علیہ السلام نے اس کو وہی جواب دیا تو عامر نے پھر وہی بات کہی کہ دوستی کو اسلام لانے پر مشروط نہ کریں (اور عامر نے اربد بن قیس کو اشارہ کیا تاکہ وہ اٹھ کر اپنا کام کرے) لیکن نبی علیہ السلام نے اس کو وہی جواب دیا جو پہلی مرتبہ ارشاد فرمایا تھا' ادھر عامر نے جب محسوس کیا کہ اربد اب تک نہیں اٹھا' حالانکہ میں گفتگو کو طول دیتا رہا' القصہ جب اربد اپنی جگہ سے نہ اٹھا تو عامر اپنی جگہ سے اٹھا اور بڑے غصہ میں نبی علیہ السلام سے کہا' خدا کی قسم میں جا رہا ہوں لیکن اتنا بڑا لشکر لے کر آؤں گا جس سے مدینہ چاروں طرف سے گھر جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ پلٹا اور چلایا' جب پشت کر کے روانہ ہوا تو نبی علیہ السلام نے دعا فرمائی۔

"خداوندا! عامر بن طفیل کے شر سے مجھے محفوظ فرما"۔

جب یہ سازشی مدینہ سے روانہ ہوئے تو راستہ میں عامر نے اربد سے کہا' میں تو سمجھتا رہا تھا کہ خطہ زمین پر تجھ سے زیادہ بہادر اور دلیر کوئی دوسرا شخص نہیں ہے لیکن آج یہ ثابت ہوگیا کہ تیرے اندر ہمت و حوصلہ نہیں ہے۔ میں نے تجھے اتنی مرتبہ اشارے کیے کہ تو اٹھ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دے لیکن تو اپنی جگہ سے ہلا ہی نہیں۔ یہ سن کر اربد نے کہا' عامر مجھے ملامت نہ کر' جب بھی تو مجھے اشارہ کرتا اور میں اٹھنے کا ارادہ کرتا تو وہاں تو ہی نظر آتا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے نظر ہی نہ آتے تھے' اگر

میں حملہ کرتا تو وہ تجھ پر ہوتا کیونکہ وہ تو مجھے نظر ہی نہ آتے تھے' اس وجہ سے میں نے اپنی جگہ سے حرکت ہی نہیں کی۔

یہ ابھی راستہ میں تھے کہ عامر کو طاعون کا عارضہ لاحق ہوا اور اس کے حلق میں تکلیف ہوئی اور وہ ان امراض کی وجہ سے مرگیا۔ اربد بن قیس جب گھر پہنچا تو دو دن کے بعد وہ جنگل کی طرف گیا' وہیں اس پر آسمانی بجلی گری اور اربد جل کر خاکستر ہوگیا۔ اربد بن قیس اور عامر بن طفیل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

"اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مادہ شکم میں کیا اٹھائے ہوئے ہے اور ان کے بارے میں بھی جانتا ہے جو رحم میں کمی یا زیادتی کرتے ہیں اور اس کے یہاں ہر چیز ایک اندازہ کے مطابق ہے۔ وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کا جاننے والا ہے اور سب سے زیادہ بلند مرتبہ والا ہے اور اس کے نزدیک بلند آواز سے باتیں کرنے والے اور آہستہ باتیں کرنے والے برابر ہیں اور ان کے حال سے واقف ہے جو رات کو چھپ کر بیٹھتے ہیں اور دن کو چلتے پھرتے ہیں۔ انسان کے پاس یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتے' جو اس کے آگے بھی ہوتے ہیں اس کے عقب میں بھی' جو اللہ کے حکم سے بندے کی حفاظت کرتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت تبدیل نہیں فرماتا جو خود اپنی حالت بدلنے میں دلچسپی نہیں رکھتے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو تکلیف دینا چاہتا ہے تو اس کے عذاب کو کوئی نہیں ٹال سکتا اور نہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی مدد کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو کبھی بجلی ڈرانے کے لیے اور کبھی امید دلانے کے لیے دکھاتا ہے اور وہ ہوا کے دوش پر بھاری بادل اٹھاتا ہے اور بجلی کی کڑک اور فرشتے اس کے خوف سے اس کی حمد اور پاکی بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کڑکتی بجلیاں بھیجتا ہے اور انہیں جس پر چاہتا ہے گراتا ہے۔ اس حال میں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے"۔ (رعد۔ آیت ۸ تا ۱۳)

اربد بن قیس لبید بن ربیعہ کا (ماں جایا) شریک بھائی تھا۔ عبید نے اربد کا مرثیہ کہا جس کی تفصیلات سیرت کی کتابوں میں تحریر ہے۔

واقعہ ضمام بن ثعلبہ

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ قبیلہ بنو سعد کے لوگوں نے ضمام بن ثعلبہ کو اس کام کے لیے مقرر کیا کہ وہ مدینہ منورہ جا کر اسلام اور مسلمانوں کی بابت معلومات حاصل کرے

اور آ کر بتائے۔ ضمام اپنے مقصد کے حصول کے لیے مدینہ آئے اور اپنے اونٹ کو مسجد نبوی کے دروازہ پر باندھ کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ یہ نہایت خوبصورت شخص تھے' چہرہ پر تمکنت اور وقار تھا' خوبصورت سیاہ زلفوں کو جب دو حصہ کر کے آگے سینہ کی طرف ڈالتے تو حسن میں چار چاند لگ جاتے تھے۔ ضمام جب مسجد نبوی میں بارگاہ رسول میں حاضر ہوئے تو کھڑے کھڑے سوال کیا' عبدالمطلب کے بیٹے کون ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا' میں ہوں۔ ضمام نے دوسرا سوال کیا' آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آپ نے فرمایا' ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

ضمام نے کہا' میں آپ سے اہم اور سخت قسم کے سوالات کرنا چاہتا ہوں اور یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں اور میرے سوال کی سختی پر برا محسوس نہ کریں۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا' تم بلاتردد جو چاہو معلوم کرو۔

ضمام نے کہا' آپ کو اس خدا کی قسم جو آپ کو اور کائنات کا معبود ہے' ٹھیک ٹھیک بتائیں کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں اور اس نے آپ کو مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' میں اس خدا کی قسم کے ساتھ کہتا ہوں جو میرا اور ساری کائنات کا معبود برحق ہے' اس نے مجھے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے پیغمبر برحق بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ ضمام نے ایک سوال کیا کہ میں آپ سے قسم کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ آپ کا فرمانا یہ ہے کہ بت پرستی چھوڑ کر آپ کے خدائے بزرگ و برتر کی عبادت کریں۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا' میں قسم کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ بات درست ہے اور میں یہی تبلیغ کرتا ہوں۔ ضمام نے قسم دے کر ایک اور سوال کیا کہ آپ روزانہ پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے قسم ہی کے ساتھ اس سوال کی تائید کی۔

ان سوالات کے بعد ضمام قسم کے ساتھ روزہ' حج و زکوۃ کے بارے میں سوالات کرتے رہے اور حضور علیہ السلام قسم کے ساتھ ان کے سوالات کے جوابات دیتے رہے۔ آپ نے ضمام سے فرمایا' مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ احکام اسلامی کی تبلیغ کروں۔

ضمام کا اسلام

جب ضمام نے سوالات کر لیے تو کھڑے ہوئے اور اس حالت میں کہا' اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ۔ آپ نے جو کچھ فرمایا اس پر عمل ہوگا' اس میں نہ کمی ہوگی نہ زیادتی۔ یہ کہتے ہوئے پلٹے اور

مسجد سے نکل کر سواری پر بیٹھے اور مدینہ سے روانہ ہو گئے۔

جب ضمام گفتگو کر کے پلٹے اور روانہ ہوئے' اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر اس زلفوں والے نے درست کہا ہے (یعنی احکام اسلامی پر عمل پیرا ہونے کے وعدہ میں سچا ہے) تو یہ داخل جنت ہو گا۔

لات و عزیٰ کی حقیقت

جب ضمام اپنے علاقے میں پہنچے اور لوگوں نے حالات معلوم کیے تو اثنائے گفتگو انہوں نے لات و عزیٰ کو برا بھلا کہا تو ان کی قوم کے لوگوں نے کہا' لات و عزیٰ کو برا نہ کہو اور برص و جذام میں مبتلا ہونے سے ڈرو' ان کو برا کہنے سے مصیبتوں کا شکار ہو جاؤ گے۔ ضمام نے کہا' لات و عزیٰ لکڑی کے دو ٹکڑے ہیں جو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔

ضمام نے اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور کہا' میری قوم کے لوگو سنو! رب تعالیٰ نے ایک نبی کو مبعوث فرمایا ہے اور ان پر قرآن کریم نازل کیا ہے۔ وہ نبی مکرم مخلوق خدا کو کفر و شرک کی گمراہی سے نکال کر سچائی اور اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ میں نے بھی ان کی خدمت میں حاضری دی اور اسلام قبول کیا ہے تاکہ تمہیں بھی اسلام کی دعوت دوں تاکہ تمہیں کفر و شرک میں آلودگی سے بچنے کی تلقین کروں۔ اب تم بت پرستی ترک کر دو۔ ضمام کی ان باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ ابھی رات نہ ہوئی تھی کہ پورے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں نے ضمام بن ثعلبہ کے علاوہ اور کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے نمائندہ کی حیثیت سے جا کر مشرف بہ اسلام ہوا ہو اور اس کی تبلیغ پر اس کی قوم کے افراد نے بلا تردد اسلام قبول کیا ہو۔ واللہ ھو الھادی۔

جارود کی زیر قیادت عبدالقیس کا وفد

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ جارود قبیلہ عبدالقیس کے سردار تھے اور اسلام لانے سے قبل آتش پرست تھے۔ یہ اپنی قوم کے ایک وفد کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو انہیں اسلام کی تبلیغ کی اور اسلام کی خوبیاں بیان فرمائیں تو جارود نے کہا' میں آتش پرست ہوں' اپنا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار نہیں کر سکتا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' اسلام آتش پرستی کے مذہب سے بہتر ہے' اس مرحلہ پر جارود نے کہا' آپ اس بات

کی ضمانت لیتے ہیں کہ اسلام میرے مذہب سے بہتر ہے اور اگر میں اپنے مذہب کو ترک کر کے اسلام کو اختیار کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے مواخذہ نہ فرمائے گا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' میں ضمانت لیتا ہوں کہ اسلام تمام ادیان و ملل میں سب سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ آتش پرستی کے ترک پر تجھ سے مواخذہ نہ فرمائے گا۔

ان کلمات کو سن کر جارود مع اپنے ساتھیوں کے اٹھے اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور بعد میں اپنے علاقہ میں واپس چلے گئے اور قبیلہ کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ جارود بڑے راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے بعد قبیلہ عبدالقیس کے لوگ مرتد ہوگئے تو جارود ان سے لڑتے اور انہیں راہ ہدایت ترک کرنے پر ملامت کرتے تھے اور اپنی قوم کے طرز عمل سے بیزار ہوگئے تھے۔

علاء بن حضرمی شاہ بحرین کے پاس

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن حضرمی کو شاہ بحرین کے پاس اپنا سفیر مقرر کر کے روانہ کیا تاکہ علاء بن حضرمی منذر بن ساویٰ عبدی شاہ بحرین کو اسلام کی دعوت دیں' چنانچہ جناب علاء کی دعوت پر شاہ بحرین منذر نے اسلام قبول کر لیا اور بحرین کے لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ جناب علاء اسلامی حکومت کی طرف سے نگرانی کے فرائض انجام دیتے تھے لیکن حکومت اور اقتدار بادشاہ ہی کے پاس رہا جو مثالی سیرت کا حامل تھا اور حکومت کے فرائض حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتا رہا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے بعد بادشاہ کا بھی انتقال ہوگیا' اس کے بعد بحرین کے لوگ مرتد ہوگئے۔

بنو حنیفہ کے وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ یمامہ سے بنو حنیفہ کے لوگ اٹھے اور ان میں سے ایک وفد مدینہ آیا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں مسیلمہ ابن حبیب حنفی' جو مسیلمہ کذاب کے نام سے مشہور ہے' بھی تھا۔ لیکن جب یہ لوگ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے' اس وقت مسیلمہ کا تعارف کسی سے نہ کرایا گیا' اس کے ہاتھ میں کھجور کی لکڑی تھی' وہ خاموشی کے ساتھ ایک طرف بیٹھا رہا لیکن بعد میں اس نے گفتگو میں حصہ لینا شروع کر دیا اور سوال و جواب کرتا رہا' یہاں تک کہ ایک مرحلہ یہ آیا کہ مسیلمہ نے حضور علیہ السلام سے امور رسالت میں شرکت کی درخواست کی اور نبی علیہ السلام سے کہا کہ یمامہ کا علاقہ میرے لیے چھوڑ دیں' باقی علاقہ میں آپ جس طرح مناسب سمجھیں کریں۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کھجور کی جو لکڑی تو ہاتھ میں لیے ہوئے ہے' اگر تو مجھ سے طلب کرے تو میں تجھے نہیں دوں' چہ جائیکہ یمامہ کا علاقہ اور شرکت رسالت۔

مسیلمہ کا ارتداد

ایک اور روایت کے مطابق یہ واقعہ اس طرح منقول ہے کہ جب بنی حنیفہ کے لوگوں نے مدینہ آکر اسلام قبول کیا تو ان میں مسیلمہ بھی شامل تھا' اس وقت اس کو اپنے قبیلہ میں اچھا مقام حاصل نہ تھا بلکہ قافلہ کے سامان کی چوکیداری اس کے ذمہ تھی اور اس نے کسی جذبہ کا برملا اظہار بھی نہ کیا تھا۔ جب نبی علیہ السلام اس قبیلہ کے وفد کے لوگوں پر نوازش فرما رہے تھے اور عطیات دے رہے تھے' اس وقت آپ نے دریافت فرمایا تھا' کوئی تم میں سے باقی تو نہیں رہا تو لوگوں نے بتایا کہ مسیلمہ سامان کی حفاظت کی وجہ سے موجود نہیں ہے لہٰذا آپ نے اس کے لیے بھی اتنا ہی عطا فرمایا جتنا کہ دوسروں کو دیا تھا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ وہ بھی تم میں سے ہی ایک فرد ہے جو تمہارے سامان کی حفاظت کر رہا ہے' وہ کیوں محروم رہے۔

لیکن یمامہ آکر مسیلمہ نے اسلام کو ترک کیا اور مرتد ہوگیا۔ جھوٹی باتیں کرنے لگا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا اور یہ کہا کہ (نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے نبوت میں شریک کر لیا ہے اور منصب و رسالت کی ذمہ داریاں اس علاقے کے لیے میرے سپرد فرمائی ہیں۔ مسیلمہ نے ان لوگوں سے' جو اس کے ساتھ وفد میں آئے تھے' کہا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم عطیات تقسیم فرما رہے تھے' کیا انہوں نے اس وقت یہ نہیں کہا تھا کہ مسیلمہ تم سے کمتر نہیں ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ بے شک نبی علیہ السلام نے اس وقت یہ فرمایا تھا۔ اس تائید پر مسیلمہ نے کہا کہ اس سے مفہوم یہ تھا کہ انہوں نے مجھے کار نبوت و رسالت میں اپنا شریک کر لیا ہے۔

بعد میں مسیلمہ نے مسجع و مقفی عبارتیں گھڑتا اور لوگوں کو سناتا اور قرآن کی آیات میں تحریف کرتا۔ لوگوں کو راستہ سے اپنے ٹھکانہ پر لاتا اور ان سے کہتا کہ میں نے تم پر نماز معاف کر دی' شراب اور زنا تمہارے لیے حلال کر دیا اور یہ عبارت لوگوں کو سناتا۔ **لقد انعم اللہ علی الحبلی۔ اخرج منها نسمه تسعی من بین صفاق وحشی واحل لهم الخمر والزنا ووضع عنهم الصلوة** اور اس کا یہ وطیرہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ بنو حنیفہ کا ایک ایک شخص مرتد نہ ہوگیا۔ اور سب اس کے ہمنوا نہ ہوگئے۔

زید الخیل قبیلہ طی کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے

جناب زید الخیل نہایت معزز و مقتدر شخصیات میں سے تھے' یہ اپنے قبیلے طے کے سرداروں میں سے تھے۔ قبیلہ طے کا ایک گروپ زید الخیل کی قیادت میں مدینہ آکر مشرف بہ اسلام ہوا۔ زید الخیل کی قسمت کا ستارہ عروج پر پہنچا۔ ان کے بارے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'

"جس کے بارے میں میرے سامنے کچھ کہا گیا' اور جب وہ سامنے آیا تو معلوم ہوا کہ وہ اتنی صفات کا حامل نہیں جتنا کہ اس کے بارے میں کہا گیا تھا لیکن زید الخیل وہ شخصیت ہیں کہ ان کے بارے میں ان کی حیثیت سے کچھ کم ہی کہا گیا تھا"۔

زید الخیل کے نام کی تبدیلی

ان کلمات کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام "زید الخیل" سے تبدیل کر کے "زید الخیر" کر دیا۔ اس کے بعد ان کا علاقہ اور اس کے مضافات ان کی تحویل میں رہنے دیے اور اس کے بارے میں فرمان تحریر فرمایا۔ اس کے بعد زید اپنے قبیلہ کی جانب واپس ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا' کیا ہی اچھا ہو کہ زید کو مدینہ کی آب و ہوا نہ لگے اور صحیح و سلامت رہیں اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ مخبر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

زید کا سفر آخرت

جب زید اپنے علاقہ میں پہنچے تو انہیں بخار نے آلیا اور اسی بخار میں وہ راہی ملک بقا ہوئے۔ جب انہیں اپنی موت کا احساس ہوا تو انہوں نے

زید الخیر کی بیوی اب تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئی تھیں' انہیں جب یہ اندازہ ہوا کہ ان کی موت مدینہ طیبہ کی آب و ہوا اور مدینہ کے بخار کی وجہ سے ہوئی ہے تو انہوں نے ان دستاویزات کو' جو زید کے حق میں نبی علیہ السلام نے عطا فرمائیں تھیں' پھاڑ کر نذر آتش کر دیا۔

قبیلہ بنی طے کے عدی بن حاتم کا اسلام

جناب مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جناب عدی بن حاتم کا بیان یہ ہے کہ ایک وہ وقت تھا جبکہ نبی علیہ السلام سے زیادہ اور کوئی مجھے اتنا زیادہ مبغوض نہ تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں آتش پرست تھا اور اپنے قبیلہ کی معزز و مقتدر شخصیت شمار ہوتا تھا۔ سب لوگ میرے مطیع و

فرمانبردار تھے۔ غنیمت کے اموال میں سے بغیر مطالبہ کے مجھے چوتھائی مال ملتا تھا۔ آس پاس کے علاقوں کے لوگ مجھے جزیہ دیتے تھے اور اس کے علاوہ میری خوشنودی کے حصول کے لیے نذرانے (رشوت) بھی دیا کرتے تھے۔

جب میں نے یہ جائزہ لیا کہ نبی علیہ السلام کے اصحاب کا حلقہ وسیع ہو رہا ہے' حضور علیہ السلام کی شہرت بڑھتی جا رہی ہے' عرب کے قبائل اسلام کے زیر اثر آتے جا رہے ہیں' مجھے اس سے بہت خوف ہوا۔ اور میں نے یہ خیال کیا کہ جب نبی علیہ السلام ہمارے قبیلہ کی جانب لشکر روانہ کریں گے تو قوم میرے حلقہ اطاعت سے نکل جائے گی۔ میرا اقتدار زوال پذیر ہوگا اور ہمارے قبیلے کے لوگوں کا دین بدل جائے گا۔ میں انہیں تفکرات میں مبتلا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے اپنے غلام کو بلا کر اس سے کہا کہ چند اونٹ چارے اور سازو سامان کے ساتھ بالکل تیار رکھو اور جب سنو کہ اسلامی لشکر قریب آگیا ہے تو مجھے اطلاع کرو۔ چنانچہ اس طرح چند دن گزارے' ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرا غلام گھبرایا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ اسلامی لشکر قریب آیا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسلامی لشکر کے پرچم نظر آ رہے ہیں۔ میں نے غلام سے کہا کہ جن اونٹوں کو تم نے تیار کر رکھا ہے' انہیں لاؤ۔ چنانچہ وہ اونٹ لایا' میں نے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیا اور اپنے قبیلہ کے لوگوں سے چھپ کر شام کی جانب روانہ ہوا۔ میں چونکہ آتش پرست تھا اور شام کے لوگ نصرانی تھے اور میری وہاں کے لوگوں سے شناسائی بھی تھی' اس لیے میں نے یہ سوچا کہ بجائے اس کے کہ اسلام قبول کروں' میرے لیے یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ میں نصرانیت قبول کر لوں۔

حاتم بن عدی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن کو اس لیے وہیں چھوڑا تاکہ تاخیر کی وجہ سے میری قوم کے لوگوں کو میرے جانے کا پتہ نہ چل جائے۔ میں جب اپنے علاقہ سے نکل گیا اور اسلامی لشکر ہمارے علاقہ میں داخل ہوا اور اس علاقہ کو فتح کر کے لوگوں کو گرفتار کر کے مدینہ کی جانب روانہ ہوا' ان اسیروں میں میری بہن بھی شامل تھی۔ اسلامی لشکر کے لوگوں نے مدینہ آ کر سید عالم صلی اللہ علیہ سلم کو فتح کی خوشخبری اور اسیروں کی بابت اطلاع پہنچائی اور یہ بھی بتایا کہ قبیلہ طے کا سردار عدی بن حاتم علاقہ سے اہل و عیال کے ساتھ فرار ہوگیا ہے' البتہ اس کے علاقے کے لوگوں کے علاوہ عدی کی بہن بھی اسیروں میں شامل ہے۔ جب نبی علیہ السلام نماز کے لیے مسجد تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں یہ احاطہ پڑا۔ اس موقعہ پر عدی کی بہن نے کھڑے ہو کر نبی علیہ السلام سے فریاد کی۔

"یا رسول اللہ میرا باپ مرگیا اور میرا سرپرست (بھائی) غائب ہوگیا' آپ مجھ پر احسان کریں' اللہ تعالیٰ آپ پر کرم فرمائے گا"۔

اس کے جواب میں نبی علیہ السلام نے فرمایا' تمہارا فدیہ کون دے گا؟ اس نے کہا' عدی بن حاتم۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا' وہ عدی جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگتا پھر رہا ہے۔ یہ فرماتے ہوئے نبی علیہ السلام مسجد کو چلے گئے اور مزید کچھ نہ فرمایا۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ جب نبی علیہ السلام مسجد تشریف لے جا رہے تھے تو عدی کی بہن نے وہی کچھ کہا جو گزشتہ دن کہا تھا۔ نبی علیہ السلام وہی جواب دیتے ہوئے' جو گزشتہ کل فرمایا تھا' مسجد آ گئے۔

تیسرے دن عدی بن حاتم کی بہن نے' جب نبی علیہ السلام مسجد تشریف لے جا رہے تھے' کچھ نہ کہا' دو دن کی درخواست اور اس پر جوابات سن کر اس پر ناامیدی طاری ہوگئی تھی لیکن اس موقعہ پر حضرت علی نے اسے اشارہ کیا تاکہ وہ کھڑی ہو کر پھر درخواست کرے' چنانچہ اس نے اٹھ کر انہی الفاظ میں پھر درخواست کی جو وہ دو دن سے کر رہی تھی' اس کی درخواست پر آج نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

"میں نے تیری درخواست آزادی کو منظور کر لیا لیکن تو ابھی جانے کی عجلت نہ کرنا' یہاں تک کہ تمہاری قوم کا کوئی ذمہ دار فرد آ جائے اور وہ تمہیں تمہارے علاقہ میں پہنچا دے"۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے عدی کی بہن کی نگہداشت اور خاطرداری کا حکم فرمایا۔

چنانچہ اب عدی کی بہن مہمان کی حیثیت میں مدینہ میں مقیم رہی۔ بعد میں شام کے لوگوں کا ایک قافلہ مدینہ آیا تو عدی کی بہن نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ شامیوں کے اس قافلہ میں میرے قبیلہ طے کے کچھ ذمہ دار لوگ ہیں' اگر مناسب خیال فرمائیں تو مجھے ان کے ساتھ جانے کی اجازت عطا فرمائیں۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے اس کو خلعت عطا فرمایا' اس کے سفر کے لیے ایک اونٹ پر محمل بندھوایا اور سفر کی ضروریات بھی عطا فرمائیں اور شامیوں کے قافلہ کے ساتھ اس کو روانہ فرما دیا۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اونٹ پر محمل میں ایک خاتون بیٹھی ہوئی ہیں۔ معاً" میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ میری بہن آ رہی ہے۔ جب اونٹ قریب آیا تو میں نے بہن کو پہچان لیا۔ جب اونٹ بیٹھا اور وہ محمل سے باہر آئی تو اس نے مجھ پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کر دی اور کہا' ظالم! قاطع رحم تجھے احساس ہے کہ تو نے کیا کیا ہے؟ خود تو بال بچوں کے ساتھ بھاگ آیا اور مجھے چھوڑ آیا' کیا مردوں کا یہی وطیرہ ہے؟

بہن کی یہ باتیں سن کر عدی کہتے ہیں' میں نے کہا بہن! مجھے معاف کر دو' یہ عمل میں نے اختیاری طور پر نہیں کیا بلکہ اضطراری طور پر کیا ہے۔ میری معذرت کی گفتگو سے میری عقلمند بہن مطمئن ہو گئی' پھر اپنی سرگزشت سنائی تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ میرے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا مشورہ دیتی ہو اور اس سلسلہ میں تمہارا تجزیہ کیا ہے۔

میری بہن نے کہا مصلحت اس بات کی متقاضی ہے کہ تم اولین فرصت میں بارگاہ نبوی میں حاضری دو اور اس کی دو وجہ ہیں۔

عدی کی بہن کا تجزیہ

(۱) یا تو وہ نبی مرسل ہیں' جیسا کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں' اگر ایسا ہی ہے تو جو شخص جلد ہی ان کی خدمت میں حاضری دے گا' وہ اعزاز و اکرام اور فضل و کرم کو زیادہ حاصل کرے گا۔

(۲) اور اگر (معاذ اللہ) نبی مرسل نہیں ہیں اور وہ بادشاہ ہیں تو ان کی خدمت میں حاضری دے کر تم ان کی طرف سے مطمئن ہو جاؤ گے' اس طرح تم اپنی سرداری اور اپنے علاقہ کو محفوظ کر لو گے۔

اپنی بہن کی گفتگو سن کر میں نے اس سے کہا' تمہارا تجزیہ درست ہے۔ اس کے بعد میں عازم مدینہ ہوا۔ جب میں مدینہ آیا' اس وقت نبی علیہ السلام اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں رونق افروز تھے' میں نے آ کر سلام عرض کیا تو نبی علیہ السلام نے مجھ سے دریافت کیا' تمہارا تعارف کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں قبیلہ طے کا عدی بن حاتم ہوں' یہ سنتے ہی نبی علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد سے اپنے کاشانہ اقدسؐ لائے اور چمڑے کا بستر بچھا کر مجھ سے فرمایا' عدی اس پر بیٹھو۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ بستر پر آپ تشریف رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ بستر پر تشریف رکھیں لیکن آپ نے مجھے ہی بستر پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ تعمیل ارشاد میں بستر پر بیٹھا اور خود نبی علیہ السلام نے زمین پر تشریف رکھی۔

جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجد میں لے جا رہے تھے' اسی وقت راستہ میں ایک ضعیف العمر خاتون آئیں اور حضور علیہ السلام سے کچھ عرض کرنے لگیں' ان کی وجہ سے آپ نے تھوڑا توقف فرمایا اور کھڑے رہے۔ مجھے اس اثنا میں تعجب ہوتا رہا اور میں دل میں سوچتا رہا کہ یہ حلم و تواضع' جس کا اظہار انہوں نے اس ضعیفہ کے ساتھ کیا ہے' یہ بادشاہوں کا سا انداز نہیں بلکہ یہ تو پیغمبرانہ انداز میں ہوتا ہے۔

جب آپ مجھے لے کر کاشانہ اقدس میں تشریف لائے اور میرے ساتھ ایسا کرم فرمایا اور ایسے

متواضعانہ انداز اختیار فرمائے جس کے سبب میرے یقین میں اضافہ ہوا اور میں نے دل میں سوچا کہ اگر یہ دنیاوی بادشاہ ہوتے تو یہ جاہ و حشمت کے طلبگار ہوتے تو مجھے فرش پر سرہانے بٹھا کر خود زمین پر نہ بیٹھتے' یقیناً یہ نبی ہیں جو ضبط نفس فرماتے ہیں اور مخلوق خدا کے ساتھ ایسا متواضعانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ جب ہم اطمینان کے ساتھ بیٹھے تو آپ نے فرمایا' اے حاتم کے فرزند تم آتش پرستوں کا مذہب رکھتے ہو؟ میں نے کہا' بے شک اس مذہب پر عامل ہوں۔ آپ نے مجھ سے ایک اور سوال فرمایا کہ تم اپنی قوم سے مال غنیمت میں سے چوتھائی وصول کرتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ یہ بھی درست ہے تو آپ نے فرمایا' جس دین کا تم اتباع کرتے ہو' اس کی تعلیمات کے مطابق چوتھائی مال وصول کرنا حرام ہے۔ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اور حقیقت میں دین ترسا میں چوتھائی مال کی وصولی حرام تھی لیکن میں اپنی سرداری اور اقتدار کے بل بوتے پر ایسا کرتا تھا۔ جب نبی علیہ السلام نے یہ باتیں فرمائیں تو مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور تورات و انجیل کے احکام سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا' اے عدی' تم اسلام کی جانب رغبت کا اظہار اس لیے نہیں کرتے کہ مسلمان غریب اور مفلوک الحال ہیں۔ اور اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے' عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ لوگ صدقہ و خیرات دینے کے لیے کسی ضرورت مند کے ملنے کی تمنا کریں گے لیکن کوئی غریب و محتاج ایسا مال لینے والا نہ ملے گا۔ اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا' کیا تمہارے اسلام کی طرف متوجہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان تعداد میں کم ہیں اور ان کے دشمنوں کی تعداد کثیر ہے؟ خدا کی قسم' عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ اسلام کو وہ شوکت حاصل ہوگی اور ایسا دبدبہ ہوگا کہ مسلمانوں کے دبدبہ کی وجہ سے ایک خاتون تنہا اونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ سے مکہ مکرمہ زیارت کے لیے آئے گی اور زیارت کے بعد واپس ہوگی اور اس کو لوگوں کی طرف سے کسی مزاحمت کا خوف نہ ہوگا اور کیا تو اس لیے دین اسلام کا اتباع نہیں کرنا چاہتا کہ تیرے خیال میں حکومت و اقتدار میری امت میں نہیں رہے گا اور مخالفین اسلام صاحبان حکومت و اقتدار ہوں گے؟

نبی علیہ السلام نے فرمایا' اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے' مستقبل قریب میں قیصر کے محل اور کسریٰ کے خزانے میری امت کے افراد کے قبضہ و اختیار میں ہوں گے۔ مشرق سے مغرب اور بابل سے اندلس تک کے خطے مسلمانوں کے زیر نگیں ہوں گے۔

اپنے اسلام کے بارے میں عدی کے تاثرات

عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ جب نبی علیہ السلام سے میں نے یہ باتیں سنیں تو فی الفور اسلام لے آیا۔ میرے اسلام قبول کرنے پر نبی علیہ السلام نے مجھے اعزاز و اکرام سے نوازا اور اسلام سے قبل مجھے جو معاشرتی مقام حاصل تھا' انہیں اعزاز و اکرام کے ساتھ میرے لیے باقی رکھا اور اس عزت و احترام کے ساتھ مجھے رخصت کیا۔ جناب عدی کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات ظاہری کے بعد میں مسلمانوں سے کہا کرتا تھا کہ نبی علیہ السلام نے جن تین باتوں کی جانب اپنی گفتگو میں اشارہ فرمایا' ان میں سے دو تو ظاہر ہوگئی ہیں اور یقین ہے کہ تیسری بھی اسی طرح ہوگی جس طرح کہ آپ نے فرمایا تھا۔

(۱) کہ اقتدار اور حکومت مسلمانوں کے پاس ہوگا' وہ فتوحات اسلامی سے ظہور پذیر ہوا۔

(۲) نظام حکومت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک عورت قادسیہ سے مکہ تک تنہا سفر کرے گی اور واپس ہوگی اور راستہ میں اس سے مزاحمت کرنے والا کوئی نہ ہوگا' وہ بھی نظروں کے سامنے ہے۔

البتہ تیسری بات یہ کہ اموال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ صدقہ و خیرات کے اموال وصول کرنے والا کوئی نہ ہوگا اور لوگ صدقہ و خیرات ملنے والے کو تلاش کریں گے' یقین ہے کہ وہ وقت بھی آ جائے گا۔

فروہ بن مسیک المرادی کا اسلام

جناب مصنف محمد اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فروہ بن مسیک المرادی اس علاقے میں بادشاہوں کے ندیموں میں سے تھا اور ہر بادشاہ اس کو خلعت بھیجتا اور اس کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ حسن اتفاق فروہ کے دل میں اسلام کی لگن پیدا ہوئی۔ اس نے بادشاہوں سے قطع تعلق کیا اور بارگاہ نبوی میں آکر مشرف بہ اسلام ہوا۔

فروہ کے اسلام لانے پر نبی علیہ السلام نے ان کے اعزاز و اکرام کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ اپنے قبیلہ کی سرداری کے علاوہ عرب کے دو بڑے قبیلوں کی سرداری عطا کر دی۔ اب یہ اپنے قبیلہ مراد کے علاوہ قبائل زبید و مذحج کے بھی سردار بن گئے۔

عمرو بن معدی کرب کا اسلام و ارتداد

فروہ بن مسیک مرادی کے بعد عمرو بن معدی کرب نے بھی خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر

لیا لیکن حضور علیہ السلام کی حیات ظاہری کے بعد وہ مرتد ہوگیا تھا۔ اس کے مرتد ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ اسلام لانے کے بعد جب اس کے قبیلہ زبید کی سرداری فردہ کو مل گئی تو اس کے اعزاز میں کمی ہوگئی لیکن اس کا خیال یہ تھا کہ جب میں مسلمان ہو جاؤں گا تو قبیلہ زبید کی سرداری فردہ سے واپس لے کر پھر اس کو دے دی جائے گی۔ لیکن ایسا نہ ہوا' حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد فردہ کے خلاف اس کا جذبہ انتقام بھڑک اٹھا اور اس نے فردہ کے حق میں ہجویہ اشعار کہے اور اسلام سے منحرف ہوگیا۔

اشعث بن قیس کا اسلام

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنو کندہ کا بادشاہ اشعث بن قیس (تعلقدار) اپنے ۸۰ سرداروں اور رشتہ داروں کے ساتھ قبول اسلام کے لیے روانہ ہوا' جب یہ لوگ مدینہ آئے اس وقت نبی علیہ السلام صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ قبیلہ کندہ کے لوگ خوبصورت اور پرہیبت تھے اور یہ جماعت' جو بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئی' اس میں بادشاہ کے رشتہ دار اور سرداران قوم تھے۔ یہ لوگ نہایت حسین و جمیل اور شان و شکوہ کے مالک تھے۔ جب یہ لوگ مسجد نبوی میں آئے تو صحابہ کرام ان کے تجمل و وقار اور حسن و جمال کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔

نبی علیہ السلام نے ان لوگوں کو دعوت اسلام دی اور یہ سب مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ بعد میں نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا' تم نے ریشمی لباس کیوں پہنے ہیں اور زر دوز دوشالے کیوں سروں پر ڈالے ہیں' اب ایسا نہ کرو' ریشمی اور سونے کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے۔ یہ سنتے ہی سب نے سنہری کام کے دوشالے اتار دیے اور ریشمی کپڑے بھی تبدیل کر لیے۔

نسلی تفاخر کی اسلام میں گنجائش نہیں

اسلام لانے کے بعد اشعث بن قیس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' یا رسول اللہ ہم "آکل المراریم" کی اولاد سے ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب بھی اس سے ملتا ہے' اس طرح ہمارا اور آپ کا سلسلہ نسب ایک ہی ہے۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور کہا کہ تمہارے اس نسبی سلسلہ کا تعلق جناب عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ ہے۔

یہ عرب کا ایک عظیم فرمانروا گزرا ہے۔ اہل عرب اس کے ساتھ اپنا سلسلہ نسب ملانے کو باعث فخر سمجھتے تھے لیکن قبیلہ کندہ کے لوگ اسی کی اولاد سے تھے' جن میں سے بہت سے بادشاہ گزرے ہیں۔ اس بادشاہ کی وجہ سے قبیلہ کندہ کے لوگ اس کے ہم نسب ہونے پر فخر کرتے تھے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب دور جاہلیت میں جب تجارت کرتے تھے' جب وہ کسی علاقہ میں جاتے اور وہاں ان کا کوئی واقف کار نہ ہوتا تو وہاں اپنا تعارف اس طرح کراتے کہ میں تو "آکل المرار" کا ہم نسب ہوں تاکہ اس نسبت کی وجہ سے انہیں مراعات حاصل ہو جائیں اور ان کا مال و اسباب محفوظ رہے اور ان سے کوئی مزاحم نہ ہو۔ اس طرح بنو کندہ کے لوگ بھی ان کی خاطر و مدارات کرتے۔ جب دوسرے لوگوں سے ٹیکس وغیرہ وصول کیا جاتا تھا' تو جناب عباس سے نہ لیتے۔

جب بنو کندہ کے لوگ آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے تو انہوں نے خیال کیا کہ جناب عباس' جو اپنی نسبی نسبت بنو کندہ سے ملاتے ہیں' یہ بات تحقیقی اور درست ہوگی' اسی لیے ان لوگوں نے نبی علیہ السلام سے اپنے ہم نسب ہونے کا تذکرہ کیا اور کہا کہ ہم اور آپ تو ایک ہی نسبی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اتفاقاً" جناب عباس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تذکرہ کیا تھا کہ میں بنو کندہ کے علاقے میں جا کر ان کا ہم نسب ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں' اسی لیے نبی علیہ السلام نے بنو کندہ کی بات پر تبسم فرمایا تھا۔ اور بطریق مزاح فرمایا تھا کہ تمہارا سلسلہ نسب جناب عباس سے ملتا ہے' جاؤ اور ان سے اپنی رشتہ داری کے تعلق کو استوار کرو۔ میرا سلسلہ نسب تو نضر بن کنانہ سے ملتا ہے اور میں اپنے نسب پر فخر کرتا ہوں لیکن دوسروں کے ساتھ فخر کے لیے نسبی سلسلہ کو نہیں ملاتا۔ کندہ کے لوگو! توجہ سے سنو' نسب پر اس انداز میں فخر کرنا' جس طرح تم کرتے ہو' اسلام کا طریقہ نہیں بلکہ یہ دور جاہلیت کی یادگار ہے۔ اسلام میں فخر کی بات تقویٰ اور پرہیزگاری میں مضمر ہے' حسب و نسب میں نہیں۔

یہ کلمات سن کر اشعث بن قیس اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا' "میری قوم کے لوگو' تم نے نبی علیہ السلام کے کلمات سنے' خدا کی قسم اس کے بعد اگر میں نے کسی کو حسب و نسب پر فخر کرتے سنا تو اس کو سزا دوں گا"۔

نبی علیہ السلام نے بنو کندہ کے لوگوں پر شفقت و رحمت فرمائی' انعام و اکرام سے نوازا اور اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔

صُرد بن عبداللہ ازدی کا اسلام

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے۔ صرد بن عبداللہ قبیلہ ازد کے سرداروں میں سے تھا۔ اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ آ کر

مشرف بہ اسلام ہوا اور اسلامی معاشرہ میں راسخ العقیدہ مسلمانوں میں شمار ہوا۔ نبی علیہ السلام نے اس کو سرداری کے منصب کو باقی رکھا اور اس سے فرمایا کہ تم اپنے علاقہ کے اطراف کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو فبہا ورنہ ان کے ساتھ جنگ کرو۔ یہ علاقہ یمن کے اطراف میں تھا۔

چنانچہ صرد بن عبداللہ نے اپنے علاقہ میں واپس پہنچ کر ایک لشکر ترتیب دیا اور قریبی شہر جرش کا' جو اپنے مضبوط قلعوں اور خندقوں کے علاوہ لشکر کی وجہ سے مشہور تھا' محاصرہ کرلیا اور ایک ماہ تک محاصرہ جاری رکھا لیکن یہ نتیجہ خیز ثابت نہ ہوا تو انہوں نے محاصرہ ختم کردیا اور قریب ہی شکرنامی پہاڑ پر مورچہ بند ہوگئے۔ شہر جرش کے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ صرد اور ان کے لشکری شکست کھا کر محاصرہ ختم کر گئے ہیں لہٰذا مطمئن ہو کر شہر سے باہر آئے اور جناب صرد کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ پہاڑ کے درہ سے گزرے تو جناب صرد اور ان کے ساتھی پہاڑ سے اتر آئے اور جرش کے لوگوں پر حملہ آور ہوگئے۔ بہت سوں کو قتل کیا' بقیہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور شکست قبول کر کے شہر میں واپس آئے۔ اس طرح جناب صرد کو فتح حاصل ہوئی۔

جرش والوں کے قاصد مدینہ میں

جرش کے شہریوں نے محاصرہ سے پہلے دو افرد کو اس لیے مدینہ روانہ کیا تھا کہ جب اسلامی لشکر مدینہ سے روانہ ہو تو اس کی بابت معلومات حاصل کریں کہ کوئی لشکر جرش والوں سے جنگ کے لیے تو مدینہ سے نہیں جا رہا ہے۔ اتفاق کی بات یہ کہ جس وقت جناب صرد اور ان کا لشکر جرش والوں کے ساتھ مصروف جنگ تھا اور ان مسلمانوں کی تلواروں سے جرش والے کھیرے ککڑی کی طرح کٹ رہے تھے' اسی وقت یہ دونوں قاصد بارگاہ نبوی میں حاضری دے رہے تھے۔

نبی علیہ السلام نے ان قاصدوں سے معلوم فرمایا' تمہارے علاقہ میں شکر نامی کوئی پہاڑ ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ وہ پہاڑ شکر نامی تو نہیں بلکہ کشر نامی ہے لیکن نبی علیہ السلام نے فال نیک کے طور پر فرمایا' نہیں وہ پہاڑ شکر نامی ہی ہے' اس کا نام کشر نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا' یا رسول اللہ آپ اس پہاڑ کی بابت کیوں معلوم فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا **ان بدن اللہ تنحر عندہ** یعنی جرش کے سردار وہاں اس طرح ذبح ہو رہے ہیں جس طرح قربانی کے اونٹوں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ وہ لوگ عربی کے اس جملہ کا

مفہوم نہ سمجھ سکے اور وہاں سے اٹھ کر یا تو حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ نبی علیہ السلام نے ہم سے یہ جملہ فرمایا ہے تو انہوں نے فرمایا' تم پر افسوس ہے کہ تم یہ بات نہ سمجھ سکے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہاری قوم کے سردار مصائب و آلام کا شکار ہیں اور اس طرح ذبح ہو رہے ہیں جس طرح قربانی میں اونٹ ذبح ہوتے ہیں' اب تم جا کر نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کرو اور ان سے شفاعت طلب کرو تاکہ وہ تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں اور تمہاری مصیبت دور ہو۔ چنانچہ ان دونوں نے آکر نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض و معروض کی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم ہوئی اور آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مصیبت کو دور فرما دیا۔

جرش والوں کا قبول اسلام

دعائے نبوی کے بعد یہ دونوں قاصد مدینہ طیبہ سے روانہ ہو کر اپنے علاقہ میں واپس ہوئے' حالات معلوم ہونے پر انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو بتایا کہ فلاں دن فلاں وقت مدینہ طیبہ میں نبی علیہ السلام نے ہمیں اس واقعہ کی اطلاع دے دی تھی اور سارا واقعہ سنا دیا۔ جس وقت نبی علیہ السلام نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی' اس وقت ان پر سے یہ افتاد ختم ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم و کرم فرما دیا تھا کیونکہ صرد بن عبداللہ کا اسلامی لشکر واپس چلا گیا تھا۔

جرش والوں نے جب یہ واقعہ سنا تو کہنے لگے کہ ہمارے علاقہ سے مدینہ ایک ماہ یا اس سے بھی زیادہ مسافت پر واقع ہے' جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اس واقعہ کی اسی دن اور اسی وقت اطلاع دے دی تھی تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور جبریل علیہ السلام آکر انہیں غیب کی خبریں سناتے ہیں۔ اب مشرکوں کے دین پر نہیں رہنا چاہیے اور زیادہ عرصہ تک ان کی نبوت کے انکار پر مصر نہیں رہنا چاہیے۔ قوم کے لوگو' اٹھو مدینہ جا کر اسلام قبول کریں' چنانچہ سب لوگ اٹھے اور مدینہ آکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے ان کی خاطر مدارات فرمائی اور اعزاز و اکرام سے نوازا اور انہیں رخصت کیا۔ ان جرش والوں پر جو انعام و اکرام فرمائے تھے' ان میں ایک یہ خصوصی انعام بھی تھا کہ یمن کے اطراف میں ایک جنگل جرش والوں کے چوپایوں کو چرانے کے لیے مختص فرما دیا تاکہ کوئی دوسرا ان سے مزاحمت نہ کرے۔ (اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے)

حمیر کے بادشاہ دامن اسلام میں

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام غزوہ تبوک سے واپس ہوئے تو حمیر کے بادشاہوں کے قاصدوں نے آکر کئی ایک مکتوب پیش کیے اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور بت پرستی کو ترک کرنے کے علاوہ بہت سے مشرکوں کو قتل کیا۔ جو بادشاہ مشرف بہ اسلام ہوئے' ان کی تعداد چار تھی۔

(۱) حارث بن عبد کلال

(۲) نعیم بن عبد کلال

(۳) نعمان یا ذی رعین' یا معافر' یا ہمدان

(۴) زرعہ ذویزن

ان بادشاہوں میں سب سے پہلے زرعہ ذویزن مشرف بہ اسلام ہوئے اور مالک بن مرہ رہاوی کو سفارت کے منصب پر فائز کر کے نبی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ یہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر زرعہ اور دوسرے بادشاہوں کے اسلام لانے کی اطلاع دیں۔

جب مالک بن مرہ اور دوسرے قاصد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں اعزاز و اکرام سے نوازا اور حمیر کے بادشاہوں کے مکتوبوں کے جواب لکھوائے اور ان قاصدوں کو رخصت فرمایا اور ان قاصدوں کے ساتھ پانچ مسلمانوں کو روانہ کیا' ان میں جناب معاذ بن جبل شامل تھے۔ حمیر کے بادشاہ کے مکتوب کا جواب یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ:
مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ النَّبِيِّ إِلَى الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، وَإِلَى نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، وَإِلَى النُّعْمَانِ، قَيْلِ ذِي رُعَيْنٍ وَمَعَافِرَ وَهَمْدَانَ. أَمَّا بَعْدَ ذٰلِكُمْ، فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكُمُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، أَمَّا بَعْدُ، [فَإِنَّهُ] قَدْ وَقَعَ بِنَا رَسُولُكُمْ مُنْقَلَبَنَا [مِنْ أَرْضِ] الرُّومِ، فَلَقِيَنَا بِالْمَدِينَةِ، فَبَلَّغَ مَا أَرْسَلْتُمْ بِهِ، وَخَبَّرَ مَا قِبَلَكُمْ، وَأَنْبَأَنَا بِإِسْلَامِكُمْ وَقَتْلِكُمُ الْمُشْرِكِينَ، وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ هَدَاكُمْ بِهُدَاهُ، إِنْ أَصْلَحْتُمْ[2] وَأَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، وَأَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ، وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ، وَأَعْطَيْتُمْ مِنَ الْمَغَانِمِ خُمُسَ اللّٰهِ، [وَ] سَهْمَ الرَّسُولِ[3] وَصَفِيَّهُ، وَمَا كُتِبَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الصَّدَقَةِ مِنَ

الْعَقارِ، عُشْرُ ماسَقَتِ الْعَيْنُ وَسَقَتِ السَّماءُ، وَعَلىٰ ما سَقَى الْغَرْبُ نِصْفُ الْعُشْرِ، وَأَنَّ فِي الْإِبِلِ الْأَرْبَعِينَ ابْنَةَ لَبُون، وَفِي ثَلاثِينَ [مِنَ الْإِبِلِ] ابْنُ لَبُونٍ ذَكَرٌ، وَفِي كُلِّ خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ شاةٌ، وَفِي كُلِّ عَشْرٍ مِنَ الْإِبِلِ شاتانِ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مِنَ الْبَقَرِ بَقَرَةٌ، وَفِي كُلِّ ثَلاثِينَ [مِنَ الْبَقَرِ] تَبِيعٌ، جَذَعٌ أَوْ جَذَعَةٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مِنَ الْغَنَمِ سائِمَةٌ وَحْدَها، شاةٌ، وَأَنَّها[1] فَرِيضَةُ اللهِ الَّتِي[2] فَرَضَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَةِ، فَمَنْ زادَ خَيْراً فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ، وَمَنْ أَدَّىٰ ذٰلِكَ، وَأَشْهَدَ عَلىٰ إِسْلامِهِ[3]، وَظاهَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ، فَإِنَّهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، لَهُ ما لَهُمْ، * وَعَلَيْهِ ما عَلَيْهِمْ، [وَلَهُ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، وَإِنَّهُ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرانِيٍّ، فَإِنَّهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، لَهُ ما لَهُمْ، وَعَلَيْهِ ما عَلَيْهِمْ،] وَمَنْ كانَ عَلى يَهُودِيَّتِهِ أَوْ نَصْرانِيَّتِهِ فَإِنَّهُ لا يُرَدُّ عَنْها، وَعَلَيْهِ الْجِزْيَةُ، عَلىٰ كُلِّ حالِمٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثىٰ[4]، حُرٌّ أَوْ عَبْدٌ، دِينارٌ وافٍ[5]، مِنْ قِيمَةِ الْمَعافِرِ أَوْ عِوَضُهُ[6] ثِياباً، فَمَنْ أَدَّىٰ ذٰلِكَ إِلىٰ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ لَهُ ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ، وَمَنْ مَنَعَهُ فَإِنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ.

أَمّا بَعْدُ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ مُحَمَّداً النَّبِيَّ [أَرْسَلَ] إِلىٰ زُرْعَةَ ذِي يَزَنَ أَنْ إِذا أَتاكُمْ رُسُلِي فَأُوصِيكُمْ بِهِمْ[7] خَيْراً: مُعاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، وَمالِكُ بْنُ عُبادَةَ، وَعُقْبَةُ بْنُ نَمِرٍ[8]، وَمالِكُ بْنُ مُرَّةَ، وَأَصْحابُهُمْ، وَأَنِ اجْمَعُوا[9] ما عِنْدَكُمْ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْجِزْيَةِ مِنْ مُخالِفِيكُمْ، وَأَبْلِغُوها رُسُلِي، وَأَنَّ[10] أَمِيرَهُمْ مُعاذُ بْنُ جَبَلٍ، فَلا يَنْقَلِبَنَّ إِلّا راضِياً.

أَمّا بَعْدُ، فَإِنَّ مُحَمَّداً يَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلّا اللهُ وَأَنَّهُ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ إِنَّ مالِكَ بْنَ مُرَّةَ الرَّهاوِي[2] قَدْ حَدَّثَنِي أَنَّكَ أَسْلَمْتَ[3] مِنْ أَوَّلِ حِمْيَرَ، وَقَتَلْتَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَبْشِرْ بِخَيْرٍ، وَآمُرُكَ بِحِمْيَرَ خَيْراً، وَلا تَخُونُوا وَلا تَخاذَلُوا، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ هُوَ مَوْلىٰ[4] غَنِيِّكُمْ وَفَقِيرِكُمْ، وَأَنَّ الصَّدَقَةَ لا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلا لِأَهْلِ بَيْتِهِ، إِنَّما[5] هِيَ زَكاةٌ يُزَكّىٰ [بِها] عَلىٰ فُقَراءِ الْمُسْلِمِينَ[6] وَ

ابْنَ السَّبِيلِ، وَأَنَّ مالِكاً قَدْ بَلَّغَ الْخَبَرَ، وَحَفِظَ الْغَيْبَ، وَآمُرُكُمْ بِهِ خَيْراً، وَأَنِّي قَدْ أَرْسَلْتُ إِلَيْكُمْ مِنْ صالِحِي أَهْلِي وَأُولِي دِينِهِمْ وَأُولِي عِلْمِهِمْ، وَآمُرُكُمْ بِهِمْ خَيْراً، فَإِنَّهُ مَنْظُورٌ إِلَيْهِمْ، وَالسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكاتُهُ. ـ والسّلام.

و چون سید علیه السّلام، معاذ را به یمن می‌فرستاد؛ اورا وصیت این بکرد.

يَسِّرْ وَلا تُعَسِّرْ، وَبَشِّرْ وَلا تُنَفِّرْ، وَإِنَّكَ سَتَقْدَمُ عَلى قَوْمٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتابِ، يَسْأَلُونَكَ ما مِفْتاحُ الْجَنَّةِ؛ فَقُلْ شَهادَةُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لاشَرِيكَ لَهُ.

حمیر کے بادشاہ کے لیے یہ مکتوب لکھوا کر جناب معاذ بن جبل کو یہ نصائح فرمائیں۔

معاذ بن جبل کو خصوصی ہدایات

"لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا' سختی سے پیش نہ آنا' خوش خلقی سے پیش آنا' بد خلقی نہ کرنا' تم اہل کتاب کی اس قوم کے پاس پہنچو گے جو تم سے جنت کی کنجی کے بارے میں معلوم کرے گی تو تم انہیں بتانا کہ جنت کی کنجی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے' اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں' وہ وحدہ لا شریک ہے"۔

جب جناب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن آئے تو نبی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق عمل کرتے رہے۔ ایک دن ایک عورت ان کے پاس آئی اور ان سے کہا اے معاذ! آپ اللہ کے نمائندے ہیں' آپ مجھے بتائیں کہ شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے؟

جناب معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' شوہر کے بیوی پر بہت سے حقوق ہیں اور کوئی عورت مرد کے حقوق کو پوری طرح ادا نہیں کر سکتی۔ یہ سن کر اس عورت نے پھر کہا کہ اے معاذ آپ مجھے ان حقوق کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں۔ جناب معاذ نے فرمایا' اے خاتون اگر تم اپنے گھر واپس جاؤ اور دیکھو کہ تمہارا شوہر خون و پیپ میں لتھڑا پڑا ہے' اگر تم اس خون و پیپ کو اس کے جسم سے صاف کرو گی تب بھی تم اپنے شوہر کے حقوق سے آزاد نہ ہوگی۔ یہ سن کر وہ عورت خاموشی سے اٹھ کر چلی گئی۔

فردہ بن عمرو جذامی کا اسلام

مصنف فرماتے ہیں کہ فردہ بن عمرو جذامی بادشاہ روم کی طرف سے اطراف شام کے کافر قبائل عرب پر حاکم تھا۔ ان کے دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا ہوا لہٰذا ایک شخص کی معرفت نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں ایک تنومند سفید خچر بارگاہ نبوی میں بطور تحفہ روانہ کیا۔ اس شخص نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر فردہ کا سلام عرض کیا اور یہ تحفہ پیش کر کے یہ اطلاع دی کہ عروہ مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ نبی علیہ السلام اس خبر سے بہت خوش ہوئے۔ فردہ کے حق میں بہت سی بشارتیں دیں اور خوشی خوشی اس قاصد کو رخصت فرمایا۔

روم کے بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کا عامل عروہ مشرف بہ اسلام ہوگیا ہے تو اس نے ایک فوجی لشکر بھیج کر اس کو گرفتار کرایا اور داخل زنداں کر دیا' بعد میں شاہ روم نے حکم دیا کہ اس کو پھانسی دے کر اس کی لاش کو غوئی دریا میں غرق کر دیا جائے۔ جناب فردہ نے سولی پر لٹکائے جانے کے وقت یہ دو شعر کہے تھے' جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

أَلَا هَلْ أَتَىٰ سَلْمَىٰ بِأَنَّ حَلِيلَهَا
عَلَىٰ مَاءِ عَفْرَىٰ فَوْقَ إِحْدَى الرَّوَاحِلِ
عَلَىٰ نَاقَةٍ لَمْ يَضْرِبِ الْفَحْلُ أُمَّهَا
مُشَذَّبَةٌ أَطْرَافُهَا بِالْمَنَاجِلِ

وَ این مصراع دیگر بگفت و از اسلام خود خبر بازداد :

بیت

بَلِّغْ سَرَاةَ الْمُسْلِمِينَ بِأَنَّنِي
سَلْمٌ لِرَبِّي أَعْظُمِي وَ مَقَامِي

قبیلہ بنو حارث کا جناب خالد بن ولید کے ہاتھ اسلام قبول کرنا

جناب مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ جب ۱۰ھ میں جناب خالد بن ولید کو یمن کے علاقہ میں نجران کے مقام پر قبیلہ بنو حارث کی جانب روانہ فرمایا تو جناب خالد کو نصیحت فرمائی کہ پہلے تو اس قبیلہ کو اسلام کی طرف متوجہ کیا جائے' اگر یہ اسلام قبول کر لیں تو فبہا ورنہ ان سے جنگ کی جائے چنانچہ جناب خالد نے نجران پہنچ کر قبیلہ کی ہر شاخ کے سربر آوردہ لوگوں کے پاس قاصد روانہ کیا جس کا دل خواہ نتیجہ نکلا اور یہ سب مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ جناب خالد بن ولید نے ساری کیفیت ایک خط میں لکھی اور وہ مکتوب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا' جس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ : لِمُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُولِ اللهِ ، مِنْ خالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ ، السَّلامُ عَلَيْكَ يا رَسُولَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكاتُهُ ، فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللهَ الَّذِي لا إِلٰهَ إِلّا هُوَ ، أَمّا بَعْدُ ، يا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ ، فَإِنَّكَ بَعَثْتَنِي إِلىٰ بَنِي الْحارِثِ [بْنِ كَعْبٍ ،] وَأَمَرْتَنِي إِذا أَتَيْتُهُمْ أَلّا أُقاتِلَهُمْ[1] ثَلاثَةَ أَيّامٍ ، وَأَنْ أَدْعُوَهُمْ إِلَى الْإِسْلامِ ، فَإِنْ أَسْلَمُوا قَبِلْتُ مِنْهُمْ[2] ، وَعَلَّمْتُهُمْ مَعالِمَ الْإِسْلامِ وَكِتابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ[3] ، وَإِنْ لَمْ يُسْلِمُوا قاتَلْتُهُمْ . وَإِنِّي قَدِمْتُ عَلَيْهِمْ فَدَعَوْتُهُمْ إِلَى الْإِسْلامِ ثَلاثَةَ أَيّامٍ ، كَما أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَبَعَثْتُ فِيهِمْ رُكْباناً ، [قالُوا] يا بَنِي الْحارِثِ ، أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا ، فَأَسْلَمُوا وَلَمْ يُقاتِلُوا ، وَأَنا مُقِيمٌ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ ، آمُرُهُمْ بِما أَمَرَهُمُ اللهُ بِهِ[4] ، وَأَنْهاهُمْ عَمّا نَهاهُمُ اللهُ عَنْهُ ، وَأُعَلِّمُهُمْ مَعالِمَ الْإِسْلامِ وَسُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَتّىٰ يَكْتُبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ ، وَالسَّلامُ عَلَيْكَ يا رَسُولَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكاتُهُ .

پس سیّد، عَلَيْهِ السَّلام، چون نامهٔ خالد بازکرد و بخواند، بعدازان بفرمود [که] برخیزد و بازمدینه آید و جماعتی از بَنِي الْحارِث باخود بیاورَد. و جواب نوشته‌ای که پیغمبر، عَلَيْهِ السَّلام، به خالد نوشته بود این بود :

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ : مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُولِ اللهِ إِلىٰ خالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ . سَلامٌ عَلَيْكَ ، فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللهَ الَّذِي لا إِلٰهَ إِلّا هُوَ . أَمّا بَعْدُ ، فَإِنَّ كِتابَكَ * جاءَنِي مَعَ رَسُولِكَ تُخْبِرُ أَنَّ بَنِي الْحارِثِ بْنِ كَعْبٍ قَدْ أَسْلَمُوا قَبْلَ أَنْ تُقاتِلَهُمْ ، وَأَجابُوا إِلىٰ ما دَعَوْتَهُمْ إِلَيْهِ مِنَ الْإِسْلامِ ، وَشَهِدُوا أَنْ لا إِلٰهَ إِلّا اللهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُ اللهِ[1] وَرَسُولُهُ ، وَأَنْ قَدْ هَداهُمُ [اللهُ] بِهُداهُ ، فَبَشِّرْهُمْ وَأَنْذِرْهُمْ ، وَأَقْبِلْ وَلْيُقْبِلْ مَعَكَ وَفْدُهُمْ ، وَالسَّلامُ عَلَيْكَ [وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكاتُهُ] .

ترجمہ مکتوب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ مکتوب خالد بن ولید کی طرف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال ہے۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ میں پہلے آپ کے ذریعہ اس خالق و مالک کی حمد

و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد اے اللہ کے رسول آپ نے مجھے بنو حارث کی طرف روانہ فرمایا تھا اور مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں ان لوگوں سے تین دن تک جنگ نہ کروں اور اس عرصہ میں انہیں اسلام کی تعلیم دوں' احکام کتاب اللہ اور سنن نبوی سے آگاہ کروں اور اگر یہ لوگ اسلام نہ لائیں تو ان سے جنگ کروں۔ آپ کے حکم کے مطابق میں نے یہاں آ کر آپ کے فرمان کے مطابق انہیں اسلام کی دعوت دے کر تین دن انتظار کیا' میں نے اس قبیلہ کی شاخوں کے سربر آوردہ لوگوں کے پاس قاصد روانہ کیے' جنہوں نے ان سے جا کر کہا کہ اسلام قبول کر کے سلامتی حاصل کرو' چنانچہ یہ اسلام لے آئے اور مقابلہ پر آمادہ نہ ہوئے۔ اب ان لوگوں میں مقیم ہوں اور انہیں احکام الٰہی سے آگاہ کر رہا ہوں اور انہیں یہ بتا رہا ہوں کہ کن کاموں سے اجتناب کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے' انہیں احکام اسلامی اور سنت نبوی کی تعلیم دی جا رہی ہے' یہ ساری کیفیت آپ کی خدمت میں پیش ہے' والسلام علیک یا رسول اللہ و رحمتہ اللہ و برکاتہ"۔

نبی علیہ السلام کے پاس جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مکتوب پہنچا تو آپ نے اس کو کھولا اور پڑھا۔ آپ نے جناب خالد بن ولید کو ایک جوابی مکتوب کے ذریعہ اطلاع دی کہ اب تم وہاں سے واپس آ جاؤ اور اپنے ساتھ بنو حارث کے کچھ لوگوں کو بھی لاؤ۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مکتوب کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

(اصل مکتوب کی عبارت لگائیں)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے خالد بن ولید کے لیے' تم پر سلامتی ہو' اس خدائے پاک کی رحمتیں تم پر نازل ہوں' جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد ایک قاصد تمہارا مکتوب لے کر آیا جس سے بنو حارث کے جنگ کے بغیر اسلام قبول کرنے کی خوشخبری موصول ہوئی۔ انہوں نے تمہاری دعوت کو قبول کیا اور انہوں کی وحدانیت اور میری رسالت کا اقرار کرنے کی خبر موصول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ آپ ان لوگوں کو جنت کی بشارت دیں اور عذاب دوزخ سے آگاہ کریں۔ اب ان کے وفد کو ساتھ لے کر (مدینہ) آئیں۔ والسلام علیک و رحمتہ اللہ و برکاتہ"۔

جب جناب خالد بن ولید کو مکتوب نبوی ملا' فوراً اٹھ کھڑے ہوئے' بنو حارث کے وفد کو ساتھ لیا اور عازم مدینہ ہوئے۔ یہ بنو حارث اس قوم سے تھے جن پر کوئی قوم اب تک غالب نہ ہو سکی تھی۔ جب بنو

حارث کا وفد خدمت نبوی میں پیش ہوا تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔ کیا وجہ ہے کہ کوئی دشمن اب تک تم پر کامیابی حاصل نہیں کر سکا ہے؟ یہ سن کر وفد کے لوگوں نے کہا' یا رسول اللہ اس کی وجہ یہ ہیں کہ ہم آپس میں اتحاد اور راست بازی رکھتے ہیں' نہ تو ہم کسی پر ظلم کرتے ہیں' نہ کسی کے ظلم کو برداشت کرتے ہیں۔ ان کی بات سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا' تم پر کسی کے غالب نہ ہونے کی یہی وجہ ہے اور تم نے درست کہا ہے۔ بنو حارث کا وفد اواخر شوال میں واپس چلا گیا لیکن اس کے چار ماہ بعد نبی علیہ السلام نے جناب عمرو بن حزم کو احکام اسلامی کی تعلیم' ان کی خبرگیری اور اموال زکوٰۃ کی وصولیابی کے لیے مقرر فرمایا اور ایک ہدایت نامہ جناب عمرو بن حزم کو دیا تاکہ اس کے مطابق عملدرآمد کریں۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ؛ هٰذَا بَيَانٌ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ ، يٰا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ[3] ، عَهْدٌ مِنْ مُحَمَّدٍ [النَّبِيِّ] رَسُولِ اللهِ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ ، حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ ، أَمَرَهُ بِتَقْوَى اللهِ فِي أَمْرِهِ كُلِّهِ ، فَإِنَّ اللهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ بِالْحَقِّ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ ، وَأَنْ يُبَشِّرَ[4] النَّاسَ بِالْخَيْرِ ، وَيَأْمُرَهُمْ بِهِ ، وَيُعَلِّمَ النَّاسَ الْقُرْآنَ ، وَيُفَقِّهَهُمْ فِيهِ ، * وَيَنْهَى النَّاسَ ، فَلَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ [إِنْسَانٌ] إِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ ، وَيُخْبِرَ النَّاسَ بِالَّذِي لَهُمْ ، وَالَّذِي عَلَيْهِمْ ، وَيَلِينَ لِلنَّاسِ فِي الْحَقِّ ، وَيَشْتَدَّ عَلَيْهِمْ فِي الظُّلْمِ ، فَإِنَّ اللهَ[5] كَرِهَ الظُّلْمَ ، وَنَهَى عَنْهُ ، فَقَالَ : أَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِينَ[6] . وَيُبَشِّرَ النَّاسَ بِالْجَنَّةِ وَبِعَمَلِهَا[7] ، وَيُنْذِرَ النَّاسَ النَّارَ وَعَمَلَهَا[1] ، وَيَسْتَأْلِفَ [النَّاسَ] حَتَّى يُفَقَّهُوا فِي الدِّينِ ، وَيُعَلِّمَ النَّاسَ مَعَالِمَ الْحَجِّ وَسُنَّتَهُ وَفَرِيضَتَهُ ، وَمَا أَمَرَ اللهُ بِهِ[2] ، وَالْحَجُّ الْأَكْبَرُ : [الْحَجُّ الْأَكْبَرُ ،] وَالْحَجُّ الْأَصْغَرُ : هُوَ الْعُمْرَةُ ؛ وَيَنْهَى النَّاسَ أَنْ يُصَلِّيَ أَحَدٌ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ صَغِيرٍ ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ ثَوْبًا يَثْنِي[3] طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ ؛ وَيَنْهَى [النَّاسَ] أَنْ يَحْتَبِيَ أَحَدٌ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ يُفْضِي بِفَرْجِهِ[4] إِلَى السَّمَاءِ ، وَيَنْهَى أَنْ يَعْقِصَ[5] أَحَدٌ شَعْرَ رَأْسِهِ فِي قَفَاهُ ، وَيَنْهَى إِذَا كَانَ بَيْنَ النَّاسِ هَيْجٌ عَنِ الدُّعَاءِ إِلَى الْقَبَائِلِ وَالْعَشَائِرِ وَلْيَكُنْ[6] دَعْوَاهُمْ إِلَى اللهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ، فَمَنْ لَمْ يَدْعُ إِلَى اللهِ ، وَدَعَا إِلَى الْقَبَائِلِ

وَالْعَشَائِرِ فَلْيُقْطَفُوا[7] بِالسَّيْفِ، حَتَّىٰ [تَكُونَ] دَعْوَاهُمْ إِلَى اللهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَيَأْمُرَ النَّاسَ بِإِسْبَاغِ الْوُضُوءِ وُجُوهَهُمْ وَأَيْدِيَهُمْ[8] إِلَى الْمَرَافِقِ وَأَرْجُلَهُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَيَمْسَحُونَ بِرُءُوسِهِمْ كَمَا أَمَرَهُمُ اللهُ، وَأَمَرَ بِالصَّلَاةِ لِوَقْتِهَا، وَإِتْمَامِ الرُّكُوعِ [وَالسُّجُودِ] وَالْخُشُوعِ، [وَ] يُغَلِّسُ بِالصُّبْحِ وَيُهَجِّرُ بِالْهَاجِرَةِ حِينَ[9] تَمِيلُ الشَّمْسُ، وَصَلَاةُ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ فِي الْأَرْضِ مُدْبِرَةٌ، وَالْمَغْرِبِ حِينَ يُقْبِلُ اللَّيْلُ، لَا يُؤَخِّرُ[10] حَتَّىٰ تَبْدُوَ النُّجُومُ فِي السَّمَاءِ، وَالْعِشَاءِ أَوَّلَ اللَّيْلِ؛ وَأَمَرَ بِالسَّعْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ إِذَا نُودِيَ لَهَا، وَالْغُسْلِ عِنْدَ الرَّوَاحِ إِلَيْهَا؛ وَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الْمَغَانِمِ خُمُسَ اللهِ[1]؛ وَمَا كُتِبَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَةِ مِنَ الْعَقَارِ عُشْرُ مَا سَقَتِ الْعَيْنُ وَسَقَتِ السَّمَاءُ، وَعَلَىٰ مَا سَقَى الْغَرْبُ نِصْفُ الْعُشْرِ؛ وَفِي كُلِّ عَشْرٍ مِنَ الْإِبِلِ شَاتَانِ، وَفِي كُلِّ عِشْرِينَ أَرْبَعُ شِيَاهٍ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مِنَ [الْبَقَرِ بَقَرَةٌ، وَفِي كُلِّ ثَلَاثِينَ مِنَ الْبَقَرِ تَبِيعٌ، جَذَعٌ أَوْ جَذَعَةٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مِنَ] الْغَنَمِ سَائِمَةً وَحْدَهَا، شَاةٌ فَإِنَّهَا فَرِيضَةُ اللهِ الَّتِي[2] افْتَرَضَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَةِ، فَمَنْ زَادَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ؛ وَأَنَّهُ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ [إِسْلَامًا] خَالِصًا مِنْ نَفْسِهِ، وَدَانَ بِدِينِ الْإِسْلَامِ، فَإِنَّهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، لَهُ مِثْلُ مَا لَهُمْ، وَعَلَيْهِ مِثْلُ مَا عَلَيْهِمْ، وَمَنْ كَانَ عَلَىٰ نَصْرَانِيَّتِهِ أَوْ يَهُودِيَّتِهِ فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ عَنْهَا، وَعَلَىٰ كُلِّ حَالِمٍ: ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، دِينَارٌ وَافٍ[3] أَوْ عِوَضُهُ ثِيَابًا.

فَمَنْ أَدَّىٰ ذَٰلِكَ فَإِنَّ لَهُ[4] ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ، وَمَنْ مَنَعَ ذَٰلِكَ فَإِنَّهُ عَدُوٌّ لِلهِ * وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ جَمِيعًا؛ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ، وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ[5]۔ والسّلام۔

رفاعہ بن زید جذامی کا واقعہ

جناب رفاعہ بن زید اپنے قبیلہ جذام کے سردار تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور ایک غلام بھی خدمت نبوی میں پیش کیا تھا۔ نیک سیرت اور خوش خلق ہونے کے ساتھ ساتھ راسخ العقیدہ مسلمان بھی تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی اجازت سے اپنی قوم میں واپس چلے گئے تھے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی روانگی کے وقت حکم دیا کہ رفاعہ کے لیے ایک مکتوب لکھا جائے۔ اس مکتوب کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

(عربی مکتوب بھی لگایا جائے)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ مکتوب محمد الرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے رفاعہ بن زید کے لیے ہے۔ (اس مکتوب میں حضور علیہ السلام نے لکھوایا تھا) میں نے رفاعہ کو ان کی قوم کی طرف مختار عام بنا کر بھیجا ہے جو ان کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تبلیغ میں شریک ہوگا اور اس کے عمل کو قبول کرلیا جائے گا تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے گروہ میں شامل ہوگا اور جو شخص رفاعہ اور ان کے رفقاء کی دعوت کو قبول نہ کرے گا' اس کو دو ماہ کی مہلت دی جاتی ہے"۔

مدینہ سے روانہ ہو کر جناب رفاعہ اپنی قوم میں واپس آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت نامہ دکھایا اور اسلام کی دعوت دی۔ ساری قوم نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا اور احکام اسلامی پر عمل پیرا ہونے لگے۔

ہمدان کے وفد کی آمد اور قبول اسلام

قبیلہ ہمدان کا شمار یمن کے بڑے قبائل میں ہوتا تھا' اس کا رئیس مالک بن غط تھا۔ یہ قبیلہ اپنی کثرت و شوکت کے علاوہ ہر نعمت سے مالا مال تھا۔ مالک بن غط اپنے قبیلہ کے دوسرے سرداروں کے ساتھ مدینہ کے ارادے سے روانہ ہوا۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے' اس وقت نبی علیہ السلام غزوہ تبوک سے واپس آئے تھے۔ قبیلہ ہمدان کے لوگ جس وقت بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے' اس وقت عمدہ لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔ عدنی عمامے سر پر اور یمنی چادریں اوڑھے ہوئے تھے' عربی گھوڑوں پر سوار تھے اور ہر ایک کے ساتھ دو دو حاجب ہر سردار کے آگے آگے تھے۔ اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

یہ لوگ آکر بارگاہ نبوی میں بیٹھے۔ مالک بن غط رئیس وفد نے اٹھ کر اپنی قوم کی تعریف و توصیف کے سلسلہ میں چند کلمات کہے' اس کے بعد سب لوگوں نے اٹھ کر اسلام قبول کیا۔ نبی علیہ السلام نے انہیں اعزاز و اکرام سے نوازا اور ان کے لیے یہ گرامی نامہ لکھوایا۔

مکتوب کی عبارت ص ۱۰۵۵ سے ۱۰۵۶ پر ہے۔

مالک بن غط نے اپنے علاقہ میں جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نعتیہ اشعار کہے۔

علیہ السّلام ، این چند بیت بگفت:

ذَکَرْتُ رَسُولَ اللهِ فِی فَحْمَةِ الدُّجیٰ
وَنَحْنُ بِأَعْلیٰ رَحْرَحَانَ وَ صَلْدَدِ

وَهُنَّ بِنا خُوصٌ طَلَائِحُ تَغْتَلِی
بِرُکْبَانِها [3] فِی لَاحِبٍ مُتَمَدِّدِ

عَلیٰ کُلِّ فَتْلَاءِ الذِّرَاعَیْنِ جَسْرَةٍ
تَمُرُّ بِنا مَرَّ الْهِجَفِّ [4] الْخَفَیْدَدِ

حَلَفْتُ بِرَبِّ الرَّاقِصاتِ [إِلیٰ مِنیً]
صَوَادِرَ بِالرُّکْبَانِ مِنْ هَضْبِ قَرْدَدِ

بِأَنَّ رَسُولَ اللهِ فِینا مُصَدَّقٌ
رَسُولٌ أَتیٰ مِنْ [عِنْدِ] ذِی الْعَرْشِ مُهْتَدی

فَما حَمَلَتْ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِها [5]
أَشَدَّ عَلیٰ أَعْدَائِهِ مِنْ مُحَمَّدِ

عہد نبوی میں اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت

مصنف کتاب جناب محمد اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں دو افراد نے دعویٰ نبوت کیا' ان میں سے ایک مسیلمہ کذاب تھا جس کا تعلق یمامہ سے تھا جبکہ دوسرے اسود عنسی کا تعلق یمن کے شہر صنعاء سے تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے دوران خطبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا'

"لوگو! میں لیلتہ القدر کو دیکھا لیکن بعد اس کی تاریخ کو بھلا دیا گیا' میں نے اپنے ہاتھوں میں دو کنگن دیکھے جنہیں میں نے برا سمجھا اور ایک پھونک ماری جس سے وہ (کنگن) اڑ گئے۔ ان دونوں کنگنوں میں سے میں نے ان دونوں کذابوں کو خیال کیا جن میں سے ایک کا تعلق یمن اور دوسرے کا یمامہ سے ہے"۔

دجال کے بارے میں روایت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں' میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا'

"قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تیں دجال نکل کر دعویٰ نبوت نہ کریں گے"۔

زکوۃ و صدقات کی وصولیابی کے عمال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ و صدقات کی وصولی کے لیے ایک صحابی کو مہاجرین امیہ بن مغیرہ کو صنعاء (یمن) روانہ فرمایا' اسود عنسی جس نے وہاں دعوئ نبوت کیا تھا' جناب مہاجر کے مقابلہ پر آیا اور جنگ کی۔ ان کے علاوہ اور جن حضرات کو زکوۃ و صدقات کی وصولی کے لیے مقرر فرمایا' ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

حضرت موت	:	جناب زیاد بن عبید
قبیلہ طے	:	عدی بن حاتم
بنو حنظلہ	:	مالک بن نویرہ
بحرین	:	علاء بن حضرمی
نجران	:	علی بن ابی طالب

میسلمہ کذاب نے نبی علیہ السلام کو ایک خط لکھا کہ میں تو آپ کے ساتھ پیغمبری میں شریک ہوں' اس خط کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

"میسلمہ (اللہ کے رسول) کی طرف سے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف' آپ پر سلامتی ہو۔ اما بعد! امور نبوت میں آپ کے ساتھ شریک ہوں' مفتوحہ علاقوں میں سے نصف پر میرا حق ہے اور بقیہ نصف قریش کے لیے لیکن قوم بہت سخت ہے"۔

جب میسلمہ کا قاصد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کا خط پڑھوا کر سنا تو آپ نے ان قاصدوں سے معلوم کیا' تم اس بارے میں کیا کہتے ہو' انہوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں ہماری رائے بھی وہی ہے جس کا اظہار میسلمہ نے اپنے خط میں کیا ہے۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا' اگر قاصدوں کو قتل نہ کرنے کی روایت نہ ہوتی تو ہمیں تمہاری گردنیں اتار دی جاتیں' اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب میسلمہ کے نام لکھوایا' اس کا ترجمہ یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ محمد الرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے میسلمہ کے نام ہدایت طلب کرنے والوں پر ہدایت الٰہی نازل ہو۔ اما بعد! خطہ زمین اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کی وراثت اس کو ملتی ہے جس کو وہ چاہے۔ انجام کار متقین کے لیے ہے"۔

(۲۸)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج

اس باب میں اطراف و اکناف کے بادشاہوں کے پاس اسلامی سفراء کے سفر اور اسلامی دعوت کی تفصیلات بیان ہوں گی۔

نبی علیہ السلام کی سفرحج کے لیے روانگی

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵ر ذی القعدہ ۱۰ھ کو حج کے ارادے سے مدینہ سے عازم مکہ مکرمہ ہوئے تو بہت سے صحابہ آپ کے ساتھ تھے۔ جب اسلامی قافلہ مکہ کے قریب پہنچا تو جن صحابہ کے ساتھ قربانی کے جانور نہ تھے' انہوں نے صرف عمرہ کے لیے احرام باندھے اور جن صحابہ کے ساتھ (ہدی) قربانی کے جانور تھے' انہوں نے حج و عمرہ کے مشترکہ احرام باندھے۔ جن صحابہ نے عمرہ (تمتع) کا احرام باندھا تھا' وہ طواف و سعی کر کے احرام کی ذمہ داریوں سے فارغ ہوگئے اور بقیہ حالت احرام میں رہے۔ (یہ احرام قرآن تھا جو ۱۰ر ذی الحجہ کو رمی کے بعد کھولا جاتا ہے)

جناب علی رضی اللہ عنہ یمن کی جانب گئے ہوئے تھے' وہ بھی حج کے موقع پر مکہ مکرمہ آ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا' علی! جاؤ اور طواف و سعی کر کے احرام کھول دو۔ (اس حکم کی وجہ یہ تھی کہ جناب علی اپنے ساتھ ہدی قربانی کا جانور ساتھ نہیں لائے تھے) جناب علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے وہی احرام باندھا جو آپ نے باندھا ہے یعنی حج و عمرہ کا مشترکہ احرام یعنی قرآن۔ قربانی کا جانور ساتھ نہ لانے کے باوجود نبی علیہ السلام نے جناب علی کو اپنے ساتھ قربانی کے جانور میں شریک کیا اور قربانی کے دن ان جانوروں کو اپنے اور جناب علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے قربان کرنے کا حکم دیا۔

خطبہ حجتہ الوداع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر ایک نصیحت آمیز خطبہ دیا جس میں پند و نصائح کے علاوہ احکام حج اور احکام اسلامی بیان فرمائے۔ اس خطبہ میں آپ نے اخلاقیات اور معاشرتی اصلاح و فلاح کے

بارے میں ہدایات جاری کیں۔ اس موقعہ پر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب یہ ان کا آخری حج ہے۔ آئندہ سال صحابہ آپ کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اس خطبہ کے بعد آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر فرمایا **اللھم قد بلغت** خداوندا میں نے تیرا پیغام لوگوں کو پہنچا دیا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر تمام حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا' یا رسول اللہ آپ نے پیغام الٰہی پہنچا کر اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر دیا ہے۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا' **اللھم اشھد** خداوندا تو گواہ رہ! ان لوگوں نے پیغام الٰہی موصول ہونے کا اقرار کر لیا ہے۔

أَيُّهَا النَّاسُ ، اسْمَعُوا قَوْلِي ، فَإِنِّي لَاأَدْرِي لَعَلِّي لَا أَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هٰذَا [بِهٰذَا] الْمَوْقِفِ أَبَداً ؛ أَيُّهَا النَّاسُ ، إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ إِلَىٰ أَنْ تَلْقَوْا رَبَّكُمْ ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا ، وَكَحُرْمَةِ شَهْرِكُمْ هٰذَا ، وَإِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ [4] ، فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ ، وَقَدْ بَلَّغْتُ ، فَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا إِلَىٰ مَنِ [1] ائْتَمَنَهُ عَلَيْهَا ، وَإِنَّ كُلَّ رِبًا مَوْضُوعٌ ، وَلٰكِنْ لَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ ، لَاتَظْلِمُونَ وَلَاتُظْلَمُونَ . قَضَى اللّٰهُ أَنَّهُ لَارِبَا ، وَإِنَّ رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ ، وَأَنَّ كُلَّ دَمٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ ، وَإِنَّ أَوَّلَ دِمَائِكُمْ أَضَعُ دَمُ [ابْنُ] رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، وَكَانَ مُسْتَرْضَعاً فِي بَنِي لَيْثٍ ، فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ ، فَهُوَ أَوَّلُ مَا أَبْدَأُ بِهِ مِنْ دِمَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ .

أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ مِنْ أَنْ يُعْبَدَ بِأَرْضِكُمْ هٰذِهِ أَبَداً [2] ، وَلٰكِنَّهُ إِنْ يُطَعْ فِيمَا [3] سِوَىٰ ذٰلِكَ فَقَدْ رَضِيَ [بِهِ] مِمَّا تَحْقِرُونَ مِنْ [4] أَعْمَالِكُمْ ، فَاحْذَرُوهُ عَلَىٰ دِينِكُمْ ، أَيُّهَا النَّاسُ : إِنَّ النَّسِيءَ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَاماً وَيُحَرِّمُونَهُ عَاماً ، لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ، فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَيُحَرِّمُوا مَا أَحَلَّ اللّٰهُ ، وَإِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ [اللّٰهُ] السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ ، [وَ] إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً ، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ [5] ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَةٌ وَرَجَبُ [6] * مُضَرَ ، الَّذِي بَيْنَ جُمَادَىٰ وَشَعْبَانَ .

أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ ، فَإِنَّ لَكُمْ عَلَىٰ نِسَائِكُمْ حَقّاً ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقّاً ، لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَايُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَداً تَكْرَهُونَهُ ،

وَعَلَيْهِنَّ أنْ لايَأْتِينَ بِفاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ،فَإنْ فَعَلْنَ فَإنَّ اللهَ قَدْ أذِنَ لَكُمْ أنْ تَهْجُرُوهُنَّ [فِي الْمَضاجِعِ]وَتَضْرِبُوهُنَّ ضَرْباًغَيْرَمُبَرِّحٍ فَإنِ انْتَهَيْنَ فَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ،وَاسْتَوْصُوا بِالنِّساءِ خَيْراً ، فَإنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوانٍ لايَمْلِكْنَ لِأنْفُسِهِنَّ شَيْئاً، وَإنَّكُمْ إنَّما أخَذْتُمُوهُنَّ بِأمانَةِ اللهِ ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ[1] فُرُوجَهُنَّ بِكَلِماتِ اللهِ ، فَاعْقِلُوا أيُّها النّاسُ قَوْلِي ، فَإنِّي قَدْ بَلَّغْتُ ، وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ ما إنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أبَداً ، [أمْراً بَيِّناً ،] كِتابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ . أيُّها النّاسُ ،[اسْمَعُوا] قَوْلِي وَاعْقِلُوهُ، تَعَلَّمُنَّ[2] أنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ أخٌ لِلْمُسْلِمِ ،وَأنَّ الْمُسْلِمِينَ إخْوَةٌ ، فَلايَحِلُّ[4] لِامْرِءٍ مِنْ أخِيهِ[3] إلّا ما أعْطاهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ [مِنْهُ]، فَلا تَظْلِمُنَّ أنْفُسَكُمْ[4]؛ألّلهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ؟ قالُوا : ألّلهُمَّ نَعَمْ. فَقالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ألّلهُمَّ اشْهَدْ[5].

پس سیِّد ، عَلَیهِ السَّلام، چون از حجَّة الوداع فارغ شده بود ،

حجتہ الوداع کے بعد مناسک حج سے فارغ ہو کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عازم مدینہ ہوئے۔ ذی الحجہ محرم و صفر کے مہینے گزرنے کے بعد آپ نے جناب اسامہ بن زید کی قیادت میں فلسطین' شام کی جانب روانہ کرنے کے لیے ایک لشکر ترتیب دیا۔

اطراف کے بادشاہوں کی طرف اسلامی سفیر

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اطراف و اکناف کے بادشاہوں کے پاس خط لے کر سفیروں کو روانہ کیا اور ان بادشاہوں کو اسلام کی دعوت کی۔ ان سفراء میں' جنہیں منصب سفارت عطا ہوا تھا' ایک جناب دحیہ کلبی بھی تھے۔

شاہ کسریٰ کے پاس جناب عبداللہ بن حذافہ کو روانہ فرمایا۔

جناب حاطب بن بلتعہ کو "اسکندریہ" کے بادشاہ مقوقس کے پاس بھیجا گیا۔ یہی وہ بادشاہ ہیں جنہوں نے سیدہ ماریہ قبطیہ کو بارگاہ نبوی میں بھیجا تھا۔

عمان کے بادشاہ کے پاس جناب عمرو بن العاص سہمی بھیجے گئے۔

سلیط بن عمرو بادشاہان یمامہ کے پاس بھیجے گئے۔

جناب علاء بن حضرمی بادشاہ بحرین کے پاس بھیجے گئے۔
شجاع بن وہب کو بادشاہ شام کے پاس روانہ کیا گیا۔
مہاجر بن امیہ مخزومی کو بادشاہ یمن کے پاس بھیجا گیا۔
ان کے علاوہ اور بہت سے قاصدوں اور سفیروں کو دوسرے بادشاہوں کے پاس روانہ کیا گیا جنہوں نے ان بادشاہوں کو اسلام کی تبلیغ کی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الیٰ یوم الدین)

(۲۹)

اطراف کے شہروں میں اسلامی لشکروں کی روانگی

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستائیس غزوات میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی' جس کی تفصیلات گزشتہ صفحات میں ذکر ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اڑتیس اسلامی لشکر اطراف و اکناف میں روانہ فرمائے' اور سب سے آخری لشکر جو آپ نے روانہ فرمایا' اس کے قائد جناب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ لشکر جرار شام اور بلقاء' روم اور فلسطین کی سرحدوں کی طرف بھیجا گیا تھا۔ ان لشکروں کے بھیجے جانے اور ان کی کارکردگی کی تفصیلات سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ انہیں لشکروں میں سے ایک لشکر جناب عبد اللہ بن انیس کی قیادت میں روانہ ہوا تھا' خالد بن سفیان قبیلہ ہذیل کا سردار قائد لشکر اسلامی کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچا تھا۔

جناب عبداللہ بن انیس کی لشکر کشی

جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں خود جناب عبداللہ بن انیس نے اس لشکر کی کارکردگی کی منظر کشی اس طرح کی ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا۔ "میں نے سنا ہے کہ قبیلہ ہذیل کے سردار خالد بن سفیان نے نخلہ کے اطراف میں لشکر جمع کرنا شروع کیا ہے تاکہ مجھ سے جنگ کے لیے آئے' لہٰذا تم جا کر اس کو قتل کرو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے خالد کو اب تک نہیں دیکھا ہے' آپ اس کی پہچان بتا دیں تاکہ میں اس کو پہچان لوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس کی پہچان یہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو گے تو اس کے جسم پر لرزہ

طاری ہو جائے گا۔ چنانچہ اس گفتگو کے بعد میں نے تلوار حمائل کی' سواری پر بیٹھا اور نخلہ کی جانب روانہ ہوگیا۔

جب میں نخلہ پہنچا تو دیکھا کہ خالد بن سفیان کے لشکر کے لیے خیمے آ چکے تھے۔ خالد بن سفیان سب سے آگے خیموں کو نصب کرنے اور خواتین کو اتارنے کے لیے مناسب جگہ تلاش کر رہا تھا۔ جب میں نخلہ پہنچا تھا اس وقت نماز ظہر کا وقت ہوچکا تھا۔ لہٰذا میں نے پہلے نماز ادا کی اس کے بعد سواری پر بیٹھا اور خالد بن سفیان کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو جس طرح کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا مجھے دیکھتے ہی اس پر لرزہ طاری ہوگیا۔ مجھے قریب دیکھ کر اس نے مجھ سے کہا تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میں عربی النسل ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تو نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جنگ کے لیے لشکر ترتیب دیا ہے' اور ہر طرف سے مدد طلب کر رہا ہے' اور میں انہیں معلومات کے حصول کے لیے آیا ہوں۔ خالد بن سفیان نے کہا واقعہ وہی ہے جو تو نے سنا ہے' میرا ارادہ یہ ہے کہ ایک لشکر جرار تیار کر کے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے جنگ کے لئے جاؤں۔ جناب عبداللہ بن انیس فرماتے ہیں میں چاہتا تھا کہ گفتگو کو طول دے کر کوئی ایسا موقعہ حاصل کروں کہ اس کو کیفر کردار کو پہنچاؤں۔ حسن اتفاق سے میں نے اس کی توجہ ایک طرف مبذول کرائی اور تلوار کھینچ کر ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ اس کا سر تن سے جدا ہوگیا۔ اس بدبخت کو قتل ہوتے دیکھ کر اس کے ساتھ کی خواتین ہودجوں سے اتر آئیں اور اس کے سر کی طرف لپکیں۔ اس دوران میں نے اپنے اونٹ کو ڈنڈا مارا اور اس کو بھگاتا ہوا مدینہ آگیا۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا **افلح الوجہ** تیرے چہرے پر کامیابی کے آثار ہیں۔ کیا کارنامہ انجام دے کر آیا ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے دشمن کا کام تمام کر دیا ہے' اللہ اور اس کے رسول کے دشمن کو قتل کر دیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے (ازراہ تعجب) فرمایا سچ کہتا ہے۔ یہ فرما کر اٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دولت سرائے اقدس میں لائے۔ مجھے ایک لاٹھی دے کر فرمایا اس کو احتیاط سے رکھنا۔ میں نے وہ چھڑی (یا لاٹھی) لی اور دولت سرائے اقدس سے باہر آیا تو بہت سے لوگ کاشانہ نبوی کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کیسی لاٹھی ہاتھ میں لئے ہوئے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے یہ لاٹھی عطا فرمائی ہے اور اس کی حفاظت کی تاکید کی ہے۔ لوگوں نے کہا تم نے یہ دریافت نہیں کیا کہ آپ نے یہ لاٹھی مجھے کیوں عطا کی ہے؟ میں نے واپس ہو کر نبی علیہ السلام سے سے

دریافت کیا کہ یارسول اللہ آپ نے یہ لاٹھی مجھے کیوں عطا فرمائی ہے۔ میری درخواست پر نبی علیہ السلام نے فرمایا **انھا بینی وبینک یوم القیامۃ** ○ "قیامت کے دن یہ میرے اور تمہارے درمیان نشانی کا کام کرے گی"۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا **ان اقل الناس المستخصرون یومئذ** ○ "قیامت کے دن بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جن کے پاس نشانی کے طور پر عصا ہوں گے"۔

جناب عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں ہمیشہ اس عصا کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ کہنے والوں نے بتایا کہ مرض الموت میں جناب عبداللہ بن انیس نے وصیت کی تھی کہ اس عصا کو ان کے ساتھ کفن میں رکھا جائے۔ جناب عبداللہ بن انیس نے خالد بن سفیان کو قتل کرنے کے بعد چند شعر کہے تھے وہ ہدیہ ناظرین ہیں۔

تَناوَلْتُهُ وَالظُّعْنُ خَلْفِى وَخَلْفَهُ
بِأَبْيَضَ مِنْ ماءِ الْحَدِيدِ مُهَنَّدِ
عَجُومٍ لِهامِ الدّارِعِينَ كَأَنَّهُ
شِهابُ غَضًى مِنْ مُلْهَبٍ مُتَوَقِّدِ
أَقُولُ لَهُ وَالسَّيْفُ يَعْجُمُ رَأْسَهُ
أَنَا ابْنُ أُنَيْسٍ فارِسًا غَيْرَ قُعْدُدِ
أَنَا ابْنُ الَّذِى لَمْ يُنْزِلِ الدَّهْرَ قِدْرَهُ
رَحِيبُ فِناءِ الدّارِ غَيْرُ مُزَنَّدِ
وَقُلْتُ لَهُ خُذْها بِضَرْبَةِ ماجِدٍ
حَنِيفٍ عَلَىٰ دِينِ النَّبِىِّ مُحَمَّدِ
وَكُنْتُ إِذا هَمَّ النَّبِىُّ بِكافِرٍ
سَبَقْتُ إِلَيْهِ بِاللِّسانِ وَبِالْيَدِ

واقعہ جناب اسامہ بن زید

اس واقعہ کے متعلق جناب مصنف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے انہیں ایک لشکر کی قیادت سپرد فرمائی جب یہ اپنے لشکر کے ساتھ اس علاقہ میں پہنچے تو اس قبیلہ کے ایک شخص مرداس بن نہیک کو دیکھا تو اس کو دیکھ کر آپ نے یہ سمجھا کہ یہ کافر ہے لہٰذا تلوار نکال کر اس پر حملہ کرنا چاہا۔ اس شخص نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا۔ لیکن جناب اسامہ نے اس کو قبول نہیں کیا' اور یہ خیال کیا کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تاکہ جان بچ جائے' لہٰذا اس کو قتل کر دیا۔ جب جناب اسامہ بن زید مدینہ

واپس آئے تو لوگوں نے نبی علیہ السلام کو حالات سے آگاہ کیا۔ یہ واقعہ سن کر نبی علیہ السلام نے غصہ کا اظہار فرمایا اور جناب اسامہ کو بلایا اور فرمایا۔ کل قیامت کے دن تم اس شخص مرداس کے کلمہ پڑھنے پر کیا جواب دو گے' کیونکہ تم نے ایک کلمہ گو کو قتل کیا ہے۔ جناب اسامہ نے کہا کہ اس نے کلمہ اعتقادا" نہیں بلکہ جان بچانے کے لیے پڑھا تھا۔

جناب اسامہ کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام نے سختی کے ساتھ یہ کلمات چند بار ادا کئے۔ اس انداز تنبیہہ پر میں سخت شرمندہ ہوا اور دل میں کہنے لگا کاش میں ابھی مشرف بہ اسلام ہوا ہوتا تاکہ اس وقت کی ندامت اور اس عمل کے ارتکاب سے باز رہتا۔ میں نے معذرت کا اظہار کیا اور عرض کیا یارسول اللہ اس مرتبہ مجھے معافی دیں میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ آیندہ کلمہ گو حضرات سے معترض نہ ہوں گا اور انہیں نقصان نہ پہنچاؤں گا۔

غزوہ ذات السلاسل اور جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام کے اطراف میں لشکر روانہ کرنا چاہا تو جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مہاجرین اور انصار کے علاوہ اطراف کے قبائل پر مشتمل لشکر روانہ کیا۔ یہ لشکر روانہ ہو کر مقام "سلسل" پہنچا تو جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ کافروں کا لشکر کثیر ہے اور اسلامی لشکر ان سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ جناب عمرو بن العاص نے وہیں قیام کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالات لکھ کر بھیجے۔ چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مہاجرین پر مشتمل لشکر' جس میں حضرات صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے' کمک کے طور پر روانہ فرمایا۔ جناب ابو عبیدہ کو نبی علیہ السلام نے نصیحت فرمائی کہ جب لشکر کے ساتھ شامل ہو تو جناب عمرو بن العاص کے ساتھ اختلاف نہ کرنا نہ ان کے کاموں میں مداخلت کرنا۔ جناب مصنف فرماتے ہیں کہ جناب عمرو بن العاص طبعا" تیز اور سیاسی سوجھ بوجھ کے مالک تھے اور مقصد کے حصول کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے تھے۔ جبکہ جناب عبیدہ بن الجراح دنیاوی معاملات کی طرف خاص توجہ نہیں دیتے تھے۔ جب جناب ابوعبیدہ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچے تو جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ امیر لشکر منتخب ہو کر آئے ہیں یا میری معاونت کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ جناب ابوعبیدہ

نے کہا کہ مجھے اجتماعی قیادت کی خواہش نہیں ہے' تم اپنے لشکر کی قیادت کرو اور میں اپنے لشکر کی نگرانی کروں گا۔ یہ سن کر جناب عمرو بن العاص نے کہا کہ آپ کو میری معاونت کے لیے روانہ کیا گیا ہے اس لیے میں امیر لشکر ہوں اور آپ میرے مامور اور ماتحت ہیں۔ اس گفتگو سے جناب ابن العاص کا مقصد اپنی فوقیت کا اظہار تھا۔ جب گفتگو میں تیزی آئی تو جناب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں آپ کے ساتھ آویزش میں نہ پڑوں' اور آپ کے ساتھ معاندانہ گفتگو نہ کروں' اور اگر آپ میری نافرمانی کریں تو میں آپ کو حکم دوں۔ اس گفتگو کے بعد جناب ابن العاص کو اطمینان ہوگیا۔ اسی دوران نماز کا وقت آگیا' جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر امامت کی۔

رافع بن رافع کی آپ بیتی

جناب رافع بن رافع اپنے مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ "میں غزوہ ذات السلاسل میں شریک تھا' دور جاہلیت میں ریگزار میں تنہا سفر کرتا تھا۔ میں جب بھی چاہتا تھا کسی قوم پر جا پڑتا' ان کو جنگل اور بیابان میں نقصان پہنچاتا اس دوران میرا معمول یہ تھا کہ میں اپنے لیے پانی کی تھیلی شترمرغ کے پوٹے میں چھپا دیتا اور جب بیابان جاتا تو اس پوٹے کو ریت سے بھر دیتا' اور اونٹوں کے گلے ہنکاتا ہوا بیابان کی طرف نکل جاتا۔ اگر کوئی لشکر میرے تعاقب میں روانہ ہوتا تو تھوڑی دور چل کر شدت تشنگی سے بیتاب ہو کر واپس ہو جاتا' میں بھی واپس ہو کر اپنے دفن کیے ہوئے ذخیرہ آب کو نکال کر تشنگی دور کرتا اور اپنے اونٹوں کو ہنکا کر لے جاتا"۔

"اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے غزوہ ذات السلاسل کے موقعہ پر مہاجرین کے لشکر کے ساتھ بھیج دیا۔ دوران سفر میرا معمول یہ رہا کہ میں ہمہ وقت جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کمبلی تھی جس کو دوران سفر اوڑھ لیتے تھے اور جب کہیں ٹھہرتے تو اس سے بچھونے کا کام لیتے تھے۔ جناب رافع بن رافع کہتے ہیں کہ دور خلافت صدیقی میں یمن کے لوگوں نے جب ارتداد اختیار کیا تو کہنے لگے کہ ہم ایسے شخص کی بیعت کیسے کر لیں جس کے پاس ایک کمبلی ہو۔

جناب ابوبکر کی رافع کو ہدایات

جناب رافع بن رافع کہتے ہیں کہ "غزوہ ذات السلاسل" سے واپسی میں میں نے حضرت صدیق اکبر

سے عرض کیا مجھے نصیحتوں اور مشوروں سے نوازیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم نہ بھی کہتے جب بھی میں تمہیں کچھ نصیحتیں کرتا۔ چنانچہ آپ نے مجھے نصائح سے نوازا ان نصائح میں سے ایک نصیحت یہ تھی۔ **یا رافع لا تتأمر علی رجلین من المسلمین ابدا"**۔ اے رافع اگر مسلمانوں کے امیر بننے کا موقع آ جائے تو دو مسلمانوں کا امیر بننے پر راضی نہ ہونا۔

جناب رافع کہتے ہیں میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اسلام کے احکام اور اتباع دین کے بارے میں جو نصیحتیں آپ نے فرمائی ہیں ان پر تو میں عمل کروں گا۔ لیکن یہ امارت والی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اگر موقع ملے تو میں دو آدمیوں پر بھی امارت قبول نہ کروں' حالانکہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ دنیاوی بادشاہ اور بارگاہ نبوی کے حاضرباش دونوں ہی اقتدار و اختیار کے خواہاں ہیں' اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ کسی نے منصب و اقتدار کو طلب نہ کیا ہو' یا امارت و ریاست کو چھوڑا ہو' اور آپ مجھ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ میں چھوٹے سے چھوٹے گروہ کی امارت قبول نہ کروں۔

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے میرے استفسار پر فرمایا' "رافع! تم نے بہت مشکل سوال کیا ہے۔ بہرحال اس کا جواب سنو۔ اللہ رب العالمین نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس انسانیت کی ہدایت و راہنمائی اور اسلام کی دعوت کے لیے مبعوث فرمایا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت جدوجہد کی ہے۔ بندگان خدا کو احکام اسلامی پر عمل کرنے اور منہیات شرعیہ سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔ اس جدوجہد کے نتیجہ میں بعض نے خوشی خوشی اور بعض نے دباؤ میں آکر اسلام قبول کیا ہے۔ اس طرح بعض مشرف بہ اسلام ہوئے اور بعض کفر پر باقی رہے' اب جو مشرف بہ اسلام ہوئے وہ اللہ کے پڑوسی اور اس کی حفظ و امان میں ہیں اور وہ لوگ جو ان پر امیر بن گئے ہیں' وہ انصاف کے دامن ہاتھ میں نہیں رکھتے' اس طرح انہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اس کو پورا نہیں کرتے اور جو امانت (عدل و انصاف سے کام لینا) ان کے سپرد کی گئی تھی اس میں خیانت کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں اے رافع تمہارے لیے مناسب یہی ہے کہ اس ذمہ داری کو اٹھانے سے پرہیز کرو' عہد الٰہی کو نہ توڑو اور مسلمانوں کو ایذا نہ دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ایذا رسانی سے ناراض ہوتا ہے اور غضب الٰہی اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی شخص کے ہمسایہ کو کسی غیر شخص نے اذیت پہنچائی ہو اور وہ شخص رات بھر اس اضطراب اور غصہ میں گزارے کہ کب صبح ہو اور وہ جا کر اس شخص سے اپنے

ہمسایہ کا بدلہ لے' جس نے اس کے ہمسایہ کو پریشان کر کے اس کو رات بھر مصیبت میں مبتلا رکھا اور وہ شخص محبت اور غیرت کا ثبوت دے"۔

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ایک سوال

جناب رافع کہتے ہیں کہ اس سفر کے بعد بہت عرصہ تک جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا موقع نہ ملا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے بعد جب جناب صدیق اکبر نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو ایک مرتبہ مجھے جناب صدیق اکبر سے ملاقات کا موقع ملا۔ میں نے آپ کو خلیفہ المسلمین کی حیثیت سے احکام جاری کرتے دیکھا تو میں نے آپ سے تنہائی میں دریافت کیا' اے ابوبکر! آپ نے مجھے تو یہ نصیحت کی تھی کہ میں دو افراد کی امارت قبول نہ کروں' اب یہ کیا بات ہے کہ آپ نے امور مسلمین کی ذمہ داری قبول کر لیا اور خلیفہ کی حیثیت سے تمام مسلمانوں پر احکام صادر کرتے ہیں۔ اس وقت جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا' **لا اجد من ذلک بدا" خشیت علی امۃ محمد الفرقۃ** "مجھے اس سے زیادہ اور کوئی سخت مرحلہ پیش نہ آیا اور میں نے صرف امت مسلمہ کے انتشار کے خوف سے اس بار گراں کو قبول کر لیا"۔

جناب عبدالرحمان بن عوف کا محاربہ

مصنف کتاب جناب محمد اسحاق رحمتہ اللہ علیہ ناقل ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ جو لوگ سر پر دستار باندھتے ہیں' وہ اس کا ایک کنارہ (شملہ) نیچے لٹکتا کیوں چھوڑ دیتے ہیں؟ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں' میں نے اس شخص سے کہا کہ میں انشاء اللہ تیرے سوال کا جواب دوں گا۔ اس موقعہ پر جناب ابن عمر نے اس شخص سے ایک واقعہ نقل کیا کہ میں نو مہاجر صحابہ کے ساتھ بارگاہ نبوی میں حاضر تھا' اور وہ نو افراد کے نام حضرات ابوبکر' عمر' عثمان' علی' عبدالرحمان بن عوف' عبداللہ بن مسعود' معاذ بن جبل' حذیفہ بن یمان' ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم۔ اس وقت ایک انصاری جوان نے آ کر نبی علیہ السلام سے معلوم کیا' یا رسول اللہ مسلمانوں میں افضل فرد کون ہے' آپ نے فرمایا' اچھے اخلاق کا حامل۔

اس انصاری نے ایک اور سوال کیا' یا رسول اللہ مسلمانوں میں عقلمند فرد کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا' وہ شخص جو موت کو کثرت سے یاد رکھتا ہو اور اس کے لیے تیاری بھی کرتا ہو' قبل اس کے کہ اس

کے پاس داعی اجل آئے' وہی شخص عقلمند ہے۔ ان کلمات کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا' عقلمند وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی صفت اور سیرت ایسی ہو (اس موقع پر نبی علیہ السلام نے صحابہ کی طرف منہ کر کے فرمایا)

خَمْسُ خِصالٍ إذا نَزَلْنَ بِكُمْ[1] ، وَأعُوذُ بِاللهِ أنْ تُدْرِكُوهُنَّ : إنَّهُ لَمْ تَظْهَرِ الْفاحِشَةُ فِى قَوْمٍ قَطُّ حَتَّىٰ يُعْلِنُوا بِها إلا ظَهَرَ فيهِمُ الطَّاعُونُ وَالأوْجاعُ ، الَّتِى لَمْ تَكُنْ فِى أسْلافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا ؛ وَلَمْ يَنقُصُوا[2] الْمِكْيالَ [وَالْمِيزانَ] إلا أُخِذُوا * بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمُؤْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطانِ ؛ وَلَمْ يَمْنَعُوا الزَّكاةَ مِنْ أمْوالِهِمْ إلا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّماءِ ، فَلَوْلا الْبَهاتِمُ مامُطِرُوا ؛ وَمانَقَضُوا عَهْدَ اللهِ[3] وَعَهْدَ رَسُولِهِ إلا سُلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوٌّ[4] مِنْ غَيْرِهِمْ ، فَأخَذَ بَعْضَ ماكانَ فِى أيْدِيهِمْ ؛ وَما لَمْ يَحْكُمْ أيِمَّتُهُمْ بِكِتابِ اللهِ * وَتَجَبَّرُوا فِيما أنْزَلَ اللهُ إلا جَعَلَ اللهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ .

پانچ عادتیں ایسی ہیں (اور میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ کسی قوم میں ایسی عادتیں رائج ہوں) جو کسی معاشرہ میں پھیل جائیں تو اس معاشرہ پر ایسا عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے جو اس معاشرہ کے اسلاف نے بھی نہیں دیکھا ہوتا۔ اس قوم پر طاعون کی وبا نازل ہوتی ہے اور طرح طرح کی مشکلات میں مبتلا ہوتے ہیں۔ دوسری بری عادت یہ ہے کہ جس قوم کے افراد میں کم تولنے اور کم ناپنے کی عادت ہو جاتی ہے' اللہ تعالیٰ اس قوم کو قحط' تنگی اور دوسرے مصائب کا شکار کر دیتے ہیں اور اس کے ماسوا اس قوم پر جابر اور ظالم حاکم مسلط کر دیا جاتا ہے جو ان پر ظلم و ستم سے عرصہ حیات تنگ کر دیتا ہے۔

تیسری برائی یہ ہے کہ جس قوم کے افراد اپنے مذہبی فریضہ سے زکوۃ کی ادائیگی سے غافل ہو جاتے ہیں' ان پر اللہ تعالیٰ قحط کی بلا مسلط کرتا ہے اور نہ صرف انسان بلکہ چرند و پرند بھی ایک قطرہ آب سے محروم ہو جاتے ہیں۔

چوتھی برائی یہ ہے کہ جس قوم کے افراد اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی سے کیے ہوئے عہد کو توڑتے ہیں' رب کریم ان پر دشمن مسلط کر دیتا ہے جس کی وجہ سے معاشرہ میں فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے اور معاشرتی سکون درہم برہم ہو جاتا ہے۔

پانچویں عادت یہ ہے کہ جس قوم کے علماء اور قائدین قوم کے افراد میں احکام الٰہی اور سنت نبوی کے مطابق تبلیغ نہیں کرتے' عدل و انصاف کے دامن کو ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں' کتاب الٰہی اور سنت نبوی کے ذریعہ اپنی بزرگی اور فخر کو برقرار رکھیں اور اپنے احترام کو مستحکم کرائیں' ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ ان کے درمیان میں منافرت اور پراگندگی پیدا کر دیتا ہے۔

اس گفتگو کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کون ہے جو اس غزوہ کے لیے اپنی خدمات پیش کرے۔ اس موقع پر جناب عبدالرحمان بن عوف نے آمادگی کا اظہار کر کے سفر کی تیاریوں کی اجازت چاہی۔ دوسرے دن جناب ابن عوف سیاہ عمامہ باندھے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو نبی علیہ السلام نے انہیں اپنے قریب بلا کر ان کے سر پر عمامہ کو چار انگل شملہ چھوڑ کر دوبارہ باندھا اور فرمایا' اے ابن عوف عمامہ اس طرح باندھو' یہ طریقہ بہتر اور مناسب ہے۔ اس کے بعد جناب بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ پرچم اسلامی جناب عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو دے دیں' چنانچہ جناب ابن عوف اسلامی پرچم لے کر "دومتہ الجندل" روانہ ہوئے۔

جناب مصنف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ترسیل لشکر ہائے اسلامی مغازی اور وفود کی روانگی کے حالات مکمل ہوئے اور سب سے آخری لشکر' جس کو نبی علیہ السلام نے شام یمن اور فلسطین میں جنگ کے لیے روانہ فرمایا' اس کے قائد جناب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔ جن اڑتیس لشکروں کو غزوات کے لیے روانہ فرمایا' جن کی بابت سیرت کی کتابوں میں تذکرے ہوئے ہیں' ان کی تفصیل یہ ہے۔

پہلا غزوہ

مجاہدین اسلام کو "شیتہ المرہ" بھیجا گیا۔ اس فوجی دستہ کی قیادت جناب عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے کی۔

دوسرا غزوہ

اس فوجی دستہ کو سمندری کناروں کی جانب' جس علاقہ کو "ناحیتہ العیص" کہا جاتا ہے' روانہ کیا گیا۔ اس دستہ کی قیادت سید الشہداء جناب امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کی۔

تیسرا غزوہ

جناب سعد بن وقاص کو "خرار" کی طرف قائد کی حیثیت سے روانہ کیا گیا۔

چوتھا غزوہ

اس غزوہ میں اسلامی لشکر "قردہ" بھیجا گیا جس کی قیادت جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کی۔

پانچواں غزوہ

یہ دستہ خصوصیت کے ساتھ کعب بن اشرف کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے روانہ کیا گیا' جس کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

چھٹا غزوہ

وہ تھا جس میں جناب مرثد بن ابی مرثد غنوی کو رجیع کے لوگوں کے ساتھ "رجیع" کے علاقہ کی طرف روانہ فرمایا تھا' اس کا مفصل تذکرہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔

ساتواں غزوہ

اس غزوہ میں جناب منذر بن عمرو کو "بیر معونہ" کی جانب روانہ کیا گیا تھا۔

آٹھواں غزوہ

اس موقعہ پر جناب ابوعبیدہ بن الجراح کو عراق کی جانب روانہ کیا گیا۔ اس کے بارے میں تفصیلات "ذوالقصہ" کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہیں۔

نواں غزوہ

اس غزوہ کے موقع پر جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بنی عامر کے علاقہ میں "قربہ" نامی مقام پر روانہ فرمایا۔

دسواں غزوہ

جناب علی رضی اللہ عنہ کو "یمن" بھیجا گیا۔

گیارہواں غزوہ

بنو ممدوح سے جنگ کے لیے جناب غالب بن کلبی کو قیادت کی ذمہ داریاں سپرد کی گئیں' انہیں "کدید" کے مقام پر روانہ کیا گیا۔ جناب غالب نے اپنے دشمن کو مغلوب کر لیا اور کثیر مال غنیمت حاصل ہوا۔ مویشی اور چوپائے قبضہ کر کے روانہ ہوئے لیکن دشمنوں نے مجتمع ہو کر مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ جب یہ دشمن مسلمانوں کے قریب پہنچے تو قدرت نے مسلمانوں کی مدد کی۔ راستہ میں ایک خشک نالہ دونوں کے

درمیان تھا' اس وقت بے موسم شدید بارش ہوئی اور سیلابی حالات پیدا ہوئے۔ نالہ پانی سے لبریز ہوگیا۔ ایک طرف اسلامی لشکر اور دوسری جانب تعاقب کرنے والے کافر تھے لیکن نالہ میں پانی کی تیز روانی کی وجہ سے کافر نالہ پار نہ کر سکے اور مسلمان آسانی کے ساتھ مال غنیمت لے کر مدینہ کی جانب روانہ ہوگئے۔

بارہواں غزوہ

اس موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسری بار اہل "فدک" بنو عبداللہ کو سزا دینے کے لیے فدک کی جانب روانہ کیا گیا۔

تیرہواں غزوہ

بنو سلیم کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے جناب ابوالعوجاء سلمی کی قیادت میں ایک دستہ روانہ کیا گیا' اس لشکر نے دشمن کی فوج کا صفایا کیا لیکن اسلامی دستہ کے قائد اس معرکہ میں شہید ہوگئے۔

چودھواں غزوہ

جناب عکاشہ بن محصن کو ایک قوم کی طرف مقام "غمرہ" کی جانب روانہ کیا گیا۔

پندرہواں غزوہ

نجد کی جانب مقام قطن میں مسعود بن عروہ کو قتل کرنے کے لیے جناب ابو سلمہ بن عبداللہ اسد کو ایک دستہ کے ساتھ روانہ کیا گیا جو دشمن کو قتل کر کے کامیاب واپس ہوئے۔

سولھواں غزوہ

بنو ہوازن قبیلہ کی ایک شاخ "قرطاء" کو سزا دینے کے لیے جناب محمد بن سلمہ کو بھیجا گیا۔

سترہواں غزوہ

خیبر کی طرف جناب بشیر بن سعد کو بھیجا گیا۔

اٹھارہواں غزوہ

بنو مرہ سے جنگ کے لیے جناب بشیر بن سعد کو "فدک" روانہ کیا گیا۔

انیسواں غزوہ

بنو سلیم کی شاخ "جموم" کو سزا دینے کے لیے جناب زید بن حارثہ کو بھیجا گیا۔

بیسواں غزوہ

اس غزوہ کا پس منظر یہ ہے کہ جناب دحیہ کلبی، جنہیں قیصر روم کے پاس منصب سفارت پر فائز کر کے بھیجا گیا، جب وہ اس سفر سے واپس آ رہے تھے تو واپسی کے سفر میں "قبیلہ جذام" کے علاقہ میں پہنچے تو اس قبیلہ کے چند لوگوں نے ہنید اور عوص بن ہنید کی سرکردگی میں جناب دحیہ پر حملہ کر کے کثیر مال لوٹ لیا۔ جب اس قبیلہ کے لوگوں کو، جن میں سے اکثریت مسلمان ہو چکی تھی، اطلاع ملی تو انہوں نے ہنید اور اس کے بیٹے عوص اور ان کے ساتھیوں سے کوشش کر کے جناب دحیہ کا تمام مال واپس دلا دیا۔ جب جناب دحیہ مدینہ آئے تو تمام احوال نبی علیہ السلام سے عرض کیا اور عرض گزار ہوئے کہ ہنید اور اس کے بیٹے کو گرفتار کرنے کے لیے ایک دستہ روانہ کیا جائے تاکہ ان دونوں کو بغاوت کی سزا دی جا سکے اور ان کے ساتھیوں کو بھی کیفر کردار کو پہنچایا جائے۔ چنانچہ ان لوگوں کو سزا دینے کے لیے ایک دستہ روانہ کیا گیا، جو انہیں پکڑ کر مدینہ لائے۔ اس دستہ کی قیادت جناب زید بن حارثہ کے سپرد کی گئی تھی۔

اکیسواں غزوہ

اس غزوہ کی قیادت بھی جناب زید بن حارثہ (جو حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ تھے) کے حصہ میں آئی۔ یہاں سخت معرکہ ہوا لیکن مخالفین اسلام، بنو نزارہ غالب آئے۔ جناب زید کے بہت سے ساتھی شہید ہوئے، خود جناب زید بھی شدید زخمی ہوئے۔ دشمنوں نے انہیں گھوڑے سے کھینچ کر زمین پر ڈال دیا اور مزید زخمی کر کے یہ سمجھ کر چھوڑ گئے کہ یہ ختم ہو گئے۔ جب بنو نزارہ کے لوگ اسلامی لشکر کے مقتولین کو چھوڑ کر چلے گئے تو جناب زید کے ساتھی، جو منتشر ہو چکے تھے، میدان جنگ کی جانب آئے، جناب زید کو مقتولین میں زخمی حالت میں پایا تو انہیں اٹھا کر مدینہ لائے۔ اس موقعہ پر جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ صحت یابی کے بعد جب تک وہ "بنو نزارہ" سے شکست کا بدلہ نہ لے لیں گے، وہ غسل نہ کریں گے۔ چنانچہ زخموں سے صحت یابی کے بعد انہوں نے آ کر نبی علیہ السلام سے اجازت طلب کی اور لشکر ترتیب دے کر "بنو نزارہ" سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے اور "وادی قریٰ" میں معرکہ آرائی ہوئی، آخر یہ "بنو نزارہ" کو شکست دینے میں کامیاب ہوئے اور بہت سے غلام اور باندیوں کو قید کر کے مدینہ لائے۔

بائیسواں غزوہ

اس موقعہ پر جناب عبداللہ بن رواحہ کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ یسیر بن رزام کے قتل کے

لیے روانہ کیا۔ یہ بدبخت یہودی قبائل کا سردار تھا' جو خیبر کے علاقہ میں قیام پذیر تھا' جو ہمیشہ ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتا تھا کہ کس طرح قبائل کے لوگوں کو جمع کر کے مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے لشکر ترتیب دے۔ جب یہ اطلاع سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے جناب عبداللہ بن رواحہ کو چند صحابہ کے ساتھ روانہ کیا۔ ان مجاہدین اسلام میں جناب عبداللہ بن انیس بھی تھے' ان کی بابت گزشتہ صفحات میں لکھا جا چکا ہے۔

جناب ابن رواحہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیبر کے علاقہ میں آئے۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ یسیر بن رزام اور جناب ابن رواحہ میں دیرینہ تعلقات تھے' انہوں نے خیبر آ کر ابن رزام سے تنہائی میں گفتگو کے دوران کہا' یہ تو نے کیا کر رکھا ہے کہ ہر طرف سے لشکر جمع کر کے اپنا سرمایہ ضائع کر رہا ہے' اس طریقہ کار سے تجھے دوہرا نقصان ہے۔ مسلمانوں سے مخالفت ہوگی اور یہ لشکر بھی تیرے کام نہ آئے گا' تو میرے ساتھ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دے' تیری جو بھی خواہش ہوگی اس کے مطابق تجھے مراعات حاصل ہوں گی' اور جس قبیلہ کی سرداری تو چاہے گا تجھے مل جائے گی۔ نبی علیہ السلام جب تجھے دیکھیں گے تو انعام و اکرام کی بارش فرمائیں گے۔ اس طرح جناب ابن رواحہ نے اپنی گفتگو سے اس کو متاثر کر لیا اور وہ بارگاہ نبوی میں حاضری کے لیے تیار ہوگیا' یہودیوں کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر وہ جناب ابن رواحہ کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔ ابھی چند منزل پہنچے تھے کہ اس کی رگ شیطانیت پھڑک اٹھی اور وہ اپنے طرز عمل پر شرمندہ ہونے لگا کہ وہ کیوں بارگاہ نبوی میں حاضری پر تیار ہوا۔ جناب عبداللہ بن انیس اور ان کے ساتھیوں کو اس کے ارادوں کا احساس ہوگیا' چنانچہ جناب عبداللہ بن انیس سواری سے اترے اور اس پر حملہ آور ہوئے۔ یسیر جس حالت میں بیٹھا ہوا تھا اسی حالت میں اس نے تلوار نکالی اور جناب عبداللہ انیس کا سر پھاڑ دیا۔ جناب ابن انیس کے ساتھیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کو سواری سے کھینچ کر قتل کر دیا اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے' اس موقعہ پر ابن انیس کے ساتھیوں نے دوسرے یہودیوں کو بھی قتل کر دیا' لیکن یسیر کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے بھاگ کر اپنی جان بچا لی' اس معرکہ آرائی سے فارغ ہونے کے بعد مسلمانوں نے جناب عبداللہ بن انیس کو فوری طبی امداد پہنچائی اور مدینہ روانہ ہوئے' جب اسلامی دستہ مدینہ آ کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عبداللہ بن انیس کے زخم پر لعاب دہن لگا دیا اور زخم فوری طور پر بھر گیا

اور ایسا معلوم ہوتا کہ کبھی ان کے سر میں کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی تھی۔

تیئسواں غزوہ

اس غزوہ میں جناب عبداللہ بن انیس کو روانہ کیا گیا' تاکہ وہ خالد بن سفیان کو اس جرم میں کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کے لیے لشکر جمع کر رہا تھا' کیفر کردار کو پہنچائیں' چنانچہ انہوں نے خالد کو قتل کر دیا' اس واقعہ کی تفصیلات' پچھلے صفحات میں بیان کی جا چکی ہیں۔

چوبیسواں غزوہ

موتہ کے مقام پر جنگ کے لیے جناب زید بن حارثہ' جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا گیا تھا۔ یہ تینوں حضرات اس غزوہ میں شہید ہوئے' غزوہ موتہ کی تفصیلات' پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔

پچیسواں غزوہ

"ذات اطلاح" کے مقام پر کافروں سے جنگ کے لیے جناب کعب بن عمیر غفاری کی قیادت میں ایک جماعت روانہ کی گئی' چونکہ کافروں کا لشکر تعداد میں بہت زیادہ تھا' اس وجہ سے اسلامی دستہ کے تمام مجاہد شہید ہو گئے۔

چھبیسواں غزوہ

بنو عنبر سے جنگ کے لیے جناب عینیہ بن حصن کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا گیا۔ اس جنگ میں بہت سے دشمنان اسلام قتل ہوئے اور بہت سے اسیر ہوئے' مال غنیمت میں بہت کچھ ملا' باندیاں اور غلام ہاتھ آئے۔ ابھی اس جنگ کے نتیجہ کی اطلاع مدینہ منورہ نہیں پہنچی تھی کہ ایک دن ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ نے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا' میں نے نذر مانی ہے کہ میں فرزندان اسماعیل علیہ السلام سے ایک غلام آزاد کروں گی۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا' "عنقریب بنو عنبر کے اسیر آنے والے ہیں' ان میں سے ایک غلام میں عطا کر دوں گا' جس کو تم آزاد کر دینا اور اپنی نذر کو پورا کر لینا"۔ اس گفتگو کے تین دن بعد جناب عینیہ بن حصن مال غنیمت اور قیدیوں کے ساتھ مدینہ آئے تو نبی علیہ السلام نے ایک غلام سیدہ عائشہ کو دیا' جس کو انہوں نے آزاد کیا۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ بنو عنبر کا تعلق بنو تمیم سے تھا' یہ قبیلہ فرزندان اسماعیل علیہ السلام سے تھا۔

ستائیسواں غزوہ

بنو مرہ سے جنگ کے لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب غالب بن عبداللہ کو روانہ فرمایا تھا' اس کی تفصیلات بھی پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔

اٹھائیسواں غزوہ

اس غزوہ کے لیے جناب عمرو بن العاص کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا گیا' اس غزوہ کی تفصیلات بھی پچھلے صفحات میں بیان کی جا چکی ہیں۔

انتیسواں غزوہ

ابن ابی حدرد کی زیر قیادت ایک دستہ قبیلہ اضم کے لوگوں سے جنگ کے لیے روانہ کیا گیا۔ اس قبیلہ کا سردار عامر بن اضبط اشجعی ایک اونٹ پر سوار سامان لادے کسی جگہ سفر پر جا رہا تھا۔ جب یہ اسلامی لشکر اور رئیس لشکر اسلامی جناب ابن ابی حدرد کے قریب پہنچا تو اس نے مسلمانوں کی طرح سلام کیا' اسلامی لشکر کے لوگوں نے جب عامر کو دیکھا تو اس کو قتل کرنا چاہا' لیکن جب اس کو مسلمانوں کی طرح سلام کرتے دیکھا تو اس کے قتل سے باز رہے اور یہ سمجھا کہ یہ مشرف بہ اسلام ہو چکا ہے' اس لیے اس نے مسلمانوں کی طرح سلام کیا ہے' اگر مسلمان نہ ہوتا تو اس طرح سلام نہ کرتا۔

صحابہ میں ایک شخص محلم ابن جثامہ تھا' اس کی عامر بن اضبط سے پرانی دشمنی تھی' اس لیے اس نے عامر بن اضبط کے سلام پر توجہ نہ دی' اور اپنے ساتھیوں کے مشورہ کے بغیر تلوار نکال کر عامر کو قتل کر دیا۔ اس معرکہ آرائی کے بعد جب اسلامی لشکر مدینہ واپس ہوا تو سارا واقعہ نبی کریم صلی اللہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا۔

واقعات سن کر نبی علیہ السلام نے محلم ابن جثامہ پر غصہ کا اظہار فرمایا اور کہا' "اے نامراد! جب عامر نے اسلام کا اظہار کر دیا تھا' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا تھا' مسلمانوں کی طرح سلام کیا تھا' مسلمانوں نے اس سے تعرض نہیں کیا تھا' لہٰذا تو نے اس کو کیوں قتل کر دیا"۔ یہ سن کر محلم نے خاموشی اختیار کی اور گردن نیچی کر کے بیٹھا رہا' کیونکہ اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہ تھا۔ اس موقعہ پر لوگوں نے محلم سے کہا' اٹھو اور نبی علیہ السلام کے قریب ہو کر معذرت خواہ ہو' تاکہ آپ تیرے لیے مغفرت کی دعا کریں' چنانچہ وہ اٹھ کر نبی علیہ السلام کے قریب آیا۔ لوگوں نے نبی علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ اس کی مغفرت کی دعا فرمائیں' لیکن اس وقت نبی علیہ السلام سخت

ناراض تھے' اس لیے آپ نے دست دعا اٹھائے اور فرمایا "خداوندا' محلم بن جثامہ کی مغفرت نہ فرمانا"۔ یہ جملہ تین بار ادا فرمایا۔

محلم بن جثامہ نے جب یہ حالات دیکھے تو اٹھ کر روتا ہوا روانہ ہوا اور جو چادر اوڑھے ہوئے تھا' اسی سے آنسو صاف کرتا جاتا تھا۔ اس کے جانے کے سات دن کے بعد یہ اطلاع ملی کہ محلم بن جثامہ مر گیا ہے' جب اس کو دفن کیا گیا تو زمین نے اس کو قبول نہ کیا اور اس کی لاش زمین سے باہر آ گئی' تو اس کو دوبارہ دفن کیا گیا' لیکن اس مرتبہ بھی اس کی لاش زمین سے باہر آ گئی' جب تیسری مرتبہ دفن کیا گیا تو تیسری مرتبہ بھی لاش زمین سے باہر آ گئی' اس طرح لوگ اس کو دفن کرنے سے عاجز آ گئے تو لوگوں نے اس کی لاش کو پہاڑ پر لے جا کر پتھروں میں رکھ دیا اور واپس آ گئے۔ یہ واقعہ جب نبی علیہ السلام کو سنایا گیا تو آپ نے فرمایا' زمین نے اس سے زیادہ بدتر لوگوں کو اپنے اندر چھپایا ہے' لیکن مشیت الٰہی اس بات کی متقاضی تھی کہ لوگوں کو اس کی حالت دکھائی جائے' تاکہ لوگ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں' مسلمان کے احترام کو جانیں اور مسلمانوں کے احترام کو پامال کرنے والے کے حشر سے عبرت پکڑیں۔

اس کے بعد نبی علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا! تم بھی مسلمان ہو' لہٰذا ایک دوسرے کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرو' آپس میں خیانت آمیز رویہ نہ برتو۔ ناحق ایک دوسرے کا خون نہ بہاؤ۔ اس کے بعد آپ نے محلم بن جثامہ کی قوم کو حکم دیا کہ وہ عامر بن اضبط کے رشتہ داروں کو دیت کی رقم ادا کریں۔

تیسواں غزوہ

اس معرکہ کے لیے بھی قیادت کی ذمہ داری ابن ابی حدرد کے سپرد کی گئی۔ یہ جماعت رفاعہ ابن قیس جشمی کے قتل کے لیے روانہ کی گئی تھی اور اس کا سبب یہ تھا کہ ابن ابی حدرد نے ایک خاتون سے شادی کی تھی' جس کا مہر دو سو درہم تھا۔ ابن ابی حدرد نہایت شجاع اور بہادر تھے' لیکن غربت کے ہاتھوں لاچار تھے' جب ان کی بیوی نے مہر کا مطالبہ کیا اور یہ اس کا مطالبہ پورا نہ کر سکے تو نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مدد کی درخواست کی' تو نبی علیہ السلام نے فرمایا' اگر عورتوں کا مہر گھر میں پڑے پتھروں کا مقرر کیا جائے تو بھی زیادہ ہوگا' اتنا زیادہ مہر نہیں ہونا چاہیے' تو نے کیوں اتنا مہر مقرر کیا تھا' بعد میں آپ نے فرمایا اس وقت تو کچھ بھی نہیں ہے' چند دن صبر کرو' چنانچہ ابن ابی حدرد چلے گئے اور چند دن انتظار کرتے رہے۔ حسن اتفاق چند روز گزرے تھے کہ نبی علیہ السلام کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ رفاعہ بن قیس' جشم اور قیس کے قبائل کے علاوہ دوسرے قبائل عرب سے لوگوں کو جمع کر رہا ہے' تاکہ نبی علیہ

السلام کے خلاف صف آرا ہو۔ اس اطلاع کے ملنے پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی حدرد کو بلایا اور دو صحابہ کو ان کے ساتھ کر کے یہ حکم دیا کہ جاؤ اور رفاعہ بن قیس کو کیفر کردار کو پہنچاؤ' جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزرا کہ ابن ابی حدرد بڑے بہادر تھے' یہ اس مشن پر روانہ ہوئے' جب قبیلہ رفاعہ کے علاقہ میں آئے تو خود ایک جگہ چھپ گئے اور دوسری جانب اپنے ساتھیوں کو چھپا کر بتا دیا کہ جب میں نعرہ تکبیر بلند کروں تو تم اپنی کمین گاہ سے نکل آنا اور قبیلہ رفاعہ کے لوگوں پر حملہ آور ہونا۔

یہ تینوں اپنی اپنی کمین گاہوں میں بیٹھے رہے' وقت گزرتا رہا' لیکن مقصد براری نہ ہوئی اور نماز عشاء کا وقت گزرنے لگا' یعنی نصف رات گزر گئی۔ حسن اتفاق کہ ایک چرواہا' جو رفاعہ بن قیس کے اونٹوں کو چروانے کے لیے لے گیا تھا' جب اتنی رات تک واپس نہ آیا تو رفاعہ اٹھا' تلوار لگائی اور چرواہے کی تلاش میں نکلنے لگا۔ قبیلہ کے لوگوں نے مزاحمت کی اور رفاعہ کو روکنا چاہا' کہنے لگے کہ تم ٹھہرو ہم جا کر چرواہے کو تلاش کر کے لاتے ہیں' لیکن رفاعہ نے منظور نہ کیا اور کہا' میرے ساتھ کوئی نہ آئے میں خود جا کر چرواہے کو تلاش کروں گا' چنانچہ رفاعہ روانہ ہوا' جب اس جگہ پہنچا جہاں ابن ابی حدرد چھپے ہوئے تھے' تو انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور ایک تیر کمان میں لگا کر چھوڑا' جو رفاعہ کے سینہ پر لگا۔ تیر لگتے ہی رفاعہ گرا اور جان دے دی' جب انہوں نے رفاعہ کو گرتے دیکھا تو اپنی پناہ گاہ سے نکلے' رفاعہ کا سر تن سے جدا کر کے ہاتھ میں لے لیا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور بھاگتے ہوئے قبیلہ رفاعہ کی طرف روانہ ہوئے' ان کے دونوں ساتھی نعرہ تکبیر سن کر باہر آئے اور ان کے ساتھ قبیلہ رفاعہ کے بھگوڑوں کا تعاقب کیا اور اس تعاقب کی وجہ یہ ہوئی کہ قبیلہ رفاعہ کے لوگوں نے جب ہر دو جانب سے نعرہ ہائے تکبیر سنے تو بدحواس ہوگئے اور یہ سمجھے کہ کوئی بہت بڑا لشکر آگیا ہے' جس سے مقابلہ کرنا ممکن نہیں' اس لیے زن و فرزند کے علاوہ ہلکا پھلکا جو سامان بھی ہاتھ لگا' اس کو اٹھا کر بھاگنے لگے اور بھاری سامان گھروں میں چھوڑ دیا۔

ابن ابی حدرد اور ان کے ساتھیوں سے جتنا سامان سمیٹا گیا' وہ لیا اور جتنے لوگوں کو اسیر کر سکتے تھے' ان کو پکڑا اور رفاعہ کے سر کو لے کر مدینہ منورہ آئے اور یہ سر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پیش کیا اور سارا واقعہ سنایا۔ نبی علیہ السلام نے تیرہ اونٹ جناب ابن ابی حدرد کو خصوصی انعام کے طور پر عطا فرمائے اور بقیہ مال غنیمت کو احکام اسلامی کے مطابق تقسیم کر دیا۔

اکتیسواں غزوہ

"دومتہ الجندل" میں جنگ کے لیے جناب عبدالرحمان بن عوف کی قیادت میں دستہ روانہ کیا گیا' جس کا تذکرہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔

بتیسواں غزوہ

سمندر کے کنارے بسنے والے کافروں سے جنگ کے لیے جناب ابوعبیدہ بن الجراح کی قیادت میں لشکر روانہ کیا گیا۔ اس لشکر کی روانگی کے وقت کھانے کے ذخیرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں یا چھواروں کا ایک خوشہ رکھ دیا' جب تک کھانے کا سامان رہا' اس کو استعمال کرتے رہے' لیکن جب سامان غذا ختم ہوگیا' تو اس خوشہ سے ایک ایک خرما لے کر کھاتے رہے۔ جب وہ بھی ختم ہوگئے تو غذا کی کمی کی وجہ سے سارے لشکری کمزور ہوگئے' جب یہ مجاہدین سمندر کے کنارے پہنچے تو سمندر نے ایک بہت بڑی مچھلی خشکی پر پھینک دی' اسلامی لشکر یہاں بیس دن مقیم رہا اور اس مچھلی سے غذا حاصل کرتا رہا اور اس مچھلی کے تیل سے کھانے پکاتا رہا' اس مچھلی سے غذا حاصل کرنے کی وجہ سے مجاہدین اسلام کی ناتوانی توانائی میں بدل گئی۔

یہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ اس کو ایک کروٹ کیا گیا تو اسلامی لشکر کا طویل ترین شخص ایک اونٹ پر سوار ہو کر اس کے نیچے سے آسانی سے گزر گیا۔ مجاہدین اسلام جب اس معرکہ سے فارغ ہو کر مدینہ آئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "یہ رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھیجا تھا"۔

تینتیسواں غزوہ

اس موقع پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے قتل کے لیے عمرو بن امیہ ضمری کو روانہ کیا۔ یہ جناب خبیب عدی اور اصحاب رجیع کے دوسرے صحابہ کی شہادت کے بعد کا واقعہ ہے' اس واقعہ کی تفصیلات بھی پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔ جب جناب عمرو بن امیہ ضمری مکہ پہنچے تو اپنے مقصد میں کامیابی سے پہلے ہی پہچان لیے گئے اور یہ کسی نہ کسی طرح مدینہ واپس آ گئے' اس طرح ابوسفیان کو قتل نہ کیا جا سکا۔

چونتیسواں غزوہ

مدین کے لوگوں سے جنگ کے لیے سمندر کے کنارے جناب زید بن حارثہ کو بھیجا گیا۔ یہ کامیابی حاصل کرنے کے بعد بہت سا مال غنیمت لے کر مدینہ واپس ہوئے۔

پینتیسواں غزوہ

ابو عفک منافق سید عالم صلی اللہ وسلم کا سخت ترین دشمن تھا۔ یہ اپنی ریشہ دوانیوں سے باز نہ آتا تھا' اس لیے نبی علیہ السلام نے جناب سالم بن عمیر کو اس کے قتل پر مامور فرمایا۔ انہوں نے جا کر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی اور ابو عفک ان کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچا۔

چھتیسواں غزوہ

اس موقع پر نبی علیہ السلام نے ایک عورت عصماء کے قتل کے لیے جناب عمر بن عدی کو نامزد کیا۔ یہ عورت عصماء ابو عفک کی بیوی تھی' جو بڑی عالمہ فاضلہ تھی اور بہترین شعر کہتی تھی۔ اس نے شوہر کے مرنے کے بعد مرثیہ گوئی شروع کی۔ ان اشعار میں اپنے شوہر کی موت پر مرثیہ کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کی دل کھول کر مذمت کرتی' جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی یاوہ گوئی کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کے قبیلہ کے ایک فرد جناب عمر بن عدی کو حکم دیا کہ وہ جا کر اس عورت کو کیفر کردار تک پہنچائیں' چنانچہ عمر نے اس شب تعمیل حکم نبوی کی اور دوسری صبح آ کر بارگاہ نبوی میں اپنی کارگزاری کی بابت اطلاع دی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **"نصرت اللہ و رسولہ"** اے عمیر تم نے اس کام کو انجام دے کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے۔

ثمامہ بن اثال کی اسیری

یہ واقعہ اس طرح ظہور پذیر ہوا کہ ایک لشکر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر روانہ کیا تھا' واپسی کے سفر میں ثمامہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا تو اس کو اسیر کر کے لے آئے۔

یہ ثمامہ اکابر یہود میں سے تھا۔ یمامہ' طیئی اور یمن کے لوگ اس کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ یمن اور مکہ کے درمیانی سفر کرنے والے تجارتی قافلوں کی گزرگاہ اس کے علاقہ سے تھی' جب لاعلمی یا عدم تعارف کی وجہ سے اسلامی لشکر کے افراد اس کو اسیر کر کے مدینہ لائے تو نبی علیہ السلام نے ثمامہ کو پہچان کر ان صحابہ سے دریافت کیا کہ تم اپنے اسیر سے واقف ہو؟ صحابہ نے کہا' یا رسول اللہ ہم اس کو نہیں جانتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہ یمامہ کا سردار ثمامہ بن اثال حنفی ہے۔ نبی علیہ السلام نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کی اچھی طرح خبر گیری کی جائے' اس کے بعد آپ نے گھر جا کر اہل خانہ سے فرمایا' اس کے لیے کھانا تیار کیا جائے' اس طرح دونوں وقت اس کے لیے نبی علیہ السلام کے گھر سے کھانا جاتا

تھا۔ خود حضور علیہ السلام روزانہ ثمامہ کے پاس تشریف لے جاتے اور اس کو اسلام کی تبلیغ فرماتے' ثمامہ جواب میں کہہ دیتا' اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ معاملہ کو طول دے رہے ہیں' یا تو آپ میرے قتل کا حکم دے دیں یا بتائیں آپ کو کتنی رقم مطلوب ہے۔ جب ثمامہ یہ بات کہتا تو آپ وہاں سے اٹھ آتے' چند دن بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کی بیڑیاں کاٹ دی گئیں اور اس کو آزادی دے دی گئی۔

آزادی ملنے کے بعد ثمامہ بقیع کی طرف گیا' وہاں سے وضو اور غسل کر کے خدمت نبوی میں آکر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ مسلمان ہونے کے بعد ثمامہ نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا' "یا رسول اللہ اسلام لانے سے پہلے آپ میرے سب سے بڑے دشمن تھے اور آج آپ میرے سب سے قریب ترین دوست ہیں"۔

معمول کے مطابق جب رات کو کاشانہ نبوی سے اس کے لیے کھانا گیا تو اس نے بہت ہی کم کھایا' کیونکہ پہلے وہ سارا کھانا چٹ کر جاتا تھا' آج سارا کھانا ویسے ہی رکھا تھا' کھانا لانے والوں کو سخت تعجب ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا تعجب دور کرتے ہوئے فرمایا:

"تم اس کے کھانے کے بارے میں کیوں تعجب کر رہے ہو؟ ایک شخص صبح کو کفر کی آنتوں سے کھاتا ہے اور شام کو اسلام لا کر مسلمان کی آنت سے کھاتا ہے (جان لو) کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مسلمان ایک آنت میں۔

کچھ دن بعد ثمامہ مکہ کی جانب روانہ ہوا' جب مکہ کے قریب پہنچا تو عمرہ کے لیے احرام باندھ لیا' جب مکہ کی آبادی میں پہنچا تو بلند آواز سے تلبیہ پڑھتا رہا اور حرم کعبہ میں جا کر طواف کیا۔

سب سے پہلا بلند آواز سے تلبیہ کہنے والا

کہا جاتا ہے اسلامی معاشرہ میں جس نے سب سے پہلے با آواز بلند تلبیہ کہا' وہ جناب ثمامہ تھے' جب مکہ والوں نے ذکر الٰہی بلند آواز سے سنا تو ذکر کرنے والے کی تلاش میں گھروں سے نکل آئے اور آکر جناب ثمامہ کو پکڑ لیا اور انہیں قتل کرنا چاہا' لیکن بعض لوگوں کو یہ خیال بروقت آگیا کہ اگر ثمامہ کو قتل کر دیا گیا تو کوئی شخص یا قافلہ مکہ سے یمامہ نہ جا سکے گا اور کوئی قافلہ محفوظ اور پرامن طریقہ پر سفر نہ کر سکے گا۔ لہٰذا جناب ثمامہ کو چھوڑ دیا گیا۔ اوپر جناب ثمامہ نے ان لوگوں سے قسم کے ساتھ کہا بغیر نبی علیہ السلام کی اجازت کے تم لوگ ایک دانہ غلہ بھی یمامہ کے راستہ سے مکہ نہ لا سکو گے۔

جب جناب ثمامہ اپنے علاقہ میں پہنچے تو انہوں نے ایسا انتظام کیا کہ ایک دانہ بھی اس طرف سے مکہ نہ آسکا' اس طرح مکہ والے بہت پریشان ہوئے اور غلہ نہ آنے کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوگئے' تو انہوں نے نبی علیہ السلام کو ایک خط لکھا' جس مین آپ سے ہمدردی' صلہ رحمی اور قرابت داری کی بنیاد پر درخواست کی کہ آپ اس معاملہ میں مداخلت کر کے اس پابندی کو ختم کرائیں' چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور جناب ثمامہ کو ہدایت جاری فرما کر اس پابندی کو ختم کرایا' اب مکہ والوں کو غلہ کی درآمد کی آسانی نصیب ہوگئی۔

سینتیسواں غزوہ

بجیلہ قوم کے لوگوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا' لیکن بعد میں غداری کے مرتکب ہوئے اور اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہوگئے۔ ان کو غداری کی سزا دینے کے لیے نبی علیہ السلام نے جناب کرز بن جابر کو متعین فرمایا۔

اس واقعہ کی تفصیلات جناب مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کی ہیں کہ قوم بجیلہ کے لوگوں نے مدینہ آکر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا' لیکن مدینہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی' ان کی تلیاں بڑھنے کی وجہ سے پیٹ پھول گئے' چہرے زرد پڑ گئے۔ نبی علیہ السلام نے ان کی حالت دیکھ کر فرمایا تمہاری نشوونما دیہات میں ہوئی ہے' شہر کی آب و ہوا تمہیں موافق نہیں آتی ہے' لہٰذا تم تھوڑے عرصہ کے لیے اس جنگل میں چلے جاؤ' جہاں ہمارے اونٹ چرتے ہیں' وہاں جا کر تم اونٹوں کے دودھ اور پیشاب پیو' تاکہ تمہاری صحت بحال ہو جائے' پھر مدینہ واپس آجانا۔

چنانچہ یہ لوگ مدینہ سے اس جنگل میں چلے آئے' یہاں انہوں نے اونٹوں کے دودھ اور پیشاب پی کر صحت حاصل کی' جب ان کے جسموں میں توانائی آئی تو نبی علیہ السلام کے اس غلام کو' جو اونٹوں کے گلہ کا محافظ تھا' قتل کیا' اس کی آنکھیں حلقہ چشم سے نکالیں اور اونٹوں کے گلے کو ہنکا کر اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہوگئے' جب نبی علیہ السلام کو ان کی اس حرکت کا علم ہوا تو ان کے تعاقب میں جناب کرز بن جابر کو روانہ کیا' تاکہ وہ انہیں پکڑ کر لائیں' چنانچہ جناب کرز اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا کر ان لوگوں کو پکڑ کر مدینہ لائے۔ نبی علیہ السلام نے ان غداروں کے بارے میں حکم دیا کہ ان کے چاروں ہاتھ اور پیروں کو کاٹ دیا جائے' اور ان کی آنکھیں نکالی جائیں' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس تکلیف سے یہ کیفر کردار کو پہنچے۔

اڑتیسواں غزوہ

جناب اسامہ بن زید کو مہاجرین نے ایک لشکر جرار کے ساتھ شام و فلسطین کی جانب روانہ کیا اور یہ آخری لشکر تھا' جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے روانہ فرمایا۔

والسلام علی محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

(۳۱)

وفات نبوی صلی اللہ علیہ و سلم

★★★

اس باب میں سید عالم صلی اللہ علیہ و سلم کی علالت اور ان کی وفات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے' آپ کی علالت کا سلسلہ ماہ ربیع الاول ہی میں شروع ہو گیا تھا۔

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس دن آپ علیل ہوئے اس سے پہلی رات کو آپ جنت البقیع (قبرستان) تشریف لے گئے اور وہاں کے مدفونین کے لیے دعائے مغفرت فرمائی' پھر گھر تشریف لا کر آرام فرما ہوئے' صبح جب بیدار ہوئے تو بیماری کے آثار ظاہر ہوئے۔

یہ واقعہ جناب مصنف رحمتہ اللہ علیہ موھبہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے غلام کے حوالے سے نقل کرتے ہیں' کہ جس شب آپ قبرستان بقیع تشریف لے گئے' تو وہاں جانے سے پہلے مجھ سے فرمایا! موھبہ میرے ساتھ قبرستان بقیع چلو' مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں آج شب قبرستان جا کر وہاں کے مدفونین کے لیے دعائے مغفرت کروں۔

جب آپ قبرستان آئے تو وہاں آپ نے یہ دعائیہ کلمات ادا فرمائے:

"السلام علیکم یا اہل المقابر لیھنی لکم ما اصبحتم فیہ مما اصبح الناس فیہ اقبلت الفتن کقطع اللیل المظلم یتبع اخرھا اولھا الآخرۃ شر من الاولی

موھبہ کہتے ہیں۔ ان کلمات کو ادا کرنے کے بعد آپ نے میری جانب منہ کر کے فرمایا "اے موھبہ دنیا اور آخرت کے خزانوں کی کنجیاں مجھے پیش کی گئیں اور ان دونوں میں ایک کے انتخاب کا اختیار دیا گیا۔ اس کے علاوہ دنیا' جنت اور لقاء ربی کے درمیان مجھے یہ اختیار دیا گیا کہ میں ان دونوں میں

یعنی دنیا اور جنت و لقاء ربی میں سے ایک کو اپناؤں"۔ جناب موبھبہ کہتے ہیں' میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان' آپ دنیا اور آخرت کے خزانوں کی کنجیاں اور جنت کو منتخب فرما لیں۔ میری بات سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ "خدا کی قسم ایسا نہیں ہے' میں نے لقاء رب اور جنت کا انتخاب کرلیا ہے"۔

جناب موبھبہ فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام مدفونین بقیع کے لیے دعائے مغفرت کر کے گھر تشریف لائے' اس صبح سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

سیدہ عائشہ کے تاثرات

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' جس شب نبی علیہ السلام بقیع کے قبرستان سے واپس آئے تو میں درد سر میں مبتلا تھی اور تکلیف کی شدت سے ہائے درد سرہائے درد سرپکارتی تھی۔ میری تکلیف پر نبی علیہ السلام نے فرمایا' عائشہ میں بھی درد سر محسوس کر رہا ہوں۔ اسی گفتگو کے دوران سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری توجہ مرض کی طرف سے ہٹانے کے لیے مزاح کے طور پر فرمایا۔ اے عائشہ اگر تم میری حیات ظاہری میں داعی اجل کو لبیک کہتیں 'میں تمہاری نماز جنازہ پڑھتا اور تمہاری تدفین کرتا اگر ایسا ہوتا تو تمہارا کیا نقصان ہو جاتا؟ یہ جملے سن کر میں نے عرض کیا' یارسول اللہ کاش ایسا ہوتا لیکن مجھے یہ یقین ہے کہ اگر میرا انتقال ہوگیا تو مجھے قبر میں لٹا کر جب آپ واپس آئیں گے تو دوسرے ہی روز میری جگہ ایک اور بیوی لے آئیں گے۔ ہم آپس میں ایسی گفتگو کرتے رہے' اسی دوران نبی علیہ السلام پر بخار کے اثرات ظاہر ہوئے اور چند دن آپ بخار کی حالت میں رہے لیکن ان دنوں معمول کے مطابق باری باری دوسری امہات المومنین کے یہاں قیام کرتے رہے۔ لیکن جب طبیعت زیادہ خراب ہوئی اور دوسرے حجروں میں جانے میں دقت محسوس ہوئی تو آپ نے دوسری ازواج سے میرے گھر میں رہنے کی اجازت لے لی تاکہ میں آپ کی تیمارداری کروں اور اسی علالت میں میرے حجرے میں آپ رفیق اعلیٰ کی طرف رخصت ہوئے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تذکرہ امہات المومنین

مصنف کتاب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سفر آخرت اختیار کیا' اس وقت نو ازواج کاشانہ نبوی میں تھیں۔

(۱) سیدہ عائشہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما۔

(۲) سیدہ حفصہ بنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما۔

(۳) سیدہ ام حبیبہ بنت جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہما۔

(۴) سیدہ ام سلمہ بنت ابو امیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہا۔

(۵) سیدہ سودہ بنت زمعہ بن قیس رضی اللہ عنہا۔

(۶) سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

(۷) سیدہ میمونہ بنت حارث بن حزن رضی اللہ عنہا۔

(۸) سیدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا۔

(۹) سیدہ جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہا۔

یہ وہ تعداد ہے جو بوقت وفات اہل بیت نبوت میں تھیں اور انہیں ام المومنین ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ لیکن ان خواتین کی تعداد جنہیں سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حرم ہونے کی نسبت حاصل ہوئی' ان کی تعداد تیرہ ہے۔ ان نو کے علاوہ ان چار کا تعارف اس طرح ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ نبی علیہ السلام کی تمام اولاد' ماسوائے جناب ابراہیم کے' سیدہ خدیجہ کے بطن سے ہوئی۔ حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے۔ سیدہ خدیجہ کی زندگی میں نبی علیہ السلام نے کسی خاتون کو اپنی زوجیت میں لینے کا اعزاز عطا نہ فرمایا۔ سیدہ خدیجہ کا مہر بیس جوان اونٹ یا اونٹنیاں مقرر کیا گیا تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

یہ وہ خوش نصیب خاتون ہیں جنہیں سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زوجیت میں آنے کا شرف نصیب ہوا۔ مکہ مکرمہ میں سات سال کی عمر میں نکاح میں آئیں اور جب نو سال کی عمر ہوئی تو مدینہ طیبہ میں رخصتی عمل میں آئی۔ بعض روایات کے مطابق ان کی عمر دس سال تھی اور یہ پہلی خاتون تھیں جو ناکتخدا تھیں' ان کا مہر چار سو درہم مقرر ہوا تھا۔

سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

وہ معزز خاتون ہیں جنہیں نکاح نبوی میں آنے کا شرف نصیب ہوا اور ام المومنین ہونے کا اعزاز نصیب ہوا۔ ان کا مہر بھی چار سو درہم تھا۔

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

یہ چوتھی خاتون ہیں جنہیں ام المومنین کے اعزاز سے نوازا گیا' ان کا مہر چار سو درہم تھا۔ نبی علیہ السلام کے نکاح میں آنے سے پہلے یہ جناب زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں' جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **"فلما قضی زید منها وطرا زوجنا کها"**۔ الآیۃ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

یہ وہ ذی عزت خاتون ہیں جو نکاح نبوی میں آئیں۔ ان کا مہر ایک طاق' ایک لکڑی کا پیالہ' ایک چوبی خوان اور ایک دیگ تھا۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز نصیب ہوا کہ ان کی صاحبزادی سیدہ حفصہ نکاح نبوی میں آئیں۔ ان کا مہر بھی چار سو درہم تھا۔

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

سیدہ ام حبیبہ نجاشی شاہ حبش کی وکالت کے ذریعہ نکاح نبوی میں آئیں۔ ان کا مہر بھی چار سو درہم تھا۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا

نکاح نبوی میں آنے سے پہلے یہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھیں۔ نبی علیہ السلام نے انہیں آزادی کی دولت سے سرفراز فرمایا اور اپنے نکاح میں لائے۔ ان کا مہر بھی چار سو درہم مقرر ہوا تھا۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

یہ محترمہ خیبر کے قیدیوں میں سے تھیں' انہیں نبی علیہ السلام نے آزادی کی دولت عطا فرمائی اور اپنی زوجیت میں لائے۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا

حضور علیہ السلام نے انہیں جب زوجیت کا اعزاز عطا فرمایا تو ان کا مہر بھی چار سو درہم مقرر فرمایا۔ انہیں جب نکاح نبوی کے لیے پیغام دیا گیا تو یہ اونٹ پر سوار تھیں' یہ پیغام سن کر ان محترمہ نے فرمایا' اونٹ اور اس پر جو کوئی ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت ان کے حق

میں نازل ہوئی۔ **وامراۃ مومنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا۔ الآیہ**

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

نکاح کے وقت ان کا مہر بھی چار سو درہم مقرر کیا گیا تھا' انہیں ام المساکین کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا تھا کیونکہ یہ غریبوں اور مسکینوں پر بہت زیادہ شفقت فرماتیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں۔

ان گیارہ خواتین کو حرم نبوی میں داخل ہونے کا شرف ملا' ان میں سے دو سیدہ خدیجہ اور زینب بنت خزیمہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات ظاہری میں انتقال کر گئیں اور نو اس وقت حیات تھیں جب حضور علیہ السلام نے سفر آخرت اختیار فرمایا' جس کی تفصیلات پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔

ان کے علاوہ دو خواتین ایسی بھی تھیں جو نکاح میں آئیں لیکن انہیں حرم نبوی میں داخل ہونے کا اعزاز نہیں ملا۔ ان میں سے ایک اسماء بنت لقمان کندیہ تھیں۔ حرم نبوی میں شامل ہونے سے پہلے ان کے جسم پر سفید داغ ظاہر ہوئے لہٰذا انہیں کچھ دے کر مکہ واپس کر دیا گیا اور ان سے قربت نہ ہوئی۔

دوسری خاتون عمرہ بنت یزید کلابیہ تھیں' یہ اپنے سابقہ دین پر قائم تھیں' جب ان سے قربت کا موقع آیا تو انہوں نے یہ کلمات ادا کیے۔ **اعوذ باللہ منک۔** میں اللہ تعالیٰ سے آپ کی ذات سے پناہ طلب کرتی ہوں۔ یہ کلمات سنتے ہی نبی علیہ السلام نے فرمایا' جو میری قربت سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہے اس سے قربت مناسب نہیں۔ لہٰذا انہیں ان کے میکہ واپس کر دیا گیا۔

ان تیرہ خواتین میں ان چھ کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔ سیدہ خدیجہ' عائشہ' حفصہ' ام حبیبہ' ام سلمہ' سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہن۔ بقیہ کا تعلق ماسوائے سیدہ صفیہ کے قبائل عرب سے تھا جبکہ سیدہ صفیہ کا تعلق شرفاء یہود سے تھا۔

علالت نبوی علیہ الصلوۃ والسلام

اس جملہ معترضہ کے بعد جناب مصنف رحمتہ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے دوبارہ علالت کے موضوع پر رقم طراز ہیں کہ جب حضور علیہ السلام پر مرض کا غلبہ ہوا تو آپ ازواج مطہرات کی رضامندی سے میرے حجرے میں قیام فرمانے کے لیے تشریف لے آئے۔ جس وقت آپ تشریف لائے تو سر پر عمامہ بندھا تھا' ایک ہاتھ حضرت علی کے کاندھے پر تھا تو دوسرا حضرت فضل بن عباس کے کاندھے پر۔ مرض کے غلبے کی وجہ سے آپ کو چلنے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی۔

چند دن کے بعد مرض کا غلبہ زیادہ ہی ہو گیا تو آپ نے فرمایا' سات مشک پانی سات مختلف کنوؤں سے

لاؤ اور اس کو میرے جسم پر ڈالو تاکہ میں مسجد جا کر لوگوں کو کچھ نصیحتیں کروں۔ حسب ہدایت پانی لایا گیا اور آپ کو بٹھا کر وہ پانی ڈالا گیا اور بعد میں آپ نے لباس تبدیل فرمایا' عمامہ باندھا اور آپ کو مسجد لایا گیا۔ آپ نے منبر پر تشریف لا کر صحابہ سے ان الفاظ میں تخاطب فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایک بندے نے دنیا و آخرت میں سے آخرت و لقائے رب کو اختیار فرمایا ہے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے"۔

یہ کلمات سن کر مزاج شناس رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ یہ کلمات آپ نے اپنی ذات کے بارے میں فرمائے ہیں اور آپ کا سفر آخرت قریب ہے۔ چنانچہ جناب ابوبکر نے روتے ہوئے نبی علیہ السلام سے عرض کیا' "یارسول اللہ ہمیں آپ سے جدائی کی طاقت نہیں"۔ نبی علیہ السلام نے جناب صدیق سے فرمایا۔ "صدیق! آہستگی اختیار کرو"۔

صدیق اکبر کے لیے ایک اور اعزاز

خطبہ کے دوران نبی علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ مسجد نبوی میں جن مکانوں کے دروازے کھلتے ہیں' سب کو بند کر دیا جائے' اب صرف صدیق اکبر کے مکان کا دروازہ مسجد نبوی میں کھلا رہے گا' باقی تمام دروازے بند ہوں گے اور میری بارگاہ میں جو فضیلت انہیں حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

"اگر میں دنیا میں کسی کو دوست بناتا تو وہ ذات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہوتی۔ البتہ ابوبکر کی رفاقت اور ایمانی اخوت کا رشتہ ان کے ساتھ ہے اور یہ (انشاء اللہ) اس وقت بھی باقی رہے گا جبکہ ہمیں لقائے ربی نصیب ہوگی"۔

ان کلمات کے بعد مہاجرین سے فرمایا۔

"تم انصار کے ساتھ اچھا سلوک رکھنا' یہ میرے محرم اسرار ہیں اور میرے یار و غمگسار۔ ان کے نیکوں کے ساتھ نیکی کا سلوک کرنا اور ان کے بروں کے ساتھ عفوو درگزر اختیار کرنا"۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے بارہا سنا ہے آپ فرماتے تھے "اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو اپنے پاس نہیں بلایا' جب تک کہ اس کو دنیا میں رہنے یا اپنی ملاقات اور جنت کی نعمتوں کے حصول کا اختیار نہیں دیا کہ وہ دنیا و آخرت میں سے کس کو اختیار کرتے ہیں"۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں حضور علیہ السلام کی حیات ظاہری کے آخری دنوں میں آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری

تھے۔ "میں رفیق اعلیٰ سے ملاقات اور جنت کو اختیار کرتا ہوں"۔ یہ کلمات سن کر مجھے یقین ہوگیا کہ اب حضور علیہ السلام کی حیات ظاہری کا سلسلہ ختم ہونے والا ہے۔

جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام مقرر ہوگئے

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں' جب نبی علیہ السلام کی علالت کا سلسلہ طویل ہوا اور آپ مسجد میں نماز کے لیے تشریف نہ لے جا سکے۔ ایک دن جب نماز کا وقت ہوا تو آپ نے فرمایا "ابوبکر سے کہو کہ وہ مسجد میں نماز پڑھائیں"۔ سیدہ فرماتی ہیں اس وقت میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے والد نہایت نرم دل ہیں' دوسرے ان کی آواز بھی بلند نہیں' اس کے علاوہ نماز میں ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے' اس لیے مناسب یہ ہے کہ آپ کسی دوسرے شخص کو امامت کے لیے مقرر فرمائیں۔ لیکن آپ نے میری بات کی طرف توجہ نہ فرمائی اور دوبارہ یہ حکم دیا کہ ابوبکر ہی سے امامت کے لیے کہا جائے۔ چنانچہ میں نے ایک مرتبہ پھر اپنی بات کا اعادہ کیا تو آپ نے غصے سے فرمایا "تم یوسف (علیہ السلام) کے دور کی عورتوں کی طرح سے ہو"۔ یعنی آپ نے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا جس میں ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی تھی۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں' میں نے جناب صدیق اکبر کی امامت کے بارے میں اس لیے کہا تھا کہ جب صحابہ مصلیٰ نبوی پر کسی اور کو دیکھیں گے' تو انہیں یہ گوارا نہ ہوگا کہ کوئی آپ کی موجودگی میں مصلیٰ پر آئے' مجھے یہ خیال ہوا کہ خوامخواہ لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہوں گے۔

ایک اور روایت کے مطابق جب مرض کی وجہ سے نبی علیہ السلام کو نقاہت ہوئی اور آپ نماز کے لیے مسجد نہ جا سکے' لیکن جب نماز کا وقت ہوا اور معمول کے مطابق جب جناب بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کے بعد اقامت کہی' تو بعض صحابہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھے' تو آپ نے فرمایا جاؤ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ ان موجود صحابہ میں جناب عبد اللہ بن زمعہ بھی تھے' وہ بیان کرتے ہیں' میں وہاں سے اٹھا تاکہ جا کر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتاؤں کہ نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے' کہ آپ امامت کریں لیکن جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد میں موجود نہ تھے' تو میں نے جناب عمر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھانے کے لیے کہہ دیا۔ چنانچہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی' چونکہ جناب عمر جہیر الصوت (بلند آواز والے) تھے' جب انہوں نے تکبیر تحریمہ کہی اور ان کی آواز نبی علیہ السلام نے سنی تو آپ نے فرمایا۔ "ابوبکر کہاں ہیں' اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کو یہ بات پسند نہیں کہ ابوبکر

رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کوئی اور امامت کرے"۔ چنانچہ نماز ختم ہونے کے بعد نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلوا کر فرمایا' "اب آپ آئندہ نمازوں کی امامت کریں"۔

ادھر جب حضرت عمر نماز سے فارغ ہوئے تو جناب عبد اللہ بن زمعہ سے فرمایا' تم نے میرے ساتھ کیا کر دیا' میں تو یہ سمجھ کر امامت کے لیے آگے بڑھ گیا تھا کہ تم میرے بارے میں حکم نبوی لائے ہو' ورنہ خدا کی قسم میں ہرگز امامت کی ہمت نہ کرتا۔ جناب عبد اللہ بن زمعہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا' مجھے نبی علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ میں جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے کہوں۔ چونکہ وہ موجود نہیں تھے اس لیے میں نے حاضرین میں سب سے بہتر آپ کو جان کر امامت کے لیے کہہ دیا۔

مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر جب بیماری کا اور غلبہ ہوا تو منبر پر تشریف لائے۔ حمد و ثنا کے بعد آپ نے انصار و مہاجرین کو مخاطب فرمایا۔

"میں نے جس لشکر کو شام کی طرف روانگی کا حکم دیا ہے' اس لشکر کے قائد اسامہ بن زید کے احکام کی تعمیل کرنا اور ان کی امارت کے بارے میں کچھ نہ کہنا' جیسا کہ تم نے ان کے والد جناب زید کے بارے میں کہا تھا' حالانکہ یہ دونوں باپ بیٹے قیادت و سیادت کے اہل ہیں۔ اب تمہارا یہ پروپیگنڈا مناسب نہیں کہ ایک نوجوان کو معمر مہاجر و انصار پر امیر مقرر کیا گیا ہے"۔

ان کلمات کو فرمانے کے بعد آپ منبر سے اتر آئے اور لشکر روانہ ہوگیا۔ اس خطبہ کی ضرورت یوں پیش آئی کہ جب جناب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مہاجرین و انصار کے ایک لشکر کو ملک شام کی جانب روانہ ہونے کا حکم دیا تو اس لشکر کی روانگی ممکن نہ ہو سکی' اس کی وجوہات میں سے ایک وجہ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی علالت اور دوسری وجہ بعض صحابہ کا جناب اسامہ کی قیادت میں جانے سے تردد تھا' کیونکہ معمر صحابہ اس نوجوان مجاہد کی قیادت میں جانے کے لیے راضی نہ تھے اور متوقف تھے اور روانگی کے معاملہ کو ٹالنا چاہتے تھے اور مدینہ چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو اس طرز عمل کی اطلاعات مل رہی تھیں' جن کے سبب آپ خاصے دل گیر تھے' ایک طرف بیماری اور اس کے اثرات' دوسری جانب ان لوگوں کا طرز عمل' ان باتوں نے آپ کو بہت رنجیدہ کیا اور جب معاملہ حد سے بڑھتا نظر آیا تو علالت کے باوجود آپ نے منبر پر آ کر صحابہ کو خطبہ دے کر اس جنگ پر جانے کے لیے آمادہ کیا اور ان حضرات صحابہ سے فرمایا' "تم میں سے وہ لوگ جنہیں اس لشکر کے ساتھ روانگی کا حکم دیا گیا' ان پر لازم ہے کہ وہ اسامہ بن زید کے احکام کی اس طرح تعمیل کریں جس طرح کہ میرے حکم کی

تعمیل کرتے ہیں اور یہ بات سمجھ لو کہ اسامہ بھی امارت کے اہل ہیں اور اس کے والد حارث بھی امارت کے لائق تھے"۔

نبی علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر تمام شرکاء لشکر مطمئن ہو کر جناب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے' ابھی یہ لشکر مدینہ سے ایک منزل کی مسافت پر پہنچا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کی اطلاع ملی۔

حضرت انس بن مالک کی زبانی حضور علیہ السلام کی علالت کی کیفیت

جس دن سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سفر آخرت اختیار فرمایا' وہ دو شنبہ (پیر) کا دن تھا' اس دن آپ نماز فجر کے وقت اٹھے اور اس دروازہ میں تشریف لائے جو حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ اور مسجد نبوی کے درمیان ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا' جب نمازیوں کو نبی علیہ السلام کی موجودگی کا احساس ہوا تو یہ لوگ بہت خوش ہوئے اور اس خیال سے صفوں کے درمیان جگہ کرنے لگے کہ شاید آپ نماز کے لیے تشریف لائیں گے۔ لیکن نبی کریم علیہ السلام نے نمازیوں کے اس انداز کو دیکھا تو انہیں اشارہ سے روک دیا۔ البتہ آپ نمازیوں کے نظم و ضبط' نمازیوں کی کثرت' صفوں کی درستی اور ادائے نماز کے انداز کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور تبسم فرماتے ہوئے حجرہ شریفہ میں واپس تشریف لے آئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' میں نے نبی علیہ السلام کو اس سے زیادہ خوش اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

حضرت عمر اور منصب خلافت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے آخری ایام میں کہا گیا کہ آپ اپنے بعد کسی کو منصب خلافت کے لیے متعین کر دیں' تو آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیفہ نامزد کروں تو ایسی شخصیت کا اتباع ہوگا جو مجھ سے بہتر تھے (یعنی حضرت ابوبکر نے اپنے بعد حضرت عمر کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا)۔ اور اگر کسی کو خلیفہ نامزد نہ کروں تو ایسی ذات کا اتباع ہوگا' جنہوں نے اپنی حیات ظاہری کے بعد کسی کو خلیفہ یا نائب نامزد نہیں کیا تھا (یعنی حضور علیہ السلام نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں فرمایا تھا)۔ اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جملہ سے یہ بات صراحت سے ثابت نہیں ہوتی کہ نبی علیہ السلام نے کسی کو منصب خلافت کے لیے نامزد نہیں کیا تھا لیکن اشارات اس امر کے سلسلہ میں ضرور ملتے ہیں کہ منصب خلافت کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب اشارے فرمائے تھے۔ کیونکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام

کی عدم موجودگی میں نماز کی امامت کی اور حضور علیہ السلام نے تکبیر تحریمہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز نہ سنی تو رنجیدہ ہو کر فرمایا تھا "ابوبکر کہاں ہیں' اللہ تعالیٰ کے حکم اور مسلمانوں کے جذبات کے خلاف عمل ہو رہا ہے"۔ جب جناب عمر رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوگئے تھے تو نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا تھا کہ آئندہ نماز کی امامت وہ کریں۔

حضور علیہ السلام کی مسجد میں آمد اور نمازیوں سے خطاب

جناب ابوبکر ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں جس دن (یعنی دو شنبہ پیر کو) حضور علیہ السلام نے سفر آخرت اختیار فرمایا' اس دن عمامہ باندھ کر آپ نماز فجر کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت فرما رہے تھے تو نمازیوں نے صفوں میں جگہ کی اور راستہ بنایا تاکہ نبی علیہ السلام آگے مصلے پر تشریف لے آئیں۔ جب امامت کرتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ احساس ہوا کہ نمازیوں میں انتشاری کیفیت ہے اور صفوں میں جگہ پیدا کی جا رہی ہے تو یہ سمجھا کہ یہ عمل نبی علیہ السلام کی وجہ سے ہے تو آپ مصلے سے پیچھے آنے لگے تاکہ نبی علیہ السلام مصلے پر تشریف لے آئیں۔ لیکن نبی علیہ السلام نے مصلے کے قریب آ کر جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی پشت پر دست مبارک رکھ کر اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ پر رہیں اور زبان سے یہ بھی فرمایا کہ ابوبکر تم اپنی جگہ پر رہو اور نماز مکمل کراؤ' اس کے بعد آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب بیٹھ کر نماز میں مشغول ہوئے۔ جب نماز ختم ہوئی تو حاضرین کی طرف منہ کر کے فرمایا۔

"لوگو! آتش دوزخ بھڑک اٹھی ہے' فتنے شب تار کی طرح رونما ہونے لگے ہیں۔ خدا کی قسم حلال و حرام کے بارے میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں تمہیں میں نے بتایا نہ ہو اور احکام قرآنی نے اس حلال و حرام کو ظاہر کر دیا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا و آخرت میں (برائیوں) سے رہائی پاؤ اور زمانے کے فتنوں سے محفوظ رہو' قرآن پاک سے تمسک کر کے حلال و حرام کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور جس چیز کو قرآن نے حلال کہا ہے اس کو حلال سمجھو اور جس چیز کو قرآن نے حرام کہا ہے اس کو حرام سمجھو"۔

یہ باتیں سن کر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' یارسول اللہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا بہت ہی فضل و کرم ہے کہ آج الحمدللہ آپ بہت بہتر ہیں۔ (یعنی مرض کی کیفیت میں افاقہ ہے)۔

علالت نبوی کے سلسلہ میں جناب عباس و علی کی گفتگو

جناب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر آخرت اختیار فرمایا' اس دن حضرت علی نبی علیہ السلام کے پاس سے اٹھ کر باہر تشریف لائے تو لوگوں نے نبی علیہ السلام کی خیریت معلوم کی تو جناب علی نے کہا' الحمدللہ آج انہیں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ جب حضرت علی نے یہ کلمات فرمائے تو جناب عباس بن عبدالمطلب ان کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور ان سے کہا' تمہیں حالات کا اندازہ نہیں اس لیے تم یہ کہہ رہے تھے۔ بحمدہ تعالیٰ آج حضور علیہ السلام کی طبیعت بہت حد تک بہتر ہے۔ خدا کی قسم میں نے آج ان کے (نبی علیہ السلام کے) چہرے پر موت کے اثرات دیکھے ہیں اور ان کے چہرہ کو دیکھ کر پہچانا ہے کیونکہ بنو عبدالمطلب کی اولاد کی کیفیت موت سے پہلے ایسی ہی ہوتی ہے۔ ان کی وفات قریب ہے' آؤ ان کے پاس چلیں اور یہ معلوم کریں کہ ان کی حیات ظاہری کے بعد خلافت کے امور کون انجام دے گا۔ ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ منصب ہم میں رہے گا یا کسی غیر کو تفویض ہوگا' ممکن ہے کہ وہ ہمارے حق میں وصیت فرمائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس گفتگو کے جواب میں فرمایا' مجھے اس سوال سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اگر نبی علیہ السلام ہمیں منع فرماتے ہیں تو یقین جانئے آپ کی حیات ظاہری کے بعد ہمیں کچھ بھی نہ ملے گا اگرچہ آپ نے ہمیں وصیت فرمائی ہو۔

اس دن جب ان دونوں حضرات میں یہ گفتگو ہوئی تھی' سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور جوار حق میں تشریف لے گئے۔ یہ دن دو شنبہ (پیر) تھا اور وقت دوپہر سے پہلے کا تھا۔

حضور علیہ السلام کا حضرت عائشہ سے نصیحت فرمانا

حضرت صدیقہ عائشہ فرماتی ہیں جس دن نبی علیہ السلام کی وفات ہونا تھی' اس دن آپ نماز فجر کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے تھے۔ وہاں حاضرین کو نصائح فرمائی تھیں جن کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ہوا ہے۔ نصائح کے بعد آپ حجرہ شریفہ میں تشریف لائے اور میری گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔ اس حالت میں میرے ایک عزیز آئے' ان کے ہاتھ میں مسواک کی سبز ٹہنی تھی۔ نبی علیہ السلام اس ٹہنی کو دیکھ رہے تھے' میں نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ مسواک چاہتے ہیں۔ لہٰذا میں نے معلوم کیا' یارسول اللہ آپ کو مسواک چاہیے تو آپ نے فرمایا۔ ہاں! میں نے ان صاحب سے مسواک کی ٹہنی لے کر اس کو

اپنے دانتوں سے نرم کیا اور حضور علیہ السلام کو دے دیا۔ حضور نے اس کو دانتوں پر زور سے ملا' اس کے بعد اس کو پھینک دیا۔ اس وقت میں نے محسوس کیا کہ آپ کی جسمانی قوت کم ہو رہی ہے اور میرے اوپر جسم کا بوجھ بڑھ رہا ہے۔ میں نے آپ کے چہرے پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ پتلیاں پھر رہی ہیں اور کان کی لویں جھک گئی ہیں۔ اس وقت زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے "**بل الرفیق الاعلی من الجنۃ**" یعنی "دنیاوی زندگی پر رفیق اعلیٰ سے ملاقات اور جنت کو ترجیح دیتا ہوں"۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ آپ کی حیات ظاہری کے آخری لمحات ہیں اور آپ نے اپنے اختیارات کی وجہ سے لقائے حق اور حیات آخرت کو اختیار کیا ہے۔ اس لمحہ آپ نے میری گود میں سفر آخرت اختیار کیا' اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

ناتجربہ کاری اور نادانی کی وجہ سے میں نے سر مبارک گود سے اٹھایا اور روتی ہوئی عورتوں کے پاس چلی آئی۔

وفات نبوی اور تاثرات فاروقی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں آئے تو دیکھا کہ منافقین آپس میں کانا پھوسی کر رہے تھے۔ ان کی حرکتیں دیکھ کر جناب عمر کو غصہ آیا' کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ "منافقوں کا کہنا یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی موت واقع ہو گئی ہے' میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ مرے نہیں بلکہ قرب حق میں لیے گئے ہیں' جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے اور چالیس دن بعد واپس آئے تھے۔ اس دوران سامری نے قوم موسیٰ علیہ السلام کو تباہ کر دیا تھا' اب ہمارے پیغمبر علیہ السلام تشریف لے گئے ہیں اور وہ جلد واپس ہوں گے۔ اپنی واپسی پر ہر ایسے شخص کی زبان کاٹیں گے اور اس کو سزا دیں گے جس نے کہ ان کی موت کے بارے میں کہا ہوگا"۔ ابھی تک جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس سانحہ کی اطلاع نہیں ملی تھی' جب انہیں اطلاع دی گئی تو وہ گھر سے روانہ ہو کر مسجد کے دروازے پر آئے تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کر رہے ہیں لیکن انہوں نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔

جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازے سے حجرہ عائشہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ نبی علیہ

السلام حجرہ میں یمانی چادر اوڑھے ایک طرف آرام سے ابدی نیند سو رہے ہیں۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی اور پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور فرمایا' یارسول اللہ موت کا ذائقہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مقرر فرمایا تھا اس کو آپ نے چکھ لیا ہے' اب ابدی عیش اور بہشت کی مملکت ابدی طور پر آپ کے لیے ہوگی۔ یہ کلمات کہہ کر چادر اوڑھائی اور حجرہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے باہر تشریف لائے۔ مسجد نبوی میں لوگ موجود تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے باتیں کر رہے تھے۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا' عمر آہستگی اختیار کرو کیونکہ جناب عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے گفتگو کر رہے تھے اور خاموش نہیں ہو رہے تھے۔ جب لوگوں نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں دیکھا تو آپ کی طرف متوجہ ہوگئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

وفات نبوی پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تاثرات

اس موقع پر حضرت ابوبکر نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

"جو شخص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا' اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات ہو گئی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا' اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ **حی و لایموت** ہے یعنی وہ زندہ ہے اور اس کو موت نہیں ہے"۔

اس کے بعد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہیں ہیں' مگر ان سے پہلے بھی رسول مبعوث ہوئے ہیں' اگر ان رسولوں میں کوئی وفات پائے یا قتل کیا جائے تو تمہارے لیے یہ مناسب نہیں کہ تم دین اسلام سے انحراف کرو۔ اگر تم دین سے انحراف کرو تو اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان یا ضرر نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا عطا فرمائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے اس آیت کریمہ کو سن کر تمام صحابہ کا اضطراب ختم ہو گیا اور اختلافی کیفیات جو ظاہر ہونے لگی تھیں وہ بھی ختم ہو گئیں۔ اس آیت کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' مجھے یہ آیت یاد ہی نہ آئی اب حضرت ابوبکر کی زبانی سن کر مجھے اس آیت کا ادراک ہوا ہے۔ ورنہ پہلے یہ یقین نہ آ رہا تھا کہ نبی علیہ السلام اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔

بیعت سقیفہ بنی ساعدہ

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات ظاہری اور اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ابھی تدفین کی منزل نہ آئی تھی کہ صحابہ کے درمیان اختلاف رونما ہوا۔ انصار نے جناب سعد بن عبادہ کو اپنا سردار اور سربراہ مقرر کر لیا۔ حضرت علی جناب طلحہ و جناب زبیر کے ساتھ حضرت فاطمہ کے گھر میں مشورے کرنے لگے۔ مہاجرین بشمول جناب عمر سب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی میں تھے اور اس کی تائید ماقبل کی سطور سے ہوتی ہے' جس میں حضرت عمر کا وفات سے انکار اور حضرت ابوبکر کا قرآن سے وفات ثابت کرنا معلوم ہوا ہے (یہاں ابھی تک خلافت کے سلسلہ میں کسی کو خواب و خیال تک نہ تھا)۔

یہ حضرات ابھی مسجد ہی میں تھے کہ کسی شخص نے حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے آ کر کہا

اگر آپ حضرات اسلام کی غم خواری نہ کریں گے اور مسلمانوں کے کام نہ آئیں گے تو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا تو اس کا تدارک نہ ہو سکے گا' یہی کام کرنے کا وقت ہے اور اس وقت کی جدوجہد کار آمد ہوگی۔

ان باتوں کو سن کر تفصیلات طلب کیں تو بتایا گیا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے ہیں اور جناب سعد بن عبادہ کو اپنا امیرو سردار مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور جگہوں پر بھی خفیہ میٹنگیں ہو رہی ہیں۔

یہ باتیں سن کر حضرت عمر نے کہا' اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھئے' دیکھتے ہیں کہ انصار کیا کر رہے ہیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جس وقت یہ گفتگو ہو رہی تھی اس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جسد مبارک حجرہ عائشہ میں تھا اور آپ کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے کے لیے کوئی انتظام شروع نہ ہوا تھا۔

حضرات صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما ابھی راستہ ہی میں تھے کہ انہیں دو صحابی (عویم بن ساعدہ انصاری' معن بن عدی عجلانی انصاری) راستہ میں ملے اور ان حضرات سے دریافت کیا کہ کدھر کا ارادہ ہے تو حضرات شیخین نے فرمایا' بنی ساعدہ کا ارادہ ہے۔ تو ان دونوں انصاری صحابہ نے کہا' آپ لوگ اب واپس ہو جائیں اور اپنا کام کریں کیونکہ انصار نے جناب سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ اس موقع پر حضرت عمر نے فرمایا ضروری ہے کہ ہم اس وقت وہاں جائیں اور حالات کا جائزہ لیں۔

چنانچہ یہ دونوں حضرات سقیفہ میں پہنچے تو وہاں بہت سے لوگ جمع تھے اور جناب سعد بن عبادہ کملی اوڑھے اس میں منہ چھپائے ہوئے تھے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور یہ حضرات بھی وہیں آ کر بیٹھ گئے۔

اس کے بعد انصار میں سے ایک شخص نے اٹھ کر تقریر کرتے ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی' اس کے بعد کہا' اے گروہ مہاجرین! ہمارا تعلق انصار سے ہے' ہم اسلام کے سپاہی ہیں اور آپ مہاجرین بھی ہماری ہی ایک جماعت ہو۔ اس کے بعد اس مقرر نے بہت سے باتیں کیں' تقریر کے آخر میں کہا کہ یہ ہمارا حق ہے کہ نبی علیہ السلام کا نائب ہم میں سے ہو اور مسلمانوں کا خلیفہ انصار سے ہو اور امور مسلمین میں مہاجروں کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' جب انصاری مقرر نے ان کلمات پر اپنی تقریر ختم کی تو میں نے اٹھ کر کچھ کہنا چاہا تاکہ اس تقریر کا جواب دوں' کیونکہ میں نے

راستہ میں انصار کو مطمئن کرنے کے لیے چند باتیں سوچ رکھی تھیں اور میرے خیال میں یہ باتیں ان کے اطمینان کے لیے کافی تھیں۔ لیکن جناب ابوبکر نے مجھے روک دیا اور فرمایا' عمر یہ وقت تمہاری گفتگو کے لیے مناسب نہیں ہے' چنانچہ میں خاموش رہا۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ چونکہ مجھ سے بہتر معاملہ فہم تھے' اس لیے انہوں نے گفتگو شروع کی اور وہی باتیں کہیں جو میں راستہ میں سوچتا ہوا آیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے مجھ سے بہتر ترجمانی کی۔ آپ نے فرمایا' اے گروہ انصار' توجہ سے سنو کہ مہاجرین اپنی ہجرت کی وجہ سے تم سے زیادہ فضیلت والے ہیں' مہاجرین اپنے حسب و نسب کی وجہ سے تمام عرب میں معروف و مشہور ہیں' انہیں حضور اکرم علیہ السلام سے یہ نسبت حاصل ہے۔ ان کا تعلق بھی اس قوم قریش سے ہے جس سے سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تعلق تھا۔ سارا عرب اس بات سے واقف ہے کہ امامت کی اہلیت اور نبی علیہ السلام کی نیابت کے لیے ان سے بہتر اور کوئی نہیں ہے اور مسلمانوں کی خلافت کے فرض کو ان سے بہتر اور کوئی انجام نہ دے سکے گا۔

جناب عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ہمارے آنے کے بعد اس نشست میں جناب ابوعبیدہ بن الجراح اور چند مہاجر صحابہ شریک ہوگئے تھے۔ چنانچہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وقت میرا اور جناب ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا' میں ان دونوں میں ایک شخصیت کو تمہارے امور کی نگرانی کے لیے اہل سمجھتا ہوں' اب ان دونوں میں سے جس شخصیت کو چاہو منتخب کرو' اٹھ کر اس سے بیعت کرو اور خلافت کی ذمہ داریاں اس کے سپرد کر دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر کے تمام جملوں سے مجھے انتہائی مسرت ہوئی' ماسوائے اس کے کہ انہوں نے امور خلافت کی تفویض کے لیے میرا نام بھی تجویز کیا۔ خدا کی قسم کے ساتھ کہتا ہوں اگر میری گردن ماری جاتی تو یہ سزا مجھے قبول ہوتی' کیونکہ اپنے سے زیادہ اہل جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں خلافت کی ذمہ داریاں میرے سپرد کی جاتیں۔

جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر کے خاتمہ پر انصار میں سے ایک صاحب اٹھے اور انہوں نے کہا' میں اس سلسلہ میں ایک تجویز پیش کر کے معاملہ کو برابری پر ختم کیے دیتا ہوں۔ میری تجویز ہے کہ ایک امیر مہاجرین میں سے ہو اور ایک انصار میں سے اور امور خلافت کو آپس میں برابری کے حساب سے تقسیم کر دیا جائے۔ اس تجویز پر چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور ہر شخص اپنی اپنی کہنے لگا۔

جناب عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' یہ حالت دیکھ کر مجھے خوف آیا کہ اس طرح تو اختلاف بڑھے گا'

اسلام اور مسلمانوں کے معاملات میں دشواریاں پیدا ہوں گی۔ چنانچہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہاتھ بڑھائیں' انہوں نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے ان سے بیعت کی۔ مجھے دیکھ کر جو مہاجر صحابہ وہاں آ چکے تھے انہوں نے بھی بیعت کی' جب مہاجر صحابہ کو انصار نے بیعت کرتے دیکھا تو انہوں نے آ کر بیعت کر لی۔

حضرت عمر کی معذرت اور حضرت صدیق اکبر کا خطاب

بیعت سقیفہ کے دوسرے دن جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے مسجد نبوی کے منبر پر تشریف لائے۔ قبل اس کے کہ جناب صدیق خطبہ شروع کریں' جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنی گزشتہ روز کی گفتگو پر صحابہ سے معذرت کی اور کہا' اے مسلمانو کل فرط جذبات میں میری زبان سے یہ نکلا تھا کہ نبی علیہ السلام کو موت نہیں آئی بلکہ وہ واپس تشریف لائیں گے' یہ کلمات میں نے نہ احکام قرآنی کی روشنی میں کہے تھے' نہ فرمودہ نبوی سے استفادہ کر کے کہے تھے' بلکہ اس گفتگو سے میرا مقصد مسلمانوں کو انتشار و افتراق سے بچانا تھا تاکہ ان میں اختلاف پیدا نہ ہو۔ اب جبکہ نبی علیہ السلام رفیق اعلیٰ سے جا ملے ہیں' انہوں نے قرآن ہمارے درمیان چھوڑا ہے' خود وہ بھی جو ارشاد فرماتے تھے' وہ قرآنی تفسیر ہوتا تھا۔ اب جو بھی قرآن سے تمسک کرے گا اور احکام قرآنی پر عمل کرے گا' اس کے حلال کردہ کو حلال اور اس کے حرام کردہ کو حرام جانے گا' وہ راہ راست پر ہو گا اور جہالت اور ضلالت سے محفوظ رہے گا۔ ہماری خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل فرمایا ہے کہ ہم نے نبی علیہ السلام کے غار کے رفیق کی بیعت کر لی ہے اور یہ بیعت بالاتفاق ہوئی ہے۔ کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی ہے' اب آپ لوگ اٹھئے اور تجدید بیعت کیجئے اور جو لوگ کل موجود نہ تھے وہ آج بیعت کر لیں۔ چنانچہ سب لوگوں نے اٹھ کر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں اپنا مقتدا اور خلیفہ تسلیم کیا۔

تاریخ میں سقیفہ کی بیعت کو اس نسبت سے بیعت سقیفہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس دن سقیفہ میں مخصوص حضرات موجود تھے۔ جبکہ آج یعنی دوسرے دن تمام حضرات جو کل موجود نہ تھے' انہوں نے بھی اور جو کل موجود تھے' انہوں نے بھی بیعت کی۔ اس بیعت کو "بیعت عامہ" کہا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے افتتاحی کلمات اور بیعت عامہ کے بعد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے حمد و ثنا کے بعد فرمایا (یہ صدیق اکبر کا بیعت خلافت کے بعد پہلا

خطبہ تھا)۔

أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ ، فَإِنِّي قَدْ وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ ، فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِينُونِي ؛ وَإِنْ أَسَأْتُ فَقَوِّمُونِي ؛ الصِّدْقُ أَمَانَةٌ ، وَالْكِذْبُ خِيَانَةٌ ، وَالضَّعِيفُ فِيكُمْ قَوِيٌّ عِنْدِي [حَتَّىٰ] أُرِيحَ عَلَيْهِ حَقَّهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ[٥] ، وَالْقَوِيُّ فِيكُمْ ضَعِيفٌ [عِنْدِي] حَتَّىٰ آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ[١] ، لَا يَدَعُ قَوْمٌ[٢] الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا *ضَرَبَهُمُ اللَّهُ بِالذُّلِّ[٣] ، وَلَا تَشِيعُ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا عَمَّهُمُ اللَّهُ[٤] بِالْبَلَاءِ ، أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللَّهَ [وَرَسُولَهُ] ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ، فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ . قُومُوا إِلَىٰ صَلَاتِكُمْ . يَرْحَمُكُمُ اللَّهُ .

"لوگو! مجھے تمہارا امیر مقرر کر دیا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں' اگر اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر میں غلطی کا ارتکاب کروں تو میری اصلاح کرو۔ سچائی امانت اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں کمزور میرے نزدیک قوی ہے جب تک کہ اس کو اس کا حق دلاؤں (انشاء اللہ) اور تم میں طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے کسی کا حق واپس لوں (انشاء اللہ) اگر کوئی قوم جہاد کو ترک کرتی ہے تو وہ ذلت و رسوائی کا شکار ہو جاتی ہے اور جس قوم میں برائیاں پھیل جاتی ہیں تو وہ قوم بلاؤں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں' میری اطاعت کی جائے اور اگر میں اللہ کے احکام کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت آپ پر لازم نہیں"۔ اس کے بعد آپ نے حاضرین سے فرمایا۔ "اب آپ لوگ نماز کی تیاری کریں' اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے"۔

حضرت عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی گفتگو

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں میں نے انہیں دیکھا کہ سڑک پر تنہا جا رہے ہیں' ان کے ہاتھ میں درہ ہے جس کو وہ بار بار اپنے پیر پر مار رہے ہیں جبکہ میں ان کے قریب آیا تو ان کے انہماک میں فرق نہ آیا اور وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ جناب عباس کے بیٹے تمہیں معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے دن وہ باتیں میں نے کیوں کی تھیں؟ یعنی میں نے کہا تھا کہ نبی علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی بلکہ وہ اسی طرح پوشیدہ ہوئے ہیں جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے تھے اور بعد میں واپس آ گئے تھے' اسی طرح نبی علیہ السلام بھی واپس تشریف

لائیں گے۔ ابن عباس فرماتے ہیں' میں نے عرض کیا' امیر المومنین مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا' جب حضور علیہ السلام کی وفات کی خبر مجھے معلوم ہوئی تو میرے ذہن میں یہ آیت آئی **وکذلک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونو اشھداۤء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیدا** ○ اس آیت کی روشنی میں میرا خیال یہ ہوا کہ پیغمبر علیہ السلام اس وقت تک حیات ظاہری میں رہیں گے جب تک صحابہ کی زندگی گزرے اور اس آیت کے معنی وہ ہیں جو حق تعالیٰ نے بتائے ہیں۔ "میں نے تم صحابہ اور امت پیغمبر اسلام کو دوسری (امتوں) مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور تمہیں اختیار دیا ہے تاکہ کل قیامت کے دن تم دوسری امتوں کے اعمال کی گواہی دو اور پیغمبر تمہارے اعمال کے گواہ ہوں"۔ اس طرح حضرت عمر نے یہ خیال کیا ہوگا کہ جب نبی علیہ السلام اپنے صحابہ اور امت کے اعمال کے گواہ ہوں گے تو ان کی موت غیبت ہوگی اور وہ بعد میں واپس ہو کر مکمل طور پر قیام فرمائیں گے اور ان کے اموال و اعمال سے واقف ہوں گے۔

اس ضمنی تذکرہ کے بعد جناب مصنف رحمتہ اللہ علیہ وفات نبوی کے واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے دوسرے دن جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمومی بیعت کی گئی' اس کے بعد حضور علیہ السلام کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے کے انتظامات کیے گئے۔ یہ دن سہ شنبہ (منگل) کا تھا۔

غسل نبوی کی خدمت

جن حضرات نے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے کی خدمت انجام دی' ان میں یہ چھ نام صفحات تاریخ میں رقم ہیں۔

حضرت علی' عباس' پسران حضرت عباس' فضل' و قثم' اسامہ بن زید' شقران (آزاد کردہ غلام سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رضی اللہ عنہم۔

حضرات علی عباس اور ان کے صاحبزادگان حضور علیہ السلام کو کروٹ دلاتے تھے' جبکہ جناب زید و شقران پانی ڈالنے کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے جسم اقدس پر ہاتھ پھیرتے اور دھوتے رہے تھے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ آپ کی ناف سے مشک و عنبر کی خوشبو آ رہی تھی جس سے سارا گھر مہک رہا تھا اس وقت میری زبان پر یہ کلمات تھے۔ **بابی وانت وامی ما اطیبک حیا" و میتا"** یعنی میرے ماں باپ آپ پر قربان حیات ظاہری اور اس کے بعد کیسی خوشبو ہے۔

غسل، تکفین و تدفین

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور علیہ السلام کے غسل کے انداز میں صحابہ مختلف الرائے ہو گئے تھے، بعض نے کہا کہ لباس اتار کر غسل دیا جائے، بعض نے کہا جو لباس زیب تن ہے اسی میں غسل دیا جائے۔ ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ مسلط فرما دی، لیکن انداز یہ تھا کہ سب کی آنکھیں کھلی تھیں۔ اس دوران انہیں (صحابہ کو) ایک غیبی آواز سنائی دی **اغسلوا النبی وعلیہ ثیابہ** "نبی علیہ السلام کو مع لباس کے غسل دو"۔

یہ آواز سنتے ہی سب ہوش میں آ گئے اور حضور علیہ السلام کو مع لباس غسل دیا گیا اور کسی کا ہاتھ ستر تک نہ پہنچ سکا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کفن دو سفید کپڑوں کا دیا گیا اور اوپر سے ایک یمنی چادر اوڑھائی گئی۔ تکفین کے بعد مرحلہ تدفین کا آیا، تو بعض لوگوں نے کہا کہ مکہ کے طریقہ کے مطابق صندوقی قبر (فریم) بنائی جائے۔ بعض نے کہا کہ مدینہ والوں کے انداز کے مطابق بغلی قبر (لحد) بنائی جائے، صندوقی قبر بنانے والے ایک مہاجر صحابی تھے، جبکہ لحد بنانے والے ایک انصاری تھے۔ جب یہ موضوع بھی اختلاف رائے کا شکار ہوا تو جناب عباس نے دو آدمیوں کو ان گورکنوں کو بلانے کے لیے روانہ کیا، ابھی یہ دونوں قاصد راستہ ہی میں تھے تو جناب عباس نے دعا کی۔ "خداوندا! تو اپنے پیغمبر علیہ السلام کی تدفین کے لیے مناسب فیصلہ فرما"۔ چنانچہ پہلے جو گورکن آئے وہ لحد بنانے والے تھے لہٰذا انہیں کو قبر کا کام سپرد کیا گیا۔

اس طرح شب چہار شنبہ کو سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آخری آرام گاہ میں پہنچایا گیا، تدفین کے کام میں بھی وہی چھ افراد شامل تھے جو غسل میں شریک رہے تھے، یعنی حضرات علی و عباس، فرزندان حضرت عباس، فضل و قثم، جناب اسامہ و شقران (رضی اللہ عنہم)۔

تدفین کے بعد اطلاع ملتے ہی صحابہ جوق در جوق آئے اور بارگاہ نبوی میں عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کرتے رہے (یاد رہے کہ نبی علیہ السلام کی نماز جنازہ نہیں ہوئی۔ کیونکہ نماز جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ سے میت کی مغفرت کی دعا ہوتی ہے، انبیاء علیہم السلام کے امتیوں کا طلب مغفرت کرنا مناسب نہیں کیونکہ یہ حضرات معصوم و مغفور ہیں)۔ اور کسی شخص نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ

نہیں پڑھائی تھی۔ جب مرد خراج عقیدت پیش کر چکے تھے تو خواتین نے آکر نذرانہ عقیدت پیش کیا' ان کے بعد بچوں نے آکر اپنے جذبات عقیدت کا اظہار کیا۔ **صلوات اللہ و سلامہ علیہ**

تدفین کے بارے میں اختلاف رائے

سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آرام گاہ کے بارے میں بھی اختلاف رائے ہوا' بعض نے یہ رائے دی کہ مسجد میں دفن کیا جائے' بعض نے قبرستان کے بارے میں کہا' لیکن اس موقع پر جناب صدیق اکبر نے فرمایا میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ہے۔

"ما قبض نبی الا دفن حیث قبض"

کوئی نبی ایسے نہیں مگر ان کی تدفین اسی جگہ ہوئی جہاں ان کی حیات ظاہری کا دور ختم ہوا۔

حضور علیہ السلام کے آخری کلمات

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو آخری کلمات ارشاد (بطور وصیت) فرمائے' وہ یہ تھے **لا یترک بجزیرۃ العرب دینان** جزیرہ عرب پر دو دین نہ رکھے جائیں۔ یعنی سوائے دین اسلام کے جزیرہ عرب پر اور کسی دین کے ماننے والوں کو نہ رہنے دیا جائے اور یہود و مجوس کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ عرب کی مملکت میں انہیں کوئی حیثیت حاصل ہو جائے اور وہ اپنی ریشہ دوانیوں میں مشغول ہوں۔

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات ظاہری کے بعد مسلمانوں پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے' منکروں نے سر اٹھایا' آتش پرستوں نے اظہار مسرت کیا' منافقوں نے خوشیاں منائیں' عرب کے رہنے والے مرتد ہونے کا سوچنے لگے۔ اس مشکل مرحلہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور جناب صدیق اکبر کو خلافت کی ذمہ داریاں ملیں اور اسلام کا نظام ان کے ہاتھوں انجام پانے لگا۔ مسلمانوں میں سے اشتراک و افتراق کی کیفیات دور ہو گئیں' اہل بدعت خطہ زمین پر پست اور ذلیل ہوئے۔ مفسدوں کا شور ختم اور اتباع سنت نبوی کرنے والوں کی دعائیں مقبول ہوئیں۔

مکہ مکرمہ میں وفات کی خبر

جب مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سفر آخرت کی اطلاع مکہ پہنچی تو مکہ والوں نے دوبارہ بت پرستانہ زندگی اختیار کرنے کا سوچا اور مرتد ہونے کا خیال کرنے لگے۔ اس زمانے میں مکہ

کی گورنری کے فرائض عتاب بن اسید انجام دے رہے تھے حالات کا جائزہ لے کر یہ بہت گھبرائے اور چھپ کر بیٹھ گئے لیکن اس موقع پر جناب سہیل بن عمرو نے انتہائی جرات کا مظاہرہ کیا وہ میدان عمل میں اترے لوگوں کو جمع کیا اور اپنے فصیح و بلیغ خطبہ میں حمد و صلوۃ کے بعد لوگوں سے حضور اکرم علیہ السلام کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔ مکہ والو! یہ سمجھ لو کہ اسلام کا کام روز افزوں ہوتا رہے گا اور اسلام کی تابانیوں سے ماحول جگمگاتا رہے گا۔ اب اگر کسی کے دل میں شبہات پیدا ہوں یا وہ فتنہ پردازی کے خیال میں ہو تو اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے شخص کا میں سب سے پہلا مخالف ہوں گا۔ میں ایسے مفسد کو خطہ زمین پر زندہ نہ چھوڑوں گا۔ جناب سہیل بن عمرو کی زبان سے یہ جرات مندانہ باتیں سن کر لوگ اپنے ارادوں سے باز آ گئے اور دین اسلام پر باقی رہے۔ جناب عتاب بن اسید نے بھی پس منظر سے پیش منظر میں آ کر اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

سہیل بن عمرو کون تھے؟

یہ سہیل بن عمرو مکہ کے سرداروں میں سے ہونے کے ماسوا فصاحت و بلاغت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ یہ غزوہ بدر کے اسیروں میں شامل تھے' جنہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مکان میں رکھا تھا۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے جب بدر کے قیدیوں کے قتل کی رائے دی تھی' تو نبی علیہ السلام سے عرض کیا تھا' یارسول اللہ ہر قیدی کو اس کے مسلمان رشتہ دار کے حوالہ کیا جائے تاکہ وہ اس کو قتل کرے اور سہیل بن عمرو کو میرے حوالہ کر دیا جائے تاکہ میں اس کی وہ زبان نکال لوں جس سے وہ آپ کی بارگاہ میں گستاخی کا ارتکاب کرتا تھا' تاکہ آئندہ وہ اس گستاخی کا ارتکاب نہ کر سکے یا قتل کر دوں۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ کی درخواست سن کر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' اے عمر نہ تو اس کو قتل کیا جائے نہ اس کی زبان کاٹی جائے' عنقریب وہ ایسے مقام پر ہو گا جس کی مذمت کا موقع ہی نہیں ہو تا یعنی وہ ایسا کارنامہ انجام دے گا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا' وہ اللہ کی حمد و ثنا بھی بیان کرے گا اور ہماری نعت بھی اور یہ وہ کام کر دکھائے گا جو تمہاری مسرت و شادمانی کا سبب بنے گا۔ اور ہوا بھی یہی کہ ابھی چند سال کا عرصہ گزرا تھا کہ جناب سہیل بن عمرو نے مکہ کے مسلمانوں کو اپنی تقریر اور حسن تدبیر سے بڑی برائی سے بچایا اور بڑے فتنے سے محفوظ کر دیا۔

جناب حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر آخرت پر جو مرثیہ کہا' اس کے اشعار ہدیہ ناظرین ہیں۔

بِطَيْبَةَ رَسْمٌ لِلرَّسُولِ وَمَعْهَدُ
مُنِيرٌ، وَقَدْ تَعْفُو الرُّسُومُ وَتَهْمُدُ[2]
وَلَا تَمْتَحِي الْآيَاتُ مِنْ دَارِ حُرْمَةٍ
بِهَا مِنْبَرُ الْهَادِي الَّذِي كَانَ يَصْعَدُ
وَوَاضِحُ آثَارٍ، وَبَاقِي مَعَالِمِ
وَرَبْعٌ لَهُ فِيهِ[3] مُصَلًّى وَمَسْجِدُ
بِهَا حُجُرَاتٌ كَانَ يَنْزِلُ وَسْطَهَا
مِنَ اللهِ نُورٌ يُسْتَضَاءُ وَيُوقَدُ
مَعَارِفُ لَمْ تُطْمَسْ عَلَى الْعَهْدِ آيُهَا
أَتَاهَا الْبِلَى، فَالْآيُ مِنْهَا تَجَدَّدُ
عَرَفْتُ [بِهَا] رَسْمَ الرَّسُولِ وَعَهْدَهُ
وَقَبْرًا بِهَا وَارَاهُ فِي[2] التُّرْبِ مُلْحِدُ
ظَلِلْتُ بِهَا أَبْكِي الرَّسُولَ فَأَسْعَدَتْ
عُيُونٌ، وَمِثْلَاهَا مِنَ الْجَفْنِ[3] تُسْعِدُ
يُذَكِّرْنَ آلَاءَ الرَّسُولِ[4]، وَمَا أَرَى
لَهَا مُحْصِيًا نَفْسِي، فَنَفْسِي تَبَلَّدُ
مُفَجَّعَةً قَدْ شَفَّهَا فَقْدُ أَحْمَدَ
فَظَلَّتْ لِآلَاءِ الرَّسُولِ[5] تُعَدِّدُ
وَمَا بَلَغَتْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ عَشِيرَهُ
وَلَكِنْ لِنَفْسِي بَعْدُ مَا قَدْ تَوَجَّدُ
أَطَالَتْ وُقُوفًا تَذْرِفُ الْعَيْنُ جُهْدَهَا
عَلَى طَلَلِ الْقَبْرِ الَّذِي فِيهِ أَحْمَدُ
فَبُورِكْتَ، يَا قَبْرَ الرَّسُولِ، وَبُورِكَتْ
بِلَادٌ ثَوَى فِيهَا الرَّشِيدُ الْمُسَدَّدُ
وَبُورِكَ لَحْدٌ مِنْكَ ضُمِّنَ طَيِّبًا
عَلَيْهِ بِنَاءٌ مِنْ صَفِيحٍ، مُنَضَّدُ
تَهِيلُ عَلَيْهِ التُّرْبَ أَيْدٍ وَأَعْيُنٌ
عَلَيْهِ، وَقَدْ غَارَتْ بِذَلِكَ أَسْعُدُ

لَقَدْ غَيَّبُوا حِلْمًا وَعِلْمًا وَرَحْمَةً
عَشِيَّةَ عَلَّوْهُ الثَّرٰى ، لا يُوَسَّدُ
وَرَاحُوا بِحُزْنٍ لَيْسَ فِيهِمْ نَبِيُّهُمْ
وَقَدْ وَهَنَتْ مِنْهُمْ ظُهُورٌ، وَأَعْضُدُ[1]
يُبَكُّونَ مَنْ تَبْكِي السَّمٰوَاتُ يَوْمَهُ
وَمَنْ قَدْ بَكَتْهُ الْأَرْضُ فَالنَّاسُ أَكْمَدُ
وَهَلْ عَدَلَتْ يَوْمًا رَزِيَّةُ هَالِكٍ
رَزِيَّةَ يَوْمٍ مَاتَ فِيهِ مُحَمَّدٌ؟
تَقَطَّعَ فِيهِ مُنْزَلُ الْوَحْيِ عَنْهُمُ
وَقَدْ كَانَ ذَا نُورٍ ، يَغُورُ[2] وَيُنْجِدُ
يَدُلُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ مَنْ يَقْتَدِي بِهِ
وَيُنْقِذُ[3] مِنْ هَوْلِ الْخَزَايَا وَيُرْشِدُ
إِمَامٌ لَهُمْ يَهْدِيهِمُ الْحَقَّ جَاهِدًا
مُعَلِّمُ صِدْقٍ ، إِنْ يُطِيعُوهُ يُسْعَدُوا[4]
*عَفُوٌّ عَنِ الزَّلَّاتِ ، يَقْبَلُ عُذْرَهُمْ
وَإِنْ يُحْسِنُوا ، فَاللهُ بِالْخَيْرِ أَجْوَدُ
وَإِنْ نَابَ أَمْرٌ لَمْ يَقُومُوا بِحَمْلِهِ[1]
فَمِنْ عِنْدِهِ تَيْسِيرُ مَا يَتَشَدَّدُ[2]
فَبَيْنَاهُمُ فِي نِعْمَةِ اللهِ وَسْطَهُمْ[3]
دَلِيلٌ بِهِ نَهْجُ الطَّرِيقَةِ يُقْصَدُ
عَزِيزٌ عَلَيْهِ أَنْ يَجُورُوا عَنِ الْهُدٰى
حَرِيصٌ عَلٰى أَنْ يَسْتَقِيمُوا وَيَهْتَدُوا[4]
عَطُوفٌ عَلَيْهِمْ ، لَا يُثَنِّي جَنَاحَهُ
إِلٰى كَنَفٍ يَحْنُو عَلَيْهِمْ وَيَمْهَدُ
فَبَيْنَاهُمُ فِي ذٰلِكَ النُّورِ ، إِذْ غَدَا[5]
إِلٰى نُورِهِمْ سَهْمٌ مِنَ الْمَوْتِ مُقْصِدُ
فَأَصْبَحَ مَحْمُودًا إِلَى اللهِ رَاجِعًا
يُبَكِّيهِ حَقُّ الْمُرْسَلَاتِ وَيُحْمَدُ
وَأَمْسَتْ بِلَادُ الْحَرْمِ وَحْشًا بِقَاعُهَا
لِغَيْبَةِ مَا كَانَتْ مِنَ الْوَحْيِ[6] تَعْهَدُ

قِفارًا[7] سِوىٰ مَعْمُورَةِ اللَّحْدِ[8] ضافَها
فَقِيدٌ، يُبَكِّيهِ بَلاطٌ وَغَرْقَدُ

وَمَسْجِدُهُ، فَالْمُوحِشاتُ لِفَقْدِهِ
خَلاءٌ لَهُ فِيهِ مَقامٌ وَمَقْعَدُ

وَبِالْجَمْرَةِ الْكُبْرىٰ لَهُ ثَمَّ أَوْحَشَتْ
دِيارٌ، وَعَرْصاتٌ، وَرَبْعٌ، وَمَوْلِدُ

فَبَكِّي رَسُولَ اللهِ [يا]عَيْنُ عَبْرَةً
وَلا أَعْرِفَنْكِ الدَّهْرَ دَمْعُكِ يَجْمُدُ

وَمالَكِ لا تَبْكِينَ ذا النِّعْمَةِ الَّتِي
عَلَى النّاسِ مِنْها سابِغٌ يُتَغَمَّدُ

فَجُودِي عَلَيْهِ بِالدُّمُوعِ وَأَعْوِلِي
لِفَقْدِ الَّذِي لا مِثْلُهُ الدَّهْرَ يُوجَدُ

وَما فَقَدَ الْماضُونَ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
وَلا مِثْلُهُ، حَتَّى الْقِيامَةِ، يُفْقَدُ

أَعَفَّ وَأَوْفىٰ ذِمَّةً بَعْدَ ذِمَّةٍ
وَأَقْرَبَ مِنْهُ نائِلًا، لا يُنَكَّدُ[1]

وَأَبْذَلَ مِنْهُ لِلطَّرِيفِ وَتالِدٍ
إِذا ضَنَّ مِعْطاءٌ، بِما كانَ يُتْلَدُ[2]

وَأَكْرَمَ صِيتًا فِي الْبُيُوتِ، إِذا انْتَمىٰ
وَأَكْرَمَ جَدًّا أَبْطَحِيًّا يُسَوَّدُ

وَأَمْنَعَ ذِرْواتٍ، وَأَثْبَتَ فِي الْعُلىٰ
دَعائِمَ عِزٍّ شامِخاتٍ[3] تُشَيَّدُ

وَأَثْبَتَ فَرْعًا فِي الْفُرُوعِ وَمَنْبِتًا
وَعُودًا غَذاهُ الْمُزْنُ، فَالْعُودُ أَغْيَدُ

رَباهُ وَلِيدًا، فَاسْتَتَمَّ تَمامُهُ
عَلىٰ أَكْرَمِ الْخَيْراتِ، رَبٌّ مُمَجَّدُ[1]

تَناهَتْ وَصاةُ الْمُسْلِمِينَ بِكَفِّهِ
فَلا الْعِلْمُ مَحْبُوسٌ، وَلا الرَّأْيُ يُفْنَدُ

أقولُ ، ولا يُلْفَى لِقَوْلِيَ[2] عائِبٌ
مِنَ النَّاسِ ، إلاعازِبُ الْعَقْلِ مُبْعَدُ
وَلَيْسَ هَوايَ نازِعًا عَنْ ثَنائِهِ
لَعَلِّي بِهِ فِي جَنَّةِ الْخُلْدِ أخْلُدُ
مَعَ الْمُصْطَفَى أرْجُو بِذاكَ جِوارَهُ
وَفِي نَيْلِ[3] ذاكَ الْيَوْمِ أسْعَى وَأجْهَدُ

* دیگر ہم حسّان بن ثابت در مرثیت سیّد علیہ السّلام گفتہ است :

ما بالُ عَيْنِكَ لا تَنامُ كَأنَّما
كُحِلَتْ مَآقِيها بِكُحْلِ الْأرْمَدِ[4]
جَزَعًا عَلَى الْمَهْدِيِّ ، أصْبَحَ ثاوِيًا
ياخَيْرَ مَنْ وَطِئَ الْحَصَى لا تَبْعَدِ
وَجْهِي يَقِيكَ التُّرْبَ لَهْفِي لَيْتَنِي
[غُيِّبْتُ] قَبْلَكَ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ
بِأبِي وَأُمِّي [مَنْ] شَهِدْتُ وَفاتَهُ
فِي يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ النَّبِيُّ الْمُهْتَدِي
فَظَلِلْتُ بَعْدَ وَفاتِهِ مُتَبَلِّدًا
مُتَلَدِّدًا يا لَيْتَنِي لَمْ أُولَدِ
أأُقِيمُ بَعْدَكَ فِي الْمَدِينَةِ بَيْنَهُمْ ؟
يا لَيْتَنِي صُبِّحْتُ سَمَّ الْأسْوَدِ
أوْحَلَّ أمْرُ اللّٰهِ فِينا عاجِلًا
فِي رَوْحَةٍ مِنْ يَوْمِنا أوْ مِنْ غَدِ
فَتَقُومُ ساعَتُنا ، فَنَلْقَى طَيِّبًا
مَحْضًا ضَرائِبُهُ كَرِيمَ الْمَحْتِدِ
يا بِكْرَ آمِنَةَ الْمُبارَكِ بِكْرُها
وَلَدَتْهُ مُحْصَنَةٌ بِسَعْدِ الْأسْعُدِ
نُورًا أضاءَ عَلَى الْبَرِيَّةِ كُلِّها
مَنْ يُهْدَ لِلنُّورِ الْمُبارَكِ يَهْتَدِي
يا رَبِّ ، فَاجْمَعْنا مَعًا وَنَبِيَّنا
فِي جَنَّةٍ تَثْنِي عُيُونَ الْحُسَّدِ

فی جَنَّةِ الفِردَوسِ فاکتُبها لَنا
یاذَا الجَلالِ وَذَا العُلیٰ وَالسُّودَدِ

وَاللهِ أسمَعُ ما بَقِیتُ بِهالِکٍ
إلّا بَکَیتُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدِ

یا وَیحَ أنصارِ النَّبِیِّ وَرَهطِهِ
بَعدَ المُغَیَّبِ فی سَواءِ المَلحَدِ

ضاقَت بِالأنصارِ البِلادُ[2] فَأصبَحُوا
سُوداً وُجُوهُهُمُ کَلَونِ الإثمِدِ

وَلَقَد وَلَدناهُ ، وَفِینا قَبرُهُ
وَفُضُولُ نِعمَتِهِ بِنا لَم تَجحَدِ

وَاللهُ أکرَمَنا بِهِ وَهَدیٰ بِهِ
أنصارَهُ فی کُلِّ ساعَةِ مَشهَدِ

صَلَّی الإلٰهُ وَمَن یَحُفُّ بِعَرشِهِ
وَالطَّیِّبُونَ عَلَی المُبارَکِ أحمَدِ

ودیگر هم حسّان بن ثابت درمرثیت سیّد علیه‌السّلام گفته‌است :

نَبَّ[1] المَساکِینَ أنَّ الخَیرَ فارَقَهُم
مَعَ النَّبِیِّ تَوَلّیٰ[2] عَنهُمُ سَحَراً

مَن ذَا الَّذِی عِندَهُ رَحلِی ، وَراحِلَتِی
وَرِزقُ أهلِی ، إذا لَم یُؤنِسُوا المَطَرا

أم مَن[3] نُعاتِبُ لا نَخشیٰ جَنادِعَهُ
إذَا اللِّسانُ عَتا فِی القَولِ ، أو عَثَرا

کانَ الضِّیاءَ ، وَکانَ النُّورَ نَتبَعُهُ
بَعدَ الإلٰهِ ، وَکانَ السَّمعَ وَالبَصَرا

فَلَیتَنا یَومَ وارَوهُ بِمُلحِدِهِ
وَغَیَّبُوهُ ، وَألقَوا فَوقَهُ المَدَرا

* لَم یَترُکِ اللهُ مِنّا بَعدَهُ أحَداً
وَلَم یَعِش بَعدَهُ أنثیٰ ، وَلا ذَکَرا

ذَلَّت رِقابُ بَنِی النَّجّارِ کُلُّهُمِ
وَکانَ أمراً مِن أمرِ اللهِ قَد قُدِرا

وَاقْتَسَمَ الْفَيْءُ دُونَ النَّاسِ كُلِّهِمِ
وَبَدَّدُوهُ جِهَارًا بَيْنَهُمْ هَدَرًا

[دیگر هم حسّان بن ثابت در مرثیهٔ سیّد، صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ، گفته‌است[1]]

آلَيْتُ ما فی جَمِيعِ النَّاسِ مُجْتَهِدًا
مِنِّی أَلِيَّةَ بَرٍّ، غَيْرِ إِفْنَادِ[2]
تَاللهِ ماحَمَلَتْ أُنْثَى، وَلاَ وَضَعَتْ
مِثْلَ الرَّسُولِ، نَبِيِّ الْأُمَّةِ الْهَادِي
وَلاَ بَرَا اللهُ خَلْقًا مِنْ بَرِيَّتِهِ
أَوْفَى بِذِمَّةِ جَارٍ، أَوْ بِمِيعَادِ
مِنَ الَّذِي كَانَ فِينَا يُسْتَضَاءُ بِهِ
مُبَارَكَ الْأَمْرِ ذا عَدْلٍ وَإِرْشَادِ
أَمْسَى نِسَاءُكَ عَطَّلْنَ[3] الْبُيُوتَ، فَمَا
يَضْرِبْنَ فَوْقَ قَفَا سِتْرٍ بِأَوْتَادِ
مِثْلَ الرَّوَاهِبِ يَلْبَسْنَ الْمَبَاذِلَ، قَدْ[4]
أَيْقَنَّ بِالْبُؤْسِ بَعْدَ النِّعْمَةِ الْبَادِي
يَاأَفْضَلَ النَّاسِ، إِنِّي كُنْتُ فِي نَهَرٍ
أَصْبَحْتُ مِنْهُ كَمِثْلِ الْمُفْرَدِ الصَّادِي

مِنْ أَوائِلِ الشَّهْرِ الْمُبَارَكِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ سَنَةَ سَبْعٍ وَسَبْعِينَ وَسِتِّمِائه. كَتَبَهُ الْغَرِيبُ ابْنُ حَلاَّجٍ، غَفَرَ اللهُ ذُنُوبَهُ، فِي بَلَدِ شِيرازَ حَمَاهُ اللهُ تَعَالَى وَحَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ[1]

---

۱ ـ روا: تمت كتاب سيرة النبی صلى‌الله عليه وآله والحمد لله رب‌العالمين والصلوة على محمد وآله الطاهرين وعلى جميع انبيائه والتابعين.
ـ ابا: تمت. فرغ من تحريره يوم الأحد تاسع شهر محرم‌الحرام سنة ثمان واربعين وسبعمائة الهلالية على يد اضعف عبادالله تعالى الفقير محمود بن احمد بن محمد

النسنری (؟) حامداللہ تعالی والحمد للہ وحدہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ اجمعین الطیبین الطاهرین والسلام .

ط : تمت الکتاب مسمی بالسیر النبی فی عشر آخر من شهر محرم الحرام سنة ست وسبعین وسبعمائه وکتبت منه ثلاثة اجزاء وتم بیدی العبد النحیف المحتاج الی ربه المنان احمد بن علی بن سلیمان البلدی (؟) اصلح اللہ احواله برسم الخزانة وتذکرة لصاحب الاعظم سلطان الورا المستغنی اسمه عن سائر الالقاب الشریف لازالت فی الدنیا علاء وخلدت ظلاله علی مفارق اهل الفضل بحق النبی وآله وصحبه .

مج : تمت وقد وقع الفراغ من تنمیق هذه النسخة الشریفة المنیفة بعون اللہ تعالی وحسن توفیقه علی ید العبد الضعیف النحیف الراجی رحمة السبحانی محمدالکاتب السجستانی (و در انتهای نزهة الارواح : تم الکتاب... ببلدة سجستان) ستر اللہ عیوبه وغفر اللہ ذنوبه فی وقت الظهر من یوم الثلثاء ثالث شهر مبارك ذی الحجة الحرام عمت میامن برکاته سنة اثنی وخمسین وثمان مائه . اللهم اغفر لمصنفه ولصاحبه ولکاتبه ولقاریه ولمن نظر فیه ولجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات ولمن قال آمین ، تم .

یا : تمت کتاب سیر النبی صلواة اللہ وسلامه علیه والحمد للہ حق حمده والصلوة والسلام علی من لانبی بعده وعلی آله واصحابه وازواجه وذریاته والتابعین لهم باحسان الی یوم الدین وسلم تسلیما کثیرا جسیما دائماً .

و پس از این عبارات ده ورق دیگر بخط همین کاتب نوشته شده و مشتمل است بر ترجمهٔ روایت معاذ بن جبل در وفات پیغمبر و مسأله‌ای چند که قیصر روم از عمر سؤال کرده‌است و درپایان این اوراق آمده‌است : تمت... نسخة... المسمی بسیرة النبی ... مع الملحقات بید ... عبدالعلی الکاتب التبریزی ... فی عاشر شهر جمادی الثانی من هجرة النبویه... ثلاث وسبعین والف .

ان قبائل اور اقوام کے نام جن کا ذکر کتاب میں ہے

بنی الابجر:	بنی احمر بن حارثہ:	اصحاب الاخدود:
اراش:	ارم:	ازد:
ازد السراة:	ازد عمان:	بنی اسد بن خزیمہ:
بنی اسد بن عبد العزیٰ بن قصی:	بنی اسرائیل:	اسرائیلیان۔بنی اسرائیل:
اہل اسلام:	بنی اسلم:	اشعر:
اشعریان:	اشعریین۔۔۔۔اشعریان:	بنی اصرم بن فہر:
اہل اصفہان:	بنی الاصفر=رومیان:	اعاجم:
اعراب:	بنی امری القیس:	امت محمد:
امت موسیٰ:	امیم:	بنی امیہ بن زید:
بنی امیہ بن عبد شمس:	انصار:	انمار:
اوس:	بنی الاوس=اوس:	اہل ایلہ:
اصحاب بیر معونہ:	بجیلہ:	اہل البحر:
اہل بحرین:	اصحاب بدر:	اہل بدر (مشرکین قریش):
بنی البدی بن عامر:	اہل البسل=قریش:	بنی بکر بن عبد منات بن کنانہ:
بنی بکر بن وائل:	بلی:	بہراء:
بنی بیاضہ بن عامر:	اہل البیت:	تبابعہ:
ترسایان=نصاریٰ:	ترسایان نجران۔نصارای نجران:	تغلب:
بنی تمیم:	تمیم دارانی:	بنی تیم بن مرہ:
بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف:	بنی ثعلبہ بن مازن:	ثقیف:
ثمود:	بنی جحجبی:	بنی جدارہ بن عوف:

جدیس: — جذام: — بنی جذیمہ:
اہل جرش: — جرہم: — بنی جزء بن عدی:
بنی جشم: — بنی جشم بن الحارث بن الخزرج: — بنی جشم بن خزرج:
بنی جشم (بنی جشم بن معاویہ): — آل جعفر: — آل جفنہ:
بنی جمح: — اہل جناب الهضب: — جہود، جہودان = یہود:
جہینہ: — بنی الحارثہ: — بنی الحارث بن الخزرج:
بنی الحارث بن عبد مناہ بن کنانہ: — بنی الحارث بن فہر: — بنی الحارث بن کعب:
بنی حارثہ: — بنی حارثہ بن الحارث بن الخزرج: — اہل حبش:
حبشیان = اہل حبش: — بنی حبیب: — اہل حجاز:
اصحاب حجر۔ قوم ثمود: — بنی حراق: — بنی حرام بن جندب:
بنی الحسحاس (از بنی اسد): — اہل حقاف الرمل: — حمیر:
بنی حنظلہ: — بنی حنیفہ: — حواریان:
خارف (قبیلہ ای در یمن): — بنی خالد: خثعم: — خزاعہ:
خزرج: — خزرجیان ـــ خزرج: — بنی خلدہ بن عامر:
بنی خناس بن سنان: — اہل خندق: — بنی خنساء بن مبذول:
خولان: — اہل خیبر: — خیوان (از ہمدان):
بنی الدار: — دارم (از بنی تمیم): — دارین:
بنی دعد بن فہر: — دوس: — اہل دومۃ الجندل:
بنی دینار بن نجار: — اہل ذمت: — ذورعین:
ذوالکلاع (قوم ـــ): — بنی ربیعہ بن کعب: — اصحاب رجیع:
اہل ردہ: — آل رسول اللہ: — اصحاب الرقیم۔ اصحاب الکہف:
رهاویان: — رومیان: — بنی زبید:
بنی زریق بن عامر: — بنی زہرہ: — بنی زید بن ثعلبہ:
بنی زید بن مالک: — بنی ساعدہ بن کعب: — بنی سالم بن عوف:

سبا:
سبائیان: شحینہ =
قریش:
بنی سعد بن بکر:
بنی سلمہ:
بنی سلیم:
بنی سلیم بن منصور:
اصحاب سمرہ:
بنی سہم:
بنی سواد بن غنم:
بنی سواد بن مالک:
اہل شام:
اہل شرک:
اہل شرک و کفر۔ اہل شرک:
بنی الشطیبہ:
شنوءہ:
صابئین:
اصحاب صفہ:
آل صفوان:
صوفہ:
بنی ضمرہ:
اہل طائف:
بنی طریف:
طسم:
طیی (طی):
بنی ظفر:
بنی عائذ بن ثعلبہ:
عاد:
بنی عامر بن صعصعہ:
بنی عامر بن لوی:
بنی عامر بن مالک:
عاملہ:
آل عباس = بنی عباس:
بنی عبد الاسد:
بنی عبد الاشہل:
بنی عبد اللہ:
بنی عبد الدار:
بنی عبد رزاح:
بنی عبد شمس:
عبد القیس:
بنی عبد المطلب:
عبد مناف۔ بنی عبد مناف:
بنی عبد مناف:
بنی عبید بن ثعلبہ:
بنی عبید بن زید:
بنی عبید بن عدی:
بنی العجلان:
عجم:
بنی عدی بن عمرو:
بنی عدی بن کعب:
بنی عدی بن نابی:
بنی عدی بن نجار:
عرب:
بنی عسیرہ:
عضل:
عمالقہ:
آل عمر:
بنی عمرو بن عبد عوف:
بنی عمرو بن عوف:
بنی عمرو بن مالک:
عملاق:
بنی عنبر:
بنی عوف:
بنی عوف بن الخزرج:
غبشان:
غسان:
غطفان:
بنی غفار:
غنم بن دودان۔ بنی غنم بن دودان:
بنی غنم بن دودان:
بنی غنم بن سلم:
اہل فارس:

اہل فدک:	بنی فزارہ:	بنی فقیم:
فہر:	اصحاب الفیل:	قارہ:
قرطاء:	قریش:	قریشیان=قریش:
بنی قریظہ:	بنی قریوش بن غنم:	قضاعہ:
قطوراء:	اہل القلیب:	قیس:
بنی قیس بن مالک:	قیسن:	بنی قینقاع:
اہل کتاب:	بنی کعب:	بنی کعب بن لوی:
کنانہ ـــ بنی کنانہ:	بنی کنانہ:	کندہ:
اصحاب الکہف:	اہل کوفہ:	گبر:
بنی لوی:	لوی بن غالب ـ بنی لوی:	لحی:
بنی لحیان:	لخم:	بنی لوذان:
لوط (قوم ـــ):	بنی لیث:	اصحاب موتہ:
بنی مازن بن النجار:	مجوس:	بنی مخزوم:
بنی مدلج:	اہل مدینہ:	مدینیان=اہل مدینہ:
مذحج:	مراد:	بنی مرغوہ بن غنم:
بنی مرہ:	مسلمانان:	مسلمین=مسلمانان:
مشرکان، مشرکین:	اہل مصر:	بنی المصطلق:
مضر:	بنی المطلب:	معافر:
بنی معاویہ بن مالک:	معد:	بنی مغیرہ بن عبداللہ:
اہل المکتین ـ اہل مکہ:	اہل مکہ:	مکیان=اہل مکہ:
بنی الملوح:	مہاجر (مہاجران، مہاجرون، مہاجرین):	بنی النارہ:
بنی النبیت:	بنی النجار:	اہل نجد:
اہل نجران:	نزار:	نصاریٰ:
نصارای روم:	نصارای شام:	نصارای فلسطین:

نصارای نجران:	نصر:	بنی النضیر:
بنی النعمان:	قوم نوح:	بنی نوفل بن عبد مناف:
آل ھاشم:	بنی ھاشم:	ھاشمیین=بنی ھاشم:
ھذل:	ھذیل:	بنی ھصیص:
بنی ھلال:	ھمدان:	ھوازن:
آل یاسر:	اہل یثرب:	یحابر(از قبایل یمن):
اہل یمامہ:	اہل یمن:	یہود:
یہود بنی الاوس:	یہود بنی ثعلبہ:	یہود بنی جشم:
یہود بنی الحارث:	یہود خیبر:	یہود بنی ساعدہ:
یہود بنی عوف:	یہود بنی قریظہ-بنی قریظہ:	یہود بنی قینقاع:
یہود مدینہ:	یہود بنی النجار:	یہود بنی النضیر:
یہودیان——یہود:		

ان بتوں کی فہرست جو زمانہ جاہلیت میں پوجے جاتے تھے

اساف:	ذوالخلصہ:	ذوالکعبات:	ذوالکفین:
رئام:	رضاء:	سواع:	ضمار:
طاغیہ:	عزیٰ:	عمیانس:	فلس:
لات:	مناۃ:	نائلہ:	نسر:
ھبل:	ود:	یعوق:	یغوث:

ان شہروں اور قصبات کی فہرست جن کا ذکر کتاب میں آیا ہے

ابرقوہ:	ابواء:	ابین:
الاثیل (محلی بین بدر و وادی صفراء نزدیک مدینہ):		احد:
الاخشبان (کوہ ابو قبیس و کوہ احمر در مکہ):		ادمانہ:
استانبول:	اسکندریہ:	اصفاہان:
اضم:	الال (کوہی در عرفات):	اندلس:
اوطاس (وادی):	ایلہ:	ایوان کسریٰ:
بابل:	بارق:	بیر معونہ:
بازار بنی قینقاع:	بازار مدینہ:	نجران:
بحرین:	بدر:	بربل:
برہ = چاہ زمزم:	بصریٰ:	بصرہ:
بطحای مکہ:	بطن النخل (وادی):	بقیع (بقیع مرقد):
بکہ = مکہ:	بلقاء:	بلد اللہ الحرام ــ (مکہ):
بواط:	بویرہ (محل بنی قریظہ):	بیت راس (محلی در اردن):
بیت اللہ الحرام:	بیت المقدس:	پارس ــ فارس:
تبوک:	تربہ:	ترک (کوہ):
تنعیم:	تہامہ = یمن:	ثبیر (کوہ):
ثنیہ المرہ:	ثنیۃ الوداع:	ثور (کوہ):
جابیہ الجولان (شام کا ایک شہر):	جحفہ:	
جدہ:	جرش (شہر):	جرف:
جزیرہ (ولایت):	جزیرۃ العرب:	جعرانہ:

جمع (مزدلفہ):	جموم:	الجواء (شام کا ایک محل):
جی (گاؤں):	حائل (وادی ہے):	حبش، حبشہ:
حجاز:	حجر الاسود:	حجرہ عائشہ:
حجرہ میمونہ:	حجون (مکہ کا ایک گاؤں):	حدیبیہ:
حراء:	حرم:	حصاب:
حصن سلالم:	حصن صعب بن معاذ:	حصن بنی قریظہ:
حصن قموص:	حصن کعب بن اشرف --- حصن بنی النضیر:	
حصن وطیح:	حضرموت:	حلیہ (یمن کا ایک محل شیران):
حمراء الاسد:	حمص (شہر ہے):	حنین (وادی):
حیرہ:	خارف (مخلاف ہے):	خانہ کعبہ:
خانہ ابوبکر:	خبط:	خرار:
خفیہ (نامی خاص برای محل شیران):	خندق:	
خوانق:	خورنق:	خیبر:
دار الندوہ:	داروم:	دانشگاہ تہران:
دمشق:	دومۃ الجندل:	دیار زینب:
ذات الاصابع (شام کا ایک محل):	ذات اطلاح:	ذات انواط:
ذات الرقاع:	ذمار = یمن:	ذوالحلیفہ:
ذوالقصہ:	ذی طویٰ (وادی ہے):	ذی قرد:
ذی المروہ:	رئم (معبد ہے):	ربذہ:
رجیع (آب ہے):	رحرحان (کوہی نزدیک عکاظ):	رکن یمانی:
روحاء:	روم:	زمزم (چاہ ہے):
زمین بنی عامر:	سبا (وادی ہے):	سجستان (بلدہ ہے):
سد مارب:	سد یاجوج وماجوج:	سدیر:
السراۃ:	سفوان (وادی ہے):	سقیفہ بنی ساعدہ:

سلسل:	سمرقند:	سنداد:
سیف البحر:	شام:	شامہ (کوھی، در مکہ):
شکر (کوہ):	شیراز:	صرخد (موضعی است در شام):
صفا (کوہ):	صفراء (وادی):	الصلاء:
صلدد:	صنعای یمن:	طائف:
طرف:	طفیل (کوہی در مکہ):	طور (کوہ):
طیبہ = زمزم:	طیبہ =	مدینۃ النبی:
طی = طی (سلمٰی و کوہ اجاء):	عامر (کوھی از کوھھای مکہ):	
عشر (محلی مخصوص کہ درندگان بسیار دارد):		عدن:
عدوۃ الدنیا:	عدوۃ القصویٰ:	عذراء (قریہ ای در نزدیکی دمشق):
عراق:	عرفات:	عرم، عرمہ = وادی سبا:
العریض:	عسفان:	عشیرہ:
عفریٰ (آب):	عقبہ:	عمان:
عموریہ:	عودیٰ:	العیص:
غمرہ:	فارس:	فخ (مکہ کے باہر ایک محلّہ):
فدک:	فرات:	فلسطین:
فید:	قادسیہ:	قاف (کوہ):
قبا:	ابو قبیس (کوہ):	قدس = بیت المقدس:
قردۃ، قردہ (آب):	قطن:	قلعہ ساطرون:
قلیس (کلیسیای):	قناۃ:	کابل:
کتاب خانہ ملی تہران:	کداء (کوہ):	کدید:
کشر = شکر:	کعبہ:	کوثر (حوض):
کوفہ:	لات (معبد):	لندن:
لیدن:	لیط (مکہ کے زیریں علاقہ کا ایک گاؤں):	

ماب:	موتہ:	مارب:
مجنہ (مکہ کے نچلے حصہ کا ایک بازار):		مخری (کوہ):
مدین:	مدینہ:	مرا الظہران:
مروتین=صفا و مروہ:	مروہ:	مرتسیع (آب):
مسجد اقصیٰ:	مسجد پیغمبر:	مسجد الحرام:
مسجد ضرار:	مسجد قبا:	مسلح (کوہ):
المشعر الاقصیٰ۔	عرفہ:	مشقق (وادی):
مصر:	مفنونہ=	زمزم:
مطبعہ جمالیہ، مصر:	معان:	معلاۃ (وادی):
مغرب:	مغمس:	مقام ابراہیم:
مکتین=مکہ:	مکہ:	منازل اصحاب حجر:
منیٰ:	مہیعہ=	جحفہ (میقات اہل شام):
موصل:	میسان:	نجد:
نجران:	نجیر (حضرموت کا ایک مقام):	نخلستان مدینہ:
نخلہ:	نخہ (نجد کا ایک مقام):	نخلہ شامیہ:
نخلہ یمانیہ:	نصیبین:	نیل (دریا):
نینوا:	وادی سبا:	وادی القریٰ:
الوتیر (آب):	وج (طائف کا ایک محلہ):	ودان=ابواء:
یثرب=مدینہ:	یرمرم:	یمامہ:
یمن:	ینبع:	

ایام وغزوات وسرایا ووفود کی فہرست

ایام جاہلیت:
بعث اسامۃ بن زید بہ شام:
بیعتہ الرضوان:
بیعتہ العقبہ:
جنگ صفین:
حج ابوبکر:
حجتہ الوداع:
حصار طائف:
حصار مدینہ:
رحلتہ الشتاء والصیف:
سریہ ابو سلمتہ بن عبدالاسد بہ قطن:
سریہ ابوعبیدۃ بن الجراح بہ ذوالقصہ:
سریہ ابوعبیدۃ بن الجراح بہ کنارہ دریا (سیف البحر):
سریہ ابو العوجاء السلمی بہ بنی سلیم:
سریہ بشیر بن سعد بہ بنی مرہ:
سریہ بشیر بن سعد بہ خیبر (جناب):
سریہ برای اسیر کردن ثمامتہ بن اثال الحنفی:
سریہ حمزۃ بن عبدالمطلب بہ ساحل بحر (عیص):
سریہ زید بن حارثہ بہ بنی سلیم (جموم):
سریہ زید بن حارثہ بہ بنی فزارہ:
سریہ زید بن حارثہ بہ قبیلہ جذام (حسمی):
سریہ زید بن حارثہ بہ طرف:
سریہ زید بن حارثہ بہ قردہ:
سریہ زید بن حارثہ و جعفر بن ابی طالب و عبداللہ بن رواحہ بہ موتہ:
سریہ زید بن حارثہ بہ مدین:
سریہ سالم بن عمیر برای قتل ابو عفک:
سریہ سعد وقاص بہ خرار:
سریہ عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی بہ اضم:
سریہ عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی برای قتل رفاتہ بن قیس جشمی (غابہ):
سریہ عبداللہ بن انیس برای قتل خالد بن سفیان ھذلی:
سریہ عبداللہ بن جحش بہ نخلہ:
سریہ عبداللہ بن رواحہ برای قتل یسیر بن رزام:
سریہ عبداللہ بن عتیک برای قتل سلام بن ابی الحقیق:
سریہ عبدالرحمن بن عوف بہ دومتہ الجندل:
سریہ عبیدۃ بن الحارث بہ ثنیتہ المرہ (رابغ):

سریه عکاشة بن محصن به غمره:
سریه علی بن ابی طالب به بنی عبدالله (فدک):
سریه عمربن الخطاب به تربه:
سریه عمروبن العاص به ذات السلاسل:
سریه عیینه بن حصن به قبیله بنی عنبر:
سریه غالب بن عبدالله الکلبی به بنی الملوح:
سریه کعب بن عمیر غفاری به ذات اطلاح:
سریه محمد بن مسلمه برای قتل کعب بن اشرف:
سریه منذر بن عمرو به بیر معونه:

سریه علقمه بن مجزز المدلجی برای انتقام خون برادرش:
سریه علی بن ابی طالب به یمن:
سریه عمروبن امیة الضمری برای قتل ابوسفیان بن حرب:
سریه عمیر بن عدی برای قتل عصماء:
سریه غالب بن عبدالله بنی مره:
سریه کرزبن جابر بدنبال قوم بجیله:
سریه محمد بن مسلمه به قرطاء:
سریه مرثد بن ابی مرثد الغنوی به رجیع:

صلح حدیبیه:
عمرة القضاء=غزو عمرة القضاء:
غزو اضم:
غزو بدر الاولی:
غزو بنی سلیم (سریه):
غزو بنی فزاره:
غزو بنی لحیان:
غزو بنی الملوح:
غزو تبوک:
غزو حمراء الاسد:
غزو خیبر:
غزو دومة الجندل:
غزو ذی قرد:
غزو طائف:
غزو فتح مکه:

عام یرموک:
غزو ابواء:
غزو بحران:
غزو بدر الکبری:
غزو بنی عنبر:
غزو بنی قریظه:
غزو بنی مره:
غزو بنی النضیر:
غزو قبیله جذام:
غزو حنـ
غزو ناحیت خیبر:
غزو ذات الرقاع:
غزو سویق:
غزو عشیره:
غزو فدک:

عمرة القصاص=غزو عمرة القضاء:
غزو احد:
غزو بدر الاخره:
غزو بنی سلیم:
غزو بنی غطفان:
غزو بنی قینقاع:
غزو بنی المصطلق:
غزو بواط:
غزو حدیبیه:
غزو خندق:
غزو دومة الجندل:
غزو ذات السلاسل:
غزو شام:
غزو عمرة القضاء:
غزوة القاع:

حضور کے مکتوبات اور معاہدوں کی فہرست

بیعت انصار بے شرط حرب:
بیعت انصار با شرط حرب:
عہد نامہ مہاجر و انصار و یہود مدینہ:
صلح نامہ کفار قریش:
صلح نامہ صاحب ایلہ:
عہد نامہ ثقیف:
جواب نامہ ملوک حمیر:
جواب نامہ خالد بن الولید:
عہد نامہ عمرو بن حزم:
نامہ برای قبیلہ ہمدان:
جواب نامہ مسیلمہ کذاب:

غزو قرطاء:	غزو موتة:	غزو مدین:
غزو مرسیع=بنی المصطلق:	غزو وادی القریٰ:	غزو ودان=غزو ابواء:
لیلة العقبہ:	مبعث:	معراج:
مقتل ابو عفک:	مقتل حمزہ:	مقتل خالد بن سفیان الھذلی:
مقتل رفاعة بن قیس جشمی:	مقتل سلام بن ابی الحقیق:	مقتل عصماء بنت مروان:
مقتل کعب بن اشرف:	مقتل یسیر بن رزام:	وفد ازد:
وفد بنی الحارث بن کعب:	وفد بنی حنیفہ:	وفد بنی سعد بن بکر:
وفد بنی عامر:	وفد تمیم:	وفد ثقیف:
وفد حمیر:	وفد طیی:	وفد عبد القیس:
وفد کندہ:	وفد ہمدان:	یوم الرجیع:
یوم العریض:	یوم نجدة:	یوم ودان=غزوہ ابواء:

ان شعراء کے نام جن کا کلام کتاب میں آیا ہے

ابو احمد بن جحش:
اسود بن المطلب:
اعشیٰ بنی قیس بن ثعلبہ:
امیہ بن ابی الصلت:
بجیر بن زہیر بن ابی سلمیٰ:
ابو بکر صدیق: بلال:
تمیم بن الاسد الخزاعی:
جعفر بن ابی طالب:
ام جمیل بنت حرب، حمالۃ الحطب:
حارثہ بن شرجیل:
حسان بن ثابت انصاری:
حمزۃ بن عبد المطلب:
خبیب بن عدی:
ابو خیثمہ:
ابو دجانہ سماک بن خرشہ:
ذی رعین:
زبرقان بن بدر:
ابو زید انصاری:
زید الخیل:
سعد بن ابی وقاص:
ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب:
ابو طالب بن عبد المطلب:
عاصم بن ثابت:
عامر بن اکوع:
عامر بن فہیرہ:
عباس بن مرداس:
عبد اللہ بن انیس:
عبد اللہ بن حارث:
عبد اللہ بن رواحہ:
عبد اللہ بن الزبعریٰ:
عبد المطلب بن ہاشم:
عتبہ بن ربیعہ:
ابو عزۃ، عمرو بن عبد اللہ:
علی بن ابی طالب:
عمار بن یاسر:
عمرو بن اہتم:
عمرو بن الجموح:
عمرو بن حارث بن مضاض:
عمرو بن سالم الخزاعی:
فروۃ بن عمرو الجذامی:
فروۃ بن مسیک المرادی:
فضالۃ بن عمیر اللیثی:
قتیلہ بنت حارث:
ابو قیس صرمۃ بن ابی انس:
کعب بن اشرف:
کعب بن زہیر:
کعب بن مالک الانصاری:
کنانہ بن الربیع:
لبید بن ربیعہ:
ابن لقیم العبسی:
مالک بن عوف النصری:
مالک بن نمط:
محیصہ:
مرحب یہودی:
معبد بن ابی معبد الخزاعی:
مقیس بن صبابہ:
نعمان بن عدی:
نفیل بن حبیب:
ہبیرۃ بن ابی وہب المخزومی:
ہند بنت اثاثہ بن عباد بن المطلب

